سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

بدھ 17 جون 1992ء

(چہار شنبہ 15 ذوالحجہ 1412 ھ)

جلد 8 شمارہ 14

(بشمول شمارہ جات 1 تا 21)

مندرجات

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	1
ملک احمد یار وارن کی وفات پر دعائے مغفرت	2
مسئلہ استحقاق :	
ایم پی اے پر پلاٹس کے ناجائز قبضے کا الزام	2
میزانیہ بابت سال 93-1992ء پر عام بحث	32

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس)

بدھ، 17 جون 1992ء

(چہار شنبہ، 15 ذوالحجہ 1412ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 9 بج کر 37 منٹ پر منعقد ہوا۔

جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو اکرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ سورۃ البقرہ آیت 264 تا 265

مومنو! اپنے صدقات و (خیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس (کے مال) کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔ (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے اور خدا ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا اور جو لوگ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ وما علینا الا البلاغ ۝

احمد یار وارن کی وفات پر دعائے مغفرت

خواجہ محمد اصغر کوریجہ : جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں ایک تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جناب کوریجہ صاحب۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ : جناب سپیکر! ملک احمد یار وارن صاحب جو کہ 1985ء کی اسمبلی میں بھی ہمارے صوبائی ممبر تھے اور 1988ء کی اسمبلی میں بھی ہمارے ساتھ وہ صوبائی ممبر تھے، وہ فوت ہو گئے ہیں تو میری استدعا یہ ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب سپیکر : جی! بلاشبہ ملک احمد یار وارن صاحب مرحوم اس ہاؤس کے معزز رکن رہے ہیں۔ 1985ء سے 1988ء تک اور 1988ء سے 1990ء تک وہ ہمارے ساتھ تھے۔ وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔ کوریجہ صاحب کی تحریک ہے کہ ان کی روح کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

وزیر قانون : جناب والا! میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! میری ایک تحریک استحقاق تھی جو میرے موجود نہ ہونے کی وجہ سے pending کر دی گئی تھی۔ میری استدعا ہے کہ اسے آج لے لیا جائے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : جی میاں صاحب! آپ بیرون ملک تشریف لے جا چکے تھے۔ آپ کی متوقع تشریف آوری کی وجہ سے آپ کی تحریک استحقاق کو pending کر لیا گیا تھا تاکہ آپ واپس آ جائیں تو اسے take up کیا جائے۔ تو ہم سب سے پہلے آپ کی تحریک استحقاق نمبر 2 کو take up کرتے ہیں۔ میاں محمود الرشید!

ایم پی اے پر پلاٹس کے ناجائز قبضے کا الزام

میاں محمود الرشید : شکریہ جناب! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "فرنٹیر پوسٹ" کی مورخہ 16 فروری کی اشاعت میں صفحہ اول پر کالم 4 میں یہ خبر شائع ہوئی ہے جس کے مطابق وزیر ہاؤسنگ چودھری نذیر احمد نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک سمری بھجوائی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایم پی اے میاں محمود الرشید اور سہیل ضیاء بٹ نے ایل ڈی اے کے 32 تا 40 کوارٹرز پر ناجائز قبضہ کروایا دیا ہے۔ علاوہ ازیں لاہور کی مختلف رہائشی سکیموں میں ان کے سپورٹرز نے پلاٹس پر ناجائز قبضے کر

رکھے ہیں۔ نیز یہ نمائندے غلط کاموں کے لئے ناجائز دباؤ ڈالتے ہیں اور mis-behave کرتے ہیں۔
جناب سپیکر! جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ تمام الزامات بے بنیاد، لغو اور جھوٹے ہیں اور اس خبر اور اس سمری سے میری سماجی اور سیاسی حیثیت کو زبردست نقصان پہنچایا گیا ہے۔ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری یہ تحریک منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر: اس کے ساتھ ہی تحریک استحقاق نمبر 13 رانا اکرام خان ربانی کی طرف سے ہے۔ وہ بھی identical ہے اس سے متعلقہ ہی ہے۔ تو یہ میاں محمود الرشید صاحب کی طرف سے پیش کردہ تحریک استحقاق نمبر 13 پر رانا اکرام خان کی طرف سے بھی پیش کردہ تصور ہو گی۔ میاں صاحب اس پر آپ کچھ بیان دینا چاہیں گے؟

میاں محمود الرشید: جی میں اس پر مختصر بیان دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمائیے۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! معاملہ یہ ہے کہ وزیر ہاؤسنگ نے مورخہ 2-8-91 کو چیف منسٹر پنجاب کو اپنی ذاتی حیثیت میں ایک سمری بھجوائی اور اس میں ایل ڈی اے کے دو افسران کا حوالہ دیا گیا جن کے نام یہ ہیں مسٹر سعید اختر ڈائریکٹر اسٹیٹ مینجمینٹ اور میاں گل رخ اسسٹنٹ ڈائریکٹر الاٹمنٹ ایل ڈی اے۔ سمری کے جو متعلقہ ایک دو پیراگراف ہیں وہ میں اس مقدس ایوان میں پڑھنا چاہتا ہوں۔

" In accordance with the verbal instructions, Mr. Saeed Akhtar, Director Estate Management and Mian Gul Rukh, Assistant Director(Allotment), LDA, were called for and discussed the problems with regard to the implementation of directives and other allied matters on 13.12.1991 in my office.

It has been reported that about 32-40 quarters constructed by LDA in different parts of the city have been occupied illegaly in connivance with Mian Mahmood-ur-Rashid and Mr. Suhail Zia Butt, MPA. In addition to above most of the landed property in housing schemes has been encroached upon by their supporter. It was pointed out that certain public representatives misbehave and pres

sunse unnecessarily in order to get undue advantage / favour. However it was disclosed that LDA planned to dislodge the illegal occupants."

جناب سپیکر! ایک تو یہ پیراگراف ہے اس سمری میں اور آخر میں یہ conclude کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"In view of the above, it is suggested that the concerned Members of the Provincial Assembly should be called for an advice to vacate voluntarily the landed properties encroached upon by them directly or indirectly."

یہ نیچے چودھری نذیر احمد کے دستخط ہیں اور ان کا نام لکھا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! جب وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ سمری پہنچتی ہے تو وزیر اعلیٰ صاحب اس پر کچھ observations لگاتے ہیں اور کچھ سوالات وزیر موصوف سے اور ان کے محکمے سے پوچھتے ہیں اور دوبارہ یہ 8-12-91 کو واپس چیف منسٹر کے دفتر سے منسٹر صاحب کے ذریعہ سے اس محکمہ کو موصول ہوتی ہے۔ یہ بھی میں پڑھ دیتا ہوں یہ سمری جو وزیر موصوف نے بھیجی ہے اس کی کاپی میں اس مقدس ایوان کے ریکارڈ کے لئے سیکرٹری اسمبلی کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔

SUBJECT: <u>IMPLEMENTATION OF DIRECTIVES</u>

Chief Minister has seen and has desired that complete details should be provided in respect of land and quarters illegally occupied by the two public representatives. The details should include number of quarters / area of the land, the present occupants, value of the property, as well as the date when the illegal occupation took place and with whose connivance.

Chief Minister has desired that this report should be submitted within 10 days positively.

جناب سپیکر! جی ایم سکندر سیکرٹری ٹو چیف منسٹر کی طرف سے یہ observations ہاؤسنگ منسٹر کے نام 8-12-91 کو محکمہ ہاؤسنگ کے سپرد ہوتی ہیں۔ میں چیف منسٹر پنجاب کی طرف سے لگائے گئے observations کی کاپی بھی اسمبلی کے ریکارڈ کے لئے سیکرٹری اسمبلی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! تقریباً پونے دو ماہ کا عرصہ گزرنے کے بعد اور چیف منسٹر کے آفس سے دو تین reminders جاری ہونے کے بعد منسٹر ہاؤسنگ کی طرف سے اور ایل ڈی اے کی طرف سے ان observations کے جواب میں یہ لکھا گیا۔ میری تمام ممبران اسمبلی سے یہ گزارش ہے کہ ذرا غور سے اس جواب کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔

"SUBJECT: IMPLEMENTATIONS OF DIRECTIVES

Observations of Honourable Chief Minister at para 5 & 6 of the summery are referred .

In this context, it is submitted that the honourable Minister for HP & EP was briefed by Director, Estate Management, LDA, regarding difficulties faced by LDA in implementation of Chief Minister's directives, misbehaving of people with LDA employees and encroachments by illegal occupants. It was brought to the notice of Minister that political pressure is the main hinderance in effective implementation of campaigns to dislodge encroachments from LDA's properties."

جناب سپیکر! آگے یہ دو تین sentence قابل غور ہیں۔

"It was, however, felt that there was some mis-understandings in interpretation of the view point of concerned officers and that the two officers did not mean that encroachments are made in connivance with the said MPAs. LDA is ready to curb this tendency and get the property vacated from the occupants."

جناب سپیکر! یہ 30-10-92 کو ڈیڑھ ماہ کی مدت کے بعد ایل ڈی اے کی طرف سے، وزیر ہاؤسنگ کی طرف سے وہ الزامات، وہ سمری جو دس ماہ پہلے منسٹر ہاؤسنگ نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی اور جس میں ایل ڈی اے کے دو افسران مسٹر سعید اختر، میاں گل رخ کو pin pointedly mention کیا گیا تھا اور جب وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس پر observations لگوائیں کہ یہ کتنی پراپرٹی ہے؟ کتنے کوارٹرز ہیں؟ ان

کی worth کیا ہے ؟ کس ایم پی اے نے occupy کئے ، ہیں اس کی پوری تفصیلات ہمیں فراہم کی جائیں تو ڈیڑھ ماہ کی مدت کے بعد ہمیں یہ سمری بھیجی گئی ہے اور اس کا یہ پیراگراف کہ ایک sentence دوبارہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

"It was, however, felt that there was some mis-understanding in interpretation of the view point of concerned officers and that the two officers did not mean that encroachment are made in connivance with the said MPAs.

تو جناب سپیکر! معاملہ تو بالکل صاف ہے کہ ایک منسٹر اپنے ہاتھ سے لکھ کر ایک سمری بھجواتے ہیں اور اتنا بڑا ایک الزام کسی منتخب نمائندے پر لگاتے ہیں کہ اس نے ایل ڈی اے کے 40 کوارٹروں پر قبضہ کیا ہوا ہے اور اس کے بعد جب تفصیلات پوچھی جاتی ہیں تو ڈیڑھ ماہ کے بعد پوری کوشش ، چھان پھٹک اور بھاگ دوڑ کے باوجود جب کوئی چیز ریکارڈ پر نہیں ملتی تو یہ سمری دوبارہ چیف منسٹر کے آفس سے Directive Reminders جاری ہوتے ہیں تو یہ وہاں بھیج دی جاتی ہے۔ میں جناب سیکرٹری اسمبلی کی خدمت یہ سمری بھی پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ اسمبلی کے ریکارڈ میں محفوظ رہے۔

جناب سپیکر! میری یہ بدقسمتی ہے کہ میرا حلقہ انتخاب ایسی آبادی پر مشتمل ہے کہ جو ایل ڈی اے اور ہاؤسنگ کی سکیموں پر مشتمل ہیں۔ جس میں علامہ اقبال ٹاؤن ، مسلم ٹاؤن ، گارڈن ٹاؤن ، ماڈل ٹاؤن ایکسٹنشن سکیم ، فیصل ٹاؤن ، جوہر ٹاؤن ، ٹاؤن شپ اور گرین ٹاؤن کی آبادیاں آتی ہیں۔ میں اپنے مختصر بیان میں تھوڑا سا یہ پس منظر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر ہاؤسنگ کو یہ ضرورت کیوں پیش آئی کہ انہوں نے یہ سمری جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں روانہ کر دی۔ یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ میرے اس حلقہ انتخاب میں بیسیوں کی تعداد میں site for public buildings جو ہیں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب! آپ ذرا مختصر فرمائیں۔

میاں محمود الرشید : جی میں مختصر بات کرتا ہوں۔ یہ بڑا issue بنا ہوا ہے۔

جناب سپیکر : آپ مختصر بیان دیں۔

میاں محمود الرشید : جی! میں اسی طرف آرہا ہوں۔ جناب سپیکر! site for public buildings ان مختلف رہائشی سکیموں میں مفاد عامہ کی عمارات تعمیر کرنے کے لئے جو قطعات اراضی ہسپتال ، کمیونٹی سنٹر ، سکول ، ہیلتھ کلب وغیرہ کے لئے مخصوص کئے جاتے ہیں ، ان قطعات اراضی کی بندر بانٹ پچھلے کچھ عرصہ

سے بطور خاص جب سے وزیر موصوف ہاؤسنگ کے منسٹر ہوئے ہیں ان پوری سکیموں کو تہہ وبالا کر دیا گیا ہے۔

پلاٹ نمبر 202، کریم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، اس کا رقبہ 10 کنال قبرستان کے لئے ear-marked ہے۔ اس کو تین تین مرلے کے پلاٹ بنا کر لوگوں کو الاٹ کر دیا گیا ہے۔

پلاٹ نمبر 288 سکندر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن جس کے بارے میں یہاں ایک مشیر صاحب نے کہا تھا کہ میاں محمود الرشید اس 14 کنال پلاٹ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ آیئے میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ کون قبضہ کر رہا ہے۔ یہ بھی بتاتا ہوں کہ پلاٹ نمبر 288 سکندر بلاک جو کمیونٹی سنٹر اور ہسپتال کے لئے ماسٹر پلان میں ear-marked ہے۔ اس پلاٹ کو دس دس مرلے اور پانچ پانچ مرلے کے ٹکڑے بنا کر اپنے منظور نظر مختلف لوگوں کو جس میں ایل ڈی اے کا سارا عملہ بھی شامل ہے، ان لوگوں کو فائلیں الاٹ کر دی جاتی ہیں۔ جس پر احتجاج ہوتا ہے۔ وزیر اعلیٰ سے ملاقات ہوتی ہے۔ ڈی جی، ایل ڈی اے سے تین بار ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ پریس میں خبریں آتی ہیں۔ روزنامہ "نوائے وقت" 30 مارچ 1992ء کو اس پر اپنا اداریہ لکھتا ہے کہ مفاد عامہ کے پلاٹس کو اس طرح سے تہہ و بالا نہیں کرنا چاہیے۔

پلاٹ نمبر 56 کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن جو مفاد عامہ کے لئے مخصوص ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے لوگوں کو دے دیا گیا۔

پلاٹ نمبر 292 عمر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن جو مفاد عامہ ٹیلیگراف آفس اور پوسٹ آفس کے لئے مخصوص ہے اس کے چھوٹے ٹکڑے کیے گئے اور منظور نظر لوگوں کو دے دیا گیا۔۔۔۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ ایک تحریک استحقاق پیش ہوئی ہے۔ ابھی اس پر فیصلہ ہونا ہے کہ یہ admit بھی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ اب یہ تو اس طرح سے ہو گیا ہے کہ جس طرح ایک کورٹ میں arguments دی جا رہی ہیں۔ یہ اگر admit ہو گی تو پھر استحقاق کمیٹی کے سامنے یہ ساری باتیں آئیں گی۔ یہاں اس ہاؤس میں یہ باتیں نہیں آسکتیں۔ یہاں تو ایک relevant اور مختصر سی سٹیٹمنٹ ہوتی ہے۔ ابھی تو یہ فیصلہ ہونا ہے کہ یہ admit بھی ہوتی ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: جی میں نے معزز رکن کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ آپ مختصر بیان دے سکتے ہیں

Try to be brief

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! میں اس کو مختصر کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ دس مزید پلاٹ مقامات ہیں کہ جن کی بندر بانٹ کی گئی ہے اور میں ان کے باقاعدہ نمبر اور باقی ساری چیزیں اسمبلی کے ریکارڈ کے لئے

سیکرٹری اسمبلی کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔اس میں جناب یہ سمری لکھنے کی ایک جو اصل وجہ بنی اس کی طرف میں آتا ہوں وہ یہ ہے کہ Plot No. 7- Nil-B-1 Township ایک پلاٹ ea-marked ہے جس کی market value اس وقت ایک کروڑ روپیہ ہے۔ This is ear-marked for constructionl of Police 'Post' اس پلاٹ کو وزیر ہاؤسنگ نے اپنے دستخطوں کے ساتھ محمد دین نامی ایک فرد کو الاٹ کر دیا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔

Letter of allotment of plot No. 7-Nil-B-1 Township should be alloted as per request and report یہ ایک کنال کا پلاٹ ہے اور یہ ایک کروڑ روپے کی پراپرٹی ہے اور اس کی سرکاری قیمت صرف دو لاکھ روپے ہے۔ جناب والا! میں واویلا کرتا رہا، میں پکارتا رہا، پریس میں جاتا رہا۔ وزیر اعلیٰ، سیکرٹری ہاؤسنگ، ڈی جی ہاؤسنگ، ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈائریکٹر ہاؤسنگ کے پاس جاتا رہا کہ میرے حلقہ نیلمت کے لوگوں پر کرم کیجئے۔ ٹاؤن شپ کے لوگوں کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ اگر آپ نے یہ پلاٹ کسی کو دینا ہے تو یہ آپ نیلام کر دیجئے، یہ آپ بیچ دیجئے لیکن محمد دین انگوٹھا مار آدمی کو دو کروڑ کا پلاٹ دو لاکھ میں مت دیجئے۔ جناب والا! یہ تگڑے کا الاٹمنٹ آرڈر ہے اور یہ ڈپٹی ڈائریکٹر کا ہے جس میں جناب وزیر کے آرڈر کا ریفرنس دے کر یہ کہہ دیا گیا کہ یہ پلاٹ الاٹ کیا جاتا ہے اور اس کی قیمت کو اس میں adjust کر لیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ تینوں documents اسمبلی کی کارروائی کے لئے سیکرٹری اسمبلی کے حوالے کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! اس کے بعد کیا ہوا میں نے اس پر احتجاج کیا اور سارے ملازمین اور اہلکار اس بات کے گواہ ہیں کہ لوکل باڈیز کے الیکشن کے دنوں میں اس پراپرٹی ڈیلر نے جس کو یہ پلاٹ الاٹ کیا گیا دھڑا دھڑ چار دیواری کر لی۔ وہاں پر بلہ فلیٹ ہوا۔ میں وہاں موقع پر جاتا ہوں اور ایس پی سے فون پر بات کرتا ہوں کہ جناب اس پلاٹ پر غاصبانہ قبضہ نہیں ہونے دینا۔ یہ پلاٹ محمد دین نامی شخص کو نہیں ملے گا۔ یہاں پبلک بلڈنگ بنے گی یا پھر یہ پلاٹ نیلام ہو گا۔ تو جناب والا! وہ پراپرٹی ڈیلر کیا فرماتا ہے میرے ہی حلقہ انتخاب کے چیدہ چیدہ سربراہوں اور دیہاتوں کے نمبرداروں کو لے کر میرے پاس آکر کہتا ہے کہ خدا کے لئے آپ خاموش ہو جایئے۔ آپ نے اس کو کیوں issue بنا لیا ہے۔ میں نے کہا کہ جناب اس سے پہلے ایک پلاٹ Child Welfare Centre کا چار کنال کا تھا اس کی لسٹ بھی میں نے اس میں دے دی ہے۔ وہ ملحقہ پلاٹ کس طرح مدربانٹ ہو گیا۔ اب میں کیسے خاموش رہوں۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ جناب اس کی لاگت دس لاکھ روپے بنے۔ ہم نے دس لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔ ان نمبرداروں اور مسجدوں کے خطیب اور وہاں پر سربراہوں نے مجھے کہا کہ ہم حلفاً کہتے ہیں کہ وزیر صاحب کے بھائی سعید کو پانچ لاکھ روپیہ دے کر

یہ کام کروایا ہے جو ایف سی کالج میں لیکچرار ہے اور پانچ لاکھ روپیہ پولیس کے افسران اور ہاؤسنگ کے افسران کو دیا ہے۔ آپ خدا کے لئے اپنی زبان کو بند کر لیجئے۔ ہم آپ کے ووٹرز اور سپورٹرز ہیں آپ ہمیں زیادہ نقصان نہ پہنچایئے۔ تو جناب میری سمجھ میں تو یہی آیا اور اس پر میری وزیر موصوف سے کبھی براہ راست بات نہیں ہوئی۔ میں سیکرٹری کے پاس اور متعلقہ اہلکاروں کے پاس جاتا رہا۔ جس کی بنیاد پر یہ ساری سمری لکھی گئی۔ جناب سپیکر! میں اس کے بعد تھوڑی سی اس پر بھی روشنی ڈالوں گا۔ یہ وزیر موصوف جن کو میں اس بات پر نوکتا رہا، میں انہیں بتاتا رہا ہوں اور جس کے نتیجے میں انہوں نے یہ سمری وزیر اعلیٰ کو بھجوائی۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کا بیان بہت لمبا ہو رہا ہے۔ آپ اسے جلدی ختم کریں۔

میاں محمود الرشید: جناب والا! میں صرف دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! چونکہ آپ مجھے وقت نہیں دے رہے ہیں لہذا میں یہ سب Annexure اسمبلی کے ریکارڈ کے لئے بھیجوں گا۔ اب میں دو تین پوائنٹس جن کو ضروری سمجھتا ہوں کہ میں ایوان کے نوٹس میں لاؤں ان کا ذکر کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! پلاٹ نمبر 294 چار کنال کا تھا اور یہ ایک بیوہ عورت مقصودہ بیگم کا تھا وزیر موصوف کے حقیقی برادر نسبتی ڈاکٹر عبدالماجد کو یہ الاٹ کر دیا گیا جس کی اس وقت قیمت تقریباً پچاس لاکھ روپے ہے اور اس خاص کام کے لئے ایک خاص آدمی محمد حسین اسسٹنٹ کو لگایا گیا جو ہیڈ آفس میں ریجنل کیڈر سے تعلق رکھنے والا آدمی ہے اور یہ ڈی ایچ او کی پوسٹ ہے جہاں پر قواعد وضوابط کی رو سے گریڈ 11 کا آدمی تعینات نہیں ہو سکتا۔ اس گریڈ نمبر 11 کے آدمی محمد حسین کو بطور خاص ٹاؤن شپ کے مشن پر بھیجا گیا۔ جس نے وہاں جا کر ڈاکٹر عبدالماجد کے نام پر یہ پلاٹ ٹرانسفر کر دیا۔ جناب والا! وہ بیوہ عورت روتی رہی پکارتی رہی چیختی رہی۔ اس کے بعد شور مچا۔ جب یہ بات ہم تک پہنچی تو ہم نے ساری تحقیقات کی اور یہ ایف آئی آر ڈاکٹر عبدالماجد کے خلاف درج ہوئی جو وزیر موصوف کے حقیقی برادر نسبتی ہیں اور یہ پریس میں بھی آ چکی ہے اور میں یہ اسمبلی کے ریکارڈ کے لئے جناب سیکرٹری اسمبلی کے حوالے کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ میرے پاس اتنی تفاصیل ہیں جن کے لئے اس معزز ایوان میں مجھے کئی گھنٹے چاہئیں کہ میں اپنے بھائی کا اصلی چہرہ دکھا سکوں کہ وہ منصب جو اسے ملا ہے اس کے ساتھ یہ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! میں چیدہ چیدہ ایک دو باتیں کہوں گا۔ ٹاؤن شپ میں آٹھ عدد پلاٹس تھے جن میں کنال کنال کے پانچ پلاٹ تھے اور پانچ پانچ مرلے کے تین

پلاٹس تھے۔ یہ سب پلاٹس بوگس طریقے سے بانٹ دیے گئے اور یہ ان کو دیئے گئے جن کے genuine claims ہی نہیں تھے۔ اس کے لئے میں Annexure-F اسمبلی کے ریکارڈ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! پلاٹ نمبر 108۔1 اسی مشتاق انگو ٹھامار کو alternate پلاٹ کے طور پر الاٹ کر دیا گیا جس کا کوئی کلیم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح سے پلاٹ نمبر 228-III-A-II محمد جاوید نامی انگو ٹھامار کو الاٹ کر دیا گیا۔ جس کی قیمت پندرہ لاکھ روپے ہے۔ یہ پراپرٹی ڈیلر کا حقیقی بھائی ہے اور جناب یہ بڑے ہی مزے کی بات ہے کہ دس دس مرلے کے 23 پلاٹس ایک شخص شیخ حبیب اللہ کو الاٹ کر دیے گئے جن کی مارکیٹ میں قیمت تقریباً تین کروڑ بنتی ہے۔ اس شخص نے تھل ڈیولپمنٹ اتھارٹی میں ایک درخواست دی تھی اس کا کلیم بھی نہیں بنتا تھا یہ درخواست چالیس برس کے بعد نکلوائی گئی اور اس کو یہ 23 پلاٹ دس، دس مرلے کے الاٹ کر دیے گئے اور مزید یہ کہا گیا کہ یہ پلاٹس سرائے مہاجر کے تھے۔ جہاں پر پراپرٹی کی قیمت تین یا چار ہزار روپیہ فی مرلہ ہے۔ اس کی جائے منڈی بھکر میں وزیر موصوف نے خصوصی مہربانی کرتے ہوئے یہ پلاٹس الاٹس کر دیے۔ میں جناب سیکرٹری اسمبلی کی خدمت میں Annexure-L پیش کروں گا۔ جناب سپیکر! ظلم تو یہ ہے کہ اس کی کل قیمت -/9036 روپے ہے جبکہ مارکیٹ میں اس کی قیمت تقریباً تین کروڑ بنتی ہے اور یہ جناب وزیر موصوف کے احکامات ان کے اپنے ہاتھوں کے ہیں اور جناب والا! وزیر موصوف لکھتے کیا ہیں

Allot alternate plots as per request and report at the rate at which the land was purchased.

یعنی جس ریٹ پر یہ زمین 1951ء میں acquire کی گئی تھی۔ اسی قیمت پر یعنی -/9036 روپے میں یہ 23 پلاٹس شیخ حبیب اللہ کو الاٹ کر دیجیے۔ اس کے بعد اس طرح سے دوسری چیز یہ آجاتی ہے کہ 23 پلاٹس دوسرے فرد کو اسی جگہ پر 6016 روپے میں وزیر موصوف نے اپنے دستخطوں سے الاٹ کر دیے جبکہ ان کی قیمت بھی تقریباً تین کروڑ روپے بنتی ہے۔ جناب سپیکر! میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ میرے پاس پورا پلندہ پڑا ہے۔ جس میں یہ سارے annexures ہیں اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ ہر کاغذ کے اوپر جناب وزیر موصوف کے دستخط ہیں جن کے نیچے میں نے لکیر کھینچی ہوئی ہے۔ یہ کروڑوں روپے کی پراپرٹی ہے۔ جناب والا! میاں محمود الرشید کا جرم یہ ہے کہ اس نے پبلک بلڈنگز کے پلانوں کی بندر بانٹ پر آواز بلند کی۔ یہ ایوان گواہ ہے کہ اسمبلی کے پچھلے سیشن میں اقبال ٹاؤن میں سڑک کے ساتھ ملحقہ ایک پٹی کو پٹرول پمپ کے لئے الاٹ کر دیا گیا۔ میں نے یہاں پر شور مچایا اس وقت میاں

منظور احمد مولہ صاحب قائم مقام سپیکر کے فرائض سر انجام دے رہے تھے انہوں نے یہاں پر اس چیز کو رکوایا اور وہ پٹرول پمپ رک گیا۔ تو جناب سپیکر! میرا جرم یہ ہے کہ میں نے ان کی کرتوتوں پر انہیں ٹوکا، کسی پریس میں نہیں گیا، وزیر اعلیٰ کے پاس نہیں گیا لوگوں کے پاس نہیں گیا ان کی اور ان کے افسران کی خدمت میں جا کر روتا پیٹتا رہا کہ "خدا کے لئے آپ ذرا ہولہ ہاتھ رکھو۔" لیکن جناب سپیکر! کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہ سارا کچھ ہو گیا ابھی تھوڑی دیر بعد انہیں بھی موقع ملے گا۔ انہوں نے بھی کچھ چھتر اکٹھے کیے ہیں۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ میاں صاحب!

میاں محمود الرشید: جناب والا! میں اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ فروری سے پہلے وزیر اعلیٰ نے پوچھا کہ بتاؤ میاں محمود الرشید کے کیا گھپلے ہیں۔ وزیر موصوف کے ہاتھوں کی تحریر ایل ڈی اے کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ جہاں پر انہوں نے سمری لکھی ہوئی ہے۔ اس کی تفصیل دیکھیے۔ فروری تک تو ان کے پاس کوئی تفصیل نہیں ہے اور جب فروری میں میں نے بات کی اس کے بعد یہ ہوا کہ میاں محمود الرشید نے کروڑوں روپے لوٹ لئے۔ بیواؤں کے پلاٹ پر قبضے کر لیے، 14 کنال کا پلاٹ لوٹ لیا۔ جناب سچ کو کبھی آنچ نہیں۔ انشاء اللہ ماضی بھی اس بات کا گواہ ہے کہ میں لاہور جیسے حلقے سے چار بار عوام کا مینڈیٹ لے کر منتخب ہوا ہوں دو دفعہ بلدیہ کے رکن کی حیثیت سے اور دوبارہ اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ رانا صاحب آپ کی تحریک نمبر 13 identical ہے کیا آپ کوئی short statement دینا چاہیں گے۔

رانا اکرام ربانی: نہیں جناب والا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! میرے پاس relevant portion ہے۔

جناب سپیکر: سیٹھی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اس وقت میاں محمود الرشید صاحب نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے اس کے بارے میں وزیر ہاؤسنگ کی بات سنیں گے۔ اس کے بعد اس کو dispose of کریں گے۔ اگر یہ استحقاق کمیٹی کے پاس جاتی ہے تو وہاں آپ اپنی بات کر سکتے ہیں۔ جی چودھری صاحب!

وزیر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ (چودھری نذیر احمد): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ تحاریک استحقاق نمبر 2,12,13 بڑی دیر سے pending چلی آ رہی تھیں۔ جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ ایک دن

پہلے بھی اسی طرح کی ایک تحریک پیش ہوئی تھی اور میں نے اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرض کی تھی چونکہ فاضل ممبر اس وقت ملک میں موجود نہیں ہیں۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو پھر اس پر میں بحث کروں گا اور ریکارڈ کے ساتھ اس کا جواب دوں گا۔ جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ آج سے تقریباً سات آٹھ ماہ پہلے جب باب پاکستان کے سلسلے میں meetings ہو رہی تھیں۔ رات کو ہم 7 کلب روڈ پر بیٹھے تھے اور رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے۔ کچھ لوگ اور کچھ عورتیں شکایت لے کر وزیر اعلیٰ کے پاس آئے کہ وہ پلاٹ جو ہمیں وزیر اعلیٰ نے الاٹ کیے تھے اور وہ فلیٹس جو غرباء اور مسکینوں کو الاٹ ہوئے تھے اور جن کے وہ پیسے جمع کروا چکے ہیں اور جن کے وہ الاٹمنٹ آرڈر لے چکے ہیں لیکن بد قسمتی سے اکثر پلاٹوں اور فلیٹس کا قبضہ ہمیں نہیں ملا۔ تو جناب وزیر اعلیٰ نے مجھے حکم دیا کہ یہ آپ کا محکمہ ہے، آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ کیا دیکھتے ہیں؟ بتائیں یہ کیوں ناجائز قبضے ہیں اور ان کی کیا وجہ ہے؟ میں نے وزیر اعلیٰ کو یہ جواب دیا کہ جناب والا! ایل ڈی اے کی حد تک میں اپنے آپ کو اس لئے ذمہ دار نہیں ٹھہراتا کیونکہ اس کا direct control جناب چیف منسٹر کے پاس ہے اور جہاں تک ہاؤسنگ کا تعلق ہے اس بارے میں آپ مجھ سے پوچھیں۔ اس کے بعد وزیر اعلیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں چوبیس گھنٹے میں انہیں حقائق لکھ کر بھجواؤں کہ کیا وجہ ہے اور یہ کیسے ناجائز قبضے ہوئے ہیں؟ میں نے اگلے ہی روز اپنے دفتر میں ایل ڈی اے اور ہاؤسنگ کے افسران کو بلوایا اور ان سے تقریباً دو گھنٹے تک میٹنگ کی۔ ان سے میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کیوں لوگوں کو قبضہ نہیں ملتا؟ ان افسران میں سے دو کے نام میں نے لکھ دیئے ہیں۔ ان کے علاوہ میٹنگ میں اور بھی افسران تھے۔ میٹنگ میں انہوں نے مجھے بتایا کہ ان پلاٹوں اور فلیٹس پر فلاں آدمی کا قبضہ ہے یا فلاں فلاں آدمی نے ان کے ذریعے وہاں پر قبضہ کیا ہوا ہے اور ہم مجبور ہیں۔ اور وہاں پر جا کر قبضہ نہیں دلوا سکتے۔ اگر ہم وہاں جاتے ہیں تو لڑائی ہوتی ہے اور ہمارے گریبان پکڑے جاتے ہیں اور متعلقہ ایم پی اے صاحب خود بھی لڑائی کے لئے وہاں تشریف لے آتے ہیں۔

جناب والا! میں یہاں یہ بھی واضح کرتا جاؤں کہ مجھے صرف میاں محمود الرشید کے بارے میں بات کرنی ہے۔ چونکہ انہوں نے تحریک استحقاق پیش کی ہے اور میں نے اس کا جواب دینا ہے۔ مجھے یہاں کسی اور ایم پی اے یا ایم این اے سے واسطہ نہیں ہے۔ جناب سپیکر! میں نے وہ سمری جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں پیش کی۔

حافظ سلمان بٹ : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : حافظ سلمان بٹ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حافظ سلمان بٹ : جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی اہم تحریک استحقاق ہے۔ جو رانا اکرام ربانی اور

میاں محمود الرشید نے پیش کی ہے۔ جس طرح وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ انہوں نے اخلاقی جرات کی ہے ان کو مزید اخلاقی جرات کرنی چاہیے اور اگر کوئی دوسرا ایم پی اے بھی اس میں شامل ہے تو اس گندی مچھلی کا نام بھی یہاں آنا چاہیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس ہاؤس کو گندہ کرنے میں کن کن لوگوں کا ہاتھ ہے اور میری آپ سے بھی یہی درخواست ہے چونکہ یہ بات اب ایوان میں discuss ہو رہی ہے اور جس جس کے پاس جو جو بھی معلومات ہیں وہ سامنے آنی چاہئیں تاکہ عوام کو بھی پتا چلے اور ہاؤس کو بھی معلوم ہو کہ کون سے ایسے بے غیرت لوگ ہیں جو عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کے لئے بہروپ بدل کر یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تمام تفصیلات سامنے آنی چاہئیں۔

وزیر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ : جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ چونکہ مجھے قواعد کے لحاظ سے جو تحریک استحقاق پیش کی گئی ہے، اس کا جواب دینا ہے اور اگر میرے بھائیوں اور دوستوں کی یہ خوشی ہے کہ میں اور بھی کوئی بات کروں تو وہ اس کو تحریک استحقاق کی صورت میں لے آئیں میرے پاس ریکارڈ موجود ہے میں انشاء اللہ اس کا جواب بھی دوں گا۔ چونکہ میں نے ریکارڈ سے بات کرنی ہے اور انہوں نے زبانی باتیں کرنی ہوتی ہیں۔ جناب والا! وہ سمری جب میں نے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں بھیجی۔ چونکہ یہ ایک خفیہ دستاویز تھی اس لئے میں خود جا کے اس سمری کو وزیر اعلیٰ کے حوالے کر کے آیا تھا۔

حافظ سلمان بٹ : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر۔

جناب سپیکر : حافظ صاحب! میرے خیال میں وزیر ہاؤسنگ کو اپنی statement جاری رکھنے دیں۔

حافظ سلمان بٹ : جناب سپیکر! یا تو وزیر ہاؤسنگ اپنے الفاظ واپس لیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اور لوگ بھی اس میں ملوث ہیں۔ یہ ہم سب کا استحقاق مجروح کر رہے ہیں۔ یا تو یہ "اور سب لوگوں والے" الفاظ واپس لیں یا پھر اور سب لوگوں کے نام بھی بتائیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ ایک generalize کر دیں کہ اور بھی لوگ اس میں شامل ہیں۔ اس طرح اس میں میرا نام بھی شامل ہے اور دوسرے لوگوں کے نام بھی شامل ہیں۔ لہٰذا یہ اپنے الفاظ واپس لے لیں اور اپنے آپ کو محدود رکھیں۔ اگر اور سب لوگوں کی بات کر رہے ہیں تو پھر ان لوگوں کے نام بھی لیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہر روز ایک نئی تحریک استحقاق پیش کی جائے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ : جناب سپیکر! میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ اگر ضرورت پڑی اور کوئی فاضل ممبر اس کو move کریں گے تو میں یقیناً اس کا جواب دوں گا۔ اس وقت اس پوزیشن میں ہوں کہ میں آپ کو صرف اس تحریک استحقاق کا جواب دوں۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ چودھری صاحب! آپ نے یہ بات کی ہے کہ اس میں اور بھی معزز اراکین اسمبلی شامل ہیں۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ : جناب والا! میں نے یہ بات نہیں کی کہ اس میں اور بھی معزز اراکین اسمبلی شامل ہیں اور اگر مجھ سے کوئی ایسی بات پوچھی جاتی ہے تو جو کچھ میرے علم میں ہوگا میں یقیناً ہاؤس میں عرض کروں گا۔

جناب سپیکر : اب بات واضح ہو گئی ہے کہ وزیر ہاؤسنگ نے کسی اور معزز رکن اسمبلی کا نام نہیں لیا ہے۔

سردار طفیل احمد خان : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : سردار طفیل احمد خاں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار طفیل احمد خان : جناب سپیکر! آپ نے وزیر موصوف سے پوچھا اور وزیر صاحب نے انکار کر دیا۔ آپ اس کو دوبارہ سن لیں انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اور بھی نام ہیں لیکن میں صرف میاں محمود الرشید صاحب تک confine کروں گا۔ جناب والا! ایوان یہ چاہتا ہے کہ وہ نام ایوان کو بتائے جائیں جن لوگوں نے گھپلا کیا یا جو گھپلے میں شامل ہیں۔

جناب سپیکر : سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میرے خیال میں اشارے کی نسبت اب وزیر ہاؤسنگ نے بات زیادہ واضح کر دی ہے کہ میں نے کسی معزز رکن اسمبلی کا نام اس میں شامل نہیں کیا۔ لہذا اب بات ختم ہو جانی چاہیے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ : جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ جو تحریک استحقاق اس وقت ہاؤس کے سامنے ہے۔ مجھے اسی جواب دینا ہے اور اگر اس معزز ایوان میں کوئی اور تحریک آئے گی تو یقیناً میں اس کا جواب بھی دوں گا اور جو میرے پاس اس سلسلے میں معلومات ہوں گی وہ میں بتاؤں گا اور اگر نہیں ہوں گی تو نہیں بتاؤں گا۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جناب ایم لطیف مغل پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب سپیکر! وزیر موصوف جواب دینے لگے ہیں انہیں سننا چاہیے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ وزیر صاحب جواب دینے کے لئے کھڑے ہیں اور یہ بار بار انہیں interrupt کر رہے ہیں۔ وزیر موصوف کو اب جواب دینے دیں۔ اس سے پہلے میاں محمود الرشید نے آدھ گھنٹہ تقریر کی اور تمام

ہاؤس خاموشی سے ان کی تقریر سنتا رہا ہے۔ لہذا اب ان کو بھی وزیر ہاؤسنگ کے جواب کو سننا چاہیے۔

جناب سپیکر: میں جناب لطیف مغل کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ اب وزیر ہاؤسنگ کا جواب، ان کا point of view جو اس تحریک استحقاق کے بارے میں ہے، اس کو حوصلے سے سننا چاہیے۔

رانا ثناء اللہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ وزیر ہاؤسنگ کی جس بات کی وجہ سے دوستوں کو غلط فہمی ہوئی ہے اور غالباً وزیر موصوف کا مقصد بھی یہی تھا کہ میاں محمود الرشید کی جو تحریک استحقاق ہے۔ اس میں میاں صاحب کے ساتھ ایک اور بھی نام ہے۔ وزیر ہاؤسنگ نے بات اس انداز سے کی ہے کہ میں صرف میاں صاحب تک محدود رہوں گا اور دوسرے صاحب کے بارے میں بات نہیں کروں گا۔ لہذا اسی بات سے دوستوں کو غلط فہمی ہو گئی ہے کہ شاید انہوں نے تمام دوستوں کو generalize کیا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ تحریک استحقاق میں جن دو صاحبان کے نام ہیں یا ان سے متعلق جو ریکارڈ ہے کم از کم وزیر ہاؤسنگ اسے ضرور پیش کریں۔

جناب سپیکر: اس بارے میں میرا خیال ہے کہ کوئی confusion نہیں ہونی چاہئے۔ وزیر ہاؤسنگ میاں محمود الرشید کی تحریک استحقاق کا جواب دے رہے ہیں اور اب انہیں interrupt نہیں کرنا چاہیے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب سپیکر! ایک تو میری یہ گزارش ہے کہ مجھے بھی وقت کی ضرورت ہے اور جس طرح ہم نے ان لوگوں کو interrupt نہیں کیا ہے اس طرح میں امید کروں گا کہ یہ بھی مجھے interrupt نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ بات کیجئے۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! جس وقت میں نے یہ سمری جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں ارسال کی اور میں خود انہیں دے کر آیا۔ اس کے بعد سے لے کر آج تک میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ سمری میرے محکمہ کو واپس آئی ہو۔ وزیر اعلیٰ نے وہ سمری direct ایل ڈی اے کو بھیجی اور ایل ڈی اے نے direct جواب واپس وزیر اعلیٰ کو بھجوایا۔ کسی سمری پر میرے دستخط نہیں ہیں اور نہ ہی میں نے یہ سمری re-submit کی ہے۔ جناب والا! پھر جب یہ سمری اخبارات میں آئی، اخبارات میں اس سمری کے آنے کی وجہ مجھے معلوم نہیں۔ چونکہ یہ ایک خفیہ دستاویز تھی اور میں نے اسے جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں

پیش کیا تھا ہاں سے کسی طریقہ سے اخبارات میں آگئی۔ مجھے اس بات پر بھی افسوس ہے کہ یہ خفیہ دستاویز اخبارات میں آگئی اور اسی طرح اگر خفیہ دستاویز اخبارات میں آتی رہیں تو پھر سمری بھجوانا یا نہ بھجوانا ایک ہی بات بن جاتی ہے۔ جب اخبارات میں یہ سمری آئی، یہ تقریباً فروری کی بات ہے تو میں نے یہ محسوس کیا کہ یہ چونکہ خفیہ دستاویز ہے لہذا اسے عوام یا اخبارات کی نظروں میں نہیں آنا چاہیے۔ یہ صرف وزیر اعلیٰ اور میرے درمیان معاملہ تھا یا ان لوگوں کے درمیان جن کے پلاٹوں پر ناجائز قبضے تھے۔ میں نے اخبارات میں دو تین دن یہ چھوٹی چھوٹی خبریں لگوا دیں۔ یہ مسئلہ thrash out کیا گیا ہے۔ پہلے جو ہمیں raw handed information ملی تھی اس کے مطابق تو یہ قبضے تھے لیکن بعد میں کوئی چیز ثابت نہیں ہو سکی۔ اس لئے کسی فاضل ممبر پر ایسا الزام نہیں ہے۔ جناب والا! میں ایوان میں اللہ کی مہربانی سے سچی بات کروں گا کہ میں نے وہ خبر اس لئے لگوائی کہ اگر کسی ممبر کے دل کو تکلیف پہنچی ہے تو پھر اس کا کچھ مداوا بھی ہونا چاہیے۔ ایوان کو یہ تاثر بھی ملنا چاہیے کہ کسی ممبر کا کوئی قبضہ نہیں ہے۔ اس کے بعد معزز ممبر نے میرے خلاف ایک پریس کانفرنس کی جس میں انہوں نے میرے خلاف بے شمار باتیں گنوائیں۔ منسٹر صاحب نے فلاں پلاٹ بیچ دیا، منسٹر صاحب نے فلاں الاٹمنٹ کر دی۔ بہر حال ان کی کانفرنس کے بعد میرے خلاف بے شمار سوالات اٹھتے رہے۔ چیف منسٹر نے مجھ سے پوچھا میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب والا! انہوں نے تحریک استحقاق پیش کی ہے تو میں اس کا جواب اسمبلی میں دوں گا۔ مجھ سے بے شمار اخبار والے دوستوں نے بھی پوچھا کہ کچھ معلومات فراہم کی جائیں تاکہ ہم ان کے خلاف بھی لکھ سکیں۔ چونکہ انہوں نے پریس کانفرنس کی ہے اور اس میں یہ کہا ہے کہ میں نے اسمبلی میں تحریک استحقاق پیش کر دی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اسمبلی میں ہی جواب دینا چاہیے نہ کہ اخبارات میں آج میں جو بھی دوں کل کو وہ جواب دیں۔ جناب والا! اس کے بعد مختلف طریقوں سے، مختلف ممبران اسمبلی کے ذریعے اور مختلف ممبران پارلیمنٹ کے ذریعے بلکہ مختلف سرکاری افسروں کے ذریعے یہ کہلوایا گیا کہ ان کے ساتھ آپ کی صلح کروا دیتے ہیں۔ میں نے ان سب کو جواب دیا کہ میں خدانخواستہ ان کا ملزم نہیں ہوں۔ میں نے ایک اطلاع جناب چیف منسٹر کو پیش کی۔ میں اس محکمے کا انچارج ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں صحیح حالات بتاؤں۔ اگر میں نے ان کو صحیح حالات نہیں بتائے تو پھر میرے ادھر بیٹھنے پر لعنت ہے اور میرے اس عہدے کو لے کر بیٹھنے پر کہ چیف منسٹر مجھے پوچھیں اور میں انہیں غلط اطلاع فراہم کروں۔ میں نے سب کو جواب دیا کہ میں اسمبلی میں جواب دینا پسند کروں گا یا پھر چیف منسٹر کے سامنے میں چلا جاؤں گا، میرے ساتھ میرے ایم این اے جائیں گے اور میاں محمود الرشید جس کو بھی چاہیں اپنے ساتھ لے آئیں اور چیف منسٹر کے سامنے بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔ جناب وزیر اعظم کے behalf پر جناب

شہباز شریف کے سامنے بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں یا پھر اس کا تیسرا حل یہ ہے کہ میں اسمبلی ہال میں اس کا جواب دوں۔ کسی چور دروازے میں بیٹھ کر میں صلح کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ مجھ پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا گیا میرے سرکاری دوست جن میں میرے ہم جماعت بھی ہیں اور پولیس کے محکمہ میں ہیں۔ انہوں نے مجھے بہت دفعہ کہا کہ چیف منسٹر کے پاس چلے جائیں تو بات بن سکتی ہے نہیں تو اسمبلی میں بات ہو گی۔ پھر آج ان کی عدم موجودگی میں تحریک پیش ہوئی تو میں نے اس وقت بھی اخلاقی جرات کا مظاہرہ کیا کہ فاضل ممبر موجود نہیں ہیں۔ جب موجود ہوں گے تو میں جواب دوں گا۔ آج فاضل ممبر نے بہت سے آرڈر مجھے دکھائے ہیں کہ میں نے فلاں آرڈر کیے ہیں۔ جناب والا! میرا طریق کار یہ ہے کہ میں نے اپنے منسٹر بننے کے فوراً بعد اپنے محکمہ کو یہ احکامات جاری کیے کہ جب بھی میں آپ کو آرڈر بھیجوں گا خواہ وہ ورک چارج کے متعلق ہو۔ آپ اس کی سمری مجھے بھیجیں گے۔ اس پر میں حتمی احکامات جاری کروں گا کہ اس کا کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ اس کے تحت میرے پاس سمریاں آتی ہیں، میں ان پر احکامات جاری کرتا ہوں۔ جناب والا! جن پلاٹس کا ذکر میرے فاضل رکن نے کیا ہے۔ میرے پاس فائلیں موجود ہیں میرے پاس تمام ریکارڈ موجود ہے اگر میں دکھانا چاہوں تو مجھے پانچ منٹ لگیں گے اور یہ ریکارڈ میں آپ کو دکھا سکوں گا۔ میں پلاٹس کے نمبر بتا سکتا ہوں، ایف آئی آر دکھا سکتا ہوں، ان کے نام بتا سکتا ہوں اور ان کے آدمیوں کے نام بتا سکتا ہوں کہ فلاں آدمی ادھر بیٹھے ہیں۔ (قطع کلامیاں) جو کچھ انہوں نے بیان فرمایا ہے سب سے پہلے تو اس کا جواب دے لوں پھر ان کو پلاٹ نمبر بھی بتا دوں گا جو انہوں نے فرمایا ہے کہ فلاں پلاٹ الاٹ کر دیا، پولیس پوسٹ کا پلاٹ الاٹ کر دیا، چلڈرن کمپلیکس کا پلاٹ الاٹ کر دیا۔

جناب والا! میں نے وزیر ہاؤسنگ کی حیثیت سے ٹاؤن شپ میں بے شمار دفعہ raid کی اور ناجائز قبضہ جات کو ختم کیا اور ناجائز قبضہ کرنے والے جو ان کے متعلقہ لوگ تھے ان کی گواہی کے لئے جو اخبارات والے میرے ساتھ تھے وہ گواہی دیں گے کہ ان آدمیوں کو کس نے بٹھایا تھا اور کس طریقے سے اٹھایا ہے اور کیا لیا ہے۔ اور ان لوگوں کے بیان حلفی میرے پاس ان فائلوں میں موجود ہیں کہ ہمیں کس نے بٹھایا ہے، کس طریقے سے بٹھایا ہے اور کیا لیا ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! میں یہ بھی عرض کروں کہ یہ ایک اوور سیر کا کام ہوتا ہے کہ ناجائز قبضہ ختم کرے۔ ناجائز قبضہ کرنے والے لوگ اتنے طاقتور ہیں کہ اوور سیر تو کیا ہمارے بڑے بڑے افسر بھی ڈرتے ہوئے ادھر نہیں جاتے اور اگر کبھی جاتے ہیں ناجائز قبضہ ختم کرتے ہیں اور ٹاؤن شپ جو ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کے اندر ہے اور ایل ڈی اے سے باہر ہے وہاں اس قدر ناجائز قبضے ہیں کہ وہاں تباہی ہو چکی ہے۔ 1970ء میں وہاں الاٹمنٹس ہوئیں اور اس کے بعد پانچ چھ مرتبہ قواعد و ضوابط کے مطابق پھر

الاٹمنٹس ہوئیں۔ وہاں اصل لوگ کہ جن کو پلاٹ الاٹ ہوئے ہیں وہ بے چارے مارے مارے پھرتے ہیں لیکن ناجائز قابضین ادھر دوکانیں اور مکانات بنا کر بیٹھے ہیں۔ میں نے وہاں جا کر پرائیویٹ لوگوں کو قبضے اور جن لوگوں کے سرکاری اراضی پر ناجائز قبضے تھے۔ انہیں اپنی نگرانی میں ختم کروایا۔ مجھے بھی پتہ تھا کہ ادھر لڑائی ہو سکتی ہے، ادھر کلاشنکوفیں آسکتی ہیں، ادھر سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن جناب والا! میں نے ان سب باتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کے خلاف کارروائی کی، چونکہ میں محکمہ کا انچارج ہوں اگر میں ہی ڈر جاؤں گا اور میں لوگوں کے ناجائز قبضے ختم نہیں کراؤں گا اور سرکاری جائیداد کا دفاع نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا۔ جناب والا! میں نے ہر دفعہ جناب وزیر اعلیٰ کو سمری لکھ کر بھیجی کہ جناب والا! یہ حالات ہیں ٹاؤن شپ تباہ ہو چکا ہے ٹاؤن شپ پر قیامت آچکی ہے۔ وہاں جائز حقداروں کو حق نہیں ملتا اور ناجائز قابضین دندناتے پھرتے ہیں۔ میں نے وہاں کئی ایکشن لیے اور جس پولیس پوسٹ کا انہوں نے ذکر کیا ہے میں نے ایک نہیں ہزاروں آرڈر بھیجے ہیں۔ یہ تو ایک آرڈر میرے ہاتھ کے کیے ہوئے لیے پھرتے ہیں۔ میں نے متبادل الاٹمنٹ کے آرڈر کیے ہیں۔ میں نے "الاٹ کر دو، الاٹ کر دو" لکھا ہے لیکن یہ دیکھیں کہ جو سمری میرے پاس آئی اور میں نے اس پر ایکشن لیا، میرے پاس ریکارڈ موجود ہے۔ اگر میں پورا ریکارڈ لانا چاہتا تو ایک گدھے پر لاد کے لاتا۔ میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے یہ بتا دیتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے پاس چلی جائے بلکہ میں تو یہ کہوں گا جناب چیف منسٹر سے کہ ایک جوڈیشل ٹریبیونل قائم کر دیں جو کم از کم ہائی کورٹ کے جج کی سربراہی میں ہو اور اس کو thrash out کرے کہ کیا بات ہے، ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کون سے ناجائز قبضے ہیں اور کون سے میں نے بیچے ہیں؟ جناب والا! وہاں ان پلاٹوں پر میرے ساتھ لڑائی ہوئی۔ ہمارے ساتھ لوگ لڑنے کے لیے بھاگے لیکن میں نے اپنی نگرانی میں ناجائز قبضوں کو تباہ کر دیا۔ یہ دونوں پلاٹس پولیس پوسٹ اور چلڈرن کمپلیکس نہ ہم نے پولیس کو دینا ہے اور نہ محکمہ ہیلتھ کو دینا ہے۔ کیونکہ انہیں ضرورت نہیں ہے۔ انہیں ہم نے لیٹر لکھے کہ اگر آپ یہ پلاٹ لینا چاہتے ہیں تو حکومت کے خزانے میں پیسے جمع کروائیں انہوں نے ہمیں کچھ جواب نہیں دیا۔ میں نے اس کے آرڈر کیے اور پھر میں نے اس کی منظوری دی کہ دکانیں بنا کر بیچی جائیں۔ جناب والا! میں معزز ایوان کی اطلاع کے لئے عرض کروں گا کہ ان میں سے ایک دوکان بارہ لاکھ ستر ہزار روپے میں فروخت ہوئی اور باقی دوکانیں ہم ایک ایک دو دو کر کے نیلام کر رہے ہیں۔ ان دو پلاٹوں سے حکومت کے خزانے میں کم از کم تین ساڑھے تین کروڑ روپیہ آئے گا۔

جناب والا! اگر میں حکومت کے خزانے کے دفاع کے لئے جاتا ہوں، حکومت کی جائیداد کے دفاع کے لئے جاتا ہوں، ناجائز قبضے ختم کرتا ہوں، دشمنی مول لیتا ہوں تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں ادھر جا

کر کام کروں۔ میں بھی مٹی کا مت بن کے بیٹھ جاؤں۔ میں ان سے نہ پوچھوں تو محکمے والے بھی مجھ سے راضی ہوں گے اور ناجائز قبضے والے بھی راضی ہوں گے اور میری تعریفیں کریں گے۔ جناب والا! میرے پاس ریکارڈ ہے جو لوگوں کے ذاتی پلاٹس ہیں، جو سرکاری جائیداد ہے میں آپ کو ایک مثال دینا چاہوں گا کہ ٹاؤن شپ میں ایک سوک سنٹر ہے جو کہ ایکڑوں پر محیط ہے۔ اور 1986ء میں حکومت نے نیلام کر کے لوگوں سے پیسہ وصول کیا اور اپنا خزانہ بھرا۔ لیکن میں بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ حکومت ایک مالک کو بھی قبضہ نہیں دے پائی۔ قبضہ کس لیے نہیں دیے جاتے کہ ان کے آدمیوں کا قبضہ ہے۔ یہ بات بھی میں ایوان میں کہنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ جو آدمی تھے اب بھی موجود ہیں۔ انشاء اللہ میں ثابت کروں گا کہ کون ادھر بیٹھا ہے، کس لیے بیٹھا ہے اور کس نے بٹھایا ہے۔ وہاں لوگوں کے جعلی شناختی کارڈ بنائے جا رہے ہیں۔ فوٹو کس کا ہے اور کارڈ کس کا ہے۔ وہاں کچی آبادی ڈیکلیئر کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اسی طرح بہت سی کچی آبادیاں بنائی گئی ہیں۔ (قطع کلامی)

ایم لطیف مغل : جناب والا! مجھے اجازت دیں تو میں تھوڑی سی بات کر لوں۔

جناب سپیکر : آپ اپنے منسٹر کو interrupt نہ کریں۔

ایم لطیف مغل : جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ کہنا چاہوں گا کہ آپ واضح طور پر نام لیں۔ آپ ان کی طرف داری کر رہے ہیں۔ یہ دونوں ہی ارائیں ہیں۔ انہوں نے ایک گجر کو گواہ بنا لیا کم از کم اس کا نام بتائیں۔ آپ بار بار کہہ رہے ہیں کہ ان کا ایک آدمی ہے۔ آپ انہیں کیوں چار رہے ہیں؟ جب آپ کے پاس ثبوت ہے آپ ان کا نام لے کر بتائیں تاکہ پتا چلے کہ اس آدمی نے کیا کیا ہے؟

میاں محمود الرشید : نام ان کے پاس ہو تو لیں۔

وزیر ہاؤسنگ اینڈ پلاننگ : جناب والا! میں اپنی بات پھر سے شروع کروں گا۔ سوک سنٹر جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں بدقسمتی یہ ہے کہ وہاں پر ایک پلاٹ کا بھی ہم مالک کو قبضہ نہیں دے سکے۔ پیسے ہم نے لیے ہیں، اس کا نمبر بھی الاٹ کیا ہے۔ اس کی پوری فائل بن گئی ہے لیکن ہم اس کا قبضہ نہیں دے پائے۔

جناب والا! مجھے شکایت ملی، میں وہاں گیا۔ ایک دفعہ نہیں بے شمار دفعہ وہاں گیا اور وہاں جا کر میں نے جو کہ میرے ایک اوورسیر کا کام ہے میں نے وزیر کی حیثیت سے معائنہ کیا۔ میں نے لوگوں کے شناختی کارڈ دیکھے، پی سی ہوئے، شناختی کارڈ دیکھے اور انہوں نے یہ کہا کہ یہ کچی آبادی declare ہو رہی ہے۔ ہمیں یہ مل جائے گی۔ ہم تو یہاں سے نہیں اٹھیں گے اور جناب والا! وہاں ایک قومی بنک غالباً الائیڈ بنک ہے، اس کو 6 کنال کا پلاٹ الاٹ ہوا اور اس کے پراونشل چیف نے مجھے فون کیا کہ اگر آپ اس پلاٹ کا قبضہ

ہمیں دے سکتے ہیں تو دے دیں نہیں دے سکتے تو ہم ہائی کورٹ میں رٹ کریں گے اور گورنمنٹ سے آج کے مارکیٹ ریٹ وصول کریں گے اور ساتھ سود بھی لیں گے۔ میں نے انہیں یہ جواب دیا کہ اگر آپ رٹ کرنا چاہتے ہیں تو میری طرف سے اجازت ہے آپ رٹ کریں۔ لیکن مجھے ایک دفعہ کوشش کر کے دیکھ لینے دیں۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ آپ کو قبضہ ملے اور آپ اپنا ملک بنائیں۔ تو جناب والا! یہاں تک لوگ پہنچے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی لوگ میرے پاس آئے جو کمرشل دکانیں بنانے والے تھے، جو پلازے بنانے والے تھے۔ انہوں نے بھی یہی کہا اور میں نے سب کو یہی جواب دیا کہ مجھے ایک دفعہ کوشش کر لینے دیں۔ میں ادھر گیا۔ وہاں باقاعدہ کلاشنکوفوں سے مسلح لوگ بیٹھے ہیں، pistol لے کر بیٹھے ہیں اور محکمہ کا جو بھی بندہ ادھر جاتا ہے اس کے گلے پڑتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسی واردا تیں ہوئی ہیں کہ ہمارا عملہ ادھر گیا ہے اور فاضل ایم پی اے صاحب نے وہاں جا کے انہیں گلے سے پکڑا ہے۔ انہیں بھگا دیا ہے اور ناجائز قبضہ کو پکا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور میرے پاس باقاعدہ نمبر بھی موجود ہیں۔ خدانخواستہ ریکارڈ کے بغیر بات نہیں کرنا چاہتا اور انہوں نے جو بات کی ہے کہ فلاں فلاں پلاٹ الاٹ کیے ہیں مجھے ان میں سے کوئی ایک ایسا لا کے دکھا دیں کہ جسے میں نے غلط الاٹ کیا ہو یا الاٹمنٹ کر کے گورنمنٹ کی پراپرٹی کو نقصان پہنچا ہو یا میری وجہ سے گورنمنٹ کو کوئی نقصان پہنچا ہو تو پھر لعنت ہے میرے ادھر بیٹھنے پر۔ اگر میں نے گورنمنٹ کا ہی نقصان کرنا ہے، میں نے گورنمنٹ کی پراپرٹی کو بچانا نہیں تو میں کس لیے بیٹھا ہوں؟ کیا میرا دماغ خراب تھا کہ میں ٹاؤن شپ جا کر حملے کرتا اور لوگوں سے ناجائز قبضے چھڑاتا اور جن کو الاٹمنٹ ہوئی تھیں۔ انہیں دلاتا اور گورنمنٹ پراپرٹی کو واپس resume کرتا اور اس کے علاوہ انہوں نے ایک بقیہ کیس کا ذکر کیا ہے۔

جناب والا! میں پھر وہی کہوں گا کہ وہ آرڈر میں نے سیکرٹری کو mark کیے، سیکرٹری نے D.G. کو اور D.G. نے ڈائریکٹر کو mark کیے اور یہاں جو ان کے الاٹمنٹ والے لوگ، تھے انہوں نے ہمارے محکمہ کے ایک آفیسر سے ملی بھگت کی ہے اور اس کے ساتھ مل کے ڈائریکٹر کا نام کٹوایا اور وہاں A.D.G. لکھوایا اور اس نے کہا کہ یہ الاٹ کر دو۔ ڈپٹی ڈائریکٹر کو ڈائریکٹ کہا اور ڈائریکٹر کو درمیان سے کاٹ دیا اور وہاں fluid لگایا گیا۔ جناب والا! وہاں جا کر الاٹمنٹ ہوئی 23 پلاٹ الاٹ ہوئے ان پر انہیں قبضے دیے گئے۔ الاٹمنٹ سرائے مہاجر میں ہوتی ہے وہاں سے وہ بھگتر شفٹ کرتے ہیں شفٹ کرنے کے بعد وہ تیسری پارٹی کو بیچ دیتے ہیں جو کہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جناب والا! اسی طرح ایک دوسرا کیس ہوا اور اس پر بھی موصوف کے دستخط ہیں جنہوں نے یہ forgery کی جو ان کے پسندیدہ ہیں جہاں یہ دو دو گھنٹے بیٹھ کر میرے خلاف کارروائیاں کرتے ہیں۔ وہاں درخواستیں لکھواتے ہیں اور وہاں سے یہ درخواستیں لکھوا کر صدر

پاکستان سے نیچے تک بھیجتے ہیں، سپیشل برانچ کو بھیجتے ہیں.G.I.A کو بھیجتے ہیں.S.I.A کو بھیجتے ہیں اور جناب والا! میں یہ بات فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی درخواستوں پر دو یا تین انکوائریاں ہوئیں اور اگر کوئی بات نکلی ہے تو میرے سامنے لائیں اور اس کے علاوہ ان کی الاٹمنٹس کے بارے میں مجھے علم ہو تو میں نے فوری طور پر .D.G ہاؤسنگ اور ڈائریکٹر ہاؤسنگ کو حکم دیا کہ آپ فوری طور پر وہاں جا کر حالات دیکھیں۔ ان کے دفتر سیل کر دیں قبضے resume کروائیں پلاٹ کینسل کریں اور اس مدے کو اٹھا کر ادھر لاہور لائیں جس نے یہ پلاٹ الاٹ کیے ہیں اور میں نے یہ ساری کارروائی دو دن میں مکمل کی اور ڈپٹی ڈائریکٹر کو DHO اور ہیڈ کلرک کو معطل کیا اور وہ آفیسر جو ان کا چہیتا ہے جس کو یہ چاہتے تھے کہ یہ بڑی پوسٹ پر جائے اور اس کے علاوہ ایک ڈائریکٹر کو لگوانا چاہتے تھے کہ فلاں سیٹ پر آجائے اور ان سے مل کر یہ اپنی من مانیاں کریں اور ناجائز الاٹمنٹ کروائیں۔ تو جناب والا! میں نے ان کو نہیں لگنے دیا میں نے جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں سمری ارسال کی کہ فلاں فلاں آدمیوں کو نہیں لگنے دینا اس لئے کہ وہ فلاں سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سے پہلے وہ مان نہیں رہے۔ اگر یہ لگ جائیں گے تو پھر وہ سارے لاہور کو بیچ دیں گے تو میں نے اس کی مخالفت کی اور اس کے علاوہ میں نے جو پلاٹ کینسل کیے گورنمنٹ کی favour میں resume کیے اور جن کو الاٹ ہوئے تھے میں نے ان خلاف انٹی کرپشن میں پرچہ کروایا۔ اگر خدانخواستہ میں ملوث ہوتا مجھے کون سی ضرورت تھی کہ میں ان کے خلاف انٹی کرپشن میں پرچہ کرواؤں، میں ان کو معطل کروں، میں ان کو سزا دوں اور جناب والا! آج بھی میں اس کیس کے پیچھے ہوں اور اللہ کی مہربانی سے جب تک میں اس میں وزیر رہوں گا میں نہ ناجائز قبضہ کروں گا نہ کسی کو کرنے دوں گا۔ خواہ وہ کتنی ہی بڑی سیاسی پوزیشن میں ہو، خواہ وہ سرکاری پوزیشن میں ہو اور جناب والا! میں جو ریکارڈ لے کر آیا ہوں لوگوں کے بیان حلفی میرے پاس موجود ہیں اور جناب والا! اگر آپ پسند کریں تو میرے پاس ایک رسالہ ہے اور اس میں ان کے بارے میں۔۔۔۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی میاں منظور احمد موہل پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ جو chapter privilege کو deal کرتا ہے، 53 سے شروع ہوتا ہے اور اب 56 کی بات ہو رہی ہے۔ statement دی گئی ہے short statement دی گئی ہے۔ اب آپ نے 58 کو سامنے رکھنا ہے۔ جناب والا! میں نے شروع میں بھی پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا کہ جو اسمبلی کا فورم ہے، تحریک استحقاق میں ایک تحریک استحقاق پیش ہوتی ہے short statement وزیر صاحب کا بیان اب تو جناب والا! یہ جواب الجواب انہوں نے رولز کے خلاف

بات کی اب عیاں ہو رہی ہے۔ تو جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ ہم ایسی کوئی مثال قائم نہ کریں۔ خدا کے لئے رولز کے تابع جو روایات ہیں ان کو سامنے رکھیں۔ یہ تو ایسے ہو رہا ہے جیسے عورتیں لڑ رہی ہوں۔ ایک عورت کہانی سنا رہی ہے دوسری عورت اس کے جواب میں کہانی سنا رہی ہے تو یہ طریق کار نہیں ہے میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں وہی بات ہو جو ہمارا فورم ہے یہ تمام باتیں تحریک استحقاق کمیٹی میں ہونی چاہئیں۔ اگر in order ہوتی ہے تو وہاں ان سب کو حق حاصل ہو گا۔ جناب والا! اس طرح سے یہاں یہ بات کی گئی ہے کہ یہ document سیکرٹری اسمبلی کو پیش کرتا ہوں شامل کیا جائے۔ یہ کہاں کی بات ہے جو secret ہوتی ہے جو اسمبلی کی کارروائی ہوتی ہے وہ تو یہاں آ ہی نہیں سکتی۔ تو جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس طرح کی صورتحال ہم پیدا نہ کریں۔

جناب سپیکر: جی درست ہے prima facie مومل صاحب کی بات درست ہے لیکن یہ جو تحریک استحقاق ہے یہ کافی important نوعیت کی تھی اس میں ایک معزز رکن کا سوال تھا ایک وزیر کا سوال تھا۔ اس لئے میں نے ان کو وقت دیا کہ وہ اپنا موقف بیان کر لیں۔ تو چودھری صاحب اس کو آپ conclude فرمالیں۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! میں اسے conclude کرتا ہوں۔ جناب والا! میں ایک دو مثالیں اور دے دیتا ہوں باقی جتنے میرے پاس نمبرز ہیں میں proof کے ساتھ آپ تحریک استحقاق کو بھیجیں میں ادھر استحقاق کمیٹی میں جواب دوں گا۔ بلکہ میری یہ گزارش بھی ہو گی کہ ایک جوڈیشل ٹریبونل قائم کر دیا جائے اور پھر وہ جوڈیشل ٹریبونل جو فیصلہ کرے پھر آپ اس کے مطابق action لیں۔ اگر میرے خلاف فیصلہ ہو تو خدا کی قسم میں ہاؤس میں معافی مانگوں گا اور یہ وزارت چھوڑ کر گھر چلا جاؤں گا اور اگر ان کے خلاف فیصلہ ہو گا تو پھر ان کی اخلاقی جرات دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتے ہیں؟ جناب والا! اس رسالے سے میں آپ کے لئے کچھ پڑھنا چاہتا ہوں یہ انہوں نے لکھا ہے میاں محمود الرشید پی پی 127 کے بارے میں

He rose from the rank to riches during his days in th Assembly . He played with the property and plazas.

یہ دو لفظوں میں جو رسالے نے کہا ہے جناب والا! میں اس میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔

میاں محمود الرشید: **********

****

****

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: مجھے interrupt نہ کریں مجھے بات کرنے دیں، یہ اگر شور ڈال کر چاہیں

*(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

گے کہ میں بات کرنے سے رک جاؤں گا تو جناب والا! میں نہیں رکوں گا۔ ان کے پریشر میں نہیں آؤں گا ان کے شور میں نہیں آؤں گا۔ گو کہ ان کی طرح چیخ چیخ کر تو میں باتیں نہیں کر سکوں گا لیکن میں حقیقت ضرور بیان کروں گا۔ جناب والا! یہ رسالہ دو ماہ پہلے میرے ہاتھ لگا اور جناب والا! جو یہ فرماتے ہیں میں نے A to Z یہ رسالہ پڑھا ہے اور جن کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب بات سنیں یہ فلور وزیر ہاؤسنگ کے پاس ہے وہ اس میں اپنی short statement دے رہے ہیں اس دوران میاں محمود الرشید نے loudly انداز میں interrupt کیا ہے اور بات کی ہے میں اس کو نامناسب تصور کرتا ہوں اور اس کو کارروائی سے expunge کرتا ہوں۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ میں اپنی بات بالکل conclude کر دیتا ہوں۔ میں نے آخر میں صرف یہ بتانا ہے کہ میں نے ایک نہیں ہزاروں ناجائز قبضے بتائے ہیں پرائیویٹ لوگوں کی کوٹھیوں پر پلاٹوں پر اور گورنمنٹ کی پراپرٹی پر جہاں سے میں dispossess کر سکا ہوں وہ بتائے ہیں۔ جہاں سے disposses نہیں ہو سکا وہ بتائے ہیں اور جب ہمارے لوگ وہاں dispossess کرنے کے لئے وہاں جاتے رہے ہیں۔ میں ایک واقعہ آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک ڈاکٹر صاحب ہمارے مجسٹریٹ تھے۔ ان کو میں نے بھیجا کہ فلاں جگہ پر billiard market بنی ہوئی ہے اور اس کو جا کر demolish کریں وہ گورنمنٹ پراپرٹی ہے وہ کس نے بنائی ہے تو جناب والا! ان کو چھپتے لوگ ادھر بیٹھے تھے اور یہ جا کر مجسٹریٹ کے گلے پڑے اور انہوں نے مجسٹریٹ کو گریبان سے پکڑا پھر ہم نے ادھر پرچہ درج کروایا اور اس کے خلاف کارروائی کی کوشش کی مجھے یہ کہنے میں کوئی bar نہیں ہے کہ پولیس کے کچھ احباب بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور وہ مل کر قبضے کرواتے ہیں۔ اگر ہمارا محکمہ انہیں رپورٹ کرتا ہے کہ فلاں بندے کا ناجائز قبضہ ہے ہماری مدد کی جائے ہم نے dispossess کرنا ہے تو وہ نہیں جاتے اگر انہوں نے کسی بیوہ کے مکان پر قبضہ کرنا ہوتا ہے، کسی حقدار جس کو الاٹ ہے اس کے مکان پر ناجائز قبضہ کرنا ہوتا ہے وہ الاٹی وہ مالک مکان یا پلاٹ جس نے ان کے ہم زلف سے پلاٹ خریدا ہوتا ہے ان کے پلاٹ پر قبضہ کرنا ہوتا ہے تو پولیس والے ان کے ساتھ جاتے ہیں انہیں قبضہ دلواتے ہیں۔ ان کے بیوی بچوں کو تھانے بند کرتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے ہیں، پرچے کرواتے ہیں اور اس بندے کی کوئی نہیں سنی جاتی وہ ہائی کورٹ میں جاتا ہے اور ہائی کورٹ کے آرڈر کے تحت پرچہ درج ہوتا ہے پولیس والے متعلقہ تھانے والے کہتے ہیں کہ متعلقہ ایم پی اے کا نام اور پولیس والوں کا نام نکالیں گے تو پرچہ درج ہوگا۔

جناب والا! میں ایسا ریکارڈ لے کر آؤں گا اور بیسیوں فائلیں لے کر آؤں گا۔ میں یہ بھی چیلنج کرتا ہوں یہ جو

کہتے ہیں کہ فلاں فلاں پلاٹ الاٹ کر دیا ہے فلاں فلاں ہو گیا ہے یہ کوئی ایک مثال ایسی لے آئیں جو میں نے غلط کام کیا ہو اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو میں یہاں سے استعفیٰ دے جاؤں گا۔ انہوں نے یہاں alternate plot کی بات کی ہے alternate plot کے لئے تو میں نے کوئی بیس ہزار آرڈر کئے ہوں گے۔ اس ہندے کا کیا قصور ہے جس کو پلاٹ الاٹ ہو جائے چاہے وہ قرعہ اندازی میں ہو جائے، گورنر کوٹہ میں مل جائے، وزیر اعلیٰ کے کوٹہ میں مل جائے CMLA کے کوٹہ میں مل جائے۔ اس کے پیسے بھی جمع کروائے ہوں ہمارے محکمے نے اس کی فائل بنائی ہو اور پھر اس ہندے کو قبضہ نہ مل سکے۔ آخر اس آدمی کا کیا قصور ہے؟ یہ تو پانچ سات آرڈر کی بات کر رہے ہیں میں نے تو ایسے دو چار ہزار آرڈر کیے ہیں۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ اسے conclude کریں اور ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کریں۔

وزیر ہاؤسنگ و پلاننگ: جناب والا! میں ایک منٹ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! ٹاؤن شپ کے معاملات کے متعلق میں نے خاص طور پر ایک کمیٹی بنا رکھی ہے۔ وہ کمیٹی ڈائریکٹر جنرل ہاؤسنگ، ڈائریکٹر ہاؤسنگ اور ڈپٹی ڈائریکٹر متعلقہ اس میں شامل ہیں۔ میں جو بھی آرڈر بھیجوں گا یہ اسے thrash out کریں گے پھر اپنی رپورٹ سیکرٹری کو بھیجیں گے اور سیکرٹری مجھے بھیجیں گے اور پھر میں یہ دیکھوں گا کہ کیا حالات کار ہیں۔ پھر اس پر کوئی آرڈر کروں گا۔ اگر میں نے اس طرح کا کوئی آرڈر کیا ہے تو میں اس پر سٹینڈ لیتا ہوں اور پوری ذمہ داری لیتا ہوں اور اگر میں نے کوئی غلط کام کیا ہے تو میں اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ رہا مسئلہ LDA کا تو جناب والا اگر میں LDA میں بھی ان کی یہ بات ثابت کر دوں کہ فلاں پبلک بلڈنگ کے پلاٹ، مدرسے کے پلاٹ کو، انہوں نے ان پلاٹوں کو convert کروایا ہے اور انہوں نے exemption کی فائلیں خریدیں اور پھر انہوں نے اسے اپنے منظور نظر لوگوں کے نام کروایا۔ اور ان کو convert کرنے کا اختیار کم از کم وزیر اعلیٰ کے پاس ہے اور انہوں نے وہ پلاٹ ہمارے محکمے کے اسسٹنٹ کے ساتھ مل کر allot کروالئے۔ ہمارے ڈائریکٹرز کو بھی اس بارے میں پتہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس یہ ساری فائلیں موجود ہیں۔ جب آپ اسے انکوائری کے لئے بھیجیں گے تو میں وہاں پر اس کو جواب دوں گا اور میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ انہوں نے کس طریقہ سے بد دیانتی کی ہے۔ جناب والا! اگر میں مٹی کا مادھو بن کر اپنے دفتر میں بیٹھ جاؤں، میں نہ محکمے کو چیک کروں نہ کسی ناجائز قبضہ کرنے والے کو چیک کروں نہ میں کسی sub-standard material استعمال کرنے والے کو چیک کروں تو پھر میں اچھا ہوں۔ اگر میں صحیح کام کروں تو پھر میرے خلاف بیسیوں درخواستیں آئیں گی۔ میرے خلاف بیسیوں الزامات لگیں گے اور خدا کی قسم میں نے کبھی ان درخواستوں کی پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ کہاں بیٹھ کر درخواستیں لکھواتے ہیں؟ کن کن

آدمیوں کے نام لکھتے ہیں ؟ایک ہی ٹائپ رائٹر سے یہ سارا کچھ ٹائپ ہوتا ہے اور ایک ہی flow سے ایک ہی ہینڈ رائٹنگ سے وہاں پر دستخط ہوتے ہیں اور وہ درخواستیں صدر مملکت سے لے کر نیچے تک پہنچتی ہیں۔ سپیشل برانچوں کو بھی پہنچتی ہیں اور وہاں پر کس کس طریقے سے کردار کشی اور character assasination کی جاتی ہے۔ لیکن خدا کی قسم مجھے اس کی قطعاً پرواہ نہیں ہے کیونکہ میں صاف ہوں، میرا دامن صاف ہے۔ اگر مجھ میں کوئی کمزوری ہوتی تو میں ان کے نیچے لگ جاتا، میں ان کے کہنے پر ان سے صلح کر لیتا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور ان کے ساتھ جا کے مل بیٹھتا۔ لیکن جناب سپیکر! آخر میں انہوں نے یہ حربہ استعمال کیا کہ وہ ہمارے ایم این اے کے گھر ان کے بھائی کی بیماری کا بہانہ بنا کر گئے کہ میں آپ کے بھائی کی بیماری کا پتہ لینے آیا ہوں۔ وہاں پر انہوں نے جا کر کہا کہ آپ کے وزیر نے اوور سیئرز کو ایس ڈی اوز لگایا ہوا ہے اور انجینئرز ایسے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے پاس آج بھی چالیس سیٹیں ایس ڈی اوز کی خالی پڑی ہوئی ہیں اور ہم رولز کے مطابق سولہ گریڈ والے اوور سیئر کو ایس ڈی او لگا سکتے ہیں اور میں لگاؤں گا یہ مجھے روک لیں۔ میں انشاء اللہ لگاؤں گا۔ ہاں میں اگر غلط بات کروں گا تو یہ مجھے پکڑ لیں۔ جناب والا! میں نے ہر بات ریکارڈ سے ثابت کرنی ہے اور میں نے یہ دیکھنا ہے کہ کہاں کہاں کون کون آدمی کیا تھا کہ فلاں پلاٹ الاٹ کر دو۔ اگر انہیں میں وہ کروڑوں روپے کے پلاٹ الاٹ کر دیتا تو یہ بیٹھے رہتے اور یہ کچھ نہ بولتے اور اب انہوں نے میرے خلاف جو واویلا کیا ہے میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی ایک آرڈر ایسا لے آؤ جس سے گورنمنٹ کو نقصان پہنچا ہو یا میں نے کوئی غلط کام کیا ہو یا پھر میں آپ کو ہزاروں پلاٹ ایسے دکھاؤں گا جن پر قبضے آپ کے ہیں یا آپ کے آدمیوں کے ہیں پھر آپ اس کا جواب دینا اور فیصلہ جناب سپیکر! میں آپ پر چھوڑوں گا۔ جو آپ فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہو گا اور ان کے بارے میں جو آپ فیصلہ کریں گے وہ آپ ان سے پوچھ لیں کہ یہ کیا کریں گے ؟

جناب والا! بہت بہت شکریہ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: یہ تحریک استحقاق میاں محمود الرشید نے پیش کی ہے اور اسی قسم کی identical تحریک استحقاق رانا اکرام ربانی کی بھی ہے۔ انہوں نے اس پر مختصر بیان دینا مناسب نہیں سمجھا۔ میاں محمود الرشید نے مختصر بیان کی جائے بڑا لمبا بیان دیا ہے اور وزیر ہاؤسنگ نے بھی اس پر تفصیل سے بات کی ہے۔ دونوں صاحبان کی یہ ڈیمانڈ ہے کہ اس مسئلے کو thrash out کیا جائے اور properly اس کی investigation کی جائے اور اس میں معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے کسی قسم کا کوئی ٹریبونل یا کمیٹی تشکیل دی جائے یا کوئی

جوڈیشل کمیشن بنایا جائے جو وزیر اعلیٰ ہی بنا سکتے ہیں۔ لیکن یہاں ہم اس فلور پر اس معزز ایوان میں، اس قسم کا معاملہ جو تحریک استحقاق کی صورت میں پیش ہوتا ہے جو میاں محمود الرشید نے بھی پیش کیا ہے وزیر ہاؤسنگ بھی چاہتے ہیں کہ بے شک اس مسئلے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ میں اس تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دیتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میاں منظور احمد موہل : جناب والا اس کا ایک طریق کار ہے لہذا طریق کار کے مطابق اس کے لئے وقت کا بھی تعین کر دیا جائے۔

رانا اکرام ربانی : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں نے ایک 12 نمبر تحریک استحقاق پیش کی تھی اور آپ نے اسے میاں محمود الرشید کی غیر حاضری کی وجہ سے موخر کر دیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے بھی استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

جناب سپیکر : آج تحریک استحقاق کو ہم نے کافی وقت دے دیا ہے۔ اب عام بحث پر آتے ہیں۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! یہ تحریک استحقاق بھی اسی مسئلے پر ہے۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! آج ہم نے تحریک استحقاق کو بہت وقت دے دیا ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! اس کے لئے تو آپ نے یہی فرمانا ہے کہ اسے بھی اسی کے ساتھ لے لیا جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک استحقاق جو استحقاق کمیٹی کے سپرد کی گئی ہے اس کی رپورٹ ایک مہینے کے اندر آنی چاہیے۔

وزیر امداد باہمی : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ آپ کو یہ چاہیے تھا کہ جب ایک دوسرے نے الزامات کی تردید کی اس کے بعد آپ اس مسئلے پر ہاؤس سے رائے ضرور لیتے کہ یہ تحریک استحقاق استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے یا نہ کی جائے۔ ہاؤس کی رائے لینا عین انصاف ہے۔ اگر ہاؤس کی رائے لینا آپ مناسب سمجھیں تو اس پر نظر ثانی کریں۔

جناب سپیکر : نہیں رانا صاحب! اس پر اب فیصلہ ہو گیا ہے۔ اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے ہاؤس کی sense لی ہے اور دونوں صاحبان یہ کہہ رہے تھے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اس لیے اسے استحقاق کمیٹی کے پاس بھیج دیا گیا ہے اور اب اس پر میں اپنا فیصلہ کر چکا ہوں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ایک طرف ایک معزز رکن پر اور دوسری طرف ایک

معزز وزیر پر بے تحاشا الزامات لگائے گئے ہیں اور ان کی عزت اور شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے اور وزیر موصوف نے خود اس کا مطالبہ کیا ہے کہ ایک جوڈیشل کمیشن یا انکوائری کمیٹی بنائی جائے۔ لہذا میں یہ گزارش کروں گا کہ ایسا کوئی انکوائری کمیشن تشکیل دیا جائے جو ایک صوبائی جج کی سربراہی میں ہو اور وہ ان تمام معاملات کی چھان بین کرے کہ ان میں کہاں تک حقیقت ہے اور آیا یہ ثابت بھی ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے۔ میں وزیر اعلیٰ کی غیر موجودگی میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ مہربانی فرما کر Judicial Commission کی appointment کا اعلان کریں تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ ان الزامات میں کہاں تک حقیقت ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب والا! میں کسی بھی جوڈیشل کمیشن کا خیر مقدم کروں گا۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ معزز فاضل رکن نے اپنی تحریک استحقاق میں جو مختصر بیان دیا ہے انہوں نے چونکہ اس میں ایک مشیر کا بھی ذکر کیا ہے اور وہ میرا ذکر تھا تو میں اس سلسلے میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ آج سے تقریباً تین ماہ قبل دوپہر کے وقت جب لوگ اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے۔۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا کسی نے تو نام نہیں لیا؟

پیر سید محمد بنیامین رضوی: جی میرا نام لیا ہے اور میاں محمود الرشید صاحب نے لیا ہے۔۔۔

میاں محمود الرشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

پیر سید محمد بنیامین شاہ رضوی: شاہ صاحب تو نکتہ وضاحت پر بات کر رہے ہیں اور میاں محمود الرشید پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا ان کو میں بات کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

میاں محمود الرشید: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے ان کا نام نہیں لیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری عدم موجودگی میں یہاں بنیامین صاحب نے سکندر بلاک کے پلاٹ کے حوالے سے بات کی تھی۔ یہ غالباً اس کے بارے میں کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ نے ان کا نام نہیں لیا؟

مشیر برائے وزیر اعلیٰ (پیر محمد بنیامین رضوی): جی میرا نام میاں محمود الرشید نے لیا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! Point of Personal Explanation پر بات کر رہے ہیں۔ اور آپ Personal Explanation پر بات کرنا چاہتے ہیں اور میاں محمود الرشید پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا

چاہتے ہیں اس لئے میں ان کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ بات کریں۔

جناب میاں محمود الرشید : جناب والا! میں نے ان کا نام نہیں لیا۔ میری عدم موجودگی میں یہاں جیا مین صاحب نے ایک بات سکندر بلاک کے حوالے سے کی تھی یہ اگر اس بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔

جناب سپیکر : آپ نے ان کا نام نہیں لیا تو بات یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ آپ تشریف رکھیں، شاہ صاحب! انہوں نے آپ کا نام نہیں لیا ہے۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ : جناب والا! میں نے ہی اس وقت بات کی تھی اور اب انہوں نے میرا نام لے لیا ہے اور اب میں ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : وہ تو اب بھی کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کا نام نہیں لیا۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ : انہوں نے تو اب بھی میرا نام لے لیا ہے۔ میرا نام تو لیا ہے۔ یہ نام لے بھی لیتے ہیں۔ اس طرح کرتے ہیں حضور والا! مہربانی فرمائی جائے اور مجھے بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر : محمد جیا مین شاہ Point of Personal Explanation پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ : گزارش یہ ہے کہ آج سے تین ماہ قبل دوپہر کے وقت جب لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے تو میرے گھر کے پیچھے وہ 14 کنال کا پلاٹ سکندر بلاک میں ہے جو لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے علامہ اقبال ٹاؤن کے لئے پولی کلینک کے لئے مختص کر رکھا ہے۔ دس سال کے بعد اس پلاٹ پر تین ٹرک آئے ایک میں ریت تھی، ایک میں بجری اور ایک میں اینٹیں تھیں۔ ہم بڑے خوش ہوئے اور ہم نے شکر کیا کہ شاید یہاں ہسپتال کی تعمیر ہونے والی ہے۔ جناب سپیکر! ان سے کہیں کہ مجھے بات کرنے دیں اور یہ بیٹھیں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب تشریف رکھیں اور ان کو بات کرنے دیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ : پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ جناب سپیکر ان سے کہیں کہ مجھے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر : ان کو بات کرنے کی اجازت دی جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔ ملک اقبال احمد خان پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! شاہ صاحب جو فرما رہے ہیں۔ یہ جو تحریک استحقاق وہاں پر پیش کی گئی تھی جو ان کا بیان ہے اس سے متعلقہ کسی اور معاملات پر بول رہے ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اگر ان کو وقت دینا ہے تو اس کے بعد دیا جائے۔ جو تحریک استحقاق ان کی استحقاق کمیٹی کو گئی ہے اس میں

جا کر شاہ صاحب اپنی تفصیل بتائیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب کی بات relevant ہے اور جائز ہے۔ تشریف رکھیں اور شاہ صاحب ایک منٹ میں اپنی بات کو ختم کریں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ: گزارش یہ ہے جناب والا! کہ لوگ بڑے خوش ہوئے کہ آج علامہ اقبال ٹاؤن کے اس پولی کلینک کے پلاٹ پر ہسپتال بننے کی منظوری ہو چکی ہے اور ہسپتال کے لئے مٹیریل آگیا ہے۔ لوگ وہاں پر چلے گئے اور ٹرک والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں میاں محمود الرشید نے بھیجا ہے۔ جب وہ لوگ اکٹھے ہو کر میرے گھر پر آئے کہ یہاں پر بھی ایک ممبر پنجاب اسمبلی کا گھر ہے۔ ہم بڑے عرصے سے گزشتہ پندرہ سال سے وہاں پر رہتے رہے، میرے والد گرامی پیر یعقوب شاہ بھی وہاں رہتے تھے۔ لوگ میرے پاس آ گئے اور کہا کہ جناب یہاں کے پولی کلینک کے پلاٹ پر یہاں کے مقامی ایم پی اے نے قبضہ کر لیا ہے۔ لہذا میں خود چل کر اس پلاٹ پر گیا۔ میں نے ان سے کنفرم کیا تو ٹرک والوں نے یہ جواب دیا آپ میاں محمود الرشید سے پوچھیں ہم تو مزدور ہیں ہم مٹیریل پھینک رہے ہیں۔ میں نے فوراً گھر آ کر منسٹر ہاؤسنگ سے بات کرنا چاہی وہ لاہور میں موجود نہیں تھے۔ میں نے ڈی جی ایل ڈی اے سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر رابطہ نہ ہوا۔ پھر ہم نے فون پر ان سے وہاڑی رابطہ کیا۔ میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے وہاں سے ٹیلیفون کر کے ایل ڈی اے اسٹیٹ آفیسر اور دیگر ملازمین کو وہاں پر بھیجا۔ جنہوں نے وہاں پہنچ کر ان کو روکا اور اس طرح اس پلاٹ پر قبضہ ہونے سے بچ گیا۔ لیکن اس کے باوجود وہاں آج تک ایک مٹی کا ٹرک اور ایک اینٹوں کا ٹرک پڑا ہے۔ جو وہاں پر موجود ہے اور اس کا پتہ نہیں کون وارث ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس وقت سکندر بلاک ایسوسی ایشن کا ممبر تھا وہاں پر جب اجلاس ہوا میرے بہنوئی جو امریکہ سے تشریف لائے ہوئے تھے اور پندرہ سال سے وہ امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔ وہ پندرہ آدمی میاں محمود الرشید کے مکان پر گئے۔ میاں صاحب سامنے بیٹھے ہیں ان سے پوچھیں۔ میرے بہنوئی ان کے پاس گئے اور کہا کہ میاں صاحب آپ اسلامی جمہوری اتحاد کے امیدوار تھے۔ ہم سب آپ کے ووٹر ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ واقعی اس پلاٹ پر قبضہ کر رہے ہیں یا آپ پر الزام لگایا جا رہا ہے۔ تو مجھے قسم ہے رب کائنات کی کہ میاں محمود الرشید نے یہ جواب دیا "کہ تسیں مامے لگدے لو اس پلاٹ دے"۔ انہوں نے یہ الفاظ استعمال کیے تو میرے اس بہنوئی نے یہ کہا کہ میں پندرہ سال سے امریکہ میں رہتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ پاکستان میں پنجاب اسمبلی کے جو رکن ہیں ان کا اس طرح کا اخلاق ہے کہ وہ اس طرح کا جواب دیتے ہیں۔ میاں صاحب نے اس کے بعد پھر ان سے معافی مانگی کہ میں معافی چاہتا ہوں کہ مجھ سے ایسے الفاظ نکل گئے۔ بہر حال اس پلاٹ کے سلسلے

میں یہ سارا سلسلہ گول کر گئے۔ چونکہ انہوں نے میرا نام لیا تھا اس لئے میں یہ بات کرنا ضروری سمجھتا تھا۔

جناب میاں محمود الرشید : نکتہ ذاتی وضاحت۔

جناب سپیکر : میاں محمود الرشید صاحب نکتہ ذاتی وضاحت پر۔

جناب میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! مجھے انتہائی دکھ اور افسوس ہے۔

جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر میاں منظور احمد موہل۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میں رول 178 کا حوالہ دوں گا۔ جب ایک Personal Explanation ہو جائے تو دوسرا ممبر Personal Explanation نہیں کر سکتا۔ رولز 178 کہتا ہے کہ :

Rule 178.

" A member may, with the permission of the Speaker, make a personal explanation although there is no question before the Assembly, but no debate shall be allowed on it.

جناب والا! اس پر اب بحث نہیں ہو سکتی صرف Personal Explanation ہو سکتی ہے۔ رول 178 اس میں ممانعت کرتا ہے کہ صرف ایک ہی Personal Explanation ہو سکتی ہے پھر اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر : میاں صاحب! اب میں موہل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ بلاشبہ Point of Personal Explanation پر بحث نہیں ہو سکتی لیکن ایک معزز رکن نے Point of Personal Explanation پر بات کی اور اس سلسلے میں انہوں نے ایک دوسرے معزز رکن کے بارے میں بات کی تو وہ بھی Personal Explanation پر بات کر سکتے ہیں لیکن میں اس پر بحث کی اجازت نہیں دوں گا۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! مجھے انتہائی دکھ اور افسوس ہے کہ ہم اس مقدس ایوان میں جب کوئی بات کریں تو اس کی کوئی بنیاد ہونی چاہیے۔ وہ فاضل دوست جن کی میں نے ہمیشہ عزت کی ہے وہ ایک دینی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ انہوں نے ایسی فضول اور بے بنیاد بات کی ہے جب میں یہاں نہیں تھا اور بیرون ملک تھا اس وقت بھی ان کی طرف سے یہی بات کی گئی کہ سکندر بلاک کے ایک پلاٹ پر یہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا حوالہ میں اپنی تقریر میں بھی دے چکا ہوں۔ جناب والا! معاملہ یہ ہوا کہ سکندر بلاک کے ایک پلاٹ کی لاہور

ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے سب ڈویژن کر کے مختلف لوگوں کو الاٹ کر دیا۔ جس کے بارے میں 21/22 مارچ کو میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات کی۔ جناب لیاقت بلوچ جو میرے حلقے سے ایم این اے ہیں اور مجید منہاس کونسلر ہیں۔ ہم سب لوگوں نے وہاں ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے سے 30 مارچ کو میٹنگ کی، اس کے minutes میرے پاس موجود ہیں۔ وہ بھی میں اپنے اس فاضل ممبر کو دکھانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد مسلسل جناب والا یہ مفاد عامہ کے پلاٹ کی تبدیلی کے خلاف احتجاج ایم این اے اور ایم پی اے کی طرف سے بیانات اور پھر ہمارے ان ہی بیانات کے حوالے سے روزنامہ "نوائے وقت" جسے میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک اداریہ اسی سارے مسئلے پر لکھا۔ وہ یہ ہے کہ مفاد عامہ کے پلاٹ، علامہ اقبال ٹاؤن سکندر بلاک کے اندر اس طرح سے بندر بانٹ ہو رہی ہے جس کو discourage کیا گیا اور اس پر تنقید کی گئی۔ جناب والا! امر واقع یہ ہے کہ میرے سیاسی مخالفین جن میں سے بیامین صاحب کے عزیز و اقارب بھی وہاں سکندر بلاک میں رہتے ہیں۔ جب یہ پلاٹوں کی ڈویژن ہو گئی تو لوگوں نے وہاں پر اپنے گھر تعمیر کرنے کے لئے کسی کو دس مرلے کا پلاٹ ملا کسی کو پانچ مرلے کا پلاٹ ملا۔ وہاں پر اینٹیں اور مٹی پھینکوانا شروع کی تو وہاں کے اہل محلہ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ جناب یہ کیا ہو رہا ہے یہ تو ہسپتال کا پلاٹ ہے۔ یہ تو کمیونٹی سنٹر کا پلاٹ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے کہہ دیا ہو کہ میاں محمود الرشید کی اس میں شمولیت ہے یا میں نے وہ ٹرک بھجوائے۔ میں حلفاً یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے اس وقت بھی ان لوگوں سے کہا اور یہ چند لوگ میرے پاس آئے اور آتے ہی انہوں نے الزامات لگانے شروع کر دیے کہ جناب آپ نے وہاں پلاٹ پر قبضہ کر لیا ہے۔ جناب سپیکر! میں رمضان شریف میں روزے کے ساتھ اپنے گھر میں موجود تھا اور جمعہ کا دن تھا۔ جناب میں نے ان لوگوں سے یہ کہا کہ آپ نے یہ الزام بغیر سوچے سمجھے میرے اوپر لگایا ہے۔ میں روزے سے ہوں اور پلاٹ صرف آپ لوگوں کا نہیں ہے پلاٹ پورے علامہ اقبال ٹاؤن کے مکینوں کا ہے اور اس میں علامہ اقبال ٹاؤن کی پوری ڈیڑھ لاکھ کی آبادی آتی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی!

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ میاں محمود الرشید ایوان میں یہ بتائیں کہ ماموں بھانجے والی بات ہوئی ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میاں صاحب! آپ بات کو ختم کریں۔

میاں محمود الرشید: میں بات ختم کر رہا ہوں۔ میں اس مقدس ایوان میں چیلنج کرتا ہوں کہ سکندر بلاک کے

یا جتنے پلاٹوں کا انہوں نے ذکر کیا ہے کوئی ایک مدہ بھی یہ ثابت کر دے۔۔۔۔(قطع کلامی)

جناب سپیکر : شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

میاں محمود الرشید : جناب سپیکر! میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر یہ بات جھوٹی ہے۔۔۔۔ایل ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل موجود ہیں۔ میں نے پوری تفصیلات سن رکھی ہیں۔ میں اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دوں گا ورنہ اس رکن کو استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ انہیں اسمبلی کی رکنیت کا کوئی حق نہیں۔ یہ مشیر بھی ہیں انہیں اپنی حیثیت کا خیال ہونا چاہیے۔ انہیں اس بات کا خیال بھی ہونا چاہیے کہ مرنے کے بعد ہمیں اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ بات وہ کریں جس کی کوئی بنیاد ہو۔ جناب سپیکر! منسٹر ہاؤسنگ سے انہوں نے بھی پلاٹ لیے ہیں یہ اسی لئے منسٹر کی حمایت میں بول رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آرڈر، آرڈر۔ تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔ شیخ طاہر رشید! اپنی سیٹ پر مہربانی سے بیٹھ جائیں۔ میں ذاتی وضاحت پر ڈیبیٹ کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اب ہم بجٹ پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے اسی تحریک استحقاق میں ایک omission ہو گئی تھی۔ تحریک استحقاق نمبر 12 بھی identical تھی۔ اس کو بھی اس میں شامل کیا جاتا ہے۔

میزانیہ بابت سال 93-1992ء پر عام بحث

جناب سپیکر : بجٹ پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ میں رانا اکرام ربانی خان قائد حزب اختلاف کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ پر بحث کا آغاز فرمائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا اکرام ربانی : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ میں پنجاب کے میزانیے کے بارے میں کچھ بتانے کی کوشش کروں تاکہ اصل صورت حال اس ایوان کے سامنے آئے۔ اس کو تفصیل سے دیکھنے پر محسوس ہوتا ہے کہ یہ اعداد و شمار کا اور خوبصورت تحریر کا ایک گورکھ دھندا اس ایوان میں پیش کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! گزشتہ سال بھی جب یہ بجٹ پیش ہوا تھا اس کی تفصیلات پہلے ہی اخبارات میں شائع ہو گئی تھیں۔ اس مرتبہ بھی بہت سی ایسی ٹیکسیشن کی تجاویز پہلے شائع ہو گئی تھیں۔ اس معزز ایوان کو یہ بتایا گیا تھا کہ کابینہ کو یہ حق حاصل ہے اور یقیناً یہ حق حاصل ہے اور یقیناً یہ حق ہے کہ وہ آخری لمحے تک ردوبدل کر سکتی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ہاؤس کو in order کیا جائے۔ یہ جو چہل

پہل ہے اس کو بند کیا جائے۔ کیونکہ قائد حزب اختلاف بحث کا آغاز کر چکے ہیں۔ جب قائد ایوان بولتے ہیں تو ہم بالکل خاموشی سے سنتے ہیں۔ میری ممبران سے بھی گزارش ہے کہ جب قائد حزب اختلاف بات کرنی شروع کریں تو وہ بھی انہیں احترام سے سنیں ورنہ اگر ایسی روایات رہیں تو یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر : درست بات ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر بڑا جائز ہے۔ whisperings نہیں ہونے چاہئیں۔ interruption نہیں ہونی چاہئیں۔ قائد حزب اختلاف کی تقریر کو توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ سننا چاہیے

رانا اکرام ربانی : شکریہ جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بجٹ کے بارے میں وائٹ پیپر سے متعلقہ بہت سی تفصیلات اخبارات میں چھپ گئیں۔ ٹیکسیشن کی وہ تجاویز جو وزیر خزانہ نے کابینہ کے سامنے رکھنی تھیں اور اس کے بعد کابینہ نے اس پر جو فیصلے کرنے تھے وہ بھی اخبارات میں چھپ گئے۔ پچھلے سال بھی میں نے اس پر تحریک استحقاق دی تھی جس پر جناب والا نے اپنی رولنگ دی تھی :

"Though the leakage of the budget proposals may not constitute a breach of privilege of the House, the Parliament has ample powers to inquire into the conduct of the Minister through suitable proceedings in relation to the leakage and the circumstances in which the leakage occured."

جناب سپیکر! میں اس میں آپ سے رہنمائی چاہوں گا کہ اپنی بات کے دوران اگر مجھے انگریزی زبان کا سہارا لینا پڑے، اپنے نوٹس دیکھنے پڑیں یا پریس میں آنے والے عوامی طبقات کے تاثرات کو پڑھنا ہو تو مجھے اجازت دی جائے۔۔۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر! جس دن بجٹ پیش ہونا تھا اس دن کے اخبار میرے سامنے ہیں۔ اس میں لکھا ہے : "پنجاب کا بجٹ آج پیش ہوگا۔ اس میں اس حوالے سے وزیر خزانہ ایوان کو بتائیں گے کہ پنجاب کو آئندہ مالی سال کے دوران کیا کیا ملے گا" پھر جتنی ٹیکسیشن تجاویز تھیں وہ چھپی ہوئی ہیں کہ نئی ٹیکسیشن لائی جائے گی۔۔۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں پہلے بھی request کر چکا ہوں کہ ہاؤس in order نہیں ہے۔ وزیر تعلیم سے بھی گزارش ہے کہ ان کے ارد گرد بہت جھرمٹ ہے۔ براہ مہربانی قائد حزب اختلاف کی بات غور سے سنی جائے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

جناب سپیکر : یہ درست بات ہے اور قائد حزب اختلاف کی تقریر کے دوران میں اجازت نہیں دوں گا کہ

وزراء صاحبان درخواستوں پر دستخط کریں۔ ہاؤس in order ہونا چاہیے اور قائد حزب اختلاف کی بات کا احترام کرتے ہوئے، ان کے مقام کا احترام کرتے ہوئے ان کی بات کو سنجیدگی سے لیا جائے۔

رانا اکرام ربانی : شکریہ جناب والا! یہ جو اگلے دن سینما کی ڈیوٹی کم کی جانی تھی اسی دن شام کو کابینہ کی جنٹ میٹنگ تھی۔ اس کے ایک دن پہلے پریس میں چھپا ہوا تھا کہ "سو فی صد سے 65 فی صد"۔ جناب سپیکر! یہ جو چھپا ہوا تھا کہ اس سال پنجاب کو کیا ملے گا اور کیسے کیسے ملے گا۔ اس بارے میں مجھے آپ کی رہنمائی چاہیے۔ پھر میں اسی انداز سے ان چیزوں کو لانا چاہوں گا۔ جناب سپیکر! مجھے شدت سے احساس ہے کہ کل کا دن بھی جنٹ پر بحث کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکا اور آج بھی ایک تحریک استحقاق کے سلسلے میں اس ایوان کا کافی وقت صرف ہوا۔ میرے باقی دوستوں نے بھی اظہار خیال کرنا ہو گا۔ میں کوشش کروں گا کہ کم سے کم وقت میں اس جنٹ کی تفصیلات بیان کروں اور یہ بتاؤں کہ جو دراصل غیر ترقیاتی جنٹ اربوں روپے کے حساب سے بنایا گیا ہے اس کو چھپانے کے لئے ہمیں جو خوبصورت باتیں بتائی گئیں ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔

جناب والا! آج اس ملک کے، اس صوبے کے جن معاشی حالات میں یہ جنٹ پیش کیا گیا ہے میں اس بارے میں تھوڑی سی تفصیل بیان کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ پاکستان میں اس وقت ساٹھ لاکھ کے قریب بے روزگار ہیں اور ان میں ہر سال پانچ لاکھ بے روزگاروں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ جناب والا! یہاں self employment scheme کی بات کی جاتی ہے۔ دراصل ان سارے حقائق کے بالکل برعکس جو یہاں اس ایوان میں بتائے جاتے ہیں self employment scheme کے ساتھ ساتھ ایک self improvement scheme بھی آئی جے آئی والے چلا رہے ہیں۔ ایسے ارکان جن کا تعلق آئی جے آئی سے ہے، انہیں چالیس ارب روپے کے قرضے جاری کئے جا چکے ہیں۔ پاکستان میں طبی سہولتوں کا فقدان یہ ہے کہ ہر چوبیس گھنٹے میں دو ہزار بچے مر جاتے ہیں اور زچگی کے دوران مرنے والی خواتین کی تعداد چالیس سے پچاس ہزار فی سال ہے۔ ملک بھر کے عوام کو پینے کا پانی میسر نہیں ہے اور تین کروڑ افراد انتہائی غربت سے بھی کم تر معیار کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ 55 فی صد لوگوں کو پینے کا پانی میسر نہیں ہے۔ 58.5 فی صد لوگوں کو صحت کی بنیادی ضروریات میسر نہیں ہیں۔ 39 ملین لوگ غربت کے طے شدہ معیار سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں 16 فی صد بچے پیدائش سے پہلے ہی زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ وہ حالات ہیں جن میں ہمارے سامنے صوبے کا جنٹ پیش کیا گیا اور ہمیں یہ نوید سنائی گئی کہ اس کے بعد اس صوبے میں دودھ اور شہد کی نہریں بہنا شروع ہو جائیں گی۔ اس جنٹ کے وائٹ پیپر میں بھی اور وزیر خزانہ کی تقریر میں بھی financial discipline کی بات کی گئی ہے۔ میں ان چیزوں کو بار بار اس لئے دہرانا چاہوں گا کہ میں اس

ایوان کے سامنے اور اس ایوان کی وساطت سے عوام کے سامنے یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ financial discipline کی کوئی چیز کم از کم پنجاب میں exist نہیں کرتی۔ مجھے وزیر خزانہ سے ہمدردی ہے کہ کس کے کیے ہوئے گناہ یہ مجبوراً اپنے سر لے رہے ہیں۔ پنجاب کا financial discipline سے indiscipline میں تبدیل ہونے کا سلسلہ 1983-84ء بلکہ اس سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ اب میں budgetory gap operational short fall کے متعلق عرض کروں گا لیکن جناب والا! مجھے یہ احساس ہے کہ شاید میرے کچھ دوستوں کو اس بات کا اعتراض ہو کہ صوبے کے جسٹ کی بات ہو رہی ہے اور اس میں مرکز کے جسٹ کا کیا تعلق ہے۔ لیکن divisible pool اور ہمارا اے ڈی پی مرکز سے آنے والی رقم پر depend کرتا ہے اس لئے اس کا ذکر یقیناً یہاں پر ہوگا۔

"Last year ,the IJI announced its budgetory gap to Rs.18.5 Billion, to be filled up by bank borrowing, and, later on, narrowed it to Rs. 6.5 Billion."

یہ جو کہا جا رہا ہے "Now, the gap admitted is Rs. 57 billion." 57 بلین کے budgetory gap کو پہلے کہا گیا کہ 18 ہے۔ پھر دعویٰ کیا گیا کہ 16 ہے اور اس کے اثرات ہمیں یہاں محسوس ہوئے ہیں۔ اس وقت میں جسٹ اجلاس میں وائٹ پیپر کی بات کرنا چاہوں گا اور پھر ill planned spending کا ذکر کروں گا۔ جو تعداد موصوف پنجاب سے لے کر مرکز میں گئے وہ اسی طرح برقرار ہیں اس کے نتیجے میں جو صورتحال ہے وہ یہ ہے

> "Since assuming power, the IJI has borrowed Rs. 84 billion form the State Bank which compares shockingly with Rs. 140 billion borrowed by all past Governments from 1947 to 1990."

جناب والا! مجھے ایک تھوڑی سی اور بھی چیز کی وضاحت کرنی ہے کہ ہمارے یہاں ماضی قریب سے یہ ایک tendency دیکھنے میں آئی ہے کہ ہر بات پر ہمارے وزیر اعظم، ہمارے وزیر خزانہ اور ہمارے دوسرے معاشی ماہرین پاکستان اور انڈیا کا comparison کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ جناب ہماچل کی یہاں یہ قیمت ہے وہاں پر یہ قیمت ہے۔ میں کچھ ایسے facts جو United Nations کے اداروں سے اکٹھے کیے گئے ہیں، ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا۔ انڈیا میں G.N.P. کا 3.6 فی صد تعلیم پر خرچ کیا

جاتا ہے۔ literacy rate انڈیا میں 41 فی صد ہے اور پاکستان میں claim کیا جاتا ہے کہ 26 فی صد ہے international agencies اسے نہیں مانتیں۔ اصل 12 اور 13 فی صد کے درمیان ہے۔ جبکہ میرا ایک خیال ہے کہ پاکستان ایک ایسا واحد بد قسمت ملک ہے جس میں پچھلے کچھ سالوں میں ایسا وقت بھی آیا کہ literacy rate improve ہونے کی جائے کم بھی ہوا ہے۔ infant mortality rate انڈیا میں ایک ہزار میں سے 91 بچے مرتے ہیں۔ پاکستان میں ہزار میں سے 128 بچے مرتے ہیں۔ انڈیا میں 32 ہزار 7 سو اکتالیس لوگوں کے لئے ایک ہسپتال ہے پاکستان میں ایک لاکھ 30 ہزار 360 لوگوں کے لئے ایک ہسپتال ہے۔ انڈیا میں 782 لوگوں کے لئے ہسپتال میں ایک بستر ہے اور پاکستان میں 2193 لوگوں کے لئے ہسپتال میں ایک بستر ہے۔

جناب والا! financial discipline کی بات ہوتی ہے۔ 1955ء میں جب ہم نے اپنا پہلا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ بنایا تھا اس وقت ہمارے بجٹ کا 60 فی صد non-development expenditure تھا اور 40 فی صد ہم نے ڈویلپمنٹ کے لئے رکھا ہوا تھا۔ This is called financial discipline لیکن اس کے بعد پوری ترتیب بدل گئی پورا توازن تبدیل کر دیا گیا اور آج مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کس طریقے سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے financial discipline کی تعریف کی گئی۔ میں اس میٹنگ کی پوری کارروائی اس ایوان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے ہاں تعلیم یافتہ نوجوان 10 فی صد سالانہ کے حساب سے بڑھ رہے ہیں لیکن ان کو ملازمتیں دینے کے لئے کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے ہم بجٹ میں غلط اعداد و شمار پیش کرتے رہیں گے۔ اس وقت تک ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے ہمیں سرمایہ کاری کی رفتار کو 18 فی صد کے حساب سے بڑھانا ہوگا تب کہیں جا کر 6 فیصد کے حساب سے ملازمتیں پیدا کر سکیں گے۔ جناب سپیکر! پھر یہ کہا جاتا تھا کہ اس بجٹ کا عام آدمی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ Taxation Proposals میں کہا گیا ہے جسے میں بعد میں عرض کروں گا Statement of objects and reasons میں بھی لکھا ہوا ہے

> "The proposal in this Bill would fetch a reasonable amount of revenue for the Province without affecting the common man ."

جناب سپیکر! میں محترم شاہ صاحب کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں بھی اس معاشرے کا رہنے والا ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن ابھی تک وہ budget proof common man نظر نہیں آیا، کہیں نہیں ملا۔ نہ کبھی کسی نے مجھے اس کی نشاندہی کی ہے۔ میں وزیر خزانہ کا

مشکور ہوں گا کہ اگر وہ مجھے پنجاب میں budget proof common man تلاش کر دیں یا نہیں ان کی نظر میں ہو تو اس کی نشاندہی کر دیں میں اس سے ضرور ملنا چاہوں گا اور اس سے پوچھوں گا کہ جناب آپ اس بجٹ سے کیسے متاثر نہیں ہوتے۔ جناب سپیکر! پچھلے دنوں کسی میٹنگ میں چیف منسٹر نے وزیر خزانہ سے یہ سوال کیا تھا کہ "شاہ جی لوگ کہندے پئے نیں کہ بجٹ جیہڑا اے deficit ہو گیا اے" تو شنید ہے کہ وزیر خزانہ نے یہ فرمایا کہ "جی لوکاں نوں کی پتا ایویں لکھ چھڈدے ہین" میں اس بارے میں بھی شاہ صاحب اور اس بجٹ کے بنانے والوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جناب والا! جناب شاہ صاحب بھی پتا ہونے کے باوجود یہ سوچتے ہوں گے کہ اس بجٹ سازی میں بلکہ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ پنجاب میں ایک عرصہ سے بجٹ سازی کی exercise نہیں بلکہ یہ بجٹ بازی ہمارے ساتھ شروع کر دی گئی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ میں بجٹ بنانے والوں سے مخاطب رہوں تاکہ شاہ صاحب کی طبیعت پر یہ زیادہ گراں نہ گزرے جناب سپیکر! بجٹ پیش ہونے کے بعد اخبارات میں لوگوں نے اپنی اپنی رائے لکھی اس پر اداریے بھی آئے اور میں ایک اداریہ بھی پڑھنا چاہوں گا اور اس بارے میں کل جناب قائد ایوان نے فرمایا تھا اس کی تائید بھی کرنا چاہوں گا کہ جو ہمارے ممبران کو ڈویلپمنٹ فنڈز دیے جاتے ہیں اس بارے میں غلط تاثر دیا جاتا ہے۔ لیکن لوگ جو سوچتے ہیں اس بارے میں میں بتاتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت کو ترقیاتی اخراجات پورے کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وسائل کی ضرورت ہے اور جب عوام صحت، صفائی، تعلیم اور مواصلاتی سہولتوں کی فراہمی کا مطالبہ کرتے ہیں تو پھر انہیں ٹیکس بھی دینے چاہئیں تاکہ یہی وسائل تعمیر و ترقی کے منصوبوں پر خرچ کیے جا سکیں۔ مگر اس امر کا لحاظ بہر حال رکھا جانا چاہیے کہ ٹیکس ان لوگوں پر لگائے جائیں جو ادائیگی کی صلاحیت رکھتے ہیں مگر جناب سپیکر! یہ جو ایک تاثر بد قسمتی سے ہمارے بارے میں ہے کہ وہی طبقہ اسمبلیوں پر قابض ہے جو قوم سے صرف لینا جانتے ہیں دینا اس کی سرشت میں شامل نہیں ہے۔ اس لیے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ ٹیکسوں کے بوجھ تلے دب کر عام شہری کی کیا حالت ہو گئی ہے؟ پنجاب کے بجٹ میں ارکان اسمبلی کے حلقوں میں فی کس 2 کروڑ کے فنڈز مختص کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ کی بات کی تائید جہاں اپنی جگہ پر ہے وہاں اس حقیقت کا اعلان کرنا بھی بڑا ضروری ہے کہ یہ فنڈز جو ترقیاتی فنڈز کے نام پر اراکین اسمبلی کو دیے جاتے ہیں۔ اراکین اسمبلی صرف اپنے حلقہ کی سکیموں کی نشاندہی کرتے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو شخص وہاں پر رہنے والا ہے، جسے وہاں کی نمائندگی کا اعزاز ملا ہے، بہر حال وہ کسی بھی دوسرے شخص سے بہتر طریقے سے اپنے حلقہ کے مسائل کے مطابق اپنی سکیم کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ نئے بجٹ میں غیر منقولہ جائیداد پر ڈیوٹی کی

شرح میں اضافہ کر کے عام شہری کی مشکلات میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جائیدادوں کی خرید و فروخت کرنے والوں پر ٹیکس عائد کرنے کی وجہ سمجھ میں آتی ہے لیکن اپنی ضرورت کے تحت جائیداد خریدنے یا فروخت کرنے والوں پر بوجھ ڈالنا مناسب نہیں ہے۔

اس کے بعد پھر یہ جھولوں والے پارک میں داخلے، جہاں پر لوگ اور عام آدمی اپنے بچوں کو لے جاتا ہے ان پر بھی یہ ٹیکسز لگا دیے گئے ہیں۔ حد یہ ہے کہ سینما کی ڈیوٹی پر کمی کر دی گئی ہے لیکن پارکوں پر ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ اول تو صوبے میں پارکوں کی تعداد ہی اتنی ہے کہ شہریوں کے لئے ان کا رخ کرنا کار دارد ہے۔ اوپر سے ان میں داخلہ بھی مشکل بنایا جا رہا ہے۔ یہ قدرت کے عطیے یعنی تازہ ہوا میں سانس لینے کے حق سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ اصولی طور پر تو پارکوں میں داخلے کی غیر مناسب اور غیر منصفانہ فیس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے اور پارکوں کو آمدنی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔

جناب والا! میں کچھ جلدی جلدی میں عرض کروں گا کہ یہ جو شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ "جی لوکاں نوں کیہ پتا ہے گا" شاہ صاحب! لوگوں کو بہت کچھ پتا ہوتا ہے۔ پھر یہ کس طریقے سے ہمارے جو غیر ترقیاتی فنڈز بڑھائے گئے ہیں۔ ان کو چھپانے کے لئے اتنی خوبصورت تحریر اور تقریر ہمیں پڑھ کر سنائی گئی ہے۔ اب جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ مجھے احساس ہے وقت کی اتنی قلت ہے کہ میں بہت سے چیزیں کٹ موشنز میں گزارش کرنا پسند کروں گا۔

جناب سپیکر! میں نے سپلیمنٹری جسٹ پر بھی یہ بات کی تھی اور آج پھر اپنی اس بات کو دہراتا ہوں کہ deficit budgeting میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیوں اس حقیقت کا اعتراف کرنے سے گھبراتے ہیں۔ جس وقت صوبوں پر اربوں روپے کا قرض ہو اور وہ صوبہ اربوں روپیہ ان قرضوں کے سود کی ادائیگی میں اپنے جسٹ میں سے پیسے نکال رہا ہو تو پھر اس میں یہ کہنا کہ ہم نے surplus budget دیا ہے۔ جناب سپیکر! جن حالات میں یہ جسٹ پیش کیا گیا اس نے اس کی ایک چھوٹی سی تصویر پیش کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پنجاب میں رہنے والوں کی بنیادی ضرورت پوری ہو گئیں ہیں؟ جس صوبے میں لوگوں کے لئے پینے کا پانی نہیں ہے وہاں surplus budget کی بات ہوتی ہے۔ جس صوبے میں بچیوں کے سکولوں کی چار دیواریاں نہیں ہیں۔ وہاں پر surplus budget کی بات ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم نے saving in grant میں سے پیسے پورے کر لئے ہیں۔

جناب والا! میں اس ایوان کی وساطت سے اپنا یہ جو کیس ہے بلکہ میں اسے مقدمہ کہوں گا عوام کے سامنے پیش کرتا ہوں اور استغاثہ کے گواہ کے طور پر میں حکومتی ارکان کے نام تجویز کرتا ہوں۔ یہ ضرور ہو گا

کہ وہ جسٹ کی تقریر میں وزیر اعلیٰ، وزیر خزانہ، وزیر اعظم کی طرح سے یہ ضرور کریں گے لیکن جہاں پر میری گواہی شروع ہو گی لیکن اگر اور مگر کے بعد وہ جو باتیں کریں گے وہ سب ہماری اس چیز کی تائید میں ہوں گی کہ یہ جو ہمارے سامنے اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں ان میں کوئی حقائق نہیں۔

(۱۷) جناب سپیکر! یہ اتنی مشکل اردو پتا نہیں کس نے لکھی ہے؟ اور کس کے لئے لکھوائی گئی ہے؟ میں اس اردو کے حوالے سے ان کے آئی جے آئی کے صدر اور وزیر اعظم کا ایک واقعہ ہے یا لطیفہ ہے وہ ان کو سنانا چاہتا ہوں۔ شاہ صاحب کی تقریر سننے کے بعد جو میرے ذہن میں آیا ہے انہوں نے آئی جے آئی کی میٹنگ میں یہ سنایا تھا کہ ایک ان پڑھ آدمی کی شادی ایک پڑھی لکھی خاتون سے ہو گئی تو اس محترمہ نے ایک دن ایک شعر اس آدمی کو سنایا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیسا شعر ہے تو اس آدمی نے یہ جواب دیا کہ "شعر دا تے مینوں نہیں پتا پر مینوں انہاں احساس ضرور ہو گیا اے پئی توں میرے نال وسنا نہیں"۔ جناب سپیکر! جب یہ اس قسم کی گڑبڑ وہ جسٹ میں کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس قسم کی شاعرانہ اور افسانوی تقریریں ہوں گی تو مجھے بھی اب یہ احساس ہونا شروع ہو گیا ہے کہ اب اس حکومت نے پنجاب کو عوام کے ساتھ زیادہ دیر تک وسنا نہیں ہے۔

جناب سپیکر! یہ محترم شاہ صاحب کی جو تقریر ہے وہ میرے پاس موجود ہے انہوں نے صفحہ نمبر 1 پیراگراف نمبر 4 میں لکھا ہے کہ "ماضی کی محرومیاں"۔ 1977ء کے بعد اس صوبے پر فرشتوں کی حکومت رہی۔ فرشتے یہاں سے promote ہو کر بڑے فرشتے بن گئے اور اس سارے عرصے کے دوران انہی بچوں سے انہی محرومیوں کا ذکر ہوتا رہا لیکن اس وقت ان بچوں کی کسی بات کو یہ نہیں کہا گیا کہ یہ درست ہیں اور واقعی اس سلسلے میں کچھ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ وزیر خزانہ کی طرف سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ماضی کی پالیسیوں کے نتیجے میں صوبہ پنجاب محرومیوں کا شکار ہے۔

جناب سپیکر! یہ صفحہ نمبر 2 پر لکھا ہے کہ "کہ اس تخمینہ میں نیشنل فنانس کمیشن کے ایوارڈ کے مطابق وفاقی حکومت کی طرف سے ہمارے حصے میں اتنی رقم شامل تھی۔ جسٹ منظور ہونے کے بعد دو قدم بھی نہیں چلے تھے کہ تنخواہوں اور پنشن میں اضافے کا مژدہ سنایا گیا روایت اور اصول تو یہ تھے"۔ جناب سپیکر! میں یہ دہراؤں گا کہ "روایت اور اصول تو یہ تھے" کو اس اضافے کا ابتدائی خرچ وفاقی حکومت خود برداشت کرتی لیکن وعدے کے برعکس گرانٹ دینے سے ہاتھ کھینچ لیا گیا"۔

جناب سپیکر! یہ ایک بات تو اپنی جگہ لیکن اس میں آج میں وزیر خزانہ سے اور جناب قائد ایوان سے مطالبہ کروں گا کہ پنجاب کا ایک جو حق تھا اس حق کو لینے کے لئے آج سے دو سال پہلے وزیر خزانہ کو یاد ہو گا کہ یہ خود رات کو گاڑیاں بھیج کر جرنلسٹوں کو بارہ ایک بجے گھروں سے بلا کر پریس کانفرنسیں کیا کرتے تھے۔ وہ ائیر

پورٹ پر پریس کانفرنسیں کیا کرتے تھے۔آج اس پنجاب کے حقوق پر اتنا بڑا ڈاکہ ڈالا گیا ہے۔اربوں روپے سے اس پنجاب کو محروم کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر!آج یہ بات کیوں نہیں کی گئی اور پھر اس وفاقی حکومت کے وعدوں پر اعتبار کرتے ہوئے ہمیں ایک مثالی 85 کروڑ روپے کی اے ڈی پی کی نوید سنادی گئی۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ جس وقت مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اس وقت بھی اس قسم کی صورتحال پیدا ہوئی تھی اور مرکزی حکومت نے یہ درخواست کی تھی کہ اس سال مرکز پر پریشر ہے ہم آپ کو دیں گے لیکن اگر ایک سال آپ اس کو اپنے وسائل سے accommodate کر لیں تو ہم اگلے سال آپ کو اس کے لئے compensate کر دیں گے۔ لیکن 14,14 گھنٹوں کی میٹنگیں ہوتی رہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ٹھیک کیا تھا لیکن وہی exercise کیوں نہیں دہرائی جاتی اور پنجاب کے عوام اور پنجاب کے حقوق کا مطالبہ اتنے زور و شور سے آج کیوں نہیں کیا جاتا۔اگر میاں نواز شریف وزیر اعظم بن گئے ہیں تو ان کی وزارت عظمیٰ کو چلانے کے لئے پنجاب کے عوام کا گلہ کیوں گھونٹا جا رہا ہے اور گلہ گھونٹنے کی اجازت پنجاب کے وزیر اعلیٰ کیوں دے رہے ہیں۔ Supplementary Demand میں انہوں نے ہم سے پیسے مانگے اور پنجاب اسمبلی نے او کے کر دیا۔ میں جناب والا! یہ مطالبہ ضرور کروں گا کہ یہ کم از کم اس بارے میں وضاحت کریں کہ آیا ہمارا یہ مطالبہ مرکزی حکومت سے ابھی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے categorically Yes or No میں کوئی جواب دیا ہے ۔جناب سپیکر! صفحہ نمبر 3 پر پیرا نمبر 8 میں انہوں نے لکھا ہے "کہ اس مالیاتی نظم و ضبط کی نہ صرف وزیر اعظم پاکستان نے تعریف کی"۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کیا ہے میں پھر کنسورٹیم اور سوشلزم پروگرام کی بات کروں گا کہ یہ ہے کیا اس کے لئے فنڈز کہاں سے آئیں گے اور ان کی Donor agencies نے کیا شرط رکھی ہے انہوں نے صرف ایک ہی شرط رکھی ہے کہ آپ اپنا financial discipline ٹھیک کریں اس indisci-pline کو وہ discipline نہیں مانتے جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے جس میٹنگ کی بات کی وہ انجمن ستائش باہمی کی میٹنگ تھی جنہوں نے وزیر اعظم کی تعریف کی اور اجلاس ختم ہو گیا۔ جناب والا! جہاں تک مجھے یاد ہے پاکستان کی تاریخ میں وہ مختصر ترین اجلاس تھا وہ انجمن ستائش باہمی کی میٹنگ تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے جانے سے پہلے وہاں فیصلے ہو چکے تھے حالانکہ یہ اتنا اہم فورم ہے کہ اس کی سال میں دو دفعہ میٹنگز ہوتی ہیں لیکن یہ ہمارے صوبائی حقوق کے نمائندے وہاں پر گئے مگر ان کے جانے سے پہلے فیصلے ہو چکے تھے انہوں نے اپنی نوکری پکی کی سلام کیا "لو۔ کے" کیا اور واپس تشریف لے آئے اور وہ اجلاس مختصر ترین تھا، جو ایک گھنٹے میں یا سوا گھنٹے میں ختم ہو گیا۔

جناب سپیکر! اس ایوان میں ایک اور صاحب تھے جن کا نام تو مجھے معلوم نہیں ہو سکا وہ اس پوری تقریر کے دوران اپنی طرف سے کوشش کرتے رہے کہ ایوان میں تالیاں بجتی رہیں جس سے کم از کم یہ احساس ہو کہ اس جٹ presentation کو بڑا response مل رہا ہے۔ اور وہ صاحب اس لیے یہ سب کچھ کر رہے تھے کہ اس دن یہ پروگرام live دکھایا جا رہا تھا اور جناب والا! ایک کونے سے مسلسل آوازیں آ رہی تھیں "تالیاں، تالیاں"۔ شروع شروع میں کچھ لوگوں نے تالیاں بجائیں لیکن اس کے بعد وہ بھی مایوس ہو کر بیٹھ گئے اور وہ اس لئے مایوس ہو کر بیٹھ گئے کہ صفحہ نمبر 2 پر یہ لکھا ہوا ہے کہ "مرکزی حکومت نے وعدے کے برعکس گرانٹ دینے سے ہاتھ کھینچ لیا" اور صفحہ 4 پر یہ لکھتے ہیں کہ "وفاقی حکومت نے ہمیں تعاون کا یقین دلایا ہے"۔ جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ اس وقت ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ میں ان کی خدمت میں یہ شعر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

غالباً یہ شعر بھی ان ہی مواقع کے لئے لکھا گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وزیر خزانہ ضرور انہیں یہ بتا دیں گے جناب سپیکر! صفحہ نمبر 5 پر انہوں نے لکھا ہے کہ وسائل اپنے 75 کروڑ روپے کی میچنگ گرانٹ۔۔۔۔

جناب سپیکر یہ 175 کروڑ کا جو surplus بتایا گیا ہے اس میں یہ 75 کروڑ کی تو سمجھ آتی ہے کہ یہ میچنگ گرانٹ اس میں ڈال دی گئی ہو لیکن 100 کروڑ کے بارے میں میں نے بڑی کوشش کی ہے کہ پتا لگ جائے کہ انہوں نے اسے کہاں سے نکالا تھا اور اس سلسلے میں شاید وزیر خزانہ میری رہنمائی فرمائیں۔

جناب سپیکر! انہوں نے صفحہ نمبر 6 پر محکمہ انہار کے سسٹم کی improvement کی بات کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ "حکومت نے اب فیصلہ کیا ہے کہ محکمہ پبلک ہیلتھ اس کا مکمل انتظام سنبھالے کیونکہ یہ اثاثے عوام کو مکمل فائدہ نہیں پہنچا رہے"۔ اور اس کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے 20 کروڑ اور 50 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور 8 روپے ماہانہ فی گھر Service charge لگایا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں اس بارے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ تجویز اپنی جگہ پر بہت اچھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جاری اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ہماری لوکل کونسلیں کسی بھی وجہ سے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتی اور اس قسم کے جو منصوبہ جات ہیں وہ پبلک ہیلتھ کے کنٹرول میں دئے جاتے ہیں لیکن جناب سپیکر! یہ جو لکھا گیا ہے کہ آٹھ روپے ماہانہ فی گھر Service charge لگایا گیا ہے مجھے پھر افسوس ہو رہا ہے کہ میں شاہ صاحب کو ہی کہے جا رہا ہوں مگر میں جٹ بنانے والوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سروس چارج 15 سے 20 روپے تک پہلے سے ہی لوگوں سے وصول کیا جا رہا ہے اور یہ پبلک ہیلتھ والے وصول کر رہے ہیں جہاں پر وہ اپنی سکیمیں چلا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میرے حلقہ نیابت کے لوگوں نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے اور یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہاں کھڑا ان کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میرے ہی حلقے میں ایک گاؤں ہے جس کا نمبر 45 ہے۔ وہاں کے لوگ service charges بھی دے رہے ہیں جبکہ وہاں آپریٹر بھی ہے، ٹیوب ویل بھی ہے، وہاں پر ٹینکی بھی بنی ہوئی ہے کنٹرول بھی پبلک ہیلتھ کا ہے لیکن پھر بھی وہاں کے لوگ پینے کے پانی سے محروم ہیں۔ تو جناب سپیکر! یہ محکمے کی کارکردگی ہے اور یہ علم کا عالم ہے کہ جس مد میں اور جہاں جہاں یہ سہولت مہیا کی گئی ہے وہاں پر لوگوں سے پہلے ہی ان کی بتائی ہوئی رقم سے زیادہ رقم وصول کی جا رہی ہے۔

جناب والا! انہوں نے پولیس کے لیے لکھا ہے کہ "فرائض کی بجاآوری میں خون کا نذرانہ پیش کرنے سے گریز نہیں کیا"۔ جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ اس سیشن کے آغاز میں ہم نے اس ایوان میں ایک قرارداد متفقہ طور پر محکمہ پولیس کے ان شہداء کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے منظور کی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسے افراد نہ صرف اپنے محکمہ کے لئے بلکہ پورے معاشرے کے لیے ایک مثال بن جاتے ہیں اور خاص طور پر پاکستان میں اور پنجاب میں ایک ایسے محکمے میں جس کے بارے میں ذکر خیر بہت کم کیا جا سکتا ہے اس میں ایسے لوگوں کی اپنی جان کی قربانی دینا یہ اتنا بڑا کام ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے لیکن ضرورت اس چیز کی ہے کہ ان کی قربانی کو مشعل راہ بنا کر باقی محکمہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں اس spirit کا اظہار کرے جس کے لئے ان کے ساتھیوں نے اپنی جان کی قربانی کی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہو رہا کہ وہ لوگ اپنی جان دے گئے اور جو پیچھے رہ گئے وہ ان کی قربانی کو جواز بنا کر اپنے لئے مزید پیسے مانگ رہے ہیں۔ جناب سپیکر! آج کے اخباروں میں اسلام پورہ کے کیس کا ذکر ہے۔ اس کو ایک سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے اور ابھی تک ان 13,12 بے گناہ معصوم شہریوں کی جان لینے والوں کا دور دور تک کوئی trace موجود نہیں ہے۔۔۔۔۔

جناب سپیکر! میں شاہ صاحب کی خدمت میں ایک کالم پیش کرنا چاہتا ہوں۔ روزنامہ "نوائے وقت" میں ایک columnist نذیر ناجی صاحب ہیں۔ ہم سے تو وہ کافی عرصہ سے اکثر ناراض رہتے ہیں پولیس والوں سے اور آئی جے آئی والوں سے ان کی بڑی دوستی ہے اور گاڑیوں کے معاملے میں بھی ان کا ذکر ایک دفعہ اس ایوان میں ہو چکا ہے۔ انہوں نے کچھ خاکے لکھے ہیں جن کو میں شاہ صاحب اور اس ایوان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ "ایک آدمی گاڑی پر جا رہا ہے۔ ناکے پر اس سے ہمارے مجاہد پوچھتے ہیں کہ تمہارے پاس موٹر کے کاغذات ہیں وہ دکھا دیتا ہے۔ تمہارے پاس شناختی کارڈ ہے، وہ دکھا دیتا ہے، تمہارے پاس پاسپورٹ ہے، وہ بھی دکھا دیتا ہے، تمہارے پاس کوئی رہائش کا ثبوت ہے وہ آدمی مکان کے

کرایہ نامہ کی فوٹو کاپی دکھا دیتا ہے۔ تو وہ حوالدار سے کہتا ہے کہ لوئے یہ آدمی اتنی تیاریاں کر کے نکلا ہے ضرور اس میں کوئی شک ہے۔ اس کو لے جائے اس کی تفتیش کرنی پڑے گی۔

جناب والا! اس کے بعد کسی justification کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد ایک اور ناکہ آتا ہے انہوں نے اس آدمی سے پوچھا اوئے تم نے شراب پی ہے۔ ہاں جناب شراب پی ہے۔ پوچھا کتنی؟ اس نے جواب دیا آدھی بوتل۔ باقی شراب کہاں ہے؟ جناب والا! آگے ایک خاکہ ایسا ہے۔ جسے ان اخراجات کی demand کے لئے شاہ صاحب شاید مانگیں۔ گاڑی کے کاغذات مانگے۔ جواب دیا کہ نہیں ہیں۔ تمہارے پاس لائسنس ہے؟ جواب دیا نہیں ہے۔ ریڈیو لائسنس ہے؟ نہیں ہے۔ تمہارے پاس ہے کیا؟ تو ڈرائیور نے کلاشنکوف نکال کر دکھائی۔ مجاہد نے اسے سلوٹ مارا اور اسے کہا کہ جناب والا! آپ جائیں۔ یہاں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ذکر ضرور کرنا چاہیے کہ آج کل جو جرائم پیشہ لوگ ہیں اور ان کے پاس جس قسم کے weapons موجود ہیں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ جو ڈنڈا مار رائفل ہے یہ کام نہیں دیتی۔ اور پھر میں اپنی پہلی بات پر آجاؤں گا کہ it is not the gun, it is man behind the gun

جناب والا! جب ہم ایسے لوگوں کو rules relax کر کے بھرتی کریں گے۔ جنہوں نے پیپلز پارٹی کی چالی مروڑنے کے لئے کسی ضلع میں کوئی بڑی خوبصورت خدمات انجام دی ہوں گی۔ اس کے بیٹے کو تو ہم direct انسپکٹر بھرتی کر لیں گے اور وہ اپنی مرضی کی posting لے گا۔ اگر ڈی آئی جی نہیں مانے گا، آئی جی نہیں مانے گا تو وہ وزیر اعلیٰ سے کروالے گا اور جناب والا! ایسا ہو رہا ہے۔ میں کٹوتی کی تحاریک میں اس پر تفصیل سے بات کروں گا۔ پھر اس وقت ایسے واقعات ہوں گے جیسے Liberty میں ہوتے ہیں اور وزیر اعلیٰ پنجاب، جس کا بہت بڑا دفتر ہے، کی بے بسی اور بے کسی کا یہ عالم ہو گا کہ وہ اس ہاؤس میں اس ایوان کو اور پنجاب کے عوام کو تفصیلات بتانے پر مجبور ہو گا۔ ہم کیوں یہ فیصلہ نہیں کر لیتے کہ بھرتی کرتے وقت اور پولیس کی ٹریننگ کرتے وقت ہم ایسے measures لیں جن سے ہم اس محکمے کو عوام کا محافظ بنائیں، عوام کا دوست بنائیں اور اس محکمہ میں اس قسم کے لوگوں کا داخلہ بند کریں۔ آئی جی اور ڈی آئی جی کو اپنے محکمہ کی حد تک خود مختار بنائیں۔

جناب والا! ایک پرانی کہاوت ہے کہ "بچوں کو سونے کا نوالہ دو یہ ان کا حق ہے"۔ پولیس کو بھی سونے کا نوالہ دو یہ ان کا حق ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے شیر کی آنکھ سے دیکھو اور جناب والا! شیر کی آنکھ سے دیکھنے کے لئے اپنے دامن پر کوئی داغ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ہم لوگ اپنی حدود کے اندر رہیں۔ میں یہاں پر ایک شعر عرض کرنا چاہوں گا، پلاٹوں کی بات ہوتی رہتی ہے، ٹھیکوں کی بات ہوتی رہتی ہے، ملوں کے

پر مٹوں کی بات ہوتی رہتی ہے۔

دامانِ قناعت کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہو سکتے ہیں دھبے نہیں ہو سکتے

دھبوں سے پاک دامن بنایئے پھر کوئی justification بن سکے گی ان محکموں کو اتنے فنڈز دینے کی۔ اس کے بعد پھر آگے اتنی مشکل اردو ہے اور صفحہ نمبر 4/12 پر انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارے وعدے ہمارے ایمان کا حصہ ہیں میں یہ ضمن بھول گیا ہوں اور اس ضمن کو ڈاکٹر افضل اعزاز پر چھوڑتا ہوں کہ ان کے وعدوں کا، ان کے ایمان کا کیا بنا۔ جناب سپیکر! صفحہ نمبر 9 پر انہوں نے زرعی شعبے کی بات کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ محترم وزیراعظم پاکستان نے باکمال مہربانی اپنی سربراہی میں یعنی Agriculturists کی ایک demand پیش کی جاتی ہے۔ جو اس ملک کی majority ہے جن کی محنت پر اس ملک کے مستقبل کا دارومدار ہے۔ وہ جب وزیراعظم کے ساتھ بات کرتے ہیں کہ جناب مارے گئے، لٹ گئے، برباد ہو گئے، تباہ ہو گئے۔ تو وزیراعظم کرتے کراتے کچھ نہیں بلکہ ایک کمیٹی بنا دیتے ہیں۔ صدر ایوب کے زمانے میں یہ لطیفہ چلا تھا کہ جس کام کو کسی لمبے چکر میں ڈالنا ہو اس کی کمیٹی بنا دو اور انہوں نے بھی اس کی کمیٹی بنائی ہے لیکن لکھا ہے کہ باکمال مہربانی یعنی یہ ان کی مہربانی ہے۔ شاہ صاحب خدا کے لئے انگریزوں کا زمانہ اب گزر چکا ہے۔ تقریریں لکھنے والوں کو اتنی تاکید ضرور کریں کہ یہ جمہوری دور ہے۔ اس میں وزیراعلیٰ یا وزیراعظم سے کوئی بات کی جاتی ہے تو اسے اس طرح نہ لکھا جائے۔ کیونکہ کچھ کرنے کرانے کی بات تو اس طرح ہے کہ :

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

جناب سپیکر! صفحہ نمبر 29 پر انہوں نے جو subsidy کم کرنے کی تفصیل بتائی ہے۔ اس بارے میں کچھ اظہار خیال کروں گا کہ زرعی شعبے کی مشکلات میں اضافہ اس وقت ہوا جس وقت اس ملک میں نگران حکومت کے وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق تھے اور انہوں نے کس نیت اور طریقے سے قوم کو اس جال میں پھنسایا تھا۔ جناب سپیکر! اس میں ایک بہت اچھی بات بھی پہلی دفعہ کی گئی ہے کہ ہر علاقے کے حساب سے زراعت کے شعبے میں fertilizer کا متوازن استعمال کیا جائے۔

جناب سپیکر! مجھے یاد ہے کہ میں نے پچھلے سال بجٹ تقریر میں یہ تجویز اسی ایوان کے سامنے پیش کی تھی کہ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ محکمہ زراعت کی طرف سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ایک ٹیپ چلتی ہے کہ اتنی کھاد فلاں فلاں وقت میں ڈالی جائے۔ حالانکہ ہر soil کے اپنے اپنے chemicals ہوتے ہیں اور ایک ہی قسم کی کھاد کے مسلسل استعمال سے اس زمین کا اثر اور وہ چیزیں جو فصل کی productivity میں مدد کرتی

ہیں وہ damage ہو جاتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھی چیز اس مرتبہ شروع کی گئی ہے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس انداز سے ہمارے ملک میں مسائل کو فیک اپ کیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے ہر وہ شخص جو مال روڈ پر آکر ٹائر جلا سکتا ہے اس کی بات حکومتی ارکان خود جا کے سنتے ہیں اور جو مال روڈ پر آکر ٹائر نہیں جلا سکتا اس شعبے کی بات سننے کے بعد اگر کمیٹی بنا دی گئی ہے تو ان کی بڑی مہربانی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ بات عرض کرنا چاہوں گا کہ زرعی ترقیاتی بنک کی طرف سے واجبات کی وصولی کا آج کل بڑا زور و شور ہے۔ اس میں ایک بڑی عجیب بات یہ ہے کہ اگر کسی نے financial discipline پہلے جمع کرا دی ہے اور اگر کچھ سود بھی ادا کر دیا ہے لیکن اگر کچھ سود کی رقم رہتی ہے تو اسے اپنے طریقہ واردات سے وصول کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اگر کسی نے اصل رقم بھی جمع نہیں کرائی ہے تو اسے یہ کہا جاتا ہے کہ تم اصل رقم جمع کرا دو باقی جو سود ہے وہ معاف کر دیا جائے گا۔ میں یہ چاہوں گا کہ وزیر خزانہ اے ڈی بی پی والوں سے بھی بات کریں کہ جس شخص نے اصل رقم جمع کرا دی ہے اور کچھ سود بھی جمع کرا دیا ہے اس کو بھی باقی لوگوں کے ساتھ یہ سہولت ملنی چاہیے کہ اس کا باقی سود بھی معاف کر دیا جائے اور اسی طرح ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی کی ڈویلپمنٹ کے لئے جو قرضہ لیا جاتا ہے اس پر کوئی رعایت نہیں دی جاتی بلکہ اس پر سود مرکب وصول کیا جاتا ہے لیکن ساڑھے بارہ ایکڑ سے زیادہ اراضی کے مالک کو رعایت دی جاتی ہے اور اگر وہ مقامی طور پر بنے ہوئے آلات خریدے تو اس سے آٹھ فی صد شرح سے سود وصول کیا جاتا ہے۔ جب کہ ہمارے ہاں اکثریت ساڑھے بارہ ایکڑ تک یا اس سے کم اراضی کے مالکان کی ہے۔

جناب سپیکر! صفحہ 13 پر بلدیاتی اداروں اور ان کی کارکردگی کے متعلق دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں جناب اصغر گجر کی ایک تحریک استحقاق بھی معرض التواء میں رہی ہے۔ میں یہ بھی ڈاکٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس سلسلہ میں ضرور کچھ ارشاد فرمائیں۔ اسی طرح صفحہ نمبر 15 پر آبپاشی کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ نہریں بنیں گی اور نہروں اور راجباہوں کی چنگی کی جائے گی۔ جناب والا! بات پھر اسی طرف آجاتی ہے کہ ان کے لیے وسائل کی فراہمی کیسے ہو گی۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہ نو دس ارب روپیہ کا منصوبہ ہے اور ماشاء اللہ ہمارا financial discipline ہے اور جس انداز سے ہمارا غیر ترقیاتی اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں اور ترقیاتی کاموں کے لئے ہم گپ شپ سے وقت گزارتے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی کو تحفظ دینے کے لئے ساری کہانیاں سنائی گئی ہیں۔ اس کے بعد صفحہ 17 پر لیبر کالونیز کی بات کی گئی ہے تو میں اپنے مشاہدے کی بات یہاں کرنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کی جن کی مہربانی سے میں یہاں کھڑا ہو کے بات کر رہا ہوں میرے حلقے میں بھی لیبر کالونیز بنائی گئی ہیں۔ میرے حلقے سے ایک سڑک شاہ پور کی طرف جاتی

ہے وہ سیم کا علاقہ ہے۔ اس میں 1990ء کے الیکشن میں لوگوں کو یہ بتایا گیا کہ ہم آپ کے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ حسب معمول گپ لگانے کا طریقہ واردات جو آئی جے آئی کا معمول رہا ہے اور آج بھی ہے وہاں کالونیز بنائی گئیں۔ کسی کی چھت نہیں ہے، کسی کی کھڑکی نہیں ہے اور آج تک وہاں پر آبادی نہیں ہو سکی۔ کھمبے لگے ہوئے ہیں لیکن تاریں اور بجلی نہیں ہے اور پھر آخر کار یہی ہو گا کہ اس کا سارا پیسہ self improvement میں چلا جائے گا۔ صفحہ 20 پر بیرونی امداد سے مڈل سکولنگ پراجیکٹ شروع کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! مجھے یاد ہے اور وزیر خزانہ کو بھی یاد ہو گا کہ اس ایوان میں جناب قائد ایوان نے بات کرتے وقت پرائمری سکولوں کے لئے بیرونی امداد کی بات کی تھی۔ اس کے بعد ایک لمبا چوڑا پیج دیا کہ سکول بنیں گے ، اتنے لڑکوں کے سکول اور اتنے لڑکیوں کے سکول ہوں گے، لیکن ایک سال گزرنے کے بعد آج ہم اسی جگہ کھڑے ہیں جس جگہ اس وقت کھڑے تھے۔ جب ایوان میں بیرونی امداد سے یہ پروگرام چلانے کا ذکر کیا گیا تھا۔ جناب سپیکر! کل یہاں وزیر اعلیٰ نے جو بات فرمائی تھی اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں انہوں نے یونین کونسلوں، ٹاؤن کمیٹیوں اور میونسپل کمیٹیوں کو کچھ ہدایات جاری کرتے وقت یہ فرمایا تھا کہ اگر خود انحصاری اختیار نہ کی گئی تو خود مختاری برقرار نہیں رکھی جا سکتی۔ جناب والا! میں اس جملے کے حوالے سے اس قسم کی سکیموں کے بارے میں اپنے شکوک کا اظہار کرتا ہوں۔ بیرونی امداد کے ساتھ کچھ پابندیاں اور کچھ شرائط بھی ہوتی ہیں۔ اور سب سے بڑی جو شرط ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ financial discipline ہو۔ اگر financial discipline نہ ہوتا اور اگر ہم نے ان کی شرائط کے تحت ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کو متوازن کر لیا ہوتا تو اسی صورت میں یہ منصوبے پروان چڑھ سکتے۔ اس طرح صفحہ 23 پر ترقیاتی اداروں کے بارے میں دیا گیا ہے۔ آج کا دن بھی ایل ڈی اے کے حوالے سے گزر گیا۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کٹوتی کی تحاریک پر بات کروں۔ جناب سپیکر! اب میرے سامنے قرطاس ابیض ہے۔ جناب والا! ہمیں جو اپنے وسائل کا سنہرا خواب دکھایا جاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت آپ ذرا ڈویلپمنٹ اکاؤنٹس پر ملاحظہ فرمائیں۔ expenditures میں لکھا ہوا ہے 1050 کروڑ روپے۔ میں نے اس وقت بھی یہ کہا تھا کہ حضور آج تو گپ سے کام چل جائے گا لیکن یہ ہو نہیں سکے گا۔ اور revised میں انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ وہ 985.09 کروڑ روپے ہی خرچ کر سکتے تھے کیونکہ ان کے پاس وسائل دستیاب نہیں تھے۔ پھر Net Capital Receipts میں 13 کروڑ۔ اس کے بعد 33 اور اس کے بعد 36 ۔ یہ بھی financial discipline میں اس کی کارکردگی کا ثبوت ہے کہ مسلسل خسارے میں جا رہا ہے۔ اس دفعہ

اے ڈی پی کا ہمیں 1385 کروڑ دیا ہے۔ اور اس میں اپنے 1200 resources کروڑ بتائے ہیں۔ اور 185 operational short fall کروڑ۔ جناب سپیکر! جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ پنجاب کے بجٹ میں 1983-84ء سے ایک صاحب جو غالباً آج کل مرکز میں کسی جگہ پر سیکرٹری ہوں گے۔ وہ چیئرمین پی آئی ڈی ہوا کرتے تھے۔ یہ ہوائی انہوں نے اڑائی تھی اور یہ ایک ایسا خواب ہے جو اس عوام کو دکھایا جاتا ہے اور پھر پورا سال اس لفظ کا ذکر سننے میں نہیں آتا اور اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا اور صرف ان کو cover کرنے کے لیے یہ نہ آج تک کبھی اوپر سے ملی نہ آج تک کبھی یہ باہر سے ملی نہ آج تک کبھی یہ اندر سے ملی۔ کیونکہ اندر سے ملنے کی صورت تو یہی ہوتی ہے کہ ہم sources کو generate کریں اور ہمارے پاس اس کا ایک محدود میدان ہے جس میں ہم اپنے resources کو زیادہ generate کر سکتے ہیں۔ اس میں انہوں نے 175 کروڑ کی بات کی ہے۔ وزیر خزانہ کی تقریر کا جو صفحہ 5 تھا اس میں یہ گزارش کی تھی کہ یہ 75 کروڑ matching grant کے سمجھاتے ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں ڈویلپمنٹ اکاؤنٹ کی طرف آتا ہوں۔ یہ ذکر میں بار بار اس لیے کرنا چاہوں گا کہ ہمارے non- development expenditures میں جو اربوں روپے کا اضافہ ہے اور جس کی وجہ سے ہماری بیرونی امداد ہمارے آئی ایم ایف، والڈ بنک کے ساتھ معاہدے اس لیے خطرے میں پڑتے ہیں کہ وہ ہمیں یہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے ترقیاتی اخراجات بڑھائیں اور غیر ترقیاتی اخراجات کم کریں۔ اس میں انہوں نے Social Action Programme پروگرام کے لیے جو رقم رکھی ہے اور اسے اے ڈی پی کا حصہ بتایا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اخبار میں پڑھا تھا کہ دریشک صاحب نے پریس کانفرنس کی تو ان سے یہ پوچھا گیا تھا کہ Social Action Programme کی جو رقم ہے یہ ابھی فیڈرل گورنمنٹ اور باہر کی طرف سے مفروضے کے طور پر ہمارے پاس ہے اور اگر یہ رقم short ہو گئی تو آپ کا اے ڈی پی تو short ہو جائے گا۔ یہی بات میں کہنا چاہوں گا کہ اگر آج ہم Social Action Programme کی رقم 1385 کروڑ روپے سے نکالیں تو ہمارے اے ڈی پی کا جو اصل حجم ہے وہ 1051 کروڑ روپے رہ جاتا ہے اور جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک بونس دینے والی بات ہے کہ اگر ہم اس کی base پر اس کو کٹ کریں لیکن انہوں نے جو اپنے resource short fall نکال کر 1200 کروڑ روپے بتائے ہیں۔ اگر اس میں سے یہ Social Action Programme کی رقم نکال دی جائے تو اے ڈی پی کا حجم تقریباً 866 کروڑ رہ جاتا ہے۔ اب یہ Social Action Programme ہے کیا۔

جناب والا! میں اس معزز ایوان کا تھوڑا سا وقت لینا چاہوں گا۔ ایک کنسورشیم ہے جو پاکستان کو امداد

دیتا ہے۔ مختلف ترقی یافتہ ممالک کا گروپ ہے۔ آج سے غالباً دو تین سال پہلے اس کی میٹنگ ہوئی۔ اے جی این قاضی جو اس وقت پلاننگ کمشن کے ڈپٹی چیئرمین تھے وہ اس میٹنگ میں گئے۔ اس وقت انھوں نے ہم پر یہ پابندی لگائی تھی کہ اگر آپ اپنے بجٹ کا 30 اور 35 فیصد ٹیکس ترقیاتی پروگرام میں لگائیں اور غیر ترقیاتی بجٹ کو کٹ کر کے وہی رقم Social sector میں لگائیں تو پھر ہمیں باہر سے امداد ملتی رہے گی۔ ہم نے ان کی اس بات کو تسلیم کیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم نے ان کی طرف سے جو شرط مانی تھی، اس کے نتیجے میں ہمارے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ آپ کو یہ پیسے دیے جائیں گے۔ پہلے تو وہ پورا نہیں ہوا۔ ہم نے تو اربوں روپے کا اضافہ کر دیا، بجائے کم کرنے کے اور اس کے بعد ابھی پراجیکٹس بنیں گے۔ پراجیکٹس approve ہوں گے پھر ان کی financing کی سٹیج آئے گی۔ اور جس طریقے سے ہم اپنا غیر ترقیاتی بجٹ سالانہ بجٹ میں اور اس کے بعد ضمنی بجٹ میں بڑھاتے جا رہے ہیں مجھے یہ شک ہے کہ یہ رقم ہمیں نہیں ملے گی اور ضمنی بجٹ میں بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ 1050 کو کم کر کے revised میں 985 کروڑ رہ گئے تھے۔ اسی طرح ہمارا اے ڈی پی 866 کروڑ کا رہ جائے گا۔ اور صرف مفروضے کی رقم شامل کر کے اس ایوان سے تالیاں بجوائی گئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ کو پھر اس معزز رکن کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جنھوں پیچھے بیٹھے ہوئے بار بار اس ہاؤس کو یاد دہانی کرانا اپنا فرض سمجھا کہ تالیاں، تالیاں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد (سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بعد) میرے سامنے ہے Budget at a glance۔ کے سلسلے میں جو break up دیا گیا ہے اس میں ٹورزم کے لیے 25 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! پچھلے دو تین سالوں سے یہ ایک مسلسل عمل بنتا جا رہا ہے کہ ٹورزم کے لیے سالانہ بجٹ میں 25 لاکھ روپے رکھے جاتے ہیں اور اس کے بعد جب ضمنی گرانٹ اس ہاؤس کے سامنے آتی ہے تو Loan to Municipal Committees/Autonomous Bodies کے نام پر کروڑوں روپیہ۔ میں آج پھر اس ایوان میں کہہ رہا ہوں کہ یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ اس ادارے کے بنانے کا جو مقصد ہے اس کے ذریعہ سے REDCO کو جس طرح سے نوازا گیا ہے اور پتریانہ میں اس کے ذریعہ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس پر ہمارے حکمرانوں کی نظر ہے۔ حکومت پنجاب کے خزانے سے سڑکیں بنائی جائیں گی، اس مقام تک پہنچنے کے لیے محلی پہنچائی جائے گی۔ جس وقت یہ پورا ہو جائے گا تو پھر جو حال مسلم کمرشل بنک کے ساتھ کیا گیا ہے

جناب سپیکر! میں ساری چیزیں ایوان میں اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے بجٹ کے موقع پر بھی ہم نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا۔ ہماری بدقسمتی ہے خوشی نہیں کہ وہ صحیح ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس

ہے کہ وہ صحیح ثابت ہوئے ہیں اور آج بھی میں انھیں خدشات کا اظہار اس معزز ایوان میں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! White Paper کا صفحہ 11۔ میں پہلے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جن وعدوں پر ہمیں جینے کا یہاں پر مژدہ سنایا جاتا ہے، تخمینہ یہ تھا کہ فیڈرل گورنمنٹ 92-91ء میں 39.88 کروڑ روپے ٹرانسفر کرے گی لیکن revised budget estimate میں 28.09 دکھایا گیا۔ اب اخبارات میں یہ بات آئی تو اس وقت کہا گیا کہ یہ صحیح نہیں۔ اخبارات میں صحیح نہیں ہے۔ پریس کانفرنس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ تقریر میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اور یہ جو White Paper ہمیں پڑھنے کے لیے دیا گیا ہے جس کی base پر ہم سمجھتے ہیں کہ اس صوبے کا پورے سال کا کاروبار چلے گا یہ صحیح نہیں ہے۔ جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ صحیح کچھ بھی نہیں ہے۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ ہمارے financial discipline کی تعریف کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! اسی طرح انھوں نے 1992-93ء کا جھٹ تخمینہ 42,44.89 روپے کا بنایا۔ اسی طرح جب revised budget آئے گا اس میں سے بھی اتنی رقم ایک بلین کے قریب کم ہو چکی ہو گی اور اسے مانا نہیں جائے گا لیکن ان کے کاغذات ہی ان کو ان کی اپنی کہانی سنائیں گے۔ اب ٹیبل نمبر 3 میں فیڈرل ڈویلپمنٹ ٹیکسز کی طرف آتا ہوں۔ 92-1991ء میں سیلز ٹیکس 1060 کروڑ روپے ہے لیکن ہمیں 945 کروڑ روپے دیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ میں ان وعدوں کا ذکر کر رہا ہوں کہ جن وعدوں کا ذکر انہوں نے اپنی تقریر میں کیا ہے کہ ہمیں وفاقی حکومت کی طرف سے پورے تعاون کا یقین دلایا گیا ہے اور اس توقع پر سارے منصوبے پورے کر سکیں گے۔ اب ڈویلپمنٹ سرچارج اور نیچرل گیس یہ 92-1991ء میں 45.50 کروڑ روپے تھی اور اس سال 43.29 کروڑ روپے ہمیں ملے گی۔ جو پچھلے سال کی نسبت سے کم ہے۔ یہ کم کیسے ہوئی۔ جناب سپیکر! اس ایوان کے اراکین کو یاد ہو گا کہ بلوچستان میں کچھ عرصہ پہلے اندرونی حالات کی وجہ سے تقریباً 80 دن ہڑتال رہی۔ اس کی وجہ سے اس کی آمدنی کم ہوئی لیکن ان کی آمدنی کم ہونے کی بھی کوئی وجہ ہے لیکن یہ تقسیم میں ہمارے حصے میں سے کیوں کم کر دیا گیا ہے؟ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ میاں صاحب کو تو پنجاب کے سر پر وزارت عظمیٰ مل گئی اب اس کو برقرار رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پنجاب کو مسلسل قربانی کا بکرا بنایا جاتا رہے۔ یہ جو رقم کم ہوئی ہے یہ بھی ایک اسی کی مثال ہے اس کے صفحہ 10 پر جو Break up دیا گیا ہے یعنی جس تناسب کے حساب سے ہمیں رقم ملتی ہے جس وقت این۔ ایف۔ سی کا ایوارڈ آیا پورے ملک میں بڑے شادیانے بجائے گئے پھلجڑیاں چلائی گئیں اس کے پہلے صفحے پر لکھا ہوا تھا کہ نئی مردم شماری کی جائے گی اور جولائی 1992ء سے اس کی بنیاد پر وسائل کی تقسیم ہو گی۔ مردم شماری کروائی بھی گئی لیکن 1990ء الیکشن میں جھرلو پھیرنے کے لئے لاکھوں کی تعداد میں

اندرون سندھ اور پنجاب میں جعلی شناختی کارڈ بنائے گئے۔ جب مردم شماری ہوتی ہے تو وہ شناختی کارڈ والے بھی آجاتے ہیں اور جب ان کارڈوں کو شامل کر لیا جاتا ہے تو پاکستان کی آبادی ڈیڑھ گنا ہو جاتی ہے جس کو نہ تو کوئی پاکستان کے اندر ماننے کے لئے تیار ہے اور نہ ہی پاکستان کے باہر دنیا والے ماننے کے لئے تیار ہیں۔ پھر صدر پاکستان اپنا حق استعمال کرتے ہیں اور وہ اس مردم شماری کو روک دیتے ہیں لیکن یہ ایک آئینی ضرورت ہے جسے پورا کرنا ہے پھر دوبارہ مردم شماری کی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی چاہوں گا کہ ہمارے معزز وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ اس معاملے کو بھی ٹیک اپ کریں اور نئے سرے سے مردم شماری کے بعد وسائل کی تقسیم ہو گی تو یقیناً پنجاب کے حصے میں اضافہ ہو گا اور میں یہ مطالبہ بھی کرتا ہوں کہ یہ معاملہ بھی وفاقی حکومت کے ساتھ ٹیک اپ کیا جائے۔

جناب سپیکر! صفحہ نمبر 12 پر انہوں نے provinicial tax receipt کا break up دیا ہوا ہے۔ پچھلے سال متوقع آمدنی انہوں نے 497 کروڑ روپے بتائی تھی اور اس سال 623.37 کروڑ روپے بتائی ہے اب اگر اسے ہم زیادہ گنیں تو یہ 126.23 کروڑ ہے اور اگر revised estimate سے دیکھیں تو 532.34 کروڑ تھا تو پھر یہ رقم 91.13 کروڑ بنتی ہے۔ وزیر خزانہ کہہ سکتے ہیں کہ نئی ٹیکسیشن 91.13 کروڑ یہ ساری اس کی وجہ سے نہیں ہے لیکن میں ان کی اس بات سے سو فیصد اتفاق اس لئے نہیں کرتا کیونکہ ہمارے ہاں recovery کا process بہتر نہیں ہے۔ کہا تو گیا ہے کہ recovery کا process کچھ بہتر کیا ہے لیکن جناب والا! فیلڈ میں جو صورتحال نظر آتی ہے وہ اس کے برعکس ہے اور recovery صحیح طرح سے نہیں ہو رہی۔ یہ ایک others کے کالم میں 3.10 اور revised میں 2.42 یعنی اصل سے بھی کم دکھائی گئی ہے۔ یہ ایک ضمنی کالم اس لیے رکھا جاتا ہے کہ مقامی طور ہر کسی میلے میں کسی خاص دن کے اعتبار سے کچھ ٹیکس لگا دیے جاتے ہیں جس کے لئے یہ provision رکھی جاتی ہے جس سے ہمیں یہ ایڈیشنل آمدنی متوقع ہوتی ہے لیکن جناب والا! اس کے بغیر explain کی ہوئی ہیڈ میں اس دفعہ 52.53 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ ایسا آج تک نہیں ہوا اس میں دو تین کروڑ روپے کی رقم رکھی جاتی ہے۔ اب مجھے یہ سمجھ نہیں آتا اور میں پنجاب کے عوام کو یہ وارننگ دینی چاہتا ہوں کہ وہ اپنا بندوبست کر لیں۔ محکمے کو چھٹی دے دی گئی ہے کہ آپ نے 52 کروڑ روپے اکٹھے کرنے ہیں۔ یہ کہاں سے کرنا ہے؟ کیسے کرنا ہے؟ یہ اس محکمے کی sweet will ہے اور ماضی کی طرح اس سال بھی وزیر خزانہ کو پتا بھی نہیں ہو گا اور واردات ہو جائے گی۔ ان کے علم میں یہ بات اس وقت آئے گی جس وقت مال روڈ پر ٹائر جلنا شروع ہو جائیں گے۔ provided کہ انہوں نے کسی ایسے طبقے کو چھیڑ لیا۔ یہ ساری چیزیں مبہم ہیں اور unexplained expenditure اور unexplained

income resources ہیں۔ پھر یہ دعویٰ بھی کرنا کہ ہمارے financial discipline کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے ساتھ بھی اور پنجاب کے عوام کے ساتھ بھی زیادتی ہے یہ reciepts جو پولیس کی مد میں لکھی ہوئی ہیں 21.91 یعنی یہ جرمانے ہوتے ہیں یا ٹریفک رولز کی خلاف ورزی کے سلسلے میں جرمانے ہوتے ہیں۔ اس سال اس میں 23.29 کروڑ رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی پنجاب کے عوام کو ایک وارننگ ہے کہ یہ جرمانوں کا سال ہوگا۔ کیونکہ دو کروڑ روپے انھوں نے پہلے سے لکھ لیا ہے کہ ہم نے جرمانے کی مد میں زیادہ وصول کرنا ہے۔

جناب سپیکر! صفحہ نمبر 29 پر یہ ہمیں خوشخبری دی گئی ہے کہ 1010 کروڑ روپے کی حقیر سی رقم سود کی مد میں ادا کریں گے۔ جناب والا! یہ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ہے۔ انہوں نے اپنی اس الیکشن کی مہم میں عوام سے یہ کہا تھا کہ ہم اس ملک کو Islamize کریں گے اور پاکستان پیپلز پارٹی والے ملک میں کفر پھیلا رہے ہیں اور ان کے اقتدار میں آجانے سے ہر بندے کو ایک سرٹیفکیٹ مل جائے گا کہ وہ حشا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ شریعت کورٹ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ 30 جون تک سود ادا کیا جائے اور اس کے بعد اپنا سارا banking کا سسٹم تبدیل کریں۔ اس شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف انہوں نے خود اپیل نہیں کی۔ نواز شریف براہ راست اپیل میں نہیں گئے۔ بالواسطہ طور پر مسلم کمرشل بنک کے ذریعے اپیل کر دی۔ میں اس کے متعلق تفصیل میں نہیں جانا چاہتا چونکہ مجھے یاد ہے کہ رجسٹرار سپریم کورٹ کی جانب سے افتخار گیلانی صاحب کو ایک چٹھی مل چکی تھی۔ یہ sensetive institution ہے۔ بڑے حساس ادارے ہیں لیکن میں اس ایوان کے نوٹس میں یہ بات ضرور لانا چاہتا ہوں کہ یہ indication گورنمنٹ کی طرف سے ملنا شروع ہو گئی ہے۔ اس کی بنیاد کیا ہے یہ خود جانتے ہوں گے؟ یعنی مسلمان ہونے کی تاریخ بدلی جائے گی۔ یعنی سپریم کورٹ سے میعاد میں توسیع کروالی جائے گی کہ ہمیں مسلمان ہونے کے لئے دو تین سال کا موقع اور دے دیا جائے۔

جناب سپیکر! کل بھی حد ہوتی رہی اور میں نے بھی عرض کی تھی کہ میں آگے اس کا ذکر کروں گا کہ زرعی شعبے کو بڑی خوشخبریاں سنانے کے لئے کہا گیا ہے۔ بکمال مہربانی حضور بندہ پرور وزیر اعظم نے بڑی ذرہ نوازی کی اور اس حقیر اور پر تقصیر اور پتہ نہیں کیا کیا کہا۔ جناب والا! جو یہ سب سڈیز ہیں پچھلے سال یہ 81 کروڑ روپے تھیں اور اب 74.33 کروڑ رہ گئی ہیں۔ اس کا سب سے زیادہ اثر صوبے پر ہوتا ہے اور یہ ہوتی ہی صوبے کے لئے ہے اور گندم اور کھاد کے لئے یہ subsidies ہوتی ہیں۔ جس وقت 1990ء کے الیکشن ہونے

والے تھے اس وقت intelligence agencies کی رپورٹس آنا شروع ہو گئیں کہ اگر الیکشن ہوئے تو پاکستان پیپلز پارٹی کو کامیاب ہونے سے نہیں روکا جا سکتا تھا اور میں اس ایوان میں دوبارہ یہ بات کہتا ہوں کہ پاکستان میں جب بھی کبھی اصل انتخابات ہوں گے تو اس ملک میں صرف اور صرف پاکستان پیپلز پارٹی کامیاب ہو گی۔ جس وقت یہ یقینی ہو گیا کہ یہ پارٹی جیت کے آ رہی ہے تو یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ ہمارے وزیر خزانہ نے IMF اور ورلڈ بنک والوں کو سوچ سوچ کر یہ کہا کہ ہمیں آپ کی شرائط منظور ہیں۔ آپ subsidies کم کرنے کے لئے جو شرائط لگانا چاہتے ہیں اس کے لئے ہم آپ کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہیں اور اس کے عوض 54 ملین ڈالرز جو تیس سال میں ہمیں ملنے تھے ان کو لینے کے لئے یہ ساری سب سڈیز ختم کرنے کا عہد کیا گیا۔ آج ہم اپنی اس comitment کو honour کریں گے تو جناب والا! سب سڈیز اور کم ہوں گی جب subsidies اور کم ہوں گی تو کھاد کی قیمتیں بڑھیں گی، گندم کی قیمت بڑھے گی اور اس کے نتیجے میں مہنگائی پیدا ہو گی اس کی ذمہ داری آئی جے آئی کی حکومت پر میں ڈال رہا ہوں کہ وہ اس کی ذمہ دار ہو گی۔ کیونکہ ان کی غلط پالیسی کے نتیجے میں زرعی شعبہ جہاں اپنے طور پر مشکلات کا شکار ہوا وہاں پر پوری قوم ان کی کارکردگی کو بھگتے گی۔

صفحہ 31 پر گندم کی خرید کے لئے 92-1991ء میں جو رقم رکھی گئی اس کے بعد revised purchase sale price due to enhancement میں بڑھ گئی۔ جو ان کا ٹارگٹ 25 لاکھ میٹرک ٹن خریدنے کا تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا تھا کہ اس سے جٹ کو اتنے جھٹکے لگے کہ جٹ کے انجر پنجر ڈھیلے ہو گئے تو اب تو انہوں نے 27 لاکھ میٹرک ٹن گندم خریدنی ہے۔ جناب میں سمجھتا ہوں کہ ضمنی جٹ میں پھر یہ ڈیمانڈز سامنے رکھی جائیں گی تو اس وقت پھر شائد یہی جٹ ہمارے سامنے مختلف انداز میں پیش کیا جائے۔ یہ صفحہ 33 اس میں شاہ صاحب نے کہا کہ ہم نے process of recovery تیز کیا ہے، بہتر کیا ہے لیکن یہاں پر جو out standing debts 7.50 کروڑ تک ہیں اور 93-1992ء میں یہ 9.14 کروڑ روپے تک چلے جائیں گے۔ میں یہ ان کی recoveries بتا رہا ہوں اور وزیر خوراک بھی یہاں پر موجود ہیں۔ یہ ساہیوال میں فراڈ، بورے والا ماچھی وال میں فراڈ ہوا۔ اور سب سے زیادہ outstanding recoveries اسی محکمے میں ہوتی ہیں۔ ایک اور چیز جو میں اس ایوان میں خاص طور پر ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ابھی گندم کی procurement ہو رہی تھی اور محکمہ 124 روپے فی 32 کلوگرام کے حساب سے یعنی 100 کلوگرام کا بیگ 110 روپے میں خرید رہا تھا۔ پالیسی کا اعلان کر دیا گیا کہ ہم یہ گندم ملوں کو 100 کے جی کے جو بیگ ہیں یہ 31 روپے فی تھیلے کے مہیا کریں گے۔ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ کہ ملوں والوں

نے ہولڈنگ شروع کر دی۔ پرائیویٹ خریداری شروع ہو گئی اور زمیندار کو تو وہی ملا جو قیمت خرید تھی لیکن محکمہ جو ہے وہ اس کی premature پالیسی کی اناؤنسمنٹ کی وجہ سے کروڑوں روپے کے فنڈز سے محروم ہو گیا۔ اس لئے میں چاہوں گا کہ یقیناً ذمہ دار لوگوں کا جن کا مل والوں کے ساتھ ساتھ ملک مکا ضرور ہوا ہو گا ان سے پوچھ گچھ کی جائے کہ یہ premature پالیسی کیوں عمل میں لائی گئی تھی۔ اسی طرح جناب والا! اس محکمے میں بار دانے کی خرید میں کروڑوں روپے کا گھپلا ہوا ہے وہ بھی میں کٹ موشن پر گزارا کرنا چاہوں گا۔ صفحہ 49 پر composition of Punjab's share of Federal Divisible Taxes میں کسٹم کی مد میں 92-1991ء میں 140.76 کروڑ روپے estimated تھے اور ہمیں 89.47 کروڑ روپے ملے تھے اور اب جبکہ estimated 96.78 کروڑ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنا بڑا اثر بھی ہمارے اے ڈی پی پر پڑے گا کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر چلا جائے گا۔ جناب والا! صفحہ 56 پر زرعی شعبے میں یہ بریک اپ دیا ہوا ہے۔ وزیر زراعت جب بھی مسکرا رہے تھے اور آج بھی مسکرا رہے ہیں۔ لیکن میں انہیں کہوں گا کہ وہ وائٹ پیپر کو پڑھنے کی تکلیف ضرور کریں کہ پچھلے سال کی نسبت ٹوٹل جٹ کا 12.02 فی صد دیا گیا تھا اور اس دفعہ پورے جٹ کا 10.35 فیصد دیا گیا ہے جناب والا! یہ پچھلے سال سے کم ہے۔ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ یہ سارا ڈرامہ جو کہ جٹ کے نام پر ہے، یعنی یہ جٹ بازی جو پنجاب میں شروع ہے یہ نان ڈویلپمنٹ فنڈ جو اربوں کے حساب سے بڑھتا جا رہا ہے اس کو cover کرنے کے لئے ہم نے زراعت کے شعبے میں یہ کرنے اور وہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ فی صد کے حساب سے Annual Budget کا پچھلے سال 12.02 فی صد تھا اور اس دفعہ 10.35 فی صد ہے۔ اس طرح رورل ڈویلپمنٹ ہے۔ پچھلے سال جٹ کا 0.57 فیصد اور اس دفعہ جٹ کا 0.51 فیصد ہے۔ پھر انڈسٹریز۔ جناب والا! پچھلے دو سال سے سنتے ہوئے میرے تو کان پک گئے ہیں کہ صوبے اور ملک کو Industrialize کیا جا رہا ہے اور یہ کیا جا رہا ہے اور وہ کیا جا رہا ہے۔ جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ پچھلے سال Industeries کے لئے ہم نے جٹ کا 2.62 فیصد دیا تھا اور اس دفعہ جٹ کا 1.98 فی صد دیا ہے۔ ہیلتھ کے سیکٹر میں پچھلے سال جٹ کا 13.14 فی صد دیا تھا اور اس دفعہ جٹ کا 12.56 فیصد دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اہم مدات میں اخراجات کی رقم بڑھنے کی بجائے کم ہوتی جا رہی ہے۔

مین پاور۔ پچھلے سال جٹ کا 0.19 فی صد اور اس دفعہ جٹ کا 0.14 فی صد ہے۔ جناب والا! یہ Social Action Programme کی رقم ان ہیڈز میں ڈالنے کے بعد یہ صورتحال ہے تو یہ آثار بتا رہے ہیں اور ہماری کرتوتیں بتا رہی ہیں کہ وہ پیسے نہیں ملیں گے۔ اور یہ جو رقم social sector میں رکھی گئی

ہے یہ cut ہوتی اور اے ڈی پی lapse ہو جائے گا۔ (شور و غوغا) جناب والا! میں جاننا چاہوں گا کہ کیا ہاؤس in order ہے؟

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا taxation proposals کے بارے میں مجھے ایک تحریر ملی۔ اس احساس کے ساتھ کہ میرا حق نمائندگی اس وقت تک پوری طرح ادا نہیں ہوتا جب تک میں عوام کے احساسات ایوان کے سامنے نہ رکھ دوں۔ یہ جو ٹیکسیشن تجاویز ہم نے دی ہیں، اس میں "تفریح" کی مد میں جو ٹیکس لگائے گئے ہیں اس سلسلہ میں صفحہ 2 پر "سٹیج ڈرامہ" دیا گیا ہے۔ جس میں افسران اور VIPs کو تو پاس مل جاتے ہیں۔ ان کو شاید یہ بوجھ محسوس نہیں ہوگا لیکن ایک عام آدمی پر بہت بڑا بوجھ ہوگا۔ جناب والا! میں وہ تحریر پڑھنا چاہوں گا "زیادہ تر ٹیکسوں میں اضافہ ایسی شکل میں ہے جس سے عام آدمی براہ راست متاثر ہوگا۔ لگتا ہے کہ اضافی وسائل کی تلاش کے لیے مناسب home work نہیں کیا گیا اور film industry کو relief دینے کیلئے تفریحی ٹیکسوں کے دائرہ کار کو وسیع کرتے ہوئے بچوں کی تفریحی سرگرمیوں پر بھی ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے۔ fun land بچوں کی تفریح کے مراکز ہیں۔ ان فن لینڈز میں ٹکٹوں کی شرح اس قدر زیادہ ہے کہ اس میں صرف امراء اور upper class کے لوگوں کے بچے ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ ایک دو مقامات پر ایسے joy land ایسے بھی ہیں جہاں پر متوسط طبقہ بھی سال میں ایک دو مرتبہ اپنے بچوں کو لے جاتا ہے۔ حکومت نے ٹیکسوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے fun lands پر ٹکٹ کی شرح میں جو اضافہ کیا ہے اس طرح عام لوگوں کے بچوں کا فن لینڈز میں جانا ایک حسرت بن کر رہ جائے گا جبکہ upper class کے لوگ تو ویسے ہی ایسی چھوٹی موٹی جگہوں پر جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ حکومت کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ بچوں کے تفریحی مراکز پہلے ہی کم ہیں بلکہ ان مراکز کے لیے سہولتوں کا اعلان کرنا چاہیے تھا۔ تاکہ تفریحی سرگرمیوں میں امراء اور غریبوں کے بچوں میں جو تفریق پائی جاتی ہے وہ کم ہو سکے۔ امراء کے طبقے کو تو پہلے ہی گھروں میں electronics computer games سے دل بہلانے کی سہولت موجود ہے۔ لیکن عام آدمی کے بچوں کو جو تفریحی سرگرمیاں ملتی ہیں اس سے انھیں محروم نہیں کرنا چاہیے۔ امراء تو اپنے بچوں کے لیے شمالی علاقہ جات اور یورپ کا رخ کر لیتے ہیں، حکومت کو چاہیے کہ غریب آدمی کو ان تفریحی سرگرمیوں سے مسلسل لطف اندوز ہوتے رہنے کا موقع دینا چاہیے اور حکومت اس پر نظر ثانی کرے۔

جناب سپیکر! اس ضمن میں میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ سٹیج ڈرامہ ایک ایسی تفریح ہے جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ bureaucrates اور VIPs تو پاسوں پر چلے جاتے ہیں لیکن عام آدمی کو ٹیکس

دینا پڑے گا۔اب اگر فنکار لوگ جلوس نہیں نکال سکتے، جلسے نہیں کرنا چاہتے، مال روڈ پر یا ہماری اسمبلی کے باہر ٹائر نہیں جلانا چاہتے تو انھیں اس کی سزا نہ دی جائے۔اس پر بھی نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! ایک بہت اہم چیز جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مرکز میں بورڈ موجود ہے جو منشیات کی روک تھام کے بارے میں کام کر رہا ہے لیکن مخدوم صاحب میری بات سے یقیناً اتفاق کریں گے کہ یہ مسئلہ مقامی مسئلہ بھی ہے، یہ صوبائی مسئلہ بھی ہے اور قومی مسئلہ بھی ہے۔بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں آج کل یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے۔کوئی آئینی عمل اس بارے میں مانع نہیں ہے۔اگر آپ صوبائی حکومت کی کوششیں اس سلسلہ میں شامل کر سکیں۔جناب سپیکر! جنوبی امریکہ کے ملکوں کی اس لعنت کے ہاتھوں جو حالت ہوئی اور وہاں پر یہ سٹیج بھی آئی کہ ایک صدارتی امیدوار جس نے اپنا منشور یہ دیا تھا کہ وہ کولمبیا کو ڈرگ سے پاک کریں گے اسے بھی ختم کر دیا گیا۔ ججوں کا قتل شروع ہو گیا۔ان بلیک میلرز نے ایڈمنسٹریشن کو، جوڈیشری کو اور سیاستدانوں کو باقاعدہ اپنے پے رول پر رکھا ہوا تھا۔یہ حقائق ہیں۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم بھی اس جانب بڑھ رہے ہیں اور اس سلسلہ میں سپیشل سیل ہوم ڈیپارٹمنٹ کے تحت بنایا گیا ہے۔لیکن میں چاہوں گا کہ اس سلسلہ میں ہمیں اتنی زیادہ کوششیں کرنی چاہئیں کہ ہم اپنے ملک کو اس لعنت سے کسی نہ کسی طریقے سے پاک کر سکیں۔انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے معزز ممبران اگر اس بات کا تہیہ کر لیں کہ ہم ایسا ضرور کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ ایسا ہو گا کہ ہم کم از کم یہ توقع رکھ سکیں کہ پاکستان کا مستقبل اور ہماری آئندہ نسل اس لعنت سے محفوظ رہے گی اور ہمارا مستقبل محفوظ ہاتھوں میں چلا جائے گا۔اس کے ساتھ ہی میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور ایوان سے بھی میں یہ چاہوں گا کہ جو میں نے گزارشات پیش کی ہیں جسٹ کی روشنی میں ان حقائق کا جائزہ لیں اور جسٹ کی منظوری دیتے وقت ان ساری چیزوں کو ضرور ذہن میں رکھیں۔شکریہ!

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شیخ طاہر رشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! آج قائد حزب اختلاف خطاب فرما رہے تھے۔خطاب کے دوران بار بار ان کو یہ کہنا پڑا بلکہ حزب اختلاف کے دوسرے دوستوں کو بھی یہ بات کہنا پڑی کہ ہاؤس in order نہیں ہے۔جبکہ اس سے پہلے جناب سپیکر! ہمارے ایک دوست نے فرمایا تھا کہ ہاؤس کو in order رکھنا جناب سپیکر کی ذمہ داری ہے وہاں مقرر کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ہاؤس کو in order رکھے۔اس سلسلہ میں میں جناب کی رہنمائی چاہوں گا کہ کیا یہ سپیکر کی ہی ذمہ داری ہے کہ وہ ہاؤس کو in order رکھے یا مقرر بھی اس کا ذمہ دار

ہے کہ وہ ہاؤس کی دلچسپی کے لئے ہاؤس میں دلکشی پیدا کرنے کے لئے اپنے بیان کے اندر ایسی چیزیں شامل کرے کہ جس سے ہاؤس in order رہے۔

جناب سپیکر : حافظ سلمان بٹ صاحب!

حافظ سلمان بٹ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا کہ میں اگلے سال کے بجٹ پر کچھ معروضات پیش کر سکوں۔

جناب سپیکر : بٹ صاحب! آپ کی بات شروع کرنے سے پہلے میں یہ چاہوں گا کہ چونکہ قائد حزب اختلاف بات کر چکے ہیں اور ان کے بعد ہم آپس میں مل کر ٹائم طے کر لیں کیونکہ کافی صاحبان کے نام میرے پاس آ چکے ہیں اور وقت محدود ہے اس محدود وقت میں ہمیں بجٹ پر بحث کے لئے وقت کا تعین کر لینا چاہیے تاکہ سب دوست جو چاہتے کہ بجٹ پر بحث میں حصہ لیں ان سب کو موقع ملے کہ وہ اس میں حصہ لے سکیں تو کیا خیال ہے آپ کا؟ پانچ منٹ ٹھیک رہے گے؟

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! ابھی تو بحث شروع ہی ہوئی ہے۔ آخری دنوں میں یہ حد کم ہو جاتی ہے۔ لیکن ابھی کم از کم دس اور پندرہ منٹ کے درمیان وقت ہونا چاہئے۔ کیونکہ کچھ نہ کچھ تو بات کرنی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ موہل صاحب دس منٹ کر لیتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! پندرہ منٹ رکھیں۔

جناب سپیکر : پندرہ منٹ زیادہ ہیں۔ کیونکہ میرے پاس تین دن ہیں ان تین دنوں کے لئے میرے پاس نام زیادہ ہیں۔ جو صاحبان بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے کوئی معزز ممبر رہ نہ جائے اور سب کو موقع دیا جائے۔ اس لئے دس منٹ سے ہم شروع کریں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب پندرہ منٹ رکھیں کیونکہ یہ سالانہ بجٹ ہے اور سارے سال کے حساب کتاب کے بارے میں اظہار خیال کرنا ہے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! پندرہ منٹ سے بات نہیں بنے گی۔ سب لوگ بحث میں حصہ نہیں لے سکیں گے جو رہ جائیں گے وہ پھر مجھ سے پوچھیں گے کہ ہمیں موقع کیوں نہیں ملا۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ دس منٹ رکھے جائیں۔

ملک احمد علی اولکھ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ملک احمد علی اولکھ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

ملک احمد علی لولکھ : جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اراکین اسمبلی کو بجٹ بحث میں حصہ لینے کے لئے موقع فراہم کرنے کے سلسلے میں بہتر ہوگا کہ سیشن صبح شام کر لیا جائے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! کیا ارشاد فرمایا ہے ذرا اونچی آواز میں بولئے۔

ملک احمد علی لولکھ : جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ بجٹ بحث میں شرکت کرنے کے لئے چونکہ سال میں ایک دفعہ موقع ملتا ہے اور اراکین اسمبلی کو اپنے اپنے علاقے کی نمائندگی کرنی ہوتی ہے تو یہ آپ کی مہربانی ہوگی اگر سیشن دو وقت یعنی صبح اور شام بھی ہو۔

جناب سپیکر : آپ تیار ہیں؟

(اس موقع پر ہاں اور ناں میں ملی جی آوازیں آئیں)

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! اگر ٹائم دیں تو پھر تیار ہیں۔ ٹائم اگر دس منٹ ہو تو پھر کوئی تیاری نہیں ہے۔

جناب سپیکر : ٹائم بھی دے دیتے ہیں اس میں مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو میں ٹائم دے دوں گا۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر : ملک صاحب ایک پوائنٹ آف آرڈر کو پہلے dispose of ہو جانے دیں۔ پھر پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔ رانا صاحب تشریف رکھیں اس سلسلے میں بات یہ ہے کہ اگر سیشن صبح اور شام دو ٹائم ہو اور زیادہ بولنے کا موقع دیا جائے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ رانا ثناء اللہ خان صاحب کوئی رائے دینا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میری تجویز یہ ہے کہ بحث کا جو ٹائم ہے اس کے لئے ایک دن تو چیف منسٹر صاحب نے سانڈ سٹیٹمنٹ دیتے ہوئے ضائع کر دیا ہے تو اس لحاظ سے ایک دن بڑھا دیا جائے اس میں یہ سارا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔

(قطع کلامیاں)

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ خان کی بات کو اہمیت دے رہے ہیں۔ کم از کم ہمیں بھی موقع فراہم کریں کہ ہم اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : ٹھیک ہے اس میں ہم دس منٹ میں شروع کرتے ہیں اور اگر مجھے محسوس ہوا کہ کوئی صاحبان ایسے ہیں جو ابھی بولنا چاہتے ہیں اور ٹائم بھی ختم ہوا چاہتا ہے تو ہم انشاء اللہ صبح شام بھی سیشن کر لیں گے کوئی

ایسی بات نہیں۔ جی حافظ سلمان بٹ!

حافظ سلمان بٹ : جناب سپیکر! مجھے دو نکات پر اپنی گزارشات پیش کرنا ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کیا اس حکومت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یہ اگلے سال کے لئے میزانیہ پیش کرے۔ یہ اپنی کارکردگی کی بنیاد پر اپنا یہ حق کھو چکے ہیں۔ دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ اس بجٹ کے بارے میں کچھ معروضات ہیں میرا نکتہ نظر یہ ہے کہ کسی بھی جمہوری معاشرے میں جو حکومت قائم ہوتی ہے وہ کچھ بنیادی اصولوں کے مطابق اور عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کی خاطر قائم کی جاتی ہے۔ عوام اپنی مرضی سے رضاکارانہ طور پر کچھ افراد کو یا کسی تنظیم یا گروہ کو اس کے منشور کے مطابق اس بات کا حق سونپتے ہیں کہ وہ اس ملک کو چلانے کے لئے پالیسیاں وضع کریں۔ اس کے مطابق پروگرام ترتیب دیں اور عوام کو آسانیاں فراہم کرنے کی کوشش کریں۔ جناب والا! موجودہ حکومت اسلامی جمہوری اتحاد کے نام سے ایک خاص منشور کے تحت منتخب ہو کر آئی تھی اور اس کا یہ فرض اولین تھا اور ہے کہ اس منشور کے مطابق جس منشور پر عوام سے ووٹ لیے گئے تھے اپنی پالیسیوں کا وضع کریں اور عوام کی پریشانیوں کے خاتمے کا کوئی امکان پیدا کریں۔ جناب والا! مختصر طور پر میں کوشش کروں گا کہ آپ کے مقررہ وقت میں اپنی بات ختم کروں۔ جناب سپیکر! اگر ہم اس بات کو پچھلی کارکردگی کے نقطہ نظر سے دیکھیں کہ حکومت جس کے منشور میں یہ بات شامل تھی کہ جو بھی حکومت قائم ہو گی تو اس ملک میں اسلامی نظام کو قائم کیا جائے گا۔ اس ملک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نظام کو چلانے کی کوشش کی جائے گی۔ خدا کی زمین پر خدا کے قانون کو نافذ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جناب والا! اس حکومت کا منشور اس بات کو شامل کیے ہوئے تھا کہ ہم اپنی پالیسیوں میں ملک کے وقار کو بلند کرنے اور ملک کو وقار کو اعلیٰ پیمانوں سے جانچنے اور پرکھنے کا ایک معیار قائم کریں گے۔ جناب والا! یہ بات کہی گئی تھی کہ ہم اس ملک میں لوگوں کو جو مجبور لوگ ہیں جو مظلوم لوگ ہیں جو پولیس کے ظلم اور زیادتیوں سے، جو بااثر لوگوں کے ظلم کی چکی میں پستے ہوئے نظر آتے ہیں ان لوگوں کو انصاف مہیا کیا جائے گا۔ جناب والا! اس حکومت نے پاکستان کے کروڑوں عوام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب یہ حکومت قائم ہو گی تو اس حکومت میں بے روزگاری کا مسئلہ حل کرنا ہو گا۔ آج وہ لوگ جو صبح اور شام کی روٹی کو ترستے ہیں ان کے حلق سے نوالہ نیچے اتارنے کی بات کی جائے گی۔ جناب والا! اسلام کی بات کرتے ہوئے پاکستان کے وقار کی بات کرتے ہوئے، انصاف کے حصول کی بات کرتے ہوئے اور لوگوں کو دو وقت کی روٹی بآسانی مہیا کرنے کی بات کرتے ہوئے یہ حکومت برسر اقتدار آئی تھی اور عوام نے اس کو ووٹ دینے کی بات کی تھی۔ جناب والا! آج میں آپ کی توجہ اس حکومت کے انہی وعدوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں سب سے پہلے میں پہلے صفحہ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ ہمارے خوبصورت

وزیر خزانہ جنہوں نے اس جٹ کی تقریر کا آغاز اس طرح سے کیا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "والعصر" قسم ہے زمانے کی جو کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے بے شک خسارے میں رہیں گے اگر ہم نے اپنی کوششوں کو حال کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کیا۔" میں درخواست کرتا ہوں کہ اگر کسی کو قرآن کا ترجمہ نہیں آتا تو اسے کو قرآن کے ترجمہ کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ سورۃ العصر کے اندر یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے آپ کو حال کے تقاضوں کے مطابق ڈھالیں گے بلکہ خدا کا فرمان یہ ہے کہ حال کو اپنے ایمان کے تقاضوں کے مطابق ڈھالیں گے اسلام اس دنیا میں معاشرے کو بدلنے کے لیے آیا ہے۔ لوگوں کو معاشرے کے ظلم اور زیادتی کے مطابق بدلنے کے لئے نہیں آیا ہے۔ آج اسلام کی بات کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ یہاں پر فرماتے ہیں کہ ہم نے صرف 7 فی صد کی بنیاد پر سود دیا ہے اور میرے پاک حبیب ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو سود لیتا ہے جو سود دیتا ہے جو سود کی تحریر میں گواہ بنتا ہے جو سود کی تحریر لکھتا ہے وہ سارے جہنمی ہیں میں کہتا ہوں تم کس اسلام کی بات کرتے ہو (نعرہ ہائے تحسین) تم اسلام کی بات کرتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم نے سود کی شرح فی صد کم کر دی ہے تم خدا کی بغاوت کا اعلان کر رہے ہو۔ تم خدا کی دشمنی کا اعلان کر رہے ہو یہ اسلام کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بات نہیں بلکہ اسلام کے تقاضوں کو پامال کرنے کی بات کر رہے ہو۔ تمہیں خدا کی عدالت میں بھی حساب دینا ہو گا اور اگلے الیکشن میں عوام کی عدالت میں بھی کہ تم نے اسلام کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ تم نے اسلام کا مطلب بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

جناب والا! اب میں صحت اور تعلیم کی بات کرتا ہوں یہ لوگوں کی بنیادی ضروریات میں ہے کہ ان کو صحت، انصاف، تعلیم اور زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔ یہاں پر آپ نے جٹ میں صحت اور تعلیم کے سلسلے میں چار چار فی صد دیا ہے اور لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی، ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی اور اس قسم کے جو آوارہ منش اور ہاؤسنگ سکیمیں بنانے والے ادارے ہیں ان کو آپ نے اربوں کے حساب سے پیسہ دیا ہے۔ آپ ان کو ترجیح دے رہے ہیں کہ لوگ فراڈ کریں۔ ابھی یہاں پر یہ ہوا ہے کہ کون لے گیا ہے؟ وہ لے گیا ہے، وہ لے گیا ہے۔ انہی اداروں کو کروڑوں روپیہ دوبارہ دے رہے ہیں اور جہاں تعلیم اور صحت کی بات ہے وہاں پر آپ ٹوٹل جٹ کا تین یا چار فی صد رکھ رہے ہیں۔

جناب والا! اگلی بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انصاف میں کیا ہو رہا ہے؟ یہاں پولیس کے ظلم اور زیادتی کا نشان بن گیا ہے۔ انہی بے انصافیوں کی بنیاد پر آج یہاں پر معاشی طبقات بن گئے ہیں انہی بے انصافیوں کی بنیاد پر لوگ خون کے آنسو رو رہے ہیں یہاں پر گولیاں چلتی ہیں۔ "جھنگ" میں قتل کا بازار گرم ہے میں پوچھتا ہوں کہ وہ کون سا انصاف ہے جو آپ لوگوں کو مہیا کر رہے ہیں؟ لوگوں کے ساتھ بے انصافیوں کی

پالیسیاں اپنا رہے ہیں۔اب پولیس کی صرف میں ایک بات کرتا ہوں۔

جناب سپیکر :.Hafiz Sahib, Just a minute please اس وقت ڈپٹی سپیکر صاحب باہر تشریف لے گئے ہوئے ہیں اور ہمارے پینل آف چیئرمین کے کوئی بھی معزز رکن یہاں تشریف نہیں رکھتے تو آپ اتفاق کرتے ہیں کہ محترمہ فوزیہ بہرام اب preside کریں۔

آوازیں :جی اتفاق کرتے ہیں۔

جناب سپیکر :اتفاق کرتے ہیں تو محترمہ تشریف لائیے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ فوزیہ بہرام کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

رانا پھول محمد خان :پوائنٹ آف آرڈر سر۔کیا ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب یہ وضاحت فرمائیں گے کہ وہ عورت کی حکمرانی کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کی صدارت میں تشریف رکھتے ہیں؟ (قہقہے)

شیخ محمد طاہر رشید :پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

محترمہ چیئرپرسن :پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔شیخ صاحب بیٹھ جایئے۔

شیخ محمد طاہر رشید :ان کا نہ بولنا ہی اس بات کی تصدیق ہے کہ انہوں نے چیئر کو تسلیم کر لیا ہے۔

محترمہ چیئرپرسن :اور آپ کو منع کرنے کے باوجود آپ کا بولنا بھی کسی اچھے پارلیمنٹیرین کی دلیل نہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز :جناب سپیکر!میری گزارش یہ ہے کہ رانا صاحب نے پہلی بات تو یہ کہ آپ کو سر کہا ،دوسری بات یہ کہ میرا نام غلط لیا اور اس کے بعد تیسری بات یہ کہ وہ آپ کی اجازت کے بغیر بولے۔ اس ایک فقرے میں انہوں نے تین غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) (قہقہے)

اس لئے میری گزارش ہے کہ آئندہ وہ بغیر اجازت کے نہ بولیں۔ نام اگر لینا ہے تو کم از کم نام سیکھیں اور پھر جب آپ سے مخاطب ہونا ہے تو سے کی جائے میڈم کہیں۔

محترمہ چیئرپرسن :(محترمہ فوزیہ بہرام)اور میری آپ سب سے یہ گزارش ہے کہ میں یہاں پر بطور سپیکر اس وقت بیٹھی ہوں تو سنجیدگی سے کام کیا جائے۔میں یہاں پر بطور آپ کی colleague نہیں بیٹھی اور نہ میں یہاں پر اس وقت کوئی پرسنل بات entertain کرنا چاہتی ہوں۔جی حافظ صاحب آپ شروع کریں۔

حافظ سلمان بٹ :جناب سپیکر!میں عرض کر رہا تھا کہ کہ انصاف جو اس حکومت کو مہیا کرنا تھا اور اس دعوے کے ساتھ یہ بات کی گئی تھی کہ ہم مظلوم کو اس کے دروازے تک انصاف پہنچائیں گے۔میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آج بے انصافی کا دور دورہ ہے کہ اس ملک میں اگر کسی تھانے میں پرچہ درج کرانا ہو تو اس وقت

تک پرچہ درج نہیں ہوتا جب تک سو روپے کا نوٹ منشی کی جیب میں نہ چلا جائے۔ آج اس ملک میں کوئی فائل ایک میز سے دوسری میز تک نہیں جاتی۔ اگر متعلقہ کلرک کی جیب گرم نہ کر دی جائے۔ میں آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کلرکوں کو، ان پولیس ملازموں کرپٹ کس نے کیا ہے ؟آج میں کہتا ہوں کہ پولیس مقابلوں میں لوگوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ پولیس کو ظلم کرنے پر آمادہ کس نے کیا؟ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بندوق بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے اگر یہ عوام کو تحفظ دینے کے لئے استعمال کی جائے تو قابل تحسین ہے اور اگر یہ عوام کو لوٹنے کے لئے، عوام کو قتل کرنے کے لئے استعمال کی جائے تو یہ ایک برائی کی بات ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کا محکمہ اگر یورپی ممالک میں عوام کا خادم ہے، اگر امریکہ میں پولیس کا محکمہ عوام کا خادم ہے۔ ہر ترقی یافتہ اور غیرت مند معاشرے میں پولیس کا محکمہ لوگوں کی خدمت پر مامور ہے تو پاکستان میں پولیس کیوں قاتل ہے ؟پاکستان میں پولیس کیوں ظالم ہے ؟پاکستان میں پولیس کیوں بے انصاف ہے ؟پاکستان میں پولیس کیوں رشوت خور اور بد دیانت ہے ؟ جناب والا! اس لیے کہ پاکستان کا حکمران طبقہ اس پولیس کو اپنی بے ایمانیوں، بے اعتدالیوں اور بد دیانتیوں کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اپنے مخالفوں کو کچلنے کے لئے، اپنے مخالفوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ آج میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ پولیس، جب کبھی کسی تھانے میں جاؤ تو پتہ چلتا ہے کہ انسپکٹر صاحب protocol duty پر چلے گئے ہیں۔ وزیر اعظم آرہے ہیں، ساری پولیس ان کے سامنے کھڑی ہے۔ صدر پاکستان آرہے ہیں پوری پولیس ان کے رستے میں دو رویہ کھڑی ہے۔ یہ پولیس اپنے کام سے ہٹا کر صرف لوگوں کی خوشامد کرنے کے لئے لگا دی جاتی ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس وقت لاہور میں ایک تھانہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں پولیس کی پوری نفری موجود ہو۔ پتہ چلتا ہے کہ پولیس لوگوں کے گھروں پر موجود ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ ہائی کورٹ کے ججوں کے گھروں پر پہرے لگے ہوئے ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ مختلف لوگوں کی پہرہ داری کر رہے ہیں۔ عوام کی پہرہ داری نہیں کرتی۔ اس پولیس کے سامنے لوگوں کو لوٹا جاتا ہے اور یہ پولیس آگے نہیں بڑھتی۔ میں آج کہتا ہوں کہ ہمارے ایک وزیر پر اس ملک کے غریب عوام کا ایک لاکھ روپیہ ماہانہ خرچ ہوتا ہے اور آپ ان وزیروں کی کارکردگی صبح سن چکے ہیں۔ دوسری طرف پولیس کے ایک سپاہی کو بارہ تیرہ سو روپیہ دے کر اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ جان کی پرواہ نہ کر کے عوام کا تحفظ کرے یہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ یہ پولیس کے ساتھ اور پولیس کے نمائندوں کے ساتھ بے انصافی ہے۔ میرا پولیس سے بہت گہرا تعلق ہے۔ میں آج کہتا ہوں کہ آپ ایک بجٹ بنا کر دکھایئے۔ میں غلط نہیں کہتا۔ ایک لاکھ روپیہ ایک وزیر پر ایک مہینہ میں خرچ ہوتا ہے۔ اس کا دفتر مفت ہے۔ دفتر کا ائر کنڈیشنر مفت ہے دفتر کا چپڑاسی، پی اے، پرائیویٹ

سیکرٹری اور دفتر کی بجلی، وزیر کی کار، کار کا پٹرول، کار کا ڈرائیور، اس کا بنگلہ، بنگلے کا خانساماں، بنگلے کا چوکیدار، مالی، بنگلے کے ائرکنڈیشنر، بنگلے کا فرنیچر، بنگلے کی عیاشیاں اور بنگلے کی تمام تر عیاشیاں، یہ پاکستان کے غریب عوام کے ٹیکسوں سے جاتا ہے اور ان کی کارکردگی کیا ہے؟ یہ دنیا کے سامنے ہے اور دوسری طرف ایک ہزار روپیہ دے کر آپ ایک پولیس ملازم سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ عوام کی حفاظت کے لئے اپنی جان دے دے گا۔ یہ بے انصافی ہے۔ کبھی ممکن نہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ ایک وزیر ایک مشیر کم کیجئے ایک سو پولیس سپاہی آپ بھرتی کر سکتے ہیں۔ کیوں وزیروں کی فوج کو کم کر کے پولیس کی تعداد پوری نہیں کرتے؟ پولیس کو پورے وسائل دیجئے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن پولیس کو اپنی مرضی کے لئے اپنی خواہشات کے تابع اپنی نفسانی خواہشات اور اپنی سیاسی خواہشات کے تابع اس کو استعمال نہ کیجئے۔۔۔۔

جناب ایم لطیف مغل: پوائنٹ آف آرڈر

محترمہ چیئرپرسن: لطیف مغل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل: میرے فاضل دوست نے ایک لفظ کہا ہے "عیاشی"۔ تو میں ان سے اس کی تشریح چاہوں گا کیونکہ منسٹر صاحبان جو ہیں وہ ان بنگلوں میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ "عیاشی" کا لفظ، بنگلے کی عیاشی جو انہوں نے کہا ہے، وہ غیر پارلیمانی لفظ ہے۔ انہیں کہیں کہ یہ الفاظ واپس لیں یا آپ تشریح کریں کہ عیاشی میں کون کون سی چیزیں آتی ہیں؟

محترمہ چیئرپرسن: یہ میرا خیال ہے کہ جوش تقریر میں کہہ گئے ہیں۔ ان کا ایسا مقصد قطعی نہیں تھا اور نہ ہی کوئی بھی معزز وزیر کسی قسم کی اپنے بنگلے میں عیاشی کے مرتکب ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جن عیاشیوں کا ذکر محترم حافظ صاحب نے کیا ہے میں جناب کے توسط سے ڈاکٹر افضل اعزاز سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دوران وزارت یہی عیاشیاں انہوں نے بھی کی ہیں یا نہیں کی ہیں۔ (قہقہے)

حافظ سلمان بٹ: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ ان کو تو صرف ایک تکلیف ہے کہ ہمارے ایک کارکن نے ان سے ٹکر لی تھی۔

محترمہ چیئرپرسن: میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ کو ڈیبیٹ نہ بنایا جائے۔ ایک چھوٹی سی بات پر تلخی پیدا نہ کی جائے۔ اتنا اچھا ماحول ہے اس کو خراب نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: میڈم سپیکر! میں ماحول خراب نہیں کرنا چاہتا لیکن میں صرف اتنا ان کی انفرمیشن

کے لئے بتانا چاہتا ہوں۔۔۔۔

محترمہ چیئرپرسن : جی!

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

محترمہ چیئرپرسن : افضل اعزاز صاحب کو میں فلور دے چکی ہوں۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

محترمہ چیئرپرسن : شیخ صاحب! ڈاکٹر افضل اعزاز کو فلور دیا جا چکا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : آپ کے کارکن کو بھی میں نے اپنے پیروں میں رکھا ہے۔

حافظ سلمان بٹ : ہم بھی آپ کے قدموں کی خاک ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : ہم آپ کو خاک ہی بنا کر رکھیں گے۔

حافظ سلمان بٹ : الحمدللہ

محترمہ چیئرپرسن : براہ مہربانی cross talk نہ کیجئے۔ حافظ صاحب اور شیخ صاحب۔ شیخ صاحب پلیز، آپ چیئر کا احترام کریں اور آپ بغیر اجازت کھڑے ہو کر نہ پوچھیں۔ آپ نے جو بھی بات کرنی ہے چیئر کی وساطت اور اجازت سے کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید : میں نے تو چیئر سے ہی بات کی تھی۔

محترمہ چیئرپرسن : ٹھیک ہے، آپ کی بات ختم ہو گئی ہے تو اب آپ بیٹھ جائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : میڈم سپیکر! میں معزز رکن کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔۔۔

محترمہ چیئرپرسن : ڈاکٹر صاحب! ایک منٹ۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ماحول کو خراب کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : نہیں، میں ماحول کو درست کر رہا ہوں۔ میں خراب نہیں کر رہا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن : آپ کس نکتے پر گزارش کرنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : انہوں نے مجھ سے ایک سوال کیا ہے کہ میں جب وزیر تھا تو شاید میں بھی۔۔۔۔

محترمہ چیئرپرسن : نہیں، انہوں نے آپ سے سوال نہیں کیا۔ انہوں نے چیئر سے سوال کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : تو پھر آپ میری طرف سے وضاحت کر دیجئے۔

محترمہ چیئرپرسن : جی بالکل آپ معزز انسان ہیں اور ایسی بات کسی کے متعلق کرنی اچھی نہیں۔ ایوان میں کیا

بلکہ ایوان سے باہر بھی ایسی بات کرنا کچھ مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جی! جب میں وزیر تھا آپ مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن: جی میں آپ کو اب بھی جانتی ہوں۔۔۔۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: آپ میرے بارے میں کم از کم وضاحت تو کر دیں۔

محترمہ چیئرپرسن: نہ صرف میں جانتی ہوں بلکہ سبھی جانتے ہیں، یہ غلط بات ہے ایسی بات نہیں کرنی چاہئے اچھے ماحول میں اگر بحث ہو رہی ہو تو اس میں اس قسم کی بات مناسب نہیں۔

حافظ صاحب! آپ اپنی تقریر ختم کیجئے۔ آپ کے دس منٹ ختم ہو چکے ہیں۔ I just give you minute.

(قطع کلامیاں)

محترمہ چیئرپرسن: شیخ صاحب آپ نے یہ جو الفاظ ادا کئے ہیں میں نہیں سمجھتی کہ یہ ایک معزز پارلیمنٹیرین کے مطابق ہیں۔ دوسرے عیاشیوں کا مطلب اس sense میں نہیں ہے۔ عیاشی ایک بڑا وسیع لفظ ہے مثلاً کھانا، پینا اور اچھے طریقے سے رہنا یہ سب کچھ اسی زمرے میں آتا ہے۔ اب خواہ مخواہ اس بات کو اس طرح سے لینا جس طرح سے انہوں نے کہی ہی نہیں۔۔۔۔

(قطع کلامیاں)

چودھری محمد حنیف: پوائنٹ آف آرڈر! میں گزارش کروں گا کہ طاہر رشید صاحب اس سے پہلے اپنی خفیہ بیماری پر گورنمنٹ کے 15 ہزار پونڈ خرچ کر کے آ چکے ہیں۔ اگر وہ بیماری ابھی دور نہیں ہوئی ہے تو پھر انہیں دوبارہ بھیجا جائے تاکہ ان کا صحیح علاج ہو سکے۔

شیخ محمد طاہر رشید: **********

****

****

ملک اقبال احمد لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا اس ✱ ✱✱ کو قابو میں رکھا جائے۔

محترمہ چیئرپرسن: آپ کس نکتے پر بول رہے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن: جی فرمائیے۔

✱✱✱ (حکم جناب چیئرمین حذف کیا گیا)

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب حافظ سلمان بٹ کو بلاوجہ ٹوکا گیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے بڑی وضاحت سے کہا کہ وزراء صاحبان کی کوٹھیوں پر اتنے جو اخراجات ہو رہے ہیں مثلاً ٹیلیفون، ائر کنڈیشنرز یا جتنے بھی دوسرے لوازمات پر ہیں ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ عیش و آرام پر خرچ ہو رہے ہیں۔ ان کے ان الفاظ کو غلط رنگ دیا گیا اور ان کو بلاوجہ ٹوکا گیا تو میری آپ سے یہ درخواست ہو گی کہ ****** کو روکا جائے کہ جب وہ تقریر کر رہے ہوں ان کو نہ ٹوکیں تاکہ اس ایوان کا ماحول ٹھیک رہے۔

محترمہ چیئرپرسن : حافظ صاحب! آپ اپنی تقریر شروع کیجئے۔

(قطع کلامیاں)

محترمہ چیئرپرسن : شیخ صاحب! میں نے آپ کو بات کرنے کی اجازت نہیں دی تھی اور میں آپ کے تمام الفاظ کارروائی سے حذف کرتی ہوں۔ آپ آئندہ اجازت لیں۔ حافظ صاحب آپ اپنی تقریر کریں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : میڈم سپیکر! یہ تیسری مرتبہ ہے کہ انہوں نے بار بار اس بات پر اصرار کیا ہے اور بار بار یہی فقرہ کہا ہے کہ ڈاکٹر افضل اعزاز جب منسٹر تھے انہوں نے یہ کیا اور انہوں نے وہ کیا۔ میں ان کو صرف یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ اس معزز ایوان کے معزز رکن ہیں انہیں وی آئی پی کا اعزاز حاصل ہے اور انہیں اپنے الفاظ سوچ سمجھ کر بولنے چاہئیں۔ اگر یہ دوسروں کی عزت کریں گے تو ان کی اپنی عزت ہو گی اگر وی آئی پی کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ very important person تو میں ان کو یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک اچھے وی۔ آئی پی ہیں۔ لیکن میں ان کو یہ نہیں کہنا چاہتا اور معزز رکن کو کم از کم یہ خیال ہونا چاہیے کہ دوسرے کی عزت کو بغیر سوچے سمجھے اس طرح سے اچھالنا اس طرح کی گفتگو کر دینا بغیر سوچے سمجھے ایسے الفاظ استعمال کرنا یہ کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا یہ تیسری مرتبہ انہوں نے یہ بار بار کہا ہے اگر یہ وی آئی پی ان معنوں میں استعمال ہوتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں جواب اللہ والوں کو اللہ والوں کی زبان میں دینا چاہتا ہوں قرآن پاک کا فیصلہ ہے کہ کوئی بات زبان سے ایسی نہ نکالو جس پر تم خود عمل نہ کرتے ہو میں نے ڈاکٹر افضل اعزاز کی بات کر کے یہ باور کرایا ہے کہ جو کام آپ خود نہیں کرتے آپ کو یہ استحقاق نہیں پہنچتا کہ آپ دوسروں کو اس کام پر مطعون کریں۔ میری صرف اتنی گزارش ہے۔

حافظ سلمان بٹ : جناب والا! میرے خیال میں مجھے اس کی وضاحت کرنے کی اجازت دی جانی چاہیے۔

محترمہ چیئرمین : میرا خیال ہے کہ اب اس پر کافی وضاحت ہو گئی ہے۔

***** (حکم محترمہ چیئرپرسن کارروائی سے حذف کیے گئے)

حافظ سلمان بٹ : میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا جس پر کوئی مزید بحث ہو۔ "عیاشی" کے لفظ کا مطلب ہے کہ کسی بھی سہولت کو استحقاق سے زیادہ استعمال کیا جائے یعنی کوئی بھی سہولت جو استحقاق سے زیادہ استعمال کی جائے وہ عیاشی کے زمرے میں آتی ہے۔ آپ مختلف کوٹھیوں میں جا کر دیکھ لیجئے۔ چار چار، پانچ پانچ ائر کنڈیشنر ایک ایک کوٹھی میں لگے ہوئے ہیں۔ اب میں آگے چلتا ہوں۔

محترمہ چیئرمین : حافظ صاحب! آپ اپنی تقریر ختم کیجئے۔ آپ کے پاس وقت تھوڑا ہے۔

حافظ سلمان بٹ : میں نے stop watch چلائی ہوئی ہے۔

محترمہ چیئرمین : اب جو آپ explanation دے رہے ہیں یہ آپ کی تقریر کے وقت میں شامل ہو گی۔

حافظ سلمان بٹ : ٹھیک ہے۔ جناب والا! میں انصاف کی بات ہی کر رہا تھا اور میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہاں corruption اتنی ہو چکی ہے کہ رشوت کے بغیر کوئی رپٹ درج نہیں ہو سکتی اور ایک فائل ایک میز سے دوسری میز تک نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک رشوت ادا نہ کی جائے۔ اس کی ساری وجہ یہ ہے کہ یہاں پر اپنی مرضی اور خواہش کو مطابق معاملات کو چلانے کی وجہ سے ہمارا ہر محکمہ کرپشن کا شکار ہو چکا ہے۔

جناب والا! میں اگلی بات روزگار کے بارے میں کرنا چاہتا ہوں۔ بڑا سنتے تھے کہ یہاں پر کالا باغ ڈیم بنے گا۔ کالا باغ ڈیم بننے سے بجلی بنے گی بجلی بننے سے فیکٹریاں چلیں گی، فیکٹریاں بننے سے روزگار ملے گا اور روزگار سکیم کا یہ حال ہو چکا ہے کہ پچھلے دو سال سے بھرتی پر پابندی لگی ہوئی ہے اور وہ گھرانے جن کے بچے جوان ہو کر اپنے گھر کا بوجھ اٹھانے کی خواہش رکھتے ہیں وہ آج بھی نوکریوں سے محروم ہیں محض اپنے چند منظور نظر لوگوں کو نوکریاں بھی دی گئی ہیں۔ روزگار قرضوں کی سکیمیں بھی آئی ہیں۔ پلاٹوں کی بھی لوٹ مچی ہوئی ہے سب کچھ ہے لیکن عام آدمی کے روزگار کا مسئلہ حل نہیں ہو سکا۔ اس حکومت نے روزگار کی فراہمی کا وعدہ کر کے اس کو ناممکن بنا دیا ہے اور روزگار مہیا نہیں ہے میں پھر اسلامی جمہوری اتحاد کی بات کرتا ہوں کہ اس کے منشور میں شامل تھا کہ یہ اپنی پالیسیوں میں پاکستان کے وقار کو بلند کرنے کی بات کریں گے لیکن آج ہم اپنے بجٹ کو بنانے کے لئے اپنے خرچوں کو غیر ترقیاتی خرچے ہیں۔ اپنے الٹے تللوں کو پورا کرنے کے لئے کبھی امریکہ کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیکتے ہیں، کبھی ہمیں اپنے سر کو دوسرے مغربی ممالک کے سامنے جھکانا پڑتا ہے تاکہ ہم اپنے بجٹ کے خساروں کو پورا کر سکیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی اپنی پالیسیوں میں کشمیر کی بات ہے افغانستان کی بات ہے میں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ ہماری پالیسیوں کا کیا حال ہو چکا ہے لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں۔ جناب میرے دو پوائنٹس ہیں اس کے بعد میں اپنی بات کو ختم کروں گا۔ آپ دیکھ لیجئے کہ 1990ء میں جب یہ حکومت آئی تھی اس وقت جو ضروریات زندگی تھیں مثلاً روٹی، کپڑا، آٹا وغیرہ وغیرہ ان

کی صورتحال کیا تھی اور آج مہنگائی کی کیا صورتحال ہو چکی ہے یہ مہنگائی کے خاتمے کے لئے آئے تھے لیکن انہوں نے بڑے زبردست قسم کے manufacturers بن کر حکومت کو چلانے کی بات کی ہے میں جٹ پر اپنے معروضات کو ختم کرتے ہوئے وسائل کے منصفانہ تقسیم پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ اس دنیا کے اندر اس معاشرے کے اندر وسائل کی تقسیم میں انصاف مہیا نہیں کریں گے۔ جہاں وسائل مہیا ہونے کی بات ہوتی ہے تو تمام سرمایہ دار، جاگیردار، وڈیرے اور جو اہل اور با اختیار لوگ ہیں تمام مسائل ان کے دروازوں پر جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جتنی مہنگائی ہے جتنی مجبوری ہے، جتنا ظلم ہے، جتنی زیادتی ہے جتنا جبر ہے جتنا قہر ہے وہ سارا غریبوں کے دروازوں پر کھڑا ہو جاتا ہے اگر آپ وسائل کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتیں گے تو پھر آپ پر بھی خدا کا عذاب آئے گا یہ خدا کا کہنا ہے اور خدا کے رسول کا کہنا ہے کہ اگر آپ غریب کو اپنا بھائی نہیں سمجھیں گے اگر اس کا تن نہیں ڈھانپیں گے اگر اس کا پیٹ نہیں بھریں گے تو خدا کا قہر آپ پر نازل ہوگا اور میں آخری بات کو طور پر اسی بات کو اپنے ممبروں سے کہنا چاہتا ہوں کہ لوگو اس بات کو سنو کہ کسی پارٹی کے تعصب، کسی برادری کے تعصب کسی فرد کے تعصب میں پڑ کر تم اگر خدا کی بات کو نہیں سنو گے تو پھر اس بات کو سن لو۔

افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون ۔فتعلیٰ اللہ الملک الحق ۔لا الہ الا ھو رب العرش الکریم

"خدا نے کہا کہ لوگو، ہم نے تمہیں ایسے ہی نہیں پیدا کیا بلکہ تم یاد رکھو کہ تم نے ہمارے پاس پلٹ کر واپس آنا ہے تمہیں انصاف کا حساب دینا ہوگا اگر تم اس حساب کے لئے تیار نہیں ہو تو سنو وقت آرہا ہے کہ جب تم اپنے گھروں کو پھینک دیے جاؤ گے اور لوگ تمہارے دروازوں پر کھڑے ہو کر تمہیں تمہارے گریبانوں سے پکڑیں گے۔ میں اپنے ساتھیوں کے ضمیر سے کہتا ہوں اس کو پکارتا ہوں کہ تعصب میں نہ پڑیے۔ آپ خدا کے سامنے جانے والے ہیں۔ غریب عوام کا کچھ سوچیے اپنے ووٹروں کا کچھ سوچیے ان کے روزگار کی کچھ بات کیجئے ان کو انصاف مہیا کرنے کی بات کیجئے، پارٹیاں ختم ہو جائیں گی، یہاں کی ممبریاں ختم ہو جائیں گی صرف خدا کی ذات رہ جائے گی اور آپ رہ جائیں گے میں اپنی تقریر کے اختتام پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ظلم اور زیادتی کا خاتمہ کیجئے۔ مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے آپ کو اگر ہم سے کوئی تکلیف ہے اور آپ اس کو اسمبلی میں نہیں آپ بازاروں میں لے جانا چاہتے ہیں یہاں ایک ایم۔پی۔اے موجود نہیں ہیں انہوں نے اپنی Labour union کے ذریعے مجھ کو دبانے کی کوشش کی ہے۔۔۔۔

محترمہ چیئرمین: آپ اپنی تقریر کو ختم کیجئے۔

حافظ سلمان بٹ : جناب میں اپنی بات کو تیس سیکنڈ میں ختم کرنا چاہتا ہوں یہ بات سن لیجئے۔

ہم نے اپنی جان اور مال خدا کے ہاتھ جنت کے بدلے بیچ دیے ہیں مجھے اپنے کعبہ کی قسم تم پولیس لاؤ۔ ہمارے ہاتھوں نے درجنوں دفعہ ہتھکڑیوں کو چوما ہے۔ میں اپنی 36 سال کی عمر میں دس سال جیلوں میں گزار چکا ہوں مجھ پر لوگوں نے قتل کے مقدمات بنائے ہیں اگر تم بھی قاتلانہ حملوں کے مقدمات کی کوشش کر سکتے ہو اور گولیوں کی کوشش کرتے ہو تو میں اپنا 46 انچ کا سینہ پیش کرتا ہوں تاکہ تمہاری 46 گولیاں اس سینے میں جذب ہو جائیں اور میرے 46 نوجوان اور میری عوام کے 46 افراد تمہاری گولیوں سے محفوظ رہ جائیں شکریہ۔

محترمہ چیئرمین : منظور احمد موہل صاحب! آپ ارشاد فرمائیے۔

میاں منظور احمد موہل : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں اس بجٹ پر اظہار خیال کر سکوں۔ میں آپ کے توسط سے ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ بجٹ کوئی صحیفہ آسمانی نہیں ہوتا یہ ایک اندازہ یا تخمینہ ہوتا ہے جس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہماری حکومت کے کون کون سے مسائل ہیں، کون کون سی آمدن ہے اور ہم نے وہ کہاں کہاں خرچ کرنا ہوتی ہے۔ یہ آمدن اور اخراجات کے اعداد و شمار کا ایک مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی حتمی بات نہیں ہوتی۔

جناب والا! یہاں پر میں نے قائد حزب اختلاف کی بات بھی سنی، سچی بات ہے ان کے پاس میرے خیال میں اس بجٹ پر کوئی خاطر خواہ بات کرنے کے لئے نہ تھی۔ کیونکہ آج کا دن بجٹ پر عام بحث کا دن ہے۔ اسی طرح میرے فاضل رکن حافظ سلمان بٹ صاحب نے بھی بات کی ہے لیکن انہوں نے بھی میرے خیال میں بجٹ سے ہٹ کر ایک general development اور ہمارے ملک کی situation پر بات کی ہے جیسا کہ غیر ملک کی قومی اسمبلی میں بات کی جاتی ہے۔ انہوں نے منشور کی بات کی ہے۔ لہٰذا انہوں نے بھی میرے نقطہ نظر سے بجٹ سے ہٹ کر بات کی ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے ہاؤس کو اعتماد میں لینا چاہتا ہوں اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں، میں یہ مانتا ہوں کہ کوئی چیز بھی perfect نہیں ہے اور اس دنیا میں کوئی بات بھی مکمل نہیں ہے اور حکومت خواہ کوئی بھی ہو وہ بھی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس میں بھی اچھائیاں اور برائیاں ہوتی ہیں لیکن نقطہ نظر ہر حکومت کا یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے صوبے میں اپنی عوام کی بھلائی کے لئے جتنی زیادہ سے زیادہ اچھی پالیسی بنا سکتی ہے یا کوشش کر سکتی ہے وہ کرے۔ لیکن اس پالیسی پر عمل درآمد کرنے والے جو ہوتے ہیں وہ اصل میں اس صورتحال کو بگاڑتے ہیں۔ یہاں میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جناب غلام حیدر وائیں جب سے صوبے کے وزیر اعلیٰ بنے ہیں، مجھے ان سے کئی اختلاف ہو سکتے ہیں لیکن مالی وسائل میں انہوں

نے صوبے کو جو ایک صحیح تخمینہ دیا ہے اور اس میں اخراجات کے بارے میں جو انہوں نے صورتحال پیدا کی ہے سچی بات ہے کہ آج سے پہلے کسی سربراہ نے یہ صورتحال پیدا نہیں کی۔ جناب والا! ہمارے سامنے جو بجٹ پیش ہے اس میں غیر ترقیاتی کاموں کے لئے جو رقم تھی وہ 45 ارب 11 کروڑ تھی اور اب اس پر جو خرچ آئے گا وہ ہے 43 ارب 36 کروڑ روپے یعنی 175 کروڑ روپے کی بچت جو ہے وہ اس لئے ہے کہ ہم نے finance discipline قائم کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ کی قیادت میں یہ جو موجودہ ٹیم ہے اس نے بھرپور کوشش کی ہے کہ ہر جگہ سے کٹ لگا کر بچت کی اور جس کو میرے فاضل دوست نے عیاشیوں کے نام سے منسوب کیا ہے۔ ہم نے ان عیاشیوں کو کٹ کر کے 175 کروڑ روپے کی بچت کی ہے۔ اسی طرح جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ترقیاتی بجٹ میں 13 ارب 85 کروڑ روپے آئندہ سال کے لئے رکھے گئے ہیں اور یہ رواں مالی سال سے 32 فی صد زیادہ رقم ہے اور یہ ایک معجزہ ہے کہ کوئی حکومت ایک سال کے بعد دوسرے سال میں 32 فی صد رقم ترقیاتی کاموں پر زیادہ خرچ کرتی ہے۔

جناب والا! یہاں پر کل دیہی علاقوں کے بارے میں بھی بات ہوئی اور شہری اور دیہاتی علاقے کے بارے میں فرق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پنجاب کے صوبے کی 82 فیصد آبادی دیہاتی ہے اور اسی ratio سے بجٹ میں ان کو رقم مہیا کی گئی ہے۔ میں شہری اور دیہاتی بھائیوں سے یہی کہوں گا کہ دیہاتی اور شہری بھائی بھائی ہیں لیکن جس طرح اکیلا سیمنٹ کچھ نہیں کر سکتا، اکیلی ریت کچھ نہیں کر سکتی۔ سیمنٹ اور ریت ملا کر آپ ایک عمارت بنا سکتے ہیں، کوئی بھی کام کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دیہاتی علیحدہ کچھ نہیں کر سکتے اور شہری علیحدہ کچھ نہیں کر سکتے جب تک دونوں قوتیں نہیں ملیں گی اس وقت تک اس معاشرے میں کوئی اصلاح پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہمیں اس ہاؤس میں ایسی بات نہیں کرنا چاہیے کہ دیہاتی یہ ہیں شہری وہ ہیں۔ جناب والا! اس حکومت نے صحیح نبض شناسی کی ہے کہ دیہاتی لوگوں کو ان کا وہ حق دیا ہے جو گزشتہ کئی صدیوں سے اس صوبہ کو نہیں ملا تھا۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ کل وزیر اعلیٰ نے یہاں بیان کر دیا ہے کہ انہوں نے کس طرح سے دیہاتی علاقے کو اور زمیندارے کو ترقی دی ہے۔ لیکن جناب والا! اگر میں حقیقت حال کو بیان نہیں کروں گا تو پھر میرے ووٹرز جنہوں نے مجھ پر اعتبار کیا ہے ان کے لئے بہتر نہ ہوگا۔ میں اب دوسرے پہلو کی طرف آتا ہوں۔ یعنی کوئی چیز بھی perfect نہیں ہے اور یہ حکومت بھی perfect نہیں ہے۔ میں سب سے پہلے corruption کی بات کروں گا۔ corruption انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ہر شعبہ زندگی میں corruption ہے۔ آپ جدھر دیکھ لیں corruption ہے جیسا کہ :

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو نظر آتا ہے

اور جدھر میں دیکھتا ہوں ادھر corruption ہی corruption نظر آتی ہے۔ لہذا یہ صوبہ پنجاب کی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس corruption کا قلع قمع کرے اسے کنٹرول کرے۔ جناب والا! سب سے پہلے میں Local body کے محکمے کی بات کروں گا اور اس بارے میں کل وزیر اعلیٰ نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ اس محکمے میں corruption عام ہے۔ جناب والا! اس کو کنٹرول کرنے کے لئے ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہیے۔ یہ آپ کے سامنے مشیر حضرات بیٹھے ہوئے ہیں جو کہ میری بات کو نہیں سن رہے۔ یہ فوج ظفر موج بیٹھی ہوئی ہے ان کو یہ بھی گوارہ نہیں ہے کہ جب ایک رکن بات کر رہا ہے تو اس کی بات کو سن لیں۔

جناب سپیکر! ان کے ذمہ یہ کام لگائیں کہ یہ corruption کا قلع قمع کریں۔ ان کو محکمے دیں۔ کیا بات ہے کہ ان پر لاکھوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور یہ بالکل ناکارہ ہیں، نکمے اور بالکل ایسے ہی بیٹھے ہوئے ہیں کوئی کام نہیں کر رہے۔ خدا کے لئے ان کو کوئی ذمہ داری سونپیں۔

مہر محمد اسلم خان کھرڈانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر!

محترمہ چیئرپرسن: ارشاد فرمائیے۔

مہر محمد اسلم خان کھرڈانہ: موہل صاحب نے مشیران کے متعلق جو فرمایا ہے میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھوں گا کہ موہل صاحب نے دو سرکاری گاڑیاں بطور ایم پی اے توڑی تھیں وہ کس حیثیت سے انہوں نے سرکاری گاڑیاں توڑی تھیں؟

میاں منظور احمد موہل: میں اپنی تقریر کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا لیکن میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں وہ واحد ایم پی اے ہوں جس نے جب فروری میں دیکھا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت غلط بات کر رہی ہے تو میں نے forward block بنایا تھا اور آج تک میں نے لاہور یا کسی بھی اور شہر میں پلاٹ نہیں بنایا اور اپنے ذاتی مفاد کے لئے حکومت سے کوئی چیز نہیں لی اور میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ وزیر بلدیات اس پر توجہ دیں کہ local body میں جو کمیشن چلتا ہے وہ کیا ہے؟

میرے بھائی میں نے اپنی ذات کے لئے کوئی پلاٹ نہیں لیا اور میرے بھائی نے اگر لیا ہے تو وہ گورنمنٹ ملازم ہیں۔ وہ ڈی سی کے مرتبہ کے آدمی ہیں اور بھی دوسروں نے لئے ہوں گے لیکن میرا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: موہل صاحب آپ cross talking مت کریں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! آپ ان کو کنٹرول کریں آپ ان کو منع کریں۔ آپ مجھے کہتی ہیں کہ میں cross talking کر رہا ہوں cross talking تو وہ کر رہے ہیں۔ آپ مشیر صاحب کو منع کریں جو

کھڑے ہو کر بات کرتے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن : میں نے ان سے بھی عرض کی ہے کہ chair کی اجازت کے بغیر آپ نہ بولیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میں یہ بات کہوں گا کہ یہ بالکل نااہل وزیر ہیں مجھے یہ حقیقت حال بیان کرنے پر مجبور کر رہے ہیں اور یہ وزیراعلیٰ کی غلطی ہے کہ انہوں نے ایسے مشیر مقرر کر دیے ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! موہل صاحب نے مشیران کے بارے میں جو کہا ہے کہ یہ نکمے ہیں نالائق ہیں۔ لیکن مشیر صاحبان نے ان کے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں اٹھایا۔ شاید انہوں نے ان کی بات کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ انہوں نے دوسری باتوں پر اعتراض اٹھایا ہے اس پر اعتراض نہیں کیا اور اگر انہوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ واقعی نکمے اور نالائق ہیں تو پھر میرے خیال میں یہ جھنڈے انہیں اتار دینے چاہئیں۔

محترمہ چیئرپرسن : This is not a point of order.

میاں منظور احمد موہل : جناب چیئرمین! یہ دوسری بات جو میں ایوان کے توسط سے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس وقت نظام حکومت انہیں فرسودہ قواعد و ضوابط رولز اینڈ ریگولیشنز جو انگریز کے بنائے ہوئے ہیں انہی کے تحت چل رہا ہے جب تک آپ ان کو درست نہیں کریں گے خدا گواہ ہے صدیوں تک حکومت چلتی رہے آپ رہیں یا کوئی اور حکومت آجائے اگر وہی قانون اور قواعد و ضوابط رہتے ہیں خدا کی قسم آپ کسی طرح بھی حالات کی درستگی نہیں کر سکتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قواعد و ضوابط کو آپ درست کریں۔ جب تک وہ درست نہیں ہوں گے آپ کوئی صحت مند چیز یہاں نہیں لا سکتے۔

جناب والا! آخر میں میں rule of law کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ جب تک رول آف لاء کی بالادستی نہیں ہوگی تب تک کوئی بھی چیز صحیح نہیں ہو سکتی۔ یہاں جناب والا! شخصیات کو دیکھا جاتا ہے لیکن rule of law کو نہیں دیکھا جاتا۔ وہ کہتے ہیں کہ وزیراعلیٰ جب چاہیں ایوان سے خطاب کر سکتے ہیں۔ میں بڑے ادب کے ساتھ جناب سپیکر کی رولنگ سے اختلاف کرتا ہوں۔ وہ نہیں بول سکتے۔ rule of law ایک چیز ہے جس کے بغیر کارروائی conduct نہیں ہو سکتی۔ یہاں یہ کوئی بھی نہیں دیکھتا کہ کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں ہونا چاہیے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ سپیکر کی رولنگ حتمی ہوتی ہے۔ لیکن جناب والا! سپیکر کو بھی یہ رولز دیکھنے چاہئیں اور وہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ جو حرف آخر ہو۔ یہ نہیں کہ اپنی صوابدید کے مطابق کوئی بھی فیصلہ کر دیا جائے۔ جناب والا! آگے جو میں گزارش کرنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔۔۔۔۔۔

محترمہ چیئرپرسن : موہل صاحب!

میاں منظور احمد موہل : مجھے پتا ہے کہ انھوں نے کہا ہو گا کہ سپیکر کا conduct زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ میں اس کو جانتا ہوں لیکن جو بات حقیقت ہے اس کو بیان کیے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ اب جناب والا! میرے ساتھ یہاں پر مزید زیادتی ہوئی ہے۔ میرا علاقہ ضلع بہاولنگر میں ہے۔ یہ تمام کا تمام پسماندہ اور دیہات پر مشتمل ہے۔ ابھی بھی میرے حلقہ میں 45 فیصد گاؤں بجلی کے بغیر ہیں۔ یہاں یہ ہو رہا ہے کہ سب کو مساوی گاؤں دے دیے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ کئی میرے بھائی ایسے ہیں کہ جن کے تمام گاؤں میں بجلی ہے۔ انھیں بجلی کی ضرورت نہیں ہے۔ جناب والا! ایسے کیا جائے کہ آپ ایک سروے کمیٹی بنائیں۔ ان مشیر حضرات کے ذمے لگائیں کہ یہ سروے کریں کہ کہاں کس چیز کی ضرورت ہے۔ کون سا علاقہ پسماندہ ہے اور کون سا نہیں ہے۔ میں بڑے ادب سے ان دوستوں سے کہوں گا جو کہ شمالی پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں کہ جنوبی پنجاب بہت ہی پسماندہ ہے۔ قبل ازیں اس کے لیے کچھ زیادہ رقم رکھی جاتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب ایم لطیف مغل : محترمہ چیئرپرسن! میرا نکتہ وضاحت ہے۔ جناب میاں منظور وٹو صاحب تشریف فرما تھے۔ بڑے آرام سے سلمان بٹ تقریر کر رہے تھے۔ جب آپ آئیں تو انھوں نے بھی بڑے جوش سے تقریر کرنی شروع کر دی۔ اور اب منظور موہل ایسے تقریر کر رہے ہیں کہ جیسے جلسہ عام میں کر رہے ہوں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ انھیں کہیں کہ یہ آہستہ بات کریں۔

میاں منظور احمد موہل : وہ تالیوں والے بھی آ گئے۔

محترمہ چیئرپرسن : آپ اپنی بات دو منٹ میں مکمل کریں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میں یہی گزارش کروں گا کہ طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ جب پہلا مقرر اونچی آواز میں بات کرے تو دوسرے کو اپنی بات منوانے کے لیے اس انداز سے بات کرنا ہوتی ہے۔ اگر میں توں توں کرتا رہوں تو اس کی تقریر کا تاثر میں ختم نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں نے اس انداز میں تقریر کی ہے کہ میں سرکاری اراکین کا تحفظ کر سکوں۔ آپ خود ہی ہاتھی بنے ہوئے ہیں، پہلے مشیر کو رگڑا پھر پارلیمانی سیکرٹری کو رگڑا دے دیا۔

ملک امان اللہ چھینہ : محترمہ چیئرپرسن! میں نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میاں منظور احمد موہل نے فرمایا ہے کہ جب بات کو منوانا ہوتا ہے تو بات پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ بھی وکیل ہیں۔ میں نے وکلاء حضرات سے سنا ہے کہ جب وہ کیس ہار رہے ہوں تو وہ اونچی آواز میں بات کرتے ہیں اور جب کیس جیت رہے ہوں تو نیچی آواز میں بات کرتے ہیں۔ محترمہ چیئرپرسن! ان کے تو 45 دیہات رہتے ہیں میرے ضلع کے تین سو گاؤں بغیر بجلی کے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن : چھینہ صاحب! آپ اپنے مسائل کی بات اپنی تقریر میں کر لیجیے گا۔

ملک امان اللہ چھینہ : میں اپنے مسائل کی بات تو اپنی تقریر میں کر لوں گا لیکن آپ منظور موہل سے کہیں کہ یہ ذرا آہستہ اور دھیمی آواز میں بات کریں گے تو ان کی بات ہماری سمجھ میں زیادہ آئے گی۔

محترمہ چیئرپرسن : موہل صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل : اب میں چھینہ صاحب کی تجویز پر بہت آہستہ بولوں گا۔

محترمہ چیئرپرسن : آپ کی تقریر کے دس منٹ اب ختم ہو گئے ہیں۔ آپ دو منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔

میاں منظور احمد موہل : محترمہ چیئرپرسن! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ میرے حلقہ میں ایک سڑک ہے جو کھوپرے سے ڈونگہ بونگہ جاتی ہے۔ میں نے تمام جٹ کھنگال مارا ہے۔ اس سڑک کے لیے پچیس لاکھ روپیہ دیا گیا ہے اور وہ پچیس لاکھ میری گرانٹ میں سے لے لیا گیا ہے۔ سڑکوں کے لیے جو جٹ مختص کیا گیا ہے کسی سے اس کا حصہ نہیں لیا گیا۔ لیکن مجھے جو پچاس لاکھ کی گرانٹ ملی ہے اس میں سے پچیس لاکھ روپیہ رکھ لیا گیا ہے۔ میں آپ کے توسط سے وزیراعلیٰ پنجاب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ جس طرح دوسرے حلقوں میں سڑکیں مکمل طور پر گورنمنٹ کی امداد سے بن رہی ہیں میرے حلقے کی اس سڑک کی رقم بھی حکومت اپنی گرانٹ سے دے۔ میرا علاقہ جو پہلے ہی پسماندہ ہے میری گرانٹ میں سے پچیس لاکھ نہ دیں۔ یہ سڑک پرانی ہے جب میاں محمد نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب تھے، ان کے دور میں بھی یہ ان کے زیر غور تھی۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ جب میں یہاں لنگر آؤں گا تو جلسہ میں اعلان کروں گا۔ میں وزیراعلیٰ کے نوٹس میں بھی لایا ہوں اور وزیراعظم کے نوٹس میں لایا کہ انھوں نے جو میری گرانٹ میں سے پچیس لاکھ روپیہ کاٹا ہے وہ نہ کاٹا جائے اگر اور دوستوں کی گرانٹ میں سے یہ رقم کاٹی گئی ہے تو مجھے منظور ہے لیکن اگر کسی اور جگہ پر جٹ میں یہ کٹوتی نہیں لگائی گئی تو اس سڑک کے سلسلہ میں بھی میری گرانٹ میں سے جو پچاس فیصد کٹوتی لگائی گئی ہے وہ نہ لگائی جائے۔ شکریہ!

محترمہ چیئرپرسن : حاجی محمد اکرم (حاضر نہیں تھے) حاجی غلام صابر!

حاجی غلام صابر انصاری : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے جٹ پر جٹ کرنے کا موقع دیا۔ پنجاب کا اس سال کا جٹ نہایت ہی اچھا ہے اور کل جو وزیراعلیٰ پنجاب نے اپنی تمام سبسڈیڈ گرانٹ تقسیم کر دی ہے پہلے سالوں میں اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ میری ایک دو گزارشات ہیں جیسا کہ کل مہر محمد سلیم نے کہا کہ شہری حلقوں کے لیے وزیراعلیٰ نے کوئی گرانٹ نہیں رکھی۔ جو چالیس

کروڑ روپیہ بلدیات کے لیے رکھا گیا ہے وہ میونسپل کمیٹیوں اور میونسپل کارپوریشنوں کو ہی ملے گا۔ اس میں میری تجویز یہ ہے کہ شہری حلقوں میں تعلیم کا جو بھی مسئلہ ہے وہ میونسپل کمیٹی چلاتی ہے۔ وہ کارپوریشنیں چلاتی ہیں۔ شہروں میں بھی غریب لوگ رہتے ہیں۔ اب جب کہ سرکاری تعلیم میٹرک تک مفت ہے شہری حلقوں میں سکول میونسپل کمیٹیاں یا میونسپل کارپوریشنیں چلاتی ہیں اور ان میں بڑی بھاری فیسیں لی جاتی ہیں۔ آپ جا کر دیکھ لیں وہاں چھتیں نہیں ہیں، ٹاٹ نہیں ہیں۔ میری حکومت سے اپیل ہے کہ جو بھی میونسپل کمیٹیوں کو گرانٹ دی جائے تو اس میں سے مخصوص کر دیا جائے کہ تعلیم پر اتنا پیسہ خرچ کیا جائے گا۔ اگر حکومت یہ نہیں کر سکتی تو میری یہ اپیل ہے کہ جیسے دیہاتوں میں گورنمنٹ سکول چلا رہی ہے اب میونسپل کمیٹیوں کو امداد نہ دی جائے۔ ان کے سکولوں کو اپنی تحویل میں لے لیا جائے تاکہ پنجاب میں محکمہ تعلیم کے تمام سکولوں میں ہر جگہ پر تعلیم غریب بچوں کے لیے یکساں ہو۔ اگر غریب لوگوں کو فیس پڑتی ہے، شہروں میں نہیں پڑنی چاہیے جیسے دیہاتوں میں نہیں پڑتی۔ ہمارے شہروں میں غریب آدمی کے اگر پانچ بچے ہیں تو وہ کیا کرے گا۔ جتنی اس کو تنخواہ ملتی ہے اس سے زیادہ تو بچوں کی تعلیم پر خرچ ہو جاتا ہے۔ میری وزیر خزانہ سے اپیل ہے کہ میونسپل کمیٹیوں میں جتنے بھی پرائمری سکول ہیں ان کو اپنی تحویل میں لے لیں اور جیسا کہ یہ بلدیات کو فنڈ دیتے ہیں اس میں سے تھوڑا سا کم کر لیں اور اس کے علاوہ ہمارے اس بجٹ میں درخت لگانے کے لیے کافی پیسہ رکھا گیا ہے۔ گورنمنٹ سے میری اپیل ہے کہ میرا حلقہ بارڈر پر آتا ہے۔ بارڈر بیلٹ سے ہمارے زمینداروں کو درخت کاٹنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب ہمارے زمینداروں کو درخت کاٹنے کی اجازت نہ ہو تو وہ درخت کیسے لگائیں گے۔ گورنمنٹ سے میری اپیل ہے کہ بارڈر بیلٹ پر زمینداروں کو درخت کاٹنے کی اجازت دی جائے جس سے وہ زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں گے۔ اور گورنمنٹ نے درخت لگانے کا جو منصوبہ دیا ہے اس کی حد بھی پوری ہو سکے گی اور ایسے ہی شہروں میں کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دیے گئے اور اس کے لیے ہماری گورنمنٹ نے ڈویلپمنٹ فنڈ بھی رکھے مگر آج تک میرے حلقے میں وہ فنڈ پوری طرح صرف ہی نہیں ہو سکے۔ کچی آبادیوں میں نہ تو پینے کا پانی ہے اور نہ ہی street lights ہیں۔ میری تجویز ہے کہ جو بھی فنڈز میونسپل کمیٹی خرچ کرتی ہے گورنمنٹ کو اس کی نگرانی کرنی چاہیے اور میونسپل کمیٹی حدود میں جو بھی ایم این اے، ایم پی اے کی گرانٹ سے فنڈ لگتے ہیں مثال کے طور پر اے ڈی ایل جی لگاتے ہیں یا پی ڈبلیو ڈی لگاتی ہے۔ اس کی ایک جگہ پر نگرانی ہونی چاہیے۔ میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام علاقوں میں ایک طرف سے اسی سڑک کا پیسہ اے ڈی ایل جی دے رہے ہیں اور اسی سڑک کا میونسپل کمیٹی والے دے رہے ہیں اور اسی سڑک کا پی ڈبلیو ڈی والے دے رہے ہیں۔ اس کے لیے گورنمنٹ کو چاہیے کہ ایک ایسا ادارہ

قائم کیا جائے جس سے سرٹیفکیٹ لے کر اس ٹھیکیدار کو ادائیگی کی جائے۔ تاکہ double اور trip-ple ادائیگی نہ کی جائے۔ اور میری ایک اور بھی تجویز ہے کہ جتنی بھی شہروں میں ڈویلپمنٹ ہو اس حلقے کے ایم این اے، ایم پی اے اور میونسپل کمیٹی کے چیئرمین کو مل بیٹھ کر اس کے منصوبے بنانے چاہئیں۔ کیونکہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ وہی منصوبہ ایم این اے دے دیتا ہے اور وہی ایم پی اے دے دیتا ہے، وہی بلدیہ کے کونسلر دے دیتے ہیں۔ اس وجہ سے تین جگہوں سے ایک ہی سڑک کی ادائیگی چلی جاتی ہے۔ ایک ہی سکول کی ادائیگی تین جگہوں سے چلی جاتی ہے۔ اگر یہ منصوبے مشترکہ طور پر دیے جائیں گے تو پھر کبھی بھی ایسا کام نہیں ہوگا۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل رکن نے کہا ہے کہ درخت کاٹنے کی اجازت دی جائے۔ ایک درخت کا کاٹنا انسانیت کا قتل ہے اور ہمارے وزیراعظم ماحولیات کے لیے باہر کا دورہ کر چکے ہیں۔ اگر ماحولیات کو ٹھیک رکھنا ہے تو ہمیں درخت اگانے پڑیں گے کاٹنے نہیں چاہئیں۔ اور جہاں تک پرائمری ایجوکیشن کو گورنمنٹ کی تحویل میں لیا جائے تو بیرونی ممالک میں تمام سکول اور کالج اپنی مدد آپ کے تحت چلتے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن : چھینہ صاحب! آپ ان باتوں کا اپنی تقریر میں جواب دے دیں۔ ان کو interrupt نہ کریں۔

حاجی غلام صابر انصاری : جناب سپیکر! یہ میرے معزز رکن ہر ایک کی تقریر میں آجاتے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو یہ فصل بیچتے ہیں اگر اس کو کاٹنے کی اجازت نہ دی جائے تو یہ اپنی فصلیں کب اگائیں گے۔ اگر آپ کسی غریب آدمی کو شادی بیاہ پر لکڑی کاٹنے کی اجازت نہیں دیں گے تو وہ درخت کیوں لگائے گا۔

جناب سپیکر! ہماری گورنمنٹ نے چھوٹے قرضوں کے لیے بہت فنڈ رکھا ہے اور میں گورنمنٹ کا مشکور ہوں کہ وہ self employment کے تحت غریبوں کو قرضے دے کر بے روزگاری کو ختم کرنا چاہتے ہیں مگر جو یہ قرضے ہماری گورنمنٹ دے رہی ہے اس میں زیادہ تر قرضے بڑے لوگ لے جاتے ہیں جو چھوٹے لوگ ہیں ان کے لیے بڑا مسئلہ ہے۔ کیوں کہ جب یہ قرضہ دیتے ہیں تو محکمہ کہتا ہے کہ پہلے آپ اپنے پلے سے پیسہ لگائیں اور جب آپ مشینری لگالیں گے اس کے بعد ہم چیک دیں گے۔ اگر غریب آدمی کے پاس پیسہ ہو تو وہ آپ سے قرضہ کیوں لے گا۔ میری تجویز یہ ہے کہ جب بھی کوئی درخواست آئے اگر غریب آدمی اس پر 30 فیصد لگا سکتا ہے تو اس کو فوراً 70 فیصد قرضہ دیا جائے اور یہ جو قرضہ دیا جاتا ہے کہ

پہلے لگاؤ بعد میں لو۔ اس طرح تو بڑے بڑے لوگ قرضہ لے رہے ہیں۔ ان میں ہماری گورنمنٹ 7 فیصد لیتی ہے۔ بڑا آدمی اپنے پلے سے پیسے لگا سکتا ہے وہ پلے سے پیسے لگا کر گورنمنٹ سے 7 فیصد پر قرضہ حاصل کرتا ہے اور بنکوں میں اپنے نام سے 15 فیصد پر فکس کراتا ہے اور اسطرح بڑا آدمی 8 فیصد کما رہا ہے۔ میری تجویز ہے کہ جو بھی ہمارا پنجابی بھائی قرضہ حاصل کرنے کے لیے درخواست گزارے' اگر اس کے اپنے پاس 30 فیصد ہے تو گورنمنٹ کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ آپ اپنی گرہ سے مشینری لگائیں تب ہم قرضہ دیں گے۔ اس کی 30 فیصد equity دیکھ کر 70 فیصد کا اسے چیک دے دینا چاہیے اور ایسے ہی ہمارے محکمہ صحت میں جس ہسپتال میں بھی آپ چلے جائیں نہ تو وہاں ڈاکٹر موجود ہوتا ہے نہ ہی کوئی ڈسپنسر موجود ہوتا ہے اور نہ ہی وہاں کوئی دوائی ہوتی ہے جو غریب آدمی کو مل سکے۔ گورنمنٹ سے میری یہ اپیل ہے کہ ہمارے وزراء کرام جب کسی ہسپتال سے گزریں تو ہسپتال کا معائنہ کریں اور جتنے ڈاکٹر غیر حاضر ہوں ان کو وہاں سے نکالا جائے۔ اگر گورنمنٹ نے دو چار ڈاکٹروں کو سزائیں دے دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی بھی غیر حاضری نہیں ہوگی۔ اور ڈاکٹر صاحبان ہر وقت ڈریں گے کہ کہیں آج فلاں وزیر کا یہاں سے گزر نہ ہو، فلاں وزیر کا گزر نہ ہو۔ اس وجہ سے حاضری زیادہ ہوگی لیکن ہمارے وزراء کرام کبھی بھی کسی ہسپتال میں جانا ہی گوارا نہیں کرتے۔ میری گورنمنٹ سے اپیل ہے کہ وزراء کرام جہاں کہیں سے بھی گزریں راستے میں جو بھی ہسپتال آئے وہاں ضرور پانچ دس منٹ رک کر ہسپتال کا معائنہ کریں اور ایسے ہی میرے حلقے کا بلکہ پورے پنجاب کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جیسا کہ کچی آبادیوں کو ہم نے مالکانہ حقوق دے دیے، شہروں میں اربن ایریا میں دخیل کاری کے تحت لوگوں کو زمینیں ملی ہوئی تھیں۔ شہروں میں لوگوں نے پانچ پانچ مرلے، دس دس مرلے فروخت کر دیے اور جب کبھی وہ دخیل کاری کے تحت جس نے پانچ مرلے میں مکان بنایا ہوا ہے جب کبھی وہ قرضے کے لیے درخواست دیتا ہے تو کارپوریشن والے کہتے ہیں کہ آپ کو قرضہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ یہ زمین آپ کے نام ہے ہی نہیں۔ گورنمنٹ سے میری یہ اپیل ہے کہ پنجاب میں جتنی بھی زمینیں دخیل کاری کے تحت لوگوں نے فروخت کر دی ہیں جہاں پانچ پانچ مرلے دس دس مرلے کے رہائشی مکان بنے ہوئے ہیں ان کو مالکانہ حقوق دیے جائیں اور جیسا کہ میں نے پہلے ہی بتایا ہے کہ محکمہ ایجوکیشن پورے پنجاب میں خواہ شہری ہو یا دیہاتی ان کو اپنی تحویل میں لے لینا چاہیے تاکہ سرکاری سکولوں میں تعلیم ایک جیسی ہو اور ساتھ ہی ساتھ جتنے پرائیویٹ سکول کھل رہے ہیں ان کی فیسیں بھی مقرر کی جائیں تاکہ غریب لوگ بھی وہاں بچے پڑھا سکیں۔ کیونکہ وہاں فیسیں بہت زیادہ لی جا رہی ہیں اور محکمہ ایجوکیشن کو چاہیے کہ ان پر بھی کنٹرول کرے اور جیسا کہ پولیس کی مد میں کافی فنڈ رکھا گیا ہے گورنمنٹ سے میری اپیل ہے کہ ہماری گورنمنٹ نے جو

اسلحہ کے لائسنس کھولے ہوئے ہیں۔ جو ہماری پولیس کے پاس بور ہے اس سے کم بور کے اسلحہ لائسنس جاری کیے جائیں تاکہ جب کبھی بھی ڈاکوؤں اور چوروں کو پکڑنے کی ضرورت ہو تو ہمارے پولیس والوں کے پاس ان سے بھی بھاری اسلحہ ہو۔ مگر بد قسمتی یہ ہے کہ ہماری عوام کے پاس جدید قسم کا اسلحہ ہے اور پولیس والوں کے پاس نہ تو جدید قسم کی گاڑیاں ہیں اور نہ ہی ان کے پاس جدید قسم کا اسلحہ ہے۔ میری گورنمنٹ سے اپیل ہے کہ تمام تھانوں کو تیز رفتار گاڑیاں دی جائیں اور پرانی گاڑیوں کو نکال باہر پھینکا جائے تب جا کر ہمارے پولیس والے ڈاکوؤں، چوروں اور اچکوں کو پکڑ سکیں گے۔

محترمہ چیئرپرسن : حاجی صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

حاجی غلام صابر انصاری : جناب سپیکر! میں ایک منٹ میں ختم کروں گا۔ میں آخر میں گورنمنٹ سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ جو میں نے عرض کیا ہے کہ جتنے بھی کارپوریشنوں میں یا میونسپل کمیٹیوں میں سکول موجود ہیں وہ اپنی تحویل میں لے لیں اور جو یہ بلدیاتی اداروں کو فنڈز مہیا کرتے ہیں اگر ایجوکیشن کے سکول لینے میں زیادہ خرچہ آتا ہے تو ان میں کٹ لگا دیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ جو میونسپل کمیٹیوں اور کارپوریشنوں میں سکول چلتے ہیں وہ اپنی تحویل میں لے لے گی۔

محترمہ چیئرپرسن : بہت شکریہ! جناب شوکت داؤد۔ شوکت داؤد صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ فرید احمد پراچہ، ارشاد احمد سیٹھی، ڈاکٹر افضل اعزاز! وہ بھی تشریف نہیں رکھتے اس وقت کوئی اور صاحب بات کرنا چاہیں گے۔ ہاؤس کل صبح 9:00 تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس جمعرات 18 جون 1992ء تک کے لیے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس)

جمعرات، 18 جون 1992ء

(پنجشنبہ 16 ذوالحجہ 1412ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 25 منٹ پر منعقد ہوا۔

جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ
اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ
طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۗ وَلَا
تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ
اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۗ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

(سورۃ البقرہ آیات 266 تا 267)

بھلا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں جاری ہوں اور اس میں اس کے لیے ہر قسم کے میوے موجود ہوں اور اسے بڑھاپا آ پکڑے اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں تو (ناگہاں) اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولہ چلے اور وہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو) جائے اس طرح خدا تم سے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو (اور سمجھو)۔ مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لیے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے (راہ خدا) میں خرچ کرو۔ اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ (اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو ان کو کبھی نہ لو۔ اور جان رکھو کہ خدا بے پروا (اور) قابل ستائش ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ ۝

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ رانا اکرام ربانی تشریف نہیں رکھتے ۔ چودھری محمد فاروق بھی تشریف نہیں رکھتے۔ ملک محمد دین کی تحریک استحقاق ہے ۔

نشان زدہ سوال 1065 کے غلط جواب کی فراہمی

ملک محمد دین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں ۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے ۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے ایک نشان زدہ سوال نمبر 1065 میں محکمہ صحت سے دریافت کیا تھا کہ تقریروں پر پابندی کے دوران تقریریاں ہوئی ہیں ۔ جس کا جواب وزیر صحت نے مورخہ 27 مئی 1992ء کو ایوان کی میز پر رکھا ۔ جس میں تسلیم کیا کہ تقریروں پر پابندی کے باوجود تقریریاں ہوئیں لیکن جوں ہی محکمہ کے علم میں یہ بات آئی تو محکمہ صحت نے تمام تقریریاں منسوخ کر دیں۔ میرے علم کے مطابق تمام تقریریاں منسوخ نہیں کی گئی ہیں' بلکہ حقائق کو چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے ۔ مثال کے طور پر ایک تقریری کے آرڈر لف ہذا ہیں اور بدستور ڈیوٹی پر ہے ۔ فوٹو کاپی لف ہذا ہے۔ علاوہ ازیں مزید مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں۔ ایوان میں صحیح جواب نہ دینے سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے ۔ اس لیے اس مسئلہ کی مکمل چھان بین کے لیے میری تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دیا جائے اور مجلس قائمہ برائے استحقاقات کے سپرد کیا جائے ۔

ڈاکٹر محمد شفیق : جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اپنے معزز ساتھی جناب ملک محمد دین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری ان سے اس تحریک کے سلسلے میں بات ہوئی تھی اور سیکرٹری ہیلتھ نے اس پر ایکشن لیا تھا اور میری یقین دہانی پر انھوں نے فرمایا تھا کہ میں اس تحریک استحقاق کو مؤخر کر دوں گا اور اس وقت تک کوئی نتیجہ سامنے آ جائے گا۔ اس لیے اب میں آپ کے توسط سے ملک محمد دین سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنے اس وعدے کا پاس کریں۔ اس سلسلے میں سیکرٹری ہیلتھ کی چٹھی بھی میں نے ان کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔ انھوں نے اس سلسلے میں letter لکھا ہے کہ اس پر ضرور ایکشن لیا جائے گا۔ اب میری یہ

گزارش ہے کہ معزز رکن اپنی تحریک استحقاق کو چند دن کے لیے مؤخر رکھیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ کا کیا خیال ہے؟

ملک محمد دین: جناب سپیکر! ہم جو بھی اسمبلی میں بات لاتے ہیں وہ اصلاح احوال کے لیے لاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب میرے دوست ہیں۔ میں اسے مؤخر کرتا ہوں۔

وزیر صحت: جناب والا! فاضل رکن نے تحریک استحقاق پیش کی ہے کہ محکمہ صحت نے ان کے سوال کا مکمل طور پر درست جواب نہیں دیا اور ڈاکٹر شفیق صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ میری فاضل رکن سے بات ہوئی تھی۔ اس لیے اس تحریک استحقاق کو کچھ دنوں کے لیے مؤخر کیا جائے۔ جناب والا! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سلسلے میں تھوڑی بہت وضاحت کر سکوں۔

جناب سپیکر: یا تو آپ اس تحریک استحقاق کو مؤخر کر لیں یا اسے ٹیک اپ کر لیں۔

وزیر صحت: میں کچھ حقائق آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ آپ چاہتے ہیں اسے ٹیک اپ کیا جائے۔

وزیر صحت: جی ہاں اسے ٹیک اپ کر لیا جائے۔ اس کے بعد آپ جو مناسب سمجھیں فیصلہ کر لیں۔

جناب سپیکر: اس کو پھر مؤخر نہ کیا جائے؟

وزیر صحت: جی ہاں! ابھی اسے مؤخر نہ کیا جائے۔ میں دو طریقوں سے اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ فنی بنیادوں پر بھی اس کی مخالفت کرتا ہوں اور حقائق پر بھی کچھ گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد جناب اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے آپ مؤخر کر دیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ تو ڈاکٹر شفیق صاحب کی بات مان گئے تھے لیکن وزیر موصوف یہ فرما رہے ہیں کہ اسے ٹیک اپ کیا جائے۔

ملک محمد دین: ٹھیک ہے جناب! آپ اسے ٹیک اپ کر لیں۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ ..... وزیر صحت!

وزیر صحت : جناب والا! 27 مئی کو وقفہ سوالات میں کچھ سوالات کے جوابات دیے گئے اور بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے تھے۔ ان سوالات میں سے ایک سوال نمبر 1065 بھی تھا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں سوال کے بارے میں کچھ پڑھ کر سنا دوں۔

محترم ملک محمد دین صاحب نے سوال کیا تھا کہ

(الف) "محکمہ صحت نے گریڈ ایک سے پندرہ تک نئی تقرریوں پر پابندی کس تاریخ سے لگائی"۔

اس کا جواب جو محکمہ صحت نے دیا تھا اور محکمہ کی طرف سے جو میں نے جواب دیا تھا کہ" محکمہ صحت نے گریڈ ایک سے لے کر پندرہ تک تقرریوں پر پابندی 12 دسمبر1990ء کو لگائی۔

جز (ب) میں انھوں نے پوچھا تھا کہ یہ درست ہے کہ محکمہ نے پابندیوں کے نئی تقرریاں کیں؟اس کا جواب محکمہ صحت نے دیا کہ "جی ہاں یہ درست ہے کہ محکمہ صحت نے تقرریوں پر پابندی کے باوجود کچھ اضلاع میں تقرریاں کی تھیں۔ جونہی محکمہ صحت کے علم میں یہ بات آئی ایسی تمام تقرریاں منسوخ قرار دی گئیں"۔

جز(ج) میں سوال پوچھا گیا تھا کہ ان کے نام عہدوں اور مکمل پتوں کی تفصیل دی جائے۔ اس کا جواب محکمہ صحت کی طرف سے دیا گیا تھا کہ ایسی تمام تقرریاں منسوخ کرنے کے احکامات جاری کر دیے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں میری جناب والا! عرض یہ ہے کہ محکمہ نے تو خود تسلیم کیا ہے اور محکمہ کی طرف سے اس کا بڑا واضح جواب دیا گیا تھا کہ" جی ہاں ! یہ درست ہے " اور پابندی کے باوجود کچھ تقرریاں کی گئیں۔ اور یہ پابندی 12دسمبر 1990ء کو لگی تھیں۔ اور پابندی کے بعد جب یہ بات ہمارے علم میں آئی تو محکمہ نے اس سلسلے میں آرڈر جاری کیے اور دو مرتبہ اس سلسلے میں reminders بھی بھیجے۔ ایک مرتبہ جنوری کے مہینے میں اور دوسری مرتبہ مارچ کے مہینے میں reminders بھیجے۔ جہاں تک محکمے کے علم میں ہے تمام تقرریاں منسوخ ہو گئی تھیں اور ہو جانی چاہیے تھیں۔ لیکن جیسا کہ فاضل رکن نے فرمایا کہ انھوں نے ایک مثال کے طور پر ایک تقرری کے آرڈر اپنی تحریک استحقاق کے ساتھ لف کیے ہیں۔ جب انھوں

نے اپنی تحریک استحقاق پیش کی تو محکمہ کو پرسوں شام اس کی کاپی ملی اور جیسے ہی ہمیں اس تحریک استحقاق کی کاپی ملی اور ہم نے اس کی تفصیل دیکھی میں نے اس پر فوری طور پر آرڈر کیے اور ایڈیشنل سیکرٹری جو کہ ہمارے محکمے کے ایڈیشنل سیکرٹری جنرل ہیں انھیں فیصل آباد روانہ کیا اور آج وہ اس سلسلے میں تحقیقات کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ دو تین دن کے اندر اندر اس کی رپورٹ بھی آ جائے گی تو اس بارے میں بھی میں تفصیل بتانے کی پوزیشن میں ہوں گا۔ لیکن کرنے کی بات یہ ہے کہ تحریک استحقاق اس لیے پیش کی گئی ہے کہ محکمے نے حقائق چھپائے ہیں۔ یہاں پر حقائق چھپانے کی بات کی گئی ہے۔

جناب والا! محکمے نے تو خود تسلیم کیا ہے کہ واقعی پابندی کے باوجود تقرریاں ہوئیں اور ہم نے ان تقرریوں کو منسوخ کیا ہے اور جہاں تک فاضل رکن نے مثال پیش کی ہے اس پر بھی ہم انکوائری کر رہے ہیں لیکن جناب والا! فنی طور پر میں اس کی اس لیے مخالفت کروں گا کہ رول(4)55 بڑا واضح ہے۔ کوئی معاملہ ایسا جو اسمبلی کی دخل اندازی کا متقاضی ہو، میں یہ واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ محکمے نے جان بوجھ کر کوئی چیز نہیں چھپائی اور اس دن میں نے فلور آف دی ہاؤس پر یہ کہا تھا کہ یہ ایوان ایسا ہے کہ جہاں ہمیں آپ کی رائے اور رہنمائی چاہیے اور اس کے مطابق ہم نے چلنا ہے۔ یہ عوام کی بہتری کے لیے بہت بڑا اور اہم محکمہ ہے۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ کسی بھی طرح سے محکمہ یا میری ذات کا تعلق ہے ہم کسی قسم کی بھی کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔ جو لوگ یا افسران اس معاملے میں ملوث پائے گئے فوری طور پر ہم ان کے خلاف Efficieny and Discipline Rules کے تحت کارروائی کریں گے۔ مزید میں جناب سپیکر! آپ سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ تحریک استحقاق چونکہ فنی طور پر رول 54 اور 55 کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے اسے rule out کیا جائے۔ جہاں تک معزز رکن کی مثال کی بات آتی ہے۔ جونہی میرے پاس رپورٹ آئی میں ذاتی طور پر فاضل رکن کی خدمت میں خود پیش کر دوں گا اور صورت حال کی وضاحت کر دوں گا اور اس پر جو ایکشن ہو گا ان کے گوش گزار کر دوں گا اور اس معزز ایوان سے بھی صورت حال کی وضاحت کر دوں گا۔ شکریہ!

ملک محمد دین: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ تقرریاں ہوئیں

اور جوں ہی محکمے کے علم میں یہ بات آئی تو وہ تقرریاں منسوخ کر دی گئیں۔ جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہ بات ٹھیک ہے اورانھوں نے تسلیم توکر لیا کہ تقرریاں ہوئیں لیکن انھوں نے اپنے جواب میں یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ تقرریاں منسوخ کر دی گئی ہیں۔ جب کہ میری گزارش یہ ہے کہ وہ تقرریاں منسوخ نہیں کی گئیں۔ میں نے تو صرف مثال کے طور پر ایک آرڈر لف کیا اور اگر یہ چاہیں تو ایسے مزید آرڈر بھی انھیں مل سکتے ہیں۔ میں یہ عرض کردینا چاہتا ہوں کہ ہر ضلع میں ایسی تقرریاں ہوئی ہیں اور اب بھی وہ لوگ کام کر رہے ہیں ۔ میں نے تو ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر اپنی تحریک استحقاق مؤخر کر دی تھی۔ اگر وزیر موصوف صاحب نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: محترم رکن ملک محمد دین کی اپنی تحریک استحقاق میں جو contention ہے کہ وزیر موصوف نے On the floor of House catagorically یہ فرمایا تھا کہ جس وقت محکمے کے نوٹس میں یہ بات آئی تو تمام تقرریاں فوری طور پر منسوخ کر دی گئی تھیں۔ اب انھوں نے اپنی تحریک استحقاق کے ساتھ تحریری طور پر ثبوت پیش کیا ہے کہ یہ تقرری یعنی

" Mrs. Kaneez Fatima wife of Muhammad Ashraf resident of ChakTehsil Sumandri, District Faisalabad is hereby appointed temporarily as Sanitary Worker against a vacant post."

DHO Faisalabad

ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر فیصل آباد کی طرف سے یہ آرڈرز ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تقرری کی گئی ہے اور یہ موجود ہے۔ اوراس کو منسوخ نہیں کیا گیا۔ اس لیے انھوں نے آپ کے سوال کے جواب کو چیلنج کرتے ہوئے یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ اب آپ نے فرمایا ہے کہ اس کی تحقیقات کے لیے ایڈیشنل سیکرٹری جنرل مامور کیا ہے۔ تو میرے خیال میں ڈاکٹر شفیق صاحب کی یہ رائے مناسب ہے کہ ٹھیک ہے۔ اس کی تحقیقات کر لیں۔ اتنی دیر کے لیے اسے مؤخر کردینا مناسب ہو گا۔

جناب سکندر حیات ملہی کی تحریک استحقاق ہے لیکن اس بارے میں ملہی صاحب سے بات ہو چکی ہے۔ وہ اس کو بعد میں پیش کریں گے۔ چودھری محمد فاروق صاحب! آپ کی تحریک استحقاق ہے۔ کیا آپ اسے پیش کرنا چاہیں گے؟

چودھری محمد فاروق: جی ہاں جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق نمبر 27 ہے۔

جناب سپیکر: جی چودھری محمد فاروق صاحب!

روزنامہ "پاکستان" کی خبروں کے ذریعے اراکین اسمبلی کی کردار کشی

چودھری محمد فاروق: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ:

آج کے روزنامہ "پاکستان" لاہور میں پنجاب اسمبلی کے استحقاقات کے حوالے سے جو خبر شائع کی گئی ہے۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے میں یہ تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں کہ روزنامہ "پاکستان" لاہور کی مذکورہ خبر کہ اراکین استحقاق کمیٹی نے 114 تجاویز تیار کر لی ہیں اور یہ کہ اراکین کو گرلز اسکولوں کے معائنہ کی اجرت اور ڈیوٹی فری کاریں اور پلاٹ دیے جائیں۔ انتہائی شر انگیز ہیں۔ جبکہ اس کا مقصد اراکین پنجاب اسمبلی کی کردار کشی ہے اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جمہوری اداروں کے تقدس اور وقار کو مجروح کرنے کی گہری سازش کا حصہ ہے۔ مزید برآں خصوصی استحقاق کمیٹی کی کارروائی کو بغیر کسی تحقیق یا اجازت کے اسمبلی میں پیش کیے جانے سے قبل یوں شر انگیز طریقے سے اخبار کے صفحوں پر اچھالنا اور کسی معاملہ کو پورے ایوان سے منسوب کرنا اسمبلی کے قواعد و ضوابط کی دھجیاں اڑانے کے مترادف ہے۔ جس سے پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس لیے یہ تحریک باضابطہ قرار دے کر منظور کی جائے۔

جناب والا! میں صحافیوں کا دلی احترام کرتا ہوں۔ اور صحافی اور اخبارین عوام کو تازہ ترین حالات سے باخبر کرنے کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان سے نہ صرف ملک کے اندر ان مقدس ایوانوں کا وقار بحال کیا جا سکتا ہے بلکہ جمہوری اداروں کو مستحکم کرنے میں اخبارات بہت اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اور یقیناً میں یہ توقع کرتا ہوں کہ تمام اخبارات خبریں دینے سے پہلے ان

خبروں کی صحیح طریقے سے تحقیق کر لیا کریں۔ بہر حال جناب سپیکر! یہ جو خبر ہے میں اس کے سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سازش ملک کے اندر ہونے والی ان سازشوں کا ایک حصہ دکھائی دیتی ہے ۔ جن کے ذریعے سے اراکین اسمبلی کے کردار کو مجروح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جمہوری اداروں کا وقار گرانے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ جمہوری اداروں کو ناکام بنانے کے لیے اس وقت جو گہری سازشیں ملک کے اندر کام کر رہی ہیں میرے نزدیک یہ خبر بھی انھی کارروائیوں کا ایک حصہ ہے ۔ اور اس سلسلے میں جناب والا میں رولز کا حوالہ دینا چاہتا ہوں ۔ رول نمبر (2)134 پڑھا جائے تو اس میں لکھا ہے ۔

134(2) No part of the evidence, oral or written report or proceedings, of the Committee, which has not been laid on the table, shall be open to inspection by any one except under the authority of the Speaker.

3) The evidence given before a Committee shall not be published by any member of the Committee or by any other person until it has been laid on the table.

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ خصوصی استحقاق کمیٹی نے ابھی تک اپنی رپورٹ مکمل نہیں کی۔ یہ کمیٹی Privileges Act میں ترامیم کے لیے جو کام کر رہی ہے اس کی رپورٹ ابھی تک ایوان میں پیش نہیں کی گئی۔ جناب سپیکر! اس کے باوجود کمیٹی سے منسوب کر کے ، کمیٹی کے اراکین سے منسوب کر کے اس خبر کو جس انداز سے اخباروں میں اچھالا گیا ہے کہ اراکین گرلز اسکولوں کا معائنہ کرنا چاہتے ہیں ، اراکین ڈیوٹی فری کاریں لینا چاہتے ہیں ، اراکین اسمبلی پلاٹ مانگتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہ صرف شر انگیز ہے بلکہ ہم سب کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے اور ان قواعد و ضوابط کی بھی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ یہ اخبار تک کس طریقے سے پہنچی یہ بھی ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس کی تحقیق کرنا ضروری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو نظر انداز نہ کیا جائے ۔ اسمبلی کی ایسی دستاویزات جو صرف اسمبلی سیکرٹریٹ کا حصہ ہوتی ہیں اور کارروائی کا وہ حصہ جو ہر خاص و عام آدمی تک آپ کی

اجازت کے بغیر نہیں پہنچنا چاہیے ، اس کا اس طرح سر عام اخباروں کے ذریعے پھیلا دینا اور اس کو شائع کر دینا نہ صرف ان رولز کی دھجیاں اڑانے کے مترادف ہے بلکہ اس ایوان کو ، اس کے وقار کو ، اس کے احترام کو اور اس کے تقدس کو مسلسل پامال کرنے کا ایک ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے ۔ میں استحقاق کمیٹی کا ممبر بھی ہوں ۔ میں اس حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس خبر میں جو financial matters بیان کیے گئے ہیں کہ اس کمیٹی نے یہ فیصلے کر لیے ہیں یا فلاں تجاویز مرتب کر لی ہیں۔ جناب سپیکر! میں ہاؤس کے فلور پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی نے ابھی تک financial matters پر کوئی فائنل رپورٹ مرتب ہی نہیں کی۔ ہم نے تو ابھی تک non-financial matters کے اوپر discuss کیا ہے ۔ اور جناب سپیکر! میں اس ایوان میں اس کی تفصیل میں اس لیے نہیں جانا چاہتا کہ رولز مجھے اس کی اجازت نہیں دیتے ۔ جو کارروائی ابھی مکمل نہیں ہوئی میں نہیں سمجھتا کہ اسے زیر بحث لایا جانا چاہیے ۔ جناب سپیکر! میری مختصر گزارش ہے کہ یہ خبر شائع کر کے نہ صرف میرا ، نہ صرف استحقاق کمیٹی کا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ پورے ایوان کا وقار داؤ پر لگا دیا گیا ہے ۔ اس لیے جناب سپیکر! میری تحریک استحقاق کو منظور کیا جائے اور اسے استحقاق کمیٹی کے حوالے کیا جائے تاکہ اس خبر کو شرانگیز طریقے سے اخباروں تک لانے والوں کے پیچھے جو ہاتھ ہیں وہ سامنے آ سکیں اور سازش بھی بے نقاب ہو سکے ، بہت بہت شکریہ !

جناب سپیکر : اس پر وزیر قانون کچھ فرمانا چاہیں گے ؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق 134(2) کے تحت پیش کی گئی ہے اور یہ اسمبلی سیکرٹریٹ سے متعلق ہے ۔ اس سلسلے میں جناب والا جو مناسب فیصلہ فرمائیں میری بھی وہی رائے ہے جو جناب والا کی ہے۔ اس قسم کی تحریک استحقاق نمبر 25 جناب قائد حزب اختلاف نے بھی دی ہے جو کہ اسمبلی ریکارڈ کے افشاء کے متعلق ہے کہ ریکارڈ کس طریقے سے افشاء ہوا۔ وہ بھی قاعدہ 134(2) کے تحت اسی کے متعلق ہے ۔ میرے فاضل دوست چودھری محمد فاروق نے 134(2) کا حوالہ دیا ہے ۔ جناب والا سے میری استدعا ہو گی کہ اس پر جو مناسب فیصلہ درست سمجھیں صادر فرما دیں۔

جناب سپیکر: جناب قائد حزب اختلاف کی طرف سے پیش کردہ تحریک استحقاق نمبر 25 بھی identical ہے اور prima- facie میں محسوس کرتا ہوں کہ it is fit case for privilege motion اور میں اس کو باضابطہ قرار دیتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) تاکہ اس کی مناسب انداز میں چھان بین کی جائے کہ کس سطح پر اس کو leak out کیا گیا ہے اور کیسے leak out کیا گیا اور کمیٹی کی یہ proceedings شائع کیوں ہوئیں۔ واقعی یہ قواعد کی بھی خلاف ورزی ہے اور روایات کی بھی خلاف ورزی ہے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ اس کے لیے وقت مقرر کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کو استحقاقات کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے اور اس کی رپورٹ تیس دن کے اندر اندر ایوان میں آنی چاہیے۔ سردار امجد حمید خاں دستی تشریف نہیں رکھتے۔ سید طاہر احمد شاہ (تشریف نہ رکھتے تھے)۔ ڈاکٹر محمد شفیق تحریک استحقاق نمبر 49

پولیس میں میرٹ کے نام پر انصاف کا مذاق

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ مؤرخہ 30 مئی 1992ء کو فیصل آباد میں پنجاب کانسٹیبلری کی بھرتی عمل میں آئی۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں بے روزگار نوجوانوں نے شرکت کی۔ اس بھرتی کے نتیجہ کا 31 مئی 1992ء کو اعلان کر دیا گیا اور مقامی ایس پی مسعود الحسن صاحب نے بڑے زور وشور سے میرٹ اور حق و انصاف کے حوالے سے تقریر کی اور داد پائی۔

اسی دن 31 مئی 1992ء کو میرے حلقہ سے بھرتی کے امیدوار نذیر حسین ولد سردار نے مجھ سے رابطہ قائم کیا کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اس کی تعلیم مڈل کی بجائے میٹرک ہے۔ قد 5 فٹ ساڑھے سات انچ کی بجائے 5 فٹ 9 انچ ہے۔ چھاتی بھی درست ہے۔ مزید برآں ایک سپاہی کا بھائی بھی ہے۔ میں ذاتی طور پر P.C کے ایس پی مسعود الحسن

صاحب کے دفتر گیا اور ان کی توجہ غلطی کی طرف مبذول کرائی۔انھوں نے ریکارڈ چیک کیا اور اپنی غلطی تسلیم کی اور فائل نمبر 129 کے تحت نذیر حسین کی بھرتی کا یقین دلایا۔ اس وقت ان کے پاس دو آسامیاں چھان بین کے بعد خالی ہوئی تھیں۔ اور دو ہی نظر انداز شدہ امیدوار تھے۔

2جون 1992ء کو نذیر حسین کا نام حتمی فہرست سے حذف کر دیا گیااور 7 جون کو مجھے اطلاع ملی ۔ میں نے فون پر ایس پی مسعود الحسن صاحب سے رابطہ قائم کیاتوانھوں نے کہا کہ نذیر حسین کی چھاتی کم تھی۔ میں نے کہا کہ نذیر حسین کو لے کر آپ کے دفتر میں آ جاتا ہوں ۔ اس کی پیمائش دوبارہ کر لیں۔ اگر چھاتی کی پیمائش پوری ہو تو اسے فہرست میں شامل کر لیا جائے ۔ انھوں نے میری تجویز سے اتفاق کیا۔

میں نذیر حسین کو لے کرP.C کے ایس پی صاحب کے دفتر میں گیا اور پیمائش پوری نکلی۔ میں نے ایس پی صاحب سے کہا کہ آپ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیں اور امیدوار کے ساتھ ناروا سلوک کی تلافی فرمائیں ۔ جس کا انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ میں نے ان کی توجہ اس امر کی طرف خصوصی طور پر دلائی کہ حکومت پنجاب کی میرٹ پالیسی کے خلاف کوئی بھی فیصلہ غیر قانونی ہو گا اور ایک عوامی نمائندہ کی نشان دہی کے باوجود غلطی کا ارتکاب پنجاب اسمبلی کے استحقاق کو مجروح کرنے کے مترادف ہو گا۔ اس گزارش کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور انھوں نے فرمایا کہ میں نے جو کرنا تھا وہ کر دیا ہے ۔

افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ 70 آسامیوں کے لیے ہزاروں کی تعداد میں امیدوار پیش ہوئے ۔ جس میں ایم۔ ایس سی ، بی۔ اے اور ایف ۔اے کے نوجوان بھی شامل تھے ۔ بیسیوں امیدوار معیار پر اترنے کے باوجود بیس کے قریب سیٹیں خالی بھجوا دی گئیں۔ اور اس سے اس افواہ کو تقویت ملی کہ 20/25 سیٹیں ڈی آئی جی صاحب نے پہلے پر کر دی ہیں۔

حضور والا! میرٹ کے نام پر انصاف کا مذاق اڑانے اور ایک رکن کی نشاندہی پر اپنے غلط فیصلہ پر قائم رہنے سے میرا ، اس اسمبلی کا اور پنجاب کے عوام کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا تحریک منظور فرما کر مناسب کارروائی فرمائی جائے۔ تاکہ مستقبل میں درویش وزیر اعلیٰ کی میرٹ پالیسی کا مذاق نہ اڑایا جا سکے ۔

جناب سپیکر :کیا وزیر مال اس پر کچھ فرمانا چاہیں گے ؟

وزیر مال : جناب سپیکر! فنی اعتبار سے تو یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی لیکن اس سے قطع نظر میں گزارش کروں گا کہ ابھی اس تحریک استحقاق کا جواب موصول نہیں ہوا۔ اگر جناب والا اس کو کل یا پرسوں تک مؤخر کر دیں تو میں بہتر طور پر جواب دے سکوں گا۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب! کیا خیال ہے؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب سپیکر! اس کو ایک دو روز کے لیے مؤخر کر دیں۔ لیکن اسی اجلاس میں اس کا فیصلہ فرما دیجیے۔

جناب سپیکر : درست ہے۔ کیا ایک دو روز تک آپ کو اطلاع مل جائے گی ؟

وزیر مال : ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : اب بحث شروع کر لیں۔

چودھری محمد فاروق : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اسمبلی کے ملازمین کی رہائشی کالونی کے بارے میں ایک سوال ایوان میں زیر بحث آیا تھا جس پر ایک معزز رکن نے قاعدہ 52 کے تحت بحث کے لیے وقت مقرر کرنے کے لیے move کیا تھا۔ آپ نے 17 تاریخ کا وقت مقرر کیا تھا لیکن وہ سوال ابھی زیر بحث نہیں آ سکا۔ اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر لیا جائے تاکہ فاضل ممبران کو معلوم ہو سکے کہ اس سوال پر کس روز بحث ہونی ہے۔ جناب سپیکر! یہ ایک burning issue ہے۔ عوام کے نمائندے عوام کے مسائل حل کرنے کے لیے یہاں آتے ہیں ان کے ساتھ اسمبلی کے ملازمین تعاون کرتے ہیں۔ اور اس طرح اسمبلی سیکرٹریٹ بزنس چلتا ہے۔ جناب سپیکر! اب اس سلسلے میں از راہ کرم نوازش فرمائیں۔

جناب سپیکر : شکریہ چودھری صاحب! لاء منسٹر صاحب توجہ فرمائیں۔ قاعدہ 52 کے تحت یہ نوٹس آیا ہوا ہے جو اسمبلی ملازمین کی رہائشی کالونی کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے ہے۔ قاعدہ 52 کے تحت اس کو زیر بحث لانا تھا لیکن اس موقع پر اس پر بحث نہ ہو سکی۔ چودھری محمد فاروق اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اب اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر لیا جائے۔ کیونکہ یہ بہت اہم معاملہ ہے اور یہ مؤخر چلا آ رہا ہے۔ آپ اس بارے میں کیا ارشاد

فرمائیں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! 25جون 1992ء تک بجٹ کے سلسلے میں مصروفیت ہے۔ اس کے بعد بھی جناب والا نے دو دن پرائیویٹ ممبرز ڈے کے لیے مختص فرمائے ہوئے ہیں۔ ان دو دنوں میں سے کوئی ایک دن مقرر فرمالیں تو مناسب رہے گا۔

جناب فرید احمد پراچہ: پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب! 25 جون کو فنانس بل ہے۔ بجٹ پر بحث اور ووٹنگ 24 جون کو ختم ہوجائے گی۔ اور 25 جون کو صرف فنانس بل پیش ہونا ہے۔

وزیر قانون: جناب والا میں نے آپ سے گزارش کی تھی کہ ہمارا ایک لوکل گورنمنٹ کا بل pending ہو گیا تھا۔ آدھا ہو گیا تھا اور آدھا رہ گیا تھا۔ 25 جون کو ہم وہ بل ٹیک اپ کریں گے۔

جناب سپیکر: اس بل کے بارے میں تو ہم discuss کریں گے کہ وہ بل اُس روز ٹیک اپ کرنا ہے تو اس کو 25 جون کے لیے رکھ لیں؟ یہ تو رول 52 کا نوٹس پہلے ہی ہمارے پاس pending ہے اور اس پر بحث ہونا تھی جو نہیں ہو سکی۔

وزیر قانون: جناب والا! 25 جون کو قانون سازی بھی رکھ لیں اور یہ بھی رکھ لیں۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! قانون سازی کے سلسلے میں تو آپ move کریں اور اسمبلی سیکرٹریٹ کو بھجوائیں گے تو ہم اس کو ٹیک اپ کر لیں گے۔ فی الحال اس کو ہم 25 جون کے لیے رکھ لیتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟

وزیر قانون: جناب جیسے آپ مناسب سمجھتے ہیں۔ لیکن ویسے بھی ہمارے پاس دو روز پرائیویٹ ممبرز ڈے کے ہیں۔ اگر ان دنوں میں رکھ لیں تو مناسب ہو گا۔

جناب سپیکر: ان دنوں کا جو حشر ہونے والا ہے اس کا مجھے اندازہ ہے۔ 25 جون کو فنانس بل پر میرے خیال میں زیادہ ٹائم نہیں لگنا چاہیے۔ گیارہ بجے کے قریب اس کا ٹائم رکھ لیں۔ لیکن ایک بجے سے دو بجے تک کون یہاں ہو گا؟

وزیر قانون: جناب والا! دونوں کام ہو جائیں گے۔ قانون سازی کا بھی ہو جائے گا اور یہ بھی

ہو جائے گا۔ میں چودھری فاروق صاحب سے بات کر لیتا ہوں کہ ایک سے دو بجے تک اس کا ٹائم رکھ لیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! پہلے یہ سوال ہو جائے گا اور اس کے بعد قانون سازی کا کام ہو جائے گا۔

جناب سپیکر : اس پر ایسے کرتے ہیں کہ آپ کے فنانس بل وغیرہ پیش ہونے کے سلسلے میں ساری کارروائی پر نصف گھنٹہ سے زیادہ نہیں لگے گا۔ اگر ہم ساڑھے نو بجے بھی شروع کریں تو دس بجے یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ تو دس بجے سے لے کر ایک گھنٹے کے لیے اس کا ٹائم مقرر کر لیتے ہیں۔ اور اس کے بعد اگر آپ قانون سازی لاتے ہیں تو پھر اس کو ہم ٹیک اپ کر لیں گے۔

وزیر قانون : جی ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر : تو اس کے لیے دس بجے سے لے کر گیارہ بجے تک کا ٹائم مقرر کرتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر : جناب فرید احمد پراچہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! اسی طرح نوٹس برائے طلبی توجہ بھی pending چلے آ رہے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی فیصلہ فرما لیں۔ یہ عمومی طور پر رویہ ہے کہ جو عوامی نوعیت کے مسائل ہوتے ہیں ان کو وزیر قانون صاحب کی طرف سے ٹیکنیکل ناک آؤٹ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور pending کیا جاتا ہے کہ کسی طرح سے وہ ملتوی ہوتے چلے جائیں اور ان کا سامنا نہ کیا جا سکے۔ بہر حال مسائل مسائل ہی ہیں۔ ان کا سامنا انھیں کرنا پڑے گا۔ اس لیے جناب سپیکر! اس کے بارے میں بھی گزارش ہے کہ اس کا بھی وقت مقرر فرمائیں۔ کیونکہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔

جناب سپیکر : سردار صاحب! یہ Call Attentintion Notice کی بات پراچہ صاحب نے کی ہے کہ Call Attention Notice مسلسل مؤخر ہو رہا ہے تو اس کے لیے انھوں نے توجہ دلائی ہے کہ اس کو ٹیک اپ کر لیں۔ یہ جمعرات کو یا سوموار کو ٹیک اپ ہو سکتا ہے۔ تو یہ

25 جون جمعرات کو ٹیک اپ ہو سکتا ہے تو پھر اس میں یہ ہو گا کہ پہلے Call Attention Notice ہو گا۔ اس کے بعد فنانس بل ہو گا۔ اس کے بعد 52 کے نوٹس کو ٹیک اپ کریں گے۔ پھر قانون سازی کریں گے۔

وزیر قانون: جناب والا! پہلے Call Attention Notice ہو گا۔

جناب سپیکر: جی پہلے Call Attention Notice ہو گا۔ اس روز سوالات تو نہیں ہوں گے لیکن Call Attention Notice ہو گا۔

وزیر قانون: جیسے جناب کی مرضی ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ پھر اس کے مطابق ہو گا کہ پہلے 25 جون کو Call Attention Notice کو ٹیک اپ کریں گے۔ اس کے بعد فنانس بل ہو جائے گا۔ پھر اس کے بعد رول 52 کے تحت بحث ہو گی۔ اس کے بعد اگر کوئی legislation ہو گی تو اس کو ٹیک اپ کر لیں گے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر: ارشاد حسین سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر! اس سیشن کے شروع میں میں نے اور پراچہ صاحب نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ آرڈیننس کے اجراء پہلے مہینوں میں، پھر دنوں میں آ گئے ،پھر اس روز آ گئے جس دن اسمبلی کا سیشن شروع ہوا۔ آپ نے انتہائی غور کے ساتھ اس پر اپنی رائے دی تھی کہ انشاء اللہ میں اسی سیشن میں مناسب وقت پر اس کے بارے میں اظہار خیال کروں گا۔ تو میں اس کے بارے میں آپ کی یہ رائے جاننا چاہوں گا کہ اس بارے میں آپ فیصلہ اس سیشن کے دوران کریں گے کیونکہ آپ نے بتایا تھا کہ اس کا نوٹس لیا جائے گا اور اس کے بارے میں میں اپنی رائے دوں گا۔ تو میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس کے بارے میں آپ وضاحت فرمائیں کہ آئندہ کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے گا اور کب آپ اس پر بحث کریں گے یا اپنی رائے دیں گے؟

جناب سپیکر: سیٹھی صاحب! یہ کون سا معاملہ آپ نے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے؟ ذرا دہرائیے

گا!

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میں نے یہ پوائنٹ آؤٹ کیا تھا کہ جس دن اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا اس دن گورنر کی طرف سے Ordinances لائے گئے۔ اس کی sum-moning اور اس سیشن کے بارے میں جو اطلاع سیکرٹریٹ جاری کر رہا تھا وہ ایک ہی روز میں 17 تاریخ کو ہی کی گئی ہے۔

جناب سپیکر : جی درست ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : تو اس لیے میں نے اس پر کہا تھا کہ یہ اس مقدس ایوان کے وقار کے منافی بات ہے اور اس انداز سے یہ کارروائی نہیں ہونی چاہیے تھی۔

جناب سپیکر : جی سیٹھی صاحب! یہ درست بات ہے۔ میں اس پر اپنی رولنگ دوں گا۔ وہ pending ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی اجلاس میں اپنی رولنگ دوں گا۔

اب ہم بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ تو آج کی بحث کا آغاز ان سے کرواتے ہیں۔ جی ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب!

میزانیہ بابت سال 93-1992 پر بحث

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر کا آغاز ارشاد باری تعالیٰ سے کیا ہے۔ جس میں انھوں نے سورۃ العصر جو قرآن کی ایک نہایت مختصر سی سورۃ ہے اس کا حوالہ دیا ہے لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح سے ان کی ساری تقریر لکھی ہوئی ہے اور انھوں نے یہاں غلط یا صحیح پڑھ دی ہے۔ لیکن انھوں نے اتنی بھی کوشش نہیں کی کہ اس مختصر سی سورۃ کے پندرہ منٹ میں معنی یا تفسیر پڑھ لی جائے تاکہ پتہ چلے کہ اس کے معنی کیا ہیں اور اس کے مطالب اور مفہوم کیا ہیں۔ مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ بجٹ اور قرآن میں بہت نمایاں فرق ہے۔ بجٹ میں آپ اپنی من مانی کر سکتے ہیں اور غلط اعداد و شمار پیش کر سکتے ہیں۔ بجٹ میں آپ

اپنی پالیسی اور پروگرام میں ردو بدل کر سکتے ہیں لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قرآن میں اس قسم کی کوئی قطعاً اجازت نہیں کہ آپ اس میں کوئی رد و بدل کریں یا اس کے معنی اور مفہوم تبدیل کریں لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وزیر خزانہ نے نہایت ڈھٹائی سے اس کو اپنے جھٹ کے خسارے پر منطبق کیا ہے۔ اور یہاں یہ فرمایا ہے۔ میں ان کی تقریر کا وہ حصہ دوبارہ پڑھتا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ والعصر قسم ہے زمانے کی جو کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ ہم بے شک خسارے میں رہیں گے۔ اگر ہم نے اپنی کوششوں کو حال کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہ کیا لیکن سوال یہ ہے کہ

والعصر ۔ ان الانسان لفی خسر ۔ الا الذین آمنوا و عملو الصلحت وتواصو باالحق وتواصو بالصبر۔

اس سورۃ میں چار باتوں کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ لوگ چاہے وہ اقوام عالم ہیں، چاہے وہ کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، نوع انسانی کی کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، وہ سب کے سب خسارے میں ہیں اگر ان میں چار صفات موجود نہیں۔ اگر وہ چار صفات سے خالی ہیں تو ان کے پاس چاہے کروڑوں اور اربوں روپیہ ہے، ان کے محاصل بے شمار ہیں، ان کے بینک بیلنس ہیں لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ خسارے میں نہیں ہیں۔ یہاں چار باتوں کا جو ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ ہے کہ وہ اہل ایمان ہیں۔ اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کے بعد نیک اعمال کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ وہ چار چیزیں ہیں جن کی بنیاد پر میں یہ کہوں گا کہ اگر یہ چار صفات ان تمام لوگوں میں، ان قوموں میں پائی جاتی ہیں تو وہ خسارے میں نہیں ہیں۔ اور باقی تمام لوگ خسارے میں ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد وزیر خزانہ نے یہ کہا ہے کہ ہم نے بانی پاکستان سے عہد کیا کہ نئے وطن میں استحصال سے پاک معیشت، اسلامی اور جمہوری قدروں پر استوار کریں گے اور مفکر پاکستان علامہ اقبال کا حوالہ دیا اور ان کے ارشاد کے مطابق یہ فرمایا کہ اس فیصلے پر یقین محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔ اور پھر اس کے بعد صفحہ نمبر 4 پر وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے وعدے ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔ اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ وہ یہ اقرار

کررہے ہیں کہ ہمارے وعدے ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔ جناب سپیکر! یہ جو وعدے اور قائد اعظم" اور اس کے بعد مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج پینتالیس سال کے بعد ان کو یہ یاد آیا کہ قائد اعظم" کے ساتھ ہم نے عہد کیا تھا۔ ہم نے اس پوری قوم کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور ہم نے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کیا تھا کہ ہم اس ملک میں اسلام کو نافذ کریں گے۔ ہم قرآن و سنت کی بالادستی کو قبول کریں گے۔ ہم اللہ کے قانون کے مطابق تمام کاروبار حکومت چلائیں گے۔ لیکن مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج پینتالیس سال گزرنے کے بعد اس بحث میں بھی اسی طرح بے معنی، سطحی اور رسمی باتیں کی جا رہی ہیں کہ جس کا سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ وہ اسلام کو یہاں نافذ نہیں کرنا چاہتے۔ جناب سپیکر! میں آج یہ کہنے کی جسارت کروں گا اور مجھے اس کے لیے معاف کیا جائے کہ خدا کے واسطے آپ اسلام کے ساتھ مذاق نہ کیجیے۔ خدا کے واسطے آپ مسلمان ہوتے ہوئے یہ اقرار کیجیے کہ آپ اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں کرنا چاہتے اور اگر آپ اسلام نافذ نہیں کرنا چاہتے تو اتنی جرات ہونی چاہیے، جرات رندانہ پیدا کیجیے۔ صاف گوئی سے کام لیجیے۔ وہ double standard اور وہ دو رنگی جو ہے اس کو چھوڑ دیجیے اور اس کے بعد قوم کو صاف کہیے کہ ہم اسلام کو نافذ نہیں کرنا چاہتے۔ اسلام ہمارے مسائل کا اور ہماری مشکلات کا حل نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ اسلام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے پوری قوم کے ساتھ وعدہ کیا ہے تو پھر میں آپ سے نہایت ادب سے صرف یہ گزارش کروں گا کہ آپ اسلام کو پوری طرح من و عن نافذ کیجیے اور خدا کے ساتھ دھوکہ نہ کیجیے۔ آپ نے اس وقت بر سر اقتدار آ کر mandate حاصل کیا۔ پاکستان کی تاریخ میں اس سے بڑا mandate کسی کو آج تک نہیں ملا۔ اور اس mandate کی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں کہ سب سے بڑی یہ وجہ تھی کہ ہم نے پوری قوم کے سامنے اپنے انتخابی جلسوں میں اپنے تمام پروگرام میں اور اپنے منشور میں یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم یہاں اسلام لائیں گے اور میں اس منشور کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ اس میں یہ واضح طور پر کہا گیا کہ پاکستان ایک ایسی اسلامی جمہوری ریاست کے طور پر تعمیر کرنا چاہتے ہیں جہاں تمام شعبہ ہائے زندگی میں قرآن اور سنت کی بالادستی ہو گی اور جس کی بنیاد ایک ایسے عادلانہ سماجی نظام پر استوار

ہو گی جس میں تمام شہریوں کے سماجی ، معاشی اور اخلاقی حقوق پوری طرح محفوظ ہوں گے اور جہاں ہر فرد بلا تاخیر ارزاں انصاف حاصل کر سکے گا اور اسے ترقی و خوشحالی کے یکساں مواقع میسر آئیں گے۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ سارا جٹ پڑھ جایئے آپ کو کسی ایک صفحے پر کسی ایک سطر میں یہ نہیں نظر آئے گا کہ اس جٹ میں اقتصادی نظام کو جمہوری اور اسلامی قدروں پر استوار کرنے کے لیے کوئی مثبت پیش رفت ہوئی ہے۔ کوئی معمولی سی کوشش کی گئی ہے اور مجھے یہ بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عدل و انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی معاشرے کے قیام کی طرف قطعاً کوئی پیش رفت نہیں کی گئی۔ اگر کوئی اس قسم کی کوشش کی گئی ہے تو وزیر خزانہ سے میں نہایت ادب سے یہ گزارش کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ اس کی نشان دہی کریں اور ہمیں بتائیں کہ کس طرح آپ نے اس معیشت کو اسلامی اصولوں پر مبنی ان سنہری اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے مطابق آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام یہاں نافذ کرنا چاہتے ہیں اور اس کی شریعت کو یہاں لانا چاہتے ہیں۔ میں نے یہ کوشش کرنے کے لیے دو تین مرتبہ یہ جٹ تقریر پڑھی ہے۔

رانا پھول محمد خان : پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! ڈاکٹر صاحب کی تقریر تو بہت اچھی ہے لیکن اسلام سے انحراف ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ایک مسئلہ ایسا الجھا ہوا ہے جو اخباروں میں آتا ہے اور ہم شش و پنج میں پڑ جاتے ہیں۔ اس کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے کہ اگر جہاد فی سبیل اللہ جو کہ فرض عین ہے اگر اس میں بھیجا جانے والا سامان اور اسلحہ بلیک میں فروخت کر دیا جائے تو ایسے لوگوں کے لیے کیا ہونا چاہیے اور حکومت کو کیا کرنا چاہیے۔ اس مسئلے پر بھی روشنی ڈال دیں تاکہ ہم ان کی اسلامی تعلیمات سے مستفید ہو سکیں۔ (قہقہے)

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : مجھے صرف آج جٹ پر تقریر کرنا ہے اور میں ان سے گزارش کروں گا کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! بلا شبہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے اور ڈاکٹر صاحب کی تقریر کو interrupt نہ کیا جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر جناب فرید احمد پراچہ ۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! جب ایک بات floor پر ہو جائے تو پھر تو اس کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے ۔ اگر اس بارے میں رانا صاحب نے فتویٰ لینا ہو تو لوجڑی کیمپ کا جنہوں نے اسلحہ بیچا ہے ان سے فتویٰ لے لیں کہ کتنا اسلحہ بیچا گیا ہے اور کس طرح سے اس کو پھر بعد میں آگ لگائی گئی ہے اور اگر کوئی معمولی سا بھی واقعہ کسی انداز کا بھی یہ ثابت کردیں تو پھر اس کے بعد اس بارے میں ان کو فتویٰ بھی دے دیں گے ۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز ، آرڈر پلیز!

رانا پھول محمد خان : جناب سپیکر! میں نے تمام اسلحے کے متعلق کہا ہے ۔

جناب سپیکر : رانا صاحب تشریف رکھیں۔ رانا صاحب تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں گے ؟

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! بہت ضروری بات ہے ۔

جناب سپیکر : آپ کی بات پر کوئی بات نہیں ہو رہی ۔ جی ڈاکٹر صاحب ! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میں بجٹ کے حوالے سے بات کر رہا تھا اور میری گزارش صرف یہ ہے کہ مرکزی اور پنجاب حکومت نے قومی معیشت کی استعداد کے تناسب سے ٹیکس اور محصولات حاصل کرنے میں بری طرح ناکامی حاصل کی ہے اور اس ملک میں جن طبقوں کو ٹیکس کی ادائیگی کا بوجھ اٹھانا چاہیے تھا مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ اس بات پر آمادہ نہیں ہیں کہ وہ ٹیکس ادا کریں اور مجھے یہ بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت بھی اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ ان کو مجبور کرے کہ وہ ٹیکس ادا کریں۔ یہاں ہمارے ہاں کون نہیں جانتا کہ مراعات یافتہ طبقات اور وہ لوگ جو بڑے بڑے جاگیر دار ہیں ان پر ہم زرعی ٹیکس نافذ نہیں کر سکتے۔ حکومت کمزور ہو چکی ہے اور وہ لوگ جو مراعات یافتہ طبقہ ہے وہ اس قدر مضبوط ہو چکا ہے کہ حکومت کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کوئی ایکشن لے سکے ۔ وہ حکومت

کو تو ہٹا سکتے ہیں ، حکومت کو سب کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں لیکن حکومت ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم زرعی ٹیکس سے محروم ہیں اور وزیر خزانہ کی جب کانفرنس میں یہ پوائنٹ آؤٹ کیا گیا کہ زرعی ٹیکس کے طور پر حکومت کی کروڑوں روپیہ آمدن ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہ ٹیکس نہیں لگا سکتے۔

ملک امان اللہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جاگیر دار طبقے پر ٹیکس لاگو نہیں کیا جا سکتا تو کیا فاضل رکن مجھے یہ بتلانا پسند فرمائیں گے کہ اب جاگیر دار ہے کہاں؟ زرعی اصلاحات کے بعد میں نے ایک بات کہی تھی کہ جو آٹھ ہزار یونٹ ہوتے ہیں یہ فیصل آباد میں چار مربع رقبہ بنتا ہے اور عام پانچ یا چھ مربع رقبہ بنتا ہے۔ جناب والا! اب تو پنجاب میں جاگیر دار تو ہے ہی نہیں۔ اب پھر یہ جاگیردار کی بات کرتے ہیں تو کیا فاضل رکن اس پر کچھ روشنی ڈالیں گے کہ آٹھ ہزار یونٹ کے کتنے مربع بنتے ہیں۔

جناب سپیکر : شکریہ ملک صاحب! میں فاضل رکن کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر پر سوال دریافت نہیں کیا جا سکتا۔

وزیر امداد باہمی : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! میں آپ سے یہ کہوں گا کہ ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کو تقریر کے دوران نہ ٹوکا جائے۔

وزیر امداد باہمی : جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ پنجاب میں جاگیر دار تو ہے ہی نہیں۔ اب ان کا نام لینا تو فضول ہے۔ اب چار ، چار ایکڑ والوں کو ملامت کرنے سے ہمارا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ لہذا میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ یہ لفظ استعمال نہ کریں۔ اب پنجاب میں آٹھ ہزار یونٹ سے زائد کا کوئی زمیندار نہیں ہے۔ جناب والا! جاگیر دار تو وہ ہوتے تھے جن کو انگریزوں نے جاگیر دی ہو۔ اس حکومت نے کوئی جاگیر نہیں دی۔ انھوں نے تو جاگیرداروں کو ختم کیا ہے۔

جناب سپیکر : شکریہ رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں یہ کہوں گا کہ فاضل مقرر کو نہ ٹوکا جائے۔ میں محترم رانا صاحب سے کہوں گا اور طاہر رشید صاحب سے بھی کہوں گا کہ

ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کی تقریر جاری ہے۔ لہذا ان کو غیر ضروری طور پر نہ ٹوکا جائے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا اور میں ان تمام اراکین سے آپ کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ اگر ان کو میرے پوائنٹس ناگوار گزرتے ہیں تو وہ براہ کرم ان کو لکھ لیں۔ لکھنے کے بعد وہ ان کا اپنی تقریر میں ذکر کریں۔ اور ان کا جواب دیں۔ بجائے اس کے کہ وہ مجھے میری تقریر کے دوران ٹوکیں اور خواہ مخواہ وقت ضائع کریں۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا تھا کہ حکومت اتنی کمزور ہو چکی ہے اور مراعات یافتہ طبقے اتنے مضبوط ہو چکے ہیں کہ حکومت ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ لیکن اگر وہ چاہیں تو حکومت کا سب کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ یہاں مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ صنعت اور تجارت سے وابستہ جو لوگ ہیں ان کا لاکھوں اور کروڑوں روپیہ واجب الادا ٹیکس بنتا ہے۔ مگر وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں دیتے۔ اس کے بعد وہ لوگ مقدس گائیں بن چکی ہیں اور حکومت اس پوزیشن میں نہیں کہ ان کا دودھ لے سکے اور ان گائیوں کا دودھ لینا بہت ضروری ہے اور حکومت جب دودھ لینے کے لیے ان کے پاس جاتی ہے تو وہ ٹانگیں مارتی ہیں۔ وہ نہ صرف ٹانگیں مارتی ہیں بلکہ حکومت ان کا کچھ نہیں کر سکتی اور حکومت لینے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ ہم آج یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان مقدس گائیوں کو ذبح کیجیے۔ قوم کو وہ مقدس گائیں ذبح کرنی ہوں گی اور اس ملک کے بجٹ کو آپ کو بڑھانا ہو گا۔ جناب سپیکر! میں آپ سے یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ بجٹ کے بارے میں جب بات ہوتی ہے اور ہم گفتگو کرتے ہیں تو مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری باتیں ناگوار گزرتی ہیں لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے وزیر خزانہ کے ماتھے پر کوئی بل نہیں پڑتا۔ وہ بڑی خوش اسلوبی سے ہماری باتیں نوٹ کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ جواب دیتے ہیں اور بجٹ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بجٹ کیا ہے۔ بجٹ تو بجٹ ہی ہے اور کیا ہے لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ اس طرح کا معاملہ نہیں ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میرے ایک دوست انور مسعود صاحب نے حال ہی میں بجٹ کے بارے میں ایک نظم لکھی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ حسب حال بھی ہے۔ اور اس بجٹ کا بہترین تبصرہ بھی ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہ وزیر خزانہ کی نذر کرتا ہوں۔

جٹ میں نے دیکھے ہیں سارے تیرے
انوکھے انوکھے خسارے تیرے
اللے تللے ادھارے تیرے
بھلا کون قرضے اتارے تیرے
گرانی کی سوغات حاصل میرا
محاصل تیرے ، گوشوارے تیرے
میری سادہ لوحی یہ سمجھتی نہیں
حسابی کتابی اشارے تیرے
تو اربوں کی کھربوں کی باتیں کرے
ہیں کیا اس میں شمارے تیرے
تجھے کچھ غریبوں کی پرواہ نہیں
وڈیرے ہیں پیارے دلارے تیرے

جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح ہمارے ملک کا آئین قوم کے مقاصد اور نصب العین کی نشان دہی کرتا ہے جس طرح ہمارا آئین قوم کے ارادوں ، جذبوں اور اجتماعی سوچ کی عکاسی کرتا ہے اس طرح جٹ ان مقاصد کے حصول کی راہیں متعین کرنے کی نشاندہی کرتا ہے ۔ اور ذریعہ بنتا ہے ۔ جٹ جمع تفریق کے گورکھ دھندے کا نام نہیں ہے ۔ جٹ محاصل کو خزانے میں ایمانداری ، دیانتداری سے جمع کرنے اور ملک کی تعمیر و ترقی پر خرچ کرنے کا نام ہے۔ اس سلسلے میں میں ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہتا ہوں ۔ حضرت عمر فاروقؓ ایک دن تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس سلمان فارسیؓ تشریف لائے اور ان سے یہ کہا کہ آپ بادشاہ ہیں یا خلیفہ ؟ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپ مجھے خود بتایئے اور اس سوال کا خود جواب دیجیے کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ؟ تو حضرت سلمان فارسیؓ نے نہایت ادب سے یہ کہا کہ اگر آپ قومی خزانے سے بیت المال سے کوئی ایک پیسہ بھی آپ اپنی مرضی کے مطابق یا اپنی خواہش کے مطابق ناجائز طور پر استعمال کرتے ہیں تو آپ بادشاہ ہیں لیکن اگر آپ قومی خزانے میں وہ تمام رقم ایمانداری کے ساتھ جمع کرتے ہیں اور جمع کرنے کے بعد دیانتداری

کے ساتھ اسے خرچ کرتے ہیں تو آپ خلیفہ ہیں تو حضرت عمرؓ نے خدا کا شکر کیا اور یہ کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں خلیفہ ہوں نہ میں اس بیت المال سے ایک پیسہ اپنی جائز ضرورت سے زیادہ خرچ کرتا ہوں اور نہ میں اپنے کسی سیاسی مقاصد کے لیے اسے استعمال کرتا ہوں ۔ لیکن آج میں وزیر خزانہ اور اس اسمبلی سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ آج آپ بادشاہ بن کر بیٹھے ہیں ۔ آج آپ اس قومی خزانے کو جس طرح چاہتے ہیں اس طرح لوٹتے ہیں اور کھسوٹتے ہیں۔ اور اس کے بعد اپنی خواہشات اور اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ آپ ہمیں یہ بتایئے کہ کس طرح آپ نے اس بجٹ میں کوئی منصوبہ بندی کی ہے ۔ کس طرح آپ نے خوشحالی کی راہیں متعین کی ہیں۔ اور کس طرح انقلابی سوچ سے آپ نے پوری طرح بجٹ میں کارفرما ہونے کی اجازت دی ہے۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس سال 45 ارب 11 کروڑ روپے کے مقابلے میں جو محاصل حاصل ہوئے ہیں 45 ارب 36 کروڑ روپے کے اخراجات کا دعویٰ کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ 175 کروڑ روپے کی بچت ہو گی۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ جو175 کروڑ روپے کی بچت کا دعویٰ کرتا ہے یہ کوئی ایسا کارنامہ تو انجام نہیں دیا گیا جسے ہم یہ کہیں کہ انھوں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر یہ بچت حاصل کی ہے اور ہم یہ بھی نہیں کہنا چاہتے کہ اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلا کر انھوں نے یہ بچت حاصل کی ہے اور اس کے بعد میں نہ ہی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے اس قوم کی معیشت کے پیش نظر پسماندگی کو پیش نظر رکھ کر اس غریب ملک کی معیشت کو سامنے رکھ کر یہ کہا ہو کہ ہم 175 کروڑ روپے کی بچت اس میں محض اس لیے کر رہے ہیں کہ ہمیں اس ملک کا درد ہے ۔ جناب والا! اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈیڑھ سال بلکہ دو سال تک ملازمتوں پر پابندی لگی رہی اور 175 کروڑ روپے کی بچت بے روزگاری میں بے پناہ اضافہ کرنے کے بعد حاصل ہوئی ہے ۔ اور یہ بچت بے قصور ، بے گناہ نوجوانوں اور ان کے والدین کو مالی اذیت اور ذہنی کوفت پہنچا کر حاصل کی گئی ہے ۔ اور یہ بچت پڑھے لکھے نوجوانوں ، ہنر مند شہریوں اور تجربہ کار عوام کو تکالیف اور مصائب میں مبتلا کر کے دی گئی ہے ۔ لیکن آج یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ہم نے یہ 175 کروڑ روپے کی بچت اس لیے کی ہے کہ ہم اس ملک کے خیر خواہ ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ جس طرح ہم ٹیکس وصول کرنے میں ناکام رہے

ہیں۔ اس طرح ٹیکسوں میں کمی کرنے میں بھی ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ اس سلسلے میں صرف میں یہ کہوں گا کہ موجودہ حکومت بے تحاشا اخراجات کو کم کرنے کے لیے کسی طرح تیار نہیں ہے مجھے یہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غیر ترقیاتی اور انتظامی اخراجات کی اس قدر بہتات ہو چکی ہے کہ اس میں کمی کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ آج میں آپ کو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین جو کہ خود بھی اس ایوان کے معزز رکن ہیں، کا حوالہ دیتا ہوں۔ انھوں نے خود اخبارات میں یہ کہا ہے کہ ہم نے جو پچھلے دو سالوں کی کارگزاری اور لوٹ کھسوٹ کی نشاندہی کی ہے اگر وہ تمام رقم وصول کر لی جائے تو ہمیں آئندہ دو سال کے لیے کسی مزید taxation کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ لیکن ہم یہ رقم حاصل نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی ان لوگوں کو منع کر سکیں گے، نہ ان کا گلا پکڑ سکیں گے اور نہ ان کا گریبان پکڑ سکیں گے کہ یہ جو رقم آپ نے اربوں اور کروڑوں کی صورت میں حاصل کی ہے اسے آپ حکومت کے خزانے میں جمع کرائیں۔ جناب سپیکر! آج حالت یہ ہے کہ کھلی چھٹی ہے، اس ملک میں کوئی قانون نافذ نہیں ہے، اس ملک میں کوئی قانون کا ڈر خوف نہیں رہا۔ اور حالت یہ ہے کہ اگر آپ کروڑوں روپے لوٹنا چاہیں تو آپ کو پوری طرح اجازت ہے۔ خدا کے واسطے آپ ان کو روکیں۔ اور یہ سوچیں کہ یہاں کوئی آدمی احتساب کرنے والا نہیں ہے جو ان سے پوچھے کہ خدا کے بندو! خدا کے لیے ہمیں بتاؤ کہ یہ رقم جو کروڑوں اور لاکھوں روپے کی آپ لوٹ رہے ہیں یہ کس کا مال ہے؟ یہ اس غریب ملک کا مال ہے۔ اس کے باوجود بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ملک ایک غریب ملک ہے۔ میں آج اس کی پر زور تردید کرتا ہوں کہ یہ ملک غریب نہیں ہے۔ اس ملک کو اللہ تعالیٰ نے سارے وسائل سے نوازا ہے، تمام نعمتیں دی ہیں، مادی اور افرادی قوت سے نوازا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہاں وہ خلوص اور وہ جذبہ کارفرما نہیں ہے۔ آج ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک غریب ملک ہے۔ اگر یہ غریب ملک ہے تو سب کے لیے غریب ہونا چاہیے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اسے بیوروکریسی کے لیے بھی غریب ہونا چاہیے۔ ہمارے لیے بھی غریب ہونا چاہیے اور وزراء کے لیے بھی غریب ہونا چاہیے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ عوام اور غریب لوگ جو باہر بیٹھے ہیں ان کے لیے تو یہ غریب ملک ہے، ان کو کوئی مراعات حاصل نہیں ہیں۔ ان کی تنخواہیں نہیں بڑھائی جا سکیں۔ یعنی جب غربت کا سوال آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ

غریب ملک ہے اور ہم دوسرے لوگوں کو یہ مراعات نہیں دے سکتے ۔ جناب سپیکر! جب تک جذبہ کارفرما نہ ہو :

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

اگر آپ وہ احساس پیدا کریں، وہ خلوص پیدا کریں تو پھر میں آپ کو یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ :

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اور پھر اس کے بعد

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جناب سپیکر! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج جب ہم اسمبلیوں ، وزارتوں ، بیوروکریسی اور انتظامیہ کے اخراجات کو کم کرنے کے سوال پر غور کرتے ہیں تو مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس میں کمی نہیں کر سکتے اور یہ ہماری حکومت کی کمزوریوں کا دوسرا ثبوت ہے ۔ ہم صرف اپنی عیاشیوں کے لیے (میں عیاشی کا لفظ استعمال نہیں کرتا کیوں کہ کل اس لفظ پر یہاں اعتراض ہوا تھا) ۔ ہم اپنے آرام اور اپنی سہولتوں کے لیے یہ سارا کچھ کرتے ہیں لیکن قوم کے لیے قربانی دینے کے لیے کچھ نہیں کر سکتے ۔

جناب سپیکر! میں ایک اور گزارش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہماری مثال اس نادان مسلمان کی سی ہے جو اپنی بچی کی شادی کے لیے کسی ساہوکار ، کسی مہاجن اور کسی سود خور بنیے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ محض اس لیے کہ وہ اپنی جھوٹی انا اور کروفر کو قائم رکھ سکے ۔ اور اس کے بعد وہ جب شادی کے لیے رقم لیتا ہے تو وہ رقص و موسیقی ، انواع و اقسام کے کھانوں ، آتش بازی اور فرسودہ رسومات پر سارا روپیہ ضائع کر دیتا ہے پھر جب رقم ادا کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ اپنا قرض ادا کرنے کے لیے مزید سود پر رقم لیتا ہے ۔ یہاں تک کہ پھر اس کا مکان بھی بک جاتا ہے ۔ لیکن وہ اتنی جرات نہیں کرتا کہ اپنی بچی کو کہہ سکے کہ میں نے تیری شادی تو ضرور کرنی ہے لیکن میرے پاس اتنی ہمت نہیں ، میرے پاس

اتنے وسائل نہیں، میرے پاس اتنی دولت نہیں کہ میں ان تمام فرسودہ رسومات پر، رقص و موسیقی پر اور انواع و اقسام کے کھانوں پر خرچ کرنے کے لیے قرضہ لے کر تمہارے ہاتھ پیلے کر سکوں۔ آج اگر ہمیں اس ملک میں کچھ کرنا ہے تو قربانی کے جذبے کو پیدا کرنا ہو گا جو کہ پیدا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور اس قربانی کے جذبے کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں جٹ کے سلسلے میں ایک دو حوالے اور دینا چاہتا ہوں۔ وزیر خزانہ صفحہ نمبر 7 نمبر شمار 18 میں فرماتے ہیں کہ ہمارے غیر ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ رواں مالی سال کے مقابلے میں قدرے زیادہ آیا ہے۔ جہاں کہیں اخراجات کا معاملہ آتا ہے تو یہ قدرے اور معمولی کا لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن جہاں جٹ کی بات آتی ہے تو غیر معمولی طور پر بہت بڑھا چڑھا کر اسے پیش کیا جاتا ہے۔ آگے پھر اسی میں وزیر خزانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اس اضافے کی وجہ سے ہمارے غیر ترقیاتی اخراجات کے مجموعی حجم کو ناشناس ناقدین تنقید کا نشانہ بنائیں گے۔ اور یہ ان کی ناقدر شناسی ہو گی"۔ یعنی جائے اس کے کہ وہ غلطی کا احساس دلائیں اور اس کی نشاندہی کریں لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ آپ عاقبت نااندیش ہوں گے اگر آپ اس خسارے کو برداشت نہیں کریں گے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں آپ خواہ مخواہ کی جرح اور تنقید کریں گے۔

جناب سپیکر! سوشل ایکشن پروگرام کے لیے کہا گیا ہے کہ آئندہ تین سال اس کے لیے مختص کیے گئے ہیں اور یہ ایک پرکشش شاندار ترقیاتی منصوبہ ہے۔ یہ ہمہ جہتی اور انقلابی نوعیت کا تین سالہ پروگرام ہے اور اس تین سالہ پروگرام پر 3 ارب 33 کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ اب تین سال کا ذکر کرنے کے بعد آپ تین سال کی مجموعی رقم کو ایک سال کے جٹ میں شامل کر رہے ہیں۔ اور یہ تین ارب روپیہ کس طرح حاصل ہو گا۔ جس طرح قائد حزب اختلاف، رانا اکرام ربانی صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ یہ رقم آپ کو تقریباً بیرونی امداد سے حاصل ہو گی اور بیرونی امداد کا وعدہ یہ ہے کہ اگر آپ matching grant 25 فیصد کا انتظام کریں گے یعنی 25 فیصد مرکزی حکومت دے گی پھر 50 فیصد بیرونی امداد ملے گی۔ لیکن اس بیرونی امداد کا ابھی تک کوئی وعدہ نہیں ہوا۔ اور اگر وعدہ نہیں ہوا تو آپ یہ بتائیے کہ کس طرح آپ ترقیاتی پروگرام کو 13 ارب 85 کروڑ روپے کا شمار

کرتے ہیں۔ اگر اس کو اسی طرح دیکھا جائے تو حقیقتاً 10 ارب 92 کروڑ روپیہ reg-ular ترقیاتی پروگرام کے لیے ہے۔ یعنی صرف دو کروڑ روپے کا اضافہ ہوا ہے پچھلے سال کے ترقیاتی بجٹ سے اور ہم اسے کسی طرح بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کیوں کہ یہاں اسے بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔

اس کے بعد جناب سپیکر! میں زراعت پر آتا ہوں۔ اور انھوں نے خود یہ تسلیم کیا ہے کہ پاکستان میں زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں انھیں تلقین کرتا ہوں کہ جب تک آپ کی زرعی ترقی نہیں ہو گی آپ کی ٹیکسٹائل اور صنعتی ترقی نہیں ہو سکتی۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کا گنا پیدا ہو گا تو آپ کی شوگر ملیں چلیں گی۔ اگر آپ کی کپاس پیدا ہو گی تو ٹیکسٹائل ملیں چلیں گی۔ اور گندم کی پیداوار سے آپ کی فلور ملیں چلیں گی۔ اور اگر مکئی پیدا ہو گی تو glucose, energile or refhan پیدا ہو گا۔ اسی طرح آپ کی تیل اور گھی کی ملیں بند ہو جائیں گی۔ اگر آپ سن فلاور اور بنولہ کی کاشت نہیں کرتے اور ان کی پیداوار میں اضافہ نہیں کرتے اور یہ سب کچھ صرف اسی صورت میں ہو گا جب ہم کاشتکاروں کو پانچ سہولتیں بیج، کھاد، قرضے، پانی اور زرعی ادویات دیں۔ یہاں جناب قائد حزب اختلاف نے خود اعتراف کیا ہے کہ ہم اس ملک کی ضروریات کے مطابق بیج فراہم نہیں کر سکتے۔ اور بیج کے بارے میں میں یہ کہوں گا کہ کہ پنجاب سیڈ کارپوریشن چالیس کلوگرام بیج صرف 90 روپے میں وصول کرتی ہے اور عام کاشتکار سے 90 روپے کے بدلے میں 350 روپے وصول کیے جاتے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ ہم اس پر processing کے اخراجات وصول کرتے ہیں۔ اگر آپ واقعی کاشت کاروں کو کوئی سہولت فراہم کرنا چاہتے ہیں تو آج آپ no profit no loss پر ان کو یہ سہولت عطا کیجیے تاکہ کارپوریشن والے سو روپے یا تھوڑے سے پیسے بڑھا کر کاشت کاروں کو بروقت وافر مقدار میں اور اچھی حالت میں بیج دے سکیں۔ لیکن یہاں یہ نہیں ہوتا۔ مجھے خوشی ہے کہ موجودہ حکومت نے لیزر ٹیکنالوجی کو متعارف کروایا ہے۔ اس کے بعد موبائل پمپ اور ڈیزل ٹیوب ویل کو متعارف کروایا ہے اور پھر اس کے بعد سپر نکلر اریگیشن اور ڈرپ اریگیشن کا ذکر کیا ہے۔ یہ تمام خوش آئند چیزیں ہیں۔ ہم ان کی تعریف کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر آپ نے کچھ پیسہ زرعی ادویات کی پیداوار اور

انڈسٹری کے لیے مختص کیا ہوتا جس میں آپ نائیٹروجن ، فاسفورس ، جپسم اور زرعی ادویات کو درآمد کرنے کی جائے انڈسٹری لگائی ہوتی تو وہ بہتر ہوتا اور اس ملک کے لیے کہیں زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ لیکن اس کے لیے سارے بجٹ میں کوئی پروویژن نہیں رکھی گئی۔ پھر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ پیداواری قرضہ جات پر 8 فیصد مارک اپ لیتے ہیں۔ اور اس میں وہ بیج کھاد اور ادویات شامل ہوتی ہیں۔ لیکن ترقیاتی قرضہ جات جس میں زمین ، ٹریکٹر اور ٹیوب ویل دیتے ہیں۔ ان پر آپ 13 فیصد سود وصول کرتے ہیں۔ اور جب یہ قرضہ جات دیے جاتے ہیں اس میں بھی سیاسی سفارشات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ میرا کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ خدا کے واسطے اس طرف توجہ دی جائے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ ملک ، یہ پنجاب جو پورے ہندوستان کی کفالت کرتا تھا اور یہ اناج گھر کہلاتا تھا۔ آج ہم گندم باہر سے منگواتے ہیں اور اچھا خاصہ زر مبادلہ صرف کرتے ہیں۔ اور ایک بات جس کی میں وضاحت چاہتا ہوں اور میں چاہوں گا کہ وزیر خزانہ اپنی تقریر میں اس کا ذکر کریں ، وہ یہ کہ میرے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ وہ تمام زمین جہاں کپاس کاشت ہوتی ہے بیرونی مشیروں کے مشورے پر یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس زمین کو ہم کسی طرح سن فلاور کے لیے استعمال کریں۔ بیرونی مشیروں کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس ملک کو پاس سے محروم رکھیں۔ یہ ملک جو دنیا میں کپاس کی پیداوار کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے اس سے محروم کرنے کے بعد سن فلاور کاشت کرائیں تاکہ کپاس کی برآمد سے جو اس ملک کو زر مبادلہ حاصل ہوتا ہے اس سے اس کو محروم رکھ سکیں۔

ایک آخری بات میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب پاکستان بنا تو اس وقت شہری آبادی 14 فیصد تھی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ 30 فیصد ہو گئی اور اس 30 فیصد میں بھی نقل مکانی ہو رہی ہے۔ لوگ دیہاتوں کو چھوڑ کر بڑی تیزی سے شہروں میں آ رہے ہیں۔ اور اب دیہات میں یہ حالت ہے کہ جیسے وہ موہنجوداڑو بن گئے ہوں۔ وہاں جائے اس کے کہ آپ اچھا کام کریں ایک مثالی گاؤں تعمیر کریں تاکہ شہروں سے لوگ وہاں جا کر اچھی فضا میں سانس لیں اور لوگوں کو خوشی ہو کہ ہم شہروں سے منتقل ہو کر آرام اور سکون کے لیے دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے کچھ نہیں کیا جا رہا۔ اور اگر خدانخواستہ آبادی کے انتقال کی یہی رفتار رہی اور گاؤں کی بہتری کے لیے کوئی رقم مختص نہ کی گئی تو مجھے افسوس ہے کہ سارا پنجاب کراچی بن

جائے گا۔ جس کے بعد یہاں مختلف مسائل پیدا ہوں گے۔ جن کو ہم کنٹرول نہیں کر سکیں گے۔ شہری آبادی کو روکنے کے لیے یہاں کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ نہ ہی کوئی پیسے مختص کیے گئے ہیں۔

آخر میں میں امن و امان کی صورت حال پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عدم تحفظ اس قدر بڑھ چکا ہے اور بد امنی اور لاقانونیت اس ملک کا ایک حصہ بن چکی ہے کہ کوئی شخص بھی اس ملک میں محفوظ نہیں ہے۔ اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر میں یہاں بیٹھا ہوں اور میرے گھر میں کوئی ڈاکہ پڑتا ہے اور کوئی قتل و غارت ہوتی ہے اور میرے بچوں کو قتل کر دیتے ہیں تو حالت یہ ہے کہ صرف اخبار میں ایک خبر آ جائے گی کہ افضل اعزاز کے گھر میں ڈاکہ پڑا لیکن اس کے بعد وہ ڈاکو کون تھے، کس نے مارا، کیوں مارا، کیوں لوٹا کوئی نہیں پکڑا جائے گا۔ خدا کے واسطے اس ملک میں قانون کو لاگو کیجیے، ہمت کیجیے۔ اگر آپ اپنی کرسی کے تحفظ کے لیے سارا کچھ کرتے ہیں اور سیاسی مصلحتوں سے کام لیتے ہیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ امن و امان کی صورت حال دن بدن خراب ہو گی اور پولیس برباد کرے گی۔ لیکن اگر آپ ہمت سے کام لیتے ہیں چاہے کرسی رہے یا نہ رہے، ہم نے اس ملک کو سنوارنا ہے اور اس ملک کو بہتر بنانا ہے۔ اگر اس جذبے کے ساتھ کام کریں گے تو کام ہو گا۔ لیکن اگر خوف کے مارے آپ اپنی کرسی کو محفوظ کرتے رہے تو لوگوں کی جان و مال محفوظ نہیں رہے گی۔ ، عزت و مال محفوظ نہیں ہو گا۔ اور اس کے بعد آپ نقصان اٹھائیں گے۔ فائدہ کسی کو حاصل نہیں ہو گا۔ میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں بنک لوٹے جاتے ہیں ، بسیاں محفوظ نہیں ہیں۔ کسی جگہ بھی بم کا دھماکا ہو سکتا ہے اس کے بعد سب کچھ کیا جا سکتا ہے لیکن ایک غریب عورت جو لٹ جاتی ہے، ایک بوڑھا آدمی کسمپرسی کے عالم میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں پوچھتا۔

جناب سپیکر! ہم یہاں کہتے ہیں کہ ہم ارزاں اور فوری انصاف کا بندوبست کریں گے۔ اور لوگوں کو ان کے گھر تک انصاف پہنچائیں گے۔ انصاف کا عالم یہ ہے کہ اگر دادا نے کیس درج کروایا ہے تو پوتے کے زمانے میں جا کر اس کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اور وہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ کس طرح رشوت اور سیاسی اثر و رسوخ استعمال ہوتا ہے یہ ساری باتیں میں

نے آپ کی خدمت میں اس لیے عرض کی ہیں اور اس جذبے کے تحت پیش کی ہیں کہ اگر آپ مہربانی فرما کر ان پر توجہ کریں اور اس کو انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے کہ ہم نے جو جٹ بنا دیا ہے اب اس میں ردو بدل نہیں ہو سکتا۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے، آپ ایجوکیشن پالیسی اٹھا کر دیکھیے۔ اس پر کروڑوں کے حساب سے پیسہ خرچ کیا ہے۔ لیکن کہیں اس جذبے کا اظہار نہیں کیا گیا کہ ہم اس نظام کو بدلنا چاہتے ہیں۔ ہم اس نظام سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ فرسودہ اور سامراجی نظام جو ہماری تمام ضروریات کی کفالت نہیں کرتا ہم اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ قوم جو اس موجودہ نظام کے تحت تعلیم حاصل کر رہی ہے ڈگریاں بک رہی ہیں اور اس کے بعد جو چاہے کر سکتے ہیں۔ نقل ہوتی ہے، امتحانی مراکز بکتے ہیں۔ اگر اس نظام کو بہتر بنانے کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کریں گے تو مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور ساری رقم بیکار جائے گی۔

آخر میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس رقم میں جو رقم مختص کی گئی اور جو اس سے پہلے مختص کی گئی تھی اس کے لیے کوئی ایسا ادارہ بنایئے جو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی طرح کا ہو۔ وہ سات آٹھ سال پرانے حساب کتاب نہ کھنگالے۔ وہ موجودہ بجٹ کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ کون شخص ہے جو اس کو لوٹتا ہے اور قوم و ملک کا پیسہ وہ حرامزدگی کی صورت میں لیتا ہے۔ میں آپ سے یہی کہوں گا کہ اس کی نگرانی کی جائے، احتساب کیا جائے اور پوری امانت اور دیانت کے ساتھ خرچ کیا جائے۔ وہ روپیہ اگر ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ خرچ ہو گا تو اس سے خوش حالی آئے گی، تعمیر و ترقی ہو گی اور یہ ملک پھلے پھولے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب!

حاجی عرفان احمد ڈلہا: جناب والا! ڈاکٹر صاحب تقریر کر رہے تھے تو میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ان کی تقریر کے دوران کوئی بات کروں۔ میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے انھوں نے کہا کہ مقدس گائیں جو دودھ نہیں دیتیں تو ان کو ذبح کر دیتے ہیں۔ یہ گائیں تو بے چاری ہمیشہ ذبح ہوتی رہی ہیں اور ان کی کھالیں جماعت والے لیتے رہے ہیں۔ پھر بھی ان کو تسلی نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! میں معافی چاہتا ہوں لیکن ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے تو کھالیں لی ہیں لیکن انھوں نے بکروں کی کھالوں کے ساتھ ساتھ ان کا خون بھی چوسا ہے اوراس کے بعد سری پائے بھی کھاتے رہے ہیں۔ لیکن ہم جو بھی کھال لیتے ہیں ان کو ہم نے غریبوں اور مستحقین کے لیے استعمال کیا ہے اور آج جو اس بکرے کا خون چوسا جا رہا ہے اور اس ملک کا خون چوسا جا رہا ہے یہ فرمائیں کہ یہ خون کیوں چوسا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر : میرے خیال میں سوال و جواب کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے اور میں چاہتا ہوں کہ جو صاحبان بجٹ پر اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں میں ان کو موقع دوں۔ شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں، میاں صاحب تشریف رکھیں، میاں صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ ابھی آپ نے تقریر کرنی ہے۔ اگر آپ بار بار پوائنٹ آف آرڈر اٹھائیں گے تو آپ کو تقریر کا موقع نہیں ملے گا۔ ابھی آپ کو اجازت دیتے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میاں محمود الرشید صاحب تشریف نہیں رکھتے، چودھری طالب حسین صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ ملک عطاء محمد خاں صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ ایس اے حمید صاحب تشریف نہیں رکھتے، چودھری شوکت داؤد صاحب تشریف نہیں رکھتے، حاجی محمد اکرم صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ جناب سکندر حیات ملہی صاحب!

چودھری سکندر حیات ملہی : شکریہ جناب سپیکر! کل کے نوائے وقت کے صفحہ اول پر ایک خبر لکھی ہوئی تھی جس میں دیا ہوا تھا کہ جسٹس ریٹائرڈ عثمان علی شاہ اور اخبار نویسوں میں دلچسپ مکالمہ دیا گیا تھا، جس میں کار کا بھی ذکر تھا اور اسی صفحہ پر جناب والا ایک اور بڑی نمایاں خبر دیکھی جس میں لکھا تھا کہ " مسلح افواج کے سربراہوں کو ڈیوٹی فری کاریں درآمد کرنے کی اجازت " جناب والا! دل تو بڑا چاہتا ہے کہ اس موضوع پر کھل کر بات کی جائے۔ کیونکہ ہمارے عوامی نمائندے اس میں خاصے ملوث کیے گئے ہیں مگر عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو یہیں پر رہنے دیں اور سوچنے تک چھوڑ دیا جائے۔

جناب والا! بجٹ کے حوالے سے پاکستان میں ایک نیا رواج بتدریج قائم ہو رہا ہے۔ جب بھی بجٹ آتا ہوتا ہے تو social culture اور معاشی تبدیلیاں بجٹ سے پہلے بجٹ کے دوران اور بجٹ کے بعد رونما ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

جناب سپیکر: ملکی صاحب، سپیڈ تھوڑی سی تیز رکھیں ۔صرف دس منٹ ہیں آپ تو ابھی سٹارٹ لے رہے ہیں۔

چودھری سکندر حیات ملکی: جناب والا! یہ جتنا بھی جٹ آتا ہے اور یہ سوشل تبدیلیاں آتی ہیں یہ without consultation of the public opinion لائی جاتی ہیں۔ اسی لیے class struggle شروع ہو جاتی ہے۔ بہت سارے طبقات whispering اور muffled یعنی ڈھول جانا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی ضمن میں جب کہ ہمارے جٹ سازوں کے پاس پاکستان کی سطح پہ اور صوبے کی سطح پہ کوئی source mobilisation نہیں ہے۔ ان کے پاس self reliance کوئی نہیں۔ آبادی بڑھ رہی ہے اور باہر سے remittences کم آ رہی ہیں۔ افراط زر کی شرح بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ اور جن حالات میں ہمارے جٹ ساز اپنے آپ کو surplus budget میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں تو یقیناً وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب قومی جٹ کی بات آتی ہے تو اس میں دفاعی اخراجات اور انتظامی اخراجات اور debt servicing پر 85 فیصد رقم چلی جاتی ہے۔ اور باقی جو 15 فیصد بچتی ہے اس میں پنجاب بھی شامل ہے۔ یہ بات میں نے اس لیے کی کہ صوبہ پنجاب میں maximum source mobilisation جو ہے وہ central taxation سے ہے۔ جس کے ہم مرہون منت ہیں۔

جناب والا! جٹ surplus ہے جٹ deficit ہے۔GNP کا حوالہ دیا جائے یا GDP کا دیا جائے یا micro economics کی بات کی جائے۔ عام آدمی کو، عام کسان کو، شہری کو، دیہاتی کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ روٹی کی قیمت مہنگی نہ ہو۔ دال کی قیمت مہنگی نہ ہو۔ مگر یہاں پر ایک اور رواج پڑ گیا ہے کہ گورنمنٹ کسی چیز کو مہنگا کرے نہ کرے ہمارے ذخیرہ اندوز، ہمارا دوکاندار طبقہ، ہمارا کاروباری طبقہ میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ جٹ کے آنے سے پہلے پہلے تقریباً تیس بڑی بڑی چیزوں کی قیمتیں بڑھا دیتے ہیں۔ جو ہماری قوم میں ایک بہت بڑا عنصر ہے۔ جو کہ اجتماعی طور پر ایک ابتری پھیلا رہے ہیں۔ اور اس پر کہتے ہیں کہ ہم نے سیلز ٹیکس نہیں دینا۔ ہم پس گئے، ہم مارے گئے۔ گورنمنٹ ہم

سے سیلز ٹیکس لیتی ہے۔ جناب والا! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب پاکستان بنا تو اس انارکلی بازار میں صرف دو مسلمانوں کی دکانیں تھیں۔ اور آج تمام کی تمام انارکی کلیاں ہیں۔ لبرٹی مارکیٹ میں صرف 25 ہزار کا انکم ٹیکس دیا جاتا ہے اور دنیا کی تمام مراعات claim کرنے کے لیے ہڑتالیں ہوتی ہیں اور گورنمنٹ کو مشکلات میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر ہم گورنمنٹ کو کچھ دیں تو وہ بھی کچھ دینے کے لیے تیار ہو گی اس کے ساتھ ساتھ جناب سپیکر! یہاں پر میں ایک کڑوی گولی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ انگریزوں کے زمانے میں مغلیہ دور میں اور سکھوں کے دور میں تمام کا تمام جٹ تمام کے تمام محاصل جتنے بھی پورے ہوتے تھے وہ میندار کرتے تھے۔ اس وقت اتنی فیکٹریاں نہیں تھیں۔ تمام زراعت پیشہ طبقہ پوری کرتا تھا۔ آج یہ الٹ رواج ہے۔ جٹ کی receipts کا صرف 10 فیصد پنجاب دیتا ہے۔ مخدوم صاحب! یہ بتائیں کہ پنجاب جٹ میں صرف 10 فیصد ہمارے زمیندار contribute کرتے ہیں اور مانگتے ہم سب کچھ ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم سب کچھ دے رہے ہیں۔ ہم غریب ہو گئے اور دیتے ہیں صرف 10 فیصد۔ کتنا بڑا دھوکا ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ جب تک صوبہ پنجاب چار سال surplus جاتا رہے اپنے source mobilise نہیں کریں گے۔ اپنے پاؤں پر ہم خود کھڑے نہیں ہوں گے تو جناب والا! ہمارا وہی حال ہو گا جو کہ سندھ میں ہے۔ 'law and order' بھی خراب ہو گا اور فوج کو بھی بلانا پڑے گا۔ جناب والا! اس وقت میں وزیر خزانہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایک ہزار کروڑ روپے سے زیادہ تو یہ سود کی رقم دیتے ہیں ان قرضہ جات پر جو حکومت پنجاب نے ان کے آنے سے پہلے دیے ہوئے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے انتہائی طریقے سے جٹ کو surplus کیا۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب والا! یہ ایک temporary measures ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ آپ کی لیاقت کی وجہ سے ہم نے یہ حاصل کر لیا مگر ہمیں permanent changes چاہئیں۔ ہمیں temporary sugar coated pills آپ سے نہ ملیں گی تو ہم بہت خوش ہوں گے۔ اس ضمن میں میری چند تجاویز ہیں۔ تجاویز اس لیے دے رہا ہوں I am not critical. I like to contribute کہ جناب والا! Federal Devisible Funds میں صوبہ پنجاب کو چاہیے کہ کچھ تبدیلیاں لائے اور سیل ٹیکس دنیا میں جہاں بھی Federating

States ہیں جو ٹیکس صوبائی زمرے میں آتا ہے تو میں درخواست کروں گا کہ سیل ٹیکس کو Federal Devisible Pool سے نکلوایا جائے اور صوبہ پنجاب اس کے محاصل خود حاصل کرے۔انشاء اللہ خاصی ترقی ہو گی اور ہم خود انحصاری پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ جناب والا! دوسری میری تجویز ایکسائز ٹیکس سے متعلق ہے۔ایک صوبائی ایکسائز ٹیکس ہے اور دوسرا سنٹرل ایکسائز ٹیکس ہے۔ یہ کیا جھگڑا ہے ؟ ایکسائز تو ایکسائز ہے ، یہ بھی ایک صوبائی ٹیکس ہے۔ سنٹرل ٹیکس کو صوبائی ایکسائز میں مدغم کر دیا جائے اوراس کے تمام محاصل صوبہ پنجاب خود حاصل کرے اوراپنے 55 فیصد غریب عوام پر خرچ کیا جائے۔ کیونکہ اس کا اصل source صوبہ ہے اور اس کا source جہاں سے develop ہوتا ہے وہیں اس کو خرچ بھی ہونا چاہیے۔ اس کے بعد میں اپنے وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنھوں نے ایک انتہائی احسن قدم اٹھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ انھوں نے براہ راست ٹیکس کو بڑھایا ہے اور بالواسطہ ٹیکسوں میں کمی کی ہے تاکہ مہنگائی کا بوجھ غریب آدمیوں پر کم پڑے۔ this is wonderful اس کے علاوہ اگر یہ direct user tax لگا دیں اور اس کے عوض جتنی بھی آمدنی ہو iindirect taxation میں سے کاٹ لی جائے۔ جس طرح بجلی کے بلوں پر اتنی بڑی رقم ایکسائز ڈیوٹی کی لی جاتی ہے۔ یہ غریبوں پر بھی ہے اور امیروں پر بھی ہے۔ شہریوں پر بھی ہے اوردیہاتیوں پر بھی ہے۔ کہنے کو تو یہ پچھلے سال 6فیصد تھی اور اس سال بھی 6فیصد ہے۔ But in actual figures over the last years it is 14.44 %. This should not be linked with the total income.

جناب والا! میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ irrespective of wealth چاہے وہ شہری جائیداد ہو یا کسی قسم کی جائیداد ہو۔ اس پر بھی ویلتھ ٹیکس سنٹرل گورنمنٹ سے نکال کر صوبے میں لایا جائے اور ہر اس شخص پر لگا دیا جائے جو اس کی استطاعت رکھتا ہے۔ جو امیر ہے ، جو یہ ٹیکس دے سکتا ہے وہ یہ دے اورجو غریب ہے اس کی استطاعت نہیں رکھتا وہ نہ دے۔

جناب سپیکر : شکریہ ملہی صاحب !

چودھری سکندر حیات ملہی : جناب والا! صرف ایک منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر : ملہی صاحب! سب کو وقت دینا ہے۔ پھر میں دوستوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکوں گا۔

چودھری سکندر حیات ملہی : جناب والا! ابھی تو میں نے ٹیکسوں پر بات کی ہے اور وقت ختم ہو گیا ہے۔ جناب والا! میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ----------

جناب سپیکر : ایک منٹ میں بات ختم کریں۔

چودھری سکندر حیات ملہی : جناب والا! سہیل ضیاء بٹ صاحب ہوتے تو وہ مجھے اپنا وقت دے دیتے۔

جناب سپیکر : اگر وہ ہوتے تو وقت دیتے۔

چودھری سکندر حیات ملہی : جناب والا! شیخ روحیل اصغر صاحب مجھے اپنا وقت دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب کا وقت ہے ہی نہیں۔ کیونکہ انھوں نے تقریر کے لیے وقت ہی نہیں مانگا۔ ہاں شیخ طاہر رشید صاحب اگر آپ کو اپنا وقت دے دیں تو میں دینے کے لیے تیار ہوں۔ (قہقہے)

چودھری سکندر حیات ملہی : جناب والا! میں یہ عرض کرنے لگا تھا کہ ہمارے پاکستان میں تمام تر مفادات طبقہ جو tax assessee چہ جائیکہ سینیٹرز، ایم این ایز، ایم پی ایز چونکہ ہم بھی تنخواہ دار ہیں tax assessee بن جائیں let us all receive today ہم بھی گورنمنٹ سے تنخواہ لیتے ہیں، مراعات بھی لیتے ہیں اور مراعات enjoy بھی کرتے ہیں۔ ہم بھی tax assessee بن جائیں۔ اگر کوئی اس زمرے میں آئے تو ٹیکس دے۔ اگر نہ آئے تو نہ دے۔ tax assessee بنانے میں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جناب والا! اس وقت صوبے میں administratively اور ٹیکسیشن کے نظام میں کچھ روایات جو کہ بہت ہی غلط انداز میں پنپ رہی ہیں وہ لوکل گورنمنٹ کا محکمہ ہے۔ یہ محکمہ گورنمنٹ کے اندر گورنمنٹ بن گیا ہے۔ کہیں پہ ٹیکسیشن کا نظام دوہرا، تہرا اور چوہرا ہے۔ یہاں پر وزیر اعلیٰ نے محکمہ لوکل گورنمنٹ کو ٹیکس وصول کرنے پر incentive بھی دیا

ہے ۔ میری یہ گزارش ہے کہ لوکل گورنمنٹ سے یہ اختیار واپس لیا جائے اور تمام کے تمام حاصل صوبائی حکومت خود حاصل کرے اور خود انھیں تقسیم کرے۔ اس سے ہمارے تمام طبقات خوش ہو جائیں گے۔ ہمیں اس طرح سے harassکیا جاتا ہے ۔ This is whole time double taxation

"جناب سپیکر : شکریہ ملہی صاحب!

چودھری سکندر حیات ملہی : جناب والا! لاء اینڈ آرڈر پر تو ابھی بات ہی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر : ملہی صاحب ! شکریہ ، تشریف رکھیں۔

جناب سکندر حیات ملہی : جناب سپیکر! میں آدھے منٹ میں بات ختم کر دوں گا۔

جناب سپیکر : ملہی صاحب! میں پھر دوسرے لوگوں سے انصاف نہیں کر سکوں گا۔

چودھری سکندر حیات ملہی :جناب والا! صرف آدھا منٹ دے دیں۔ میں صرف judiciary کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! چودھری سکندر حیات صاحب بڑی اہم بات کر رہے ہیں۔ انھیں دو منٹ دے دیے جائیں۔

جناب سپیکر : آپ دس منٹ کی جائے پندرہ منٹ بات کر چکے ہیں۔

چودھری سکندر حیات ملہی : جہاں آپ نے اتنی مہربانی کی ہے ایک منٹ اور دے دیں۔

I beseech your honour for half a minute. Only one point, only for one minute, Sir.

MR SPEAKER: All right.

CH. SIKANDER HAYAT MALHI: I am so grateful. I want to say that this time will not be counted.

چودھری سکندر حیات ملہی : جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

میں مختصر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر ایک ہی چیز ہے۔ آرڈر کے لیے تو اربوں روپے دے دیے گئے ہیں۔ پولیس کے لیے یا پولیس کی اصلاح کے لیے تو اربوں روپے دے دیے گئے ہیں۔ اور لاء کے لیے وہی کی وہی رقم مختص کی گئی ہے۔ یعنی لاء کے لیے تو 7 فیصد اور پولیس کے لیے 86 فیصد مختص کیے گئے ہیں۔ جناب والا! اگر یہ گاڑی کے دو پہیے ہیں تو ہم نے judiciary کے لیے کم رقم کیوں مختص کی ہے۔ اگر ہم نے موجودہ بجٹ میں judiciary کے لیے تین گنا رقم نہ دی تو جو تمام اصلاح ہم نے پولیس کے لیے کی ہیں وہ ختم ہو کر رہ جائے گی۔ کیونکہ اگر judiciary اگر اپنا کام تندہی سے نہ کر سکی تو پولیس وہ کام کرے گی۔ either to defend itself or shoot to kill. اس لیے ضروری ہے کہ تقریباً 12 کروڑ روپے پولیس سے نکال کر judiciary کو دے دیے جائیں۔ اس کے علاوہ وہ 5 لاکھ روپے فی حلقہ بھی judiciary کو دے دیے جائیں تو یہ بھی 12 کروڑ بن جائیں گے۔ اس طرح ہماری judiciary بھی war footing کے ساتھ انصاف مہیا کر سکے گی۔ شکریہ!

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! سب سے پہلے تو میں اس بات پر احتجاج کرتا ہوں کہ بجٹ کہیں اور بنتا ہے۔ کابینہ کی میٹنگ ہوتی ہے اور وزیر بے چارے چند لمحات کے اندر اس کے اوپر مہر ثبت کر دیتے ہیں اور پھر اس اسمبلی کے اندر اس مقدس ایوان کے اندر بحث کے لیے رکھ دیا جاتا ہے۔ اور پھر ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ اس پانی کے اندر مدھانی ڈال کر اس میں سے مکھن نکالنے کی کوشش کریں۔ پانچ چھ روز کی بے نتیجہ بحث کے بعد گلوٹین استعمال ہو جاتا ہے۔ اور پھر بے چاری پنجاب اسمبلی کے اوپر یہ بات آ جاتی ہے کہ پنجاب اسمبلی نے یہ بجٹ پنجاب کے عوام کے لیے دیا ہے۔ میری محترم وزیر خزانہ سے یہ گزارش ہے کہ یہاں پر خواہ مخواہ کی بحث نہ کی جائے بلکہ وزارت خزانہ یہ بجٹ خود خود بنا کر اخبارات میں اس کا اعلان کر دیا کریں۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ جب بن جاتا ہے سارا سال کسی طاق یا ردی کی ٹوکری کے اندر پڑا رہتا ہے اور آخر تک اپنی مرضی سے اخراجات کرتے رہتے ہیں۔ یہ بات دیکھی بھی جا

سکتی ہے کہ سال 1991-92ء کے اندر جو بجٹ اسمبلی کے اندر پاس ہوا لیکن اخراجات اس سے بھی زیادہ کیے گئے۔ پچھلے سال گورنمنٹ سیکرٹریٹ کے لیے 70لاکھ 47 ہزار روپے مختص کیے گئے تھے۔ لیکن جو خرچ ہوئے وہ ایک کروڑ 12 لاکھ سے بھی اوپر تھے۔ اس طرح سے وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لیے ایک کروڑ 45 لاکھ روپے مختص کیے گئے۔ اسی طرح سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے 11 کروڑ 13 لاکھ روپے رکھے گئے لیکن جو اخراجات ہوئے اور جو ضمنی بجٹ میں پیش کیے گئے وہ17 کروڑ 28 لاکھ روپے ہیں۔ اسی طرح ادارہ انسداد رشوت ستانی کی مد میں 2کروڑ 73 لاکھ روپے رکھے گئے لیکن جو خرچ ہوئے وہ 3 کروڑ 5 لاکھ روپے سے اوپر ہیں۔ اسی طرح ڈویژنل اور ضلعی انتظامیہ کی مد میں 28کروڑ 72 لاکھ روپے رکھے گئے لیکن جو ضمنی بجٹ میں اخراجات ظاہر کیے گئے وہ 37کروڑ 54 لاکھ سے زائد تھے۔ توجناب سپیکر! یہ تفصیل ہے، اس اسمبلی کاhonour اور یہ ہے اس بجٹ کی پوری تفصیل۔ جناب سپیکر! اس سے ہٹ کر چند باتیں اس حوالے سے ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ جو ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اسمبلی، یہ گورنمنٹ اور یہ جو وزرائے کرام اور یہ جوسارا سیٹ اپ ہے، اس سے عوام کیاچاہتے ہیں۔ اس سے عوام یہ چاہتے ہیں کہ اتنے وسائل کے اندر ان کی گزر اوقات ہو سکے۔ اب ہمارے ایک خاندان کی آمدن ہے۔اس کا ڈیٹا بھی جناب وزیر خزانہ پیش فرمائیں تو اندازہ ہو گا۔ میری معلومات کے مطابق ایک اوسط خاندان کی ماہانہ آمدنی 1200 روپے سے کچھ کم یا زیادہ ہوتی ہے اور جناب وزیر خزانہ نے یہاں پورے پنجاب کا بجٹ تو پیش کر دیا ہے۔ میں انھیں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ ایک خاندان کی آمدنی 1200 روپے ہو اور پھر اس میں پورے مہینے کی روٹی، کپڑے، بچوں کی schooling ادویات اور کرایہ مکان کے حوالے سے یہ بجٹ بنا کے دکھا دیں تو پھر میں مانوں گا کہ وزیر خزانہ ہے۔ دوسری چیز جو عوام چاہتے ہیں وہ امن و سکون اور چین ہے۔ آج اس کی جو کیفیت ہے وہ یہ ہے کہ اگر بچہ گھر سے باہر جاتا ہے تو ماں سارا دن پریشان رہتی ہے کہ اس کا لخت جگر زندہ واپس آئے گا بھی کہ نہیں۔ باپ الگ پریشان ہوتا ہے کہ اس کے مستقبل کا سہارا نہ جانے کس حال میں گھر واپس آئے۔ آپ نے 4 ارب روپیہ پولیس کی مد میں رکھا ہے اور وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر کے اندر یہ بات کہی ہے کہ اگر آپ

دوسرے صوبوں کے ساتھ تقابلی جائزہ لیں تو رواں مالی سال میں نہ صرف بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ فرائض کی جا آوری میں خون کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

جناب سپیکر! یہ انھوں نے دوسرے صوبوں سے تقابلی جائزے کی بات کی ہے اور نسبتاً بہتر کارکردگی کی بات کی ہے۔ لیکن یہ بھی میں نے کسی ڈیٹا کے بغیر کسی اعداد و شمار کے بغیر بات کی ہے۔ اگر اس ایوان میں یہ بات بھی پیش کر دیتے کہ پنجاب میں سال رواں کے دوران اتنی ڈکیتیاں ہوئیں، اتنی چوریاں ہوئیں، اتنے اغواء اور زناء کے واقعات ہوئے۔ اور یہاں پر پچھلے سال سے تقابل پیش فرماتے تو بھی اندازہ ہوتا کہ امن و امان کی کیا مجموعی صورت حال ہے۔ اور پھر عوام ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ انھیں انصاف میسر ہو۔ لیکن اس کی بھی یہ کیفیت ہے کہ ایک عرصے سے یہ نعرہ تو لگایا جا رہا ہے کہ انتظامیہ کو عدلیہ سے علیحدہ کیا جائے گا۔ لیکن ابھی تک اس نعرے کو کوئی عملی شکل نہیں دی گئی ہے اور پھر judiciary کی جو حالت ہے اس پر اگر یہاں تفصیل سے تبصرہ کیا جائے تو پھر جج صاحبان اسمبلی کے اوپر بھی contempt of court کا الزام لگا دیں گے۔

جناب سپیکر! بجٹ کے حوالے سے ہماری ساری معیشت سرمایہ دارانہ معیشت کی طرح سود کے گرد گھوم رہی ہے۔ ایک طرف تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے جو قیامت تک کے لیے ہماری رہنمائی کا باعث ہے۔ اور اس کتاب کو ماننا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اس کتاب میں یہ بات کہی گئی ہے۔ سورۃ العمران کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص سود کے کاروبار میں ملوث ہے یعنی سود کے لینے اور دینے میں یا اس کے حسابات رکھنے میں تو اس سے میری اور میرے رسول کی جنگ ہے۔ اور ہمارے نبی آخرالزماں ﷺ کہ جنہیں ہم اپنا ہادی مانتے ہیں، جنہیں ہم اپنا رسول مانتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ سود کے کاروبار میں ملوث کا معاملہ اس طرح کا ہے کہ وہ شخص ایسا ہے کہ جس نے ستر بار اپنی سگی ماں سے زنا کیا ہو۔ تو جناب والا! اتنی سخت وعیدیں اس حوالے سے قرآن اور حدیث کے اندر موجود ہیں۔ اور ان سب چیزوں کو ہم اپنے ایمان کا حصہ بھی مانتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمارا قبلہ امریکہ اور یورپ کی طرف ہی رہتا ہے۔ جناب سپیکر! اس حوالے

سے ہمارے بجٹ کو Islamise کرنے کے لیے عوام کو ظاہر کرنے کے لیے ایک بیت المال قائم کیا گیا تھا۔ اور پچھلے سال اور اس سال بھی اس میں دس کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ غرباء اور مساکین کو ہم بروقت امداد فراہم کر سکیں گے۔ یہ بروقت امداد اور اس حوالے سے بھی بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ (دس کروڑ) اس حوالے سے غرباء اور مساکین کی مدد تو نہیں ہوتی۔ لیکن ان کی تعداد کے اندر اضافہ ہوتا ہے۔ اور یہ اتنی رقم غرباء اور مساکین کو لالی پاپ دینے کے حوالے سے ہے۔ جناب سپیکر! زراعت کے حوالے سے وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں یہ بات کہی ہے کہ ہم کاشتکار کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ اس کاشتکار نے گزشتہ سال 114 لاکھ گانٹھیں کپاس پیدا کی ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! آپ بھی، یہ پورا ایوان اور پورا پنجاب جانتا ہے کہ پچھلے سال اس فصل کو پیدا کرنے والے کسانوں کے ساتھ جو حشر کیا گیا تھا اس کی بازگشت اس ایوان کے اندر بھی سنی گئی تھی۔ جناب سپیکر! ہماری زرعی پالیسی کے حوالے سے گندم جو ایک انتہائی بنیادی ضرورت ہے۔ کسان اس میں اتنی محنت کرتا ہے لیکن اس کی قیمت کا تعین ہم خود کرتے ہیں۔ باقی جتنے بھی ذرائع آمدن ہیں، کاروبار ہیں، فیکٹریاں ہیں۔ اس میں کام کرنے والے اپنی اشیاء کی اپنی چیزوں کی خود قیمت مقرر کرتے ہیں۔ لیکن کسان بے چارے کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ جس چیز پر محنت کرتا ہے اس کی قیمت کا تعین بھی خود کر سکے۔ اس سے ایک تو گندم کی قیمت کم رکھی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی سمگلنگ ہوتی ہے اور جب ملک کے اندر گندم کی کمی ہو جاتی ہے تو پھر اسے باہر سے درآمد کیا جاتا ہے۔ اور اس پر ہمارا foreign exchange خرچ ہوتا ہے اور اس foreign exchange کے علاوہ ملک کے اندر سپلائی کے لیے اس پر سبسڈی بھی دی جاتی ہے۔ اور اس طرح گندم پر دہرا نقصان برداشت کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ نہیں کیا جاتا کہ گندم کی قیمت کو اتنا زیادہ کیا جائے کہ اس کی سمگلنگ رک سکے اور کسان کی اشک شوئی ہو سکے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں وزیر خزانہ نے یہ بات بھی کی ہے کہ ہم نے productivety enhancement پروگرام کے تحت صوبہ پنجاب کو 38 کروڑ روپے کی گرانٹ دی ہے اور ہم کسان کو یہ جپسم 7 روپے فی بوری مہیا کر رہے ہیں۔ اور اتنے ہزار

رقبہ سیم و تھور سے مکمل طور پر آزاد ہو جائے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ جپسم کی یہ 7 روپے فی بوری کس علاقے میں سپلائی کی جا رہی ہے۔ کیونکہ میں نے تو اپنے علاقے کے اندر کسانوں کو پریشان دیکھا ہے۔ اور میں نے اس حوالے سے خود بھی اور دوسرے ایم پی اے صاحبان کو بھی دیکھا ہے کہ جو سفارشیں کرتے ہیں لیکن یہ 7 روپے فی بوری کسی کے ہاتھ نہیں آتی۔

جناب سپیکر! ان باتوں کے ساتھ ساتھ میں جنوبی پنجاب کے حوالے سے بھی چند باتیں کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جنوبی پنجاب والوں کے ساتھ ماضی میں جو سلوک اس جٹ میں کیا جاتا رہا اور اب بھی جو سلوک ہو رہا ہے اس کی میں تھوڑی سی تفصیل آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس کے مقابلے میں جو رقم وہاں ترقی کے لیے لگائی جاتی ہے وہ اس آمدن کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتی۔ اور یہ محرومیاں بڑھ رہی ہیں۔ اس حوالے سے جس طرح سندھ کے اندر علیحدگی کی تحریکیں شروع ہوئی ہیں سرائیکی علاقے کے عوام بھی اس بات کو محسوس کر رہے ہیں اور ان محرومیوں کو بنیاد بنا کر ہندوستان نے بھی پروپیگنڈے کی ایک لہر چلائی ہے۔ آل انڈیا ریڈیو سے باقاعدہ اعداد و شمار دے کر نوکریوں کے حوالے سے، ترقی کے حوالے سے، فنڈز کے حوالے سے بہت سا زہریلا پروپیگنڈا بھی کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان باتوں کو محسوس کرنا چاہیے کہ جو علاقہ ملکی ترقی میں اپنا ایک کردار رکھتا ہے اس علاقے کو اس کے مقابلے میں return بھی دینا چاہیے۔ ہمارے بہاولپور شہر میں ایک بھی سڑک ایسی نہیں جو سلامت ہو۔ اور یہاں لاہور میں صورت حال یہ ہے کہ Canal Bank Project بنایا جاتا ہے جو دو ارب روپے کا پروجیکٹ ہے کیونکہ اس دو ارب روپے کو ECNEC میں منظوری کے لیے جانا ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کر کے دو ارب روپے کو یہاں پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب، آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں دو منٹ اور گزارش کروں گا۔ میں ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ایک منٹ میں آپ ختم کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! بہاولپور میں صورت حال یہ ہے کہ فراہمی آب اور نکاسی آب کے حوالے سے وہاں کوئی ماسٹر پلان نہیں ہے۔ وزیر اعظم ایک طرف شجرکاری کا اعلان کر

رہے ہیں اور اس سال کو شجرکاری کے سال کے حوالے سے منانے کا اعلان کیا ہے لیکن وہاں صورت حال یہ ہے کہ ہماری کارپوریشن نے تمام درخت نیلام کر دیے ہیں۔ وہاں پر پلاٹوں کی بندر بانٹ شروع ہے۔ جناب سپیکر! ہمارے شہر میں کوئی بھی سکول ایسا نہیں ہے کہ جس میں نصف سے زائد بچے یا بچیاں باہر دھوپ میں بیٹھ کر نہ پڑھتے ہوں۔ ہمارے شہر میں ایسی بستیاں ہیں جن میں بجلی موجود نہیں ہے۔ ہمارے علاقے میں بے روزگاری بہت زیادہ ہے۔ اس حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ پی سی ایس اور سی ایس ایس میں ہمارے علاقے کا کوٹا مخصوص کیا جائے۔ ہمارے علاقے کے لیے وزیر اعظم نے بہاول پور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا 1989ء میں اعلان کیا لیکن یہ اعلان، اعلان ہی رہا اور گزشتہ سال مئی میں بڑی مشکل سے ہم ایک دو ایم پی اے نے اس سلسلے میں محنت کی اور اس کا باقاعدہ قانون بنایا اور اس وقت ہمیں ایک کروڑ روپیہ دیا گیا۔ بعد میں پچھلے بجٹ میں اڑھائی کروڑ روپیہ دیا گیا۔ اب بھی وزیر خزانہ صاحب نے پانچ کروڑ روپے رکھے ہیں۔ لیکن یہ سارے پیسے بنکوں میں اور ان کاغذات میں موجود ہیں۔ دو سال سے یہ رقم موجود ہے اور اس علاقے میں ایک پیسہ بھی صرف نہیں ہوا۔ اعلان تو کیے جاتے ہیں لیکن انھیں کوئی چیز دی نہیں دی جاتی۔ پھر ہمارے علاقے میں چولستان کا 64 لاکھ ایکڑ رقبہ ہے اور یہ پنجاب میں جو کل زیر کاشت رقبہ ہے اس کے 1/3 کے برابر ہے۔ یہ سارا علاقہ بنجر ہے اور پانی بھی موجود نہیں ہے۔ یہاں Water Accord کی بات کی جاتی ہے نئے نئے منصوبوں کی بات کی جاتی ہے لیکن ہمارے چولستان کے لیے عملی طور پر ابھی تک کوئی منصوبہ نہیں دیا۔ اگر پانی وہاں دیا جائے تو ملک و صوبے کی ترقی کے لیے وہ علاقہ بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق صاحب۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میں نے تو آج کے لیے وقت نہیں مانگا تھا۔

جناب سپیکر: میرے پاس تو آپ کا نام آج کے لیے ہے۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں نے تو لکھ کر نہیں دیا۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے چودھری صاحب۔ آپ نے کب کے لیے وقت مانگا ہے؟

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! اگر پرسوں اجلاس ہوا تو میں پرسوں تقریر کروں گا۔ اگر اتوار کو ہوا تو اتوار کو کروں گا۔

جناب سپیکر : پرسوں ہفتے کو اجلاس ہے۔

چودھری محمد فاروق : میں پرسوں بحث میں حصہ لوں گا۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ شیخ طاہر رشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں لیکن شیخ صاحب! آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کا وقت آپ کی تقریر سے کٹ جائے گا۔

شیخ محمد طاہر رشید : میں صرف ایک بات کہہ کے بیٹھ جاؤں گا۔ جناب سپیکر! چودھری فاروق صاحب کا تعلق این پی پی سے ہے اور یہ بار بار ادھر دوڑتے ہیں اور جا کے پیپلز پارٹی والوں سے مشورہ کرتے ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ان کے قریب ہی انھیں نشست دے دی جائے؟

جناب سپیکر : چودھری شوکت داؤد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب شوکت داؤد : میری گزارش یہ ہے کہ میں نے آج تقریر کے لیے نام دیا تھا۔ فاروق صاحب نے withdraw کیا ہے۔ انہی کی جگہ مجھے وقت دے دیں۔

جناب سپیکر : آپ کا نام پکارا گیا لیکن آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔

جناب شوکت داؤد : جناب والا! مجھے پتا ہے اور میں اسی لیے درخواست کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر : اب تو وقت بچے گا تو آپ کو ملے گا۔ ملک جلال دین ڈھکو صاحب۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب سپیکر! ملک صاحب کے بعد جناب احمد شاہ کو وقت دیا جائے۔

ملک جلال دین ڈھکو (پی پی۔ 183) : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بحث پر حصہ کرنے سے پہلے میں ایک گزارش کروں گا کہ یہ جو بار بار نام لیا جا رہا ہے۔ یہ ذرا یوان میں کھڑے ہو کر بتائیں کہ ان کی تعلیمی قابلیت کیا ہے، اور یہ بتائیں کہ یہ کس جماعت میں فیل ہوئے اور کس جماعت میں پاس ہوئے؟ اس کے بعد میں بحث پر حصہ کا آغاز کرتا ہوں۔

(اس مرحلے پر جناب سعید احمد خان منیس کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین : شکریہ جناب! جناب ایم لطیف مغل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب والا! ڈھکو صاحب نے میرے بارے میں پوچھا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کیا ہے اور میں کون سی جماعت میں فیل یا پاس ہوا۔ یہاں تعلیم کی ضرورت تو نہیں ہے۔ میں جلال دین ڈھکو صاحب سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ڈھکو قوم کے آباؤ اجداد کس خطے سے آئے اور کس جگہ اب زیادہ آباد ہیں۔

ملک جلال دین ڈھکو : میں بتاتا ہوں۔

جناب چیئرمین : یہ ان کا غیر متعلقہ پوائنٹ آف آرڈر تھا۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

ملک جلال دین ڈھکو : میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس خطے سے مغل آئے اسی خطے سے میں آیا ہوں۔

جناب چیئرمین : لطیف مغل صاحب ! آپ تشریف رکھیں۔ یہ غیر متعلقہ گفتگو مناسب نہیں ہے۔ آپ تو ماشاء اللہ پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب والا! ایوان میں ایسی غلط باتیں نہیں کہنی چاہئیں کیونکہ انھوں نے کہا ہے کہ جس خطے سے مغل آئے وہاں سے ڈھکو آئے۔ مغلوں کی تو ہسٹری ہے ڈھکوؤں کا نام ہی ہسٹری میں کسی جگہ پر نہیں ہے۔ یہ کیوں غلط بیانی کر رہے ہیں۔

ملک جلال دین ڈھکو : اصل مغل تو مر چکے ہیں۔ ان کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین : ملک صاحب ! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں ۔ مغل صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

ملک جلال دین ڈھکو : شکریہ جناب سپیکر! جناب والا ! میں وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جنھوں نے ایک متوازن بجٹ پیش کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں کاشت کار

کے وہ بنیادی مسائل جو اس بجٹ میں ignore کر دیے گئے ہیں ان کے بارے میں ضرور ذکر کروں گا۔ کیونکہ یہ میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ کاشت کار جو کہ دیہاتوں میں کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہا ہے اس کے مسائل کو حل کرنے میں اگر ہم ناکام رہے تو پھر ہمیں اس اسمبلی میں آنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ اس بارے میں میں چند ایک گزارشات کروں گا کہ وزیر خزانہ نے جا طور پر فرمایا کہ پنجاب کا نہیں بلکہ پورے پاکستان کا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے۔ کیونکہ پنجاب کے کاشت کار نے اس سال ریکارڈ روئی پیدا کی ہے اور 114 لاکھ گانٹھیں پیدا کر کے انھوں نے پاکستان کا نام دنیا میں روشن کیا اور پاکستان روئی کاشت کرنے میں دنیا کے بڑے تین ملکوں میں شامل ہو گیا۔ اس کا اعتراف وزیر خزانہ نے خود اپنی بجٹ تقریر میں کیا اور ساتھ ہی انھوں نے فرمایا ہے کہ دیہات کے 70 فی صد عوام اس شعبہ سے منسلک ہیں۔ پچاس فیصد محنت کش طبقہ گندم، کپاس اور چاول کی پیداوار یا اس سے چلنے والی زرعی صنعت سے منسلک ہے۔

جناب ایم لطیف مغل: پوائنٹ آف آرڈر جناب چیئرمین! ملک جلال دین ڈھکو صاحب پڑھ کر تقریر کر رہے ہیں۔ کلیتاً یہ تقریر سامنے رکھ کر پڑھ رہے ہیں۔ یہ نکات وغیرہ نہیں لکھے ہوئے یہ تقریر ہی پڑھ رہے ہیں انھیں منع کیا جائے۔ اگر انھیں کچھ زبانی بولنا نہیں آتا تو نہ بولیں۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! میں مغل صاحب کی ہیرا پھیریوں سے بہتر پڑھ سکتا ہوں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں حاجی صاحب پوائنٹس پڑھ رہے ہیں۔

ملک جلال دین ڈھکو: میں انشاء اللہ مغل صاحب کی ہیرا پھیریوں سے بہتر بولوں گا۔ یہ جو چکر دیتے ہیں اس چکر سے میں بہتر بولوں گا۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ غالباً آپ پوائنٹس دیکھ رہے ہیں۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! میں پوائنٹس تو دیکھ سکتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی ہاں! پوائنٹس آپ دیکھ سکتے ہیں۔

ملک جلال دین ڈھکو : جناب والا! وزیر خزانہ نے اپنی جٹ تقریر میں کہا ہے کہ 70 فیصد دیہاتی عوام زرعی شعبہ سے منسلک ہے ، پچاس فیصد محنت کش طبقہ گندم کپاس چاول کی پیداوار یا اس سے چلنے والی زرعی صنعت سے منسلک ہے۔ ساٹھ فیصد زرمبادلہ کپاس اور اس کی مصنوعات سے حاصل ہوتا ہے۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب والا! انھیں روکا جائے یہ پوری تقریر پڑھ کر کر رہے ہیں۔

ملک جلال دین ڈھکو : جناب والا! میں وہ پڑھ رہا ہوں جو انھوں نے جٹ تقریر میں کہا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین : لطیف مغل صاحب! وہ غالباً figures quote کر رہے ہیں۔ figures تو حاجی صاحب quote کر سکتے ہیں۔ حاجی صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

ملک جلال دین ڈھکو : جناب والا! میں حوالہ دے رہا ہوں۔ جب مغل صاحب کی باری آئے گی تو بے شک پڑھ کر سنا دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ لیکن میں وہ باتیں پڑھ رہا ہوں جو جٹ تقریر میں جناب وزیر خزانہ نے کہی ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب سپیکر! میں ان پڑھ نہیں ہوں۔ میں انشاء اللہ تقریر پڑھ کر نہیں کروں گا۔

جناب چیئرمین : لطیف مغل صاحب ! تشریف رکھیں۔

حاجی محمد افضل چن : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی حاجی صاحب!

حاجی محمد افضل چن : جناب والا! میں اپنے فاضل ممبر جناب لطیف مغل صاحب سے یہ عرض کروں گا کہ براہ مہربانی جٹ تقریر پر آپ بار بار نہ ٹوکیں۔ یہ کوئی الحمرا سنٹر نہیں ہے۔ آپ معزز رکن ہیں ایسا ماحول پیدا نہ کریں۔

جناب چیئرمین : حاجی صاحب! آپ درست فرما رہے ہیں۔ ڈھکو صاحب! آپ تقریر جاری رکھیں۔

ملک جلال دین ڈھکو : شکریہ جناب والا! اندرون ملک تیل دار اجناس میں سے 80 فیصد

تیل بنولے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سال 114 لاکھ گانٹھیں روئی کی ایک ریکارڈ پیداوار ہوئی ہے۔ لیکن پاکستان کے پنجاب کے کاشت کار کے ساتھ کیا ہوا۔ پنجاب کے کاشتکار نے اتنی روئی پیدا کی کہ پنجاب کا نام بلکہ پاکستان کا نام دنیا بھر کے ممالک میں فخر سے بلند ہوا۔ اس ضمن میں پنجاب کے کاشتکار کو اس کے صلے میں کیا ملا۔ آپ تمام کاشت کار حضرات بیٹھے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ روئی کی قیمت اس سال پچھلے سال سے بھی کم رہی۔ پچھلے سال روئی کی ایک گانٹھ پر 6 ہزار روپیہ انکم ٹیکس لگا دیا گیا تھا جو بلا واسطہ کارخانہ دار نے کاشت کار کی قیمت فروخت سے کاٹا۔ تو میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ روئی کے کاشت کار کو جس طرح دبایا جا رہا ہے اگر یہی سلسلہ جاری رہا اور یہی حالات بنتے رہے اور ہر سال کپاس کے کاشت کار گنے کے اور چاول کے کاشت کار پر یہی گزرتی رہی تو میرے خیال میں کاشت کار ایک بہت بڑے بحران کی لپیٹ میں آ جائیں گے اور یہ ملک زرعی بحران کی لپیٹ میں آ جائے گا اور میرا خیال ہے کہ یہاں نوبت قحط تک آ جائے گی۔ براہ مہربانی اس کا فوری حال نکالیں۔ اس بارے میں کاشت کار کو آپ زرعی قرضے دیتے ہیں تو تھوڑے تھوڑے قرضے کاشت کار کو ملتے ہیں۔ کاشت کار طبقہ ان زرعی قرضوں میں اس طرح پھنسا ہوا ہے کہ ان کے لیے واپس کرنا انتہائی مشکل دکھائی دے رہا ہے۔ آپ یہ freely بتائیں کہ ایک کاشت کار جو 50 ہزار روپے قرضہ لیتا ہے اور ایک دو مربعے کا مالک ہے اور وہ قرضہ واپس نہیں کر سکتا اور اس کے پیچھے تحصیلدار اور بنک والے دوڑتے ہیں۔ کیا وہ اپنی بدنامی سے قرضہ واپس دینا بہتر نہیں سمجھتا؟ اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس ضمن میں میں گزارش کروں گا کہ قرضے ان کو free دیں اور ان کی فصلات سے قسط وار وصولی کریں۔ یہ نہ کریں کہ تحصیلدار دوڑ پڑے اور کاشت کار کو ایک کمرے میں بند کر دیں اور پنکھے بھی بند کر دیں۔ اس طرح اس پر کیا گزرے گی۔ مہربانی کر کے ایک تو یہ کریں کہ اگر قرضہ دینا ہے تو کاشت کار سے قسط وار قرضہ واپس لیں۔ میں تفرقہ پیدا نہیں کرنا چاہتا لیکن میں ایک بات ضرور کروں گا کہ شہری زندگی اور دیہاتی زندگی میں اس اس وقت کیا فرق ہے؟ شہروں میں بسنے والے میرے بھائی یہاں بھی تشریف فرما ہیں۔ ہمارے بھائی ہیں، یہ مل جل کر ہی چلیں تو کام بن سکتا ہے۔ شہروں میں بسنے والوں کی سہولتیں آپ کے سامنے ہیں۔ شہروں میں بسنے

والوں کو ہسپتالوں میں علاج ملتا ہے۔ ان کے لیے سڑکات ہیں، بجلی ہے، ان کے لیے ہسپتال ہیں، کالجز ہیں، یونیورسٹیاں ہیں لیکن دیہاتیوں کو کیا ملتا ہے جو دن رات جہاد کرتے ہیں، رات کو پانی لگاتے ہیں اور دن کو ہل چلاتے ہیں۔ انھیں نہ تعلیمی سہولت میسر ہے اور نہ انھیں زرعی سہولت میسر ہے اور زراعت کے پیش نظر وہ آج بربادی کے کنارے پر کھڑے ہیں اور میرے خیال میں اگر حکومت وقت نے یعنی حکومت پنجاب نے کاشت کار کا تحفظ نہ کیا تو وہ کاشت کاری چھوڑ کر بھاگنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ اس ضمن میں کہ شہری لوگ جو کاشت کار کے لیے "جاگیر دار" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، مجھے بتائیں کہ کس خطے میں جاگیردار آباد ہیں۔ جاگیردار ہے ہی نہیں، "جاگیردار" کا لفظ غلط استعمال کیا جا رہا ہے۔ جو دو چار مربعے کا مالک ہے یا پانچ دس مربعے کا مالک ہے وہ hand to mouth ہے۔ روٹی کپڑا مشکل اس کی کاشت کاری سے نکلتا ہے۔ اتنے قرضے، اتنے مہنگے تیل اور ڈیزل اور ساتھ ہی pesticides کو سامنے رکھیں تو زمیندار کسمپرسی کی حالت سے گزر رہا ہے۔ اس کے بعد میں زمیندار اور کاشت کار کے بارے میں کھاد کے سلسلے میں عرض کروں گا کہ آپ کو معلوم ہے کہ کاشت کار جو input خرید کرتا ہے، کھاد، بیج، تیل اور اس کے ساتھ زرعی ادویات کی قیمتیں اس مہنگائی کے عالم میں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ وہ بہت مہنگی ہو چکی ہیں۔ کاشت کار غریب آدمی ہے۔ وہ ان کو خریدنے کی قوت نہیں رکھتا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی روئی، گنا، چاول اور گندم کی قیمتیں حکومت نے کم مقرر کی ہیں۔ اگر یہی صورت حال رہی تو کاشت کار موجودہ دور کی جدید کاشت کاری سے محروم ہو جائے گا اور پھر ان کو دوبارہ بیلوں اور ہل کے پیچھے چلنا پڑے گا۔ وہ بیل کے ذریعے اور ہل کے ذریعے کاشت کاری کرنے پر مجبور ہو جائے گا اور اس سے ملک میں ایک غذائی بحران پیدا ہو گا تو مہربانی کر کے اس پر غور فرمائیں۔

میں نے ایک تجویز پیش کی ہے اور وہ کئی دفعہ پہلے بھی پیش ہو چکی ہے کہ چونکہ اس وقت روئی سے حکومت پنجاب یا حکومت پاکستان 60 % زرمبادلہ کماتی ہے اور مل والے بھی بے شمار کماتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کارخانے دار بھی کماتے ہیں۔ اصل کاشت کار کو بہت تھوڑا ملتا ہے۔ روئی کی قیمت فروخت 600 روپے فی من، گنے کی قیمت فروخت 330 روپے

فی من، گندم کی قیمت فروخت 200 روپے فی من ، چاول کی قیمت فروخت 250 روپے فی من مقرر کی جائے تاکہ کاشت کار کو اس کا کچھ معاوضہ مل سکے۔ اس کا جائز معاوضہ مل سکے اور وہ اپنی کاشت کاری بہتر طریقے پر چلا سکیں۔ اپنے بچوں کا پیٹ پال سکیں اور اپنی روزی کما سکیں۔ اس کے بعد میں یہ گزارش کروں گا کہ کاشت کار دن رات جہاد کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہو رہا۔

جناب سپیکر! اب میں محکمہ زراعت کے عملہ کے بارے میں گزارش کروں گا کہ محکمہ زراعت کا عملہ صرف اس واسطے ہے کہ ملک میں کاشتکاری کے نظام اور زرعی نظام کو بہتر بنایا جائے لیکن عملہ اپنے دفاتر میں بیٹھا ہوا فائلوں پر دستخط کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتا

جناب تاج محمد خانزادہ : پوائنٹ آف آرڈر سر!

جناب چیئرمین : جی، خانزادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

MR. TAJ MUHAMMAD KHANZADA: The member may please be asked to conclude his speech because ten minutes is the alloted time.

جناب چیئرمین : جی، آپ نے جا فرمایا۔ حاجی صاحب! آپ وائنڈ اپ کریں۔

ملک جلال دین ڈھکو : جناب سپیکر ! محکمہ زراعت کا عملہ اپنے دفاتر میں بیٹھا ہوا فائلوں پر دستخط کرتا ہے اور فیلڈ کا عملہ بھی سوائے فیلڈ اسسٹنٹ کے فیلڈ میں نہیں جاتا۔ فیلڈ اسسٹنٹ ان پڑھ آدمی ہوتا ہے ، نہ کچھ بتا سکتا ہے ، نہ لوگوں کی رہنمائی کر سکتا ہے اور نہ کاشتکاری کے بارے میں لوگوں کو جدید ٹیکنالوجی سے آگاہ کر سکتا ہے۔

خان زادہ تاج محمد خان : پوائنٹ آف آرڈر سر! وہ کہتے ہیں کہ فیلڈ اسسٹنٹ ان پڑھ ہوتا ہے جب کہ ان پڑھ تو نوکری ہی نہیں سکتا۔ They are all educated boys.

جناب چیئرمین : خانزادہ صاحب! آپ اپنی تقریر میں یہ بات کہیے گا۔ حاجی صاحب! اب تو آپ اپنی تقریر کو ختم کریں۔ بس آپ دس سیکنڈ میں ختم کریں۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب سپیکر! حقیقت یہ ہے کہ ڈھکو صاحب کو نہ زراعت کا پتہ ہے اور

نہ ہی زمینداری کا پتہ ہے۔

جناب چیئرمین : جی مغل صاحب! تشریف رکھیں۔

جناب ایم لطیف مغل : یہ بذات خود ان پڑھ ہیں۔ اس لیے یہ تمام کو ان پڑھ سمجھتے ہیں۔

جناب چیئرمین : تشریف رکھیں۔ حاجی صاحب! wind up کریں۔

ملک جلال دین ڈھکو : جناب والا! میں نے پہلے وضاحت کی تھی کہ مغل صاحب کی تعلیم کے بارے میں آپ دریافت کریں اور یہ پوچھیں کہ کس جماعت میں کب فیل ہوئے ہیں اور کتنی دفعہ فیل ہوئے ہیں؟

جناب ایم لطیف مغل : میں فیل ہی نہیں ہوا تو میں کیسے بتاؤں کہ میں فیل ہوا ہوں۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! تشریف رکھیں۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! اس کے لیے میں ایک تجویز پیش کروں گا کہ فیلڈ کا عملہ ڈپٹی ڈائریکٹر تک، اسسٹنٹ ڈائریکٹر تک جو دفاتر میں بیٹھے رہتے ہیں وہ ہیڈ کوارٹر یونین کونسل پر ہفتہ میں دو دفعہ جائیں اور جدید ٹیکنالوجی کے متعلق، سائنس ٹیکنالوجی کے متعلق فیلڈ میں جا کر کاشت کاروں کو بتائیں تاکہ کاشت کار جدید کاشت کاری سے آگاہ ہو کر اچھے نتائج حاصل کر سکیں۔

جناب چیئرمین : جی حاجی صاحب! شکریہ، تشریف رکھیں۔

حاجی محمد افضل چن صاحب۔

ملک جلال دین ڈھکو : اس کے بعد میں تعلیم کی طرف آتا ہوں۔

جناب چیئرمین : جی حاجی صاحب! تشریف رکھیں۔ اب حاجی افضل چن صاحب کو فلور دے دیا گیا ہے۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب سپیکر! وہ بڑے اچھے پوائنٹ دے رہے ہیں۔ اگر آپ انہیں دس منٹ اور دے دیں تو میرے خیال میں بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین : جی حاجی صاحب!

حاجی محمد افضل چن : جناب سپیکر! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم عنایت فرمایا۔ سب سے پہلے بات میں یہ عرض کروں گا اور سارے ایوان کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ ہماری حکومت کی بھی بڑی مہربانی ہے کہ جس نے آٹھ ماہ کے بعد ہمارا اجلاس بلایا ہے اور جس کی جمہوریت میں پہلے مثال نہیں ملتی۔ آٹھ ماہ کے بعد اجلاس بلانا اس ایوان کے ساتھ سراسر زیادتی ہے اور صوبہ پنجاب کے ساتھ بھی زیادتی ہے۔ میں بجٹ پر اپنے بھائیوں کی باتیں سن رہا ہوں۔ ہر آدمی روتا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری
تو اے مولا یثرب آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی میرا ایمان زناری

وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنی اصل منزل کو چھوڑ دیا۔

جناب سپیکر! جب سے پاکستان بنا، پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ مسلم لیگ اس کی خالق جماعت۔ جناب والا! آپ دیکھ سکتے ہیں کہ پورے ملک میں کہاں الا اللہ کی حکومت ہے۔ مجھے بتائیں جب قومیں اپنے اصل منشور سے ہٹ جاتی ہیں تو وہ تباہ ہو جاتی ہیں۔ کفر پہ حکومت رہ سکتی ہے لیکن بغیر انصاف کے حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ جناب والا! یہاں جو بھی میرا بھائی اٹھتا ہے میرے خیال میں یہ تو ہمارے ساتھی تھے۔ ہمیں تو وہ صرف چور ٹیکسوں کا صدر ہی کافی ہے۔ جناب صلاح الدین صاحب۔ ہر آدمی کہتا ہے کہ ان زمیندار بے چاروں کو ٹیکس لگاؤ۔ بھائی ہم انکار نہیں کرتے، آؤ سیمینار منعقد کرو۔ آؤ ٹی وی پر آؤ، زمینداروں کے ساتھ بحث مباحثہ کرو۔ ہم ٹیکس سے نہیں گھبراتے لیکن کبھی یہ بھی کہا ہے کہ زراعت کو صنعت کا درجہ دو۔ کبھی یہ بھی کہا ہے کہ اس کاشت کار بے چارے کے پاس اب زندہ رہنے کے لیے ہے کیا۔ وائیں صاحب نے خود تقریر فرمائی تھی کہ ہم نے 8 ہزار ٹیوب ویل سکارپ ایریا کے بند کر دیے ہیں اور اس کے لیے ہم نے کیا تحفہ دیا ہے۔ آدھے کیوسک ٹیوب ویل کے لیے 26 ہزار اور ایک کیوسک والے ٹیوب ویل کے لیے 32 ہزار۔

میرے بھائی مجھے یہ تو بتائیں کہ 26ہزار یا 32 ہزار میں ٹیوب ویل کہاں لگ سکتا ہے۔ بجلی کا ٹیوب ویل لگانے کے لیے اگر ڈیمانڈ نوٹس آپ کو ملے گا تو وہ 70 ہزار سے کم نہیں ملے گا۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ کاشت کاروں کو ٹیکس لگائیں۔ انھوں نے یہ نہیں سوچا ۔ صرف یہ کہا ہے کہ ایک ارب 30 کروڑ روپے خرچ آتا ہے۔ اس لیے یہ ٹیوب ویل بند کر دیے جائیں ۔ میں یہ کہوں گا کہ یہاں اعداد و شمار غلط بیان کیے گئے ہیں۔ آپ دو تین سال کے اعداد و شمار منگوا لیں ۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے چیف منسٹر صاحب درویش ہیں ، بہت اچھے انسان ہیں، ان کو بھی یہ صحیح اعداد و شمار نہیں بتا سکتے ۔آپ دو تین سالوں کا محکمہ آبپاشی کا ریکارڈ منگوائیں اور اسے ہاؤس میں پیش کریں کہ ایک ارب 30 کروڑ روپے کی جائے 67 کروڑ روپے جاری کیے گئے ۔ جس میں سے 10 کروڑ لفٹنگ آبپاشی پر لگا دیا گیا باقی 57 کروڑ میں سے 75 فیصد بجلی کے بل دے دیے گئے ۔ ٹیوب ویلوں پر کیا خرچ ہوا؟ ان کو یہ معلوم نہیں کہ جب ٹیوب ویل بند ہو جائیں گے تو سیم و تھور کا کیا بنے گا ۔ یہ اس کے لیے اعداد و شمار نہیں لگا رہے ۔ یہ صرف صنعتکاروں کو بجلی دینا چاہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آٹھ لاکھ ٹیوب ویل بند کر دیے جائیں اور صنعت کاروں کو بجلی دی جائے ۔ یہ اگر مخلص ہیں تو کیوں نہیں کہتے کہ یہ بجلی جو ٹیوب ویلوں سے بچے گی یہ کاشت کاروں کو ٹیوب ویل لگا کر ان کو دی جائے گی ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ آپ نے سیلز ٹیکس کا سنا۔ سیلز ٹیکس کا بھی آپ قصہ سنیں ۔ دیکھنے میں سیلز ٹیکس کس کو لگا یعنی " ناواں لکھو دا تے تھیوا بکھو دا" کہ جناب یہ صنعتکاروں کا ٹیکس لگایا گیا ہے۔ ٹریکٹر ملت والوں کا 20 ہزار روپے زیادہ ۔ کیوں بھائی ؟ وہ کہتے ہیں جی سیلز ٹیکس لگ گیا ہے ۔ وہ کس پر لگا ۔ وہ بے چارے نہ بولنے والے کاشتکار پر لگا ۔ چھوٹے ٹریکٹر کی 12 ہزار روپے قیمت بڑھا دی گئی ہے کھاد کی قیمت دیکھیں 88-1987ء سے لے کر آج تک یہ قیمت بڑھی ہے ۔ 88-1987ء میں کھاد کی بوری 161روپے میں ملتی تھی اور آج تین سو روپے میں یہ بوری مل رہی ہے۔ تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ بے چارے کاشت کار کے ساتھ یہ چند سرمایہ دار کیوں دشمنی رکھتے ہیں۔ کل مومن اخوۃ

ہم سب مومن ہیں، ہم سب بھائی ہیں ۔ آپ اس میں تفریق کیوں ڈالتے ہیں۔

آپ یہ بات بھول جائیں۔ جب ہم بھوکے مریں گے تو سبز انقلاب کی جگہ انشاء اللہ خونی انقلاب آئے گا۔ آپ انصاف کریں۔ تین دفعہ زرعی اصلاحات ہو چکی ہیں کون کہتا ہے کہ جاگیر دار ہیں۔ اب جاگیردار کہاں ہیں۔ تین دفعہ تو زرعی اصلاحات ہو چکی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ نے اصلاحات بھی کرنی ہیں تو کرو مگر انصاف کرو۔ اگر آپ نے پاکستان کو قائم ودائم رکھنا ہے تو اس کو انصاف کی بنیادوں پر استوار کرنا ہو گا۔ جناب والا! یہ ٹیکس کی بات کرتے ہیں۔ میرے بھائی جناب پرویز صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ شوگر مل کے مالکان بھی یہاں بیٹھے ہیں۔ جناب 600 ایکڑ گنے کی ایکسائز ڈیوٹی 5 ہزار روپے بنتی ہے اور جو ہمیں حاصل ہوتا ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ یہی آپ کپاس کے بارے میں لے لیں۔ ہم سے روئی 800 روپے میں لیتے ہیں اور آپ اسے 1300 یا 1400 روپے میں باہر بھیجتے ہیں۔ انھوں نے کاشتکار کے پاس تو اتنی ہمت نہیں چھوڑی۔ انھوں نے کاشت کار کو بے بس کر دیا۔ بھائی آپ ہمیں اجازت دیں ہم خود بھی اپنا مال باہر بھیج سکتے ہیں۔

جناب والا! کاشت کار اس وقت نہایت مظلوم ہے۔ یہ میرے بھائی سمجھ نہیں رہے۔ کون کہتا ہے کہ یہ برادری کس کی ہے؟ بھائی! یہ کیا مذاق ہے۔ خدا کی قسم یہ لوگ ہماری غیرت کو چیلنج کر رہے ہیں۔ بھائی ریڑھ کی ہڈی تو تار تار ہو چکی ہے۔ آپ کس ریڑھ کی ہڈی کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کون سی ریڑھ کی ہڈی تھی۔ اول تو ہمیں کھاد ملتی ہی نہیں۔ اگر ملتی ہے تو یوں سمجھو کہ 60 روپے میں ملتی ہے اور وہ ہم غریبوں کو دی آئی پی بنا کر دی جاتی ہے۔ حکومت نے پچھلے دنوں اعلان کیا کہ ہم ملاوٹ بند کریں گے۔ آج تک ملاوٹ بند نہیں ہوئی۔ کھاد کی سپلائی بند ہے۔ جناب اب ہم نے کپاس بوئی ہے مگر ڈیزل بند کر دیا گیا ہے۔ تو جناب والا! کاشت کار سے زیادہ مظلوم اور کون ہو سکتا ہے۔ تو میں یہ عرض کروں کہ کوئی بھی حکومت ہو جب وہ جشن مناتی ہے تو اپنی طرف سے کوئی بھی حکومت برا جشن پیش نہیں کرتی۔ وہ اپنے لیے اچھا ہی جشن پیش کرتی ہے۔ جشن بہت اچھا ہے۔ ہم نے اسے پاس بھی کرنا ہے۔ لیکن اپنی حکومت سے اس ایوان میں بیٹھ کر ان غریبوں کی آہوں اور سسکیوں کی آواز اگر ہم نہیں پہنچائیں گے تو ان ایوانوں میں ان غریبوں کی آواز نہیں پہنچ سکتی۔

جنابِ والا! تعلیم کی یہ حالت ہے کہ تعلیم کا ایک نیا فارمولا تیار ہو چکا ہے اور وہ

کون سا ہے وہ Education Foundation ہے۔ بھائی کتنے لوگ سرمایہ دار ہیں اور کتنے لوگ غریب ہیں۔ یہاں تو کوئی دس فیصد یا سات فیصد سرمایہ دار ہوں گے باقی سب غریب لوگ ہیں ان غریبوں کے بچے کہاں سے تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ کوئی بھی حکومت آپ لے لیں، آپ یورپ کو لیں، آپ انڈیا کو لیں جو ہمارا ہمسایہ ملک ہے۔ تعلیم تو ہمیشہ حکومت کی ہوتی ہے۔ جناب والا! میں سن رہا ہوں۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ تعلیم اور صحت نجی شعبے میں دے دو۔ جناب والا! یہ کتنا ظلم ہے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ بھائی آپ ٹیکس کس لیے لے رہے ہیں۔ تعلیم کا فائدہ تو غریب آدمی کو اس وقت حاصل ہو گا جب یہ حکومت کی ذمہ داری ہو گی۔ نجی شعبے والے تو اس کو کاروبار سمجھ کر چلائیں گے اور غریب آدمی کو اس کا فائدہ نہیں ہو گا اگر ہماری حکومت اسے اپنائے گی تو میں کہوں گا کہ یہ غریب آدمی کے ساتھ ظلم ہے، زیادتی ہے' ان کے بچے اچھے اداروں میں تعلیم حاصل نہیں کر سکیں گے۔

جنابِ والا! میں نے کبھی سات سالوں میں ایسی بات نہیں کی جس سے تفریق ظاہر ہو۔ کیونکہ تفریق ڈالنے والا لعنتی ہوتا ہے۔ لیکن کچھ میرے بھائیوں نے یہاں کم عقلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ خدا کی قسم میں کہتا ہوں کہ ہم دیہاتی لوگ بڑے ہی جگر والے لوگ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ

چوپالوں پر پڑے ہیں مٹی کے گھڑے
شہر میرے گاؤں کی ویرانیوں کا نام ہے

انہیں تو شکر کرنا چاہیے کہ آج تک کاشت کار نے کوئی Agitation نہیں کی ہے۔ اگر کسی نے کی ہے تو اسے پکڑو۔ Agitation کرنے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم پاکستانی ہیں اور محبِ وطن ہیں۔ آپ کاشت کار کو دیکھیں کہ وہ کتنا مظلوم ہے۔ اس سے زیادہ مظلوم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ پھر بھی آج سڑکوں پر نہیں آیا اگر گندم کا کوٹہ ہو تو شہر والوں کو ڈبل دیا جاتا ہے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا شہر والے زیادہ کھاتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں کسی کے گاؤں کی بات نہیں کرتا۔ میں صرف اپنے ہی گاؤں کی بات کروں گا۔ میرا گاؤں ایک برانچ سیکشن پر ہے۔ وہاں آج بھی چار گھنٹے بجلی بند کرتے ہیں۔ چار گھنٹے لوڈ شیڈنگ میرے اپنے گاؤں میں اس وقت ہو رہی ہے۔ شہر میں اگر ایک گھنٹہ بجلی بند ہو جائے تو

یہ لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ جناب والا! شہر عیاشی کے اڈے ہیں۔ ہمارے دیہاتیوں میں سے کسی نے ابھی ایئر کنڈیشنر نہیں دیکھا۔ یہ جو حکومت ٹیوب ویل بند کر رہی ہے میں کہتا ہوں اگر صرف عیاشی کے اڈے بند کر دیئے جائیں، اگر یہی سیکرٹریز، یہی وزراء، یہی ایم پی اے اور ایم این اے حضرات کے ایئر کنڈیشنرز بند کر دیے جائیں تو زراعت میں کافی ترقی ہو سکتی ہے۔ آپ ملک کی ترقی کے لئے ٹیوب ویل کیوں بند کرتے ہو۔ ان کو چلنے دو، جو ناکارہ ہو جائے اسے بند کر دو۔ اگر جناب والا! بجلی دینا ہی ہے تو یہ عیاشی کرنے والوں کو نہ دیجئے۔

جنابِ والا! تعلیم اور صحت کے بعد اب میں تھوڑی سی روشنی انصاف پر ڈالوں گا۔ انصاف کی حالت یہ ہے کہ ہماری حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم انصاف دہلیز پر پہنچائیں گے۔ مان لیا یہ میری دہلیز تک تو پہنچ گیا۔ میرے سب بھائی جانتے ہیں کہ میں نے یہ بات اپنی پارٹی میٹنگ میں کہی تھی۔ میرے حلقے ری ماؤنٹ مونا کے لوگ بہت ہی غریب ہیں۔ وہاں کے کچھ لوگوں کے خلاف جھوٹا پرچہ کرایا گیا اور ان کو بے گناہ ملوث کیا گیا۔ میں نے جناب چیف منسٹر صاحب سے گذارش کی ہمارے وہ چیف ایگزیکٹو ہیں۔ میں نے کہا جناب یہ ظلم ہو رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ایم۔پی۔اے حضرات میرے ہاتھ ہیں، میرے بازو ہیں، میرے بھائی ہیں۔ آپ ہمت کرو، ملک کو انصاف دو، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کہتے ہیں کہ انصاف دو۔ میں نے ان لوگوں کے بارے میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے عرض کی تو جناب مجھے کہا گیا کہ انشاء اللہ یہ پرچہ ختم ہو جائے گا۔ تو جناب ان غریبوں کو ایسا انصاف ملا کہ ایک آدمی جس کی عمر ستر سال ہے یعنی اتنی لمبی عمر ہے۔ دوسرے کا ایک بازو کٹا ہوا ہے اور میں قرآن پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ دونوں بے گناہ ہیں۔ دہشت گردی کی عدالت نے اڑھائی، اڑھائی سال کی سزا ان کو دے دی۔ یہ آپ خود دیکھ لیں کہ کیا انصاف ان کی دہلیز تک پہنچا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ لوگ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر کیوں نہیں چلتے۔ اس زمانے میں کون سی دہشت گردی کی عدالتیں تھیں۔

جناب! صرف یہ کیوں کیا جا رہا ہے۔ یہ ہمارے پاکستان کی بدقسمتی ہے۔ یہ حکومت نہیں کوئی بھی حکومت ہو صرف اپنی حکومت کے لیے ہر کام کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی

بجری کے لیے آج تک کسی حکومت نے کام نہیں کیا۔ آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ ہر کوئی صرف اپنی ہی کرسی کی خاطر کام کرتا ہے۔ اس قوم اور اس ملک کی سلامتی کے لیے آج تک کوئی کام نہیں کیا گیا اور اسلام سے دھوکہ کیا جا رہا ہے۔ اس کی سزا ہمیں ملے گی، کیوں نہیں ملے گی۔ یہ جو معاشی ناہمواری آج آپ دیکھ رہے ہیں کچھ دنوں کے بعد آپ کو محسوس ہو جائے گا کہ دیہاتی لوگ جب بھوکے مریں گے وہ ان کے سفید کپڑے کیوں نہیں چھینیں گے۔

جناب والا! میں تو انصاف کی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جناب محتسب اعلیٰ صاحب کو بی ایم ڈبلیو کار دی گئی ہے۔ جس کی مالیت پچاس لاکھ روپے ہے۔ تو جناب! میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا پچاس لاکھ روپے کی کار دیے بغیر انصاف نہیں مل سکتا۔ حضور اکرم ﷺ تو بوری کی چٹائیوں پر بیٹھتے تھے۔ اور ان کے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ ایک کافر عورت ان پر کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی۔ آپ اس کی تیمارداری کے لیے اس کے گھر گئے۔ بھائی! اگر اسلام پھیلانا ہے، اگر کوئی اچھا کام کرنا ہے، کوئی اچھی مثال قائم کرنی ہے تو خدا کے لیے اپنا کردار پیش کرو۔ تلوار سے اسلام نہیں پھیلا بلکہ کردار سے پھیلا ہے۔ یہ اسلام کی توہین ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ تلوار سے اسلام پھیلا ہرگز نہیں۔ اسلام کردار سے پھیلا ہے۔ جناب سپیکر! آپ نے دیکھا کہ کواپریٹو اداروں نے ان غریب لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ ان غریب لوگوں کا کیا قصور ہے؟

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی تقریر کو wind up کریں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب سپیکر! جتنے آپ خوبصورت ہیں اسی خوبصورتی سے آپ کو مجھے وقت بھی دینا ہو گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

جناب سپیکر! غریب لوگ خواہ وہ دیہاتی ہوں یا شہری، ان کا کیا قصور ہے۔ میں اخبار

بہت کم پڑھتا ہوں کیونکہ اخبار پڑھنے سے دل کڑھتا ہے۔ پچھلے دنوں میں نے اخبار پڑھی ۔اس میں لکھا تھا کہ ایک عورت وزیر اعظم صاحب سے التجا کر رہی ہے کہ میری بیٹیوں کی شادی ہے۔ خدا کے لیے مجھے کواپریٹو والوں سے میرے پیسے لے کردیں۔ جناب والا! میں کل سے سن رہا ہوں کہ ایک کواپریٹو ادارے والے نے پیرزادہ صاحب کو 35 لاکھ روپے دے کر وکیل کیا ہے اور دوسرا ڈاکو کسی اور کو 35 لاکھ روپے دے کر وکیل کر رہا ہے ۔ جناب والا! ہماری حکومت دوسال ہوئے کیوں آنکھیں بند کیے ہوئے ہے ۔ غریبوں کا اپنا حق کیوں انھیں دلوا نہیں دیتی ۔ اس سے بڑھ کر ظلم و ستم اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ غریب عورتیں التجا کر رہی ہیں کہ ہم اپنی بیٹیوں کی شادیاں کیسے کریں۔ ان کی بیٹیوں کی شادیاں کون کروائے گا؟ لہٰذا ان غریبوں کی رقم فی الفور واپس کرانی چاہیے۔-oan Com. mission بنانے سے یا کسی اور ادارے کے قائم کرنے سے ان غریبوں کی داد رسی نہیں ہو سکتی ۔ان غریبوں کی رقم کو واپس کروانا حکومت کی ذمہ داری ہے کیونکہ حکومت نے ان کو آپریٹو اداروں کو لائسنس جاری کیے ہیں۔ ان میں کوئی ادارہ بھی بغیر لائسنس کے قائم نہیں ہوا۔ اور ان اداروں کے پیچھے بڑے بڑے لوگوں کے ہاتھ ہیں ۔اور غریبوں کی حالت بہت کمزور ہے ۔ان کو آپریٹو اداروں کے مالکان سے غریبوں کی رقم کو فوری طور پر واپس کروایا جائے۔

جناب والا! پچھلے بجٹ میں 20 کروڑ روپے چنیر لفٹنگ کے لئے اور 4 کروڑ بور بنگلہ زون سکیم کے لیے محکمہ ٹورزم کو دیے گئے تھے۔ پچھلے جون میں ، میں خود مری گیا۔ چونکہ میں ایم۔پی ۔اے بھی ہوں اور میرا پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے ساتھ تعلق بھی ہے لہٰذا میں نے وہاں جا کر دیکھنا چاہا کہ یہ بور بنگلہ زون کے لیے 4 کروڑ کی رقم کیسے استعمال ہوئی ہے ۔ہم آٹھ ایم ۔پی ۔اے وہاں گئے ۔ جب ہم وہاں گئے تو ہمیں یہ کہا گیا کہ یہ out of bound area ہے ۔میں نے کہا بھائی کیا بات کر رہے ہو ۔ میں ایم۔پی ۔اے ہوں اور میرے ساتھ باقی سب بھی ایم ۔پی ۔اے ہیں ۔اس نے کہا کہ ایم۔پی ۔اے ہو یا اس سے کوئی بڑا بھی آجائے یہ آپ کے لئے نہیں ہے ۔جناب والا !کیا یہ پنجاب ٹورزم کا محکمہ نہیں ہے۔ کیا وہ علاقہ پنجاب کے ماتحت نہیں ہے لیکن ہمیں وہاں نہ جانے دیا گیا ۔آج میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس 20 کروڑ روپے سے ہمارے ملک کو کتنی آمدن ہوئی ہے ۔ایک پائی بھی آمدن نہیں ہوئی ۔اور وہاں میں نے

عمارتیں بنتی ہوئی دیکھیں۔ ان کے متعلق میں کیا کہوں خدا کی قسم!

آنکھوں میں آنسوؤں کے سمندر لیے ہوئے
اف تک کر سکے نہ زمانے کے ڈر سے ہم

جناب چیئرمین: حاجی صاحب آپ wind up کریں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا! پانی کی تقسیم ہوئی۔ ہر آدمی کو یہ علم ہے کہ ساڑھے چار کروڑ کیوسک پانی سمندر میں روزانہ جا رہا ہے۔

جناب تاج محمد خان زادہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: ارشاد فرمایئے۔

Mr Taj Muhammad Khanzada: According to the convention are you free for all that man is telling stories about Mandies and about women.

Mr Chairman: Khanzada Sahib! he is making speech on the budget and I think he should be allowed to do so. As far as the time is concerned, I have already warned the worthy member .

حاجی محمد افضل چن:

کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنون کی
ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! اب آپ اپنی تقریر کو آدھے گھنٹے میں wind up کر لیں۔

حاجی محمد افضل چن: بہتر ہے جناب!

جناب سپیکر: پانی کے مسئلے سے بڑھ کے اور کیا positive ہے اور کالا باغ ڈیم سے بڑھ کر اور کیا positive ہو سکتا ہے؟

جناب چیئرمین: آپ جا فرما رہے ہیں۔ لیکن اور بھی معزز اراکین ہیں جو بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب والا: میں عرض کرتا ہوں کہ پانی کی تقسیم ہوئی۔ میں اسکے بارے

میں پوچھنا چاہوں گا کہ اس مسئلے کو ٹیلی ویژن پر بھی بڑی coverage دی گئی ہے۔ میرے غیور ایم۔پی۔اے بھائیو! مجھے یہ تو بتاؤ کہ پنجاب کو آج تک کیا ملا ہے؟ وہ چیز پیش کریں جو پنجاب کو دی گئی ہے۔ جناب لودھی صاحب! مجھے پانی کی تقسیم کے متعلق بتایئے؟ یہ کیسے ہوئی؟ جناب والا! پنجاب کو کچھ بھی نہیں ملا۔ پنجاب کو پانی سے ایک پائی بھی نہیں ملی۔ صوبہ سرحد بھی رائلٹی لے رہا ہے، صوبہ بلوچستان بھی رائلٹی لے رہا ہے۔ میں اپنے بزرگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک آرڈیننس کے ذریعے جناب غلام اسحاق خان سارے پاکستان کا نظام ختم کر سکتے ہیں اور یہ documentary proof ہے کہ جناب غلام اسحاق خان صاحب خود واپڈا کے چیئرمین رہے ہیں اور ان کے کالا باغ ڈیم کے منصوبے پر اپنے دستخط موجود ہیں کہ یہ بننا چاہیے اور یہ feasible ہے آج وہ کیوں خاموش بیٹھے ہیں؟ ایک اتنا اہم مسئلہ جس سے ہماری ساڑھے چودہ لاکھ ایکڑ زمین سیراب ہو سکتی ہے۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! آپ اپنی تقریر کو wind up کریں اور صدر پاکستان کو زیر بحث نہ لائیں۔

حاجی محمد افضل چن: جناب! میں نے صرف صدر پاکستان کا نام لیا ہے اور نام لینا کوئی جرم نہیں ہے۔ میں نے اچھے الفاظ سے ان کا نام لیا ہے اور میں ان سے التجاء کر رہا ہوں کہ وہ اس مسئلے پر خاموش نہ رہیں۔ اور وہ صوبہ سرحد والوں کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پنجاب کا حق بنتا ہے۔ کیونکہ یہ چیئرمین واپڈا رہے ہیں اور ان کے اس پر دستخط ہیں کہ کالا باغ ڈیم feasible ہے۔ اور اس کو بننا چاہیے کیونکہ اس سے ساڑھے چودہ لاکھ ایکڑ زمین سیراب ہو گی اور بجلی جس کا اتنا بحران ہے، بجلی ہو گی تو آپ کی صنعتیں لگ سکیں گی۔ اس منصوبے سے پہلے سال 24 سو میگا واٹ بجلی پیدا ہو گی اور بعد میں 36 سو میگا واٹ بجلی اس سے پیدا ہو گی۔ جو کہ ہمارے ملک کے لئے کافی ہے۔ جناب سپیکر! میں آخر میں صرف ایک عرض کرنے کے بعد اپنی تقریر ختم کروں گا۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! آپ ایک شعر فرماتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کیجئے۔

حاجی محمد افضل چن: بہتر ہے جناب۔ میں شعر کہتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ حالانکہ میرا دل تو یہ چاہتا تھا کہ میں ان غریب لوگوں کے بارے میں بات کروں جو ہماری طرف

دیکھ رہے ہیں اور جن کو خدا کی قسم سسکیوں کے سوا کچھ نہیں ملا۔ اب میں اپنے بھائیوں کی نظر ایک شعر کرتا ہوں اور پھر اجازت چاہوں گا۔

جب بھی کبھی ضمیر کا سودا ہو دوستو
قائم رہو حسین کے انکار کی طرح

جناب چیئرمین: شکریہ حاجی صاحب! اب جناب حاکم علی بھٹی صاحب! آپ ارشاد فرمایئے۔

جناب حاکم علی بھٹی: شکریہ جناب سپیکر!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب چیئرمین: جی فرمایئے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! ابھی ملک جلال دین ڈھکو اور جناب لطیف مغل کے درمیان جو باتیں ہوئی ہیں وہ میرے خیال میں غیر پارلیمانی باتیں ہیں۔ لہذا انہیں کاروائی سے حذف فرمایا جائے۔

جناب چیئرمین: رانا پھول محمد صاحب! کیا آپ اس بارے میں کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! یہ تو دو ارکان اسمبلی کا آپس میں مذاق تھا اور یہ دونوں معزز ارکان آپس میں مزاحیہ انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ اب اس کو کارروائی سے حذف کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟

جناب چیئرمین: آپ کے خیال میں ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟

رانا پھول محمد خان: جی ہاں! جناب سپیکر، کوئی ضرورت نہیں ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر!

جناب چیئرمین: ارشاد فرمایئے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں اس سلسلہ میں عرض کروں گا کہ جناب ملک اقبال احمد خان لنگڑیال

صاحب نے بڑی درست بات کی ہے۔ یہ مذاق نہیں تھا بلکہ اس سے ان اداروں کے وقار میں کمی

ہوتی ہے لہٰذا میں یہ گذارش کروں گا کہ ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! ایک تو اس وقت جب یہ باتیں ہو رہی تھیں تو کسی معزز رکن نے اسے

point out نہیں کیا اور میرے خیال میں اس میں کوئی غیر پارلیمانی الفاظ بھی استعمال نہیں ہوئے ہیں۔ایوان میں اس قسم کی باتیں اس سے پہلے بھی ہوتی رہی ہیں۔ لہٰذا آپ تشریف رکھیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! یہ بات مناسب نہیں ہے کہ ان الفاظ کو کارروائی سے حذف نہ کیا جائے۔رانا صاحب تو ہر وہ بات جو حزب اختلاف کی طرف سے کی جائے اس پر بہانے بناتے ہیں۔اور اگر یہ الفاظ حذف کر دیے جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

MR CHAIRMAN:I would like to be assisted by Mr. Khanzada.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA : Sir, before I start my speech I have one submission to make, that is, that two of my colleagues from Attock have given their time to me to speak. So I think you will bear with me. Although you are very liberal with the time ,but still.....

MR CHAIRMAN: For speech, I have invited Mr.Hakim Ali Bhatti. I just wanted to be assisted on the point of order raised by Malik Iqbal Ahmad Khan Langrial.

MR TAJ MUHAMMED KHANZADA : The expunging of the remarks ..... about the person of the President is not to be made the target of criticism in the Provincial Assembly nor in the Fedral Assembly. The speech of the Hon'ble Member smells of partiality and his statement made a reference of his being inhabitant of

Northern Area and any speech of Kalabagh is not in the interest of Punjab. It goes against. Although we all agree that Kalabagh is essential which must be done ,but .....

MR CHAIRMAN : Mr Khanzada, probably you are not attentive.

جناب چیئرمین: میں نے تقریر کے لیے جناب حاکم علی بھٹی کو دعوت ہی ہے۔

I just wanted to be assisted by you in a point of order raised by Mr Iqbal Ahmad Khan Langrial.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA : Sir , the person of the President is not to be the target of the criticism in the Provincial Assembly. The speech of the honouable member in which he made a reference as inhabitant of the NORTHERN AREA gives partiality. Any speech on Kalabagh is not in the interest of the punjab. It goes against Punjab. Although we all agree that it is essential thing which must be done.

جناب چیئرمین: خانزادہ صاحب، میرا خیال ہے کہ غالباً آپ متوجہ نہیں تھے۔ جناب لنگڑیال صاحب نے جو نکتہ اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ جب ملک جلال الدین ڈھکو صاحب بات کر رہے تھے اس وقت معزز رکن جناب لطیف مغل اور ان کی cross talk ہوئی تھی۔ اس میں کچھ تلخ الفاظ کا تبادلہ ہوا تھا۔ تو لنگڑیال صاحب کا خیال ہے کہ وہ کارروائی سے حذف کر دیے جائیں۔ میں اس بات پر آپ کی مدد چاہ رہا تھا۔

جناب تاج محمد خانزادہ: میں نے وہ سنی ہی نہیں۔ اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

جناب چیئرمین: شکریہ! بھٹی صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب حاکم علی بھٹی: شکریہ جناب سپیکر! جس کے حوالے سے جو بھی اعداد و شمار میری نظر سے گزرے ہیں یا کانوں سے سنے ہیں بلا شبہ وہ درست ہوں گے۔ جناب سپیکر! میں

جناب قائد ایوان ، وزراء کرام اور وزیر خزانہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ اس بجٹ میں خاص طور پر چھت کی مد میں جو اعداد و شمار سامنے آئے یہ واقعی پہلی مرتبہ اس حکومت کا کارنامہ ہے۔ جناب سپیکر! اس چھت کا صحیح استعمال اور تعمیر وطن کے پروگرام سے ہم اس ملک کی تعمیر و ترقی کا سوچ رہے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ اس بجٹ میں جتنے شعبوں میں جو بھی اعدادو شمار رکھے گئے ہیں اس میں خاص طور پر محکمہ لوکل گورنمنٹ کا ذکر کروں گا کہ یہ ایک لوٹ کھسوٹ کی منڈی ہے۔ جناب والا! ہم نے پچھلے سال محکمہ بلدیات کو جو سکیمیں دیں ، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جو سکیم پانچ لاکھ کی تھی اس میں اصل رقم دو یا سوا دو لاکھ تھی اور باقی رقم اس محکمے کے اہلکار جو non-technical بھی ہیں اور کبھی انھوں نے جسارت نہیں کی کہ وہ ان سکیموں کا معائنہ کریں۔ ان کو جا کر دیکھیں اوراس محکمے میں technical staff مہیا کریں تاکہ ان خامیوں کو دور کیا جا سکے جو میرے دیکھنے میں آئی ہیں۔

جناب سپیکر! اس محکمے کے بارے میں بہت ساری باتیں اور ہیں مگر وقت کی کمی کی وجہ سے اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اسی طرح جناب سپیکر! محکمہ تعلیم کی حالت زار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پولیس کے محکمے کو جو ضمنی بجٹ میں رقم دی گئی یا اس بجٹ کے اندر رکھی گئی ہے۔ میں حافظ سلمان بٹ صاحب جو اس معزز ایوان کے معزز رکن ہیں اور جنھوں نے اس محکمے کے اندر جن خامیوں کی نشاندہی کی ، میں ان سے سوفیصد اتفاق کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ وزیر مال نے ضمنی بجٹ پہ اپنی جوابی تقریر میں جو فرمایا تھا اس میں کسی حد تک باتیں درست ہیں کہ محکمہ پولیس کو جدید اسلحہ ، جدید گاڑیاں دی جائیں اور جدید نظام کے مطابق چلایا جائے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ محکمہ پولیس کے اندر آپ ایک ایس ایچ او سے لے کر ڈی۔ایس پی کے عہدہ سے لے کر اوپر کے لوگوں کی تعداد گنیں اور ان کے گھروں کے اندر جتنے ملازمین کام کر رہے ہیں۔ ان میں وہ بھرتی تو سپاہی کے نام سے ہوئے ہیں لیکن ان افسران کے گھروں میں وہ خانساماں ، دھوبی اور ڈرائیور کی ڈیوٹی سر انجام دے رہے ہیں۔ ان کی تعداد سات سات اور آٹھ آٹھ کے قریب ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے پولیس کے محکمے کے لیے اتنی رقم رکھی ہے مگر اس کے

ساتھ ساتھ ہم نے اس محکمہ میں جو اچھی چیزیں لائی ہیں اور ان خامیوں کو دور کرنا ہے وہ خامیاں کون دور کرے گا اور یہ کس کی ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر! محکمہ صحت کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ مجھے اتفاق ہوا کسی ہسپتال میں جانے کا۔۔۔۔۔۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں اس معزز فورم پہ یہ بات ریکارڈ پہ لانا چاہتا ہوں کہ اس وقت اس معزز ایوان میں اپوزیشن کا کوئی بھی رکن موجود نہیں ہے۔ جناب سپیکر! وہ عوام سے جس دلچسپی کی باتیں کرتے ہیں اور جس انداز سے وہ عوام سے مخاطب ہوتے ہیں ان کا عالم یہ ہے کہ وہ خود اس مقدس ایوان کے اندر موجود نہیں ہیں۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

جناب سپیکر! میں زبردست طریقے سے اس بات پر احتجاج کرتا ہوں اور ان کے کنڈکٹ پر انھیں خراج تنقید پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔

جناب حاکم علی بھٹی: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ محکمہ صحت کی مد میں جو رقوم رکھی گئی ہیں ان کا زیادہ استعمال کس طریقے سے ہسپتالوں کے اندر ہوتا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر واسطہ پڑا ہے۔ میں کل کی بات کرتا ہوں کہ میری والدہ کی آنکھ کا آپریشن ہے اور وہ سروسز ہسپتال میں داخل ہیں۔ وہاں جو دوائیاں ڈاکٹر کی تجویز پر انھوں نے مہیا کی ہیں اس میں کس قدر انھوں نے لیت و لعل کی اور اس کے بعد وہ دوائیاں مہیا ہونے کے بعد۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: لنگڑیال صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: شیخ صاحب نے اپوزیشن کی بات کی ہے تو جناب سپیکر! آپ خود دیکھ لیں کہ اپوزیشن کے کل تیرہ ارکان ہیں۔ ان میں سے بھی کوئی ایک آدھ یہاں موجود ہے لیکن یہ اپنے ڈیڑھ دو سو ارکان میں سے گن لیں کہ کتنے لوگ بیٹھے ہیں۔ اگر کورم پوائنٹ آؤٹ کیا جائے تو یہ کارروائی نہیں چل سکے گی۔

جناب چیئرمین : بھٹی صاحب! آپ بات جاری رکھیں۔

جناب حاکم علی بھٹی: میں محکمہ صحت کی خرابیوں کے حوالے سے عرض کر رہا تھا کہ مجھے خود واسطہ پڑا اور جو خرابیاں میں نے دیکھیں اس سے یہ اندازہ ہوا کہ میں تو ایک منتخب نمائندہ ہوں۔ میرا استحقاق ہے لیکن اس ملک کے عام شہری کے ساتھ اس محکمے کے لوگ کیا کرتے ہوں گے۔ جناب سپیکر! مجھے یہ یاد پڑتا ہے کہ اس مرتبہ جب قائد ایوان کا انتخاب مکمل ہوا تو انھوں نے ایک بات کا شدت سے ذکر کیا اور وہ بات یہ تھی کہ اس سے قبل اس ملک میں bureaucrate پالیسیاں بناتے رہے۔ اور ان پر عمل درآمد منتخب نمائندوں کا ہوتا رہا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وعدہ کیا کہ اب وہ وقت گزر گیا۔ اب پالیسیاں منتخب نمائندے بنائیں گے اور اس پر عمل درآمد bureaucracy کرے گی۔ جناب سپیکر! مگر مجھے افسوس کے ساتھ آج اس بات کا ذکر کرنا پڑ رہا ہے۔ جناب والا! کیا یہ خامیاں جن کا میں نے ذکر کیا ہے یہ آپ کے معزز وزراء کرام، جناب قائد ایوان اور اس معزز ایوان کے ایک ایک رکن کے علم میں نہیں ہے؟ ہم کتنی دیر تک اور انتظار کریں گے۔ کب یہ خامیاں اور خرابیاں دور ہوں گی اور یہ کس کی ذمہ داریاں بنتی ہیں۔ جناب قائد ایوان کے وہ الفاظ بھی مجھے یاد ہیں۔ انھوں نے اس بات کا بھی تذکرہ کیا تھا کہ راوی کے پلوں کے نیچے سے بہت سارا پانی گزر چکا ہے۔ تو جناب سپیکر! بھل صفائی کی مہم کے حوالے سے مجھے تو اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ مہم اس راوی کے پلوں کے نیچے سے گزرنے والے پانی میں تیزی پیدا کرنے کے لیے چلائی گئی تھی۔

جناب سپیکر! میری اس معزز ایوان کے ہر رکن، معزز وزرائے کرام اور جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض ہے کہ اس سال 1992-93ء کا جو بجٹ آپ نے پیش کیا ہے وہ اعداد و شمار کے لحاظ سے درست ہو گا مگر اس کے ساتھ ساتھ ان خامیوں کو دور کرنا بہت ضروری ہو گا۔ جناب سپیکر! میں اس فورم سے اپنے حلقے کے چند ایک مسائل کا بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میرا حلقہ چونکہ کنٹونمنٹ ایریا پر مشتمل ہے اور اس علاقے میں رہنے والے لوگ جو کہ پاکستانی ہیں، وہاں پر ایک اتنا پرانا فرسودہ نظام جس کو 1924ء کا ایکٹ کہا جاتا ہے، جو انگریز کے دور کا ایکٹ تھا اور اس ایکٹ کے تحت آج وہاں پر بسنے والے زندگی گزار

رہے ہیں۔

جناب والا! پاکستان کے اندر ہر شہر اور ہر دیہات میں ٹیکسوں کی شرح ایک ہے۔ ایک ہی طرح کا ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔ مگر کنٹونمنٹ کے علاقہ میں بسنے والے لوگ جن پر بھاری ہاؤس ٹیکس عائد کیے ہوئے ہیں اور یہ ایکٹ جو 1924ء کا ایکٹ کہلاتا ہے۔ یہ اس وقت کا ایکٹ ہے کہ جب چھاؤنیوں کی حالت زار آج سے بہت مختلف تھی۔ اس وقت سویلین کی تعداد بہت معمولی تھی اور فوج کی ضرورت پوری کرنے والے چند لوگ حجام اور دھوبی کا کام کرنے والے ان کے ساتھ رہتے تھے۔ مگر آج چھاؤنیوں کی حالت اس سے بہت مختلف ہے اور خاص طور پر میرے حلقے کی آبادی اس وقت سات لاکھ نفوس پر مشتمل ہے اور ہم پر وہی 1924ء والا نظام مسلط کیا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! میری آپ سے اور اس ایوان سے استدعا ہے چونکہ میں منتخب ہو کر ایوان میں آیا ہوں میں اپنی آواز کو اپنے حلقے کے مسائل کو یہیں لا سکتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے حلقے کا ایک اہم مسئلہ سوئی گیس کا ہے۔ اور میرے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے کہ محکمہ سوئی گیس کی کمپنی کے پاس 73 لاکھ روپے کی رقم جو دو سال سے جمع شدہ ہے اور آج تک سوئی گیس کمپنی میرے حلقے میں کام کرنے سے انکاری ہے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ اس بجٹ میں ایل ڈی اے کی مد میں بھی کچھ رقم رکھی گئی ہوگی۔ اتفاق سے میرے حلقے کے اندر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: بھٹی صاحب! wind up کریں۔

چودھری حاکم علی بھٹی: جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہوگی کہ عرصہ ڈیڑھ سال کے اندر اس فورم سے شاید میں نے ایک منٹ بھی اس ایوان کا نہیں لیا۔ میری استدعا ہوگی کہ میں ایک دو منٹ میں اپنی بات کو wind up کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! میرے حلقے کے اندر لاہور کینٹ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کے نام سے ایک بہت بڑی اچھی کالونی ہے۔ ایل ڈی اے کے حوالے سے میں اس کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ وہ کالونی کوآپریٹو کے تحت بنی اور اس کالونی کا نظام فوج چلا رہی ہے۔ جنہوں نے کلی طور پر Cooperative Law کا مذاق اڑایا ہوا ہے۔ اور چند فوجیوں پر مشتمل ایک ٹیم اس کو چلا رہی ہے اور وہاں پر اتنی لاقانونیت ہے کہ اگر اس کی تفصیل میں جاؤں تو آپ کا بہت سارا وقت لے جاؤں گا۔ مگر میں مختصراً عرض کرنا چاہتا

ہوں کہ وہاں پر ایک کنال کے پلاٹ کی قیمت تقریباً 15سے20 لاکھ روپے ہے اور اسی طرح جو کمرشل زون ہے اس کی قیمت کا بھی اندازہ کچھ اسی حساب سے آپ لگا لیں۔ مگر چند ایک فوجی لوگ جن کے ہاتھوں میں اس کا نظام ہے وہ جب چاہیں وہاں اپنی مرضی سے لوگ بھرتی کرتے ہیں اور جب چاہیں مرضی کے مطابق ان کو پلاٹ الاٹ کر دیتے ہیں۔ میں وزیر کواپریٹو سے عرض کرنا چاہوں گا کہ لاہور شہر کے اندر ڈیفنس سوسائٹی ایک ایسی کالونی ہے کہ جس کے بارے میں آپ علم نہیں رکھتے کہ اس میں کیا دھاندلیاں ہو رہی ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بہت شکرگزار ہوں کہ آپ نے میری چند گزارشات سنیں۔ میں اس پر آپ کا انتہائی مشکور ہوں۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: شکریہ بھٹی صاحب۔ تاج محمد خانزادہ صاحب۔

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! چونکہ بجٹ پر تو تقریر نہیں کر رہا خصوصی اجازت لے کر یہ گزارش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ بھٹی صاحب نے جس سوسائٹی کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق مجھے یہ درخواست لکھ کر دیں۔ اگر میرے اختیار میں ہوا یا میرے محکمے کے اختیار میں ہوا تو اس پر یقیناً کارروائی ہو گی۔

جناب چیئرمین: شکریہ رانا صاحب! جی خانزادہ صاحب!

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I had taken a lot of trouble to prepare my speech, which would generally speak about the Budget. The idea is to enlighten this House on certain facts, but I am sorry to say that if you only want me to talk in the presence of a dozen people here and want me to talk to the pillars well then I can start my speech. You have been very kind to the people. You have given them unlimited time, and so if you extend the same kindness to me then I shall have to carry on with my speech and you will see I think the few people who are sitting in the House they will also go out, and there will be you and me only talking to each

other.

MR CHAIRMAN: You may please start with your speech.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: No, I want your reaction. Do you want me to talk to the pillars.

MR CHAIRMAN: Well, Do you want to point out the quorum.

MR TAJ MUHAMMAD KHANAZDA: I don't want to point out the quorum,. I want what does your common sense say.

MR CHAIRMAN: I think Mr. Khanzada every thing is comming on the record and as well as in the press.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: All right, I am sorry. Sir, being fully conscious of the fact that my speech that I am making will have no effect on the people who walk in the corridoors of the powers. It is nothing unusual that whatever speeches we have made in the past there is very little change on account of our suggestions or any other amendment that we wish to make, because those who are in power they think that they are the masters of all and any suggestion comming is just not comming up to their expectations.

Sir, I am making this speech because I owe it to my God and to my people express my views so that it comes on record in annals of the Assembly, and I hope the future generations when they see and read some of the speeches there will be some straight talk worth considering.

Before I start with my speech my mind goes back to fifty years when I was just a small boy in my school. There were a proverb - I feel that today we are dealing where this proverb just fits in where it should fit. Sir, the budgets will come and the budgets will go. There will be surplus budgets and there will be deficit budgets. Money will come from one source or the other, the country will go on as long as this world goes on, but what we have to see how is this country going on, what did we inherit, what have we made in the 45 years of our life and what we see today, and what we are leaving for the future generation. Are we going to give them some thing which they can copy and feel proud of, are we going to give them some thing of which they shall feel ashamed.

Sir, after 1958 Martial Law when the real power was with the leaders who fought for the existence of this country, it was ruled by selfless people who died as paupers for that self less service they rendered for this country. Corruption took its roots in 1958 when the first Martial Law was came into this country and lot was taken till General Zia-ul-Haq restored democracy. This interim period will be remembered as the worst period in the history of democratic rule in this country and in the world. Sir, I would not like to go into the assets and liabilities of the individuals but there was a little while ago speech about Ojri and about Arms Import and about other things. It is a fact known to the nation that people who started as an ordinary people like us ended with billions, they ended with indust-

ry, they ended with palaces. To build palaces is no service to the country, not to the humanity and not to the citizens of Pakistan. From where this money for building places comes from. It came from the sweat and the blood of the labourers. It came from the sweat and blood of the zamindars. There was a reference in this House when some sort of discrimination was voiced between the urban population and the rural population. I am very sorry to hear one remark. I see there is no difference. We are brothers, but my friend who yesterday and today was sitting with me here I hope would share my feelings but is sitting at a little distance away from us. He said that we the urban people allow you to come, you should be very grateful we provide employment to you. My dear honourable members have you forgotten that this country consists of 80 per cent of those people about whom we made derogatory remarks. The remarks were very unqualified and uncalled for. Sir, you forget that the people living in the northern region like Mianwali, Rawalpindi, Jhelum, Chakwal, Attock are today drinking water where the animals urinate, where the donkeys urinate, they are disease striken they don't get any water but they are the Saddams of Pakistan, they have made Pakistan, they have preserved the integrity of Pakistan, they have maintained the security of Pakistan and it is a crime against God to deprive them of the very drinking water. As compared to the urban people when they pull the chain they want even their bottles to be taken away by water. Today you

look down for what you have done for the backward areas. They are your brothers. You sholud take pity over them. Look at the budget today, look at the water supply today, look at the roads and look at the development of those backward districts. Don't take Rawalpindi to be Islamabad Report to the forest of Murree and go to the outskirts of the barren and barani areas, go to Jandh and Mukhadh, go to Pindigheb, go to Mianwali, and go to Dera Ghazi Khan and go to the other places. They are men, they are musalmans. What is the law of God. They say whatever you have surplus share it with your poor and unfortunate brothers. We live under an umbrella of ostentatiousness and showing our greatness by having Mercedes, having palaces, having number of cars and hooters in front of you and behind you. If you are true followers of Islam follow the teachings of Hazrat Umr when he went to Jerusalem, the slave was sitting on the saddle of the camel and Hazrat Umr was leading the camel by the rope. Sir, if you profess to make this country for that very religion served by the biggest and the last Prophet (SAW) Hazrat Muhammad and his four (Khalifas) Caliphs then at least draw some inspiration from their lives and reduce your ostentatiousness. Sir, look at when Fatima was married she carried one mashki and one chakki and some pair of clothes. Hazrat Muhammad (SAW) Rasool-i-Khuda was asked why have you got so many marks on your body why don't you have matress under you. Sir, today we profess this country was made in

the name of لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ. This country was made so that the Quranic laws will come into force. I know the difficulties, I know the economic difficulties, I know the other difficulties may be there very great difficulties to bring certain and some of those laws into practice in the modern world, but there is nothing to stop an individual by living up to those principles. There is nothing to stop us. How have we channelise our lives. Today our dignitories go to marriages, from where what money comes it comes entirely from the sale of narcotics, millions of rupees are spent and the food is wasted and we say that we are the poor inhabitants of a poor country. We are indebted to the tune of everyman owing so much to the foreign countries. Why has this come, it has come because of our own doing.

I have seen the Queen of England only going in one car being driven by the chauffer and sometimes by Prince Duke of Edinbrough himself. I have seen Hero Hito in Tokyo who virtually is considered as god by the Japanees, I have seen every country, I have seen White House, I have been to Canada, but I have never seen so much ostentatiousness in any country which is enjoyed by a small dignitory of this country. Please come down to earth. There is no need to have hooters. There is no need for you to discriminate that you are an MPA, that you are an MNA, VVIP or you are a VIP. What are you? You should be more humble than the humblest man in the country, If God has given you a post which is for the

administrative purposes and for the other purposes above everything else. I will come down to corruption and to the deficit which we raised on account of our expenditure. Have you forgotten when there was no electricity, did we not live a comfortable and simple life. There is load-sheding for the rural people, the urban people have no load-sheding. Is it necessary to have ten air conditioners at the cost of the Government running in your house when you are not even sitting in the house. Is it necessary for you to have Mercedes, is it necessary for you to have a big Limousine, is it necessary for you to have five servant-flats, is it necessary for those who are otherwise protected by God that they should have all the riflemen protecting them. Is the protection proved very safe for those when the time comes to part with this world.

What are you doing in the Armed Forces. What are we doing with the Police, is it not the first time that I want to flatter any body, but if the present budget is the product of this young gentleman Makhdum here sitting inspired by whoever it may be, at least they have awoken up to two or three very essential things, that the agriculture, the education, the health at least need some attention and it is after eight years when they have given 26 to 30 percent more money for these projects.

Sir, we say economy, does the economy lies in depriving the young generation of children (about 72,000 children) with two master. You could easily provide the school master and cut on your

air conditioning, and cut on your cars and by applying cut on your entertainments. How you hold your public meetings.

When Mr. Gorbachev was president of Russia, when Mr.Khuruchev was there in England, I have seen them in England just with bouquet of flowers and two little girls wishing the best wishes. What happens here, you get at public expense all the buses, you vicitimise the committees, you vicitimise the ADIGs, you ask the DCs, you ask the SPs to produce men, you dress men-soldiers like women and you make them dance to foreign diginitories. What do you get out of it. You think you add to the prestige, you think by doing this you earn something. It is not done anywhere. Do you think there are public meetings for Ministers, Chief Minister the people are told to come from hundred miles to greet them you run trains at the public expenses, you bring them at public expenses and then they say they are very popular. Well you are not popular, the chair is popular. They don't wave to them as popular. They come by force and coercion not through free-will. Your popularity will come when you don't use the bureaucrats to collect people for you. It is better to have two hundred people wishing you from their heart than two hundred thousand people brought in buses to see them and roast in the sun so that they can wave the flag and you can flatter the men and say I have been able to such and such thing for you. Is it a reception? I ask the House is it a reception not by any stretch of imagination? What are we doing

to protect the life and property. Every day there are robberies on the roads. Every day dacoities are committed. Arms are being sold. Narcotics pedlars by way of horse trading have come into the Assembly and with their money they are entertained with big cars, کہ آج وہاں کھانا بڑا اچھا ملے گا۔ with big places and every body goes to say میوزک بھی ہو گا۔ یہ بھی ہو گا۔ لعنت ہے تمہاری اس میوزک پر اور لعنت ہے تمہاری۔۔ Is it the way you want to run this country? What happened the British have ruled us for about 150 years. They have far more power, but they are living and those of you have known them, and those of you who have seen them can compare there living,

Here a poor man can't enter the D. Cs House, Chief Ministers' House as the sentry is outside. Are these Ministers when they live in villages attacked. How may armed men are there to protect them. The protector is One---- The Almighty God. If He does't protect you no amount of police can protect you. It is only to show your dignity and ostentatiousness which is false sense of dignity.

Sir I don't wish to go too far, but whatever I am speaking it is my heart which speaks, it is my past life which I have seen through several decades of my life and association ranging from the time when I was very small in 1935. I have seen in Delhi the V Lodge. I have seen the Buckingham Palace not because I was any thing more than and ordinary people but it was just the age and the opportunities I have got in my life. But when I see and compare

their way of living it is simplicity. If Raj Gopalcharia could leave the predential V Palace, resign his post and go and live in a hut, here how many of us can sacrifice. In order to keep our chair we are prepare to stoop down to any thing. Just to stick to the bloody chair. Look the White House in New York except the bed room of the President of the USA any man can go before 12'o clock and after 9/10'o clock.You can walk in and see how the President lives. Here you don't go the GOR and don't take a tonga because officer live there.

وہاں کہیں گھوڑا لے کر نہ جائیں۔ سمجھ گئے ہو جی، وہاں پر نہ جائیں، ادھر نہ جائیں ادھر نہ جائیں۔ ادھر منسٹر صاحب رہتے ہیں۔ اور ادھر مت جاؤ ادھر وزیر اعلیٰ صاحب کھڑا ہے۔ سمجھ گئے او جی۔ سڑک بند کرو ۔۔۔ کون آرہا ہے۔ کس کا جھنڈا لگا ہے، گورنر صاحب آرہے ہیں ۔ جنرل صاحب آرہے ہیں۔ ایسہ گورنر ساڈے نال زمین تے نہیں ٹردا۔ سمجھ گئے۔

Sir, I will give you my personal example. Late General Musa was my colleague in the Academy. One day I was comming to Lahore by car and at Jehlum they stopped my car, and I told my driver that you stop, I walk on foot, When the Governor of the West Pakistan passes you please bring my car and I will sit in it and will go on, When I was half way through, a policeman came to me and he said , Sahib..... LOT SAHIB Aa RAHA HAI.

لاٹ صاحب آرہے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ بہت اچھی بات ہے۔ لاٹ صاحب آجائیں ادھر سے گزر جائیں گے۔

He said no, no you please withdraw from here or leave this place. I thought that he had the sense of humour.

میں نے اس کو بولا کہ دیکھو ہم تو ایک طرف جا رہے ہیں۔ اگر لاٹ صاحب کے موٹر کو کوئی خطرہ ہوا تو ہم چھلانگ ماریں گے جہلم میں۔ ہمیں تیرنا آتا ہے۔

But he had no sense of humour, In the mean time the car of the Governor came. As soon as I stopped, the car came, I stood in the middle of the road, I had my han waved, I shall have going to stop Musa and tell him, is it you what do you do with the people that you want to pass a bridge, you want to stop all of them.....They did not know who I was

خدا دا واسطہ اے ہٹ جاؤ۔ ایہہ گورنر ہے سانوں پکڑ لیسی۔

Sir, let us overcome this. Dignity does not come by stopping traffic, dignity does not come by flying very big flag. Diginity does not come by stoping traffic, diginity does not come by flying very big flags, diginity does not come by calling a police man to give you a guard of honour so that you can demonstrate to the people you are a very big man. Sir, we need a basic change in the administrative machinery, we need to revise our way of life, we need to look at it from a different angle. Sir, these are my submissions. We are on bonus. People like me are on bonus. If Rasul-i-Khuda (SAW) had only 64 years of life then any body I think living about 64 years is the only the greatness of God and is a bonus. So why we are alive. Let us whatever little we can do and according to Islamic Quran says " Stop a man from doing wrong", if you can not do that tell him to do, and if you can't do that then at least go away from him and do be a partener to the listening. Sir, I am not mullah neither am I

clergy to make sermon to this House, but if I quote something which my heart brings out and on which our eima'n I think my little speech will not be misplaced. I think I have spoken a long enough and I have made a lot of notes but I think I have not gone into the budget so much which I leave to Mr. Mahmud to do justice to the backward areas which I have mentioned. Our roads are narrow. we have no drinking water. I would appeal to this House at least to come one day and see what the northern areas are. If yours brothers, sisters and daughters can not even have drinking water I am sure you will not deny then the little sacrifice that you may make at the expense of Government to at least provide them with drinking water, to at least provide them with the shelter, to at least let their children also be educated, so that one day they can also feel that they can come to this August House, that they can come and roam among their brothers and children. They at least will not be so fortunate but at least somewhere equal humanity. Let us restore human diginity, let us restore Islam in principle, let us set a personal exemple. Just speaking on the floor of the House is not good. It is the self, it is the personal exemple that is going to pay. We have done a lot of talking. We talk and say WHISKY, don't drink. قران کہدا کہ جوا بھی حرام ہے۔

and that no longer it come in the evening, we go and sit on a table and bring the most expensive a bottle of JOHNY WALKER, and drink it. This in not the way to lead your nation. You will have to

be one of them. You will have to set a personal exemple and unless you set personal exemple we will go away but some day we will have to answer that we did not pay our roll as a leader and as Musalman. May God be with this country. May God be with the people of this country. May God bless this country. May God make this country live long till eternity and Islam flourish and may PAKISTAN BE ZINDABAD.

جناب چیئرمین : شکریہ خانزادہ صاحب! شیخ طاہر رشید صاحب!

شیخ محمد طاہر رشید (پی پی 163) : اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں حکومت اور اپوزیشن کے دوستوں کی توجہ اس جانب مبذول کراتا ہوں کہ بارہ بجے کے بعد ہاؤس کے بھی بارہ نہیں بجنے چاہئیں۔ بلکہ دونوں طرف کے دوستوں کو یہ چاہیے کہ اس وقت تک اس معزز ایوان میں تشریف فرما رہیں۔ جب تک یہ معزز ایوان چلتا رہے۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں اپنے وزرائے کرام، اپنے وزیر خزانہ اور خصوصاً چیف منسٹر پنجاب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے 175 کروڑ روپے کی چھت کا جو پروگرام دیا ہے اور حقیقت میں یہ ایک ایسی چھت کی قندیل روشن کی گئی ہے جس سے نہ صرف پنجاب بلکہ پورا پاکستان منور ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ 13 ارب 85 کروڑ روپے جو ترقیاتی اخراجات میں رکھے گئے ہیں اور گزشتہ سال سے یہ رقم 32 فیصد زیادہ ہے۔ اس لیے بھی میں حکومت پنجاب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میرا تعلق سرزمین اولیاء ملتان سے ہے اور ولیوں کے اس دیس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا ملتان "ما بجنت اعلیٰ برابر است" مگر جناب سپیکر! آج ملتان شہر کی زخمی سڑکوں کا درد اور کرب میں اس ایوان کو منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اپوزیشن کے دوستوں نے اعتراض کیا ہے کہ ملتان کے ترقیاتی ادارے کو10 کروڑ روپے کیوں دے دیے گئے۔ جناب سپیکر! میں ان دوستوں کی خدمت اقدس میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اٹھارہ

ماہ کا وہ دور اقتدار کہ جس نے پورے ملک کا نقشہ بگاڑ دیا اس کے ظلم و ستم سے سرزمین اولیاء بھی محفوظ نہ رہ سکی اور ملتان کے ترقیاتی ادارے کے تمام ترقیاتی کام روک دیے گئے۔ پندرہ چالو سکیمیں جن کے لیے روپیہ وفاق نے دینا تھا وہ کم کر دیا گیا۔ جس کی بنا پر وہ منصوبے جن کے لیے اس وقت رقم مہیا کی گئی تھی وہ تنخواہوں کی مد میں خرچ ہو گئی۔ اور آج اٹھارہ کروڑ روپے کی خطیر رقم تنخواہوں کی مد میں خرچ کی جا چکی ہے۔ جس سے یہ ادارہ دیوالیہ پن کا شکار ہو گیا ہے۔ میں اس معزز ایوان سے یہ گزارش کروں گا کہ دس کروڑ روپے کی اس رقم سے ہمارے یہ منصوبے نہیں چل سکتے۔ یہ صرف پانچ ترقیاتی منصوبے ہیں جو کہ دس کروڑ روپے کی اس رقم سے چالو ہو سکیں گے جبکہ ابھی ہمارے دس ترقیاتی پروگرام ایسے ہیں جو کہ منظور ہو چکے ہیں۔ جسے مرکز نے بھی منظور کر دیا ہے۔ جسے ہماری پی اینڈ ڈی نے بھی منظور کر دیا ہے مگر تا حال ان کے لیے ایک پیسہ بھی مہیا نہیں کیا۔ جناب سپیکر! پہلے لنگڑیال صاحب کی سن لیں۔ میں بعد میں سنا لوں گا۔ یہ بہت دیر سے بے تاب ہیں۔ آپ کے لیے باتیں آگے آئیں گی۔

جناب چیئرمین : جی لنگڑیال صاحب!

ملک اقبال احمد خاں لنگڑیال : جہاں ملتان شہر کی انھوں نے اتنی تعریفیں کی ہیں۔ وہاں یہ نہیں بتایا کہ ملتان گرد، گرما اور گورستان ہے۔ شکریہ!

جناب چیئرمین : شکریہ ملک صاحب! شیخ صاحب جاری رکھیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ پونے دو کروڑ روپے سے پاکستان کو روشن کر دیں گے۔ وہ کون سی روشنائی ہے جو پاکستان کو روشن کرے گی

شیخ محمد طاہر رشید :

****

****

****

**(حکم جناب چیئرمین حذف کر دیے گئے)

****

****

****

****

****

****

****

****

****

جناب چیئرمین : چودھری محمد حنیف صاحب! تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید :**********

****

****

****

جناب چیئرمین : شیخ صاحب! آپ اپنی تقریر ہی جاری رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ

ایک زمانہ تھا کہ ہم سے فیض پاتا تھا جہاں
اب ہے غیروں کی عنایت پر مدار زندگی

جناب مخدوم صاحب کا تعلق تو ملتان سے ہے۔ لیکن میں ان کی خدمت اقدس میں یہ گزارش کروں گا کہ اربوں روپے کا زر مبادلہ ملتان ڈویژن کما کر دیتا ہے۔ ملتان، بہاولپور اور ڈی جی خاں ڈویژن 70 فیصد کپاس پیدا کر کے دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! میرا اس بات کا اظہار کرنے سے قطعاً یہ مقصد نہیں ہے کہ میں کوئی تعصب کی بات کر رہا ہوں بلکہ میری گزارش صرف اور صرف اتنی ہے کہ جنوبی پنجاب کو اس کا حق ملنا چاہئے۔ جناب سپیکر! مجھے آج یہ کہنے

***(حکم جناب چیئرمین حذف کر دیے گئے)

دیں کہ زرعی یونیورسٹی جس کا بار بار اعلان ہو رہا ہے وہ کیوں ملتان کے اندر نہیں بنتی؟ جناب سپیکر! انجینئرنگ یونیورسٹی کیوں ملتان کے اندر تعمیر نہیں ہوتی؟ جناب سپیکر!

جب چمن کو لہو کی ضرورت پڑی سب سے پہلے ہی گردن ہماری کٹی
پھر بھی کہتے ہیں یہ اہلِ چمن یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں

مگر جناب سپیکر! اب یہ وقت آ گیا ہے کہ ہمیں یہ ادارے چاہئیں۔ سر زمین وطن کو اب ان اداروں کی ضرورت ہے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: پوائنٹ آف آرڈر!

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اگر ان کی

****

****

****

جناب چیئرمین: مہربانی سیٹھی صاحب۔

شیخ محمد طاہر رشید: **********

****

****

****

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: **********

جناب ارشاد حسین سیٹھی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین۔ جی سیٹھی صاحب!

شیخ محمد طاہر رشید: **********

*** (حکم جناب چیئرمین حذف کر دیے گئے)

****

****

جناب ارشاد حسین سیٹھی : **********

****

****

****

****

****

****

جی تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں)

چودھری محمد حنیف :پوائنٹ آف آرڈر۔ **********

****

چودھری محمد حنیف : **********

****

****

جناب چیئرمین :شیخ صاحب!آپ تشریف رکھیں ۔(قطع کلامیاں)آپ تشریف رکھیں انہیں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے دیں۔

چودھری محمد حنیف : **********

****

****

****

MR CHAIRMAN: Chaudary Sahib ,This is irrelevant. This is no

***(حکم جناب چیئرمین حذف کر دیے گئے)

point of order.

شیخ محمد طاہر رشید :لعنت اللہ علی الکاذبین۔(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین : شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں) شیخ صاحب تشریف رکھیں۔آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے دیں۔ شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔آپ جذباتی نہ ہوں۔ اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو باری باری بات کریں۔

وزیر امداد باہمی(رانا پھول محمد خان) :پوائنٹ آف آرڈر)

جناب چیئرمین :رانا صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں؟

وزیر امداد باہمی :جی جناب۔

جناب سپیکر :جی فرمایئے۔

وزیر امداد باہمی :(رانا پھو ل محمد خان)جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے دو معزز ارکان نے شیخ صاحب کو کہا ہے۔انہیں یہ الفاظ واپس لے لینے چاہیے۔(قطع کلامیاں)میں اس کی ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔کہ ایک دفعہ ایک آدمی کو * * بھیج دیا گیا اور وہ جب وہاں گیا تو اسے مارپیٹ بھی پڑی چند دنوں بعد خواجہ ناظم الدین صاحب جو وزیراعظم تھے * کا معائنہ کرنے کے لئے گئے تو اس نے سوال کیا کہ تو کون ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں تمہارا وزیراعظم ہوں۔ اس نے کہا کہ تمہیں پتا چل جائے گا جب تمہیں گھسن پڑیں گے ۔ہم بھی یہی کہتے تھے ۔جب آپ وہاں تھے اس وقت کی کیا بات تھی؟ آج آپ دوسروں کو * کہنے والے کل خود بھی بن جائیں گے۔(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین :میرے خیال میں شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

جناب فرحت عزیز مزاری : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین :شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔آپ بجٹ تقریر ختم کرنا چاہتے ہیں یا اس طریقہ سے آپ کارروائی جاری رکھیں گے۔

جناب فرحت عزیز مزاری :پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی ، مزاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرحت عزیز مزاری : جناب سپیکر میں بات درست کرنے کے لئے یہ بات آپ کے اور ہاؤس کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ رانا صاحب نے فرمایا ہے کہ خواجہ ناظم الدین صاحب * کے دورے پر گئے تھے جب کہ یہ کہانی چرچل صاحب کے ساتھ منسوب ہے۔چرچل برطانیہ کے وزیر اعظم تھے وہ وہاں دورے پر گئے اور یہ باتیں چرچل اور اس * کے درمیان تھیں۔

دوسری بات جو میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا اور جس کے لئے میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے ایک فاضل رکن نے چند دوستوں پر غداری کا الزام لگایا ہے جو غلط اور نا مناسب بات ہے۔میں چاہتا ہوں اور آپ سے یہ گزارش کروں کہ یہ باتیں ریکارڈ سے حذف ہوں۔

جناب چیئرمین :جی واقعی آپ صحیح فرما رہے ہیں۔یہ جو Personal Remarks ہیں ان کو کاروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

وزیر امداد باہمی :جناب سپیکر !جنہوں نے پاکستان کی مخالفت کی ہے ان کو پاکستان کے وفادار نہیں کہا جا سکتا۔

جناب چیئرمین :رانا صاحب تشریف رکھیں ۔یہ اس وقت بحث پر بحث ہو رہی ہے ۔یہ اس وقت کسی اور بات پر بحث نہیں ہو رہی ۔آپ تشریف رکھیں ۔ملک صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں؟

ملک اقبال احمد خاں لنگڑیال :جی میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب چیئرمین : جی فرمایئے۔

ملک اقبال احمد خاں لنگڑیال :جناب سپیکر ! جناب طاہر رشید صاحب بڑے جذباتی ہو چکے ہیں تو میری آپ سے گذارش ہے کہ ان کو دو منٹ کے لئے باہر بھیج دیا جائے تا کہ یہ ایک گلاس پانی پی آئیں اور اس کے بعد یہ جو بھی بات کرنا چاہیں وہ کریں۔

جناب چیئرمین :ملک صاحب شکریہ مہربانی ۔آپ تشریف رکھیں۔شاہ صاحب آپ پوائنٹ آرڈر

پر بولنا چاہتے ہیں؟

پیر سید بنیا مین شاہ رضوی: جناب سپیکر! وہ اپنی بحث تقریر کر رہے ہیں اور جان بوجھ کر ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ان کی تقریر میں بار بار مداخلت کی جارہی ہے۔ وہ to the point اپنی بات کر رہے ہیں یا پھر میرا خیال ہے کہ جماعت اسلامی والے ان کو چھیڑ کر چسکا لے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی مہربانی، شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔ اب میں ایوان سے گزارش کروں گا کہ آپ بے جا interruptions نہ کریں اور شیخ صاحب کو اپنی تقریر کو wind up کرنے دیں۔ شیخ صاحب! آپ مہربانی فرما کر ایک منٹ میں اپنی تقریر کو wind up کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! interrupt کریں گے۔

جناب چیئرمین: جی آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ شیخ صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب جہاد افغانستان کا روپیہ ہے یہ ملتا ہی اس بنیاد پر ہے۔ قاضی صاحب نے ڈالر تجوری کے اندر بند کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ جتنے یہ الفاظ یہ یہاں پر بولتے ہیں اتنے ہی ڈالر انھیں ملتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ تقریر جاری رکھنا چاہتے ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید: جی!

جناب چیئرمین: تو آپ ایک منٹ میں wind up کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں ایک منٹ میں کیسے wind up کروں۔ میرا سارا وقت تو سیٹھی صاحب اور ڈاکٹر صاحب لے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی آپ ایک منٹ میں wind up کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں لنگڑیال صاحب کا شکر گزار ہوں کہ ان کی میٹھی اور سریلی آواز سن کر سارا غصہ ہرن ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم ملک کی معیشت میں، ملک کے استحکام میں، ملک کی بقاء کے اندر اپنا خون پسینہ ایک کر کے اپنے اس گلستان کو رنگین کرنے کے لیے کاوشیں کرتے

ہیں۔ جناب سپیکر! یہ ہمارا استحقاق بنتا ہے کہ ہمارے علاقے کو زرعی یونیورسٹی ملنی چاہیے۔ ہمارے علاقے میں انجینئرنگ کالج قائم ہونا چاہیے۔ اور میں اس معزز ایوان کے توسط سے حکومت پنجاب کو یہ گزارش کروں گا کہ خدا را اس کے اندر مزید تاخیر نہ ہونے دیں۔ اور یہ لوگ کہ جن کے متعلق کلام پاک یہ کہتا ہے کہ

و من الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الاخر و ماھم بمومنین ۔ یخادعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون۔

اور پھر اس کے بعد کہا کہ

فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرض ولھم عذاب العظیم۔

ایک معزز رکن : ترجمہ بھی سنائیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : ترجمہ بھی سناؤں گا اور تفسیر بھی سناؤں گا۔ پھر کہا کہ

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون ۔ الا انھم ھم المفسدون ولاکن لایعلمون۔

سن لو کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور یوم آخرت پر ۔ ان کو مومنین نہ سمجھو ۔ ان کے اندر اور باہر ایک نہیں ہے ۔ ان کے ظاہر اور باطن میں فرق ہے ۔ ان کے قول و فعل میں تضاد ہے ۔ اور پھر پروردگار کہتا ہے کہ ان کے دلوں کے اندر میں نے مرض پیدا کر دیا۔اور ان کے مرض کو بڑھاتا رہتا ہوں ۔ اور یہ تین تین فٹ اچھلتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر! اور پھر کیا کہا گیا۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : پوائنٹ آف آرڈر!

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! میں نے ان کی بات ہی نہیں کی ۔ یہ دیکھیں کھڑے ہو گئے۔ (قہقہے) یہ تو ایمان والے اور اللہ والے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب چیئرمین : سیٹھی صاحب! فرمایئے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جس مرض کی یہ

قرآن پاک کی آیات کے حوالے سے بات کر رہے ہیں تو آپ نے اور پورے ایوان میں سب دوستوں نے محسوس کیا ہے کہ تین تین فٹ اس مرض سے کون اچھل رہا ہے اور یہ بات کس پر لاگو ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین : جی تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب! وائنڈ اپ کریں۔

شیخ محمد طاہر رشید : پھر کلام ربانی نے کیا کہا۔ کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ کرو تو جناب سپیکر کہتے ہیں کہ ان کی نشانیاں بتا دیں۔ پروردگار نے بالکل ان کی قبائیں نوچ کر پھینک دیں اور فرمایا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ کرو تو بڑا دلچسپ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ نہیں یہ اصلاح کرنے والے نہیں ہیں۔ ان کے لیے تو پروردگار نے عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور ایسا عذاب رکھا ہے کہ جو دردناک عذاب ہے۔ جناب سپیکر! آج مجھے یہ بات کہنے دیں کہ کس نے اس چمن گلستان کی مخالفت کی اور آج تک کوئی موقع ایسا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے کہ جب اس مملکت پاکستان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی یہ سازشیں نہ کریں۔ جناب سپیکر! آج مجھے یہ بات کہہ لینے دیں کہ سندھ میں فوج کس کی وجہ سے آئی ہے ؟ جناب سپیکر! خدارا مجھے آج نہ روکیں اور مجھے آج اس معزز ایوان کو یہ بتانے دیں کہ معصوم بچوں کے ہاتھ میں کلاشنکوفیں کس نے دیں؟ اور جناب سپیکر! مجھے آج یہ بات بھی کہہ لینے دیں کہ کراچی کے اندر ایم کیو ایم کس نے بنوائی۔ یہ کس کا رد عمل تھا؟ جناب سپیکر! آج مجھے یہ کہہ لینے دیں کہ افغانستان کے جہاد کا چرایا ہوا اسلحہ کس نے آج اس پاکستان کی ایک ایک گلی تک پہنچایا۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب!

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! آج میں ساری باتیں کروں گا۔ میرا سارا وقت یہاں اللہ والے لے گئے ہیں۔ مجھے باتیں کر لینے دیں۔

جناب چیئرمین : شیخ صاحب! کیا آپ پنجاب کے بجٹ پر بات کر رہے ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید : جی ہاں! پنجاب کے ہی بجٹ پر بات کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین : جی آپ پھر وائنڈ اپ کیجیے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! انھوں نے جٹ کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ ہم پولیس کو پیسے دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ نہ دیں۔ بدیسی آقاؤں سے تنخواہیں لیتے ہیں۔ آپ پولیس کو مراعات دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ نہ دیں۔ یہ ایک سازش کے تحت ان اداروں کو کمزور رکھنا چاہتے ہیں اور ان اداروں کا کمزور کرنا درحقیقت پنجاب کو کمزور کرنا ہے اور پنجاب کو کمزور کرنا درحقیقت پاکستان کو کمزور کرنا ہے۔ میں حکومت پنجاب سے یہ گزارش کروں گا کہ ان کی باتوں میں نہ جانا یہ تو اس گلستان کے دشمن کل بھی تھے آج بھی ہیں اور آنے والے کل میں بھی رہیں گے۔

جناب محمد حنیف چودھری: جناب سپیکر! ان کا نانا پولیس افسر رہا ہے۔ اور آج رشوت کا سارا مال ان کے اندر سے بول رہا ہے۔

جناب چیئرمین: جی تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب آپ کس نکتے پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد حنیف چودھری: یہ جو افغانستان کے حوالے سے بات کر رہے ہیں ہم نے بے شمار گردنیں کٹوائی ہیں اور اس جہاد میں ہمارا خون شامل ہے۔ جہاد افغانستان میں اگر کسی جماعت نے خدمات پیش کی ہیں تو وہ صرف جماعت اسلامی ہے جس نے اپنے جان و مال سے جہاد میں حصہ لیا ہے۔ جہاد افغانستان میں سب سے زیادہ قربانیاں جماعت اسلامی نے دی ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: لو بھائی لگے کمائے ہیں خون سے ، دولت کمائی ہے خون سے وہ بھی پرائے خون سے اپنے خون سے نہیں اپنا خون دیکھنا ہے تو قاضی حسین احمد کے منہ پر دیکھو۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: تم نے تو ڈالر کمائے ہیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب ! بڑی مہربانی ، بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں ۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: جی آپ کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ شیخ صاحب وقت پورا ہو گیا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر: صرف ایک منٹ دے دیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ کو بہت ٹائم دیا گیا ہے۔ آپ کے باقی

معزز اراکین اسمبلی بھی ہیں جو بات کرنا چاہ رہے ہیں۔لہذا آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب مجھے صرف ایک منٹ دے دیجیے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! میں آپ کو بالکل اجازت نہیں دوں گا۔ آپ ماحول کو بہت زیادہ خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ براہ مہربانی آپ تشریف رکھیں۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی!

جناب ارشاد حسین سیٹھی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بجٹ پر اپنا اظہار خیال کرنے کی جو فضا اس ایوان میں نظر آرہی ہے وہ آپ کے بھی سامنے ہے اور میرے بھی سامنے ہے۔ میں یہاں چند ایک باتیں جو اس بجٹ پر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں کہ اگر یہی بجٹ جناب مخدوم زادہ شاہ محمود قریشی صاحب پیش نہ کرتے اور شیخ طاہر رشید صاحب بھی پیش کر دیتے تو تب بھی اس کا حلیہ ایسا ہی رہتا تھا اور تب بھی اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ در اصل جناب والا! بات یہ ہے کہ جو بجٹ وزیر خزانہ کے ہاتھ میں دیا گیا ہے وہ انھوں نے ہمیں پڑھ کر سنا دیا ہے اور اس میں کوئی بھی ایسی بات نہیں ہے جو اس کابینہ نے اپنی مرضی سے یا عوامی نمائندگی یا آراء سے شامل کی ہو۔ مجھے اس بات پر انتہائی افسوس ہوتا ہے کہ سرکاری بنچوں سے جو بھی دوست بولے ہیں انھوں نے کاشت کار کی غربت کا، کسان کی مظلومیت کا اور دیہاتوں کے حالات کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس پر ہم شہر کے رہنے والوں کو بھی افسوس ہوتا ہے اور مجھے آج یہ بات اس ایوان میں کہنی ہے اور میں آج ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کم از کم پاکستان کے اس ایوان کی تقدیر کے مالک تو ان کے آباؤ اجداد ہی رہے ہیں اور یہی وہ لوگ تھے جو آج کسان اور کاشت کار ہیں۔ ہمیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم کھلے دل سے اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ زراعت پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی تھی۔ میرے دوست حاجی افضل چن صاحب نے جو بات کی ہے وہ درست ہے کہ ریڑھ کی ہڈی تھی۔ میں آج اپنے ان دوستوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس ہڈی کو کس نے توڑا ہے۔ کس کو ان اقتدار کے بنچوں پر بیٹھنے کا موقع میسر آیا۔ آج اس شہری کو جس کی روشنی کا تذکرہ کر رہا تھا، اس کو اندھیروں تک رکھنے میں کون لوگ معاون بنتے رہے تھے۔

جناب سپیکر! میں یہ چاہوں گا کہ الفاظ کے ہیر پھیر سے، اعداد کے الٹنے پلٹنے سے کوئی بھی ایسا کام جو عوام کی فلاح و بہبود کے لیے پیش کیا جاسکے یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے۔

جب تک اس میں اپنا خلوص اور نیت شامل نہ ہو۔ جناب شیخ طاہر رشید صاحب نے بھی کچھ باتوں کا حوالہ دیا اور میں یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں یاایھاالذین اٰمنوالتقوالله وقولو قولاصدیدا۔ یصلح لکم اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکم۔

کہ اے ایمان والو اللہ! سے ڈرتے رہا کرو اور درست بات کہا کرو۔ جب تم درست بات کہو گے کہ تو اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے اعمالوں کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے 45 سال کے گناہوں کی بخشش فرما دے گا۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! رب ذوالجلال والاکرام کے کلام کے اندر ایک لفظ کی زیادتی میں برداشت نہیں کروں گا۔ مجھے یہ بتلائیں کہ کہاں لکھا ہے کہ 45 سال کے گناہ معاف کر دوں گا۔

جناب چیئرمین : جی تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! اللہ والوں کو یہ اختیارات نہیں ہیں کہ کلام ربی کے اندر بھی یہ کمی بیشی کر لیں۔ یہ منافقین کر سکتے ہیں مسلمان نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین : شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی سیٹھی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! میرے دوست شیخ صاحب نے جس انداز سے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ اسی انداز سے ہے جس انداز سے یہ آج اس بات کا رونا یہاں روتے رہے ہیں۔ اور میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ کم از کم آج ان اندھیروں کو مزید گہرا کرنے میں شہر کے لوگ شامل نہیں ہیں۔ یہاں چونکہ شہریوں اور دیہاتیوں کے ساتھ تمیز پیدا کی گئی ہے تو جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آج آپ شہر کے ایک متوسط گھرانے کو دیکھیں تو جناب سپیکر! جو اناج اور غلہ ہمارے دیہاتی بھائی پیدا کرتے ہیں ان پر کون وہ ڈاکو بیٹھے ہیں جو ان کو ان کے خون اور پسینے کی کمائی کا مول نہیں دیتے۔ مگر جب وہ لا کر شہروں میں شہریوں کو سپلائی کرتے ہیں تو آپ اس وقت اس کی قیمت کا اندازہ کریں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بجلی سوئی گیس اور ٹیلیفون کی سہولتیں میسر نہیں ہیں، سڑکیں میسر نہیں ہیں۔ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ شہر کا ایک متوسط گھرانہ بجلی کے بلوں سے، سوئی گیس کے بلوں سے اور ٹیلی فون کے بلوں سے اتنا تنگ ہے کہ وہ انھیں ادا کرنے کی سکت نہیں پا رہا۔ اور جناب سپیکر!

میں آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شہریوں اور دیہاتیوں کے ساتھ جو ظلم کیا ہے وہ بھی اس ایوان کے اقتدار والے ان لوگوں نے کیا ہے جن کو یہ مواقع 45 سال میسر آتے رہے ہیں۔ تو جناب والا! میری یہ عرض ہے کہ اس ملک کی تقدیر کو خدارا بدلیں۔ اس ملک کے ساتھ وہ درست رویہ رکھیں۔ اس نظریہ پر چلیں جس کے لیے یہ حاصل کیا گیا تھا مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ دو رخی اور دو عملی کا مظاہرہ جن لوگوں نے کیا ہے ان کی اکثریت دیہاتوں سے تعلق رکھتی تھی اور ان با اقتدار لوگوں نے مظلوم کسانوں اور کاشت کاروں کو کبھی آگے پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ انھوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ 45 سال میں وہاں کوئی کالج یا سکول ہی بن جائے۔ کبھی انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ وہاں کوئی ہسپتال بن جائے تاکہ لوگوں کو سہولتیں میسر آ جائیں۔ کبھی انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کے قرب و جواب میں بھی کوئی ایسی سڑکیں یا گلیاں بن جائیں تاکہ ان کو بھی آسانیاں ہو جائیں۔ تو جناب والا! وہ لوگ مظلوم ہیں، مظلوم رہے ہیں اور اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ دیہاتیوں کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے وہ ان ہی اپنے بھائی بند ہیں جو ان کا خون نچوڑتے ہیں۔ اس لیے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر میرا کوئی بھائی اس چیز کا مورد الزام شہریوں کو ٹھہراتا ہے تو یہ بات درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اعداد و شمار کے حوالے سے چند ایک باتیں جو میں یہاں کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں کہ تقریباً 175 کروڑ کی بچت جو غیر ترقیاتی وسائل کے تخمینہ سے منہا کرنے کے بعد ترقیاتی کاموں کے لیے بنائی گئی ہے تو مجھے اس بجٹ میں پڑنے کی ضرورت نہیں اس لیے محسوس نہیں ہو رہی کہ اس انداز کا جو بھی بجٹ یہاں آیا اس پر سرکاری بنچوں والے اس انداز سے یہ ایمان لائے جس انداز سے ذالک الکتاب لاریب فیہ کہ یہ ایک کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو وزیر خزانہ نے پیش کر دیا۔ اسی طرح جناب من و عن انھوں نے پاس کر دیا اور اگر کوئی ایسی تجویز اپوزیشن کی طرف سے اس ایوان میں لائی گئی تو اس کو اس بنا پر رد کر دیا گیا کہ ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ میں جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ مجھے اس بات کسی بات پر اختلاف اس لیے نہیں ہے کہ اس نے اسی طرح پاس ہو جانا ہے جس انداز سے یہ پیش کیا گیا ہے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ چھ مدات ایسی ہیں جن پر انھوں نے 1166.39 کروڑ میں سے زراعت کے لیے 143.43 کروڑ یعنی کہ کل بجٹ کا 10.35 فیصد

خرچ کیا جائے گا۔ منصوبہ بندی اور مکانات پر پورے بجٹ 22.58 فیصد خرچ کیا جائے گا۔ تعلیم و تربیت پر 310 کروڑ جو کہ کل بجٹ کا 22.33 فیصد خرچ کیا جائے گا۔ صحت پر 174 کروڑ جو کل بجٹ کا تقریباً 12 فیصد بنتا ہے، خرچ کیا جائے گا۔ جناب سپیکر! اس میں ترجیحی پروگرام کو ملانے کے بعد یہ بجٹ کا 83.137 بنتا ہے۔ جناب سپیکر! میں صرف ایک بات جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ بتایا جائے کہ انھوں نے جس 175 کروڑ کی بچت کا ذکر کیا ہے بلا شبہ 175 کروڑ کے وسائل کسی بھی انسان کے ہاتھ میں ہوں تو اس سے بہت سے معقول کام سر انجام دیے جاسکتے ہیں مگر وہ کون ہاتھ ہیں، وہ کون سی طاقت ہے، وہ کون سی حکومت ہے جو ایک چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہوئے، ان کو اس بات کا اندازہ ہے اور وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ واقعی یہاں leakage ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! میرے بھائی حاکم علی بھٹی نے ذکر کیا تھا مگر تفصیل کے ساتھ انھوں نے ذکر نہیں کیا۔ میں چاہوں گا کہ یہ تفصیل ایوان کے سامنے پیش کروں۔ اور پھر اس کے بعد جناب وزیر خزانہ اور جناب قائد ایوان سے اس بات کا ذکر کروں کہ وہ کون سی حکومت اور کون سے ہاتھ آئیں گے جو اس کا سد باب کریں گے۔ اسی طرح جناب سپیکر! یہ جتنی بھی مدات جن کا میں نے ذکر کیا ہے اور 83.17 کروڑ روپے کی جو رقم خرچ ہو گی یہ رقم ان ایجنسیوں کے ذریعے خرچ ہو گی جو 35 فیصد کمشن وصول کرتی ہیں۔ یعنی ان ایجنسیوں کے لوگ 35 فیصد کمشن وصول کرتے ہیں۔ اور اگر ہم پورے بجٹ کے کمشن کی رقم کو نکالتے ہیں تو یہ تقریباً 411 کروڑ روپے کی رقم بنتی ہے۔ یہاں میں ایک محکمے کا حوالہ facts and figures کے ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ اس وقت محکمہ لوکل گورنمنٹ جو یہاں پر جس دن ان کو ایک سو روپیہ جاری ہوتا ہے تو یہ 5 % اس میں سے contingency کا اس میں سے کاٹتے ہیں، cut لگاتے ہیں۔ technical sanction کے لیے 2 فیصد کا ریٹ مقرر ہے۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ 3 فیصد لیتا ہے۔ ایکسین 3 فیصد لیتا ہے، ایس ڈی او 3 فیصد وصول کرتا ہے، اوورسیئر 3 فیصد وصول کرتا ہے، آڈٹ والے 2 فیصد لیتے ہیں۔ اکاؤنٹس والے 2 فیصد لیتے ہیں۔، انکم ٹیکس کی کٹوتی 3 فیصد ہے اور اسی میں سے سکیورٹی کی رقم 10 فیصد ہے اور ایک فیصد ڈرافٹس مین لیتا ہے۔ یعنی 37 فیصد کٹوتی اس سو روپے پر پہلے ہی دن لگتی ہے۔ مجھے یہ بتایئے کہ یہ 411 کروڑ کی

رقم کہاں جاتی ہے۔ جس طرح انھوں نے بتایا ہے کہ ہم نے غیر ترقیاتی کاموں میں بچت کی ہے اور آج کی اخبار میں قائد ایوان کا اتنا بڑا بیان لگا ہوا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ " ناجائز ذرائع سے حاصل کی جانے والی جائیدادیں ضبط کر لی جائیں گی۔ نشان دہی کرنے والے کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ پنجاب میں معاشرتی برائیوں کے خلاف اپریشن شروع کرنے کا اعلان "جناب سپیکر میں پوچھتا ہوں اور مجھے وہ الفاظ بھی ابھی تک یاد ہیں آپ بے شک پچھلے سال کی ٹیپ منگوا کر سن لیں۔ یہاں پر قائد ایوان نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ ہم ہر محکمہ کے ترقیاتی کام کی ایک ایم بی رپورٹ متعلقہ نمائندے کو بھجوائیں گے اور جب تک اس کو ایم بی رپورٹ وصول نہ ہو وہ certificate نہیں دے گا۔ یہاں مجھے بتایئے کہ اس measurement book کی کوئی ایک کاپی بھی آج تک کسی نمائندے کو موصول ہوئی ہے۔ جس سے عوامی نمائندے کو معلوم ہو یا وہ دیکھ سکے کہ میرے علاقے میں کتنے فیصد ترقیاتی کام ہوا ہے۔ اور کتنے فیصد کام نہیں ہوا ہے۔ جناب سپیکر! کس کس کو آپ روکیں گے میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ کا پیش کیا جانا ایسے ہی ہے جیسے گڈے اور گڈی کی شادی کا معاملہ ہو۔ جس میں نہ گڈا کچھ کر سکتا ہے اور نہ گڈی کچھ کر سکتی ہے۔ اسی طرح اس بجٹ کے آنے کے بعد نہ تو حالات بدل سکتے ہیں اور نہ بدلنے والے یہ چاہتے ہیں کہ ہم حالات کو بدلنے کی کوشش کریں۔ جناب سپیکر! کیا ان کو یہ علم نہیں ہے کہ 12 ارب روپیہ میں سے ساڑھے چار ارب روپیہ کمیشنوں میں چلا جائے گا لہذا میں یہ کہوں گا کہ اگر روکنا ہے تو اس برائی کو روکا جائے اور کیا یہ تمام وزراء اس بات سے آگاہ نہیں ہیں کہ ان کے محکموں میں کیا ہو رہا ہے؟

شیخ محمد طاہر رشید : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب چیئرمین : شیخ صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید : جی ہاں! جناب سپیکر۔

جناب چیئرمین : ارشاد فرمایئے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! سیٹھی صاحب نے گڈی اور گڈے کی باتیں کی ہیں۔ گڈی کی بات سے مجھے یاد آیا اور ان کی تقریر سنتے ہوئے مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے کوئی پرانی روایتی ساس بیٹھی ہوئی اپنی بہو کے گلے کر رہی ہو کہ یہ آٹا گوندھتے ہوئے ہلتی بہت ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ شیخ صاحب! سیٹھی صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب سپیکر: میری وزراء صاحبان سے یہ گذارش ہو گی کہ وہ اپنے محکموں پر کڑی نظر رکھیں اور بعض وزراء جو ہمدرد اور خلوص نیت سے کام کرنے والے ہیں انھوں نے اپنے محکموں کی کارکردگی پر نظر رکھی ہے اور انھوں نے کوشش کی ہے کہ حالات میں بہتری کی صورت پیدا کی جائے۔ میں ان لوگوں سے کہوں گا. جو ملک کی قومی دولت کو اللوں تللوں میں ضائع ہوتے ہوئے اپنے سامنے دیکھتے ہیں۔ کم از کم ان کو یہ سوچنا چاہیے کہ یہ ملک ہمارا ہے اور جس کے لئے جناب شیخ طاہر رشید صاحب نے کہا ہے کہ اس ملک میں ہمارے خون پسینے شامل ہیں اور اس ملک کے ہر ایک باسی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اسی آب و تاب کے ساتھ اور اسی جذبے اور ولولے کے ساتھ جس جذبے کے ساتھ اس ملک کو حاصل کیا گیا تھا کوشش کرے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی ہمیں ناامیدی نہیں ہے کہ اس ملک کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ خلوص نیت کو ساتھ کام کرنے سے ضرور اس ملک کی تقدیر بدلے گی۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ جناب سپیکر اجازت چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ سیٹھی صاحب۔ چودھری حنیف صاحب کیا آپ نے آج نہیں بولنا۔؟

چودھری محمد حنیف: نہیں۔

جناب چیئرمین: ان کے بعد جو رکن اسمبلی صبح absent تھے، میاں محمود الرشید صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ جناب طالب حسین چودھری صاحب تشریف نہیں رکھتے، ملک عطا محمد خان صاحب تشریف نہیں رکھتے ایس اے حمید صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ راجہ محمد بشارت صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! چونکہ یہ معزز ارکان تشریف نہیں رکھتے لہذا مجھے بولنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: جناب شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ حاجی غلام ربانی صاحب؟ آپ ارشاد فرمائیے۔

حاجی غلام ربانی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ

آپ نے مجھے یہاں بات کرنے کا موقع فراہم کیا سب سے پہلے میں اس متوازی بجٹ پر جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیرِ خزانہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کے لئے ایک متوازی بجٹ پیش کیا ہے اس بجٹ میں جو یہ سوشل پروگرام دیا گیا ہے یہ ایک بہت بڑا انقلابی اقدام ہے۔ پنجاب کو گلیاں، نالیاں یا سولنگ دینے سے پنجاب کی تقدیر نہیں بدل سکتی لیکن جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے جو اقدام زمینداروں کے لئے اٹھائے ہیں گو یہ اتنا بڑا اقدام نہیں ہے لیکن پھر بھی اس سے زمیندار طبقے کی حوصلہ افزائی ہو گی اور پنجاب میں سبز انقلاب آئے گا۔ جیسا کہ بار بار ذکر ہوتا رہا ہے کہ کاٹن پالیسی کے تحت اس ملک نے ایک کروڑ 14 لاکھ گانٹھ پیدا کی ہے میں جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے وزیر زراعت اور خصوصاً وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ استدعا کروں گا کہ اس پیداوار کو مزید بڑھایا جائے۔ اس وقت ملک میں ڈیزل کی قلت پیدا ہو چکی ہے اور زمیندار پریشان ہیں۔ پٹرول پمپوں پر در بدر پھر رہے ہیں۔ اور اگر اس کی وجہ سے کپاس کی کاشت بر وقت نہ ہو سکی تو یہ ہدف کہیں بڑھنے کی جائے کہیں کمی کی طرف نہ آ جائے۔ ہمیں یہ چاہیے کہ زیادہ زرمبادلہ کمانے کے لئے کپاس کی فصل کی پیداوار کو بڑھائیں۔ اور محکمہ زراعت کے فیلڈ اسسٹنٹ، زراعت آفیسرز اور تمام عملے کو چوکس کر دیا جائے اور انہیں ہدایت کی جائے کہ وہ زمینداروں کے پاس اور کھیتوں میں جائیں اور وہاں دیکھیں اور اس فصل کی کاشت کی حوصلہ افزائی کریں اور کپاس کی فصل کی کاشت کے لئے بر وقت ڈیزل کی سپلائی مہیا ہونا اشد ضروری ہے ہو سکتا ہے کہ ڈیزل کی یہ کمی کسی کارخانے میں مشینری کی صفائی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو۔ لیکن یہ صفائی بھی کسی مناسب وقت میں ہونی چاہیے تھی۔ اس وقت یہ بہت ضروری ہے کہ فوری طور پر ڈیزل مہیا کر دیا جائے۔ بعض اوقات کھاد کی قلت پیدا ہو جاتی ہے لہذا زمیندار کو کھاد بر وقت مہیا کرنے کے لئے بھی مناسب انتظامات کرنے چاہئیں۔

جناب والا! پولیس کی مد میں جو رقم رکھی گئی ہے وہ میں سمجھتا ہوں ان حالات میں اب بھی ناکافی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس سال ایک سو کی تعداد میں پولیس والوں نے غنڈہ عناصر اور شر پسند عناصر کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے اس کے لئے جناب وزیر اعلیٰ صاحب اور پولیس کے سربراہ مبارکباد کے مستحق ہیں لیکن ساتھ ہی میں یہ کہوں گا کہ جہاں یہ لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں ان میں کالی بھیڑیں بھی ہیں۔ ان کی نشاندہی بھی ہم نے کرنی

ہے پولیس سے ان کالی بھیڑوں کو بھی نکالنا ہے جو حکومت کے لئے اور معاشرے کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں ان کو نکال باہر کرنا چاہیے اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں کہ پولیس کے محکمہ میں ایک محکمہ ایسا بھی ہے جسے پولیس ہائی وے کا نام دیا گیا ہے۔ ان کا کام صرف رشوت، ماہانہ اور بھتہ وصول کرنا ہے۔ میری یہ پنجاب حکومت سے استدعا ہے کہ اسے فوری طور پر ختم کیا جائے اور اسے دوسری پولیس میں مدغم کیا جائے۔ پچھلے دنوں میں نے اخبار میں پڑھا کہ مشرقی پنجاب میں ہائی وے پولیس کو عام پولیس میں مدغم کر دیا گیا ہے۔ میری یہ استدعا ہے کہ اس محکمے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے وہ کون سا نظام ہے جو سڑکات پر چلا رہے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ سڑکات پر کھڑے ماہانہ اور بھتہ وصول کر رہے ہیں۔ اسے فوری طور پر ختم کر دیا جائے اور پولیس میں مدغم کر کے جرائم کی بیخ کنی اور شر پسند عناصر کی سرکوبی کے لیے ان کی بھی ڈیوٹی لگائی جائے۔

جناب والا، میں اس موقع پر وزیر اعظم جناب محمد نواز شریف کے بارے میں بھی بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس وقت انہوں نے غنڈہ عناصر کی سرکوبی کے لئے جو اقدامات اٹھائے ہیں اور بالخصوص جب امن و امان تباہ ہو چکا تھا، ریل گاڑیوں پر بم پھینکے جاتے تھے اور بچوں کو اغوا کیا جاتا تھا۔ معصوم بچوں اور عورتوں کو قتل کیا جاتا تھا اور اس گھر کی تمام پونجی کو اکٹھا کیا جاتا تھا اور لوٹ لیا جاتا تھا اس اقدام کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

جناب والا! اس تقریر کے ذریعے میں اپنے علاقے کے متعلق بھی چند گذارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرا گوجرہ شہر جو کہ ہاکی کی وجہ سے مشہور ہے اور اس وقت تک ہاکی کے تقریباً چالیس کھلاڑی بین الاقوامی ٹیموں میں کھیل چکے ہیں اور اس وقت بھی اس ٹیم میں تین کھلاڑی شامل تھے اور گول کرنے کا سہرہ بھی گوجرہ کے اس سپوت کے سر ہے۔ اس وقت دو کھلاڑی منظور الحسن اور رشید الحسن کپتانی کے فرائض بھی سر انجام دے چکے ہیں۔ لیکن صد افسوس کہ وہ شہر جو ہاکی کے لئے نرسری کی حیثیت رکھتا ہے آج تک سٹیڈیم سے محروم ہے۔ سٹیڈیم کے نام پر کوئی گرانٹ نہیں دی گئی۔ لیکن وہ شہر جنہوں نے کبھی کوئی کھلاڑی پیدا نہیں کیا وہاں سٹیڈیم موجود ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وہ گوجرہ شہر جس کے سینکڑوں کھلاڑی اس ملک کی ہاکی ٹیم میں کھیلتے ہیں اور چالیس کے لگ بھگ بین الاقوامی ٹیموں میں حصہ لے چکے ہیں

آج تک وہ شہر سٹیڈیم سے محروم ہے۔ اس کے علاوہ آج سے دو سال قبل اس وقت کے وزیر اعلیٰ گوجرہ تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے تقریباً دو کروڑ روپے کا اعلان کیا تھا لیکن دو سال گزرنے کے باوجود اس دفعہ اے ڈی پی میں صرف پندرہ لاکھ روپے رکھا گیا ہے جو کہ بالکل ناکافی ہے۔ وزیراعلیٰ پنجاب سے میری درخواست ہے گوجرہ شہر میں 1970ء میں پیپلز پارٹی کے دور میں سیوریج سسٹم قائم ہوا تھا۔ لیکن وہ ایک دن بھی نہ چل سکا اور تمام کا تمام منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا لیکن اب میری استدعا ہے کہ وزیر اعظم پاکستان کی جس گرانٹ کا اعلان کیا گیا ہے اس میں سے کم از کم پچاس لاکھ روپے اس سال میں رکھا جائے تاکہ وہ منصوبہ اپنے تکمیل تک پہنچ سکے۔اس کے بعد جناب والا، میری گذارش یہ ہے کہ میرا حلقہ شہر اور دیہات پر مشتمل ہے کوئی گاؤں ایسا نہیں ہے کہ جس کی آبادی چار یا پانچ ہزار کے لگ بھگ نہ ہو لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ جب کبھی ہم اپنے گرلز پرائمری سکول کو اپ گریڈ کرنے کے لئے لکھتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اس کی feasibility نہیں بنتی۔جب کہ شہروں میں بسنے والے لوگ جن کے سکول کا فاصلہ ایک مربع یا آدھا مربع ہوتا ہے اس کے لئے تو اجازت دے دی جاتی ہے لیکن دیہاتی لوگوں کا کیا قصور ہے ان کی بچیاں ایک یا ڈیڑھ میل تک تعلیم حاصل کرنے کے لیے پیدل جاتی ہیں۔میں وزیراعلیٰ سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ چکوک جو چار پانچ ہزار کی آبادی پر مشتمل ہیں، ان کو فوری طور پر ہمارے تعمیر وطن پروگرام سے جہاں سکول مہیا کرنے کے لئے لکھیں تو اس کی feasibility مہیا کر دینی چاہیے۔ میرے خیال میں ہم نے چار سکولوں کے لیے لکھ دیا تھا لیکن ہمیں یہی جواب دیا جاتا ہے کہ feasiblity نہیں بنتی۔ آٹھ کلومیٹر کے فاصلے کے اندر ہم کسی سکول کو اپ گریڈ کرنے کی منظوری نہیں دے سکتے۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم سے کہوں گا کہ ہمارے اس مسئلہ کو فوری طور پر حل کیا جائے تاکہ اس علاقے کی بچیاں زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکیں۔آخر میں جناب وزیر اعلیٰ اور جناب وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے زمینداروں کے لئے جو انقلابی قدم اٹھایا ہے اس میں مزید رقم مہیا کر کے زمینداروں کی بھلائی کے لئے رکھیں تاکہ زرمبادلہ کما کے اس ملک کی خدمت ہو سکے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ ملک مقروض ہے یہ قرضہ اسی صورت میں اتارا جا سکے گا جب ملک میں زرعی انقلاب پیدا ہو گا۔اور زرمبادلہ صحیح معنوں میں کمایا جا سکے گا۔

جناب چیئرمین : شکریہ آج کی کارروائی کا اختتام ہوتا ہے۔اجلاس پرسوں بروز ہفتہ چار بجے شام تک کے لئے ملتوی ہوتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس ہفتہ 20جون 1992ء4بجے شام تک کے لئے ملتوی ہو گیا۔)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس)

ہفتہ، 20- جون 1992ء

(شنبہ، 18- ذوالحجہ 1412ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 4 بج کر 40 منٹ پر شام منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً

حَسَنَۃً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً یَّکُنْ

لَّہٗ کِفْلٌ مِّنْھَا وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ۝ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ

بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَآ اَوْ رُدُّوْھَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی

کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ۝ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ

الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ۝

سورۃ النساء آیات 85 تا 87

جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو (اسکے ثواب) میں سے حصہ ملے گا۔ اور جو بری بات کی سفارش کرے اس کو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا۔ اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہےO اور جب تم کو کوئی دعا دے تو (جواب میں) بھی اس سے بہتر (کلمے) سے (اسے) دعا دو یا انہیں لفظوں سے دعا دو۔ بیشک خدا ہر چیز کا حساب لینے والا ہےO خدا (وہ معبود برحق ہے) کہ اس کے سوال کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کریگا۔ اور خدا سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے؟

وما علینا الا البلاغO

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ رانا اکرام ربانی صاحب تشریف نہیں رکھتے؟

سید چراغ اکبر شاہ: جناب والا! رانا صاحب کی طبیعت خراب ہے ان کی تحریک استحقاق کو مؤخر کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: درست ہے ملک محمد دین صاحب کی بھی ایک تحریک استحقاق مؤخر ہے سردار امجد حمید خان دستی کی تحریک استحقاق ہے۔ سردار صاحب آپ تحریک استحقاق پیش کرنا چاہیں گے؟ تحریک استحقاق نمبر 46 ہے۔

ایم-پی-اے- ہوسٹل کی اراضی پر قبضہ گروپ کا ناجائز قبضہ

سردار امجد حمید خان دستی: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اخبارات میں یہ خبر آچکی ہے کہ قبضہ گروپ نے جہاں عام غریب آدمی کا جینا محال کر رکھا ہے اب ان کے حوصلے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے گورنمنٹ پنجاب کی اراضی جس پر اب ایم-پی-اے- ہوسٹل بن رہا ہے پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے حالانکہ انہیں کسی عدالت سے ایسا کرنے کا اختیار نہیں ملا۔ یہ اراضی کروڑوں روپے کی مالیت کی ہے۔ قبضہ گروپ کے اس عمل سے گورنمنٹ، اور وہ ادارہ جس سے گورمنٹ اختیار حاصل کرتی ہے کی سخت بدنامی ہوئی ہے بلکہ ایم-پی-ایز کی جن کے لیے یہ ہوسٹل بن رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے نہ صرف اسمبلی بلکہ اسمبلی کے تمام ممبران کا استحقاق مجروح ہوا ہے کہ بد قماش لوگ حکومت اور اسمبلی کی جائیداد کی بھی کوئی حفاظت نہیں۔

اس کو فوری پر اسمبلی کی کارروائی معطل فرما کر اس پر بحث کی اجازت دی جائے تاکہ یہ استحقاق کمیٹی کے سپرد ہو کر اس کا ازالہ ہو سکے۔

جناب والا! گزارش یہ ہے کہ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے قبضہ گروپ نے خاص طور پر لاہور میں.....

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! سردار امجد حمید خان دستی نے اپنی تحریک استحقاق میں یہ استدعا کی ہے کہ اسمبلی کی کارروائی کا معطل فرما کر اس پر بحث کی اجازت دی جائے۔ جناب والا! یہ الفاظ تو تحریک التوائے کار میں ہوتے ہیں۔ تحریک استحقاق میں تو یہ الفاظ نہیں آتے۔

جناب سپیکر: موہل صاحب! دستی صاحب سے تھوڑا سا الفاظ کا ہیر پھیر ہو گیا ہے۔ وہ تحریک استحقاق ہی پیش کرنا چاہتے تھے۔

سردار امجد حمید خان: شکریہ۔

سردار امجد حمید خان دستی : گزارش یہ ہے کہ موہل صاحب اور ممبران اسمبلی کو جس طرف توجہ دینی چاہیے وہ یہ ہے کہ قبضہ گروپ نے لاہور میں لوگوں کی زندگی حرام کر دی، جینا حرام کردیا' اور جہاں چاہتے ہیں قبضہ کر لیتے ہیں قبضہ کر لیتے ہیں۔ ان کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے ایم پی اے ہوسٹل کی اراضی پر بھی قبضہ کرنے کا حوصلہ پیدا کرلیا ہے۔ اس سے نہ صرف ہوسٹل کی اراضی پر ناجائز قبضے کا یا کسی محکمے کی غفلت کی سوال پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ اس ضمن میں مجھے خیال آتا ہے کہ اگر کوئی جرم ہوتا ہے تو تھانیدار آپس میں لڑتے ہیں کہ یہ چار انچ مغرب کی طرف ہے دوسرا تھانیدار کہتا ہے کہ یہ مشرق کی طرف ہے۔لہٰذا وہ اس جرم کو ناپنا شروع کر دیتے ہیں کہ کس کے علاقے میں سرزد ہوا۔ اور اس طرح سے جرم کی طرف خیال نہیں جاتا کیونکہ وہ اس کی ناپ تول میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس معاملے کو commu-nication and works اور اسمبلی کے درمیان prestige کا سوال نہ بنایا جائے کہ یہ اسمبلی کا communication and works کا معاملہ ہے۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ ساری گورنمنٹ کی بدنامی کا باعث ہے۔یہ سارے ایم پی ایز کی بدنامی کا باعث ہے۔کہ ایک آدمی اتنی جرأت کر کے ایم پی اے ہوسٹل کی زمین پر قبضہ کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ اور اگر گورنمنٹ اپنی اراضی کی' اپنی جگہ کی حفاظت نہیں کر سکتی تو پھر لوگوں کے دلوں سے حکومت کی عزت' وقار اور مقام ختم ہو جائے گا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آئے گا کہ جب حکومت ہی اپنی جائیداد کی حفاظت نہیں کر سکتی تو عام آدمی کی جائیداد کی وہ کیا حفاظت کرے گی۔ میں یہ عرض کروں گا کہ میں نے ایک دفعہ میٹنگ میں گزارش کی تھی اور اب بھی آپ کے سامنے کہتا ہوں۔ یہ مسز تھیچر کا مقولہ ہے۔ کہ:

When you want a speech, ask a man;

if you want an action, ask a woman.

I want the Punjab Government to be "woman" to take action in this matter and not go after the speeches.

اور اس طرح سے ہماری عزت بحال ہے۔ ورنہ کسی کی بھی محفوظ نہیں ہے' کسی کی جائیداد محفوظ نہیں ہے۔ تو اس لیے ممبران اسمبلی کی خدمت میں گزارش کروں گا جو بدمعاش ہیں' وہ جتنے بھی اونچے ہیں' ان کے جتنے بھی powerful لوگوں سے مراسم ہیں' اس کا خیال نہ کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب' سپیکر صاحب مزید مواصلات و تعمیرات، آئی جی' یہ سارے اس میں حصہ لیں' سارے اس میں غور فرمائیں اور اس جائیداد کو محفوظ کریں۔ میں ممبران کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ وہ میری اس گزارش کو نوٹ فرمائیں اور تعاون کریں شکریہ۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: تو اس تحریک کے بارے میں لاء منسٹر کچھ فرمائیں گے؟

چودھری محمد فاروق :جناب والا! یہ مسئلہ کمیٹی کے میں بھی زیر بحث ہے ایک ممبر کی حیثیت سے اگر مجھے اجازت دی جائے تو کچھ عرض کروں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب کرنل صاحب اس پر اظہار خیال فرما لیں۔پھر مناسب سمجھا گیا تو آپ کو کہیں گے کہ آپ اس بارے میں ہاؤس کو assist کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! معزز رکن نے تحریک استحقاق کے ذریعے اس ایوان کی توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے۔ کیونکہ وہ Estate land مقبوضہ commu-nication and works تھا۔ اس لیے میں اس تحریک استحقاق کے متعلق چند حقائق ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! ایک شخص بلال حسین ولد معراج دین نے ایم پی اے ہوسٹل سے متصل ایک کینال تین مرلے زمین مارچ 1990 ء میں قبضہ کرلیا۔ اس جگہ پر ایک پرانا ٹیوب ویل کا چیمبر تھا جسے گرا کر اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ متعلقہ ایس ڈی او بلڈنگ نے اس واقعہ کی رپورٹ فوری طور ایس ایچ او قلعہ گوجر سنگھ کو دی۔اس سے پہلے کہ پولیس کوئی کارروائی کرتی اس قابض نے بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے خلاف سول جج لاہور کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور کہا کہ وہ اس زمین کا مالک ہے۔ لیکن بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کی مناسب پیروی سے عدالت نے مورخہ 18 مارچ 1990 ء کو یہ مقدمہ خارج کر دیا۔اس فیصلے کے خلاف بلال حسین ولد معراج دین نے ایڈیشنل سیشن جج

کی عدالت میں اپیل دائر کردی جو کہ مورخہ 23-4-1990 کو خارج کردی گئی۔اور عدالت نے بلال حسین کو ناجائز قابض قرار دے دیا۔اس پر ڈپٹی کمشنر لاہور سے التجا کی گئی کہ زمین خالی کروائی جائے۔ڈپٹی کمشنر نے علاقہ مجسٹریٹ طارق محمود کی ڈیوٹی لگائی جس نے متنازعہ جگہ کا معائنہ کیا اور پولیس فورس کے ذریعے متنازعہ جگہ خالی کروانے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس کے بعد کچھ نہ ہوا۔ بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے ایکس ای این نے کئی دفعہ ضلعی انتظامیہ سے درخواست کی لیکن مقامی انتظامیہ نے اس میں کوئی مدد نہ کی یا اس میں تساہل کا مظاہرہ کیا۔ تو سپرنٹینڈنٹ انجینئر نے ہاؤس کی میٹنگ میں مورخہ 26-2-1992 کو یہ مسئلہ اٹھایا۔ اس پر ملک نصیر احمد مجسٹریٹ کو متنازعہ جگہ خالی کروانے کے لیے کہا گیا جنہوں نے 30-3-1992 کو ایس ڈی او بلڈنگ کے ہمراہ جگہ کا معائنہ کیا اور 16-4-1992 کو جگہ خالی کروانے کا وعدہ کیا۔لیکن اس تاریخ کو جب علاقہ مجسٹریٹ مع ایس ڈی او بلڈنگ پولیس فورس اور لیبر کے ہمراہ جگہ خالی کروانے کے لیے موقع پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص جان محمد نامی اس جگہ پر قابض ہے جس نے permanent transfer deed اور مستقل stay order جو کہ مسٹر فاروق الطاف سول جج نے اس کے نام جاری کیے تھے دکھایا۔اس پر علاقہ مجسٹریٹ جگہ خالی کروائے بغیر واپس آگیا۔پتہ چلا ہے کہ جان محمد نے محکمہ محالیات پنجاب سے P.T.D. لینے کے بعد اے ڈی سی (جی) کینٹ ،تحصیلدار کینٹ اور علاقہ پٹواری کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور عدالت نے اس کے حق میں مورخہ 22-2-1992 کو فیصلہ کر دیا۔اس مقدمہ میں بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے کسی ملازم کو پارٹی نہیں بنایا گیا اس لیے محکمہ کو اس کارروائی کے متعلق علم نہ ہے۔ یہ مسئلہ اسمبلی کی ہاؤس کمیٹی کی میٹنگ میں مورخہ 8-6-1992 کو پیش ہوا۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ عدالت سے فوری رجوع کیا جائے۔ اور جو ڈگری جان محمد کے حق میں ہوئی ہے اسے خارج کروایا جائے۔اور اس سلسلے میں بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ اور محکمہ مال دونوں ضروری کارروائی کریں۔چنانچہ بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ نے اپنے Solicitor Department سے اپنی چٹھی مورخہ 10 جون 1992 ء کے ذریعے رجوع کیا تاکہ ہاؤس کمیٹی کی ہدایت کے مطابق عدالتی کارروائی کے ذریعے قبضہ حاصل کیا جاسکے۔

جناب سپیکر! قطع نظر اس بات کے کہ یہ تحریک' تحریک استحقاق کے زمرے میں آتی ہے یا نہیں لیکن اس میں چند حقائق اس قسم کے سامنے آئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی

کسی بھی سطح پر through investigation ہونی چاہیے۔ کہ جن لوگوں نے اس سلسلے میں سستی کی ان کے ساتھ مناسب قانونی کارروائی کی جائے۔ مثال کے طور پر ایس ڈی او متعلقہ نے ایس ایچ او قلعہ گوجر سنگھ کو بر وقت رپورٹ کی اور اس نے اس پر کوئی کارروائی نہ کی۔ انتظامیہ نے روایتی سستی کا مظاہرہ کیا اور اس وقت کے قابض سے ناجائز قبضہ نہ چھڑا سکی۔ بلال حسین اچانک سین سے غائب ہو جاتا ہے اور جان محمد نکل آتا ہے جو کہ محکمہ مالیات سے P.T.D حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ پھر نہ صرف یہ کہ اس شخص نے محکمہ مالیات سے permanent transfer deed حاصل کر لیا بلکہ اس نے اے ڈی سی (جی) متعلقہ' تحصیل دار متعلقہ اور پٹواری متعلقہ کے خلاف عدالت میں دعویٰ بھی کیا اور ان کو پارٹی بنایا۔ لیکن ان تینوں اشخاص نے عدالت میں حاضر ہو کر محکمے کی پیروی نہیں کی' اس لیے وہ یک طرفہ degree لینے میں کامیاب ہو گئے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں جن سرکاری افسران نے بھی سستی کی ہے اور اس طرح غاصب لوگوں کو موقع فراہم کیا ہے کہ وہ سرکاری زمین پر قبضہ کر لیں' اس کے متعلقہ یقیناً کسی اعلیٰ سطح پر انکوائری ہونی چاہیے اور جو لوگ اس قسم کی سستی کا شکار پائے جائیں' ان کے خلاف مناسب قانونی کارروائی ہونی چاہیے۔ جہاں تک محکمہ communication and works کا تعلق ہے' میں سمجھتا ہوں کہ محکمہ C & W نے بر وقت کارروائی کی۔ دو مقدمات میں اس محکمے کو پارٹی بنایا گیا۔ انہوں نے پیروی کی۔ جونہی ایس ڈی او متعلقہ کے علم میں یہ بات آئی کہ وہ قابض ہے' اس نے تھانے میں رپورٹ کی اور انتظامیہ کی طرف رجوع کیا۔ چونکہ یہ زمین ان کے قبضے میں تھی' محکمہ سی اینڈ ڈبلیو نے بر وقت ایکشن لیا لیکن انتظامیہ کے افسران' محکمہ مالیات اور پولیس کی طرف سے جو سستی ہوئی ہے' اس کے متعلق مکمل طور پر تحقیقات ہونی چاہیے تاکہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ مناسب سلوک کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: کرنل صاحب! یہ جگہ کون سی ہے اور کتنی اراضی ہے جس پر قبضہ ہوا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جو نیا ایم پی اے ہاسٹل بن رہا ہے' یہ اس سے متصل ہے اور وہ زمین ایک کنال تین مرلے ہے۔

جناب سپیکر: ایک تو وہ جگہ ہے جہاں ابھی تک کچھ سرکاری ملازمین بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور

ان کے لیے متبادل جگہ کا بندوبست ہو رہا ہے۔ ایک تو ان سرکاری ملازمین کے کوارٹر تھے' کچھ لوگوں کے تھے جن کے لیے متبادل جگہ کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ اور متبادل کوارٹرز بن بھی چکے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ لوگ ان میں شفٹ ہو رہے ہیں۔ ایک تو وہ جگہ ہے۔ یہ اس کے علاوہ جگہ ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : یہ اس کے علاوہ جگہ ہے اور میں نے عرض بھی کیا ہے کہ وہاں ہمارا ایک پرانا ٹیوب ویل تھا۔ اس کو گرا کر وہاں پر قبضہ کیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی ہے۔

جناب سپیکر: ٹیوب ویل کو گرا کے وہاں جگہ پر قبضہ کیا گیا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : وہ پرانا ٹیوب ویل تھا۔ وہ بند تھا۔ لیکن وہاں ہمارا کچھ struc-ture سا تھا۔

جناب سپیکر: ٹیوب ویل C & W Deptt. کا تھا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جی ہاں۔

جناب سپیکر: تو وہاں structure سا بنا ہوا تھا' اس کو demolish کیا گیا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : اس کو demolish کر کے پہلے بلال حسین قابض ہوا۔ پھر رپورٹ کی گئی۔ رپورٹ پر کوئی خاص ایکشن پولیس کی طرف سے نہ ہوا۔ جب پولیس میں رپورٹ کی گئی تو وہ شخص عدالت میں چلا گیا۔ عدالت میں پھر محکمے نے پیروی کی تو آخر میں مقدمہ خارج ہوا۔

جناب سپیکر: انہوں نے قبضہ کب کیا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات :یہ 1990ء کی بات ہے۔

جناب سپیکر: اس سے پہلے ان کا کوئی قبضہ نہ تھا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : اس سے پہلے قبضہ نہیں تھا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں بحیثیت ممبر ہاؤس کمیٹی ان حقائق سے واقف ہوں اور میں وہ حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میں آپ کو زحمت دوں گا۔ آپ سے پہلے ہاؤس کمیٹی ممبر کی حیثیت سے چودھری فاروق صاحب کہہ چکے ہیں کہ وہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ یہ common interest کی بات ہے' میں انہیں کہوں گا کہ وہ بات کریں۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں یقیناً اس تحریک کی admissibility پر بات نہیں کرنا چاہتا۔ میں واقعات کے بارے میں ہی عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ ہاؤس کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے جو کچھ جانتے ہیں' وہ ارشاد فرمائیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! یہ اراضی ایک کنال تین مرلے نہیں' بلکہ چار کنال کے لگ بھگ ہے۔الفلاح بلڈنگ کے پاس جو مسجد بنی ہوئی ہے اس کے ساتھ ریسٹورنٹ نما اور کھوکھا نما چند structures بنے ہوئے ہیں' یہ بھی آپ کی صوبائی حکومت کی اراضی ہے۔ ایم پی اے ہاسٹل سے متعلقہ اراضی جس کے بارے میں تحریک استحقاق آئی ہے یہ اسی اراضی کی بات ہو رہی ہے۔ یقیناً صورت حال یہی ہے کہ ہماری ہاؤس کمیٹی نے اس سال کے آغاز میں .C & W Deptt کے ایکسئین سے استفسار کیا' انہوں نے نشان دہی کی۔ اور آج ایوان میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ C & W کے ایکسئین نے مسلسل تعاون کیا اور ان کے محکمے نے انتظامیہ کو بار ہا لیٹر لکھے اور انتظامیہ کی طرف سے کسی وقت' کسی لمحے بھی ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا گیا۔ ریونیو ڈیپارٹمنٹ نے مسلسل عدم توجہی کا ثبوت دیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سرکاری اراضی کو قبضے سے بچانے کے بجائے مہلت دے کر یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اس اراضی پر اپنا قبضہ مضبوط بنا لیں۔ جناب سپیکر! 26-2-1992 کو جب ہاؤس کمیٹی نے .C&W Deptt کی ساری گزارشات سننے کے بعد لکھا تو اس نتیجہ یہ ہوا کہ انتظامیہ نے 92-2-26 کے بعد 30 مارچ 92 کو کہیں جاکر جگہ کا معائنہ کیا مطلب یہ ہے کہ تقریباً ایک مہینہ تساہل سے کام لیا گیا۔ اور جب انہوں نے معائنہ کیا تو اس کے بعد قبضہ کرنے والی پارٹی نے ان سے وقت لے لیا کہ اپریل تک یہ جگہ خالی نہیں کریں گی اور اس کے بعد خالی کریں گے۔ جب مجسٹریٹ صاحب وہاں 16۔ اپریل کو گئے تو انہیں فراہم کیا جاتا ہے کہ ہم نے حکم امتناعی حاصل کر لیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ انتظامیہ کی ملی بھگت کے ذریعے حکم امتناعی لیا گیا۔ اور جیسا کہ کرنل صاحب نے ابھی ایوان میں بتایا' اصل صورت حال یہ ہے کہ اس قبضہ کرنے والی پارٹی نے تحصیل دار' پٹواری اور اے ڈی سی(جی) کے خلاف سول کورٹ میں کیس کیا اور سول کورٹ میں ان افسران کی جانب سے کوئی ذمہ دار شخص پیش نہیں ہوا۔ ظاہر ہے' تحصیل دار کو بھی نوٹس serve ہوا ' اے ڈی سی کو بھی نوٹس serve ہوا اور پٹواری کو بھی اس میں پارٹی بنایا گیا۔ لیکن جناب سپیکر! وہاں پر دو کلرک پیش ہوتے ہیں۔ ایک تاریخ پر

ایک کلرک جاتا ہے اور دوسری تاریخ پر وہ بھی پیش نہیں ہوتا۔ اس طریقے سے یک طرفہ یہ degree ہوئی اور اس کے بعد ہاؤس کمیٹی نے اس کا نوٹس لیتے ہوئے لاء ڈیپارٹمنٹ کو بھی گزشتہ میٹنگ میں بلایا اور انتظامیہ سے بھی کہا گیا۔ ہاؤس کمیٹی نے انہیں 10۔جون کا نوٹس دیا تھا کہ اس stay order کو خارج کرائیں اور اس اراضی کو خالی کرائیں۔ جناب سپیکر! صورت حال یہ ہے کہ اس سے قبل جب civil suit چلتے رہے ہیں تو اس وقت صرف دس مرلے اراضی کا فیصلہ پنجاب گورنمنٹ کے حق میں ہو سکا ہے۔ باقی اراضی کا فیصلہ اس لیے پنجاب گورنمنٹ کے حق میں نہیں ہوا کہ انتظامیہ اور ریونیو ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے حکومت کے لیے بچانے کی کوشش قطعاً نہیں کی گئی۔ میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گا کہ بے شک یہ بات تلخ ہے۔ لیکن یقیناً ان دونوں محکموں کے افسران نے ملی بھگت کے ذریعے' متعلقہ پارٹیوں سے مل کر اس کا قبضہ ناجائز قابض کے حوالے کیا۔ جناب سپیکر! یہاں کی اراضی کی value ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ روپے فی مرلہ کے حساب سے بنتی ہے۔ اگر اس سے کوئی رابطہ نہ ہو تب بھی یہ value بنتی ہے۔ اور وہ علاقہ جو اسمبلی سے متصل ہو اور اسمبلی سے متصل ہوسٹل کے ساتھ جو رقبہ ہے اس کی قیمت تو دو لاکھ روپے مرلہ بھی نہیں۔ یہ جگہ تو دس لاکھ روپے فی مرلہ فروخت کی جائے تو لوگ لینے پر تیار ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی مہنگی اراضی کو اس طرح ہاتھوں سے چلے جانے دینا' یہ حکومت کے ساتھ بھی ظلم کیا گیا ہے اور ہماری اسمبلی کا مذاق اڑانے کے مترادف بھی یہ بات ہے۔ اور جناب سپیکر! بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ میں اس تحریک کے بعد ایک اور بات بھی آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ Duty Free Shops کے سامنے جو Green Belt پڑی ہوئی ہے وہ یقیناً اسمبلی کے یا اس کی مستقبل کی کسی عمارت کے لیے استعمال میں آ سکتی ہے۔ جناب سپیکر! اگر آپ نوٹس لیں اور معلومات لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں پر tent لگے ہوئے ہیں' وہاں پر جو کھوکھا نما جگہیں بنی ہوئیں ہیں اور وہاں پر جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' انہوں نے وہاں پر ٹیلی فون کنکشن حاصل کیے ہوئے ہیں۔ آپ کی اسمبلی کی اور آپ کے صوبے کی جگہ پر وہ غیر قانونی طور پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ وہاں پر دکان داری بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن انہوں نے وہاں پر کھوکے بنائے' ٹینٹ لگائے اور اب انہوں نے وہ وہاں پر ٹیلی فون بھی نصب کروا لیے ہیں۔ جناب سپیکر! جب ان سے مزید پانچ دس سال رعایت برتی جائے گی

اور آج بھی ممکن ہے کہ جب آپ ان کے خلاف ایکشن لینا چاہیں تو وہ کورٹ میں چلے جائیں کہ ہم تو اس اراضی پر اتنے عرصے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم تو قابض ہیں۔ اس لیے یہ جگہ تو ہماری ہے۔ ہمیں یہاں سے ناجائز طریقے سے بے دخل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ اس اراضی کو بچایا جائے۔ اس کے لیے آپ انتظامیہ کو آگاہ کریں اور تحریک کے ساتھ جس نئی جگہ کی میں نے نشاندہی کی ہے اس کا بھی نوٹس لیا جائے اور اس کو خالی کروانے کے لیے بھی کوشش کی جائے۔

جناب سپیکر: فاروق صاحب! جس دوسری اراضی کا آپ نے ذکر کیا ہے جو duty free shop کے سامنے ہے وہ پنجاب اسمبلی کی اراضی نہیں ہے۔ وہ صوبائی حکومت کی اراضی ہے۔ پنجاب اسمبلی کوشش کر رہی ہے۔ اس وقت لاہور میونسپل کارپوریشن نے اس کو manage کیا ہوا ہے۔ اور انہوں نے کوئی green belt یا children park بنائی ہوئی ہے۔ پنجاب اسمبلی کی طرف سے یہ پیش کیا گیا ہے کہ وہ اراضی ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہاں پنجاب اسمبلی کے شایان شان باغات develop جائیں۔ اس کو پنجاب اسمبلی اپنی تحویل میں لینا چاہتی ہے۔ relevant quarters سے رابطہ کیا گیا ہے۔ لیکن ابھی تک وہ پنجاب اسمبلی کی تحویل میں نہیں ہے۔ جب ہماری تحویل میں آجائے گی تو پھر ہم اس بات کا بندوبست کریں گے کہ وہاں کوئی غیر قانونی قابضین موجود نہ ہوں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے یہ بڑی اچھنبے کی بات ہے۔ کرنل صاحب نے اس کا ذکر کیا۔ چودھری فاروق صاحب نے اس کا ذکر کیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کو گورنمنٹ level پر take up کرنا چاہیے۔ وزیر مال صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں اور وزیر قانون صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بہت بڑی زیادتی کی بات ہی اور اس کو personal level پر take up کریں۔ خاں صاحب! اس کا کوئی بندوبست فوری طور پر ہونا چاہیے۔

وزیر مال: (جناب محمد ارشد خان لودھی) جناب والا اس سلسلے میں میرے فاضل دوست جواب تو رہے تھے لیکن میں اس میں کوئی تفصیل نہیں سمجھ سکا۔ اگر کوئی واقعی ایسی بات ہے تو میں personal level پر اس کو take up کروں گا. I will sort it out.

جناب سپیکر: خان صاحب اس میں آپ یہ کر سکیں گے کہ آپ اس کی باقاعدہ اپنے محکمے

کی میٹنگ بلائیں جس میں کرنل صاحب بھی شامل ہوں اور آپ اس کو دیکھیں اور اس کو resolve کریں اور پنجاب گورنمنٹ کی اراضی جو پنجاب اسمبلی ہوسٹل کے ساتھ ملحق ہے۔ اس کا قبضہ جلد از جلد واپس کیا جائے۔

وزیر مال: جناب والا آپ کے حکم کے مطابق میں یہ سب کچھ کروں گا لیکن یہ معاملہ چونکہ دو محکموں کے درمیان تھا اور شائد اس کی پیروی نہ ہو سکی ہو لیکن آپ کے حکم کے مطابق میٹنگ بلائیں گے۔ ان کو شامل کریں گے اور اس مسئلے کو انشاء اللہ حل کریں گے۔

جناب سپیکر: خاں صاحب! اس سیشن کے دوران آپ کر سکیں گے۔

وزیر مال : جناب والا! پانچ چھ روز میں ہم میٹنگ بلا لیں گے۔

جناب سپیکر: جی بہت اچھا ۔ ڈاکٹر صاحب! اس پر آپ مزید بات کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا میں سمجھتا ہوں کہ کچھ حقائق ایسے ہیں جو ابھی بیان نہیں کیے گئے چودھری فاروق صاحب نے اس اراضی کے بارے میں آپ کو بڑی تفصیل کے ساتھ بتایا ہے لیکن چونکہ یہ مسئلہ دو تین مرتبہ ہاؤس کمیٹی میں آیا ہے اور ہم نے پوری اور بھرپور کوشش کی ہے کہ کسی طرح اس جگہ کو خالی کرانے کے بعد وہاں ser-vant quarters یا ڈرائیورز کے لیے مکانات تعمیر کر سکیں ۔تاکہ یہ جو نیا ہوسٹل بن رہا ہے اس میں آسانی پیدا ہو جائے۔ لیکن میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الفلاح بلڈنگ کے بالکل پیچھے الفلاح سینما ہے اس کو لیز پر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ جو ایک کنال آٹھ مرلے کی گرین اراضی ہے اس پر ناجائز قابضین بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اس کے بعد مجھے نہایت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ کی کروڑوں روپے کی جائیداد ملی بھگت سے ہزاروں یا لاکھوں روپے لےکر بانٹ دی جاتی ہے اور ان کے حوالے کر دی جاتی ہے یہاں وزیر موصوف نے یہ کہا کہ پی ٹی ڈی حاصل کیا گیا ہے کورٹ کا فیصلہ ہماری پچھلی میٹنگ میں آیا ہے کہ وہ پی ٹی ڈی بالکل بوگس ہے ۔ قابضین کے پاس نہ کوئی مالکانہ حقوق ہیں نہ ان کے پاس کوئی شواہد ہیں نہ کوئی کاغذات اور دستاویزات ایسی ہیں جن کی بنیاد پر وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمیں یہ اراضی ملی ہے اور نہ ہی وہ کرایہ دیتے ہیں کرایہ بھی اگر دیتے ہیں تو وہ الفلاح بلڈنگ والے ہڑپ کر جاتے ہیں اب ہمیں نئے ہوسٹل کے ساتھ اس جگہ کی

ضرورت ہے تاکہ ہم وہاں اپنے کوارٹرز بنا سکیں۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ یہ جو لاپرواہی گورنمنٹ کی طرف سے ہوئی ہے اور یہ ایک جگہ یا دو جگہوں پر نہیں ہے بلکہ پنجاب میں ایسی ہزاروں جگہیں ہیں جہاں گورنمنٹ کا مال ہے گورنمنٹ کی پراپرٹی ہے لیکن ان پر ناجائز قابض ملی بھگت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور اس کے بعد جب ہم ازالے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو کوئی ازالہ نہیں ہوتا۔ تین میٹنگوں میں متعلقہ افسران کو بلایا گیا۔ محکمہ مال کو بلایا گیا اور دوسرے حضرات کو بلایا گیا لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ سب نے یہ کہا ہم بے بس ہیں اور یہ ہمارے اختیار سے باہر ہے کہ ہم کوئی چارہ جوئی کر سکیں۔ میری صرف گزارش یہ ہے کہ ہمیں گورنمنٹ کے افسران' وزراء اور اس کے بعد سیکرٹری ہونے کے ناتے سے پوری طرح یہ علم میں آنا چاہیے کہ کون سی جگہ اور کہاں کہاں قابضین بیٹھے ہیں اور کس طرح انہیں خالی کرایا جائے۔ ہمیں دکھ ہونا چاہیے ہمیں احساس ہونا چاہیے کہ یہ کروڑوں روپے کی جگہ کس طرح لوگوں نے ہڑپ کی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میرے خیال میں ہم اس پر کافی بات کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! میری صرف آخری گزارش یہ ہے کہ اس کو آپ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیجئے۔ اور اس کی باقاعدہ تحقیقات کروایئے کہ اس میں کون لوگ ذمے دار ہیں اور اس میں جو لوگ ذمہ دار ہیں اور اس میں ملوث پائے جاتے ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب! میرے خیال میں اس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! میں ایک دو باتیں اس لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اراضی میرے حلقے میں واقع ہے۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب! آپ اس میں ہاؤس کمیٹی کے ممبر ہیں؟

جناب فرید احمد پراچہ: نہیں جناب میں ہاؤس کمیٹی کا ممبر نہیں ہوں لیکن یہ اراضی میرے حلقے میں ہے۔

جناب سپیکر: تو کوئی بات نہیں پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! یہ اس طرح نہیں ہو سکے گا جب تک یہاں وہ

افراد جو بہت ہی بااثر ہیں اور جن کی سرپرستی میں یہ قبضے ہو رہے ہیں اور یہ وزیراعظم صاحب کا بھی حلقہ ہے۔ ان کے عزیز و اقارب ہیں۔ جب تک آپ ان سے رابطہ نہیں کریں گے یہ قبضے خالی نہیں ہوں گے اس لیے اگر آپ اس کو مد نظر رکھیں گے تو پھر یہ قبضے خالی ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میرے خیال میں اس پر کافی تفصیل کے ساتھ بات ہو چکی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ طاہر رشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر۔ یہ جناب وزیراعظم صاحب کا حلقہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ پراچہ صاحب کا بھی حلقہ ہے۔ وزیراعظم صاحب کی مشاورت اس کے اندر شامل ہے تو کیا محترم پراچہ صاحب کی مشاورت تو اس کے اندر شامل نہیں ہے؟

جناب سپیکر: اس میں پراچہ صاحب نے وزیراعظم صاحب کی مشاورت شامل ہونے کی بات نہیں کی۔ آپ خوامخواہ ایسی بات کررہے ہیں۔ شیخ صاحب! بعض دفعہ کسی دوست کی دوستی کو بڑی سمجھداری کے ساتھ نبھانا ہوتا ہے۔ انہوں نے اس میں وزیراعظم کی کوئی ایسی بات نہیں کی ہے جو قابل اعتراض ہو۔

وزیر مواصلات و تعمیرات (کرنل (ریٹائرڈ) محمد یامین) جناب والا آپ نے بڑی مہربانی فرماتے ہوئے وزیر مال صاحب اور مجھے یہ حکم دیا کہ اس کی چھان بین کریں۔اس سلسلے میں اسمبلی ہاؤس کمیٹی دو میٹنگز کر چکی ہے وہ حالات و واقعات سے زیادہ آگاہ ہے۔ہمیں اس کمیٹی میں co-opt کر دیا جائے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ چھان بین اسی کو کرنی چاہیے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب ہوگا کہ ہم اس تحریک استحقاق کو pending کر لیتے ہیں اور by the time وزیر مال صاحب اور آپ اس کمیٹی میں شامل ہو جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی تجویز بڑی معقول ہے کہ ہاؤس کمیٹی کی میٹنگ وزیر مال صاحب اور آپ شامل ہو کر متعلقہ لوگوں کو بلوا کر آپ اس بات کو thrash out کریں اور یہاں on the floor of the house وزیر مال صاحب اور آپ ہاؤس کو اعتماد میں لیں کہ اس سلسلے میں آپ نے کون سے اقدامات اٹھائے ہیں۔جس سلسلے میں یہ سرکاری اراضی illegal occupants سے خالی کرائی جا سکے۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! کل دو بجے میٹنگ ہے اور اس مسئلے کو بھی زیر بحث لایا جانا ہے۔

جناب سپیکر: خان صاحب! یہ بات درست ہے؟

وزیر مال: جناب والا گزارش یہ ہے کہ وہ تو اچھی بات ہے کہ ہم اس کمیٹی میں جائیں گے جس قسم کی ہمارے دوست بات کررہے ہیں کہ افسران نے اس کی پیروی نہیں کی اور اس پر عمل نہیں کیا اور جان بوجھ کر اسے موقع دیا گیا۔ اس پر پھر جناب اگر مجھے اجازت دیں تو ایک علیحدہ میٹنگ بلائیں تو اس پر ایکشن ہوگا۔

جناب سپیکر: خان صاحب! وہ آپ اپنے طور پر میٹنگ کریں لیکن اس میں آپ شرکت فرمالیں یہ آپ کی ہاؤس کمیٹی ہے۔ اس میں شرکت فرما کر ان کو بھی اعتماد میں لے لیں وہ آپ اپنے طور پر جو مرضی ہے اقدام کریں۔

وزیر مال: جناب والا! ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ اس کی کل میٹنگ ہو رہی ہے۔ فاروق صاحب فرما رہے تھے کہ کل کوئی میٹنگ ہو رہی ہے۔ تو ہم کل بھی چلے جائیں گے اور اس کے بعد میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔

جناب سپیکر: جی بے شک۔ ٹھیک ہے۔

وزیر امداد باہمی : (رانا پھول محمد خان) جناب والا۔ میں ایک گزارش آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک کرنل صاحب نے فرمایا کہ وہ زمین کسی نے الاٹ کرا لی ہے۔ ایسی جعل سازیاں چلتی ہیں۔ جناب لودھی صاحب کو چاہیے کہ اگر وہ الاٹمنٹ جعلی ہے تو اسے کینسل کریں۔ اور اگر الاٹمنٹ جائز اور صحیح ہے اس کے باوجود بھی وزیر مال صاحب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کو acquire بھی کرا سکتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ارشاد حسین سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! رانا صاحب بغیر پوائنٹ آف آرڈر کے اپنی تقریر کیے جا رہے ہیں۔ انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر اور نہ ہی کسی ذاتی وضاحت پر بات کرنی چاہی ہے۔اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ انہیں یا تو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنی چاہیے یا پھر اپنی ذاتی وضاحت پر بات ہو سکتی ہے۔ اس لیے میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جی شکریہ! اس سلسلے میں میں سمجھتا ہوں کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے کل ہاؤس کمیٹی کی میٹنگ ہے اور اس میں وزیر مال صاحب اور وزیر مواصلات و تعمیرات صاحب دونوں شرکت فرمائیں گے اور اپنے لیول پر لودھی صاحب اپنی میٹنگ کریں۔ وزیر مواصلاد تعمیرات صاحب اپنی میٹنگ کریں لیکن on the floor of the House وہ اس مسئلے کو resolve کرنے کے بارے میں سٹیٹمنٹ دیں۔

سید چراغ اکبر شاہ : جناب والا! میری اس میں تجویز یہ تھی کہ ہاؤس کمیٹی تو کل meet کرے گی اور مستقبل میں جو اقدامات کرنے ہیں ان کے بارے میں غور کرے گی۔ میں بھی اس ہاؤس کمیٹی کا ممبر ہوں لیکن جناب سپیکر میں سمجھتا ہوں کہ جو سرکاری اہلکاروں نے غفلت برتی ہے اس کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ اس تحریک استحقاق کو admit کر لیا جائے اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

جناب سپیکر : شکریہ شاہ صاحب! اس کو ہم panding کرتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میں ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : لنگڑیال صاحب آپ ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ کے بارے میں کوئی بات ہوئی ہو تو، آج جب سے سیشن شروع ہوا ہے اس وقت سے آپ کے بارے میں تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔

ملک اقباح احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا رانا صاحب کی کھلی چھٹی ہے کہ جس وقت چاہیں جب چاہیں وہ اٹھ کر بولنا شروع کر دیں۔

جناب سپیکر : نہیں، یہ کوئی ذاتی نکتہ وضاحت نہیں ہے۔ sorry یہ کوئی ذاتی وضاحت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں بات کرتا ہوں۔ ملک صاحب پلیز آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔ یہ وقفہ سوالات نہیں ہے۔ اس میں سوال نہیں کیے جاسکتے۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب آج بھی تشریف نہیں رکھتے۔ تو اب ہم جنٹ پر حث شروع کرلیں؟

آوازیں۔ جی

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! میں ذای نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

Mr. Spkeaker: For the first time Shikh Sahib wants to speak on a piont of personal explanation.

(قہقہہ)

شیخ صاحب ٹھیک ہے۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ آپ دو منٹ میں بات کرلیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : بالکل جناب! شکریہ، جناب سپیکر! یہ معزز ایوان انتہائی قربانیوں کے بعد حاصل کیے گئے اور میرا جس جماعت سے تعلق ہے، ہم نے یہ جدو جہد پارلیمانی انداز میں کی لیکن بد قسمتی سے پرسوں یہاں جس انداز سے میری تقریر میں مداخلت کی گئی اور میرے بزرگوں کے متعلق یہ کہا گیا کہ میں ایک راشی پولیس افسر کا نواسہ ہوں۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تحریک پاکستان کے ان کارکنان کو کہ جنہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اس مملکت خداوا پاکستان کو حاصل کیا۔ جناب سپیکر! میرے نانا شیخ عبد الصمد وہ ہستی تھے کہ جن کے متعلق پولیس کا ریکارڈ گواہ ہے۔ ان کا ماتحت یہاں پر

ایس پی اور ڈی آئی جی کے عہدوں تک لوگ فائز رہ کر ریٹائر ہوئے ہیں اور محکمے میں ان کی شہرت ہے۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! ذاتی وضاحت تب ہو سکتی ہے جب ان کی ذات کے بارے میں کوئی بات ہو۔ ان کے بارے میں اگر کوئی بات ہے تو یہ اس میں وضاحت کر سکتے ہیں۔ نانے کی وضاحت تو یہاں نہ کریں۔ explanation ttt ٹھیک نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب آپ ان کی بات کا ذکر نہ کریں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

شیخ صاحب ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کر رہے ہیں ان کو interrupt نہ کیا جائے۔

شیخ محمد طاہر رشید: شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب آپ مختصر بات کریں اور ایک دو منٹ میں بات ختم کر لیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں بات کو ختم کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! جس بیوہ نے وہ خون آلود وردی اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر اور گود میں طاہر رشید کو لے کر اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے جو قصے اس نے طاہر رشید کو سنائے ہیں، جناب سپیکر! جب اس نیک، نمازی اور اچھی شہرت رکھنے والے افسر کے متعلق اس معزز ایوان کے اندر یہ کہا جائے کہ وہ راشی پولیس افسر تھا تو نہ یہ اس ایوان کے وقار سے مطابقت رکھتا ہے اور نہ ہی یہ کسی طور پر اس معزز ایوان کے اندر بیٹھنے والے کسی رکن کے شایان شان ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ افراد کہ جن کے دل ابھی تک صاف نہیں ہوئے، جو اپنے قدوں کو بونا تصور کرتے ہیں جنہوں نے اس مملکت خدا داد پاکستان کے اندر کوئی contribution نہیں کی.....

جناب سپیکر: شیخ صاحب ذاتی وضاحت کے بارے میں بات کریں۔

Confine yourself to personal explanation.

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ میرے بزرگوں نے اس مملکت خدا داد پاکستان کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ میری اس بیوہ نانی نے کپڑے سی کر اس خاندان کی کفالت کی ہے کہ جنہوں نے آج تک کبھی حکومت پاکستان کے سامنے جھولی نہیں پھیلائی۔ مجھے اپنے خاندان کی محنت مزدوری کی کمائی پر فخر ہے اور آج اس خاندان کے متعلق کہ جنہوں نے اپنے لہو سے یہ شمع روشن کی ہے ان کے متعلق اس

ایوان کے اندر اس قسم کے الفاظ کا ادا کرنا در حقیقت ان کے خبث باطن کا اظہار ہے۔
(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! یہ اپنی بات کریں کہ انہوں نے حکومت پاکستان سے پیسہ لے کر علاج کروایا ہے یا نہیں کروایا؟

جناب سپیکر: حنیف صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز۔ چودھری محمد حنیف صاحب نے غیر ضروری طور پر شیخ طاہر رشید کی ذاتی وضاحت کو interrupt کیا ہے اور اس میں loudly without the permission of the chair ہاؤس کو ایڈریس کرنے کی کوشش کی ہے۔

I expungs his words from the proceeding.

شیخ محمد طاہر رشید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں صرف اور صرف اس معزز ایوان کی خدمت میں جناب کے توسط سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ خدارا ان شہیدوں کے لیے اگر دو لفظ خیر کے نہ کہہ سکیں تو ان خاندانوں کو نشتر نہ چبھوئیں ۔ یہ نشتر تم نے طاہر رشید کو نہیں لگایا بلکہ ان شہدا کو لگایا ہے کہ جنہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے دے کر اس مملکت خدا داد پاکستان کو قائم کیا

جناب سپیکر: شکریہ شیخ صاحب۔ شکریہ۔ اب ہم بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں۔

مجالس قائمہ کی رپورٹوں کا پیش کیا جانا

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب سپیکر! میں یہ رپورٹ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی رپورٹ پیش کریں۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! اگر انہوں نے ذاتی وضاحت کرنی تھی تو اس دن کرتے جس دن انہوں نے بجٹ پر تقریر کی تھی۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب کوئی بات نہیں۔ اگر آج یاد آ گیا ہے تو کیا حرج ہے؟
(قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ جی ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب۔

ڈاکٹر خاور علی شاہ : میں مسودہ قانون ہیلتھ فاؤنڈیشن پنجاب مصدرہ 1992ء (مسودہ قانون نمبر 11 بابت 1992 ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان

میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب نے مسودہ قانون ہیلتھ فاؤنڈیشن پنجاب مصدرہ 1992ء (مسودہ قانون نمبر11بابت 1992ء) کے بارے میں رپورٹ پیش کر دی ہے۔

آج بجٹ پر بحث کے لیے میرے پاس بہت سے نام ہیں۔ آج میرے پاس 23 نام ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر! اجازت ہے؟

جناب سپیکر: آپ رپورٹ پیش کرنا چاہتے ہیں؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جی ہاں۔

جناب سپیکر: جی بادشاہ میر خان آفریدی صاحب رپورٹ پیش کریں گے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر! میں مسودہ قانون(ترمیم) بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سکنڈری ایجوکیشن پنجاب مصدرہ 1992ء (مسودہ قانون نمبر 13 بابت 1992ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب بادشاہ میر خان آفریدی صاحب نے مسودہ قانون(ترمیم) بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن پنجاب مصدرہ 1992ء(مسودہ قانون نمبر13 بابت 1992ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی ہے۔

تو یہ اسمائے گرامی کی لسٹ جو ہے یہ جوں جوں بجٹ پر ڈسکشن کا ٹائم کم ہوتا جا رہا ہے توں توں یہ لسٹ جو ہے یہ طویل ہوتی جا رہی ہے تو ایک تو یہ ہے کہ first come first served basis پر جن صاحبان کے نام میرے پاس پہلے آئے ہیں میں ان کو پہلے بولنے کا وقت دوں گا اس لیے کہ اگر کچھ صاحبان رہ جاتے ہیں تو پھر وہ رہ جائیں کہ جنہوں نے at the eleventh hour after thought کے طور پر اپنا نام دیا ہے۔ وہ پہلے سے بولنے کے موڈ میں نہیں تھے اور اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ کچھ ایسے صاحبان کو بولنے کی زحمت دی جائے کہ جنہوں نے کبھی یہاں ہاؤس میں بولنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ (قہقہے)

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: جی شیخ صاحب تشریف رکھیں پلیز۔ شیخ صاحب آپ ذرا تشریف رکھیں

گے؟

راجہ جاوید اخلاص: جناب سپیکر! اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی راجہ صاحب۔

راجہ جاوید اخلاص: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ جن لوگوں کے نام پکارے جاتے رہے ہیں اور وہ ہاؤس میں موجود نہیں ہوتے تھے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس لسٹ میں سے ان کو خارج کردیا جائے تو پھر اس کے بعد سب کو ٹائم مل جائے گا۔

جناب سپیکر: جی ان کو تو خارج کریں نا۔ یہ صحیح ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔

جناب سپیکر: شیخ محمد طاہر رشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر۔ اس معزز ایوان کا ہر رکن ایک فکر اور ایک سوچ لے کر اس ایوان کے اندر آیا ہے۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: کیا آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کررہے ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید: جی میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کررہا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ معزز رکن کی تقریر کے دوران اپوزیشن کے متعدد دوستوں کو بحث کے لیے مواقع ملے ہیں اور حزب اقتدار کے لوگوں کو صرف اور صرف محدود مواقع اپنے علاقے کی نمائندگی کے لیے ملے ہیں۔ جناب والا! اس معزز ایوان کا ہر رکن ایک مخصوص سوچ اور فکر کے ساتھ اس ایوان کے اندر آیا ہے تو جناب سپیکر میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اگر کسی معزز رکن کی تقریر میں بے جا مداخلت کی جائے اور اس کو اپنے فکر کے اظہار سے روکا جائے تو کیا اس کو دوبارہ موقع دینا مناسب نہیں ہے۔

سید چراغ اکبر شاہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! کیا پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر ہوسکتا ہے؟

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوسکتا۔ شیخ رشید صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں نے فیصلہ ملتوی کیا ہوا ہے۔ اس لیے کوئی اور پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوسکتا۔ میں شیخ طاہر رشید صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو ملتوی رکھوں گا۔ اس

لیے اس پر کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔
شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! کیا میں اپنی تقریر شروع کروں۔

میزانیہ بابت سال 93-1992ء پر بحث

جناب سپیکر: شیخ صاحب، میں نے آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو ملتوی کیا ہوا ہے۔

فرید احمد پراچہ صاحب سے شروع کرتے ہیں۔۔۔۔ جی پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! پنجاب کے عوام پہلے ہی مہنگائی کے ہاتھوں ستائے ہوئے اور غربت کے مارے ہوئے ہیں ان پر اس سے پہلے وفاقی بجٹ 2۔ارب کے زائد ٹیکسوں کے ساتھ مسلط ہوئی ہے پھر اس کے بعد پنجاب کے وزیر خزانہ نے بھی یہ کرم فرمائی ضروری سمجھی کہ وہ بھی اپنے بجٹ کو پچاس کروڑ روپے کے زائد ٹیکسوں کے ساتھ پنجاب کے عوام کے حوالے کریں۔ بجا طور پر پنجاب کے عوام وزیر خزانہ سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ

گردش دوراں کیا کم تھی جلانے کے لیے
تو بھی آ پہنچا دہکتے ہوئے رخسار کے ساتھ

جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اس کا فائدہ وزیر خزانہ کوا لبتہ ضرور ہوا ہے کہ اردو کے کئی محاورے ان کے حق میں ہو گئے ہیں۔ مثلاً پہلے اردو کا یہ محاورہ تھا کہ "مرے تومارے شاہ مدار"اب یہ بدل کر یہ محاروہ ہوگیا ہے کہ " مرے تو مارے شاہ محمود" انہوں نے جس انداز سے پنجاب کے عوام پر یہ کرم فرمائی کی ہے اردو کے یہ محاورے ان کے اپنے حق میں ہوگئے ہیں یہ چاہیں تو الیکشن میں اپنے انقلابی نعرے کے طور پر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ بات عرض کروں گا کہ اگر محض الفاظ سے لوگوں کے پیٹ بھر سکتے اگر محض خوش نما جملوں کے ساتھ غریب آدمی کو روٹی مل سکتی تو بلاشبہ یہ ایک بڑا ہی اچھا اور معتدل بجٹ تھا میں معیشت کے بارے میں ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ بات عرض کروں گا کہ اب دنیاں میں بجٹ کے نظریات اور تصورات بدل چکے ہیں اور میں وزیرخزانہ کے علم میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ بجٹ کے بارے میں جو یہ تصور تھا کہ کوئی بھی پبلک اتھارٹی اپنے آمدنی و خرچ کو متوازن کرنے کے لیے جو تکلیف دہ امور سرانجام دیتی ہے ان کو جائز ٹھہرانے کا نام بجٹ ہے جو یہ پہلے

تعریف تھی وہ تعریف اب بہت ہی قدیم ہو چکی ہے اور دنیا اس کو چھوڑ چکی ہے لیکن یہ بجٹ اسی تعریف کے اوپر بنایا گیا ہے۔ اسی طرح سے جناب یہ تعریف بھی اس دنیا کے اندر ہے کہ بجٹ تمام معیشت کو متوازن کرنے کا نام ہے۔ ایک اچھا بجٹ وہ ہے جو افراط زر اور تخفیف زر کی روک تھام کرے اور عام فرد تک خوشحالی کے اثرات پہنچائے ۔ جناب اس طرح سے بجٹ کے سلسلے میں بہت سارے بجٹ کے انداز تھے جن میں پہلے تک adminstrative budget تھا پھر اس کے بعد capital budget, case budget' unified budget' national and account budget full budget' employment budget اب یہ سارے کے سارے گزر چکے ہیں۔ اور اب دنیا پروگرام کی بلندی پر پہنچ چکی ہے لیکن ہم ابھی تک ایڈمنسٹریٹو کے اوپر ہی ہیں وہ بجٹ کہ جس کے اندر ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے یہ بجٹ کس کا ہے نہ یہ عوام کا بجٹ ہے نہ یہ اسمبلی کا بجٹ ہے نہ یہ بجٹ وزیر خزانہ کا ہے نہ یہ کابینہ کا ہے نہ برسراقتدار پارٹی کا ہے اس لیے جناب سپیکر! مجھے بتایاجائے کہ اس بجٹ کے بارے میں عوام سے کب رائے لی گئی ہے۔ مجھے بتایا جائے اگر یہ بجٹ اسمبلی کا ہے تو اسمبلی کی کس کمیٹی نے اس بجٹ کے بارے میں کوئی غور وخوض کیا ہے اگر یہ بجٹ کابینہ کاہے تو کابینہ کی برانچ کے اندر اس کی ابتدائی شکل و صورت طے ہوئے ہے اگر یہ بجٹ پارٹی کا ہے تو پارٹی کا بھی کوئی اجلاس اس ضمن میں مجھے دکھا دیا جائے جناب سپیکر! اگر فی الواقع اس میں کوئی تبدیلی ہوتی تو ہم بھی اس کی تعریف کرتے کہ اس میں تبدیلیوں کی ضرورت ہے محض اعداد و شمار کو بڑھا دینا ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی فاقے کے ساتھ مررہا ہو آپ اس کی بھوک کو ختم کرنے کے لیے روٹی کا بندوبست کرنے کی بجائے اس کے لیے پنٹ' کوٹ اور ٹائی کا بندوبست کریں اور اس کو پہنا کر ٹھیک کریں یہ کوئی خدمت نہیں ہے جناب سپیکر اس میں کرپشن کے خاتمے کی ضرورت ہے اس میں سسٹم کی تبدیلی کی ضرورت ہے اور اس میں بہت ساری وہ چیزیں ہیں جو میں اپنی تقریر کے اختتام کے اوپر عرض کروں گا لیکن میں پہلے یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ کے اندر غیر ترقیاتی اخراجات کی صورت یہ ہے کہ یہ کل بجٹ کا 75 فیصد غیرترقیاتی بجٹ ہے دنیا کے اندر کوئی بھی ایسا بجٹ جہاں 75 فیصد غیر ترقیاتی اخراجات ہوں وہ کسی صورت میں متعدل اور متوازن بجٹ

نہیں کہلا سکتا ایک ارب 66کروڑ روپے ترقیاتی بجٹ کے اندر بھی یہ غیر ترقیاتی اخراجات ہیں جو اس میں 12فیصد شامل ہوتے ہیں اسی طرح سے کل 45 ارب اور دو لاکھ روپے غیر ترقیاتی اخراجات ہیں۔ مرکز کے اندر یہ بات ہوتی ہے کہ مرکز میں 82 ارب روپے غیر ترقیاتی اخراجات کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ 93 ارب روپیہ ان قرضوں کی ادائیگی پر ہے مرکز کے اندر بھی کل 44 ارب روپیہ شامل ہے جو غیر ترقیاتی بجٹ کا تین فیصد بنتا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے باوجود یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے غیر ترقیاتی اخراجات کم کیے ہیں حالانکہ غیر ترقیاتی اخراجات کم نہیں ہوئے بلکہ 6 ارب 85 کروڑ 96 لاکھ روپے کا اضافہ گذشتہ سال سے غیر ترقیاتی اخراجات کے اندر ہوا ہے ۔ جناب سپیکر! اسی طرح سے میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کوئی اہتمام نہیں کیا گیا جس کے ذریعے افسر شاہی کے شاہانہ غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کیا جائے مثلاً ان کی تنخواہیں ہیں، ان کے الاونسز ہیں، ان کی رہائش ہے ان کی گاڑیاں ہیں ان کا پٹرول ہے، ان کی مربع مربع پر پھیلی ہوئی کوٹھیاں۔ ان پر کوئی قدغن نہیں لگائی گئی اور اس کے بارے میں کوئی قانون سازی نہیں کی گئی اس کے بارے میں کوئی اہتمام نہیں کیا گیا اسی طرح سے صوبائی وزراء اور سیکرٹریوں کے دورے ہیں افسران وہ گاڑیاں خریدتے ہیں جیسے انہوں نے کسی بارات میں جانا ہوتا ہے بیچارو جیسی وہ گاڑیاں خریدتے ہیں اور بجٹ کے اندر ہی یہ بتایا گیا ہے کہ 20کروڑ روپے بجلی اور ٹیلی فون کے واجبات کے لیے ہیں۔ یہ بجلی اور ٹیلی فون کے واجبات کے لیے 20کروڑ روپے اس ملک اور اس صوبے کے غریب عوام کیوں دیں جن لوگوں نے اس ٹیلی فون کو ناجائز استعمال کیا اور اس کی وجہ سے یہ 20کروڑ اس صوبے کے بجٹ کے اوپر زائد عائد کیے گئے ہیں ان کے provident fund سے ان کو کاٹا جائے۔ وہ بڑے بڑے افسران جو لاکھوں روپے ماہانہ کے بجلی اور ٹیلی فون کے بل کے ذریعے سے اس صوبے کے بجٹ پر بوجھ بن رہے ہیں۔ اس کی اجازت جناب سپیکر نہیں دینی چاہیے۔ اسی طرح سے دو ارب روپے افسران کے بیرون ملک علاج کے لیے رکھے گئے ہیں ۔ جناب والا ! آج کے اخبار کے اندر بھی آٹھویں جماعت کی ایک معصوم بچی کی اپیل چھپی ہوئی ہے اور یہ اپیل کتنی مرتبہ چھپ چکی ہے وہ اوکاڑہ کی بچی ہے جو اپنے چچا کے علاج کے لیے اپیل شائع کرواتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ 1951ء میں سابقہ وزیراعلیٰ نے اس کے چچا کے

بلڈ کینسر کے علاج کے لیے منظوری دی تھی وہ ابھی تک ملتوی چلی آ رہی ہے ایک طرف تو غریبوں کے علاج کے لیے یہ صورت ہے کہ لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں اور کوئی ان کا علاج نہیں ہوتا اور دوسری طرف جناب سپیکر دو کروڑ روپے افسران کے بیرون ملک علاج کے لیے رکھے گئے ہیں اسی طرح سے پانچ کروڑ روپے جناب سپیکر! سرکاری ہسپتالوں کے سامان کے تبدیلی کے لیے اور دس کروڑ روپے پنجاب میں بیت المال کے لیے اور دس کروڑ جہیز فنڈ کے لیے رکھے گئے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب!آپ ان کی تقریر میں کیوں مداخلت کرتے ہیں۔ آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر فیصلہ ابھی ملتوی ہے لہذا پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ پراچہ صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! آپ میرے پوائنٹ آف آرڈر پر اپنا فیصلہ صادر فرما دیں۔ معزز رکن نے بلڈ کینسر کی بات کی ہے اس بارے میں مجھے ایک بات یاد آئی ہے.....

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آرڈر نہیں کر سکتے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں ان کی ہمدردی کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: پلیز۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : آج آپ نے شیخ صاحب کو technically knockout کیا ہے۔

جناب سپیکر! میں ترقیاتی منصوبے کے بارے میں عرض کروں گا اور اس ترقیاتی منصوبے کا بڑا چرچا کیا گیا ہے اور اس بارے میں کہا گیا ہے کہ ہم نے ترقیاتی منصوبے کے اندر گذشتہ سال کے مقابلے میں بہت زیادہ اضافہ کیا ہے۔ لیکن جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ یہ سب قرضوں کی بہار ہے یہ سارے foreign funded projects ہیں اور بقول غالب

قرض کی پیتے تھے مے اور سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

جناب والا! یہ ایسی بہار ہے جس کے بدلے میں ہماری نسلوں کو قرضوں کا غلام کیا جا رہا ہے اور ان قرضوں کی حالت بھی یہ ہوتی ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک والے خود یہ قرضے تجویز کرتے ہیں۔ ہماری کوئی demand نہیں ہوتی بلکہ ان کی طرف سے تجویز کیا جاتا ہے کہ آپ یہ پراجیکٹ بنائیں۔ یہ منصوبوں کی feasiblity خود بناتے ہیں۔ اور ان قرضوں پر نصف فیصد یا ایک فیصد ان ڈپٹی سیکرٹریز اور سیکرٹریز کا کمیشن ہوتا ہے جو ان اداروں سے یہ قرضے لے کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارا ملک قرضوں کے اس جال میں جکڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے اب ہمارے وفاقی بجٹ کے اندر 93 ارب روپیہ صرف قرضوں کی مد کے اندر رکھا گیا ہے۔ جبکہ ہمارا کل revenue 74 ارب ہے، لیکن ہم 93 ارب مزید قرضے لے کر صرف قرضے اور ان قرضوں پر سود کی قسطیں ادا کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ کون سی ترقی ہے؟ جس کا اتنا زیادہ چرچا کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے ہم کیا حاصل کریں گے؟ یہ کون سی خود انحصاری کی منزل ہے؟ کرپشن آپ ختم نہیں کرتے۔ اور ہر بجٹ کی 33 فیصد رقم کرپشن کے اندر ختم ہو جاتی ہے۔ اور آپ اس کے لیے کوئی اہتمام نہیں کرتے۔ اور جون کے آخر میں رقمیں خرچ ہوتی ہیں، خود وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے کہ اب یہ رقم چند دنوں کے اندر خرچ کر لی جائے گی۔ آپ اس نظام کے اندر تبدیلی کریں۔ یہ اربوں کی رقم جو چند دنوں کے اندر خرچ ہوتی ہے اس کے لیے نہ تو کوئی process کیا جاتا ہے اور نہ tendering ہوتی ہے۔نہ اس میں کوئی مقابلہ ہوتا ہے صرف کاغذات کے پیٹ بھرے جاتے ہیں۔ جعلی کارروائیاں ہوتی ہیں اور کروڑوں روپیہ خورد برد کر لیا جاتا ہے۔ جس کے بارے میں کوئی سوچ بچار نہیں ہے۔ جناب سپیکر! ایسے قرضے جن کو ہم سود کے ساتھ لے رہے ہیں ان قرضوں کا ہمیں کیا فائدہ؟ اور جناب والا! یہاں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ perfor-mance audit ہو ابھی تک ہمارے ہاں performance audit نہیں ہے perfor-mance audit ہو جس سے معلوم ہو سکے کہ موقع پر کیا کام ہوا ہے۔اسی طرح جناب سپیکر! میں مہنگائی کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ پر لوگوں کی نظریں لگی ہوئی تھیں کہ بجٹ میں مہنگائی کے اندر کمی کی جائے گی۔ لیکن اب قیمتوں کی صورت یہ ہے کہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اپریل 1991ء اور اپریل 1992ء کے اندر جو

فرق ہے اس کے حساب سے گندم کی قیمت میں 18فیصد اضافہ ہوا ہے۔ گھی کی قیمت میں 12فیصد اضافہ ہوا ہے، چاول کی قیمت میں 18.3فیصد اور گوشت کی قیمت میں 7.3فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یہ سرکاری اعداد و شمار ہیں۔ حقیقت اس سے بھی بہت زیادہ ہے۔ یہ اضافہ اس وجہ سے کہ مرکزی حکومت نے گذشتہ سال 45 ارب کے نوٹ شائع کیے ہیں اور اب 54 ارب روپے کے نئے نوٹ شائع کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے افراط زر ملک کے اندر اس قدر بڑھ چکا ہے کہ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق وزیر خزانہ کہتے ہیں کہ ملک میں 6.2 فیصد افراط زر ہے، وزیر اعظم کہتے ہیں کہ 10 فیصد افراط زر ہے عالمی بنک کہتا ہے کہ13فیصد افراط زر ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ماہرین کا کہنا یہ ہے کہ اس وقت ملک میں 18فیصد سے زیادہ افراط زر موجود ہے۔ اتنی زیادہ قیمتیں بڑھنے اور مہنگائی کے بڑھنے کا اصل سبب یہ ہے کہ آپ باہر سے قرضے لے لے کر لوگوں کے اوپر ان کا بوجھ ڈال رہے ہیں۔ اور ان قرضوں کا سود ہم ادا کر رہے ہیں۔ خود صوبہ پنجاب 10 ارب 10 لاکھ روپے کا مقروض ہے۔ اور ہمارے وزراء نے اب حالت یہاں تک پہنچا دی ہے کہ:

غریب شہر کے تن پر لباس باقی ہے
امیر شہر کے ارمان ابھی کہاں نکلے

اب مزید کوشش کی جا رہی ہے کہ اس مہنگائی کو اور زیادہ بڑھا جائے۔ مہنگائی کے بارے میں کوئی checkup نہیں ہے۔ پہلے پنجاب کے لوگ بڑا گوشت کھا لیتے تھے لیکن اس بجٹ کے بعد اب اس قابل بھی نہیں رہے کہ بڑا گوشت خرید سکیں۔ بڑے گوشت کی قیمت اب دو چار سال پہلے چھوٹے گوشت کی جو قیمت تھی اس سے اب زیادہ ہو چکی ہے۔ اسی طرح جناب سپیکر! کلرک، سپاہی، چھوٹے لوگوں کی تنخواہوں کے اندر کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ جب افراط زر بڑھا ہے ، جب آپ نے نئے ٹیکس بڑھائے ہیں تو آپ ان کی تنخواہوں کے اندر بھی اضافہ کریں۔ بجٹ کے اندر اس کا کوئی مداوا نہیں کیا گیا جبکہ اعلان یہ کیا گیا تھا کہ ہم مزدور کو تنخواہ کم از کم تین ہزار روپے کریں گے لیکن اس کے طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

اسی طرح price control کرنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور بجٹ کے اندر بے

روزگاری کے بارے میں کوئی منصوبہ نہیں دیا گیا۔ یہاں لاکھوں پڑھے لکھے اور ان پڑھ افراد بے روزگار ہیں ۔یہاں کسانوں کے بچوں کی منڈیاں لگی ہوئی ہیں۔ آپ صبح کے وقت کسی بھی چوک میں چلے جائیں وہاں مزدوروں کی منڈیاں لگی ہوئی ہیں۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں وہاں مزدور کھڑے ہوتے ہیں یہ مزدور ہمارے ملک کے کسانوں کے بچے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! ان کے لیے کوئی بندوبست نہیں ہے۔ صرف یہ کہنے سے کہ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے ذمہ داری ادا نہیں ہو جاتی ضمنی بجٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہم نے ہر محکمے کے اندر بچت کی ہے۔ جناب سپیکر! اگر محکموں کے اندر بچت ہوئی ہے تو پھر لوگوں کو ملازمتیں کیوں نہیں دی گئیں؟ اور ملازمتوں پر پابندی کیوں لگائی گئی ہے؟ تین سال ہوگئے ہیں ملازمتوں پر پابندی لگی ہوئی ہے۔

اسی طرح جناب سپیکر! رہائشی مسئلہ ہے ۔ رہائشی مسئلے کے حل کے لیے کوئی اہتمام کرنے کی بجائے اس پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ اور 10فیصد stamp duty کے اضافے کے بعد اب یہ صورت ہوگئی ہے کہ کوئی آدمی بھی اگر اپنی جائیداد کی خرید و فروخت کرتا ہے تو 18فیصد اس پر ٹیکس لگتا ہے۔ جو آئی جی آئی کی حکومت سے پہلے ساڑھے پانچ فیصد تھا اس میں اتنا اضافہ ہوا کہ پہلے ساری investment پراپرٹی کے کاروبار میں تھی لیکن اب جائیدادوں کا وہ کام یا کاروبار جس سے غریب آدمی کا رہائشی مسئلہ حل ہو سکتا ہے اس کے اندر بھی رکاوٹ ڈالی گئی ہے۔

اسی طرح جناب سپیکر! مجھے زراعت کے بار میں عرض کرنا ہے کہ ہمارا وہ کسان جو 72 فیصد زرمبادلہ کماتا ہے اور پنجاب کا کسان جو چاول او رکپاس کے صورت میں ملک کے زرمبادلہ میں بہت زیادہ شریک ہوتا ہے۔ ملک کی 87 فیصد کپاس کی فصل پنجاب سے پیدا ہوتی ہے۔ 74 فیصد گندم کی فصل پنجاب سے پیدا ہوتی ہے۔ کماد کی 53 فیصد فصل پنجاب سے پیدا ہوتی ہے۔ باسمتی کی 100 فیصد پنجاب سے پیدا ہوتی ہے۔ مرکز پنجاب کی وجہ سے کماتا ہے لیکن جناب سپیکر! اس کے باوجود آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے دباؤ کے تحت پنجاب کے کسانوں کی اس کے بدلے میں کوئی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی بلکہ ان کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ انڈیا میں انہی دنوں کے اندر کھاد کی قیمتوں میں کمی کی ہے چھوٹے قرضوں کی معافی دی جائے بڑے قرضوں پر سود معاف کردیا جائے

زرعی اجناس کی قیمتوں میں کمی کی گئی ہے۔لیکن ہمارے ہاں ادویات اور کھاد پر جو sub-sidy تھی وہ بھی ختم کردی گئی ہے۔ زرعی مشینری پر جو بلاسود قرضہ ملتا تھا وہ بھی ختم کر دیا گیا ہے اور اب یہ صورت ہوگئی ہے کہ پہلے ایک من گندم کے بدلے کھاد کی ایک بوری مل جاتی تھی اب تین من گندم کے بدلے کھاد کی ایک بوری ملتی ہے۔ جس کی وجہ سے پنجاب کا کسان پریشان حال ہے۔ اور اس بجٹ کے اندر اس کے لیے بھی کوئی اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔

اسی طرح جناب سپیکر! تعلیم کے بارے میں جو کچھ بھی بجٹ میں رکھا گیا ہے یہ سب نمائشی اعداد و شمار ہیں جن سے تعلیم کے حقیقی اہداف پورے نہیں ہوں گے۔ تعلیم کے حقیقی اہداف اس صورت میں پورے ہوتے ہیں جب معیار تعلیم بڑھے ۔ لیکن معیار تعلیم کا حال یہ ہے کہ 85 فیصد لوگ امتحانات کے اندر نقلیں لگانے کے باوجود فیل ہوتے ہیں۔ ۔اور منظم قبضہ گروپوں کے باوجود یہ امتحانات میں ناکام ہوتے ہیں۔۔ یہ کیا معیار تعلیم ہے؟ جس پر اتنا خرچ کیا جا رہا ہے اسی لیے میں نے عرض کیا تھا کہ pro-gramme budgeting ہونی چاہیے۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ ہم شرح تعلیم میں کیا اضافہ کریں گے۔ ہم معیار تعلیم کے اندر کیا اضافہ کریں گے۔ سائنس لیبارٹریز کے سامان کے لیے اسی فلور پر وزیر تعلیم نے رقم رکھنے کا اعلان کیا کہ اگلے بجٹ میں اس رقم کو رکھا جائے گا۔ لیکن جب اگلا بجٹ آیا ہے تو اس بجٹ میں کوئی رقم اس کے لیے شامل نہیں ہے۔

اسی طرح جناب سپیکر! کوآپریٹو کے سلسلے میں پنجاب حکومت نے دو ارب کے قرضے لیے ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 115 کے تحت ایسے قرضے جس کے لیے ضمانت حکومت پنجاب دے اس کے لیے حکومت پنجاب کو ایک مالیاتی بل اس اسمبلی کے سامنے لانا چاہیے تھا لیکن کوئی ایسا بل اسمبلی میں نہیں لایا گیا۔

پنجاب کی حکومت کو ایک مالیاتی بل لانا چاہیے تھا۔ لیکن کوئی بل ایسا نہیں لایا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ پنجاب کے لوگ کوآپریٹو کے بحران سے ابھی تک نہیں نکل سکے۔ وہ غریب لوگ جن کی رقمیں ڈوبی ہوئی ہیں ابھی تک ان کا کوئی مداوا نہیں ہوا۔ اور ان کے لیے بجٹ میں بھی کوئی provision نہیں رکھی گئی۔ جناب سپیکر! میں بات کو اختتام کی

طرف لاتے ہوئے عرض کروں گا کہ اس بجٹ کے جو بنیادی مقاصد ہونے چاہئیں تھے کہ یہ ایک اسلامی بجٹ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر: شیخ صاحب ہم نے اسمبلی کی کارروائی کو سختی کے ساتھ قواعد کے مطابق چلانا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: اگر یہ نظریاتی بجٹ ہوتا تو اسے بنیادی اسلامی مقاصد سے ہم آہنگ ہونا چاہیے تھا۔ اگر اس کا پہلا صفحہ آپ غائب کر دیں کہ جس کے اوپر حکومت پنجاب لکھا ہوا ہے۔ اور جس پر ہمارے وزیر خزانہ کا اسم گرامی، نام نامی لکھا ہوا ہے۔ تو پھر پورے بجٹ کو پڑھنے کے بعد بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ چندی گڑھ کا بجٹ ہے ہریانہ کا بجٹ ہے یا کرناٹک کا بجٹ ہے۔ یہ کون سے صوبے کا بجٹ ہے۔ اس لیے کہ اگر بجٹ کے اندر یہ چیز نہ ہو کہ یہ بجٹ اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہے جس میں سود کی رقم شامل ہو جس میں دس ارب دس کروڑ آپ سود کی قسطوں کے لیے ادا کریں۔ جس بجٹ میں شراب اور افیون پر ایکسائز کے لیے رقم رکھیں، افیون کے لیے 65 لاکھ روپے رکھیں۔ جس میں آپ مالیاتی بل لا کر گھڑ دوڑ کے اوپر ٹیکس لگا کر اس کو جائز کر دیں اور جس بجٹ میں آپ اپنے منشور کے مطابق کوئی ایسی بات نہ رکھیں، جس بجٹ میں اعلان کیا گیا کہ خواتین کی یونیورسٹی کا اعلان کیا گیا اور جس کے لیے کہا کہ اس سال سے شروع کی جائے گی اس کے لیے کوئی رقم مختص نہ کی جائے تو جناب سپیکر! اس کے بعد کیا سمجھا جائے گا کہ یہ بجٹ ہمارے ان مقاصد سے جو ہمارے ملک کے ہیں اور جن کو اس حکومت نے اپنے مقاصد قرار دیا ہے اس کے ساتھ یہ بجٹ کس حد تک ہم آہنگ ہے۔ جناب سپیکر! میں تجاویز کے طور پر یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں اگر ہم فی الواقع کوئی تبدیلی چاہتے ہیں تو یہ تبدیلی سسٹم کے اندر ہو۔ پہلی بات تو یہ کہ بجٹ تجاویز اسمبلی کے اندر ہیں۔ مختلف محکموں کی کمیٹیاں ہیں۔ انڈیا میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ بجٹ میں عوامی نمائندوں کی شمولیت ہونی چاہیے۔ اور اس کے لیے قانون سازی کی جائے اسی طرح کرپشن کا خاتمہ بھی ہونا چاہیے۔ جو محکمانہ مالی بے قاعدگیاں ہوتی ہیں ان پر ایک آڈٹ نوٹ آجاتا ہے۔ لیکن اس کے اوپر کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا اور ہر دفعہ اس کے اندر اضافہ

ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ پینل ایکشن طے کیا جائے۔ ایک کاروباری ادارہ کبھی ایسے نہیں کرتا کہ اس کا ایک ملازم گھپلے کرے تو ہر دفعہ اس کو ہی ملازم رکھتا چلا جائے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا ! یہ بڑا اہم مسئلہ ہے ایک بچی کی زندگی کا سوال ہے۔ اس کی زندگی بچائی جائے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ تو ماشاء اللہ بڑے ہیں اور بڑے عمدہ پارلیمنٹرین ہیں۔ آپ کو ایوان کے آداب سے واقفیت ہونی چاہیے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا وہ بچی مر جائے گی۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ فرحت عزیز مزاری صاحب ۔

جناب فرحت عزیز مزاری : شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: اور اب ساری بحث کے دوران شیخ طاہر رشید صاحب اور چودھری محمد حنیف صاحب پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھائیں گے۔ دوسروں کو interrupt نہیں کریں گے۔ آپ اپنی تقریر کر چکے ہیں۔

جناب فرحت عزیز مزاری: جناب والا! یہ بات خوش آئند ہے کہ اس میزانیہ میں poli-cy statement کے طور پر واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ 80 فیصد روپیہ دیہات کے ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوگا۔ جبکہ پہلے 79-1978ء میں صورتحال یہ تھی کہ 44 فیصد رقم دیہات کے لیے دی جاتی تھی۔ لیکن اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ 80 فیصد رقم وہاں خرچ ہو۔ لوگ محسوس کریں کہ واقعی 80 فیصد رقم دیہات میں خرچ ہوئی ۔ ان کو نظر آئے ایک ٹھوس حقیقت کے طور پر کہ رقم وہاں خرچ ہوئی ہے۔ اگر بیان کی حد تک بات رہی تو اس کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ دیہات میں یہ رقم خرچ کرنے سے نہ صرف بے روزگاری کا خاتمہ ہو گا بلکہ جو لوگ دیہی علاقوں سے شہروں کی طرف منتقل ہوتے ہیں اس پر اچھا اثر پڑے گا ان کی منتقلی رک جائے گی۔ کیونکہ ان کو دیہات میں روزگار کے مواقع میسر آئیں گے۔ سکول بنیں گے، سڑکیں ہوں گی اس لیے لوگ وہیں رہیں گے۔ ان کی زندگی کا معیار بہتر ہو جائے گا۔ پچھلے سال بجٹ پیش کرتے ہوئے جو

وائٹ پیپر شائع کیا گیا تھا اور اس سال جو وائٹ پیپر شائع ہوا ہے اس میں اس بات کو دہرایا گیا ہے کہ صوبہ کے چودہ پسماندرہ اضلاع میں کل رقم کا پچھلے سال 46 فیصد رقم خرچ کی گئی ہے اور اس دفعہ 47 فیصد خرچ کی جائے گی۔ جناب والا! میرے اپنے حلقے کے بارے میں تو یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ خرچ کی گئی رقم مجھے کہیں نظر نہیں آئی ہے اور نہ اس سال مجھے توقع ہے۔ کیونکہ جو کاپی میں پڑھی ہے اس میں کہیں بھی حلقہ 206 کے متعلق کسی کام کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو میں یہ چاہوں گا کہ وزیر خزانہ جب اپنی تقریر کو سمیٹیں تو بتائیں چودہ اضلاع میں سے کن کن اضلاع میں کیا کیا منصوبے مکمل ہوئے ہیں تاکہ پسماندہ اضلاع کے لوگوں کو تسلی ہو سکے کہ جو وعدہ اسمبلی میں کیا جاتا ہے اس کو عملی شکل بھی پہنائی جاتی ہے۔ جناب وزیراعلیٰ نے اپنا صوابدیدی فنڈ بھی معزز ممبران اسمبلی میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ ایک اچھا اقدام ہے۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔ یہ جذبہ واقعی قابل تعریف ہے۔ لیکن اگر وہ بھی پسماندہ اضلاع کو زیادہ ترجیح دیتے تو پسماندہ علاقوں کے لوگ ان کے انتہائی شکرگزار ہوتے۔ ہمارا حق بھی بنتا ہے کہ پسماندہ اضلاع میں زیادہ خرچ کیا جائے اور حکومت کی یہ پالیسی بھی ہے کہ وہاں زیادہ خرچ کیا جائے تاکہ وہ ترقی یافتہ علاقہ جات کو پکڑ سکیں۔ وزیراعلیٰ صاحب نے corruption کے متعلق بیان دیا ہے کہ کرپشن کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اور انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ کرپشن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے وہ ہر قدم اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ جناب والا! مجھے یقین ہے کہ یہ ایوان اور صوبہ پنجاب کی بھاری اکثریت ان کا ساتھ دے گی۔ ان کے ساتھ تعاون کرے گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ وزیراعلیٰ صاحب نے جو اعلان کیا ہے اس پر عمل بھی کریں گے۔ کچھ عرصہ قبل جناب وزیراعلیٰ نے کرپشن کو ختم کرنے کے لیے سرکاری senior bureaucrats کے خلاف اقدام کیا تھا لیکن وہ اقدام انتہا کو نہیں پہنچ سکا معلوم نہیں اس کا کیا بنا۔ سنا یہ جا رہا ہے کہ اس میں کچھ بااثر لوگوں نے روڑے اٹکائے اور وہ معاملہ جہاں سے شروع ہوا وہیں رک گیا۔ تو میری گزارش ہوگی کہ اگر قدم اٹھانا ہے تو ٹھوس قدم اٹھایا جائے تاکہ لوگ محسوس کریں کہ وزیراعلیٰ خود دیانت دار آدمی ہیں اس لیے ان کی انتظامیہ بھی صاف ستھری ہے۔ وہ بددیانت لوگوں کو پسند نہیں کرتے۔ میں وائس صاحب سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ

صرف بددیانت ہی نہیں جو چاپلوس قسم کے لوگ ہیں ان کے خلاف بھی کارروائی فرمائیں۔ کیونکہ جب خوشامد اور بددیانتی دونوں مل جاتی ہیں تو معاشرے میں بدعنوانی جنم لیتی ہے۔ اور اس بیماری کا کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ میں میزانیہ پہ بات کرنے سے پہلے آپ کی اور وزیر خزانہ کی توجہ پنجاب کے جنوبی علاقوں کے جانب مبذول کرانا چاہوں گا۔ جنوبی علاقوں کو عرف عام میں سرائیکی علاقہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس علاقے کے لوگوں کو ایک عام شکایت رہی ہے کہ ان کو نظرانداز کیا جاتا رہا ہے۔ اگر اس کو تفصیل سے دیکھا جائے تو میرے خیال میں اس میں کوئی غلط بات بھی نہیں ہے۔ ہماری حکومت نے پچھلی دفعہ بھی یہ اعلان کیا تھا کہ پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے خصوصی فنڈز دیئے جائیں گے لیکن جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ کم از کم میرے حلقے تک مجھے یہ بات نظر نہیں آئی۔ اس دفعہ بھی بجٹ میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ پسماندہ علاقوں کو زیادہ ترقی کے مواقع دیئے جائیں گے۔ ان کی مشکلات کا مداوا کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ دیرینہ زیادتیوں کا ازالہ کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں میں جناب وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ وہ کوئی ٹھوس اقدام کریں۔

تو جناب والا! اس سلسلے میں جناب وزیرخزانہ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ کوئی ٹھوس اقدام کریں صرف باتیں کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا اور انہیں محرومیوں اور ناانصافیوں کی وجہ سے ہمارے سرائیکی علاقے میں جنوبی پنجاب میں پنجاب سے علیحدہ ہونے کی تحریک چل رہی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ آج بھی وقت ہے اگر آج ہم ٹھنڈے دل سے بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں اس علاقے کی محرومیوں کو دور کرنے کے لیے قدم اٹھائیں تو کوئی وجہ نہیں وہ علاقے پنجاب کے ساتھ رہیں گے۔ ... مسئلہ صرف ان کو حقوق دینے کا ہے ان کو یہ احساس دلانا ہے کہ وہ اس صوبے کے باشندے ہیں اور اس صوبے کی ترقی میں وہ برابر کے حصہ دار ہیں۔ یہی بات میرے بھائی ڈاکٹر وسیم اختر صاحب نے بھی اپنی تقریر میں اٹھائی تھی میں انہی کی بات کو دہرا رہا ہوں کہ جنوبی پنجاب کے علاقوں کو فنڈز دیئے جائیں جو کہ نہیں دیئے جا رہے ہیں میں اسی موجودہ بجٹ کے اعداد وشمار سے یہ ثابت کروں گا کہ اس بجٹ میں بھی ہمارے ساتھ ناانصافی روا رکھی گئی ہے اور جنوبی پنجاب کے ضمن میں میں یہ بھی گزارش کرتا چلوں کہ

نہ صرف ہمیں ترقیاتی فنڈز میں ہمارا حصہ دیا جائے بلکہ ہمیں سروسز میں بھی چاہے وفاقی سطح پر ہوں چاہے پنجاب کی سطح پر ہوں صوبے کی سطح پر ہوں ہمیں ہمارا کوٹہ آبادی کے تناسب سے دیا جائے تاکہ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ وہاں کے ہی لوگ بھرتی ہو رہے ہیں اب ہمارے علاقوں میں کوئی بھرتی ہی نہی ہوتی۔ پچھلے جنرل سروسز کا ریکارڈ آپ اٹھا کر دیکھ لیں جو بھرتی ہوئی ہے اس میں مشکل سے ہی جنوبی پنجاب کا کوئی نظر آئے گا۔ تو جناب والا! جیسے میں نے گزارش کی ہے کہ اس بجٹ میں جنوبی پنجاب کو پھر نظر انداز کیا گیا ہے اس سلسلے میں میں سب سے پہلے آبپاشی کا مسئلہ اٹھاؤں گا۔ جناب وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں فرمایا ہے اور میں ان کا حوالہ دیتا ہوں۔ آبپاشی کے سلسلے میں کہ اس شعبہ میں سندھ طاس کے پانی کی تقسیم کے تاریخ ساز معاہدہ کے تحت پنجاب میں مزید 21 لاکھ ایکڑ اراضی کو نہری نظام کے ذریعے زیرکاشت لانے کے لیے درج ذیل منصوبوں کی تیاری کا ابتدائی کام شروع کر دیا گیا ہے۔

(الف) عظیم تھل نہر کا منصوبہ

(ب) داجل برانچ نہر کی توسیع کا منصوبہ

(ج) چولستان میں نہروں کے نظام کی تعمیر

جناب والا! یہ تمام منصوبہ جات بدقسمتی سے جنوبی پنجاب کے علاقے میں ہیں۔ جناب والا! کیا یہ زیادتی نہیں کہ ہر سال اسی ایوان میں اس بات کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ یہ منصوبے مکمل کیے جائیں گے اور پچھلے 34سال سے یہی بات سنتے آ رہے ہیں۔ لیکن وہ سارے منصوبے آج تک تشنہء تکمیل ہیں۔ جبکہ ہمارے پنجاب کے دیگر حصوں میں خصوصاً اپر پنجاب میں جتنے لنک کینال سندھ طاس معاہدے کے تحت بننی تھیں وہ مکمل ہوگئیں ہیں۔ ان کا سب نہری نظام مکمل ہوگیا ہے۔ ان کو کھلے فنڈز دیئے گئے تھے جبکہ ہمارے نظام ابھی تک ویسے ہی ہیں۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ رواں مالی سال کے اندر 1991-92ء کا جو بجٹ تھا اس میں تھل اور داجل نہر کے لیے چالیس چالیس لاکھ روپے مختص کیے گئے لیکن اگلے سال کے بجٹ کے لیے دس دس لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اب چالیس چالیس لاکھ سے کم کر کے ان کو دس دس لاکھ پہ لے آیا گیا ہے جبکہ تھل نہر کی کل لاگت کا اندازہ 3 ارب 67 کروڑ 52 لاکھ 28 ہزار روپے ہے۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ

اگر ہم دس لاکھ کے حساب سے چلتے رہے تو آئندہ دو سو سال میں نہر مکمل ہوگی اسی طرح داجل نہر کی توسیع پر کل لاگت کا اندازہ ایک ارب 59 کروڑ 80 لاکھ 70 ہزار روپے ہے تو جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ اگر یہی رفتار رہی ان منصوبوں کی تکمیل کے لیے تو ہمیں مزید دو سو سال درکار ہونگے ان منصوبوں کو مکمل کرنے کیلیے تو میں جناب وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ وہ ان نہروں کی تکمیل کے لیے چاہے چولستان کی نہریں ہیں داجل نہر ہو یا تھل گریٹر کینال ہو ان کی تکمیل کے لیے کوشش کریں رقم مہیا کریں خواہ وفاق سے لیں ان منصوبوں کو مکمل ہونا چاہیے۔ جناب والا! کیونکہ ہم آئی جے آئی والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سندھ کے پانی کا معاہدہ ایک تاریخ ساز معاہدہ ہے لیکن اگر اس کی عملی شکل لوگ نہیں دیکھیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ جھوٹ بولا جا رہا ہے تو اس سلسلے میں ضرور گزارش کروں گا کہ وزیرخزانہ ان منصوبوں کی تکمیل کے لیے رقم مہیا فرمائیں اور آئی جے آئی کا جو لوگوں سے وعدہ ہے خصوصاً جنوبی پنجاب سے اس کو پورا کیا جائے۔ جناب والا! زراعت کے لیے حکومت نے بڑی رقم فراہم کی ہے۔ جس میں کافی رقم کھیت سے منڈی کی سڑکوں کے لیے رکھی گئی ہے۔ اس میں مد کل مختص شدہ رقم 87.89 لاکھ روپے ہے اس مد میں جنوبی پنجاب کو کافی حد تک نظر انداز کیا گیا ہے میں ضلع گوجرانوالہ کی مثال دوں گا مجھے اس میں اعتراض نہیں گوجرانوالہ کو آپ بے شک زیادہ رقم دیں۔ لیکن ہمارے پسماندہ اضلاع میں بھی آپ کچھ رقم دیں وہاں بھی لوگوں کو یہ محسوس ہونا چاہیے کہ یہ اضلاع بھی پنجاب کا حصہ ہیں۔ جناب والا ضلع گوجرانوالہ کو 6 کروڑ 15 لاکھ 33 ہزار روپیہ دیا گیا ہے۔ جب کہ ڈیرہ غازی خان ڈویژن کو جو چار اضلاع پر مشتمل ہے 5 کروڑ 81 لاکھ 41 ہزار کی رقم فراہم کی گئی ہے جس میں سے مظفر گڑھ ضلع کو صرف 11 لاکھ روپیہ ملا ہے۔ جناب والا کہاں 6 کروڑ 50 لاکھ اور کہاں 11 لاکھ مظفر گڑھ ضلع کے لیے اسی طرح راجن پور کو 132 لاکھ دیا گیا ہے۔ جس میں سے 21 لاکھ روپیہ میرے حلقے میں دیا گیا ہے۔ جناب والا! یا تو پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کو پتہ نہیں کہ پی پی206 پنجاب کا حصہ ہے اگر ان کو پتہ ہے پھر وہ عمداً کر رہے ہیں کہ یہ علاقہ ترقی نہ کر سکے باقی علاقوں کی طرح یہ ترقی کی صف میں شامل نہ ہو۔ بہر حال میں وزیرخزانہ سے گزارش کروں گا کہ اس کا ازالہ کیا جانا چاہیے یہ ہمارے پسماندہ اضلاع ہیں آپ بھی جنوبی

پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا ہمارے اوپر حق بنتا ہے ہمارا آپ کے اوپر حق بنتا ہے مہربانی فرما کر ان چند مسائل کو آپ ضرور زیر غور لا کر یہ مسئلہ حل کریں۔ جناب والا! زراعت کے سلسلے میں یہ بھی گزارش کرتا چلوں کہ ہمارے ضلع راجن پور کا 9 لاکھ 11 ہزار 92 ایکڑ رقبہ بارانی علاقی پر مشتمل ہے جبکہ سارے بجٹ میں نہ پچھلے میں اور نہ ہی اس میں بارانی علاقے کی ڈویلپمنٹ کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں دیا گیا۔ جناب میں یہ گزارش کروں گا کہ راجن پور کے بارانی علاقہ کے لیے ہمیں Rig مشین مہیا فرمائی جائے جس طرح پنجاب کے دوسرے اضلاع خوشاب اور سرگودھا کے علاقوں کے لیے انہوں نے turbines دیے ہوئے ہیں۔ subsidised rates پر اسی طرح Rig machine اور turbines ہمیں subsidised rates پر مہیا فرما کے ہمارے اس پسماندہ علاقے کی ترقی کے لیے راستہ کھولیں۔

جناب سپیکر : شکریہ مزاری صاحب!

جناب ایس۔ اے حمید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ایس۔ اے حمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ایس۔ اے حمید : جناب سپیکر! آج ہاؤس میں صرف تین وزراء اکرام تشریف فرما ہیں اور بجٹ جیسا اہم مسئلہ ہو تقریر جاری ہو تو تمام ممبران کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ متعلقہ وزیر ہاؤس میں موجود ہوں تاکہ جو تجاویز یا shortcomings بجٹ میں ہیں ان کے بارے میں اگر point out کیا جائے تو وہ نوٹ فرمائیں۔ آپ نے پچھلے سال بھی اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ وزراء کرام ہاؤس میں تشریف لایا کریں گے تو میری یہ درخواست ہے کم از کم دو تین روز جو بقایا ہیں بلکہ ایک ہی دن باقی ہے تو وزراء کرام کو ہاؤس میں رہنا چاہیے ۔ شکریہ۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب والا! میں نے بھی بجٹ پر بولنے کے لیے چٹ دی تھی ضمنی بجٹ میں بھی اور اب بھی گزارش کی تھی لیکن میرا نام نہیں آیا۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب! آپ بات کرنا چاہتے ہیں آپ کا نام میرے پاس آیا تو نہیں۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب والا! میں نے تو چٹ دی تھی۔

جناب سپیکر : جی۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب والا! میں نے چٹ دی تھی۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے حاجی صاحب اگر آپ بولنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو موقع دیں گے تو حاجی صاحب آپ اس ایوان کے بزرگ اور نہایت معزز رکن ہیں اگر آپ بولنا چاہتے ہیں تو ابھی ارشاد فرمایئے۔

حاجی ملک گلاب خان : جناب والا! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے میری باری کے بغیر اجازت فرمائی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی ڈاکٹر وسیم اختر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب سپیکر! ایس۔ اے حمید صاحب نے وزراء کرام کی حاضری کے حوالے سے یہاں بات کی ہے میں اس میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایوان میں ویسے بھی مجموعی طور پر حاضری کی صورت حال بڑی تشویشناک ہے۔ کہ اس اہم موقع پر ایوان کے اندر اتنی کم حاضری ہے اور غالباً یہ اس وجہ سے ہے کہ کیونکہ وزرات خزانہ بجٹ بنانے کے عمل میں ایم پی اے صاحبان کو شریک نہیں کرتی اس لیے وہ احتجاجاً ایوان کے اندر نہیں آتے۔اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ جس طرح وزیر اعلیٰ نے اپنی صوابدید گرانٹ میں سے بہت ساری نئی مدات نکالی ہیں تو اس دفعہ وہ ایک نئی مد اس کے حوالے بھی نکالیں اور اس کا نام حاضری گرانٹ رکھا جائے کہ جو ممبر مسلسل ایوان میں حاضر رہے اسے اپنے علاقے میں تعمیر و ترقی کے لیے دس لاکھ روپیہ اضافی دیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : Its a very good suggestion. مخدوم زادہ صاحب یہ بہت اچھی suggesetion ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کے صوابدیدی فنڈ سے جو معزز رکن سب سے زیادہ ایوان میں حاضر رہیں ان کو (10، 20) لاکھ روپیہ فالتو ان کے حلقے کی ڈویلپمنٹ کے لیے دیا جائے۔ یہ بہت اچھی تجویز ہے۔ یہ تجویز میں بھی وزیر اعلیٰ صاحب سے take up کروں گا۔ اور میرا خیال ہے کہ وزیر خزانہ بھی اس کو take up کریں گے۔

وزیر خزانہ : ٹھیک ہے۔

جناب فرحت عزیز مزاری : جناب والا! یہ رقم تو پھر میاں منظور احمد موبل لے جائیں

گے۔

جناب سپیکر : اگر وہ زیادہ حاضر ہوتے ہیں تو یہ پھر ان کا حق بنتا ہے۔

میاں شہباز احمد : جناب والا! آپ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ اپو زیشن کے بنچ خالی پڑے ہوئے ہیں۔جب کہ حکومتی بنچوں پر تمام دوست موجود ہیں۔

جناب سپیکر :حاجی گلاب خان!

حاجی ملک گلاب خان : جناب والا! میں اپنے معزز اراکین پنجاب اسمبلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میری ایک تحریک التوائے کار پر پوری اسمبلی نے میرا بھرپور ساتھ دیا اور میرے ساتھ تعاون کیا اوران مظلوموں کے ورثاء کو معاوضہ بھی دلوایا۔ میں اس سلسلے میں حکومت پنجاب کا بھی مشکور ہوں میرے کچھ دوست اس بات سے ناراض بھی ہوئے کہ میں نے وہ تحریک التوائے کار مؤخر کیوں کروائی؟ جناب والا! اس میں مصلحت یہ تھی کہ پنجاب گورنمنٹ کے حالات صوبہ سندھ کے حالات اور پاکستان کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے ایسا کیا تھا۔ ہر پاکستانی کا یہ فرض ہے کہ جہاں ملکی حالات کسی خطرناک مرحلے میں ہوں تو ایسے معاملات کو دبا دیا جائے۔ لیکن جناب سپیکر! میں آج بھی وہیں کھڑا ہوں اس لیے میں جناب کی وساطت سے جناب وزیر اعلیٰ سے یہ گزارش کروں گا کہ کسی دیانت دار ہائی کورٹ کے جج سے اس واقعہ کی انکوائری کروائی جائے اور میری بات آج بھی اگر غلط ثابت ہوجائے تو میری تمام جائیداد نیلام کرکے گورنمنٹ کو دی دے جائے۔ جو افسران وہاں پر حکومت کی طرف سے گئے وہ موقعہ پر ہی نہیں پہنچ سکے۔ بلکہ سکول اور کالجوں کے بچوں نے بھی انہیں وہاں سے واپس کردیا اور انہوں نے یہاں آکر جناب وزیر اعلیٰ ، وزیر قانون اور لوکل گورنمنٹ منسٹر جناب پرویز الٰہی کو غلط رپورٹ دے کر اپنے fa-vour میں کچھ باتیں کیں۔ میں نے اس کی تردید اس وقت ضروری نہ سمجھی۔ جناب والا! میں تو اب بھی اس مقام پر کھڑا ہوں میرے پاس یہ دو کیسٹیں ایسے مظلوم آدمی کی ہیں۔ پولیس نے پیسے کھا کر اس کے خلاف بوگس پرچہ درج کروا دیا۔ اس کے سگے بھانجے کو خود زخمی کر واکر اسے حوالات کے اندر چیک لکھوا کر گرفتار کر لیا۔میں نے اس سلسلے میں وزیر قانون صاحب سے بھی گزارش کی ہے اس کے علاوہ میرے حلقہ نیابت پی۔ پی 14 میں دیانت دار آفیسر مقرر کریں۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ایک دیانت دار آفیسر ملک

فتح شیر ایس پی سرگودھا کو بھیج کر تمام حالات کی چھان بین کروائی جائے۔ وہاں پر کس قسم کا تشدد کس قسم کی دھاندلی کی جارہی ہے۔ میں یہ اس لیے نہیں کہہ رہا میری حکومت یہ کہے گی کہ اس نے پولیس کو بجٹ میں خصوصی رقم دینے کی مخالفت کی ہے۔ ان کو اور رقم دیجئے لیکن غریبوں کا تحفظ بھی بے حد ضروری ہے اور میرے پرور دگار نے مجھے یہ موقع دیا ہے کہ میں اپنے بھائیوں اور اس حکومت کے سامنے ان لوگوں کی صحیح نمائندگی کر سکوں۔ ایک عورت جو بے بسی کی حالت میں نالے میں قتل کر دی جاتی ہے، سر پھٹا ہوا، شلوار اتری ہوئی ہے اور معلوم نہیں اس کے ساتھ کتنے آدمیوں نے بد فعلی کی۔ اور میں یہ بھی عرض کروں کہ پولیس کے پاس جاتے ہیں وہ کہتے ہیں سوروں نے مار دیا۔ سوروں نے تو اسے مارا اور مارنے ضرور سور تھے لیکن میں یہ عرض کردوں پولیس کا کام یہ نہیں ہے کہ اسے دفن کردو اسے سوروں نے مارا ہے۔ نہ تو پولیس موقع پر جاتی ہے اور نہ اس کا پوسٹ مارٹم ہوتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی پرچہ درج کیاجاتا ہے۔ جناب والا! مکھڈ کے قریب بھی ایک بم کیس ہوا۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ ملزمان بے گناہ ہیں۔ یا مظلوم جس کے دو بچے بم کے ساتھ اڑ گئے ہیں، کیا معلوم کہ جس کے بچے بم سے اڑے ہیں۔ وہی دریائے سندھ کے کنارے بموں کا کاروبار کررہا ہوں اور وہ ہی مجرم ہو۔ لیکن اس کی باقاعدہ چھان بین کر نا حکومتِ وقت کا فرض ہے۔ جناب والا! اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ۔"

میرے مقدر میں بنجر زمین کی رکھوالی
کنویں اداس میرے کھیت ویرانے

وہ علاقہ جہاں سینکڑوں سال اور صدیاں گزر گئیں کسی نے اس کی ڈویلپمنٹ کی طرف توجہ نہ دی۔ جناب والا! آج بھی میں وہی بات دیکھ رہا ہوں میں نے بجٹ کو دیکھنے کے بعد یہ نوٹ کیا ہے کہ ہمارے حلقے میں ایک انچ سڑک کے لیے بھی رقم مختص نہیں کی گئی۔ ہمارا علاقہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں پانی پندرہ پندہ میل سے لایا جاتا ہے۔ درخت لگانے کے competition میں وہ کہاں آگے بڑھ سکیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پانی کے ایک ایک قطرے کو ترستے ہیں پنجاب کے لحاظ سے تو شاید یہ بجٹ متوازی بجٹ ہو میں تو دریائے ستلج راوی، جہلم سے پرے کا رہنے والا ہوں۔ ہمارا علاقہ دریائے انڈس اور جہلم کے

درمیان ہے۔ میرے ساتھ جہلم، چکوال اور اٹک کے لوگ بھی اس بات پر متفق ہیں۔ کہ ہم اپنی پوری کی پوری گرانٹیں جناب وزیر اعلیٰ کی نظر کرتے ہیں۔ہم سے پچیس فیصد کے حساب سے وہ رقم لی جائے اور پچھتر فیصد وہ اپنے پاس سے خرچ کریں لیکن اس علاقے کی پسماندگی دور کریں۔ لوگوں کو بنیادی سہولیات مہیا کریں۔

جناب والا! سکولوں کی یہ حالت ہے جو کچے گارے اور پتھر سے بنائے گئے تھے ان کی چھتیں طوفان کی وجہ سے اڑ چکی ہیں۔ سکولوں کی اکثریت اس قسم کی ہے یہاں میرے کچھ فاضل دوست سائنس ٹیچروں کا مطالبہ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ہمارے سکولوں اور کالجوں میں سائنس ٹیچر نہیں ہیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جو بغیر ٹیچروں کے سکول ہوں گے۔ ان کا کیا حال ہوگا۔ میرے حلقہ نیلت میں 23 سکول ایسے ہیں جہاں استاد ہی موجود نہیں ہیں۔ آیئے میں آپ کو کالجوں کی صورتحال سے بھی آگاہ کروں۔ انٹر میڈیٹ اور ڈگری کالج کی جناب میاں نواز شریف نے منظوری دی لیکن اساتذہ نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ اور طالبات دوسرے شہروں میں مائیگریشن کروالیتے ہیں۔ جب سے جنڈ میں کالج بنا ہے آج تک ریاضی کا کوئی پروفیسر تعینات نہیں ہوا۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ ہمارا علاقہ دورا فتادہ ہونے کی وجہ سے میں نے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ آئیں جنڈ اور اس علاقے کو کار میں بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتے۔ تو ہیلی کاپٹر میں ہی دورہ کر لیں۔ اور ہماری پسماندگی کا منظر دیکھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ وہاں پر دو دفعہ ژالہ باری ہوئی۔ پہلے 1991ء میں ہوئی پھر 1992 ء میں ہوئی فصلیں تباہ ہوگئیں۔ اس کی رپورٹیں بھی ہوئیں۔ لیکن ایک پائی تک کسی کو معاوضہ ادا نہ کیا گیا۔ جناب والا! وہاں پر طوفان آئے بچے بیچارے مکانوں کی چھتوں تلے دب کر مر گئے۔ جناب والا! مرکزی وزیر لیبر جناب اعجاز الحق نے پنڈی گھیپ میں جلسہ کیا اور ان بچوں کی فاتحہ خوانی کی اس کے علاوہ لوگوں کے رہائشی مکان گر گئے۔ کمپاؤنڈ وال گر گئیں۔ سرکاری عمارتوں کو بھی نقصان پہنچا لیکن آج دو سال ہونے کو ہیں۔ ان کا آج تک کچھ نہیں بنا۔ اس وقت کے کمشنر راولپنڈی نے کیس بھی بنا کر بھیجا کیا ان کیسوں پر کوئی اور آدمی بیٹھ جاتا ہے معلوم نہیں ہمارے کیس کہاں چلے جاتے ہیں۔ جناب والا! میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے

علاقہ میں برساتی پانی کو روک کر سٹور کیا جاسکتا ہے۔ کروڑوں روپے کی گرانٹیں آباد والوں کے پاس پڑی ہیں۔ان کو میں نے ذاتی طور پر بھی مل کر کہا کہ پی پی 15 اور پی پی 14 کے اندر جھیلیں اور ڈیم بنائیں۔ فشریز ڈیم بنائیں تاکہ لوگوں کو کچھ روزگار ملے جناب والا! سوائے بھیڑ بکریاں پالنے یا فوج کی ملازمت کے علاوہ ان کا کوئی خصوصی پیشہ نہیں ہے میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ پی پی 14 کا علاقہ جو پاکستان آرمی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج ہر وہ آدمی جو معزور نہیں ہے وہ فوج میں بھرتی ہے آنریری کیپٹن لفٹیننٹ ، صوبے دار میجر موجود ہیں۔ جنہوں نے ہر جنگ میں حصہ لیا ہے۔ اور بہت قربانیاں دی ہیں کشمیر میں 1947 ء کی جنگ میں انہوں نے بے پناہ قربانیاں دی ہیں۔ سرینگر کے ہوائی اڈے تک وہ پہنچے ہیں۔ میں جناب کی وساطت سے جناب چیف منسٹر پنجاب سے درخواست کروں گا کہ میں اپنی گرانٹ آپ کی نذر کرتا ہوں۔ لیکن آیئے اس علاقے کی طرف توجہ کیجئے۔ اور وہ گرانٹ 75 فیص اپنے پاس سے دیں۔ اور پچیس فیصد کے حساب سے وہ ایڈجسٹ کردیں۔ میری گرانٹ کو استعمال کر کے آپ سکولوں کو آباد کریں، سڑکیں بنائیں۔ اور منڈی سے کھیت تک تو سڑک بن سکتی ہے۔ میری منڈی راولپنڈی ہے اور وہاں پر ہمارے علاقے تک کوئی سڑک نہیں ہے۔ جناب والا! میں نے جناب کی خدمت میں بھی اپنے علاقے کے مسائل پیش کیے، دریائے سندھ جو کہ بہت گہرا دریا ہے اس سے پانی اوپر اٹھانا بہت مشکل ہے، میں درخواست کروں گا کہ جس طرح سے سرحد حکومت خوشحال گڑھ کے مقام پر ٹیوب ویل لگا کر پانی کو لفٹ کر کے شہریوں کو دے رہی ہے۔ اسی طرح میرے علاقہ میں زیارت اور موضع بیلا ایسے مواضع ہیں۔ جہاں پر ہم ٹیوب ویل لگا کر پانی کو لفٹ کر کے وہاں کے لوگوں کو پانی مہیا کر سکتے ہیں۔ اس ترقی یافتہ دور میں جناب والا! جس علاقے کے لیے پینے کا پانی نہیں وہ علاقہ درخت لگانے کی متعلق کیا سوچے گا۔ پندرہ پندرہ میل سے مستورات جا کر پانی لاتی ہیں۔ صبح جاتی ہیں تو شام کو واپس آتی ہیں۔ اس علاقے کی یہ حالت ہے میں نے جناب والا! وزیر ہاؤسنگ فزیکل پلاننگ کو بھی تکلیف دی یہ چک میں گئے اور انہوں نے کچھ نئی سکیموں کے وعدے بھی کیے ہیں لیکن وہاں پر پچھلے سال کی صرف دو سکیمیں تھیں۔ ان میں سے صرف ایک ٹیوب ویل لگا ہے۔ مہلواڑی ایک جگہ ہے وہاں پر کچھ پانی دے رہے

ہیں۔ لیکن باقی علاقہ شاید دو سال میں بھی مکمل نہ ہو۔ میں نے انہیں درخواست کی کہ تین چار سکیمیں اور منظور کی جائیں، اور کم از کم ان لوگوں کو پینے کا پانی تو دستیاب ہو جائے۔ مجھے حکومت کے وسائل کا علم ہے، مالی مشکلات کا علم ہے، اس لیے سارے علاقے کو تو پانی میسر نہیں آسکے گا۔ لیکن اگر حکومت کھلاڑیوں کے لیے کروڑوں روپے کے پلاٹ دے سکتی ہے، فنڈز دے سکتی ہے تو لوگوں کو پینے کا پانی دینے میں بھی اسے کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ اور میں جناب وزیر خزانہ سے یہ عرض کروں گا کہ بجٹ بناتے وقت آپ نے پی پی 14 کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ بھی پنجاب کا حصہ ہے مجھے تو پہلے بھی یہ ہی شبہ تھا کہ ہم شاید پنجاب کے رہنے والے نہیں، یہاں ہمیں لوگ پٹھان کہتے ہیں۔ اور جب ہم پشاور جاتے تو ہمیں پنجابی کہتے ہیں۔ اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ حکومت ہمیں بھی پنجاب کے ساتھ سمجھے۔ اور میں نے کئی بار جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے درخواست کی ہے کہ آیئے اس علاقے کا دورہ کیجئے۔ اور ہماری پسماندگی کو ملاحظہ کیجئے۔ میں آج ہی اس ہاؤس کی وساطت سے اور آپ کی وساطت سے انہیں عرض کرتا ہوں کہ وہ آئیں اور اس علاقے کا دورہ کریں اور ہماری پسماندگی کو چشم خود ملاحظہ کریں۔ میں انہی الفاظ پر ایک مرتبہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں بہت بہت مہربانی اور شکریہ۔

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق صاحب!

چودھری محمد فاروق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ جناب والا! وزیر خزانہ صاحب کے بقول یہ بجٹ فاضل بجٹ ہے۔ اگر اس کے گورکھ دھندے کو دیکھا جائے تو یقیناً یہ بجٹ فاضل بجٹ ہی ہے۔ لیکن جناب سپیکر مجھے سمجھ نہیں آئی کہ گذشتہ سال بھی بجٹ فاضل تھا۔ لیکن overdraft جب بھی قائم تھی۔ اور اس وقت جب فاضل بجٹ پیش کیا گیا تو overdraft اب بھی موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ اور قائد ایوان کو یہ چاہیے تھا کہ ایوان کو اعتماد میں لیتے اور اس overdraft کو ختم کرنے کی کوشش کرتے۔ جناب سپیکر! یہاں پر حکومتی پارٹی کے افراد کی مجبوری ہے کہ پارٹی ڈسپلن کی بنیاد پر انہوں نے اس بجٹ کو عوامی بھی کہنا ہے۔ غریبوں کا بجٹ بھی کہنا ہے، اور اس کو نہ جانے کس کس مد کے لحاظ سے عوام کے مفاد کا بجٹ قرار دینا ہے۔ اور انہوں نے اس کا قصیدہ بھی پڑھنا ہے اور وہ قصیدہ پڑھنے پر

مجبور ہیں۔ لیکن جناب سپیکر ! میں اس بجٹ کو عوامی نہیں سمجھا۔ کیونکہ یہ عوام کے منتخب نمائندوں نے بنایا ہے نہ اس میں عوامی نمائندوں کی رائے شامل ہے۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ مارشل لاء کے دور میں بھی بیورو کریسی بناتی تھی اور آج جمہوری دور میں بھی بیورو کریسی اعدادوشمار جمع کرتی ہے، ایک لسٹ بناتی ہے موٹی موٹی کتابیں بناتی ہے۔ ایک کتاب کو دوسری کتاب سے ملا کر پڑھیں تو اس میں فگرز ایک ہی مد میں دوسری کتاب میں غلط دے دیتی ہے۔ لیکن ہماری اسمبلی کیا کرے کہ انہوں نے تو آخری روز انگوٹھا لگانا ہوتا ہے۔ پارٹی ڈسپلن کا تقاضا ہے۔ لیکن آج اس ایوان کے فلور پر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کے ممبران بہت معصوم ہیں۔ اس بجٹ کی وجہ سے عوام پر جو بوجھ پڑا ہے جناب والا! اس کا ذمہ دار ان منتخب نمائندوں کو نہ گردانا جائے۔ جناب والا! یہ چند افراد نے مل کر بیورو کریسی کی لسٹ کو approve کر کے اس ایوان میں بھیج دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں پنجاب کے عوام کے حقوق پر جو ضرب پڑے گی اس کے لیے یہ معصوم ممبران یقیناً ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ میرے نزدیک یہ بجٹ اعدادو شمار کا ایک ہیر پھیر ہے۔ اور اس ہیر پھیر کو جب تک ختم نہیں کیا جاتا اور عوام کے منتخب نمائندوں کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا اس وقت تک اس بجٹ کو عوامی بجٹ نہیں کہا جاسکتا۔ میری تجویز ہے کہ جب آئندہ سال 94-1993ء کا بجٹ تیار کریں تو جناب سپیکر اسی سال 1992ء میں ماہ اگست ستمبر میں عوام کے نمائندوں کی تجاویز لی جائیں۔ مقامات کا جناب وزیر خزانہ دورہ کریں۔ پی اینڈ ڈی کے افراد کو ملا کر ان تجاویز کو مرتب کیا جائے۔ اور اس طریقے سے بجٹ تیار کیا جائے۔ جناب سپیکر! جو بجٹ پیش ہوتا ہے اور جو سکیمیں مرتب کی جاتی ہیں اور جو ان کو funds allocate کئے جاتے ہیں۔ وہ funds ان علاقوں میں وہاں پر جنوری میں نہیں پہنچ پاتے ، مارچ تک وہ خرچ نہیں ہوتے اور اس کے بعد وہ funds lapse ہوجاتے ہیں۔ ان کی مہربانی ہے کہ اس سال انہوں نے کہا کہ ان کے یہ funds lapse نہیں ہوں گے۔ لیکن میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ترقیاتی مد میں جو فنڈز رکھے جاتے ہیں وہ آٹھ مہینے تک جاری ہی نہیں ہوتے، ان مقامات پر خرچ ہی نہیں ہوتے۔ جناب والا! یہ کارکردگی بہتر بنانے کے لیے انہیں بجٹ کا رف مسودہ اسی سال میں تیار کرلینا چاہیے۔ اور جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ انہوں نے کہا کہ ہم

نے تعلیم کے میدان میں بہت رقم رکھی ہے۔ جناب سپیکر! میری اس سلسلے میں چند تجاویز ہیں۔ جہاں تک اعتراضات کا تعلق ہے وہ میں فگر وائز بعد میں quote کروں گا۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہر ہائی سکول میں کم از کم بیس کمپیوٹر فراہم کئے جانے چاہئیں۔ آج کا زمانہ جدید زمانہ ہے دنیا میں آپ دیکھیں کہ تعلیم کی سہولتیں مہیا کر کے ایک ملک کسی مقام سے بلند مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس سائنس کے دور میں ہمارے بچے میٹرک کر جاتے ہیں اور انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا مستقبل کیا ہے انہوں نے کون سی لائن اختیار کرنی ہے اور کس لائن میں جانا ہے۔ تو جناب سپیکر! اس سائنسی دور میں سائنس کے لیے بہت زیادہ سہولتیں فراہم کی جانی چاہئیں۔ اور آج کل اس دور میں ایک بنک کا کاروبار سنبھالنے کے لیے اس کا کام کرنے کے لیے کمپیوٹر بہت ضروری ہے۔ اس لیے کمپیوٹر کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی جانی چاہیے۔ اور جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ تعلیم کے لیے ہم نے 12 کروڑ روپے رکھ دیے۔ جناب والا! وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ سکولوں میں پڑھانے والے اساتذہ کے لیے ہم نے اتنے فنڈز مہیا کئے ہیں۔ جناب سپیکر! ان کی جو تقریر ہے اس میں صفحہ نمبر 24 پر کہتے ہیں کہ ان میں پڑھانے والے اساتذہ کے لیے بھی 12 ارب 12 کروڑ روپے کی رقم کا بندوبست کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! کوئی اساتذہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نہیں پڑھاتے؟ یہ تو پڑھانے والے اساتذہ کے لیے ہیں۔ جب تقریر کا یہ عالم ہے کہ جنہوں نے یہ تقریر تیار کی انہیں یہی نہیں معلوم کہ پڑھانے والے اساتذہ کون ہوتے ہیں اور نہ پڑھانے والے کون سے ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! کہتے ہیں کہ غریبوں کے لیے ہم نے اس بجٹ میں بہت سی سہولتیں دی ہیں۔ بھئی، بہت سہولتیں دی ہیں۔ موت کے کنوئیں پر بھی ٹیکس لگا دیا گیا۔ وہاں پر امیر آدمی تو نہیں جاتے۔ سینماؤں پر پہلے سو فیصد ٹیکس لگایا پھر پینسٹھ فی صد کر دیا۔ چلیے، ان کی یہ بھی مہربانی ہوگی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ امیر قدرے سینما میں چلے جاتے ہیں، غریب کو تو موت کا کنواں ہی نظر آتا ہے۔ حکومت کی طرف سے اسے ترقی کے لیے کوئی فنڈ ملے یا نہ ملے، وہ ہر وقت موت کے کنویں میں ہی ہے۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ اپنی تقریر میں کہتے ہیں کہ ہم طبقاتی تفاوت ختم کر دیں گے۔ لیکن اس کے لیے انہوں نے کوئی تجویز نہیں دی۔ کیا امیروں سے زمینیں لے کر غریبوں کو دیں گے؟ کیا

امیروں کی صنعتیں غریبوں میں بانٹ دیں گے؟ یہ غریبوں کو کیا چیز دے رہے ہیں؟ جناب سپیکر! یہ غریبوں کے دے رہے ہیں بہت دے رہے ہیں۔ اگر آپ اس میں دیکھیں تو لاہور میں ہائی سکول بنتا ہے جس کا نام ہے۔ Re-construction of Central Model School Lower Mall Lahore. جناب سپیکر! اس کے لیے دو سو کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔ لاہور میں ایک سکول کی re construction کے لیے دو سو کروڑ روپیہ ۔ **غریب کے بچوں کا کیا طبقاتی فرق یہ مٹائیں گے؟** غریبوں کے بچوں کے سکول میں تو چھت نہیں ہے۔ چار دیواری نہیں ہے۔ ایجوکیشن، صفحہ نمبر 286 ہے ، سکیم نمبر2709 ہے۔ اور اس کے کالم نمبر2 میں 73 ہے۔ اس کے کالم نمبر 8 میں دو سو کروڑ روپے کی رقم دی گئی ہے۔ جناب سپیکر! اسی جگہ آپ دیکھیں۔ سکیم نمبر2708 میں ہائی سکول کی عمارت کے لیے پچیس لاکھ روپے دیے گئے۔ جب کہ مڈل سکول کی عمارتیں بن رہی ہیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔ دوسو کروڑ روپیہ تو ایجوکیشن میں پورے لاہور کے لیے نہیں دیا گیا جب کہ یہ صرف سنٹرل ماڈل سکول کے لیے کہہ رہے ہیں۔ یہ لفظوں کے ہیر پھیر میں ہمیں پھنسا رہے ہیں۔ یہ ہمیں جو اپنی قابلیت دکھا رہے ہیں، اپنی قابلیت کے جو جلوے ایک صفر سے دکھا رہے ہیں تو اس پر مجھے وہی شعر یاد آیا ہے کہ ایک ہی نقطے سے محرم سے مجرم بنا دیا۔ انہیں کہیں کہ پوری تیاری کر کے آیا کریں۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں سہیل ضیاء بٹ صاحب کا شکر گزار ہوں۔ یہ دو سولاکھ ہے۔ یہ دوکروڑ روپیہ ہے۔ یہ قطعاً غلط نہیں ہے۔ آپ دیکھ لیجئے۔ آپ کے پاس بھی کہیں کتاب پڑی ہوگی۔ جناب سپیکر! مڈل سکولوں کی عمارتوں کے لیے رقم رکھی گئی۔ جناب والا! میں حوالہ دیتا ہوں۔ صفحہ نمبر 287 پر دیکھیں۔گرلز مڈل سکول، رسول پور۔ اس کے لیے پندرہ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جبکہ اسی مد میں اسی صفحے پر بوائز مڈل سکول چک امرال کو پینتالیس لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ یہ طبقاتی فرق کیسے مٹے گا؟ ایک علاقے میں مڈل سکول کے لیے پندرہ لاکھ روپے اور دوسرے علاقے کے لیے ایک ہی بلڈنگ کے لیے پینتالیس لاکھ روپے۔ جناب سپیکر! البتہ ایک بات پر میں جناب قائد ایوان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور وزیر خزانہ کا بھی کہ انہوں نے حزب اختلاف کو ان کی

ترقیاتی کاموں میں ان کا حق دے کر اور ان کا حصہ دے کر یقیناً اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا ہے اور جمہوری قدروں کو پروان چڑھانے اور نظریاتی سوچ پر پہرہ دینے کی مثال قائم کی ہے۔ جناب سپیکر! اسی کے ساتھ ایک اور امر کا میں ذکر کرنا چاہوں گا۔ وہ self em-ployment scheme ہے۔ یقیناً اس اندھیرے دور میں جب کہ بے روزگاری انتہا سے بڑھ رہی ہے، یہ واحد سکیم ہے جس کے ذریعے قائد ایوان، وزیر خزانہ اور وزیر صنعت نے اس صوبے کے بے روزگار نوجوانوں کے لیے قندیل کی معمولی سی چند کرنیں روشنی کے لیے رکھی ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک اور بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ شاید وزیر خزانہ نوٹ بھی کررہے ہیں کہ وفاقی بجٹ میں پنجاب کو بتیس ارب تینتیس کروڑ روپے دیے جانے ظاہر کیے گئے ہیں۔ کہ پنجاب کا جو بجٹ پیش کیا گیا، اس میں وزیر خزانہ نے فرمایا کہ وفاقی محاصل میں سے پنجاب کو اکتیس ارب بائیس کروڑ روپے ملیں گے۔ ایک ارب گیارہ کروڑ روپے کی رقم کدھر گئی۔ مجھے اس کی سمجھ نہیں آسکی۔ شاید وزیر خزانہ مجھے سمجھا سکیں۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ یقیناً میٹھی سی مسکراہٹ رکھتے ہیں۔ بے شک بجٹ پھیکا پھیکا ہے۔ لیکن میٹھی مسکراہٹ اور سوہنی صورت والے وزیر خزانہ سے پوچھنا چاہوں گا کہ ڈویلپمنٹ کے کام کیوں اجڑے اجڑے سے ہیں؟ اور یہ برباد کیوں نظر آتے ہیں؟ میں نہیں کہہ رہا۔ قائد ایوان نے اسی ایوان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ڈویلپمنٹ کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ قائد ایوان نے فرمایا کہ سکولوں میں اساتذہ نہیں جاتے۔ ہسپتالوں میں سٹاف نہیں جاتا، ملازم حاضر نہیں ہوتے۔ جناب سپیکر! کس نے انہیں کنٹرول کرنا ہے؟ کون کنٹرول کرے گا؟ کون انہیں لائے گا؟ ڈویلپمنٹ کی کل کون سیدھی کرے گا؟ چارہ گر کچھ ساماں اس کا بھی جناب وزیر خزانہ۔

جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ یونین کونسلوں کا حال برا ہے انتخابات میں بد امنی پیدا کرنے کی بنیاد یونین کونسلوں سے پڑتی ہے۔ امن عامہ خراب کرنے کی بنیاد وہاں سے پڑتی ہے۔ یا تو ان اداروں کو ختم کردیا جائے یا انہیں فنڈ دیے جائیں۔

جناب سپیکر! village planning سرے سے نہیں ہے۔ غریب لوگ دیہاتوں میں گاؤں میں رہتے ہیں۔ ان کی ٹاؤن پلاننگ سرے سے نہیں ہے۔ ولیج پلاننگ

سرے سے نہیں ہے۔ (وقت ختم ہونے کی گھنٹی)

اس کے لیے فنڈ مختص کیے جائیں۔ ابھی تو مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔

جناب سپیکر! ٹریفک پولیس صرف monthly لیتی ہے اور اسے کوئی کام نہیں۔ وزیر اعلیٰ بھی اس بات کو مانتے ہیں اور وزیر قانون بھی انکار نہیں کرسکتے۔ ہر اڈے سے یہ تیس تیس چالیس چالیس ہزار روپے monthly لیتے ہیں لیکن ٹریفک کے نظام کو سیدھا کرنے میں ان کی کیا contribution ہے؟

جناب سپیکر! مقامی حکومت کے منصوبوں میں اس وقت 44 فیصد کمیشن اے ڈی، ایل جی اور ان کے محکمے والے کھاجاتے ہیں۔ اس بات کا سب کو علم ہے۔ کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کی درستی کون کرے گا؟ جناب سپیکر! تحصیل دار کے آفس میں پیپلز پارٹی کے دور میں بھی رشوت چلتی تھی۔ ایک دن میں دو دو لاکھ روپے رشوت تحصیل دار اور رجسٹری محرر لیتے ہیں۔ جو کمشنر تک تقسیم ہوتی ہے۔ اس سے کوئی وزیر انکار نہیں کرسکتا۔ اس سے کوئی ممبر انکار نہیں کر سکتا۔ پیپلز پارٹی کے دور میں بھی یہی کچھ تھا اور آج بھی یہی کچھ ہے۔ جناب سپیکر! کیا فرق پڑا؟

جناب سپیکر! امن عامہ کی یہ صورت حال ہے کہ آئے دن دس دس بیس بیس قتل ہوتے ہیں۔ لیکن پچھلے تین سال میں کتنے لوگ پھانسی لگے؟ کیا یہ سارے قتل غیر قانونی ہیں؟ کس کو انصاف ملا؟ کیا کسی غریب کو انصاف ملا؟ جناب سپیکر! میرے ناقص علم کے مطابق تین سال میں ایک بھی شخص پھانسی نہیں لگا۔ جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بہت دیا ہے۔ امن عامہ کی حالت بہت اچھی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ پولیس بہت کچھ دیجیے۔ ان کی تنخواہیں بڑھا دیجیے۔ ایک تھانے میں دو گاڑیاں اور ایک موٹر سائیکل دیجیے۔ یہ ان کی ضرورت ہے۔ ان کی ڈیوٹی آٹھ گھنٹے کی کردیجیے، چوبیس گھنٹے کی نہ رکھیے۔ پولیس والوں کی پروٹوکول ڈیوٹی ختم کردی جائے۔ دوسرے محکمے کو پروٹوکول پر لگا یا جائے۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی کہنا چاہوں گا جو کہ ایس ایچ او ایف آئی آر درج کرتا ہے اس کی بجائے تفتیش پر کسی دوسرے ایس ایچ او یا انسپکٹر کو مامور کیا جانا چاہیے۔ اسے تفتیش نہیں کرنی چاہیے۔ جو پرچہ ہی خود دیتا ہے وہ انصاف کیا دے گا؟

جناب سپیکر! کہتے ہیں ہم نے صحت کے لیے ہم نے بہت اقدامات کیے ہیں۔

میں آپ کے لیے آج کے روز نامہ "جنگ" کی یہ تصویر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس میں ایک بچی علاج کے لیے اس کی ماں سڑک کے اوپر بیٹھی ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! کہتے ہیں امن عامہ کی حالت بہت اچھی ہے ترنڈہ محمد پناہ میں نہ صرف یہ کہ دو عورتوں کو زدوکوب کیا گیا، بلکہ ان کا زیور نوچ لیا گیا اور انہیں برہنہ حالت میں قومی شاہراہ پر پھینک دیا گیا۔ جناب سپیکر! یہ آپ کا امن عامہ ہے؟(وقت ختم ہونے کی گھنٹی) اور اس امن عامہ کے لیے آپ یقیناً مجھے بات کرنے کا موقع نہیں دے رہے۔ میں چند اخباروں کے تراشے پیش کرنا چاہتا ہوں نہ پولیس انسپکٹر کا بیٹا اور اس کا ساتھی پندرہ سالہ لڑکی سے رات بھر زیادتی کرتے رہے۔ پولیس نے گھر میں گھس کر لڑکیوں کے کپڑے پھاڑ دیے، ننگی گالیاں دیں اور گھر لوٹ لیا۔ ایک اور خبر ہے، تھانے دار اور دوسرے پولیس والوں نے جوان لڑکیوں کے بے حرمتی کی اور ماں کو اٹھا کر لے گئے۔ جناب سپیکر! امن عامہ کی صورت حال بہت اچھی ہے! گوگیرہ میں دو زمیندار نوجوان ملازمہ سے زیادتی کرتے رہے۔ حاملہ ہوگئی تو قتل کردیا۔ ایک اور اخبار کا تراشہ جناب سپیکر پیش کرتا ہوں۔ گجرات میں دو یتیم بہنوں کو اسلحہ دکھا کر دوبارہ بے آبرو کردیا گیا۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : سہیل ضیاء بٹ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کون سا روزنامہ ہے جس کی چودھری صاحب نے خبریں سنا رہے ہیں۔ اور یہ جو رسالہ ہے اس کا نام بھی ذرا بتا دیں؟

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں یہ چیزیں ریکارڈ کے لیے پیش کرنے لگا ہوں اور یہ آپ کے سیکرٹریٹ کے لیے ہیں۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب! آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہوگیا ہے۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میں تو اس میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا ہے؟

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! میں نے روزنامے کا نام پوچھا ہے۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! یہ بجٹ کی ایک کتاب ہے۔ estimates of charged expenditure and demand for grants. اس کا صفحہ 179 آئٹم

29 دیکھ لیجئے۔جناب سپیکر صفحہ نمبر178 بھی اس کے ساتھ ملا لیجئے۔ اس پر Agricultu-ral improvement of reserch کے متعلق لکھا گیا ہے۔اس میں 1991-92ء کے بجٹ میں کوئی مد نہیں رکھی گئی اور نمبر 20 پر سامان کے لیے 3 لاکھ 50 ہزار کی جو رقم رکھی گئی ہے اس کے لیے کوئی مد نہیں بتائی گئی کہ کہاں خرچ ہوئی ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! میرے پوائنٹ آف آرڈر یہ کا جواب نہیں دیا گیا۔میرا پوائنٹ آف آرڈر تھا کہ جناب فاروق صاحب جو خبریں سنا رہے تھے یہ کون سے روزنامے کی ہیں تاکہ اسمبلی کو پتا چل سکے۔

جناب سپیکر : شکریہ بٹ صاحب! چودھری محمد فاروق صاحب!آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہوگیا ہے۔ برائے مہربانی تشریف رکھیے۔ حاجی عرفان احمد خان ڈاھاصاحب!

جناب حاجی عرفان احمد ڈاھا : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع عطا کیا ہے۔

چودھری محمد فاروق : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! budget estimates of charged expenditure and demands for grants میں اگر کسی سکیم کا نام نہ دیا جائے اور صرف اتنا لکھ دیا جائے۔ construction of roads from اور اس کے against پیسے demand کرلیے جائیں تو یہ غیر قانونی ہے اور یہ روایات اور قواعد و ضوابط کے خلاف ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے پوائنٹ آف آرڈر کا جواب نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔ شکریہ بٹ صاحب تشریف رکھیے۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ نہیں سمجھے۔میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اگر کسی سکیم کا نام بھی نہ دیا جائے اور بجٹ میں اس کے لیے ڈیمانڈ کرلی جائے تو جناب سپیکر! یہ ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے لیے یہ ڈیمانڈ خلاف ضابطہ ہے۔ یہ بجٹ ambiguity ہے۔ اس میں صفحہ نمبر257 پر سکیم نمبر 1507 کے سامنے لکھا گیا ہے۔ "construction-of road from"

میاں شہباز احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : میاں شہباز احمد پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

میں شہباز احمد : جناب سپیکر! چودھری محمد فاروق صاحب نے اتنی لمبی تقریر کی ہے اگر اس کی ٹیپ آپ دوبارہ دوستوں کو سنا دیں تو اس میں الفاظ " جناب سپیکر، جناب سپیکر" اتنے استعمال کیے گئے ہیں کہ اتنی ان کی تقریر نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی hon-our ٹھیک ہے۔ لیکن ایسا نہیں کہ ہر لفظ کے ساتھ " جناب سپیکر۔ جناب سپیکر" کہا جائے۔ اگر تقریر کرنی ہو تو مہربانی فرما کر اپنی تقریر مکمل کر کے لایا کریں۔ ایک ہی لفظ پر یہ تقریر نہ کرتے رہا کریں کہ "جناب سپیکر۔ جناب سپیکر"۔ جناب والا! دوسری مجھے یہ confusion ہے کہ جب آپ موجود نہیں ہوتے تو محترمہ فوزیہ بہرام یہاں پر سپیکر کے فرائض انجام دیتی ہیں۔ تو مجھے صرف یہ بتا دیا جائے کہ سپیکر کی مؤنث کیا ہے۔ ہم انہیں کیا کہہ کر سنائیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : اس میں کوئی دوسری بات نہیں ہے تو کئی دفعہ پہلے ہاؤس میں معزز خواتین preside کر چکی ہیں۔ ان کو بھی جناب سپیکر : ہی کہا جاتا ہے جی جناب عرفان احمد خان ڈاھا صاحب!

جناب حاجی عرفان احمد ڈاھا : جناب سپیکر! یہ 93-192 ء کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان مشکل حالات میں یہ ایک مثالی بجٹ ہے۔ اور میں وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! موجودہ حالت میں جس طرح پچھلا دور گزرا اور وفاق میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور صوبے میں آئی جے آئی کی حکومت تھی اس وقت جو مشکلات صوبہ پنجاب میں پیدا ہوئیں اس کے اثرات کے باوجود 92-1991 ء کا فاضل بجٹ پیش کیا گیا۔ اور پھر کوشش کر کے جس طرح خوب سے خوب تر کی تلاش ہوتی ہے اس دفعہ بھی یہ فاضل بجٹ پیش کیا گیا۔ ہمارے چند معزز اراکین جو حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے اعتراضات اٹھائے کہ یہ فاضل بجٹ نہیں ہے۔ یہ چیز ریکارڈ کی ہے کہ آیا یہ فاضل بجٹ ہے یا نہیں ہے۔ اگر وہ بجٹ ریکارڈ کو دیکھیں جو ان کے پاس موجود ہے کہ فاضل بجٹ ہے یا نہیں۔ اگر فاضل بجٹ نہیں ہے تو وہ اس اسمبلی

میں سامنے لے آئیں۔ میں چند مثالیں دیتا ہوں۔ کہ موجودہ بجٹ میں جو ہمارے وزیر اعلیٰ نے خاص طور پر صوبے کی زرعی پالیسی پیش کی اس پر بھی میں ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ حالانکہ زرعی پالیسی بنانا زیادہ تر وفاق کا کام ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے وزیر اعلیٰ جو کاشت کار بھی نہیں ہیں اور کاشت کار طبقے سے بھی تعلق نہیں رکھتے لیکن انہوں نے 70 فیصد عوام کا خاص خیال رکھا۔ اور اس بجٹ میں کاشت کاروں کے لیے خاص سہولتیں دیں۔ اسی طرح میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جو پچھلی کپاس کے وقت انہوں نے کوشش کر کے کاشت کاروں کو بحران سے نکالنے کی کوشش کی وہ بھی ان کی دن رات کی کوشش تھی۔ جناب سپیکر! چند دوستوں نے کاشتکاروں پر زرعی ٹیکس لگانے کے متعلق بات کی ہے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

ملک لمان اللہ چھینہ: جناب والا! انہوں نے میرا نام لیا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا۔ میں چند کوتاہیاں یا غلطیاں بیان کیں جو اس سائنٹفک دور میں نہیں ہونی چاہییں تھیں۔ نہ میں نے رشوت پر بات کی تھی۔ نہ میں نے لا اینڈ آرڈر پر بات کی تھی۔ ☆☆☆

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر! مفتی ممتاز نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام لبیک ہے اس میں انہوں نے خانہ کعبہ کو کالا کوٹھا کہا ہے۔

جناب سپیکر : چھینہ صاحب تشریف رکھئے۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب سپیکر! آپ نے بھی کالا گاؤن پہنا ہوا ہے کالے لفظ سے سہیل صاحب کو کیوں چڑ ہوئی ہے؟ (قہقہے)

جناب سپیکر : ہاؤس میں جواب الجواب کا سلسلہ نہیں چل سکتا۔ یہ نامناسب بات ہے اور اس انداز میں کہ سہیل ضیاء بٹ صاحب ایک بات کریں اور ملک امان اللہ چھینہ صاحب، اس کا جواب دیں تو پھر ملک صاحب بات کریں اور بٹ صاحب اس کا جواب دیں۔ یہ نامناسب بات ہے۔

وزیر قانون : جناب سپیکر اجازت ہے؟

جناب سپیکر : جی جناب لاء منسٹر۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب سپیکر ! میں نے تو ایک فاضل رکن کے متعلق جو غیر پارلیمانی الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ کہیے ہیں۔

جناب سپیکر : جی بٹ صاحب! تشریف رکھیں پلیز۔ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! بجٹ پر بحث کے لیے صرف اب کل کا دن باقی رہ گیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس کرتا ہوں کہ ہاؤس کا ایک ایک سیکنڈ قیمتی ہے۔ اس کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ اور خاص طور پر اب میرے فاضل بھائی چھینہ صاحب نے کسی اور کی بات کی ہے اور درمیان میں حاجی افضل چن صاحب پر بھی بات کر گئے ہیں۔ جناب حاجی افضل چن صاحب جو کہ اس ہاؤس کے معزز رکن ہیں اور جو اس وقت ہاؤس میں موجود بھی نہیں ہیں ان کے بارے میں کچھ الفاظ ایسے کہے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں تھے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ایک تو اس قسم کی باتوں کی حوصلہ شکنی کی جائے اور ان الفاظ کو بھی کارروائی سے حذف کیا جائے ورنہ حاجی صاحب کل تشریف لائیں گے تو وہ اس پر بات کریں گے جو ان کی غیر

موجودگی میں یہ ریمارکس دیئے گئے ہیں اس طرح ایک گھنٹہ اور لگ جائے گا اس لیے از راہ کرم ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر : میں اتفاق کرتا ہوں اور حاجی افضل چن صاحب کے بارے میں جو الفاظ یہاں کہے گئے ہیں ان کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

چودھری صداقت علی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب میرے خیال میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہمیں ہاؤس کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

چودھری صداقت علی :جناب سپیکر! صرف ایک ہی پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر :آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں؟

چودھری صداقت علی : جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہوں۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہمارے پارلیمانی سیکرٹری فنانس جو ہیں وہ محکمہ خزانہ کی لکھی ہوئی تقریر پڑھ سکتے ہیں؟وہ pointwise پڑھ رہے ہیں اور ایسے پڑھ رہے ہیں جیسے کہ اگر کوئی بھول ہو گئی ہو تو وہ ان کے بعد میں پوچھ لیں گے۔

جناب سپیکر : جی آپ پڑھ نہیں سکتے۔ کیوں حاجی صاحب آپ پڑھ رہے ہیں؟

حاجی عرفان احمد ڈاھا : نہیں جی۔ میں پڑھ نہیں رہا۔

چودھری صداقت علی : قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ جیسے محکمہ خزانہ نے ان کو لکھ کر دیا ہے اس طرح پڑھ رہے ہیں۔ ویسے یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب سپیکر! جب سے کاغذ ادھر ادھر ہوا ہے ان کی تقریر ختم ہو گئی ہے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر : تو حاجی صاحب آپ مزید بات کرنا چاہتے ہیں؟

حاجی عرفان احمد ڈاھا : ہاں جی۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

حاجی عرفان احمد ڈاھا : جناب سپیکر! ہمارے معزز چند دوستوں نے زرعی ٹیکس کے متعلق بات کی۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب ایک منٹ میں ختم کر لیں۔

حاجی عرفان احمد ڈلھا : جناب سپیکر! ابھی تو میں شروع ہی ہوا ہوں۔
جناب سپیکر : آپ ایک دو منٹ میں ختم کرلیں۔
حاجی عرفان احمد ڈلھا : جی اچھا۔ زرعی ٹیکس پر بات کی۔ میں آپ کی وساطت سے ان معزز اراکین سے گزارش کروں گا کہ کاشت کار پر پہلے ہی بہت زیادتیاں ہیں ان پر اس وقت جتنے ٹیکس لگے ہوئے ہیں بالواسطہ وہی یہ سب ٹیکس دے رہا ہے۔ نام ہوتا ہے کہ جی یہ کپاس پر ڈیوٹی لگا دی گئی ہے لیکن اصل بوجھ کاشت کار پر ہی ہوتا ہے۔ میں اپنے معزز اراکین سے یہ التجا کروں گا کہ یہ تعصب والی باتیں چھوڑ دیں۔ پہلے ہی کاشت کار پسا پڑا ہے اور یہ وہ کاشت کار ہے کہ جو دھوپ میں اور سردی میں آپ کے لیے دن رات کام کرتا ہے اور آپ لوگ ائیر کنڈیشنروں میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔
(نعرہ ہائے تحسین)
ایسی باتیں کاشت کار نے کبھی نہیں اپنے ان بھائیوں پر کہیں کہ وہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ٹیکسٹائل پر capacity tax لگایا جائے۔ وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اگر پوری لبرٹی مارکیٹ میں 5 لاکھ روپے ٹیکس وصول ہوتا ہے تو باقی ٹیکس کیوں نہیں دیا جاتا؟ کاشت کار یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ جو سیاسی پارٹیوں کو بیرونی امداد ملتی ہے اور وہ شیر مادر کی طرح اس پیسے کو ہضم کرتے ہیں ان کے متعلق بھی کاشت کاروں نے کچھ نہیں کہا۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ مہربانی کر کے کاشت کار کے حال پر رحم کریں۔ اس میں تو اب یہ بھی ہمت نہیں ہے کہ وہ ایک گدھا گاڑی بھی خرید سکے۔ جناب سپیکر! اس جٹ میں جن مدوں میں پیسے رکھے گئے وہ آج سے پہلے اتنے کبھی نہیں رکھے گئے تھے۔ مثلاً تعلیم اور ترقیاتی پیج جو اس سال دیا ہے وہ پہلے آج تک کبھی نہیں دیا گیا۔ یہ پیج ہمارے چند دوستوں نے کہا ہے کہ پچھلے سال بھی دیا گیا حالانکہ وہ خود دیکھ سکتے ہیں کہ پچھلے سال اس قسم کا کوئی ترقیاتی پیج نہیں دیا گیا اور انشاء اللہ اس دفعہ جو ترقیاتی پیج دیا گیا ہے وہ ایک مثالی پیج ہوگا۔ اس کے علاوہ جو پولیس کے پیسے رکھے گئے ہیں۔ 1947ء میں پولیس کے لیے کل جٹ میں 14% رقم رکھی گئی تھی لیکن آبادی بھی اب بڑھ گئی ہے اور اس وقت پڑوسی ملکوں کے جس طرح حالات ہیں اور ان کا ہمارے ملک میں دخل ہے ان کے ایجنٹ یہاں تخریب کاریاں کر رہے ہیں تو اس لحاظ سے بھی پولیس کی مد میں بہت کم رقم رکھی گئی

ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ پولیس کو زیادہ سہولتیں ملیں۔ کیونکہ اس وقت جو جرائم پیشہ لوگ ہیں ان کے پاس جس طرح جدید اسلحہ ہے ان کا بھی سد باب کیا جائے۔

جناب سپیکر! بیروزگاری کی جو بات ہے واقعی ہمارے ملک میں بیروزگاری اس وقت عروج پر ہے، لیکن جس طرح ہمارے معزز قائد حزب اختلاف نے کہا کہ اس وقت 60 لاکھ بیروزگار ہیں۔ تو 60 لاکھ بے روزگاروں کو کس طرح روزگار مہیا کیا جا سکتا ہے؟ یہ ایک سکیم پنجاب گورنمنٹ نے جو self employment scheme پیش کی ہے اس میں آئندہ اور بھی پیسے رکھے گئے ہیں۔ یہ سکیم انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوگی اور اس سے کافی بیروزگاری کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ایک چیز کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دور میں، میں نے اس ہاؤس میں جب یہاں پیپلز پارٹی والے بھی موجود تھے اور وفاق میں ان کی حکومت تھی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ خانیوال میں ایک اوور ہیڈ برج کا پرانا مسئلہ ہے۔ لہٰذا آپ پیپلز ورکس پروگرام کے تحت اس اوور ہیڈ برج کو بنادیں لیکن اس پر کام نہیں ہوا۔ اب میں وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف کا اور وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے خانیوال اوور ہیڈ برج کے لیے پیسے مخصوص کر دیئے ہیں۔ اور اس کی منظوری دے دی ہے۔ اس طرح اس مقدس ایوان میں جب یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے یہ ایوان صوبے کا ایک اہم ترین ایوان ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان میں یہ بجٹ پیش ہونا چاہیے تھا ہمارے ایک معزز رکن نے کہا ہے کہ یہاں پر جو یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے یہ ایک ڈرامہ ہے جناب والا! یہ ان کی سوچ کے مطابق ڈرامہ ہو سکتا ہے لیکن اس مقدس ایوان میں جو یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے اس سے بہتر جگہ اور کہیں نہیں ہو سکتی۔ یہ ان کی نیت اور ان کی سوچ ہے جیسی ان کی نیت ویسے ہی ان کی مراد۔ مہربانی۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب وقفہ نماز کر لیں۔ 7 ج کر 26 منٹ تک کے لیے اس کو ملتوی کرتے ہیں۔ ساڑھے سات بجے ایک آسٹریلین وفد آپ کے اجلاس کی کارروائی دیکھنے کے لیے تشریف لائے گا۔ آپ نے ان کی presence کو بھی acknowtege کرنا ہے۔ اجلاس 7 ج کر 25 منٹ کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اجلاس کی کارروائی 7 ج کر دو منٹ پر 7 ج کر 25 منٹ تک وقفہ نماز کے لیے ملتوی کی گئی)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد جناب سپیکر 7-30 پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر : جو صاحبان آج بات کرنا چاہتے ہیں ان میں چودھری عبد الوکیل خان، راجہ خلیق اللہ خان، ملک شہباز خان، ملک طیب خان اعوان، پیر ذوالفقار علی چشتی، پیر اللہ یار چشتی، میر بادشاہ خاں آفریدی، سردار امجد حمید خان دستی، چودھری حنیف صاحب، جناب ایس اے حمید ، جناب ریاض احمد قتیانہ اور راجہ محمد بشارت تقریر کرنا چاہتے ہیں۔

راجہ محمد بشارت : جناب والا! میں نے کل کے لیے اپنا نام دیا ہے۔

جناب سپیکر : ان معزز ممبران میں سے جو اس وقت موجود ہیں وہ ہیں چودھری عبدالوکیل، سردار امجد حمید خان دستی، میر بادشاہ خان آفریدی، جناب ریاض احمد خان قتیانہ، اور جناب عتیق الرحمٰن صاحب۔

جناب عتیق الرحمٰن : جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ مجھے کل صبح وقت دے دیا جائے۔ میں نے کچھ معلومات منگوائی ہوئی ہے ۔ وہ بھی مجھے کل تک پہنچ جائیں گی۔

جناب سپیکر : کل کے لیے میرے پاس بہت سے صاحبان کے نام آئے ہوئے ہیں۔ کل بڑا پریشر ہوگا۔ میں چودھری عبد الوکیل کو بات کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

چودھری عبد الوکیل خان : جناب سپیکر! میں اس بجٹ پر پنجابی میں بولنے کی اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر : جی ارشاد فرمائیں۔

چودھری عبد الوکیل خان : جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس خسارے کے بجٹ کو منافع کا بجٹ پیش کیا۔ جناب سپیکر 16 تاریخ نوں وزیر اعلیٰ صاحب نے اس ہاؤس وچ تقریر فرمائی اس پر میرے کچھ معزز دوست۔۔۔۔۔

سردار امجد حمید خان دستی : جناب سپیکر! کیا پریس والوں نے بائیکاٹ کردیا ہے؟

چودھری عبد الوکیل خان : مہر سلیم صاحب اور سیٹھی صاحب نے وزیر اعلیٰ کی تقریر کے حوالے کے ساتھ کہا کہ سارا دن صرف زمینداروں کا ہے اور شہریوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ مہر صاحب اور سیٹھی صاحب کو تھوڑی سی غلطی لگ گئی ہے۔ تمام دن زمینداروں کے لیے نہیں ہے۔ سارا دن شہریوں کے لیے تھا۔ میں شہریوں کو تھوڑا سا بتانا چاہوں گا کہ یہ دن شہریوں کے لیے کیوں تھا۔ جناب زمیندار غریب آدمی اپنی فصل کاشت کرتا ہے ہم آج کل بنجی کاشت کر رہے ہیں۔ بنجی

کاشت کرنے کے لیے ہم شہر آکر مہر سلیم اور سیٹھی صاحب کے دروازے پر آکے بیٹھ جائیں گے کہ ہمیں مزدور لگانے کے لیے پیسے دیں۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی پیسہ نہیں نہ ہم مزدوری کا پیسہ دے سکتے ہیں۔ نہ ہم مل کا پیسہ دے سکتے ہیں۔ نہ ہم مزدوری دے سکتے ہیں۔ جناب ہم نے قرضہ آڑھاتی سے لینا ہے اور آڑھتی شہر میں رہتا ہے۔ آڑھتی سے قرضہ لے کر ہم نے اپنی منجی کاشت کرنی ہے۔ جس وقت ہماری منجی کی فصل پک جائے گی اور ہم منجی کی ٹرالی بھر کر اور پگ کو اچھی طرح ملیا لگا کر سر پر رکھ لیں گے اور ٹرالی پر بیٹھ کر جائیں گے جس وقت چونگی پر آئیں گے تو چونگی والے نے ہمیں روک لینا ہے اور کہے گا چودھری صاحب اس منجی کا موصول دیں۔ جناب ہم 500 روپے موصول اس شہری کو دیں گے جو شہر میں رہتا ہے۔ جناب سلیم صاحب اور سیٹھی صاحب اس وقت سوئے ہوئے ہوں گے۔ سونے سے پہلے ان کے دروازے پر خاکروب آئے گا میونسپل کمیٹی کا ان کی گلیاں صاف کرے گا اس 500 روپے میں سے واپس دیہات میں پیسہ نہیں آئے گا۔ ٹھیک ہے وہ 16 تاریخ کا دن زمینداروں کے نام ہے مگر نہیں میرے دوستوں کو غلطی لگ گئی ہے یہ نام ہمارا استعمال ہوا ہے۔ اس 16 تاریخ والے دن جو اعلانات وزیر اعلیٰ صاحب نے فرمائے ہیں ان کا تمام کا تمام فائدہ شہر والوں کو ہوگا۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب .just a minutes

چودھری عبد الوکیل خان : جناب سپیکر! میری تاں واری وی اک سال بعد آئی اے۔

MR SPEAKER: I feel honoured in having amongst us the esteemed Australian Parliamentary Delegation and I welcome them wholeheartedly.

(Thumping of Desks)

Mr Lloyd O'Neil, Member Parliament is the Leader of the Delegation, Madam Lady O,Neil, Mr Peter Niegel, Member Parliament, Mr & Mrs Bruce Gowan, Miss Cristobel, Senator, Mr Peter Hicks. Secretary to the Delegation and the acting High Commissioner of Australia.

(Thumping of Desks)

جی چودھری صاحب۔

چودھری عبدالوکیل خان: جتنے میرے زمیندار دوست یہاں تشریف رکھتے ہیں ان کو بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ آج جیٹھ ہاڑ کے دن ہیں نیچے سے بھڑک پے رہی ہے اوپر سے دھوپ پڑ رہی ہے اس گارے میں سے ہم لاب اکھاڑ کر ہم منجی کاشت کرتے ہیں ۔ جس وقت میں منجی لے کے غلہ منڈی میں آجاؤں گا غلہ منڈی میں میں مہر سلیم صاحب یا سیٹھی صاحب کی آڑھت پر منجی کی ٹرالی اتاروں گا زمیندار کی وہاں کوئی آڑھت نہیں ۔آڑھتی کون ہیں ۔ آڑھتی میرے معزز بھائی اس شہر میں رہتے ہیں۔ جس وقت میں ٹرالی کا مال اس کی آڑھت پر اتاروں گا تو میں فقیروں کی طرح اس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں گا کہ جناب مجھے کچھ پیسے دے دو مہر سلیم اور سیٹھی صاحب مجھے پیسے نہیں دیں گے کیونکہ پیسے تو ان سے پہلے میں نے بطور قرضہ لے لیا تھا۔ میرے اس قرضے سے بڑا موڈ بنا کے اگر میری فصل دو ہزار کی ہے تو مجھے یہ پانچ سو روپے دیں گے۔ میں پانچ سو روپے جیب میں ڈال کر گھر نہیں آتا اس پانچ سو روپے کو لیکر میں مین بازار میں چلا جاؤں گا جس وقت میں مین بازار میں جاؤں گا سب سے پہلے کپڑے کی دکان سے میں کپڑا خریدوں گا اس کے بعد آگے کتابوں کی دکان آئے گی بچوں کے لیے کتابیں خرید لوں گا یہ پانچ سو کا پانچ سو پھر کس کو گیا۔ آپ کے بچے جنیں۔ آپ حق کی بات کرتے ہیں یہ پانچ سو کا پانچ سو پھر شہروں میں گیا۔ جناب میں دعوت دیتا ہوں میرے حلقے میں 95 گاؤں ہیں ڈیڑھ لاکھ کی آبادی ہے 95 گاؤں میں سے کسی ایک گاؤں میں بھی مجھے ایئر کنڈیشن دکھا دو۔ کسی ایک گاؤں میں کسی زمیندار کے گھر ایئر کنڈیشن دکھا دو۔جناب جس وقت آپ شہر میں آئیں گے جہاں ڈیڑھ لاکھ کی آبادی ہے تو وہاں جو مالٹوں کی ریڑھی لگاتا ہے اس کے گھر بھی اے -سی لگا ہوا ہے ،اسکی گاڑی میں بھی ایئر کنڈیشنڈ اور مہر سلیم کے دفتر میں بھی اے-سی لگا ہوا ہے۔پھر کہتے ہیں وہ دن زمینداروں کا دن ہے وہ نام ہمارے لگ گیا ہے۔جناب والا! جس وقت میں اپنی فصل لے کر آتا ہوں تو مجھے تین سو روپے من چاول کی قیمت دیتے ہیں۔ میں اس بات کو حلفاً کہتا ہوں کہ ہمارے اس ایک

من چاول کی قیمت باہر کے ملک میں تین ہزار روپے ہے۔ کیوں کہ کاموکی ایک ایسا شہر ہے جہاں دنیا کا سب سے اچھا چاول پیدا ہوتا ہے تو کاموکی کے جتنے تجارتی لوگ ہیں میں نے رات کو اُن سے پوچھا کہ چاول کس طرح بیچ رہے ہو۔ کہنے لگے ہم یہ چاول باہر کے ملک لے جا کر تین ہزار روپے کا من بیچتے ہیں تو گورنمنٹ ہمیں قیمت دیتی ہے تین سو روپے من۔ ساری رات میں نہر کا پانی لگاتا ہوں۔سانپ کاٹتا ہے تو میرے پاؤں پر کاٹتا ہے کبھی کوئی شہری بتائے کہ سانپ نے کاٹا ہو کبھی کوئی خبر سنی ہے کہ فلاں سیٹھ جی غلہ منڈی گیا ہو تو اس کے پاؤں پر سانپ کاٹ گیا ہو۔ جب بھی خبر آئی ہے تو یہ آئی ہے کہ زمیندا کے پاؤں پر سانپ کاٹ گیاہے۔ سانپ کاٹے گا میرے پیر پر۔اے۔سی کہاں لگے ہوں گے؟ مہر سلیم اور سیٹھی صاحب کے گھر لگے ہوں گے۔ جناب ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس دن اعلانات فرمائے تو میں حقیقت بیان کروں گا کہ زمینداروں کی جان چھڑائی تھی چھوٹو رام نے ہماری تمام جائیداد رہن ہو گئی تھی۔اسی طرح زمینداروں کے لیے ایک محکمہ آیا ہے اصلاح آبپاشی نے گندم پر ہماری واپڈا کے ٹیوب ویلوں سے جان چھڑائی۔ٹیوب ویل کا پانی نجلی کا پانی میں بتا نہیں سکتا جس وقت ہماری فصل پکی ہوتی ہے ۔بل ہم دے نہیں سکتے قرضہ ہم لیتے ہیں مہر سلیم سے اور سیٹھی صاحب سے چھ مہینے کی بعد ہماری فصل آتی ہے۔ جس وقت چھ مہینے بعد ہماری فصل آتی ہے۔ تو پورے چھ مہینے میں یا میں جانتا ہوں یا زمیندار جانتے ہیں۔جو ہمارا حال ہوتا ہے۔ ابھی ہماری فصل کچی پکی ہوتی ہے تو ادھر سے لائن مین آجاتا ہے۔ بل میں دے نہیں سکتا اس نے فوراً آکر کنکشن کاٹ دینا ہے۔ اس نے تو کنکشن کاٹ کر جانا ہے اور میری تمام فصل تباہ ہو جاتی ہے۔پکے کھال جو اصلاح آبپاشی والوں نے بنائے ہیں۔اس کھال کا پانی میں جس وقت، استعمال کروں گا۔آبیانہ اگر میں نہیں دوں گا تو وہ وکیل خان کو گرفتار کرلیں گے۔لیکن میرے پانی کا کنکشن نہیں کاٹیں گے۔میرے بچوں کی روزی پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ پکے کھال کی جتنی بھی میں تعریف کروں وہ کم ہے کیونکہ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ پکے کھال کا فائدہ کسے پہنچے گا یہ بھی مہر سلیم کو اور سیٹھی صاحب کو فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ اس سے جتنی بھی میری آمدنی بڑھے گی اس آمدنی سے جس شہری کے تین ائیر کنڈیشنر ہیں اس کے چھ ہو جائیں گے۔ جس کی گلبرگ میں ایک کوٹھی ہے اس کی دو کوٹھیاں ہو جائیں گے۔ میرے دیہاتوں میں

جا کر دیکھو میرے تمام یعنی 95 دیہاتوں میں5 کاریں ہیں جب میں کاموکی شہر میں آتا ہوں وہاں اتنی کاریں ہیں کہ گنی ہی نہیں جاتیں اور انہوں نے یہ تمام منافع کہاں سے حاصل کیا ہے۔ زمیندار سے؟ زمیندار مجبور ہے ہم غریب ہیں اور ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں جتنے اے سی میں لگا سکتا ہوں اتنے کوئی بھی نہیں لگا سکتا بس میری جنس کا ریٹ صحیح کر دو۔ اگر میری جنس کا ریٹ صحیح دو تو پھر مہر سلیم اور سیٹھی صاحب اے سی نہیں لگا سکتے اس کے علاوہ وزیراعلیٰ صاحب نے پودوں کا اعلان کیا ہے نو دس سال میں پودوں کی شکل دیکھوں گا۔ میں ان کو پانی دوں گا میں سارا سال بچوں کی طرح ان کی پرورش کروں جس وقت وہ جوان ہو جائیں گے میں ان پودوں کو کہاں بیچوں گا؟ مہر سلیم اور سیٹھی صاحب کی آڑھت میں بیچوں گا اور پھر ان درختوں کا منافع کون لے گا مہر سلیم اور سیٹھی صاحب منافع لیں گے۔ اے سی لگائیں اور میں نے یہاں گرمی میں ہی مرنا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب تقریر تو آپ بہت اچھی کر رہے ہیں لیکن آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

چودھری عبدالوکیل خان: جناب والا! آپ کی بڑی مہربانی ایک سال بعد تو میری باری آتی ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب دو منٹ آپ اور بات کر لیں۔

چودھری عبدالوکیل خان: جناب والا!وزیر اعلیٰ صاحب نے پہلے اعلانات فرمائے ہیں کہ ہر یونین کونسل میں ایک چھوٹی لیبارٹری بناؤں گا اس میں مشیر بیٹھیں گے جس سے ہماری زمین ہموار ہو گی واقعی یہ بات ٹھیک ہے آج سے دس سال پہلے کوریا کی ایک مشین آئی تھی جس سے مونجی لگتی تھی۔ جناب وہ مشین میں نے اپنے لیے بھی منگوائی تھی جس وقت وہ اوپر کی طرف گئی اس نے مونجی لگائی اور جب نیچے کی طرف آئی تو وہ مونجی نہ لگا سکی کیونکہ جب اوپر کی طرف گئی تو پانی چھ انچ تھا اور جب وہ مشین نیچے کی طرف گئی تو پانی ایک فٹ تھا۔ ہمارے پنجاب میں کوئی بھی رقبہ ایسا نہیں جو رقبہ لیول ہو۔ اس لئے میں وزیراعلیٰ صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اس سلسلے میں جس مشینری کا اعلان کیا ہے میں ان کا بے حد مشکور ہوں اس زمین کا لیول ہموار ہونے کے بعد منافع کے جانا

ہے ان لوگوں کے پاس جانا ہے جو میرے بھائی شہروں میں تشریف رکھتے ہیں۔
(اس مرحلے پر جناب چودھری محمد فاروق کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)
جناب چیئرمین: چودھری صاحب آپ تقریر مکمل کریں۔
چودھری عبدالوکیل خان: جناب والا اس وقت ہماری مونجی کی فصل کا موسم پورے زوروں پر ہے اور زروں میں بھی کسی طرح کھاد ہی غائب ہوگئی ہے۔ وہ کھاد کس نے غائب کی ہے۔ مہر سلیم نے اور اس کا منافع لے جانا ہے ؟ مہر سلیم نوں(قہقہے)
جناب چیئرمین: چودھری صاحب آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوتا ہے۔
چودھری عبدالوکیل خان: اب ہماری باری آئی ہے تو بیج بھی غائب ہوگیا ہے اس کے بعد دوائیاں غائب اس کے بجلی کی لوڈ شیڈنگ۔ جناب والا! بجلی کے متعلق میں کہوں گا کہ آج کل اپنے اے سی ذرا بند کردو ٹیوب ویلوں کو بجلی دو۔
جناب چیئرمین: چودھری صاحب اچھی بات ہے۔ لیکن آپ اپنی تقریر سمیٹیں۔
چودھری عبدالوکیل خان: جناب والا!شہروں کے ذرا ائیر کنڈیشنر بند کریں جو کہتے ہیں کہ سارے اعلانات وزیراعلیٰ نے دیہاتوں کے لئے کیے ہیں۔ ان کے ذرا اے سی بند کر کے دکھائیں۔ 20فیصد لوگ سڑکوں پر آ جائیں گے اور اسی فیصد تڑپیں گے۔ ہماری بجلی 24گھنٹے بند اور آپ ان کی ایک دن بجلی بند کر کے دکھاؤ۔۔۔۔۔۔

Mr.KHANZADA TAJ MUHAMMAD: I would request the Australian Delegation to listen me for a few minutes. Please come back to the House.

جناب چیئرمین: خان زادہ صاحب آپ انہیں ایڈریس نہیں کر سکتے۔ چودھری صاحب آپ کی تقریر کا وقت بھی مکمل ہوگیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں اب میں دعوت دیتا ہوں راجہ خلیق اللہ صاحب کو۔
راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا میں اپنی تقریر کے وقت میں سے پانچ منٹ چودھری عبدالوکیل خان کو دیتا ہوں۔
جناب چیئرمین: راجہ صاحب آپ کو پھر تقریر کا وقت نہیں ملے گا۔ اگر آپ اپنی تقریر کا وقت چھوڑتے ہیں تو میں انہیں دے دیتا ہوں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! میں اپنے پانچ منٹ ان کے لیے مختص کرتا ہوں۔ میں بعد میں اپنی تقریر کے لیے پانچ منٹ مختص کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : شیخ طاہر رشید پوائنٹ آف آرڈر پر۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! یہ معزز ایوان پورے پنجاب کی نمائندگی کرتا ہے۔ بدقسمتی سے متعدد بار اس ایوان میں یہ تذکرہ ہوا ہے کہ یہاں پر رب کعبہ کو سجدہ کرنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جناب سپیکر! جس جگہ نماز پڑھنے کا اہتمام کیا گیا ہے وہاں پر اتنی بدبو اور تعفن ہوتی ہے کہ کوئی شریف آدمی وہاں کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ جناب سپیکر! استنجا کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جناب سپیکر! وضو کرنے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں ہے۔ آج جبکہ ہم بجٹ پر باتیں کر رہے ہیں اور سن رہے ہیں کروڑوں اور اربوں روپے کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن خانہ خدا کے لئے کوئی بھی بات نہیں ہو رہی۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ میرے اس پوائنٹ آف آرڈر پر آپ رولنگ دیں کہ فوری طور مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جائے اور اس کی تعمیر شروع کی جائے۔ اور جب تک مسجد کی تعمیر شروع نہیں ہوتی تب تک وضو کرنے کے لیے صحیح طریقے سے پانی کا انتظام کروایا جائے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شیخ صاحب شائد آپ کے علم میں نہیں ہے کہ مسجد کا جو منصوبہ ہے وہ شامل کیا جا چکا ہے۔ اور اس کے لئے فنڈز بھی ہیں اور جو نیا ایم پی اے ہوسٹل بن رہا ہے اس کے ساتھ مسجد بھی بنائی جا رہی ہے اب یہاں پر جس جگہ آپ نماز پڑھتے ہیں اس جگہ پر مسجد تعمیر نہیں کی جا سکتی وہ جگہ صاف ستھری ہے آپ میں سے بے شمار ممبر وہاں پر نماز پڑھتے ہیں اور وہاں پر کوئی ایسی بدبودار بات نہیں ہے آپ تشریف رکھیے چودھری عبدالوکیل خان صاحب آپ اپنی بات مکمل کیجئے۔ شیخ صاحب میں آپ کو اسی بات پر دوبارہ بولنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ بجٹ پر بحث ہونے دیجئے اور تشریف رکھیے۔ شیخ صاحب آپ ہاؤس کو teach کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ اور اسلام کے جو ضابطے ہیں ان کے مطابق جہاں پر امام مسجد میں یا کسی بھی جگہ پر باجماعت نماز پڑھا رہا ہو تو وہاں پر نماز پڑھنی چاہیے۔ اور جب باہر لان میں باجماعت نماز ہو رہی ہوتی ہے تو سیڑھیوں کے نیچے نماز نہ پڑھا کریں۔ اور استنجے کے لئے بے شمار toilets اسمبلی میں

اور منسٹر چیمبرز کے ساتھ اور اس کے علاوہ ہر بلاک میں ایک ایک toilet موجود ہے۔
براہ کرم آپ ایوان کا وقت ضائع نہ کیجئے اور بیٹھ جایئے۔
شوکت داؤد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔
جناب شوکت داؤد: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ خان زادہ صاحب کو ہاؤس میں واپس لیا جائے وہ Australian delegation کے پیچھے لگ گئے ہیں اور وہ ان کو واپس لینے کے لئے گئے ہیں۔
جناب چیئرمین: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ عبدالوکیل خان صاحب آپ دو منٹ میں اپنی بات مکمل کیجئے۔
چودھری عبدالوکیل خان: (پنجابی) میری تجویز ہے کہ اس وقت ہمارا مونجی کا سیزن ہے کھاد غائب ہو گئی کھاد مہیا کی جائے دوائیاں غائب ہو گئیں اور مہر سلیم کے سٹور میں چلی گئی ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اچھا سیٹھی صاحب اور مہر سلیم کے سٹور میں چلی گئیں شہریوں نے تمام دوائیاں، کھاد، بیج غائب کر لیا ہے۔ جناب کھاد بروقت دی جائے، دوائیاں دی جائیں۔ مونجی کے لئے سپرے، زمیندار کے لئے اور عام دیہاتی کے لیے اتنا ضرور ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا ۔ سپرے کا ہونا لازمی ہے زمیندا کے لیے اتنا ضرور ہے کہ میرے پاس اس کا بیان نہیں۔
آگے جناب زمیندار کے لئے قرضہ، سود جنہوں نے سود جاری کیا ہے ہندوستان والوں نے وہ زمیندار سے سود نہیں لیتے اور جن پر سود حرام ہے پاکستان کے مسلمانوں کے لیے سود حرام ہے اور زمینداروں سے سود لیتے ہیں۔ ہندوستان والوں نے سود لگایا ہے مگر وہ زمیندار سے سود نہیں لیتے چاہے وہ جتنا مرضی قرضہ لے لے۔ انڈیا میں زمیندار جتنا قرضہ لے گا وہ بغیر سود کے لے گا۔ اور ہم قرضہ لیں گے تو سود کے ساتھ لیں گے تو جناب ہمیں سود معاف کر دینا چاہیے۔
آگے جناب بہت بڑی بات ہے کہ ہم بجلی کا ٹیوب ویل لگواتے ہیں۔ میں 12ایکڑ کا زمیندار ہوں میں نے درخواست دی کہ مجھے ٹیوب ویل لگا دو تو پھر میں واپڈا والوں کے ارد گرد چکر لگاتا رہوں اپنی بارہ ایکڑ زمین فروخت کر دوں رشوت دوں گا تب

میرے ٹیوب ویل کا کنکشن لگے گا میں جناب سے اپیل کروں گا کہ جو زمیندار درخواست دے اسے ایک مہینے کے اندر اندر ٹیوب ویل کا کنکشن دیں اسے اس سبسڈی لائن پر جتنے بھی لگتے ہیں وہ گورنمنٹ دے جو تین سو تین ہزار پر منافع کماتی ہے۔ جناب سپیکر ایک سیکنڈ اور جناب۔ کالا باغ ڈیم بنا بہت ضروری ہے۔ اگر کالا باغ ڈیم نہ بنا تو جناب پنجاب نہیں بن سکتا۔ کالا باغ ڈیم بنا نا بڑا ضروری ہے اس لئے کالا باغ پر صوبائی اسمبلی متفقہ طور پر ایک قرارداد پاس کرے کہ کالا باغ ڈیم بنا چاہیے اور جناب میری چھوٹی سی درخواست ہے کہ وزیراعلیٰ صاحب نے بڑی مہربانی کی ہے کہ تمام ایم پی ایز کے ساتھ مساوی سلوک کیا ہے۔اپوزیشن کو بھی فنڈز دیا ہے۔ اور اپنے ایم پیز کو بھی فنڈز دیا ہے۔ ہمیں دس دس چودہ چودہ سکول دیئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ ایک سکول میں دو استانیوں کی گورنمنٹ نے منظوری دی ہے وہاں بیٹھی معلوم نہیں کتنی ہیں۔ اٹھارہ فالتو کتنی ہوئیں۔ سولہ۔ مجھے بھی حساب بتاتے جاؤ۔ جو سولہ استانیاں وہاں بیٹھی ہیں وہ سکول میرے بند ہیں بڑے بڑے تالے پڑے ہیں۔ اور وہ بیٹھی بیٹھی تنخواہیں لے رہی ہیں۔شاہ پور سے مگر بیٹھی ہیں کاموکی کے قریب شہری حلقے میں۔

جناب چیئرمین: عبدالوکیل صاحب آپ تشریف رکھیں۔ راجہ خلیق اللہ خان ۔ راجہ صاحب آپ اپنی تقریر شروع کریں ورنہ آپ کو موقع نہیں ملے گا۔ چودھری وکیل خان صاحب تشریف رکھیں کچھ روایات بھی ہوتی ہیں تشریف رکھیے۔

راجہ خلیق اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا یہ ہماری منتخب حکومت کا پہلا جٹ ہے اس سے پہلا جٹ بیوروکریسی نے تیار کیا تھا۔ جس کی توثیق ہم سے کروائی گئی۔ اس دفعہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوامی جٹ نہیں ہے۔ صرف اسمبلی میں توثیق کے لیے آرہا ہے۔ یہ صوبے کا سب سے اہم جٹ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سب سے اہم جٹ ہونے کے ساتھ جو اخراجات ہیں وہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر ہیں۔ اور یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم 43 ارب 50 کروڑ روپے کے اخراجات اپنے صوبے میں کر رہے ہیں۔ اس حکومت نے 50روڑ روپے کے نئے ٹیکس لگائے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا 43 ارب 50 کروڑ میں سے جو 50کروڑ روپے کے نئے ٹیکس لگائے ہیں وہ وضع نہیں ہو سکتے تھے۔ کیا اخراجات کم نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ دیکھیں یہ کہتے ہیں کہ ان ٹیکسوں سے

غریب پر بوجھ نہیں پڑے گا۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے پوچھتا ہوں کہ وہ کون سا ٹیکس ہے جو لگے اور غریب پر اس کا بوجھ نہ پڑے۔

جو دو فیصد فیس بڑھائی گئی ہے وہ کس پر لاگو ہوگی؟ یہ درست ہے کہ امیر لوگ زمینیں خریدیں گے، امیر لوگ کوٹھیاں خریدیں گے، کارخانے دار زمینیں خریدیں گے، تاجر لوگ زمینیں خریدیں گے اور مکان خریدیں گے۔ لیکن جو دو فی صد آپ نے ٹیکس لگایا ہے وہ لوگ ہم سے وصول کریں گے۔ عوام سے وصول کریں گے۔ غریبوں سے وصول کریں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں، بلکہ میں وزیر خزانہ سے درخواست کرتا ہوں کہ انہوں نے جو 50کڑور کے ٹیکس لگائے ہیں، خدارا پہلے ہی ان پر اتنے ٹیکس لگ چکے ہیں کہ ان کا سانس لینا مشکل ہوچکا ہے براہ مہربانی وہ ٹیکس واپس لیے جائیں۔ محکمہ خزانہ کو کہا جائے کہ پچاس کروڑ کے ٹیکس واپس لے کر اپنے ستائیس ارب پچاس کروڑ کے اخراجات میں سے کمی کر کے یہ پچاس کروڑ کی کمی پوری کی جائے۔ جناب والا! جیسا کہ میرے بھائی چودھری عبدالوکیل خان نے کہا، سب کہتے ہیں کہ زراعت ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے پاکستان کا اور پنجاب کا انحصار زراعت پر ہے۔ یہ نہیں کہتے، بلکہ جو بھی حکومت آتی ہے وہ ہماری ہو یا کسی کی، وہ یہی کہتی ہے۔ کہ زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے۔ لیکن حکومتیں بھی اس ریڑھ کی ہڈی کو جس طرح چاٹ رہی ہیں اس کا تو جواب نہیں ملتا۔ جناب سپیکر! اگر آپ یہ سوچیں کہ اس دوران جس طرح ایک زمیندار اور کاشت کار کو لوٹا جارہا ہے اس کی مثال بھی نہیں ملتی اس وقت جو کاشتکار ٹیوب ویل لگائے اسے پچاس ساٹھ ہزار نقد دینے پڑیں گے۔کیونکہ اب حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو بھی ٹرانسفارمر لگائے گا اسے یہ رقم ادا کرنی پڑی گی۔ تو ساٹھ ستر ہزار روپے کس کاشتکار کے پاس ہے؟ کونسا کاشتکار ہے جس کی ہمت ہوگی کہ وہ ٹیوب ویل لگا لے۔ پھر جیسا کہ میرے بھائی عبدالوکیل خان نے کہا تھا کہاں ہے کھاد؟ آپ نے بہت بڑھ کر کہا تھا کہ ہم جپسم کی بوری سات روپے کی دے رہے ہیں وہ جپسم کی بوری کہاں ہے؟ وزیر آباد میں تو نہیں ملتی۔ وہاں اگر ملتی ہے بلیک میں پچیس پچیس روپے میں ۔میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ میں جناب وزیرزراعت سے بھی درخواست کروں گا کہ جس طرح انہوں نے کہا کہ جپسم کی بوری سات روپے میں ملتی ہے، وہ مجھے بتائیں کہ وہ کہاں ملتی ہے تاکہ

میں وزیر آباد کے کاشت کاروں کو بتا سکوں کہ وہاں جا کر آپ یہ بوریاں وصول کر سکتے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میاں شہباز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: مہربانی سے آپ interrupt نہ کریں۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا! سندھ کے زمینداروں کو سو فی صد پانی ملتا ہے میرا مقصد نہری پانی کا سو فیصد ملتا ہے۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ پنجاب کے کاشت کار کو اس وقت تیس سے چالیس فیصد پانی ملتا ہے۔

جناب چیئرمین: ریاض فتیانہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ریاض فتیانہ: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ قبضہ گروپ آہستہ آہستہ اسمبلی میں بھی داخل ہو چکا ہے ابھی اسی نشست پر کھڑے ہو کر میرے دوست حاجی شہباز صاحب پوائنٹ آف آرڈر پیش کر رہے ہیں۔ یہ میری نشست ہے۔ حاجی صاحب کو نشست اس اگلی لائن میں ہے۔ اس قبضے سے مجھے نجات دلائی جائے۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب! ریاض فتیانہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ آپ اس نشست سے نہیں بول سکتے۔ اگر آپ کو بات کرنی ہے تو آپ کو اپنی نشست پر آنا ہوگا۔ آپ اس نشست سے نہیں بول سکتے۔ میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔ (میاں شہباز احمد نے بات کرنے کی کوشش کی) میں آپ اس سیٹ سے بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب سپیکر! پنجاب کا کاشت کار ساٹھ فیصد زرمبادلہ کماتا ہے اور اس سے کچھ کم زرمبادلہ بچاتا ہے۔

جناب چیئرمین: میاں شہباز صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں شہباز احمد: سب سے پہلے میں آپ کی وساطت سے ریاض فتیانہ صاحب سے درخواست کروں کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں جو انہوں نے کہا ہے کہ اس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ انہوں نے ضرور قبضے کا لفظ استعمال کرنا تھا؟ ویسے بھی دوستانہ طور

پر آدمی دوسرے کی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہے۔ قبضے کی بات کرنا میرے استحقاق کو مجروح کرنا ہے۔

جناب چیئرمین: میاں شہباز صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ اگر آپ کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو آپ تحریک استحقاق پیش کریں۔

میاں شہباز احمد: میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہم یہاں اسمبلی کی کارروائی کے لیے آئے ہوئے ہیں اور سہیل ضیاء بٹ صاحب یہاں الٹی سیدھی تصویریں دیکھ رہے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ زیادتی ہے انہیں اس حرکت سے روکا جائے۔ یہاں ہم قانون سازی کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ یہاں ہم ملک اور صوبے کی اچھائی کے لیے آئے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے میاں صاحب۔ آپ بیٹھیے اور قانون بنانے کے لئے کوئی بات سوچیے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ تصویریں آپ بھی چیک کر لیں۔ یہ بالکل باعزت تصویریں ہیں اور اسلام کے عین مطابق بنائی ہوئی ہیں۔ یہ ہمارے قائد محترم کی تصویریں ہیں۔

جناب چیئرمین: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں ۔ ایس اے حمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ کی بحث کے دوران پوائنٹ آف آرڈر پیش کر کے بار بار سپیکر کو distrub کیا جاتا ہے جس سے اس کے تسلسل اور سوچ میں بھی فرق پڑتا ہے۔ اس لئے مہربانی کر کے جو سپیکر حضرات بجٹ پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور جب ان کی باری آتی ہے تو انہیں distrub نہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین. ایس اے حمید کی بات درست ہے۔ راجہ خلیق اللہ صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اگر کسی کی تقریر میں کوئی قابل اعتراض الفاظ آئیں تو کیا ان پر اعتراض نہیں اٹھایا جاسکتا؟

جناب چیئرمین: جناب سہیل ضیاء بٹ صاحب کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جس کو اتنی سنجیدگی سے لیا جائے کہ جواب الجواب کا سلسلہ جاری کر کے سپیکر کو interrupt کیا

جائے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : میں نے جناب سپیکر! آپ سے رائے لی ہے' کیونکہ آپ سپیکر ہیں اور آپ ہی نے رائے دینی ہے۔

جناب چیئرمین: بٹ صاحب' میں نے یہی وضاحت کی ہے کہ ایوان کے اندر کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس پر جواب الجواب بحث شروع کی جائے آپ براہ مہربانی تشریف رکھیں اور راجہ خلیق اللہ صاحب کو بات مکمل کرنے دیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: کیا ایوان میں تصویریں دیکھنا منع ہے یا گناہ ہے۔

جناب چیئرمین: تمام معاملات جن کا ایوان سے تعلق نہیں ہے' ان کو زیر بحث لانا یا ان کو دیکھنا ' اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے مہربانی سے آپ تشریف رکھیں۔ راجہ صاحب! آپ بات جلد مکمل کیجئے۔ آپ تین منٹ زائد لے چکے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: اگر یہ مداخلت نہ کریں تو میں اپنی بات مکمل کر لوں گا۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! آپ کو صرف ایک منٹ زائد ملے گا۔ آپ اپنی بات مکمل کریں۔

راجہ خلیق اللہ خان: مداخلت اتنی ہے کہ میرا وقت ضائع ہوا ہے کم از کم مجھے وہ وقت تو دے دیں۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ سب سے مظلوم پنجاب کا کاشت کار اور زمیندار ہے۔ آپ بجٹ دیکھیں۔ اس میں بڑے دعوے کیے گیے ہیں کہ ہم نے زمیندار کے لئے یہ کچھ کیا ہے۔ مجھے بتائیں کہ ان نوجوانوں کے لیے کیا گیا ہے جو گاؤں میں رہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ میں کسی مداخلت کی اجازت نہیں دوں گا۔ شیخ صاحب' مہربانی سے اپنی نشست پر بیٹھ جائیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : میں آپ سے رہ نمائی چاہتا ہوں۔ جب تک آپ میری رہ نمائی نہیں فرمائیں گے میں سیٹ پر نہیں بیٹھوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ اپنی سیٹ پر مہربانی سے بیٹھ جائیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: کیا کوئی معزز رکن ایوان میں کھڑے ہو کر گیلری میں بیٹھے ہوئے کسی آدمی سے بات کر سکتا ہے؟

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! کوئی ایسی بات یہاں پر نہیں ہورہی اور آپ براہ مہربانی بار بار سپیکر کو interrupt نہ کیجئے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں نے جناب سے رولنگ چاہی ہے کیا کوئی معزز رکن اس ایوان کے اندر کھڑے ہو کر گیلری کے اندر بیٹھے ہوئے دوستوں سے بات کر سکتا ہے؟

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیے' میں رولنگ دیتا ہوں۔ گیلری میں بیٹھے ہوئے کسی شخص سے یا باہر لابی میں بیٹھے ہوئے کسی شخص سے ایوان کے اندر بیٹھ کر کوئی رکن نہ بات کر سکتا ہے اور اشارہ کر سکتا ہے۔ بہر حال شیخ صاحب! بار بار کسی سپیکر کو interrupt کرنا بھی کوئی اچھی روایات قائم کرنے کے مترادف نہیں ہے۔ راجہ صاحب' آپ تقریر کیجئے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! صرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! آپ اپنی تقریر کیجئے۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا! میں یہ عرض کررہا تھا کہ پنجاب کی سب سے مظلوم ہستی کاشت کار اور زمیندار ہے۔ آپ جٹ کو اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کونسی ترقیاتی سکیم انہوں نے نوجوانوں کو دی ہے۔ کون سے روزگار کے مواقع انہوں نے پیدا کیے ہیں۔ یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ جو بیٹی کاٹن پیدا کرتی ہے روئی پیدا کرتی ہے اس کے سر پر دوپٹہ نہیں۔ اور شاہکاروں کے پاس ریشمی کپڑے ہیں کتنی بدقسمتی ہے کہ چاول پیدا کرنے والے ہم لوگ ہیں لیکن اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ خدا کی قسم اگر آپ کبھی لوگوں کو مونچھ لگاتے ہوئے دیکھیں تو ایک آدمی جب مونچھ لگا کر گھر جاتا ہے تو اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی اس کی بیوی پہچان نہیں سکتی۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! آپ کا وقت مکمل ہوگیا ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! ایک منٹ اور دے دیں۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ آپ اپنا وقت عبدالوکیل خان صاحب کو دے چکے ہیں۔ اب آپ کی بات مکمل نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنا وقت دے چکے ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! عبدالوکیل خان صاحب نے کچھ تعلیم کے بارے میں کہا ہے میں ان کی تائید کرتا ہوں اور میں آج آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی

وہاں آفیسرز ہیں جتنے بھی وہاں استاد لگے ہوئے ہیں وہ earthwarm کی طرح اس میں آپ کو کھا رہے ہیں جناب! earth worm کا شاید ترجمہ گڈویا ہے۔ گڈوئے کی یہ خصلت ہوتی ہے کہ جس زمین میں وہ پناہ لیتا ہے اسی زمین کو کھاتا ہے اسی زمین کو کریدتا' اسے کھوکھلا کرتا ہے' اس کے بعد اپنا فضلہ وہاں کر دیتا ہے' تو یہ تمام محکمہ تعلیم پیسے ہضم کر رہا ہے۔ ضائع کر رہا ہے۔ میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ اس محکمے کی پرائیویٹائزیشن کی جائے اور اسے de-regulate کیا جائے اور یہ پرائیویٹ کارپوریشن کو دیا جائے تاکہ وہ عوام کو بہتر تعلیم دے سکیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ راجہ صاحب تشریف رکھیں۔

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! آخر میں میں اخبار والوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم شریف لوگ ہیں۔ اتنے شریف لوگ ہیں جتنے آپ ہیں۔ جس طرح آپ ہماری کردار کشی کرتے ہیں۔ جس طرح آپ سب کو کہتے ہیں کہ سب ایم این اے بددیانت ہیں خدارا ہم بھی جانتے ہیں۔ ہم آپ کے ووٹ لے کر منتخب ہوئے ہیں۔ کم از کم ہمارا ہی خیال کیجئے۔ اس ادارے کا خیال کیجئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی خبریں دے کر بغیر تصدیق کے ہماری کردار کشی کی جاتی ہے۔ میں صرف ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو بتاتا ہوں۔ وزیرآباد میں جام کے ایک گاؤں ہے اس میں ایک واقعہ ہوتا ہے کہ ایک عورت کا rape ہوتا ہے۔ نوائے وقت جیسے سنجیدہ اخبار نے میرے حلقے کے متعلق شہ سرخیاں لگائیں کہ رات کو وزیرآباد کی تحصیل میں ڈاکوؤں کا راج ہوتا ہے۔ یہ خبر پھیل گئی ہے۔ ہر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے کہ کون ڈاکو ہیں اور کتنے ڈاکو ہیں۔ تو میں نے کہا کہ جناب! مجھے تو علم نہیں۔ تفتیش ہوئی تو پتا چلا کہ اس عورت کے کسی conductor سے تعلقات تھے۔ اس کا خاوند باہر گیا ہوا تھا۔ وہ دو تین سالوں کے بعد واپس آرہا تھا۔ جب اسے پتا چلا کے وہ واپس آرہا ہے تو اس نے سب کچھ conductor کو کھلا دیا تھا اور اس نے بہانہ لگاکر یہ پرچہ رجسٹر کرا دیا تھا پہلی خبر تو اخبارات میں آگئی کہ ڈاکوؤں کا راج ہے لیکن اصل حقیقت سامنے نہ آئی اور ہمارا علاقہ انتہائی بدنام ہوگیا۔

جناب چیئرمین: شکریہ راجہ صاحب : تشریف رکھیے۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا! میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ بغیر تحقیق کے

کوئی خبر شائع نہ کی جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ ملک شہباز خان!

ملک شہباز خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں اس سے قبل کہ بجٹ پر کچھ اس نکات پر کچھ شقوں پر اپنے خیالات کا اظہار کروں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اس بجٹ کے اہم نکات اس کے خدو خال جو میری سمجھ میں نہایت اہم ہیں انہیں ایک دفعہ یاد داشت کے طور پر آپ کے روبرو ایوان میں پیش کروں۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں پھر بجٹ کے فگرز میں اور اس کے بعد جناب وزیر اعلیٰ کی تقریر اور پھر اس بجٹ کا مطالعہ کیا تو اس میں مجھے محسوس ہوا کہ واقعی سابقہ روایات کے بالکل مختلف اس سال کے بجٹ میں 1385 کروڑ روپے ترقیاتی اخراجات کی منصوبہ بندی کے لیے رکھے گئے ہیں جبکہ 12 Net resources سو کروڑ روپے اور اس طرح 85 short fall کروڑ روپے بانٹ رہے ہیں۔ پچھلے سال کی نسبت ترقیاتی کاموں میں 32 فیصد اضافہ اور پھر اس کے main feature کہ شہروں کی نسبت دیہاتوں کی طرف ترقیاتی کاموں کا اور اس کے resources کا رخ موڑا گیا۔ اور پھر دیہاتوں میں بھی زراعت کی طرف واضح ہے کہ دیہاتوں کو ترقی دینا، زراعت کو ترقی دینا اس صوبے کی انتہائی اہم ضرورت ہے۔ اس کے بعد اس بجٹ میں سوشل ایکشن پروگرام اور ہر حلقے میں دو کروڑ روپے کے ترقیاتی کام اور ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کا ذکر کیا گیا جس میں راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی، مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی، بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی، ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی، ڈیرہ غازی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی، فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی، شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن ہیلتھ فاؤنڈیشن۔ سیلف ایمپلائمنٹ سکیم اور بلاک ایلوکیشن اور مختلف شعبہ جات میں ترقیاتی کاموں کے لیے رقوم رکھی گئی ہیں۔ تو اس طرح جب بجٹ کا باریکی سے تجزیہ کیا تو جناب سپیکر! واضح ہوا کہ کہا یہ گیا ہے کہ شہروں سے دیہاتوں کی طرف بے شک دیہاتی عوام جو شہری علاقے میں بستی ہے۔ ان کے لیے ترقیاتی بجٹ میں چیف منسٹر صاحب کی صوابدیدی گرانٹس کا رخ اس طرف کیوں موڑا گیا؟ لیکن تجزیہ سے ثابت ہوا کہ بارانی علاقے جو اس صوبے کے اضلاع ہیں۔ جس میں ضلع جہلم، ضلع اٹک، ضلع چکوال اور ضلع خوشاب کا نصف حصہ پہاڑی ہے شامل ہیں۔ ان اضلاع کے بارانی علاقوں کے ترقیاتی کاموں کے لیے ایک فیصد

بھی نہیں رکھا گیا۔ تو جناب والا! مجھے نہایت افسوس ہے کہ اس قدر ترقیاتی کاموں میں اضافہ اور کہا گیا کہ دیہاتی عوام کی طرف زراعت کی طرف ترجیح دی گئی ہے۔ بے شک زراعت کو ترجیح دی گئی ہے۔ لیکن اس زراعتی دیہاتی علاقے کو جہاں نہری آبادی ہے۔ جہاں نہری پانی مل رہا ہے۔ جناب والا! ہمارے اضلاع چکوال، اٹک، جہلم اور ایک حصہ خوشاب ضلع کا یہ بارانی ہیں۔ پہاڑی ہیں۔ سخت ترین یہ علاقے ہیں۔ ان میں آمد و رفت کے ذرائع بھی صحیح نہیں ہیں اور نہ تعلیمی ادارے مناسب تعداد میں ہیں۔ لیکن ان کا جو سب سے اہم مسئلہ ہے وہ پینے کے پانی کا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی فوجی خدمات کے عوض ان کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بڑے بڑے سکولوں اور کالجوں کی جائے اور بڑے بڑے دوسرے ترقیاتی منصوبوں کی جائے اگر پینے کا پانی بھی میسر آسکتا، یہ حکومت ہمیں دے سکتی تو میں ان کا بے حد مشکور ہوتا۔ لیکن جناب والا! پورے بجٹ سے ظاہر ہے کہ اس علاقے کی طرف مناسب توجہ نہیں دی گئی اور مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ تو تجاویزی اپنے حلقے پی پی 17 سے متعلق ہی بیان کروں گا کیونکہ وقت کی کافی کمی ہے۔ گو کہ میرے حلقے کے مسائل بعینہ اسی طرح ہیں جس طرح میرے پورے ضلع چکوال کے مسائل ہیں۔ اور جس طرح اٹک کے مسائل ہیں۔ جس طرح ضلع جہلم کے مسائل ہیں اور خوشاب کے پہاڑی علاقے کے مسائل ہیں۔ اسی طرح کے مسائل ضلع راولپنڈی میں بھی ہیں۔ لیکن ضلع راولپنڈی کا میں اس لیے ذکر نہیں کر رہا کہ راولپنڈی ضلع کو مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی اور راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی دی گئی ہے۔ اور ان اتھارٹیز کو ہر سال معقول رقوم دی جاتی ہیں۔ حالانکہ پورے پنجاب کو ہر صوبائی حلقہ میں برابر کا ایک پروگرام دیا گیا ہے۔ یعنی دو کروڑ روپیہ ہر ایم پی اے کے حلقے کو دیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ Social Action Programme بھی سب کے لیے برابر ہے۔

لیکن اس برابر پروگرام کے علاوہ اتھارٹی کو اور بارانی، نہری زرعی، دیہاتی علاقے کو زائد مراعات دی گئی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے علاقے کو کیوں اس سے محروم رکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں نہ وزیر خزانہ کی غلطی ہے، نہ وزیر اعلیٰ کی غلطی ہے، غلطی اگر ہے تو ہم ممبران میں غلطی ہے۔ ہم میں نمائندگی کی جو صحیح اہلیت ہونی

چاہیے تھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ نہیں ہے۔ ہم صحیح طور پر اپنے اضلاع کی چاہے جہلم ہو چاہے وہ اٹک ہو، چاہے وہ چکوال ہو، یا خوشاب کا وہ پہاڑی علاقہ، ہم وزیر خزانہ کو یا وزیر اعلیٰ کو صحیح طور پر احساس نہیں دلا سکے۔ اگر ہم ان پر زور دے سکتے۔ اپنے علاقے کا تعارف کرا سکتے، اپنے مسائل سے صحیح طور پر انہیں آگاہ کر سکتے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس طرف بھی متوجہ نہ ہوتے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارے جو میں نے حلقے گنے ہیں ان سب کے ایک جیسے مسائل ہیں۔ میرے حلقے کا سب سے اہم مسئلہ پینے کا پانی ہے۔ اس کی فوجی خدمات کا اگر خیال کیا جائے تو چاہیے تو یہ تھا کہ یہاں بھی ایک اتھارٹی بنائی جاتی جس طرح کہ وزیر اعظم نواز شریف نے جب وہ چکوال کے دورے پر گئے جلسہ عام سے انہوں نے برملا ہم سے وعدہ کیا کہ اٹک اور جہلم ضلع کو ایک ڈویلپمنٹ اتھارٹی دیں گے جس کے ذمہ پانی کی سپلائی سڑکوں کی کمی، سکولوں کی کمی کو پورا کرنا ہوگا۔ جناب والا! ان کے دورے کے بعد ایک ڈائریکٹو جاری ہوا۔ میں نے پوری فائل دیکھی ہے۔ وہ فائل پی اینڈ ڈی میں پڑی ہے لیکن کسی نے اس کے بعد اتنا تردد نہیں کیا۔ اتنی تکلیف نہیں فرمائی کہ اس اتھارٹی کو notify کرتے اور جس طرح کہ یہ بے شمار ضلع میں اتھارٹیز قائم کردی گئی ہیں۔ اس طرح کی ایک اتھارٹی وہاں قائم کی جاتی اور وہاں بھی حصہ کے مطابق کچھ رقم اس اتھارٹی کو دی جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو میں یہ گلہ نہ کرتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کیوں نہیں ہو؟ یہ غلطی میں سمجھتا ہوں کہ نہ وزیر اعلیٰ کی ہے۔ نہ وزیر خزانہ کی ہے نہ ہی پنجاب کے دیگر منسٹروں یا کابینہ کی ہے، یہ غلطی ہے تو ہم میں ہے جو ضلع چکوال کے نمائندے ہیں۔ جو ضلع جہلم کے نمائندے ہیں۔ جو اٹک کے نمائندے ہیں اور جو اس پہاڑی علاقہ خوشاب کے نمائندے ہیں۔اگر ہم متحد ہو کر مطالبہ کرتے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے مطالبے کو نہ مانا جاتا اور ہماری اتنی فوجی خدمات ہیں کہ اب بھی میرے حلقے سے آٹھ نو حاضر فوجی جرنیل ہیں۔ دس پندرہ پنشنوں پر گھر میں براجمان ہیں۔

جناب چیئرمین: ملک صاحب آپ اپنی بات کو ختم کیجیے۔

ملک شہباز خان: مجھے افسوس ہے۔ یوں تو ہمارے وزیر اعلیٰ ایک ورکر ہونے کی حیثیت سے ہانک دہل یہ کہتے ہیں کہ میں ایک معمولی ورکر سے وزیر اعلیٰ کی کرسی تک آیا لیکن

میں سمجھتا ہوں کہ وہ جمہوری روایات کو استحکام اور مضبوطی دینے کی بجائے وہ نوکر شاہی کو مضبوط کر رہے ہیں اور فوجی آمروں کو مضبوط کر رہے ہیں۔ میرے حلقے میں چاہیے تو یہ تھا کہ میں جو منصوبے دیتا ہوں ان پر غور کرتے۔

جناب چیئر مین : ملک صاحب wind up کیجئے۔ آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

ملک شہباز خان : لیکن پچھلے سال جٹ پاس ہونے کے بعد بھی جرنیلوں کے حلقے اور ان کے کہنے پر ان کے دیہات کو ماڈل ویلج قرار دیا گیا۔ ان کی سڑکیں، ان کے پانی کے منصوبے ، ان کے ہیلتھ سنٹر اور سکول بن رہے ہیں۔ جو اس ضمنی جٹ میں آپ نے پاس کیے ہیں لیکن جو پاس شدہ جٹ تھا اسے پس پشت ڈال کر 7 ارب روپے کا کس طرح استعمال کیا۔ پھر فخر سے وزیر خزانہ نے بتایا کہ جناب یہ 7 ارب میں فخر سے کہتا ہوں کہ ہم نے چٹ کر کے دورے کاموں میں لگائے۔ میں جملہ ممبر حضرات کے ضمیروں کو جھنجھوڑوں گا کہ جو جٹ آپ پاس کرتے ہیں اس میں سے 7 ارب روپیہ چٹ کر کے یعنی آپ کو جو جٹ پاس کرنے کا اختیار ہے اس کی نفی کر کے دوسرے منصوبوں میں لگا کر بعد میں ضمنی جٹ کی صورت میں پاس کرانا کہاں کا انصاف ہے اور کہاں کی جمہوریت ہے؟ اس طرح میں اس جٹ میں بھی سمجھتا ہوں کہ بہت سی غیر جمہوری روایات ہیں۔

جناب چیئر مین :ملک صاحب تشریف رکھیے پلیز۔ ملک صاحب آپ کا وقت مکمل ہو گیا ہے۔

ملک شہباز خان : جناب سپیکر! ایک ایم پی اے Social Action Programme ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایم پی اے پروگرام جو ہر حلقے میں دو کروڑ روپے کا ہے اس میں ایم پی اے جو اس حلقے کا نمائندہ ہے اگر وہ تجویز دیتا ہے تو اسے سمجھنا چاہیے۔ جمہوری روایات تو یہ ہیں کہ اسے عوام کی تجویز سمجھ کر قبول کرنا چاہیے ۔ تو چاہیے یہ کہ وہ دو کروڑ روپیہ جس طرح سے وہ ایم پی اے خرچ کرانا چاہتا ہے اسی طرح سے خرچ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کو اپنے حلقے کے مسائل کا پتہ ہے۔ حلقے کے عوام کے جو اہم مسائل ہیں وہ جو مسائل بیان کرے ان پر وہ روپیہ خرچ ہونا چاہیے۔

جناب چیئر مین : ملک صاحب تشریف رکھیے۔ آپ نے بہت باتیں کر لی ہیں۔

ملک شہباز خان : میں صرف اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ملک صاحب باقی حضرات نے بھی تقریریں کرنی ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ ملک طیب اعوان صاحب۔

حاجی ملک گلاب خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں۔

جناب چیئرمین: حاجی گلاب خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

حاجی ملک گلاب خان: جناب سپیکر! ملک شہباز خان صاحب نے ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی ذکر کیا ہے تو 15 فروری 1988ء کو اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے وہ اتھارٹی منظور کی تھی اور وہ منظور ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب ان باتوں کا جواب وزیر خزانہ دیں گے۔ یہ آپ کے ذمہ نہیں ہے۔

میر بادشاہ خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: بادشاہ آفریدی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میر بادشاہ خان آفریدی: جناب سپیکر! میں نے 17 تاریخ سے گزارش کی ہوئی ہے کہ مجھے تقریر کا وقت دیا جائے۔ آج بھی آپ سے بار بار گزارش کی ہے کہ جناب میری کچھ مجبوری ہے۔ میں اپنی گزارشات اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھے Out of turn اجازت دیں تو میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوں گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ آفریدی صاحب۔ اس وقت میرے پاس چھ سلپس آئی ہیں جن میں آپ ہی کی طرح الفاظ لکھے گئے ہیں کہ ضروری کام کے لیے جانا ہے مجھے وقت دیا جائے۔ تو ترتیب نہیں بدلی جاسکتی۔ اس لیے ملک طیب اعوان صاحب کو میں Floor دیتا ہوں۔ آپ مہربانی فرما کر تشریف رکھیے۔ آپ کو آج موقع مل جائے گا۔

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے پنجاب کے سالانہ بجٹ پر اظہار خیال کے لیے اجازت فرمائی ہے۔ جناب سپیکر! 13 ارب 85 کروڑ ترقیاتی پروگرام کا یہ بجٹ فی الوقت قابل تعریف ہے اور پچھلے سال سے 32% زیادہ بجٹ بھی کوئی معمولی بات نہیں لیکن جب اس بجٹ کی تقسیم پر نظر ڈالتا ہوں تو تھوڑا سا افسوس ہوتا ہے کہ 51% خرچہ سابقہ منصوبہ جات پر لگایا جارہا ہے اور 49% نئے منصوبہ جات پر

خرچ کیا جائے گا۔ جناب سپیکر! یہ سابقہ منصوبہ جات کب ہماری جان چھوڑیں گے۔ جو بجٹ بھی آتا ہے اس میں آدھے سے زیادہ بجٹ سابقہ منصوبہ جات پر خرچ ہوتا ہے جبکہ ہمارے علاقہ میں بھی۔ ہمارے حلقہ انتخاب میں بھی سابقہ منصوبہ جات نامکمل پڑے ہیں لیکن ان کے لیے ایک پیسہ تک بھی نہیں خرچ کیا گیااور پچھلے سال روپیہ مخصوص کرنے کے باوجود بھی خرچ نہیں ہوا تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس بجٹ کو تقسیم کرتے وقت، اس بجٹ کو لگاتے وقت یہ جو سابقہ منصوبہ جات ہیں یہ کئی علاقوں سے زیادتی ہے۔ ان سابقہ منصوبہ جات کو انہی ایم پی اے یا ایم این اے حضرات کے فنڈ سے مکمل کیا جائے کیونکہ یہ پنجاب کے نمائندوں اور پنجاب کے ان غریب عوام کا حق ہے جو بالکل پسماندہ علاقے میں بس رہے ہیں۔ جہاں نہ سڑکیں ہیں۔ نہ بجلی ہے۔ نہ سکول ہے اور لوگ پریشان حال ہیں۔ تو میری یہ استدعا ہے کہ اس میں مساوی سلوک رکھا جائے۔ یہ ایسا نہ ہو کہ سابقہ منصوبہ جات تازندگی ہی چلتے رہیں۔ جناب سپیکر! یہاں کاشت کار کے لیے بہت کچھ کہا جارہا ہے لیکن میرے خیال میں غریب مزدور اور کسان کے لیے میری سمجھ کے مطابق کوئی توجہ نہیں دی جارہی۔ غریبوں کے بچوں کے لیے آج تمام ہاؤس کو علم ہے کہ اس سے پہلے سکیل 17 کی جو پوسٹیں تھیں وہی پبلک سروس کمیشن میں آتی تھیں لیکن اب دسویں، گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں کی پوسٹیں جو ہیں وہ بھی پبلک سروس کمیشن میں شامل کر دی گئی ہیں۔ کیا ہمارے جو بچے دیہاتی سکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ٹاٹوں پر بیٹھتے ہیں۔ دھوپ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ پبلک سروس کمیشن میں آکر کیسے انجینئر کالج والے لڑکوں کے مقابلے میں کامیاب ہوں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ وہ کسان کے بچے ہمیشہ کے لیے محروم کئے جارہے ہیں تو میری یہ استدعا ہے کہ سکیل 17 کے اوپر کی پوسٹوں کے لیے پبلک سروس کمیشن کو قائم رکھا جائے لیکن نچلی پوسٹیں جو ہیں ان غریب لوگوں کے بچوں کو دلوائی جائیں جو کم از کم کسی سکول میں ٹیچر تو لگ سکیں۔ تو میری یہ استدعا ہے کہ خدارا اس سکیل سے اوپر کی پوسٹوں کے لیے پبلک سروس کمیشن کو قائم رکھا جائے لیکن نچلی پوسٹیں غریب لوگوں کے بچوں کو دلوائی جائیں گاکہ وہ کم از کم کسی سکول میں ٹیچر تو لگ سکیں۔ جو بچے لاہور

کے سکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ائر کنڈیشنروں میں بیٹھتے ہیں اگر ان کے مقابلے میں دیہاتی بچوں کو بٹھا دیا جائے تو جناب والا! یہ مزدوروں اور کسانوں سے سراسر زیادتی ہوگی۔

جناب سپیکر! میں کپاس کے متعلق عرض کروں گا۔ کپاس کے متعلق پچھلے سال پنجاب بلکہ پاکستان کے کسان نے محنت کرکے کوشش کرکے کپاس زیادہ پیدا کی ہے۔ میرے خیال میں وہ ایک ریکارڈ ہے لیکن اب بروقت کاشت کے لیے نہ تو ڈیزل مل رہا ہے اور نہ ہی Subsidy مل رہی ہے، نہ ہی کنٹرول ریٹ پر کسان کو کھاد مل رہی ہے جو غریب کسان کو آج ضرورت ہے تو براہ کرم لفظی سبسڈی سے تو کسان کا پیٹ نہیں بھرتا اسے تو اس کی ضرورت کے مطابق سبسڈی دی جائے تاکہ وہ غریب اس کو اپنی زمین میں ڈال کر اپنی زمین سے اپنے مفاد کے لیے کچھ نہ کچھ حاصل کر سکے ورنہ یہ پیداوار بیٹھ جائے گی۔ اس کے بیٹھنے سے سارے ملک کو نقصان ہوگا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں تعلیم کے بارے میں عرض کروں گا۔ تعلیم کے بارے میں بجٹ میں کافی کچھ کہا گیا لیکن میں افسوس سے کہتا ہوں کہ ہمارے دیہاتی سکولوں میں نہ کوئی ہیڈ ماسٹر ہے نہ ہیڈ مسٹریس ہے نہ سائنس ٹیچرز ہیں نہ ہی ہمارے بچوں کو پڑھانے والا کوئی استاد ہے اگر ہیں بھی وہ جاتے نہیں ہیں۔ خدارا ان کی طرف توجہ دی جائے اور جو اسامیوں کی کمی ہے اسے بجٹ سے فوری طور پر مکمل کیا جائے تاکہ کم از کم ہمارے سکول جو چل رہے ہیں ان میں اساتذہ تو مل سکیں اچھے یا برے ٹیچرز تو مل سکیں وہاں تو کوئی ٹیچر ہی نہیں ہے نہ سائنس ٹیچر ہے نہ ہیڈ ماسٹر ہے اور نہ ہی ہیڈ ماسٹریس ہے وہ سکول خالی پڑے ہیں جہاں ہیڈ ہی نہ ہو وہاں تعلیم کیا ہوگی۔ تو جناب والا! آپ کی وساطت سے حکومت سے میری یہ استدعا ہوگی کہ سب سے پہلے اساتذہ کو ان کی سیٹوں پر لگایا جائے تاکہ غریب مزدور اور کسان کے بچے کم از کم دھوپ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کر سکیں۔ جناب سپیکر! میں ایک اور بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ غریب کسان گندم تو پیدا کرتا ہے لیکن اس پر فوری طور پر اگر کوئی ریٹ بڑھنا شروع ہوتا ہے تو اس پر ضلع بندی عائد کردی جاتی ہے حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنی سرحدوں کو مکمل کرے۔ تاکہ صوبوں سے گندم باہر

نہ جاسکے یہ حکومت کی کمزوری ہے کہ ضلع بندی کردی گئی ہے مثال کے طور پر اگر چکوال میں ، جہلم میں راولپنڈی میں گندم پیدا نہیں ہوتی ہے اور ملتان میں یا بہاولپور میں یا ساہیوال میں گندم پیدا ہوتی ہے اور میرے کسان بھائی یا مزدور وہاں پر گندم نہیں لے جاسکتے اِس لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے صوبے کی سرحدوں کو مکمل کرے تاکہ گندم باہر نہ جاسکے صوبے کے اندر گندم کی آنے جانے کی رکاوٹ کو دور فرمایا جائے تاکہ جن اضلاع میں گندم نہیں ہوتی ہے ان اضلاع کے لوگ اپنے پیٹ کے لیے یہ گندم ان اضلاع سے لے جاسکیں جہاں یہ وافر مقدار میں ہوتی ہے۔

اس کے بعد جناب سپیکر! میریہ بھی استدعا ہوگی کہ جس کو پیاس ہوا اس کو چاہت ہونی چاہیے ۔ جس طرح میرے بھائی ملک شہباز نے کہاہے جٹ میں دو کروڑ فی حلقہ رکھا گیا ہے تو اس میں میری یہ بھی استدعا ہو گی کہ ایک آدمی تو پیاسا بیٹھا ہے اور آپ اسے کہیں کہ وہ روٹی کھالے ایک آدمی کہتا ہے کہ میری قمیض نہیں ہے آپ کہتے ہیں کہ نہیں چادر پہن لو تو جناب سپیکر! یہ دو کروڑ روپیہ اس حلقے کے نمائندے کی چاہت کے مطابق لگایا جائے اگر اس کو حلقے میں سکول نہیں ہے تو وہ اسکول بنوا لے اگر بجلی نہیں ہے تو بجلی لگوا لے۔ اگر اس کے حلقے کے پرائمری سکول میں پانی کی ضرورت ہے تو اس کی پانی کی ضرورت پوری کرلے یہ اس پر ٹھونس دینا کہ تم نے یہی کام کروانے ہیں یہ میرے خیال میں سراسر زیادتی ہوگی۔ تو میری استدعا ہوگی کہ جٹ میں جو دو کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے یہ ہمیں قبول ہے کہ دو کروڑ کافی جٹ ہے لیکن اس میں میری یہ استدعا ضرور ہوگی کہ اس حلقے کے نمائندے کی مرضی کے مطابق اسے لگایا جائے جس چیز کی اسے ضرورت ہو مثلاً اگر وہ چاہتا ہے کہ سکول بنانا ہے تو وہ سکول بنائے اگر ہسپتال کی بہتری چاہتا ہے تو ہسپتال بنائے بجلی لگوانا چاہتا ہے تو بجلی لگوائے تو اس کی منشا کے مطابق یہ منصوبے دیئے جائیں یہ منصوبہ جات جو اس کتاب میں لکھے گئے ہیں انہیں اس پر نہ ٹھونسا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: اب میں بادشاہ میر خان آفریدی صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں جٹ 1992-93ء کے حوالے سے چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلے سال کی نسبت اس

سال بجٹ میں ترقیاتی فنڈز زیادہ رکھے گئے ہیں اور ہمارے جو خدشات تھے اور جس طرح بجٹ کی آمد سے پہلے اخبارات اور مختلف ذرائع سے ہم پر ایک خوف مسلط تھا کہ نہ جانے بجٹ کی شکل میں کیا مصیبت نازل ہونے والی ہے تو اس سلسلے میں پنجاب حکومت کو داد دیتا ہوں اور خاص طور پر اپنے نوجوان وزیر خزانہ کو جنہوں نے ایک تو بجٹ میں الفاظ کا چناؤ بڑے اچھے انداز میں کیا اور دوسرے بجٹ کے جو اعداد و شمار تھے ان میں بھی ہمیں کافی خوبصورتی نظر آئی لیکن جناب والا! ایک چیز جو ہمیں کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ مجھ سے پہلے فاضل مقررین نے کہا کہ شہری حلقوں کی اس میں کوئی خاص نشان دہی نہیں کی گئی اس میں کہا گیا کہ پرائمری سکولوں کے لیے آپ چار دیواریاں تعمیر کریں کھیل کے میدان تعمیر کریں۔ جناب میں راولپنڈی شہر کا رہنے والا ہوں میرا حلقہ خالص شہری آبادی پر مشتمل ہے پانچ کچی آبادیاں میرے حلقے کا احاطہ کیے ہوئے ہیں آپ کھیلوں کے گراؤنڈ کی بات کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ وہاں پر کوئی دو مرلے جگہ سکول کے لیے دینے کو تیار نہیں اور جو سرکاری زمین وہاں موجود تھی اس پر قبضہ گروپوں نے قبضہ کر رکھا ہے میں نے اس سے پہلے بھی وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں ایک درخواست دی تھی کہ میرے علاقے میں چھ کنال کا رقبہ جو مختلف لوگوں کے قبضہ میں ہے اگر آپ اسے مجھے کالج بنانے کے لیے عنایت کریں۔ تو میں اپنا پورا فنڈ کالج کی تعمیر کے لیے دینے کے لیے تیار ہوں آپ یقین کیجئے کہ وہاں کی دو لاکھ کی آبادی کے لیے ایک ہائی سکول ہے یہاں میرے بعض دوستوں نے کہا کہ دیہات اور گاؤں میں سہولتیں نہیں ہیں اور یہ 20 فیصد جو لوگ شہروں میں بستے ہیں انہیں تمام تر سہولتیں حاصل ہیں۔ میں ان سے دست بستہ گزارش کروں گا کہ دیہات میں بھی چند بڑے بڑے جاگیر دار اور نواب بیٹھے ہیں جن کے پاس دنیا کی تمام نعمتیں موجود ہیں اور اس طرح سے شہر میں بھی چند لوگ ہیں جو کروڑ پتی ہیں اور بڑی کاروباری ہیں آپ شہر میں جاکر دیکھیں گلیوں میں جھانک کر دیکھیں اس شدید گرمی کے موسم میں لاہور میں آپ کو ایسے کئی گھر نظر آئیں گے جنہیں پنکھا تک میسر نہیں ہے اور وہ معاشرے کے استحصال کا شکار ہیں دیہی علاقوں پر خصوصی توجہ دی گئی اس کے لیے ہم بالکل حکومت کی تائید کرتے ہیں ہمارے دیہاتی بھائیوں کا حق بنتا ہے کہ انہیں زندگی کی وہ تمام تر سہولتیں دی جائیں جو شہریوں کا مقدر ہیں۔

جناب والا! اس بجٹ میں تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی ہے تعلیم کے لیے بڑی رقم مختص کی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے آزاد ہونے کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ تعلیم کے معاملے میں جو جمود طاری تھا اس کو توڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جناب سپیکر!

بجٹ میں سب سے زیادہ جس چیز پر تنقید کی گئی ہے وہ پولیس کو جدید سہولتیں اور جدید اسلحہ کی فراہمی کے بارے میں ہے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ضروری ہے کہ پولیس کو جدید اسلحہ سے لیس کیا جائے یہ ضروری ہے کہ پولیس کو جدید سہولتیں دی جائیں تاکہ وہ مجرموں کا مقابلہ کر سکے لیکن اگر آپ پولیس کی کارکردگی کا ذکر کریں گے تو میں نہایت افسوس کے ساتھ یہاں یہ گزارش کروں گا کہ پولیس کی جو کارکردگی ہے وہ نہ تو ان کی تنخواہیں بڑھانے سے بڑھ سکتی ہے۔آج آپ اگر پولیس کی تنخواہوں میں چار گنا اضافہ بھی کردیں تو پھر بھی پولیس میں کرپشن ختم نہیں ہوگا۔ یہ صرف پولیس میں کے محکمے میں نہیں بلکہ ہر محکمے میں کرپشن ہے۔آپ محکمہ صحت کو دیکھیں۔ جب کسی بھی گاؤں میں کوئی قتل ہوتا ہے اور مقتول کی لاش جب ہسپتال میں پہنچتی ہے تو لاش کا سینہ چاک کرنے کے بعد ڈاکٹر اس کے لواحقین سے رشوت طلب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر آپ نے اپنی مرضی کی رپورٹ حاصل کرنی ہے تو مجھے رشوت دیں۔آپ کسٹم میں دیکھ لیں وہاں بھی کرپشن عروج پر ہے ۔آپ ایکسائیز کی بات لے لیں وہاں بھی کرپشن عروج پر ہے۔کرپشن ہمارے معاشرے کی ہر ہر رگ میں سرایت کر چکی ہے۔ اور میں جناب کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ اگر آپ نے کرپشن کو ختم کرنا ہے ، اگر آپ نے بد عنوانی کو ختم کرنا ہے تو اس ملک کو welfare state بنایئے۔ اور ہمارے ملک کے سرکاری اہلکاروں کے مستقبل کو محفوظ بنایئے۔ جناب والا! ایک اہلکار جس کے بچوں کا مستقبل محفوظ ہوگا اور جس کو یہ یقین ہو کہ اس کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد اچھی حالت میں یا معذوری کے بعد ، اس کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں اس کے بچوں کا مستقبل محفوظ ہوگا تو وہ شخص یا اہلکار کوشش کرے گا کہ میں اس ملک کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دوں اور اس ملک کے خلاف جو سازشیں ہوتی ہیں۔ان کا ڈٹ کر مقابلہ کروں۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر یہی حال ہوگا کہ جب جعلی پولیس مقابلے ہوتے ہیں تو بند کمروں میں مجرم پولیس

کی گولیوں کا نشانہ بن جاتے ہیں اور جب صحیح پولیس مقابلے ہوتے ہیں تو اکیلا ڈاکو سات سات پولیس والوں کو مار کر نکل جاتا ہے۔ جناب والا! جب تک آپ محکمہ پولیس، صحت، اور دوسرے جتنے بھی public dealing کے محکمے ہیں ان کی صحیح خطوط پر تربیت نہیں کریں گے اس وقت تک اس معاشرے کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ دوسری بڑی وجہ میری نظر میں سب برائیوں کی جڑ وہ اس وقت آپ کی جو مروجہ قوانین ہیں۔ آپ نے اس ملک میں انگریز کا قانون بھی نافذ کر رکھا ہے، آپ نے اس ملک میں Hadood Ordinances بھی نافذ کر رکھے ہیں، آپ نے اس ملک میں Martial Law Regulation کو بھی legalise کیا ہوا ہے۔ جناب والا! ایک جرم جس کو اگر آپ تھانے دار کے نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو وہ محض 294 بنتا ہے اور جس کی ضمانت تھانے دار خود بھی لے سکتا ہے، اور یہی جرم ایسا بھی بنتا ہے کہ اس کی ضمانت صرف مجسٹریٹ ہی لے سکتا ہے اور اسی جرم پر تھانہ دار اگر ایک دفعہ لگا دے تو سیشن جج بھی اس کی ضمانت نہیں لے سکتا۔ جناب والا! پولیس کے اختیارات کو کم کیجئے۔ پولیس کے اختیارات اور فرائض میں توازن پیدا کیجئے۔ اور اگر ایسا ہوجائے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس معاشرے کی اصلاح ہوجائے گی۔ میں اس ضمن میں ایک اور بات عرض کروں گا کہ ہماری حکومتیں آئے دن یہ دعوے کرتی ہیں کہ تھانوں کے دروازے لوگوں کے لیے کھلے ہیں لیکن میں دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی بھی شریف آدمی تھانے تک جانے کو تیار نہیں۔ اپنے تھانے داروں کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ تھانوں کے دروازوں کو شریف آدمیوں کے لیے کھول کر رکھیں۔ اور ایک شریف آدمی اعتماد کے ساتھ تھانے میں جائے جیسے وہ اپنے کسی دوست یا مربی کے ساتھ ملنے جارہا ہے۔ جناب والا! یہاں یہ ہوتا ہے کہ جو آدمی کسی تھانے میں کوئی شکایت لے کر جاتا ہے، اگر اس نے کسی ایسے آدمی کی شکایت کی ہے جس کی دوستی ایس ایچ او یا تھانے دار سے ہے تو اس آدمی یعنی شکایت کرنے والے کو مشتبہ کے طور پر تھانے میں بٹھا لیا جاتا ہے۔ اور دفعہ 54 کے تحت اسے بٹھا لیا جاتا ہے۔ اور یہ دفعہ 54 جو آپ نے رائج کر رکھی ہے یہ انگریزوں کی یادگار ہے۔ اس دفعہ کی زد میں آپ بھی آسکتے ہیں۔ اگر آپ اس مسند سے نیچے اتریں۔ اگر میں اس حال سے باہر نکلوں تو دفعہ 54 کی زد میں میں بھی آسکتا ہوں۔ اور اسی دفعہ 54 کی زد میں، میں بھی آسکتا ہوں اور اسی دفعہ 54 کی زد میں

مرحوم چودھری ظہور الٰہی بھی آئے تھے۔ جناب والا! یہ وہ لعنتی دفعہ ہے جس نے اس ملک میں انصاف کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔ اگر آپ واقعی اصلاح چاہتے ہیں اور آپ corruption کو اس ملک سے ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ اپنے تمام قوانین کا جائزہ لیں اور ان تمام قوانین کو ایک ضابطے کے تحت دوبارہ مرتب کریں۔ جناب والا! اس ملک میں جب تین تین قوانین نافذ ہوں گے تو پھر یہی ہو گا۔ حضرت عمرؓ کے دور کا ایک واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو اپنی مملکت میں گشت پر تھے انھیں اطلاع ملی کہ ایک مکان میں دو عورتیں اور مرد برائی میں ملوث ہیں۔ آپ نے احاطہ کراس کیا، پھر آپ دالان میں گئے اور پھر کمرے میں جا کر دیکھا۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ دو عورتیں اور دو مرد شراب و شباب میں مشغول تھے۔ آپ واپس آ گئے اور صبح جب آپ اپنے دربار میں آئے تو ان لوگوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ رات آپ اس حالت میں تھے۔ بتائیے آپ رات کو کیا کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ جناب آپ خلافت کے مسند سے نیچے آ کر ہم سے بات کریں۔ آپ کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ آپ ہماری خلوت میں آ کر جھانکیں۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ برائی کا پیچھا کریں اسلام صرف اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ آپ برائی کی اصلاح کریں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ جناب والا ! یہاں برائی کو اس لئے ڈھونڈا جاتا ہے کہ اس کی تشہیر کی جائے۔ یہاں ہوٹلوں پر چھاپے مارے جاتے ہیں۔ بند کمروں میں چھاپے مارے جاتے ہیں۔ میرے شہر میں ایک ایسا واقعہ بھی ہوا کہ ایک جگہ raid کیا گیا۔ چار پانچ آدمی وہاں شراب پی رہے تھے۔ پولیس نے چھاپہ مار کر ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ ایک آدمی وہاں پر ایسا بھی تھا جو شراب نہیں پیتا تھا۔ جناب چار آدمی جو شرابی تھے۔ ان کا چالان کر
کے جیل میں بھیج دیا گیا کیونکہ یہ شرابی تھے۔ اور جو پانچواں آدمی وہاں بیٹھا ہوا تھا اس پر وہ شراب جو بوتل میں باقی بچی ہوئی تھی 3/4 کے تحت ڈال دی گئی۔ اور اسے بھی پولیس اپنے ساتھ لے گئی۔ لہٰذا آپ ان قوانین کو بدلیں۔ پولیس والے اوپر سے نہیں آئے بلکہ یہ بھی اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ جناب والا ! پراپرٹی ٹیکس 81/2 فیصد سے بڑھا کر آپ نے 10 فیصد کر دیا ہے ۔ اور جو gain tax میاں نواز شریف نے ختم کر دیا تھا اس کو نئی شکل میں آپ دوبارہ واپس لانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ آپ پراپرٹی ٹیکس میں اضافہ کر رہے

ہیں جبکہ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عوام پہلے ہی بوجھ تلے آئی ہوئی ہے ۔ پچھلے دنوں تاجروں نے یہاں ہڑتال کی اور ہڑتال کرنے والے لبرٹی مارکیٹ کے تاجر تھے ، مال روڈ کے تاجر تھے ۔ آج اگر آپ ایک چیز انار کلی سے خریدیں تو جو چیز آپ کو انارکلی سے 50 روپے کی ملتی ہے وہی چیز لبرٹی والے 125 روپے میں بیچتے ہیں، مال روڈ والے اسی چیز کو 175 روپے میں بیچتے ہیں ۔ یعنی یہ ان لوگوں نے احتجاج کیا ہے جو پہلے ہی عوام کی خون پسینے کی کمائی کو لوٹ رہے ہیں ۔ جناب والا ! میں ٹیکسوں کے خلاف نہیں ہوں لیکن جائے نئے ٹیکس لگانے کے آپ ٹیکسوں کی وصولی کے نظام کو بہتر بنائیں۔ اس بجٹ میں آپ نے ریس کورس پر 100 فیصد ٹیکس لگایا ہے ۔ پرسوں کے اخبار میں یہ خبر چھپی تھی کہ ریس کورس والے احتجاج کر رہے ہیں ۔ یہ کس بات پر احتجاج کرتے ہیں؟ آج آپ ریس کورس کلب میں چلے جائیں وہاں ہر ریس پر کروڑوں روپے کا جواء ہوتا ہے۔ جو لوگ کروڑوں روپے کا جواء کھیل سکتے ہیں وہ حکومت کو ٹیکس ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ میرا کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ریس کورس میں غریب آدمی نہیں جاتا ان لوگوں پر آپ 200 فیصد ٹیکس لگائیں ۔

جناب چیئرمین ۔ آفریدی صاحب! آپ براہ کرم اپنی تقریر کو wind up کریں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر ! میں صرف دو منٹ مزید لوں گا۔ جناب سپیکر! اب میں زرعی ٹیکس کے متعلق بات کروں گا جس طرح دوستوں نے یہاں بات کی میں بھی ان کی تائید کروں گا کہ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ کسان اس ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور دوسری طرف آپ کسان پر نگاہیں لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ان پر کس طرح ٹیکس لگایا جائے۔ جناب والا! میں بھرپور انداز میں اپنے کسان بھائیوں کی حمایت کرتا ہوں کہ خدارا ان پر ٹیکس مت لگائیں۔ صرف زراعت کا ایک شعبہ ایسا رہ گیا ہے جو کسی حد تک ان TAX RECOVERY OFFICERS سے محفوظ ہے۔ اور اگر آپ نے اس پر بھی ٹیکس لگا دیا تو زراعت جس کو ہم اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہیں شاید اس سے بھی ہم محروم ہو جائیں۔ ویسے بھی ہماری زرعی پیداوار اور زرعی آمدنی کم ہوتی جا رہی ہے۔ لہٰذا میں اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ زرعی ٹیکس سے ہمیں اجتناب کرنا چاہیے۔ تعلیم کے معاملے میں عرض کروں گا کہ پرائمری تک تعلیم کو لازمی قرار دیا جانا

چاہیے۔ اور پرائمری سے آگے مڈل، ہائی، یا اس سے آگے کی تعلیم کو مقصدی اور فنی تعلیم بنانا چاہیے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ پرائمری کے بعد آدمی میٹرک کرے پھر گریجو ایشن کرے۔ لیکن پھر بھی کلرک ہی بنے۔ جناب والا! اسے کوئی ہنر سکھانا چاہیے۔ ہمارے سکولوں میں ایک ایسا شعبہ ہونا چاہیے۔ جہاں ہم بچوں کو پرائمری کے بعد تعلیم کیساتھ انہیں کوئی کار آمد ہنر سکھا سکیں۔ اور پالیسی یہ ہونی چاہیے کہ ہم تربیت یافتہ افراد پیدا کریں۔ کلرک اور بابو نہیں۔ جو آگے چل کے معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ اب میں جنوبی پنجاب اور پنجاب کے چند دوسرے اضلاع کے بارے میں عرض کروں گا۔ جنوبی پنجاب کے متعلق یہاں پر احساس محرومی کی بازگشت سنی گئی ہے۔ حاجی گلاب صاحب اور میرے دوسرے احباب یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ جو میری اس بات کی تائید کریں گے۔ راولپنڈی، اٹک، دریائے سندھ سے لیکر دریائے جہلم تک کا علاقہ سطح مرتفع کہلاتا ہے۔ اور یہ بارانی علاقہ ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ راولپنڈی ضلع ، ضلع اٹک اور جنوبی پنجاب کے تمام اضلاع کو پسماندہ قرار دیتے ہوئے ان اضلاع کو دوسرے اضلاع کے مقابلے میں ڈیڑھ گنا زیادہ فنڈز دیئے جائیں۔ تاکہ ان کی ترقی ہوسکے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ آفریدی صاحب! اب آپ تشریف رکھیں۔ جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب سپیکر! میں صرف ایک گزارش مزید کروں گا۔ جناب ایک ادارہ آر ڈی اے کے نام سے بنایا گیا۔ اس ادارے کو قائم ہوئے آج چار سال ہوچکے ہیں۔ جناب والا! میں نے آج تک اس سے بڑا سفید ہاتھی اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ افسران کی ایک فوج ظفر موج وہاں پر تعینات کی ہوئی ہے۔ اور یہاں ایوان میں راجہ صاحب تشریف فرما ہیں۔ جو میری اس بات کی تائید کریں گے۔ لیکن آج تک ایک پائی کا ترقیاتی کام بھی آر ڈی اے نے نہیں کروایا۔ یہ ادارہ صرف افسران کی عیاشی کے لیے ایک کلب بنا ہوا ہے۔ جناب والا! میں گذارش کروں گا حکومت سے کہ اگر وہ آر ڈی اے کو فعال نہیں کر سکتی تو فوری طور پر اسے توڑنے کا اعلان کرے۔ تاکہ عوام کے ٹیکسوں کی جائز کمائی افسران کے پیٹوں میں جانے سے بچ جائے۔ اور اگر آپ وہاں پر کبھی حاضری چیک کریں تو آپ کو کسی صورت میں بھی 20 فیصد سے زیادہ حاضری نہیں ملے گی۔ یہ تمام افسران

جن میں کوئی لاہور میں بیٹھا ہوا ہے کوئی کراچی میں گھچرے اڑا رہا ہے۔اور آر ڈی اے میں جب بھی آپ جائیں تو آپ کو صرف دو چار کلرکوں کے کوئی اور آدمی وہاں پر نہیں ملے گا۔ لہٰذا میں گزارش کروں گا کہ یا تو آر ڈی اے کو فعال بنایا جائے اور اسے فنڈز دیئے جائیں اور اس کے امور کی نگرانی کی جائے یا آر ڈی اے کو توڑ کر راولپنڈی کے شہریوں کے لیے آسانیاں پیدا کی جائیں۔ شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔

جناب چیئرمین: اب میں پیر ذوالفقار علی چشتی کو تقریر کی دعوت دیتا ہوں۔

پیر ذوالفقار علی چشتی: میں نے کل بات کرنی تھی۔ جناب چیئرمین میں پیر اللہ یار چشتی کو بات کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

پیر اللہ یار چشتی: شکریہ جناب سپیکر! کاشتکار کے متعلق ہمیشہ اس ایوان میں باتیں ہوتی رہی۔ لیکن عمل نہیں ہوتا۔ حکومت نے سیلز ٹیکس لگایا۔ کل میرے پاس ایک کاشت کار آیا۔ اس نے ایک ٹریکٹر بک کیا ہوا تھا۔ ٹریکٹر والوں نے اس سے کہا کہ 10 ہزار روپے دو اس پر سیلز ٹیکس لگ گیا ہے۔

جناب چیئرمین: پیر صاحب آپ پنجاب کے بجٹ پر بات کریں۔ وفاقی بجٹ پر بات نہ کریں۔

پیر اللہ یار چشتی: میں ٹیکس کے متعلق عرض کر رہا ہوں۔ یہ زیادتی ہو رہی ہے۔ بجلی کے بل تقریباً 3500 روپے ماہوار فکس چارجز ہیں۔ یہ وفاقی تو ہیں لیکن کاشتکار پر تو یہ ظلم ہے۔ اس کو کم ہونا چاہیئے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ترقی ہو تو کاشت زیادہ تب ہوگی اگر آپ ان کو رعایت دیں گے۔

جناب والا! تعلیم کے بارے میں میں عرض کروں گا کہ میرے حلقے میں چالیس پچاس گاؤں ایسے ہیں جہاں نا لڑکوں کا پرائمری سکول ہے اور نہ لڑکیوں کا پرائمری سکول ہے۔ اگر تعلیم کی سہولت بھی نہیں ملے گی تو کیسے ترقی ہوگی۔ بجلی کے بارے میں میں یہ کہوں گا کہ پچاس ساٹھ گاؤں ایسے ہیں کہ جہاں بجلی نہیں ہے۔ 92-1991ء میں دو گاؤں Rural Electrification کے لیے ملے تھے۔ ان کا کام آج تک نہیں ہوا صرف سروے ہی ہوا ہے۔

ہسپتالوں کے بارے میں حکومت کا بہت اچھا پروگرام تھا کہ ہر یونین کونسل میں ایک

ہسپتال ہونا چاہیے لیکن ڈاکٹروں نے شہروں میں کلینک کھول لیے ہیں۔ زیادہ وقت وہ شہروں میں دیتے ہیں۔ ہسپتالوں میں وہ کم جاتے ہیں۔ جناب والا! اس کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ کلاشنکوف کلچر یونیورسٹیوں اور کالجوں میں عام ہے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں سیاست کا عمل دخل ختم ہونا چاہئے ۔ اس چیز کو کنٹرول کیا جائے۔ یہاں سے بچے پڑھ کر نکلتے ہیں جب ان کو نوکریاں نہیں ملتی تو وہ کلاشنکوف کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ سات مرلہ سکیم کا میرے حلقہ میں ٹین لگا ہوا تھا۔جس کا اثر یہ ہوا کہ جتنی بھی زمینیں پڑی ہوئی تھی لوگوں نے ان پر ناجائز قبضہ کر لیا۔ جو حق دار نہیں تھے انہوں نے بھی قبضہ کر لیا اور جو حق دار تھے انہوں نے بھی قبضہ کر لیا ۔ اگر یہ ٹین نہ ہوتا تو کم از کم صحیح آدمیوں کو الاٹمنٹ ہو جاتی۔ حکومت نے جو آمدنی کے لیے ڈرائیونگ لائسنس فیس میں جو اضافہ کیا ہے میری یہ رائے ہے کہ اگر آپ موٹر سائیکل اور سکوٹر پر یہ فیس معاف کر دیں کیونکہ یہ تو غریب آدمی کے پاس ہوتا ہے۔آب رسانی پر آٹھ فیصد اضافی سرچارج لگا دیا ہے۔ یہ بھی غریب آدمی پر لگایا ہے۔ میرے گاؤں میں پہلے ہی 15 روپے ماہوار دے رہے ہیں۔ اس سے بھی غریب آدمی پر کافی بوجھ ڈالا گیا ہے۔ جہاں پر سیوریج ہے وہاں واٹر سپلائی نہیں ہے۔ سیوریج بیس پچیس ہزار آبادی کے گاؤں میں لگتا ہے۔ اگر واٹر سپلائی صحیح نہیں ہو گی تو وہ بند ہو جائے گا اور پھر تمام جگہوں پر اس کو توڑ کر صاف کرنا پڑے گا۔ اس کا کیا فائدہ ۔ جہاں واٹر سپلائی ہے وہاں سیوریج نہیں ہے۔ اس سے غریبوں کے مکان گر رہے ہیں۔ برائے مہربانی اس پر بھی حکومت کو دھیان دینا چاہیے۔ جناب والا! محکمہ زراعت کے متعلق یہ عرض ہے کہ میں چار دفعہ ایم پی اے منتخب ہو چکا ہوں۔ آج تک میرے سامنے FIELD ASSISTANT نہیں آیا تو وہ ایک عام غریب آدمی کے پاس کیا لینے جائے گا۔ مہربانی کر کے ان کو پابند کیا جائے کہ وہ ہر گاؤں میں چکر لگائے اور غریبوں کو مشورہ دے۔

میرے حلقہ میں کئی ایسے گاؤں ہیں جہاں کڑوا پانی ہے۔ برائے مہربانی جو کہ عارف والہ سے تین چار میل ہے اس کا پانی کڑوا ہے اور وہاں کے لوگوں کو تین چار میل دور پانی لینے کے لیے جانا پڑتا ہے۔ یہ بہت گاؤں ہے۔ اس نے مجھے 780 ووٹ مجھے دیے تھے اور پیپلز پارٹی کو تین ووٹ دیے تھے۔ مہربانی کر کے اس پر بھی غور فرمائیں۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: سردار امجد حمید خان دستی صاحب تقریر کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں موقع دیا جائے۔

سید افتخار الحسن شاہ: جناب والا! ہم نے ان کی تقریر سنی ہے دو منٹ میں یہ خاک تقریر کریں گے۔ یہ دو منٹ میں تو اپنا موضوع بیان نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں درخواست کروں گا کہ کارروائی کل تک کے لیے ملتوی کردی جائے۔ کل ہم ان کی تقریر سنیں گے۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب آپ آج تقریر کرنا چاہتے ہیں۔ یا کل؟

سردار امجد حمید خان دستی: میں کل بات کرلوں گا لیکن اول وقت میں کیونکہ کل میں نے باہر جانا ہے۔ پورے نو بجے مجھے وقت دے دیں۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب، آپ کو کل وقت ملے گا اور پہلے وقت میں ملے گا۔ میں ایوان کی کارروائی کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کرتا ہوں۔

(اس مرحلے پر اجلاس اتوار 21 جون 1992ء 9:00 صبح تک کے لیے ملتوی ہوگیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس)

اتوار' 21 جون، 1992ء

(یک شنبہ، 19 ذوالحجہ، 1412ھ)

صوبائی اسمبلی کا اجلاس، اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 9ج کر 38 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآنِ پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَلَا تُجَادِلْ

عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ
كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا
يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى
مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰٓاَنْتُمْ
هٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ
اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَ
مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ
اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى
نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗـــــَٔةً
اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾

سورۃ النساء آیات 107 تا 112

اور جو لوگ اپنے ہم جنسوں کی خیانت کرتے ہیں ان کی طرف سے بحث نہ کرنا کیونکہ خدا خائن اور مرتکب جرائم کو دوست نہیں رکھتاO یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپتے حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا تو اُن کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اور خدا اُن کے (تمام) کاموں پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔O بھلا تم لوگ دُنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے بحث کرلیتے ہو۔ قیامت کو ان کی طرف سے خدا کے ساتھ کون جھگڑے گا اور کون اُن کا وکیل بنے گاO اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرلے پھر خدا سے بخشش مانگے تو خدا کو بخشنے والا (اور) مہربان پائے گاO اور جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کا وبال اُسی پر ہے اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہےO اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرے لیکن اسے کسی بے گناہ کو متہم کردے تو اُس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھاO

وما علینا الا البلاغ o

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر : جی' فرید احمد پراچہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔
جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کا ہاتھ پورے صوبے کی نبض پر ہوتا ہے۔ جناب والا! جھنگ میں جو حالات اس وقت پیدا ہو رہے ہیں وہ کراچی اور سندھ کے حالات کی طرح ہیں۔ اگر اس کا بروقت نوٹس نہ لیا گیا تو ہمارے لیے یہ بڑی پریشان کن صورت حال ہوگی۔ جناب سپیکر! پہلے تو وہاں حالات کو کنٹرول نہیں کیا گیا اور اب حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے کل جو اقدام کیا گیا ہے کہ گھر گھر تلاشی لی گئی اور تقریباً تیرہ سو لوگوں کے گھروں کی تلاشی لے کر تیرہ سو سے زائد افراد کو گرفتار کیا گیا۔ دہشت گردوں کو' کلاشنکوف رکھنے والوں کو اور غنڈہ عناصر کو تو گرفتار کیا جائے لیکن جب بے گناہ لوگوں کو گرفتار کیا جائے گا تو پھر اس تمام کارروائی کا وقار اور تقدس مجروح ہوگا اور یہ ایک سیاسی کارروائی سمجھی جائے گی۔
جناب سپیکر! اس لیے آپ کی اور اسمبلی کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں' کیونکہ ہمارا بھی یہ فرض ہے اور حق بھی ہے کہ ہم صوبے کے اندر ہونے والی کسی بھی تبدیلی کی بروقت نشاندھی کریں۔ جو صوبے کے امن کو خراب کر سکتی ہے۔
جناب سپیکر : ہاں' یہ لیکن یہ معاملہ پوائنٹ آف آرڈر پر کیسے raise ہو سکتا ہے۔ پراچہ صاحب! آپ اسے پوائنٹ آف آرڈر پر raise نہیں کر سکتے۔ یہ تو کسی اور صورت میں قواعد و ضوابط کے مطابق ہی take up ہونا چاہیے۔
میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر : جی' موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔
میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی نشان دہی کی تھی کہ ہمارے اجلاس کا وقت 9 بجے کا ہے اور دفتروں کا وقت 8 بجے کا ہے اس طرح ہمارے پاس ایک گھنٹہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ہمارے علاقے سے آئے ہوتے ہیں ان کے کام کے لیے ہمیں دفتروں میں جانا پڑتا ہے۔ آج میں دو دفتروں میں گیا ہوں ایک جگہ پر میں 8 آٹھ بجے گیا ہوں دوسرے دفتر میں 8:15 پر گیا ہوں پھر پہلے میں 8:30 بجے پر پھر 8:45 بجے گیا ہوں۔ دونوں جگہوں پر کوئی سیکرٹری' کوئی ڈپٹی سیکرٹری نہیں تھا۔ پھر مجھے یہاں پہنچنا پڑا ہے۔ اس وقت بھی آپ نے

یہ رولنگ دی تھی کہ وزرا صاحبان یہاں بیٹھیں گے۔ لیکن جناب والا! کئی کام ایسے ہیں جو سیکرٹری level اور ڈپٹی سیکرٹری level کے ہیں تو کم از کم اجلاس کے دنوں میں جو وقت ہے ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ وقت سے پہلے آئیں جو دفتروں کا 8 آٹھ بجے کا وقت ہے وزراء صاحبان اپنے اپنے محکمے کو پابند کریں کہ جملہ ملازمین وہاں پر تشریف فرما رہیں تاکہ جو باہر سے لوگ آتے ہیں ان کے کام کرانے میں ہمیں سہولت ہو۔

جناب سپیکر: جی شکریہ موہل صاحب' وزرا صاحبان نے آپ کی بات کا نوٹس لیا ہے۔ تحاریک استحقاق ہیں لیکن میرے خیال میں آج آخری دن ہے ویسے آج تحاریک استحقاق بھی ہمارے پاس ایک دو ہی ہیں(مداخلت) ملک صاحب جب سپیکر بات کر رہا ہو تو اس کو interrupt نہیں کیاجاتا۔ تو میرے خیال میں آج اِن تحاریک کو take up نہ کریں تاکہ جو صاحبان بھی بات کرنا چاہتے ہیں کیا خیال ہے آپ کا' ٹھیک ہے۔ تو اب ملک اقبال احمد خان لنگڑیال پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! جب ھاؤس ملتوی ہوتا ہے تو اس وقت بتایا جاتا ہے کہ صبح 9 نو بجے اجلاس ہوگا لیکن ہمیں جو اسمبلی کی کارروائی دی جاتی ہے اس میں 8:30 بجے کا وقت دیا جاتا ہے تو میری یہ تجویز ہے کہ اس کو ٹھیک کیا جائے اور جو صحیح وقت ہے وہ اس میں لکھا جائے۔

جناب سپیکر!: 8:30تو کبھی بھی نہیں لکھا۔

میزانیہ بابت سال 93-1992ء پر بحث

ملک امان اللہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ملک صاحب میرے خیال میں تقریر ہونے دیں۔ آج پوائنٹ آف آرڈر کو چھوڑیں تاکہ جو صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں ان کو موقع ملے۔ آپ تقریر کر چکے ہیں؟

ملک امان اللہ: نہیں' جناب والا۔

جناب سپیکر: تو ملک صاحب آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں؟

ملک امان اللہ: جی ہاں' جناب والا۔

جناب سپیکر: تو اپنی تقریر کے وقت بات کیجیے۔ سردار امجد حمید دستی۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی' فرید احمد پراچہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔
جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! وہ اسی کے متعلق ہے۔ جناب والا! وزیر خزانہ موجود نہیں ہیں۔ بحث انہوں نے سننی ہے اور وہ ایوان کے اندر موجود نہیں ہیں۔ سیکرٹری کا کوئی تعلق نہیں اور وہ موجود بھی نہیں وزیر خزانہ کو موجود ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر! اس بارے میں واضح ہے کہ وزیر خزانہ کو موجود ہونا چاہیے۔ بحث ان کی موجودگی میں ہو۔
ہم جو بات کہیں ہمارے ممبران جو بات کہیں وہ ان باتوں کو اچھی طرح سنیں۔
جناب سپیکر : وزیر خزانہ مسلسل ایوان میں موجود رہے ہیں۔ میرے خیال میں انہوں نے اپنی تقریر بھی تیار کرنی ہے۔ وہ آج wind up speech کرنا چاہتے ہیں تو شاید وہ اس وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے نہ آئیں۔ لیکن میں نے throughout دیکھا ہے کہ وہ ایوان میں موجود رہے ہیں.....

اس سے پہلے کہ سردار امجد حمید تقریر کریں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو صاحبان اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں ان کی ہمارے پاس بہت طویل فہرست ہے۔ میرے پاس تیس کے قریب نام ہیں اور کچھ نام ایسے بھی ہیں جو اس میں ابھی تک درج نہیں کیے گئے۔ ایک تو ہمیں وقت کی پابندی کرنا ہوگی۔ اگر دس منٹ کہا ہے تو دس منٹ میں ہی بات مکمل ہو۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ 30 تیس صاحبان جو بات کرنا چاہتے ہیں اگر ان کو دس دس منٹ دیے جائیں تو قریباً پانچ گھنٹے مسلسل چاہییں جس میں کسی قسم کی کوئی مداخلت اور کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہ ہو۔ ہم دو بجے تک بھی اسے کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسا ہوگا نہیں اور ہمیں بعد دوپہر اجلاس کرنا پڑے گا۔ اگر کچھ لوگ تشریف نہ لائے تو پھر ممکن ہے کہ آج دو بجے سے پہلے wind up ہو جائے۔ ابھی سے ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ وقت کو strictly follow کیا جائے۔ اور دس منٹ کا مطلب ہے دس منٹ۔ دس' منٹ ہو جائیں' گھنٹی بجے تو مقرر صاحبان اپنی سیٹ پر بیٹھ جائیں۔
وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تیس معزز اراکین آج بات کرنا چاہتے ہیں میری گزارش یہ ہے کہ کچھ دوستوں سے میری ابھی بات ہوئی ہے۔ جنہوں نے تقریریں کرنی ہیں وہ تو ضرور چاہیں گے کہ تقریریں کریں۔ جب کہ اکثر دوستوں نے مجھے یہی کہا ہے کہ پہلی نشست میں ہی اسے مکمل کر لیا جائے۔

اس سلسلے میں میری پہلی تجویز تو یہ ہے کہ وقت کم کر لیا جائے دس منٹ کے بجائے چھ سات منٹ کر لیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے کچھ معزز اراکین جو بچ جائیں ہم ان سے بھی گزارش کرلیں گے اور اس طرح کچھ وقت ہم بچا لیں گے۔ جناب والا! اگر مناسب سمجھیں کہ اسی نشست میں winding up speech ہو جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر: میں نے تو سردار صاحب پہلے ہی عرض کیا ہے کہ کوشش کریں گے کہ اسی نشست میں wind up ہو جائے۔ لیکن یہ بولنے والوں پر منحصر ہے' اگر اراکین بولنا چاہیں گے تو مجھے ان کو وقت دینا ہوگا اور اس کے لیے دوسری نشست بھی کرنا پڑے گی۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ وزیر خزانہ تو تشریف ہی نہیں رکھتے اس لیے ایک ایک منٹ میں سب کو فارغ کر دیا جائے تاکہ وہ کسی کی بات سنیں اور نہ ہی انہیں کوئی جواب دینا پڑے۔ جناب سپیکر! جب یہاں وزیر خزانہ ہی نہیں ہوں گے تو یہاں تقریریں کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ جن لوگوں نے آج تجاویز دینی ہیں۔ ان کا جواب وزیر خزانہ صاحب تب ہی دے سکیں گے جب وہ خود یہاں پر موجود ہوں گے۔

جناب سپیکر: سردار امجد حمید خان دستی۔

سردار امجد حمید خان دستی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

جناب سپیکر! مالی سال 93-1992ء کا بجٹ نہ صرف فاضل اور مثالی بجٹ ہے بلکہ اس میں ایک خصوصی بات یہ ہے کہ دیہی ترقی کو سب سے اول ترجیح دی گئی ہے اور 70 فیصد آبادی کی ترقی کے لیے جو رقم مختص کی گئی ہے اس کا 82 فیصد دیہی ترقی کے لیے مخصوص کیا گیا ہے یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔ لیکن یار لوگوں نے اس میں کیڑے ڈالنے شروع کئے' کچھ غلطیاں پکڑیں وہ یہ کہ یہ بجٹ ایک گھنٹہ کیوں دیر سے پیش کیا گیا۔ مزید یہ کہ یہ بجٹ پہلے سے اخبارات میں ظاہر ہوگیا' اور ایوان میں جو لکھی ہوئی تقریر دی گئی اس میں اس کا کچھ حصہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ بھی یہ پڑھا گیا۔

اب جو دیر والی بات ہے اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ لاہور میں یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ شادی بیاہ کا جو وقت مقرر ہوتا ہے اس وقت سے ایک گھنٹہ بعد دلہن آتی ہے اور پھر ایک گھنٹے کے بعد کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ تو اگر ہماری دلہن "بجٹ بی بی" اگر ایک

گھنٹہ کچھ منٹ دیر سے آئیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ (قہقہے)

پھر یہ بھی کہا گیا کہ چھپی ہوئی تقریر کے علاوہ نیا حصہ ایزاد کیا گیا۔ اس کے جواب میں وزیر صاحب نے سورہ "العصر" کو quote کیا۔ جس کا ترجمہ ہے۔ "قسم ہے زمانے کی انسان خسارے میں ہے' سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے' اعمال صالح کیے' حق کی تلقین کی' اور مشکلات میں صبر کیا۔" ان ساری کوتاہیوں کو cover کرنے کے لیے وزیر خزانہ نے سورہ کا حوالہ دیا۔ تو مجھے وہ بات یاد آگئی کہ جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ۔ تیلی اور جاٹ کا مقابلہ تھا۔ پھر جاٹ نے کہہ دیا تیلی رے تیلی تیرے سر پر کولہو۔ یعنی چاہیے "والعصر" کا یہاں پر کوئی تعلق ہو یا نہ ہو لیکن وزیر موصوف نے کہہ دیا کہ تیرے سر پر کولہو۔ (قہقہے)۔

بات دراصل یہ ہے کہ اگر وزیر خزانہ نے ایک نئی جدت پیدا کی ہے کہ لکھی ہوئی تقریر سے ہٹ کر کچھ اپنی طرف سے بھی ایزاد کیا۔ حالانکہ یہ بھی بعد میں چھپوا کر دیا جا سکتا تھا تاکہ اس کو بھی زیر بحث لایا جاتا۔ تو اعتراض کرنے والوں کو میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ قدامت پسندی' پرانی روایات پر قائم رہنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ زمانہ ترقی کر گیا ہے اور اس زمانے میں وہ باتیں ہوتی ہیں یعنی "انسونی" باتیں۔ جو کہیں نہ سنی تھی اور نہ دیکھی تھیں۔ میں نے ایک دفعہ ذکر کیا تھا کہ امریکن کی superstition تھی کہ جب تک رونلڈ ریگن کی حکومت رہے گی یہاں "امریکہ خوش حال رہے گا" اور ہنستا بستا ہی رہے گا اور طاقتور رہے گا اور عزت و آبرو سے رہے گا۔ انگریزوں میں بھی ایک superstition ہے کہ ٹاور آف لندن پر جب تک ایک پرندہ raven موجود رہے گا تو ان کی سلطنت کبھی ختم نہیں ہوگی اور کبھی خسارے میں نہیں جائے گی۔ اس raven پرندے کے متعلق یہ کہاوت ہے کہ وہ بیٹھ کر mating نہیں کرتا۔ انگریزوں نے اس کے لیے بڑی کوشش کی کہ اس کی پیداوار بڑھائیں اور اس کو بادام کھلائے' اس کی بڑی خاطر تواضع کی لیکن وہ سوائے پرواز کے mating نہیں کرتا اس دفعہ ایسا ہوا مگر اس دفعہ پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ raven نے زمین پر ٹاور آف لندن پہ mating کی اور چہ دیا۔ چنانچہ نیا چہ پیدا ہوا۔ اس کی باقاعدہ تاج پوشی کی گئی اور اس کا نام رکھا گیا Ronald`s Raven تو اگر ایک پرندہ پرواز میں menting کرنے والا زمین پر mating کر سکتا ہے تو وزیر خزانہ چھپی ہوئی تقریر سے ہٹ کر زبانی تقریر کیوں نہیں کر

سکتے۔ یہ یار لوگ' حاسد ہیں یہ اپوزیشن والے' ان کو اچھائی میں بھی برائی نظر آتی ہے۔ ایسا چھا بجٹ کہ جس میں آخری وقت پر وزراء سر جوڑ کے بیٹھے رہے اور انہوں نے اس میں کتنی محنت کی ان کو کیا پتا۔ ایک سکھ نے کہا تھا کہ "گورنمنٹ کی ہونڈی اے جیہڑی سر جوڑ کے بیٹھے غور کرے۔" یہ تو آخری وقت تک سر جوڑ کے بیٹھے رہے' غور کرتے رہے کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ مگر پھر بھی یار لوگوں نے کیڑے ڈالے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ ذرا خیال کریں کہ یہ اتنا اچھا بجٹ یہ اتنا فاضل بجٹ' دیہاتی لوگوں کی اچھائی کے لیے بجٹ ہے۔ اس سے بہتر بجٹ کہاں سے آئے گا؟ آپ لوگ اس کی برائیوں کی طرف دیکھنے کے بجائے اس کی اچھائیوں کی طرف دیکھیں تو اس کا ایک بہت اچھا پہلو یہ بھی تھا کہ پہلی دفعہ یہ sweet water اور Drainage جو مہیا کی جاتی تھی دیہات میں کروڑوں اور لاکھوں روپے خرچ کر کے ان سکیموں کو بیاض میں رکھ دیا جاتا تھا۔ ان کو کوئی maintain کرنے والا نہیں ہوتا تھا۔ اس حکومت نے پہلی مرتبہ یہ کیا اور یہ سہرا ان کے سر ہے۔ جناب سپیکر! جناب دریشک سے کہیں کہ یہ راز و نیاز کی باتیں بعد میں کر لیں۔ نہ تو یہاں پر وزیر خزانہ ہیں نہ سیکرٹری خزانہ ہیں۔ اور جناب دریشک کو راز و نیاز کی باتیں اب کرنی یاد آئی ہیں۔ انہیں کہیں کہ براہ کرم اتنی بے اعتنائی نہ کریں' اتنی بے غوری اور اتنی بے توجہی نہ کریں۔ یہ رازو نیاز کی باتیں تو علیحدہ بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ رازو نیاز کی باتیں کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ جناب سپیکر! انہیں منع کریں کہ یہ اپنی سیٹ پہ بیٹھیں جناب سپیکر! آپ غالباً میری بات نہیں سن رہے۔ دریشک صاحب کو منع کریں کہ یہ آپ سے محو گفتگو نہ ہوں اور یہ ہمارا وقت ضائع نہ کریں۔ یہ مہربانی فرمائیں اور یہ باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ یہاں پر کانا پھوسی ہو' کیونکہ میں تقریر کر رہا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے گیارہ بجے کی فلائٹ سے جانا ہے۔ وزیر خزانہ نہیں آئے اور وزیر قانون کانا پھوسی کر رہے ہیں۔ کہ نہ کوئی سنے اور نہ کوئی اس کا جواب دے۔ تو مہربانی کر کے ان کو منع فرمائیں دریشک کو منع فرمائیں کہ یہ اپنی سیٹ پہ بیٹھیں۔ مجھے گیارہ بجے کی فلائٹ سے ملتان جانا ہے اور شام کو واپس بھی آنا ہے۔ مہربانی فرمائیں یہ رازو نیاز کی باتیں پھر بھی ہو سکتی ہیں۔

جناب سپیکر: سردار نصراللہ خان دریشک مجھے کہہ رہے تھے کہ دستی صاحب سے آپ یہ دریافت فرمائیں کہ وہ ہمارے حق میں بات کر رہے ہیں یا ہماری مخالفت میں (نعرہ ہائے

تحسین)

سردار امجد حمید خان دستی: یہ اتنی لمبی بات تھی آپ نے تو دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ انہوں نے ہمارے پانچ منٹ ضائع کر دیئے اور آپ نے اس کو ایک جملے میں ختم کر دیا' میاں آپ کے بھی قربان جائیں۔

جناب سپیکر: یہ لاء منسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ دستی صاحب کے قربان جائیں کہ پتہ ہی نہیں لگ رہا کہ وہ کیا بات کر رہے ہیں۔ ہمارے حق میں کر رہے ہیں یا ہمارے خلاف (نعرہ ہائے تحسین)

سردار امجد حمید دستی: جناب والا! نہروں کے نظام میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ بھل صفائی ہوئی ہے۔ پٹڑیوں کی نگہبانی ہوئی ہے۔ نہروں کو ایزاد کیا گیا ان کی لمبائی بڑھائی گئی ہے۔ نئی نہر بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور maintenance کا انتظام کیا گیا اور یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ ٹیلوں تک پانی پہنچنا شروع ہوا ہے' اور 114 لاکھ گانٹھیں اس سال پیدا ہوئی ہیں۔ تو جناب والا 85 لاکھ گانٹھوں کے مقابلے میں 114 لاکھ گانٹھیں۔ لیکن آپ نے یہ غور فرمایا ہوگا' کہ ان 114 لاکھ گانٹھوں کا کیا حشر ہوا۔ کوئی لینے والا نہیں تھا۔ مصر کے بازاروں میں جیسے یوسف کا کوئی خریدار نہیں تھا اسی طرح ہماری کپاس کا بھی کوئی خریدار نہیں تھا۔(نعرہ ہائے تحسین)

میاں شہباز احمد: ہم آپ کے خریدار ہیں۔

سردار امجد حمید خان دستی: کپاس کی اور بات بھی کروں گا کہ کپاس اور آپ کو ایک ساتھ اکٹھا نہیں کیا جاسکتا۔

MR SPEAKER: No cross talk please.

سردار امجد حمید خان دستی: تو جناب والا! اس کی قیمتیں گرتی گئیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت کی زیادہ دلچسپی زمیندار کے بجائے صنعت کار میں تھی۔ زمیندار نے دیکھا کہ حکومت کا صنعتکار کی طرف رجوع ہو رہا ہے اور شکر کے کارخانے لگانے کی طرف رجوع ہو رہا ہے تو زمیندار نے سوچنا شروع کر دیا کہ زیادہ گنا پیدا کرو اور کپاس کو چھوڑ دو۔ اسی طرح ہماری آمدن کا ایک بڑا ذریعہ ہمارا چاول ہے۔ گوجرانوالہ' شیخوپورہ' سیالکوٹ کے علاقے کا چاول دنیا میں کہیں اور پیدا نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ انڈیا میں دیرہ دون میں ہوتا ہے لیکن جناب

سپیکر! میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جتنا اچھا چاول ہمارے ملک پاکستان میں' ہمارے علاقے میں اور کہیں نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا جو حشر ہوا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

(اس مرحلے پر وزیر خزانہ ایوان میں داخل ہوئے۔)

جناب سپیکر! جو گندم کا حشر ہوا اس کی حالت یہ ہے کہ پہلے دیہاتی لوگ کارخانوں کو چھوڑ کر دیہات کی طرف بھاگتے تھے کہ ہم گندم کی کٹائی کریں گے تو ہمیں سارے سال کی گندم مل جائے گی۔ لیکن اب یہ ہوا ہے کہ ہمارا گندم کا جو انتظام و انصرام ہے وہ اس ناقص قسم کا ہے کہ لوگوں نے گندم کو بونا کم کر دیا ہے اور صرف اپنی ضروریات کی گندم بونا شروع کر دی ہے۔ اور گورنمنٹ کا یہ طریقہ ہے کہ گورنمنٹ کروڑوں روپے کی گندم باہر سے منگواتی ہے۔ اور حد یہ ہے کہ کاشت کار کو سبسڈی جو امداد دینی چاہیے وہ باہر کے ملکوں کو جاتی ہے۔ یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔

جناب سپیکر : سردار صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ sorry میں نے آپ کو کافی وقت دیا ہے۔

سردار امجد حمید خان دستی : کچھ اور وقت دے دیں۔ مجھے گیارہ بجے کی فلائٹ پر جانا ہے۔

جناب سپیکر : ہم چاہتے ہیں کہ آپ بروقت فلائٹ پر چلے جائیں۔ آپ دیکھیں کہ آپ نے کس وقت تقریر شروع کی اور اب ٹائم کیا ہو گیا ہے۔ اگر آپ ایک منٹ میں ختم کر سکتے ہیں تو کر لیں۔

سردار امجد خان دستی : ٹھیک ہے۔

جناب والا! مختصر طور پر تعلیم کا ذکر کروں گا کہ اس میں پہلے سے بہت زیادہ رقم دی گئی ہے اور اس کے لیے حکومت مبارک باد کی مستحق ہے۔ جس صاحب کو وزیر تعلیم چنا گیا ہے یہ سمجھتا ہوں کہ وہ موزوں ترین آدمی ہے۔ مجھے پہلے یہ خیال آتا تھا۔ ایک پہیلی تھی۔ "نکی جئی کڑی تے لے پرانداڑی"۔ تو مجھے یہ خیال آتا تھا کہ یہ نکی جئی کڑی اتنا بڑا کام کیسے برداشت کرے گی۔ لیکن انھوں نے اس نکی جئی کڑی نے بڑے کام کیے ہیں۔ انھوں نے loan system ختم کیا۔ یہ جو امتحان میں خرابیاں تھیں اور نقل ہوتی تھی انہوں نے اس کو' اس بوٹی مافیا کو ختم کیا۔ انہوں نے کنٹرولر کو اور بورڈ کے چیئرمین کو تبدیل کیا۔ جناب والا! چونکہ آپ نے ختم کرنے کا حکم دیا ہے' میں اسی تعلیم کے متعلق آخری بات کروں گا۔

جم خانہ لائبریری' جو کہ اب قائد اعظم لائبریری کہلاتی ہے' یہ دراصل ریسرچ سنٹر مقرر ہوا۔ اب اس کو طالب علموں کے لیے' نوجوانوں کے لیے کھول دیا گیا ہے۔ وہاں جوان لڑکے بھی جاتے ہیں اور لڑکیاں بھی۔ جب کپاس کا ذکر آیا تو میں نے ذوالفقار صاحب کو کہا تھا کہ "میں بھاہ تے کپاہ دا وی ذکر کریساں" یہ "بھاہ تے کپاہ" کو جو قائد اعظم لائبریری میں اکٹھا کر دیا جاتا ہے' میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ قائد اعظم لائبریری کو جس مقصد کے لیے قائم کیا گیا' اسی مقصد کے لیے اس کو رکھا جائے اور وہاں لڑکے اور لڑکیاں جو طالب علم آتے ہیں وہ نہ آئیں اور اس لائبریری کے لیے جو ان کے لیے رقم رکھی گئی ہے وہ کالجوں کو دی جائے۔

جناب والا! میں آخر میں وزراء سے گزارش کروں گا کہ ایک میراثن شہر کی طرف جا رہی تھی تو میراسی نے کہا۔ "جیویں ہوویں' میرے کتے پٹکا گھدی آویں۔" اس نے کہا' پیسے کہاں سے لاؤں؟ میراسی نے کہا۔ "جیویں تھیوی' تیویں تھیوی' میرے کتے پٹکا گھن آویں"۔ میں وزراء سے کہتا ہوں۔ جیویں تھیوی' تیویں تھیوی ساڈیاں سکیماں جہڑیاں آکھیاں ہیوے ۔۔۔ جھوٹ نہ بولنا' ان کو مکمل کرنا" ہمارا پٹکا ہمیں لا کر دینا جس طرح بھی آپ سے ہو۔ دو کروڑ جو ممبروں کو دینے ہیں وہ بھی انہیں دینا اور جن سکیموں کا وعدہ کیا ہے وہ بھی پوری کرنا۔ ورنہ ہمارا ہاتھ اور تمھارا دامن ہوگا۔ ہم تم سے حساب لیں گے کہ تم نے بجٹ تقریر کے وقت کیوں جھوٹ بولا تھا۔ کیوں کہا تھا کہ ہم یہ دیں گے' وہ دیں گے۔

جناب والا! آخری بات واپڈا کے متعلق ہے۔ میں ایک منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ ہمیں واپڈا سے سخت گلہ ہے۔ پیسے پنجاب حکومت دیتی ہے اور اس قسم کا بھول بھلیاں اور پیچیدہ کام شروع کر رکھا ہے کہ 91-1990ء کی جو اسکیمیں ہیں وہ اب تک پوری نہیں ہوئیں۔ اور واپڈا کے ٹھیکے دار کہتے ہیں کہ پیسے دو تو پھر ہم ان سکیموں کو پورا کریں گے۔ کیا آپ اتنے بے بس ہیں' بے اختیار ہیں؟ میں حکومت سے اور وزراء سے پوچھتا ہوں کہ آپ واپڈا کا کوئی علاج نہیں کر سکتے؟ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ کوئی علاج نہیں کر سکتے تو Irrigation and Power کا نام بدل کر Irrigation and Powerless رکھ دیا جائے۔

جناب سپیکر : شکریہ سردار صاحب۔

سردار امجد حمید خان دستی: بہت بہت شکریہ۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ میاں طارق محمود تشریف رکھتے ہیں؟ (تشریف نہ رکھتے تھے) محمد لطیف مغل تشریف رکھتے ہیں؟ (تشریف نہ رکھتے تھے) ڈاکٹر محمد شفیق۔ (تشریف نہ رکھتے تھے) راجہ جاوید اخلاص۔ (تشریف نہ رکھتے تھے) چودھری خادم حسین۔ (تشریف نہ رکھتے تھے) سہیل ضیاء بٹ تشریف نہیں رکھتے۔ چودھری صاحب! ڈیبٹ sum up نہ کر لیں؟

چودھری محمد فاروق: جناب والا! پانچ مقرر غیر حاضر ہیں۔ ان میں سے کسی کا زیادہ سے زیادہ ایک منٹ سمجھ لیجئے کہ میں لوں گا۔

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جو budget documents ایوان میں پیش کیے جاتے ہیں ان کو درست سمجھا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ چھان بین کے بعد پیش کیے گئے ہیں اور ان میں دیے گئے اعداد و شمار درست ہیں۔ تو میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جٹ کی ایک دستاویز یہ ہے۔

Estimates of Charged Expenditure and Demands for Grants

دوسرا ڈاکومنٹ ہے آپ کا اے ڈی پی۔ ان دونوں میں اگر مختلف سکیموں کی مد میں ڈیمانڈ کیے گئے جو estimates ہیں یا expenditures اگر ان کی value مختلف ہو تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ Budget Docments نہیں ہیں اور ان پر بحث اور ان کا منظور کیا جانا ایوان کو cheat کیے جانے کے مترادف ہے۔ مثال کے طور پر۔

Estimates of Charged Expenditure and Demands for Grants کے اگر آپ صفحہ 38 اور 39 کو ملاحظہ کریں تو اس میں نمبر 31 پر ہے۔ Development of Focal Point in Sourthern Zones. اس میں Pay of other Staff other allowances کی مد میں 1991-92 revised estimate میں صرف 9 لاکھ 65 ہزار روپے کے اخراجات ظاہر کیے گئے ہیں۔ جب کہ اے ڈی پی کے صفحہ 80 میں سکیم نمبر 726 کے کالم نمبر 10 کے نیچے بیس لاکھ کی رقم 1991-92 revised estimate میں خرچ کی جانی ظاہر کی گئی ہے۔ لہٰذا جناب سپیکر! 9 لاکھ 65 ہزار اور بیس لاکھ روپے کے expenditure میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لہٰذا یہ دونوں ڈاکومنٹس ایک دوسرے سے

مختلف ہیں۔ اسی طرح اگر آپ Estimates of Charged Expenditure and De-mands for Grants کے صفحہ نمبر 143 کو ملاحظہ کریں تو اس میں Construction of OPD and Casualty Department اس کے نیچے سکیم نمبر 3 میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال بہاول پور کے لیے پانچ لاکھ سولہ ہزار روپے کی انھوں نے ڈیمانڈ دی ہے جب کہ اے ڈی پی کا صفحہ نمبر 355 اگر ملاحظہ کریں۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب! میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے میں نے اس کو follow کرنے کی کوشش کی ہے آپ ایسے کریں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر آپ تحریری شکل میں دیں۔ اس کی ایک کاپی مجھے دے دیں اور ایک جناب شاہ محمود قریشی کو دیں اور میں انھیں کہوں گا کہ وہ اس کو examine کریں اور اس کا جواب دیں۔ میں آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو pending کرتا ہوں اور اس پر اپنا فیصلہ فنانس منسٹر کی state-ment کے بعد دوں گا۔

چودھری محمد فاروق : شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر : اب اگلے ہمارے مقرر رانا ثناء اللہ خان۔

رانا ثناء اللہ خان : شکریہ جناب سپیکر! اس سال کا جو بجٹ اس معزز ایوان میں پیش کیا گیا ہے وہ دو حصوں میں پیش کیا گیا ہے۔ پہلے حصے کے طور پر محترم وزیر خزانہ نے کوئی 35 منٹ ایک خوبصورت اور فگرز کے ہیر پھیر کے ساتھ تقریر سنائی۔ اس کے بعد بجٹ کے دوسرے حصے کے طور پر محترم وزیر اعلیٰ نے اپنی زندگی کی مختصراً تقریر جو پونے دو گھنٹے پر مشتمل تھی فرمائی۔ اور ساتھ ہی انہوں نے بجٹ کا اعلان بھی مکمل کیا۔ جناب سپیکر! وقت چونکہ کم ہے اس لیے اگر میں بجٹ کے دونوں حصوں کے متعلق اظہار خیال کرنے کی کوشش کروں گا تو میرا خیال ہے بات مکمل نہ ہو سکے گی۔ مجھ سے پہلے بہت سے دوستوں نے بجٹ کے پہلے حصے پر جسے وزیر خزانہ نے پیش کیا تھا کافی اظہار خیال کیا ہے۔ اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ میں بجٹ کے دوسرے حصہ جسے محترم وزیر اعلیٰ نے پیش کیا جس میں ان کی تقریر اور ان کا صوابدیدی کوٹا آتا ہے اس کے متعلق چند گزارشات کروں گا۔ جیسا کہ معزز ممبران کے علم میں ہے کہ بجٹ کا دوسرا حصہ پیش کرتے وقت وزیر اعلیٰ نے جب اپنی تقریر کا آغاز کرنا چاہا تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر ایک نکتہ اعتراض اٹھایا۔ لیکن جیسے ہی میں نے

محسوس کیا کہ Chair میرے اس نکتہ اعتراض پر معترض ہے میں اسی وقت اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لیکن یہ بات ان کی طبع درویشانہ پر بہت ناگوار گزری اور اتنی ناگوار گزری کہ وہ انتہائی غصے کی حالت میں آگئے اور انہوں نے انگریزی میں بولنا شروع کر دیا۔ جناب سپیکر! یہ آپ کے علم میں ہے کہ انگریزی زبان ایک ایسی زبان ہے کہ جن لوگوں کو اس پر عبور حاصل ہے وہ اسے ہر وقت بول سکتے ہیں۔ لیکن جو اس پر نئے نئے عبور حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں یا جو لوگ وہ پیدا کر رہے ہوتے ہیں جو بازار سے ملتا ہے جس پر لکھا ہوتا ہے کچھ ہفتوں میں انگریز بن جایئے۔ تو جناب سپیکر! ایسے لوگ صرف اسی وقت انگریزی بول سکتے ہیں جب وہ انتہائی غصے کی حالت میں ہوں۔ جناب سپیکر! چونکہ یہ بات میرے علم میں تھی کہ محترم قائد ایوان جس دن یہاں پر ہماری معزز مہمان لیڈی ڈیانا آئی تھیں یہ سارا دن ان کے ساتھ رہے۔ اور سارا دن انہوں نے ہیلو ہیلو کے سہارے ہی بسر کیا۔ اور جب بھی وہ کوئی بات پوچھتی تو یہ کہتے ہیلو ہیلو۔ اور جب وہ کہتی آپ کا کیا حال ہے؟ تو یہ کہتے ہیلو ہیلو۔ اگر وہ کہتی لاہور بہت خوبصورت شہر ہے تو یہ کہتے ہیلو ہیلو۔ تو اس دن انہیں اس بات کا احساس ہوا اور انہوں نے انگریزی سیکھنی شروع کر دی اور مجھے اس بات کا احساس تھا کہ یہ اب جو انگریزی بول رہے ہیں انتہائی غصے کی حالت میں بول رہے ہیں۔

ملک سرفراز احمد: جناب سپیکر! رانا صاحب بجٹ پر تقریر کر رہے یا ذاتی نکتہ وضاحت پر بول رہے ہیں۔ جب جناب چیف منسٹر ہاؤس میں ہوں گے اس وقت یہ وضاحت کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! ان کی تقریر بجٹ کا حصہ ہے اس لیے میں ان کی تقریر پر بول رہا ہوں۔ تو جناب سپیکر! ان کی اس غضبناک حالت کو دیکھ کر تمام معزز ممبران جو اس وقت ہاؤس میں تشریف فرما تھے وہ صحیح طور پر میرے متعلق بڑے غصے میں تھے۔ وہ تو اللہ بھلا کرے کہ جب بات آگے بڑھی تو چلتے چلتے سانڈ کی جوانی تک' اس کی فراوانی تک پہنچی تو مجھے کچھ سہارا ہوا کہ کوئی بات نہیں اللہ خیر کرے گا جناب سپیکر! محترم قائد ایوان نے جب اتنے غصے میں انگریزی بولتے ہوئے یہ فرمایا If Rana Sana Ullah has been روک دیتے مجھے The entire of my quota would have been رہ جاتا؟ in my quota and then I کس کو دیتا اس کا کوئی چھوٹا سا بھی ٹوٹا۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! محترم وزیر اعلیٰ نے جو تقریر کی تھی اس میں جو انہوں نے

انگریزی کے چند فقرے بولے تھے اس میں یہ بات شامل نہیں تھی۔ میں رانا ثناء اللہ خان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ ذرا اپنا ریکارڈ درست کر لیں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب نے جو کہا ہے درست ہے۔ جناب وزیر اعلیٰ نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے جو رانا ثناء اللہ صاحب اپنی تقریر میں repeat کر رہے تھے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا بدقسمتی سے میں اس دن اجلاس میں نہیں تھا میاں عبدالستار صاحب سے گزارش ہے کہ جو اصل جملے انہوں نے انگریزی زبان میں کہے تھے وہ ذرا بتا دیں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب آپ ذرا ان کو سمجھا دیں آپ ساتھ ہی بیٹھے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں میاں صاحب سے کہنے والا تھا چونکہ میں نے پہلے ہی بتایا تھا کہ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے میں کافی خوفزدہ تھا۔ تو ہو سکتا ہے کہ میں بہتر طور پر نہ سمجھ سکا ہوں تو میاں صاحب کو اگر یاد ہے تو وہ فرما دیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس دن وزیر قانون موجود تھے شائد درست الفاظ وہ بتا دیں۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر کے شوق میں اپنے ساتھی کی تقریر کو interrupt کر رہے ہیں. please do not interrupt the speech.

رانا ثناء اللہ خان : شکریہ جناب سپیکر جیسے کہ میں گزارش کر رہا تھا کہ میں ان کی تقریر پر بات کر رہا ہوں۔ یہ بات ایک دفعہ نہیں بیسوں مرتبہ بڑے تکرار کے ساتھ بڑے دلائل کے ساتھ ثابت کی جاتی رہی ہے کہ ان کی تقریر بجٹ کا حصہ ہے۔ اس لیے ان کی تقریر کے ہر پہلو پر بات کرنا بجٹ پر بحث کرنا ہی ہے۔ جناب سپیکر! جس وقت محترم قائد ایوان اپنی تقریر فرما رہے تھے اس وقت ان کا انداز ہی دیکھنے کے قابل تھا۔ یہ یوں فرما رہے تھے جیسے ان کے سامنے اس معزز ایوان میں معزز اراکین اسمبلی نہیں بلکہ 240 فقیر بیٹھے ہیں۔ اور وہ کمال مہربانی سے ان کو خیرات بانٹنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس سے اگلے روز انہوں نے ایک پریس کانفرنس کا اہتمام کیا اور اس پریس کانفرنس میں جب ایک صحافی بھائی نے ان سے پوچھا کہ اگر آپ کو تقریر پہلے نہ کرنے دی جاتی تو کیا ہوتا؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر مجھے تقریر پہلے نہ کرنے دی جاتی تو میں اپوزیشن والوں کو ایک پائی بھی نہ دیتا۔ جناب سپیکر!

دراصل ان کے ساتھ اب تک معاملہ یہی ہے کہ جس طرح قائد حزب اختلاف سے ہوتا ہے اور وہ صرف حزب اختلاف کا قائد ہوتا ہے۔ انہیں یہ وہم ہے کہ وہ قائد حزب اقتدار ہیں انہوں نے آج تک اپنے آپ کو قائد ایوان نہیں سمجھا۔ حالانکہ پارلیمانی روایات کے مطابق اور اس ہاؤس کو چلانے کے لیے جو رولز ہیں ان کے مطابق قائد حزب اقتدار کا انتخاب نہیں ہوتا۔ بلکہ جو قائد ایوان ہوتا ہے وہ یوں ایوان کا قائد ہوتا ہے۔ اس سے اس قسم کی باتیں کہ اگر ایسے ہو جاتا تو میں ایک پائی نہ دیتا۔ اگر ویسے ہو جاتا تو میں ایک ٹوٹا نہ دیتا۔ جناب سپیکر! یہ باتیں قائد ایوان کے منصب کے لیے زیب نہیں دیتیں۔

جناب سپیکر! میں آج ایک انتہائی اہم نکتے ایک انتہائی اہم معاملے کی نشان دہی کروں گا جو کہ نہ صرف ہمارے اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے دوستوں بلکہ وہ ہمارا قومی المیہ ہے۔ جب اتنے زور سے اتنی Projection سے یہ بات کی گئی کہ جناب میرا صولبدیدی کوٹا' میرا صولبدیدی کوٹا۔ ہمارے ہاں جو پبلک منی کا پبلک پراپرٹی کا تصور ہے اس کا غلط مفہوم لیا جاتا ہے جو کہ قومی طور پر ہمارے تمام کے شعور میں یہ بات بسی ہوئی ہے یہی ہمارا قومی المیہ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پبلک پراپرٹی جو ہے وہ ہمارا ذاتی حق ہے۔ وہ ایسے ہی ہے کہ جیسے ہمارے باپ دادا کی وراثت ہمارے نام منتقل ہو چکی ہے اور ہم جہاں چاہیں' جس طرح چاہیں اسے استعمال کریں اور اسی طرح سے پبلک منی جو ہے اس کے متعلق بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بطور منسٹر' بطور چیف منسٹر' بطور پرائم منسٹر جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے' جو کچھ بھی ہماری dis-posal پر ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے ہم نے اپنے باپ دادا کی کوئی جائیداد بیچ کر وہ رقم بنک میں رکھی ہوئی ہے۔ اور اسے ہم جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ ہمیں روکنے والا کوئی نہیں۔

جناب سپیکر! میں محترم قائد ایوان سے پوچھتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ یہ جو بتا رہے ہیں کہ میرا صولبدیدی کوٹا' میرا صولبدیدی کوٹا' میرا صولبدیدی کوٹا۔ یہ ایک ارب روپے کی رقم انہوں نے کہاں سے لی؟ وہ بتائیں کہ میاں چنوں سے کون سی جائیداد بیچ کر وہ ایک ارب روپے کی رقم ہم میں اور صوبے کے عوام میں بانٹنے کے لے کر آئے ہیں یا وہ بتائیں کہ شاہ محمود قریشی نے کس دربار کے اوپر اکٹھا ہونے والا نذرانہ وہاں سے لا کر ان کے نام کر دیا ہے کہ یہ ان کا صولبدیدی کوٹا ہے اور وہ پورے صوبے کے فقیروں میں بانٹیں۔

چودھری واجد علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اب تک رانا ثناء اللہ خان نے

جتنی بھی باتیں کی ہیں یہ ان کی غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایسٹ انڈیا کمپنی کی معنوی عناد اب تک پاکستان میں موجود ہے اور اب بھی ان کی سوچیں وہی ہیں۔

جناب سپیکر : چودھری واجد علی خان یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

چودھری واجد علی خان : جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے بے جا نکتہ چینی کی ہے جبکہ انہوں نے ایک قدم اٹھایا ہے۔وہ جو کہتے ہیں کہ میرا صوبدیدی کوٹا تو اس سے مراد حکومت کا صوبدیدی کوٹا ہوتا ہے نہ کہ ان کا اپنا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر : چودھری واجد علی خان یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! میرے فاضل دوست بڑے ادبی انداز سے بہت کچھ کہہ رہے ہیں اور ہم بڑے شوق سے یہ باتیں سن رہے ہیں۔ جہاں تک صوبدیدی کوٹا کے لفظ کا تعلق ہے وہ لفظ بھی موجود ہے۔

جناب سپیکر : چیمہ صاحب' آپ بات کرنا چاہتے ہیں۔ میرے علم میں ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو ٹائم دوں گا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : عالیجاہ! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں تقریر کے لیے بھی اگر آپ حکم صادر فرمائیں گے تو انشاء اللہ کرنے کو تیا ہوں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پربات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جناب چیمہ صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ دوسرے کی تقریر کو مہربانی فرما کر interrupt نہ کریں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : علیجاہ! میری بات تو سن لیں۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

جناب سپیکر : میرے پاس آپ کا نام تقریر کرنے والوں کی فہرست میں ہے۔ چیمہ صاحب میں آپ کو ٹائم دوں گا۔ آپ اس میں اپنا نقطۂ نظر بیان کیجیے گا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ :عالیجاہ! میں نے آپ کو اپنا نام نہیں بھیجا۔

جناب سپیکر : مجھے لاء منسٹر نے نام دیا ہے۔ چلیں آپ تقریر نہیں کرنا چاہتے تو پھر پوائنٹ

آف آرڈر پر بات کر لیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر سن لیں۔ باقی پھر میرا صوابدیدی کوٹا ہوگا۔ (قہقہے) جناب والا! discretionary کا لفظ موجود ہے اور my discretion کا لفظ بھی موجود ہے۔ جہاں تک ذاتیات پر کسی کے باپ دادے پر جانا' کسی کے گاؤں پر جانا' کسی کے دربار پر جانا' عالیجاہ! discretion کا لفظ کئی لوگوں نے misuse کیا۔ کسی وقت اس ملک کے وزیر اعظم نے اپنے discretionary کوٹے کا صرف اور صرف اپنی پارٹی کو حق دیا۔ اس وقت بھی کوئی قائد ایوان تھا اور اس وقت بھی قائد ایوان کو وہ کہا جا سکتا تھا لیکن اصولی طور پر ایسی باتیں میرے فاضل دوست کو جس کو بڑے پیار اور عزت و احترام کے نگاہ سے ہم سنتے اور دیکھتے ہیں نہیں کہنی چاہئیں اور پھر ایسی باتیں کبھی انسان کا قد بلند نہیں کرتیں۔ تو میری آپ سے یہ عرض ہوگی کہ ایسی باتوں سے ان کو سختی سے منع کیا جائے اور ایسی باتیں ریکارڈ سے حذف کی جائیں۔

جناب سپیکر: جی رانا ثناء اللہ آپ اپنی بجٹ تقریر پر آیئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ جتنا ٹائم درمیان میں ضائع ہوا یہ تو مجھے میرا خیال ہے کہ ملنا چاہیے۔

جناب سپیکر: جی آپ شروع کیجیے۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ میں discretionary کوٹا کے متعلق عرض کر رہا تھا۔ اس کی تشریح میرے بھائی اعظم چیمہ نے بھی فرمانے کی کوشش کی ہے۔ یہ کوئی اتنا مشکل لفظ نہیں ہے کہ جس کے متعلق اس ایوان میں بیٹھے ہوئے دوستوں کو نہ پتا ہو یا جس کے معنی کے متعلق کوئی ابہام پایا جاتا ہو۔ بات تو کرنے کی یہ ہے کہ وہ صوبہ جس صوبے میں 60% لوگ پینے کے پانی سے محروم ہیں۔ یہ ان کی اپنی figures ہیں۔

وزیر خزانہ کی تقریر کا وہ حصہ جس میں انہوں نے تعلیم سے متعلق اظہار خیال کیا ہے وہ اٹھا کر دیکھ لیں انہوں نے خود یہ فرمایا ہے کہ کتنے فیصد بچے تعلیم حاصل کرنے سے محروم ہیں۔ اس ملک کی اور اس صوبے کی ایک تہائی سے زیادہ آبادی below poverty line غربت کے معیار سے بھی نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو روز مرہ کی ضروریات سے عاری ہیں اور اس صوبے کے حکمران کا صوابدیدی کوٹا ایک ارب روپے رکھا جائے۔ میں سمجھتا

ہوں کہ یہ کوئی سر اٹھا کر بات کرنے والی نہیں ہے بلکہ یہ ایک باعث شرم بات ہے۔ جب وزارت خزانہ سے متعلقہ اہلکاروں نے جب سٹیٹمنٹ مرتب کرتے وقت یہ لکھا تھا کہ اس صوبے کے حکم ران کا ایک ارب روپیہ صولبدیدی کوٹا ہوگا تو میں سمجھتا ہوں کہنا کا سر شرم سے جھک جانا چاہیے تھا اور انہیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ اسے کاٹ دو۔

جناب سپیکر! ایک طرف تو ہم مثال دیتے ہیں اسلام کی۔ ہم بات کرتے ہیں اسلامی نظام کی اور دوسری طرف جب بھی کوئی بات یہاں پر ہوتی ہے تو پھر یہیں ہم دس پندرہ سال پیچھے چلے جاتے ہیں کہ جناب وہ فلاں وزیراعظم تھا۔ فلاں وزیر اعلیٰ تھا۔وہ ایسے کیا کرتا تھا۔ وہ ویسے کیا کرتا تھا۔ اس لیے دیکھ لیں کہ ہم ان سے کم کر رہے ہیں۔ ہم ان سے زیادہ نہیں کر رہے۔

رانا پھول محمد خان (وزیر امداد باہمی) : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! ان کو بات کرنے دیں۔ ان کو ختم کرنے دیں۔

وزیر امداد باہمی : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر کی بھی اجازت نہیں؟

جناب سپیکر : رانا صاحب اجازت ہے لیکن ان کو اپنی بات ختم کرنے دیں۔

وزیر امداد باہمی : جناب سپیکر! میں صرف یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ کا صولبدیدی کوٹا اپنی جیب سے نہیں ہوتا۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ میرے لیے جو کوٹا اس جٹ میں مخصوص کیا گیا ہے اور اس جٹ کو اس معزز ایوان نے منظور کرنا ہے۔ یہ معزز ایوان ضروریات کے لیے اگر ان کے لیے کوئی کوٹا مخصوص کرتا ہے تو اس میں یہ کہنا کہ یہ کوٹا کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟ یہ ضروری ہوتا ہے اور پھر وہ وزیر اعلیٰ کا عین اسلامی اقدام ہے کہ جس نے اپنے صولبدیدی کوٹے کو اپنے آدمیوں کو نوازنے کی بجائے سب میں تقسیم کر دیا اور کہہ دیا کہ اپوزیشن بھی اس میں حصہ دار ہے۔ اس سے زیادہ اسلامی روایات اور کیا ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر : شکریہ۔ شکریہ رانا صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان : جنب رانا پھول محمد خان نے discretionary کرنے کو اسلامی رنگ دے دیا ہے اور مشرف بہ اسلام کر دیا ہے۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ میری بات ذرا غور سے سنیں۔ میں یہ بات کررہا تھا کہ جب ہم کوئی اعتراض کرتے ہیں تو پھر یہی دس پندرہ

سال پرانی مثال دے دی جاتی ہے کہ جناب فلاں وزیر اعلیٰ تھا وہ ایسے کرتا تھا دیکھیں ہم اس سے کم کر رہے ہیں۔ تو بھائی اگر تم اسلام کی بات کرتے ہو تو پھر ان مثالوں پر جاؤ جو آج سے چودہ سو سال پہلے قائم ہوئی تھیں۔ ان روایات پر جاؤ جو آج سے چودہ سو سال پہلے قائم ہوئی تھیں۔ اگر آپ نے یہی دس پندرہ سال پرانی بات کرنی ہے تو پھر بیس پچیس سال اور آگے چلے جائیں۔ کوئی سو سال دو سو سال اور آگے چلے جائیں اور پھر رنجیت سنگھ کی مثال دیا کریں کہ رنجیت سنگھ اس پنجاب میں حکم ران تھا اور وہ ایسے کیا کرتا تھا لیکن ہم ویسے نہیں کرتے۔ تو پھر رنجیت سنگھ اور آپ کا فرق صاف واضح ظاہر ہو جایا کرے اور پھر اس میں آپ کی پرفارمنس زیادہ نکھر کر سامنے آیا کرے گی اس لیے اس کی مثال دیا کریں۔ اگر آپ نے بات اسلام کی کرنی ہے تو پھر ان روایات کی بات کرو آپ کہتے ہیں کہ صولبدیدی کوٹا جو ہے وہ بالکل اسلامی اصولوں کے مطابق تقسیم کیا گیا ہے۔ وہ بالکل اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ اسلام میں اللہ کے نبی ﷺ نے جب اس روئے زمین پر سلطنت قائم کی وہ جن کی صولبدید میں ارض و فرش تھے جب انہوں نے سلطنت قائم کی اور جب وہ مسجد نبوی میں آکر بیٹھتے ہیں اور وہاں پر اس قدر مال غنیمت جمع ہوتا ہے کہ سارا شہر' سلطنت کے سارے لوگ وہاں پر آ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وہ جب تقسیم کرنا شروع کرتے ہیں۔ وہ جب مال غنیمت' اونٹ اور لونڈیاں تقسیم کرتے ہیں تو ان کی بیٹی جس بیٹی کا وہ اتنا احترام کرتے ہیں کہ وہ آئے تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اسے بٹھانے کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے ہیں اور وہ یہ کہتی ہے کہ بابا چکی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں آپ مجھے ایک لونڈی عطا کر دیں تو جناب سپیکر! اسلامی سلطنت کے پہلے حکم ران یہ کہتے ہیں کہ آپ کو ایک لونڈی نہیں مل سکتی کیونکہ آپ کی نسبت مجھ سے ہے۔ جس پر وہ یہ فرماتی ہے کہ کیا میرے لیے ایک لونڈی بھی نہیں ہے جبکہ آپ سینکڑوں لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں میں تقسیم کرنے کے بعد کوئی بچ جائے گی تو پھر میں آپ کو دے سکتا ہوں اگر نہ بچی تو پھر ہمارے حصے میں کوئی چیز نہیں آ سکتی۔ جناب والا! یہ بات تو صولبدید کی کرتے ہیں جناب جب وہ وہاں سے اٹھتے ہیں تو اپنی چادر جھاڑ کر اٹھتے ہیں جب گھر جاتے تو گھر کے دروازے پر ایک فقیر کھڑا ہوتا ہے آپ پوچھتے ہیں کہ کھانے کے لیے کچھ ہے کھانے کا جو سامان تھا وہ سب کا سب اس فقیر کو دے دیتے ہیں اور بعد میں پتا چلا کہ کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے

اور وہ بھوک سے سو جاتے ہیں تو جناب سپیکر یہ تھے وہ حکم ران جو سلام کے نام پر دنیا میں پہلی سلطنت کا قیام عمل میں لائے۔ جناب والا! یہ بات بھی آپ سب کے سامنے ہے کہ اس روز لوگوں کو اتنی بھاری تعداد میں غلہ اور مال غنیمت تقسیم کیا گیا کہ کچھ لوگوں کے پاس پورے سال کے لیے غلہ جمع ہو گیا۔ جناب اسلام کی تو یہ روایات ہیں کہ عوام کے پاس پورے سال کا غلہ ہوتا ہے اور اس کا جو سربراہ ہے وہ بھوکا ہوتا ہے۔ یہاں تو حالت ہی برعکس ہے کہ عوام کے پاس تو کھانے کے لیے نہیں ہے پینے کے لیے پانی نہیں ہے اور documents میں یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ سلطنت یا صوبے کا جو حاکم ہے اس کی صوابدید پر ہم ایک ارب روپے رکھتے ہیں یہ بات تو درویش کی کرتے ہیں آپ ان درویشانہ روایات کو بھی دیکھیں آپ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کو بھی دیکھیں وہ جب دیا جلا کر حکومت کا کوئی کام کر رہے تھے تو کام کے وقت ان کی بیوی نے آکر کسی گھریلو مسئلے پر کوئی بات کرنا شروع کی آپ نے فوری طور پر اس دیئے کو بجھا دیا اور کہا کہ اس میں سرکار کا تیل ہے اس لیے میں اس کی روشنی میں آپ کی کوئی بات نہیں سن سکتا جناب سپیکر! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ یہ اسلام کا نام لینے والے اور اسلامی نظریہ قائم کرنے کا دعویٰ کرنے والے صوابدید جیسی چیزوں کو ختم کیوں نہیں کرتے یہ صوابدید تو غیر اسلامی باتیں ہیں وہ تو ان چیزوں کو exploit کر رہے ہیں یہ سب اپنے لیے بنائے جا رہے ہیں۔ جناب والا! یہ مجھے بتائیں کہ 1977ء میں وزیر اعلیٰ کا صوابدیدی کوٹا کتنا تھا اس کے بعد سال بہ سال اس میں کتنا اضافہ کیا جاتا رہا ہے اور اب اس میں کتنا اضافہ کیا جا رہا ہے جناب سپیکر! یہ ایک طرف تو اس بات کو بڑھاتے ہیں دوسری طرف اپنے ان پیسوں کو exploit کرتے ہیں اس لیے کہ ہم لمبی چوڑی تقریر کر سکیں۔ جناب والا! یہ گزارش کروں گا کہ یہ اسلامی روایات نہیں ہیں یہ لوگ نہ ہی اسلامی روایات پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی عوام کی خدمت میں یقین رکھتے ہیں بلکہ یہ صرف اور صرف کرپشن پر یقین رکھتے ہیں۔ جناب والا! جب تک موجودہ حکم ران کا ٹولہ اس ملک پر مسلط ہے اس وقت تک اچھائی اور برائی کی کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ جب تک یہ لوگ کنواں میں موجود ہیں اس وقت تک جتنی مرضی بھی پانی کنواں سے نکالا جائے کبھی صاف نہیں ہوگا بلکہ پاک نہیں ہوگا۔ تو جناب سپیکر! اسی سلسلے میں یہ گزارش کروں گا ــــــــــ

جناب سپیکر : رانا صاحب' آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! میں اپنی تقریر کو ایک منٹ میں ختم کرتا ہوں۔
جناب سپیکر! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم فلاں مد کے لیے پچھلے سال دس ارب رکھے تھے اب اتنے ارب روپے رکھ دیے ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ نے ہر مد میں پیسے بڑھا دیے ہیں لیکن یہ بتایا جائے کہ آپ نے پچھلے سال جو 3 ارب روپے صحت کی مد میں رکھے تھے ان 3 ارب روپے میں سے لوگوں کو غریب عوام کو دوائی ملتی رہی ہے اگر یہ دوائی ملتی رہی ہے تو پھر میں آپ کی اس بات پر یقین کرنے کے لیے تیار ہوں کہ آپ نے اس میں جو دو ارب بڑھا دیے ہیں اس سے بھی لوگوں کو دوائی ملے گی لیکن جب اس تین ارب سے ان غریبوں کو دوائی نہیں ملی تو پھر یہ دو ارب روپے بڑھانے سے بھی نہیں ملے گی پہلے ہی وہ پیسہ مراعات یافتہ طبقہ کی جیبوں میں جاتا رہا ہے یہ پیسہ ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جن کے پہلے ہی لاکھوں روپے کے بنک بیلنس ہیں تاکہ وہ بیرون ملک جائیں اور اپنا علاج کروائیں اور وہ لوگ جو دس روپے نہ ہونے کی وجہ سے قابل علاج بیماری میں مبتلا ہوتے بھی لا علاج مر جاتے ہیں ان کو حکومت کی طرف سے disposable سوئی تک مہیا نہیں کی گئی ان کو تین ارب میں دس روپے تک نہیں ملے اب دو ارب روپے بڑھا دینے سے کوئی دوائی نہیں ملے گی یہ بات پھر وہاں پر جاتی ہے یہ جو تین ارب روپے رکھے گئے تھے ان لوگوں کی جیبوں کو بڑھانے کے لیے تھے اور یہ اس corruption کی نذر ہو گئے جو ڈسپنسر سے لے کر ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ تک چل رہی ہے۔ اب اگر آپ نے اسے دوگنا بھی کر دیا ہے تو بھی یہ ان کی نذر ہو جائیں گے ان کے دوگنا کرنے سے نہ عوام کو کوئی فائدہ پہنچا ہے اور نہ ہی غریب کو کوئی فائدہ پہنچ سکے گا اگر آپ نے عوام کو کچھ دینا ہی ہے تو انہیں تین ارب کو چھ ارب کرنے کا سوال نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ اگر وہ تین ارب بھی عوام تک پہنچ جاتے تو خدا کی قسم حالات بہت بہتر ہوتے بات یہ ہے کہ لوگوں تک پہنچے نہیں ہیں اس کی راہ میں ایک ہی بات ہے اور وہ ہے corruption ہے corruption ہے corruption ہے۔ جب تک اس کا علاج نہیں ہوگا جناب سپیکر! یہ جٹ بے شک اربوں سے کھربوں میں چلا جائے لیکن غریب اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا اور مراعات یافتہ طبقہ اسی طرح سے قوم کا پیسہ لوٹتا رہے گا۔
راجہ جاوید اخلاص : جناب سپیکر! راناصاحب سے پہلے میرانام پکارا گیا تھا میرے باہر سے

مہمان آئے ہوئے تھے اور میں صرف دو منٹ ان سے ملنے گیا تھا۔
جناب سپیکر : کیا آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟
راجہ جاوید اخلاص : جی جناب والا!
جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔
جناب غلام سرور خان : (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جن لوگوں کے نام جٹ تقریر کے لیے پکارے گئے تھے اور وہ اجلاس میں موجود نہ تھے تو میری آپ سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کو وقت دیا جائے چاہیے ان لوگوں کو شام کو جٹ پر بات کرنے کی اجازت دی جائے۔
جناب سپیکر : میاں عابد حسین۔
حاجی عابد حسین کھوکھر : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! جٹ برائے سال 1992-93 ایوان میں پیش کیا جا چکا ہے یہ ایک فاضل جٹ ہے اس پر میں وزیر خزانہ جناب شاہ محمود قریشی کو مبارکباد پیش کروں گا۔ جناب والا! میں اپنے شہر سے درپیش تعمیر و ترقی کے مسائل پر بات کرنا چاہتا ہوں جو بے حد ضروری ہیں جناب سپیکر! میرا شہر عرصہ تین سال سے مسلسل تخریب کاروں اور دہشت گردوں کے رحم و کرم پر چل رہا ہے لاقانونیت عام ہے اس طرح لگتا ہے جیسے یہاں کوئی حاکم نہیں ہے اس کو پاکستان کا حصہ نہیں سمجھا جاتا یا پھر یوں کہوں کہ یہ صوبہ پنجاب کا حصہ بھی تصور نہیں کیا جاتا لہٰذا میری حکومت سے پر زور التماس ہے کہ حکومت اس شہر کے امن کے لیے سنجیدگی سے غور کرے جو لوگ یہاں سے نقل مکانی کر کے جا چکے ہیں میری حکومت سے عرض ہے کہ میرے ان باسیوں کو دوبارہ اس شہر میں لا کر بسانے کی پوری کوشش کی جائے اور اس شہر کے امن کے لیے سنجیدگی سے غور کرے اور ان کو پرامن واپس لایے جناب والا! میرا شہر اجڑ چکا ہے کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گئے ہیں۔ دن اور رات کا سکون تباہ ہو گیا ہے۔ کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ منشیات کا کاروبار عام ہو چکا ہے۔ اور یہ کاروبار کھلے بازار چل رہا ہے۔ جس سے معزز اور شریف گھروں کے چراغ گل ہو کر رہ گئے ہیں۔
خواجہ محمد اصغر کوریجہ : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!
جناب سپیکر : خواجہ محمد اصغر کوریجہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ : جناب سپیکر! معزز ممبر پڑھ کر تقریر کر رہے ہیں۔ یہ figures نہیں پڑھ رہے بلکہ پوری تقریر پڑھ کر کر رہے ہیں۔

حاجی عابد حسین کھوکھر : جناب سپیکر! یہ صرف notes آپ چیک کر سکتے ہیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس کاروبار سے معزز اور شریف گھروں کے چراغ گل ہو کر رہ گئے ہیں۔ میری اس پورے معزز ایوان کے سامنے یہ گزارش ہے کہ میرے اس شہر کے امن کے لیے انسانیت کے ناتے پر میری رہ نمائی فرمائیں۔ اور اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں تاکہ میرے اس شہر کا امن بحال ہو سکے۔

جناب سپیکر! سوئی گیس کی فراہمی میرے شہر کا دیرینہ مطالبہ ہے۔ سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو جب جھنگ تشریف لے گئے تھے اس وقت انھوں نے جلسہ عام میں برملا اپنی تقریر میں عملاً کہا تھا اور وعدہ فرمایا تھا کہ ضلع جھنگ کو سوئی گیس کی فراہمی بہت جلد کر دی جائے گی۔ لیکن آج تک اس گیس کی فراہمی نہ ہو سکی۔ اس کے بعد جناب محترم جنرل ضیاء الحق جھنگ تشریف لے گئے اور انھوں نے بھی گیس کی فراہمی کا وعدہ فرمایا تھا لیکن پھر بھی سوئی گیس وہاں تک نہ پہنچ سکی۔ اس کے بعد میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان اس وقت آپ وزیر اعلیٰ پنجاب تھے جھنگ تشریف لے گئے اور انھوں نے بھی گیس کے مطالبے پر وعدہ فرمایا اور گیس کی فراہمی کا حکم دیا۔ اور یہ وعدہ کیا کہ بہت جلد جھنگ میں گیس فراہم کر دی جائے گی۔ جناب سپیکر! میرے شہر کے ساتھ چھوٹے چھوٹے شہروں ٹوبہ ٹیک سنگھ اور گوجرہ وغیرہ میں گیس سالہا سال سے ہے لیکن میرا شہر جھنگ جو کہ پاکستان کا سب سے پرانا شہر ہے اس کو سوئی گیس سے محروم رکھا گیا ہے۔ اور یہاں تک کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر یہاں سروے بھی ہو چکا ہے لیکن صرف سروے کرنے کے بعد پھر مزید کام ٹھپ ہو گیا۔ اور وزیر اعلیٰ کے احکامات کو بھی کوئی اہمیت نہ دی گئی اور حالیہ ضمنی الیکشن میں وزیر اعلیٰ پنجاب جناب غلام حیدر وائیں جھنگ تشریف لے گئے اور وہاں جلسہ عام میں انھوں نے 14 کروڑ روپے کی خصوصی گرانٹ کا اعلان سوئی گیس کی فراہمی کے لے کیا۔ اور یہ کہا گیا کہ آپ کو دو ماہ کے اندر گیس فراہم کر دی جائے گی۔ لیکن جناب سپیکر! آج تک یہ مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ اور کوئی وعدہ ایفا نہیں کیا اور ان سارے وعدوں کو کھڈے میں ڈال دیا گیا۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میرے شہر کے ساتھ مذاق ہے۔ براہ کرم ہمارے ساتھ کیے گئے وعدوں پر عمل درآمد کیا

جائے۔ دوسرے شہروں کی طرح میرے شہر کے لیے بھی ایک پارک' تفریح گاہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ میرے شہر کے اندر کوئی ایک کنال کا پارک بھی نہیں ہے۔ اس کے لیے بھی ہم متعدد بار وزراء اعلیٰ پنجاب اور وزیر اعظم پاکستان سے یہ مطالبہ کر چکے ہیں۔ ایک پارک کے لیے وعدہ بھی کیا گیا ہے اور اس کے لیے گرانٹ بھی مہیا کی گئی تھی۔ لیکن آج تک نہ تو اس گرانٹ کو پارک کے لیے استعمال کیا گیا اور نہ ہی پارک تعمیر ہو سکا۔ میرا شہر پاکستان کے پرانے شہروں میں ایک شہر ہے۔ پاکستان کو بنے ہوئے پچاس سال کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن یہ شہر ویسے کا ویسے ہی ہے۔ اس کی ترقی کے لیے آج تک کوئی اقدام نہیں اٹھائے گئے۔ مہربانی کرتے ہوئے اسے بھی پنجاب کا شہر سمجھا جائے۔ اور اس کو دوسرے شہروں کے برابر مراعات دی جائیں۔

میرے شہر کا ایک اور بڑا مسئلہ یہ ہے کہ شہر میں ایک سول ہسپتال ہے اور اس سول ہسپتال میں کوئی وی آئی پی وارڈ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس ہسپتال میں آکسیجن کی فراہمی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے کئی جانیں آئے دن ضائع ہوتی ہیں۔ لہٰذا میری گزارش ہے کہ اس سول ہسپتال میں آکسیجن کی فراہمی کے لیے خصوصی انتظام کیے جائیں۔

جناب سپیکر! میری ایک اور گزارش ہے کہ میرے شہر کے سول ہسپتال کے نزدیک ریلوے لائن گزر رہی ہے۔ اور ریلوے ٹرینوں کی آمدورفت کی وجہ سے ایک ایک گھنٹہ ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ ریلوے پھاٹک بند رہتا ہے۔ چونکہ سول ہسپتال کے لیے یہ ایک ہی راستہ ہے اور شہر کی طرف سے سول ہسپتال کے لیے جو بھی مریض آتے ہیں ان کو پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے کئی جانیں پھاٹک پر ہی ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے میری اس سلسلہ میں یہ گزارش ہے کہ اس ریلوے پھاٹک پر ریلوے کراسنگ پل تعمیر کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے شہر کی کچی آبادیوں کے لیے کچھ عرض کروں گا۔ جس طرح دوسرے شہروں میں کچی آبادیوں میں مالکانہ حقوق دے دیے گئے ہیں اسی طرح میرے شہر کے ان غریب مکینوں اور باسیوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔ دوسرے بہت سے شہروں میں کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دیئے گئے ہیں لیکن میرے شہر میں ایسا نہیں کیا گیا۔ اور آج تک کسی کو مالکانہ حقوق نہیں دیئے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ مزید لوں گا۔

جناب سپیکر : حاجی عابد حسین ایک منٹ میں آپ اپنی تقریر کو wind up کرلیں۔
حاجی عابد حسین کھوکھر : بہتر ہے جناب۔ جناب سپیکر! میرے شہر کی تمام سڑکیں ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں جس کی وجہ سے بارشوں کا پانی کھڑا ہو جاتا ہے۔ جس سے بیماری پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ میرے شہر کی تمام سڑکیں ٹوٹ چکی ہیں۔ اس کے لیے محکمہ ہائی وے کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے تاکہ بارشوں کا پانی یہاں پر کھڑا نہ ہو سکے اور بیماریاں پھیلنے کا خطرہ بھی ٹل سکے۔
جناب سپیکر! میرے ایک گزارش یہ بھی ہے کہ میرے شہر کے اندر ابھی 15 تاریخ کو مولانا مختیار احمد سیال کا قتل ہوا۔ ملزمان موقع پر پکڑے جا چکے ہیں۔ ان تخریب کاروں کے لیے میں اپنے معزز ایوان سے گزارش کروں گا کہ وہ تخریب کار اور دہشت گرد جو میرے شہر کے امن کو تباہ کر رہے ہیں اور جن کے بارے میں آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کون ہیں۔ اب یہ لوگ موقع پر پکڑے جا چکے ہیں اب میرے خیال میں کوئی ایسی وجہ نہیں رہی جس سے یہ پتا چلانا مقصود ہو کہ امن کون تباہ کر رہا ہے۔ لہٰذا میری اپنے ایوان اور معزز اراکین سے خصوصی گزارش ہے کہ اس کی طرف خصوصی توجہ دی جائے اور اس معاملہ کی خصوصی طور پر انکوائری اور تفتیش کروا کر یہ بات واضح کی جائے کہ یہ کون لوگ ہیں جو یہ جرم کروا رہے ہیں اور یہ کس کی سازش کے تحت ہو رہا ہے۔اور وہ کون لوگ ہیں جو حالات کو خراب کروا رہے ہیں۔ شکریہ۔
جناب سپیکر : ملک امان اللہ چینہ۔
ملک امان اللہ چینہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر' سب سے پہلے اللہ کو واحد یکتا اور لاشریک مانتا ہوں۔ تمام انبیاء رسول' حیوانات جمادات' بحر اور بر سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ اور ان کے بعد حضور پر نور محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کا ذکر آتا ہے۔ دانائے راز علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

بعد از خدابزرگ توئی قصہ مختصر

جناب والا! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ سب سے پہلے میں وزیر خزانہ مخدوم زادہ شاہ محمود حسین قریشی کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس سال 93-1992ء کا بجٹ پیش کیا ہے وہ بہت متوازن ہے۔ اس سلسلہ میں میں چند باتیں اپنے علاقہ کی نسبت سے

کروں گا کہ ہر علاقہ یا ضلع کے مسائل مختلف ہوتے ہیں۔ جناب وزیر خزانہ نے تعمیر وطن میں پچاس لاکھ روپے رکھے ہیں۔ اگر یہ رقم سڑکوں پر خرچ کی جائے تو زیادہ سے زیادہ چھ میل بنے گی۔ میرے حلقہ میں تین یونین کونسل ایسی ہیں جہاں سے سڑک ھائی وے سے نہیں ملتی۔ ان میں سے ایک یونین کونسل ماندی میں پچھلے دور میں جب کہ جناب سید اکبر لائیو سٹاک کے منسٹر تھے' بارہ کلو میٹر تک سڑک بنائی گئی تھی اور ابھی 13 کلو میٹر بقایا پڑی ہے۔ اور اس یونین کونسل تک پہنچنے کے لیے خصوصی فنڈز مہیا کیے جائیں۔ دو دیہات میں بجلی کا پروگرام دیا گیا۔ یہ پچیس لاکھ کا پروگرام ہے۔ ہم نے اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ کو یہ پروگرام دیا تھا' پھر اس سے ڈائریکٹر صاحب کے پاس آیا پھر محکمہ پی اینڈ ڈی میں آیا جس سے اس کا تعلق بھی نہیں ہے۔ پھر جنرل منیجر واپڈا کے پاس جائے گا انہی بھول بھلیوں میں سال گزر گیا ہے اور میرے دو دیہات اور دو اضافی بستیوں جن کے لیے 25 لاکھ روپیہ دیا گیا تھا ان میں بجلی نہیں پہنچائی گئی۔

جناب والا! تعلیم کی مد میں دیا گیا ہے "بیس سکولوں میں کھیل کے میدان کی فراہمی۔" میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ کھیل کے میدان کے لیے زمین کون فراہم کرے گا۔ نمبر 2 "سکولوں میں بیت الخلا اور پینے کا پانی مہیا کرنا" سات لڑکیوں کے پرائمری سکولوں کا اجراء دو لڑکوں کے پرائمری سکولوں کا اجراء مسجد مکتب سکولوں کی پرائمری سکولوں میں تبدیلی' پرائمری سکولوں میں ایک کمرے کا اضافہ' چار لڑکیوں کے سکولوں کے لیے چار دیواری اور چار بغیر عمارت کے پرائمری سکولوں کے لیے عمارت مہیا کرنا نیز دیہی آب رسانی کی سکیم اور دو نکاسی آب کی سکیمیں۔ جناب والا! میرے علاقہ میں نکاسی آب کی جو دو سکیمیں رکھی گئی ہیں جو کہ چالیس لاکھ روپے کی ہیں۔ ان سکیموں کی ضرورت نہ ہے۔ جیسے کہ وزیر اعلیٰ قائد ایوان کی حیثیت سے ڈیڑھ دو گھنٹہ تک تقریر کر چکے ہیں۔ ان نکاسی آب کی سکیموں کے چالیس لاکھ روپے میں دیتا ہوں چالیس لاکھ روپیہ وہ مجھے دیں تاکہ میں اپنے پسماندہ علاقہ کے لیے سڑکیں بنا سکوں۔ اگر وہ چالیس لاکھ روپیہ نہیں دے سکتے تو پھر میری دوسری تجویز یہ ہوگی کہ میں آٹھ لاکھ روپیہ انہیں دیتا ہوں وہ مجھے آٹھ لاکھ روپیہ مجھے دے دیں۔

جناب والا! دوسری بات جو سکولوں کے متعلق ہے۔ جب ہم نے الیکشن لڑا تو اس

وقت ہم نے وہاں کے عوام سے چند وعدے کیے تھے۔اس میں ہم نے کہا تھا کہ آپ کو پرائمری سکول بھی دیں گے۔ مڈل سکول بھی دیں گے اور ہائی سکول بھی دیں گے۔ جناب والا! اس بجٹ میں نہ کوئی پرائمری سکول دیا گیا ہے اور نہ کوئی سکول اپ گریڈ کیا گیا ہے۔ اور نہ کسی سکول کو اپ گریڈ کر کے ہائی سکول کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے تعلیم کی مد میں جو پیسے رکھے گئے ہیں وہ زیادہ تر نقصان میں جائیں گے۔ یہ ایک سسٹم ہے بلدیاتی اداروں کا۔ بلدیات کے منسٹر بھی بیٹھے ہیں۔ ان کا ایک سیٹ اپ ہے' ان کا ایک سسٹم ہے۔ ایک اے ڈی ایل جی ہوتا ہے۔ اس کے نیچے پراجیکٹ منیجر ہوتا ہے' اس کے نیچے اسسٹنٹ پراجیکٹ منیجر ہوتا ہے۔ اس کے نیچے یونین کونسل کے سیکرٹری ہوتے ہیں۔ اس سے اوپر ڈویژن کی سطح پر ڈائریکٹر ہوتا ہے۔ اس کے بعد بلدیات کا سیکرٹری ہوتا ہے۔ جناب والا! وہاں کمشن چلتی ہے جو وہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف اس ادارہ میں corruption ہے۔ ہر ادارے میں corruption ہے۔ corruption اتنی بڑھ چکی ہے کہ اگر اس کو نہ روکا گیا تو یہ کینسر کی طرح ہمیں لے ڈوبے گی اور پھر اس کے لیے سبز انقلاب کی ضرورت نہیں آئے گی۔ یہاں انقلاب لانا پڑے گا' ایک خونیں انقلاب لانا پڑے گا۔ یا کوئی ایسی تجویز پر عمل کرنا پڑے گا کہ بڑے مگر مچھوں کو پکڑ کر چوراہے پر لٹکایا جائے گا۔ اسلام اجازت دیتا ہے۔ یا انہیں جیل میں ڈال دیا جائے تاکہ اس سے سبق حاصل ہو اور ہمارے اور ہمارا ملک صحیح طور پر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکے۔

جناب والا! ستر فیصد آبادی جو کہ زراعت پر مشتمل ہے' اس کی طرف آتا ہوں۔ زراعت کا پیشہ سب سے قدیم ہے۔ اسلامی زندگی کا دارومدار اس پیشے کا مرہون منت ہے۔ ترقی یافتہ ممالک جہاں صنعتی انقلاب کا موجب بنے وہاں انہوں نے زراعت کے پیشے میں بھی انقلابی تحقیق کی اور زراعت کی طرف خاص توجہ دی اور وہاں صنعت کے ساتھ ساتھ زراعت کو بھی بہت ترجیح دی۔ افسوس صدافسوس کہ پاکستان میں ایسا نہیں۔ ترقی کے لیے زندگی کے ہر شعبہ پر مساوی توجہ دینا ضروری ہے۔ جناب والا! ہمارے ملک میں آج کل صنعت پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ اور زراعت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! زرعی in puts کی عدم دستیابی' غیر معیاری اشیاء کی سپلائی مثلاً کھاد بیج ادویات' ڈیزل جنیم وغیرہ۔ ان اشیاء کی قیمتیں مناسب نہیں ہیں اور ان میں ملاوٹ بھی کی جا رہی ہے جس کا

تدارک ضروری ہے۔

جناب والا! میرا تعلق ضلع بھکر تحصیل منکیرہ سے ہے جہاں ہر طرف ریت ہے۔ اور جناب سپیکر! آپ بھی اس ریگستان سے دو دفعہ گزر چکے ہیں۔ سال میں صرف ایک فصل چنے کی کاشت کی جاتی ہے۔ پاکستان میں چنے کی کثیر مقدار اسی ضلع میں ہوتی ہے۔ میرا علاقہ پسماندہ ہے۔ وہاں سال میں ایک فصل ہوتی ہے۔ اگر بیماری نہ گھیرے۔ ایک بلائیٹ کی بیماری گھیرتی ہے اور دوسری اگر بارش وقت پر آجائے۔ ماہرین زراعت کی عدم موجودگی ہے۔ ادویات کے استعمال کے طریق کار کے بارے میں کوئی رہ نمائی نہیں ملتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے لیے خصوصی طور پر انتظامات کیے جائیں تاکہ اعلیٰ بیج' اعلیٰ ادویات اور اعلیٰ ماہرین کی رائے مہیا کی جائے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب' ایک منٹ میں بات ختم کرلیں۔

ملک امان اللہ جپہ : جیسے انسان ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا زراعت کا بھی پانی کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا نہری نظام کہنے کو تو دنیا کا بہترین نظام ہے اور یہ بات کسی حد تک صحیح بھی ہے لیکن نہروں کی صفائی کا بندوبست معقول ہونا چاہیے۔ نہروں کا جال بچھایا جائے۔ کالا باغ ڈیم بنا چاہیے یہ پنجاب کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ میں تربیلا ڈیم کی طرف نہیں جانا چاہتا کیونکہ وقت کم ہے۔ تھل میں نہروں کے گزارنے کے وعدے بہت کیے گئے لیکن افسوس کہ اس میں پیش رفت نہ ہو سکی۔ گریٹر تھل کینال کا وعدہ ہر دور میں کیا گیا ہے لیکن پورا نہیں کی گیا۔ وزیر خزانہ ہر حلقہ کے لیے فنڈز جو طے شدہ منصوبے کے تحت تقسیم کیے ہیں۔ جو فنڈ ایک طے شدہ منصوبے کے تحت مخصوص کیے ہیں۔ میں یہاں پر ایک بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں خاص طور پر اپنے صحافی بھائیوں پر کہ جناب جو فنڈ ہر حلقے کے ایم' پی' اے' صاحب کو دیئے جاتے ہیں وہ ہرگز کیش کی صورت میں نہیں ہوتے اور نہ ہی ایم. پی. اے. صاحب کسی چیک پر دستخط کرتے ہیں بلکہ حکومتی ادارے ہی وہ فنڈز خرچ کرتے ہیں ایم. پی. اے. صرف ان کاموں کی نشان دہی کرتا ہے جن پر یہ پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ میں صحافی بھائیوں کی بڑی عزت کرتا ہوں اور ان سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ یہ غلط تاثر اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام کے ذہنوں سے دور کریں۔ وزیر خزانہ نے .....

جناب سپیکر : ملک صاحب، شکریہ، چودھری واجد علی خان۔

چودھری واجد علی خان :نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! جٹ کسی قوم کی سوچوں کا عکاس ہوتا ہے اس کے سیاسی سماجی رویوں کی تفسیر ہوتا ہے اور موجودہ جٹ جو پیش کیا گیا ہے اس سے مترشح ہوتا ہے کہ میرے وطن حسین وطن کے افق پر نئے سویرے جگمگا رہے ہیں مجبوریوں کے دھندلکے چھٹ رہے ہیں اور جناب یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا ہے کہ قدرت نے وزیر اعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف کی شکل میں ایک مخلص نڈر، جانگداز اور درد دل رکھنے والا محب وطن لیڈر عطا کیا جس نے پہلی مرتبہ غیر ملکی امرا کے جھوٹے آسروں کی آکاس بیلوں کو نوچ کر قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا حوصلہ عطا اوراس کے ساتھ اس صوبہ کی خوش قسمتی ہے کہ چودھری غلام حیدر وائیں کی شکل میں ایک مخلص کارکن پرور وزیر اعلیٰ ہے اور یہ ان قیادتوں کا اعجاز ہے معجزہ ہے کہ ہمارے زیرک متحرک، نظر شناس وزیر خزانہ نے دوسری مرتبہ بھی فاضل جٹ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

جناب والا! یوں تو اس جٹ کے بہت سارے پہلوؤں پر حرف گیری کی جا سکتی ہے اور میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قائد حزب اختلاف نجیب الطرفین ہونا بھی مسلمہ امر ہے لیکن انھوں نے اپنے منصب کا حق ادا کرتے ہوئے جس کا تقاضا یہ ہے کہ انھوں نے کوے کو سفید ہی کہنا ہے اس میں کیڑے نکالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت ظاہر ہونے سے نہیں رہ سکتی ان کے لبوں پر پھوٹ پڑی ہے جب انھوں نے کہا کہ کوشش کر کے میزانیہ کو مزید بہتر کیا جا سکتا تھا۔ یعنی انھوں نے تسلیم کیا ہے کہ میزانیہ بہتر ہے۔ "لاکھ مدعی پہ بھاری ہے گواہی تیری" انھوں نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ میزانیہ بہتر ہے لیکن اسے خوب تر کیا جا سکتا ہے۔

جناب والا! غیر ترقیاتی جٹ میں ہسپتالوں کے پرانے اثاثوں کی مرمت اور مریضوں کو ادویات کی فراہمی کے علاوہ 50 کروڑ رکھنے کے علاوہ 108 کروڑ رکھنے کی تجویز دی گئی ہے یہ خوش آئندہ بات ہے۔ یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ عمارات کو چمکانے کی بجائے غریب مریضوں کو جو کہ دوائیوں کے لیے ترستے ہیں ان کو ادویات مہیا کرنے کے لیے کوئی تجویز دی گئی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! ابھی بھی بہت کچھ کرنے کو باقی ہے کئی ہسپتال بغیر عملہ کے ہیں کئی

ہسپتالوں میں محلی نہیں ہے مناسب ادویات نہیں ہیں میرے حلقہ میں تمام ٹی. ایچ. یو. میں سوائے اے پی سی' اور اسپرین کے کوئی دوائی نہیں ہے میری یہ تجویز ہے کہ ادویات کے کوٹا میں اضافہ کیا جائے۔ جناب والا! عوام کی جان و مال کا تحفظ اور امن عامہ کا قیام حکومت کی پہلی....

الحاج شیخ روحیل اصغر : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی شیخ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

الحاج شیخ روحیل اصغر : جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ واجد علی خان صاحب بڑی خوبصورت باتیں کر رہے ہیں اتنی خوبصورت شاعری اتنے اچھے الفاظ' اور کچھ ہمارے صاحبان نہ تو خود سننا پسند فرما رہے ہیں اور نہ دوسرے ممبران کو سنانا۔ میرے خیال میں ان کو کوئی دلچسپی نہیں اور نہ ہی دوسرے اراکین کو سننے دے رہے ہیں۔ آپ نے پہلے بھی اشارہ دیا تھا لیکن سنا نہیں گیا۔ تو مہربانی فرما کر اتنے اچھے الفاظ جو بجٹ کے متعلق ہیں ہماری قوم کے متعلق ہیں سنیں اور سننے دیں۔

جناب سپیکر : شکریہ شیخ صاحب! میں تو سمجھتا ہوں کہ عقلمند را اشارہ است۔ (قہقہے)

چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! عوام کے جان و مال کا تحفظ اور امن عامہ کا قیام حکومت کی پہلی ترجیح ہے ہمیں خوشی ہے کہ دیگر ترقیاتی پروگراموں اور غیر ترقیاتی منصوبوں کے ساتھ ساتھ حکومت نے اس پہلو پر بھی خاصی توجہ کی ہیں اور پرامن شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے پولیس کی انتہائی اعلیٰ تنظیم نو اور تربیت کا بھر پور بندوبست کیا ہے۔ اگرچہ ملک دشمن بیرونی قوتیں اور مخصوص مفادات کے پجاری ہر طریقے سے امن و امان کو تباہ کرنے کے درپے ہیں ریلوں میں ناکام ڈاکوں کی کوششیں قتل کی گھناؤنی پر اسرار وارداتیں اور دوسری طرح کی تخریب کاری کے بعد جب ان کا بس نہیں چلا تو اب انہوں نے ملک میں فرقہ وارنہ فسادات کروانے کی گھناؤنی سازش تیار کی ہے میں بڑی درد مندی سے اپنے فاضل اراکین بھائیوں سے یہ اپیل کرنا چاہتا ہوں ان کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جناب والا! یہ سنی کی عظمت اور شیعہ کی رفعت کا مسئلہ نہیں ہے یہ مسئلہ جتنا جلدی حل ہو اتنا جلدی ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔ یہ گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے اور سب سے پہلے اس مسئلے پر توجہ دینی چاہیے۔ ہمارا وجود اس وطن کی پر بہار اور سایہ دار

چھتری کی ٹھنڈی چھاؤں کا مرہون منت ہے۔ جناب والا! اگر یہ چھتری نہ رہی تو حوادث کے مسائل میں ہمارا وجود پگھل کر رہ جائے گا۔ خدارا اس پر توجہ دینی چاہیے محرم کی آمد آمد ہے سب بھائیوں سے اپیل ہے کہ اپنے اپنے حلقوں میں جائیں وہاں رواداری محبت' اتحاد بین المسلمین کی فضا پیدا کریں۔ یہ ساری ترقیاں تب ہی کام آئیں گی۔ اگر ہم نے خلوص نیت سے کوشش کی تو ملک دشمن' فرقہ پرست اپنے مذموم اور منحوس ارادوں میں کامیاب نہیں ہوں گے اور یہی ہماری کامیابی ہوگی۔ میں توقع کرتا ہوں کہ جس طرح اور میں پھر یہ وضاحت کرنا چاہوں گا یہ بھی قیادت کا اعجاز ہے قیادت کا معجزہ ہے کہ غریب دیہاتی عوام کو شہریوں کو سکون کی نیند مہیا کرنے کے لیے جو ہماری پولیس نے جانثاریاں کی ہیں شہادتیں دی ہیں وہ اب بھی تخریب کار عناصر کا قلع قمع کرنے کے لیے کوئی کوشش نہیں چھوڑیں گے۔ جناب سپیکر! امن و امان کے بعد سب سے اہم مسئلہ جس پر زیادہ توجہ دی گئی ہے ترجیح دی گئی ہے وہ زراعت کا مسئلہ ہے اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھا گیا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ کاشت کار کا پسینہ جب فصلوں کی رگوں میں دوڑتا ہے تو وہ ہری بھری ہو جاتی ہیں اور وطن کی خوش حالی کی ضمانت بن جاتی ہیں۔ ان غریب کاشت کاروں کی بھلائی کے لیے بہتری کے لیے جتنا بھی اہتمام کیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ وہ پاکستان کے مقدر کو سنوارنے کا اہتمام ہے۔ وطن کی مانگ میں سیندور غریب کاشت کار طبقہ ہے جو ہماری وسعتوں کا پاسدار ہے۔ لیکن جناب والا! آج بھی افلاس اس کے بچوں کا مقدر ہے اچھی تعلیم سے وہ محروم ہیں اور تو اور سب سے اہم جو ضرورت ہوتی ہے خواتین کو زچہ بچہ سنٹر تک وہاں مہیا نہیں کیے گئے۔ لیکن جناب وزیر اعلیٰ جو زراعت کو جدید طریقوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں نے انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ انہوں نے زمینوں کی ہمواری کے لیے Laser system متعارف کروایا ہے۔ اس کے علاوہ آب پاشی کے لیے بھی ایک Sprinkler system بھی متعارف کروایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اسی سے انقلابی نتائج حاصل ہوں گے۔ کاشت کار اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ جناب والا! جنگلات کی کمی دور کرنے کے لیے بھی جنٹ میں رقم مختص کی گئی ہیں میری تو تجویز یہ ہے کہ سکولوں اور کالجوں کے بچوں پر مشتمل سپاہ انقلاب تیار کی جائے اور محکمہ جنگلات کی شجرکاری مہم جو شروع ہونے والی ہے اس میں یہ سپاہ انقلاب دیوانہ وار نکل پڑے اور اپنا کردار ادا کرے۔ اشتہار

بازی میں یہ رقم ضائع نہ کی جائے۔ جناب والا! اس پر عمل کیا گیا تو اس سے بہتر نتائج حاصل ہوں گے جناب والا! اس وقت ڈیزل کی قلت ہے اور موسمی کی فصل بھی سر پر ہے اس لیے ڈیزل کی قلت کو فوری طور پر ختم کیا جائیں جناب والا! رانا ثناء اللہ خان یہاں بیٹھے نہیں ہیں اگر بیٹھے ہوتے تو میں انہیں بتاتا کہ سچ تے بولے چھانی کی بولے؟ جس میں نو سو چھید ہیں؟ جناب والا حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں ہی ایک گاڑی کے دو پہیے ہوتے ہیں دونوں کی اپنی ذمہ داری ہے لیکن محترمہ نے یہ بات اپنے خط میں لکھی ہے کہ موجودہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف دورہ برطانیہ کے موقع پر جمہوریت کی بات کریں گے ان کی بات نہ مانا' عدل و انصاف کی بات کرے گا' ملک کی ترقی کے لیے امداد مانگے گا تو آپ بالکل نہ مانا۔' جناب والا! کوئی محب وطن ایسا کر سکتا ہے؟ کیا قائد حزب اختلاف کا کردار یہی ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔

چودھری محمد فاروق: جناب والا! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک جماعت اسلامی آئی۔ جے۔ آئی۔ کا حصہ رہی' وزیر ہاؤسنگ ان کے پلاٹوں کے گھپلوں کی نشان دہی نہیں کرتا تھا وہ بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے وزیروں کے خلاف کوئی سخت الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے اور اپنی فائلوں کے انباروں پر جماعت والے ان سے دستخط کرواتے تھے۔ جناب والا! حکومت سے جماعت کے ہجر فراق کی ان جان لیوا گھڑیوں میں اگر میں ان کے وصال کے دنوں کی لذتیں کی یاد دلاؤں تو کسی لیے کہا ہے کہ"

گلہ وفائے جفا نما جو مت کدی میں بیاں کروں
تو صنم بھی بولیں ہری ہری

جناب سپیکر! جناب والا آخر میں ایک اور شعر بھی جماعت کی نذر کروں گا کہ۔

متاع دین و دنیا لٹ گئی ہے اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزہ خونریز ہے ساقی

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ایک اہم مسئلہ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب آپ اپنی تقریر فرما چکے ہیں اب دوسرے لوگوں کو بھی بات کرنے دیں۔

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا! ایک سیکنڈ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

جناب والا! وزیر صحت یہاں موجود نہ ہیں کل کے ایک سکہ بند اور پرانے اخبار 'نوائے وقت' نے ایک خبر چھاپی ہے کہ میرے ضلع بھکر اور میرے حلقہ میں ہیپاٹائٹس اور دوسری متعدی امراض پھوٹ گئی ہیں اور سینکڑوں مریض ہسپتالوں میں داخل ہو چکے ہیں' دوائیوں کی قلت ہے اس قلت کو دور فرمایا جائے۔ وزیر صحت موجود ہیں اگر ان کا کوئی نمائندہ بیٹھا ہو تو نوٹ فرمالیں کہ بھکر ضلع کے ڈی۔ ایچ۔ او اور ایم۔ ایس۔ کو دوائیاں مہیا کی جائیں۔

جناب سپیکر : جناب عتیق الرحمٰن۔

جناب عتیق الرحمٰن : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جٹ پر تقریر کے حوالے سے میں اپنی تقریر کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ جناب سپیکر! ایک بات تو طے ہے کہ حالیہ جٹ اس انداز فکر کا آئینہ دار ہے جس کو ہم پنجاب میں قیادت کی طبقاتی تبدیلی کا مظہر بھی کہہ سکتے ہیں اور یہ جو طبقاتی تبدیلی پنجاب میں آئی ہے' اس نے اسی سوچ کا رخ ہمارے دیہات کی طرف موڑ دیا ہے جو سوچ آج تک وزیروں اور امیروں اور اصل ثروت لوگوں کی گھروں کی طرف جاتی ہوئی سڑکوں کی صفائی اور تعمیر میں غلطیاں رہتی تھیں۔ جناب سپیکر! اس سوچ کا رخ اس انداز فکر سے ہمارے دیہات کی طرف مڑ گیا ہے اور وہ لوگ جو راستہ طے کرتے وقت' یا کرنے کے بعد اپنے بالوں سے اور جسم سے گرد جھاڑا کرتے تھے آج اپنی سڑکوں کو پختہ ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین) (قطع کلامیاں)

جناب والا! میں اپنے معزز اراکین کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرواؤں گا کہ وقت بہت کم اور انہیں اس بات کا بھی احساس دلاؤں گا کہ وقت بہت قیمتی ہے۔ اس لیے غیر ضروری مداخلت نہ کی جائے۔ اس لیے ہمارے حلقے کے لوگوں نے وقت کی جو امانت ہمیں دی ہے اس میں خیانت نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔

جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ اس جٹ کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک شہری اور ایک دیہاتی۔ لیکن جناب سپیکر بڑے ادب کے ساتھ یہ باور کرانے کی کوشش کروں گا کہ اس وقت تک اس جٹ کے مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے جب تک اس میں ایک اور حصہ شامل نہ کر لیا جائے اور یہ حصہ وہ ہے ہمارے پنجاب کے وہ پسماندہ اضلاع جن کو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے روٹی کی بھی

ضرورت ہے تن ڈھانپنے کے لیے کپڑوں کی بھی ضرورت ہے لیکن اس سے بھی زیادہ ان کو اپنی جان کو بچانے کے لیے بڑی شدت سے ضرورت ہے۔ جناب سپیکر! وہاں پر پلوں کا اور سڑکوں کا اور دوسرے ترقیاتی کاموں کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ survival کا ہے۔

جناب والا! میں نے ضمنی بجٹ پر بات کرتے ہوئے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ میرا تعلق ضلع نارووال کی تحصیل شکر گڑھ سے ہے جناب والا! یہ ضلع پہلے تحصیل ہوتا تھا۔ جناب سپیکر! تاریخ شاہد ہے کہ دو جنگوں کے علاوہ ہر سال آنے والے سیلابوں نے اس تحصیل میں تباہی پھیلا کر عملی طور پر لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! میں نے بڑی استدعا کی تھی اور آپ کی توجہ اس طرف مبذول کروانے کی کوشش کی تھی کہ میں نے ڈیڑھ سال کے عرصے میں لا تعداد خطوط وزیر اعلیٰ کو اور تمام متعلقہ محکمہ جات کو لکھے اور انہیں بتایا کہ ہمارا عوامی خزانہ' ہماری عوامی دولت اس علاقے میں جس طریقے سے ضائع ہو رہی ہے اگر کوئی عملی اقدام نہ اٹھائے گئے تو یہ نقصان ہر سال ہوتا رہے گا اور شاید جناب والا! ہم اس عیاشی کے متحمل نہ ہو سکیں۔ میں نے وزیر اعلیٰ سے درخواست کی تو وزیر اعلیٰ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اس پر فوری طور پر احکامات کیے' اور رپورٹیں منگوائیں۔ محکمہ آبپاشی نے اس پر رپورٹس دیں' اپنے افسران کو وہاں پر بھیجا اور انہوں نے وہاں پر پہنچ کر ذاتی طور پر حالات کو دیکھا اور انہوں نے یہ خطوط لکھے کہ یہاں پر واقعی ایمرجنسی کی صورت حال ہے اور اگر فوری طور پر اقدامات نہ کیے گئے تو نقصان بہت زیادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن جب میری تمام کوششوں کے باوجود وہ فائل سیکرٹری فائنانس کے پاس گئی تو انہوں نے چار الفاظ لکھ کر فائل واپس دے دی۔ میں نے آپ سے گزارش کی تھی کہ وہ رپورٹ منگوائیں لیکن نہیں منگوائی گئی۔ بہر حال میں آج اس ہاؤس میں اس بات کو ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ میرے حلقے میں اگر ان سیلاب کی تباہ کاریوں سے اور آنے والے خطرات سے ایک بھی جان ضائع ہوئی' میں مال کی بات نہیں کرتا' میں مالی نقصانات کا ذکر نہیں کرتا وہ حکومت کا فرض ہے اور حکومت اسے پورا کرے گی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس خون کے ذمہ دار اس پنجاب کے سیکرٹری فنانس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ یہ ایک مجرمانہ غفلت ہے اس کے اوپر تو ان کو وزیر اعلیٰ کو یہ گائیڈ کرنا چاہئے تھا کہ واقعی یہاں پر ایمرجنسی ہے۔ اور رپورٹیں آ چکی ہیں' اور اس پر فوری طور پر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جناب سپیکر وزیر اعلیٰ نے اس پر

sanction دی ہوئی ہے وزیر اعلیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس پر ڈیڑھ کروڑ روپے کی sanction دی ہوئی ہے لیکن اس کی راہ میں رکاوٹ سیکرٹری فنانس ہے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ نے ایک پیچ ہر حلقے کو دے دیا ہے اس کے بعد ان سے مزید گرانٹ کی توقع کرنا مزید ترقیاتی کاموں کے لیے پیسے مانگنا میں سمجھتا ہوں کہ ناجائز ہے۔ میری صرف یہی درخواست ہے کہ آپ وزیر خزانہ کی سربراہی میں ایک ایسی ٹیم تشکیل دیں جو کہ شکرگڑھ کے علاقے میں ذاتی طور پر visit کرے۔ اور اس چیز کی نشاندہی کرے اور دیکھے کہ وہاں پر جو میرے خدشات تھے اگر وہ سچ ہیں تو ان کا تدارک ہونا چاہیے۔ اور وزیر خزانہ سے میری استدعا ہے کہ جب budget speech wind up کریں تو اس انسانی مسئلے کو خالصتاً انسانی قدروں کی بنا پر' انسانی جانیں ضائع ہونے کے خطرات کے پیش نظر اس پر اس کا ذکر ضرور کریں اور وزیر اعلیٰ صاحب کی discretionary گرانٹ یا دوسری جو گرانٹس آپ کے پاس دستیاب ہیں اس میں سے جنگلوں اور سیلابوں سے آنے والی تباہ کاریوں میں بھی اس کو شامل کیا جائے۔ آپ کی وساطت سے میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ استدعا کرتا ہوں اور میں سمجھوں گا کہ میرے حلقے کے لوگوں کی نمائندگی کا حق ادا ہو گیا۔ اگر انہوں نے میری اس تجویز کو قبول کیا آپ کی وساطت سے اور اپنی تقریر wind up کرتے ہوئے اس چیز کی نشان دہی کی۔ وہ مجھے بلا سکتے ہیں میں حاضر ہوں میں ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں تاکہ میں ان کو آگاہ کر سکوں کہ خطرات کس قدر شدید ہیں اور طوفان کتنا بڑا ہے جو آنے والا ہے۔ اس کے بعد پولیس کا محکمہ تیز تنقید کا نشانہ بنتا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ پولیس کی زیادتیاں اور اس کا جو کردار ہے ہمارے معاشرے میں' میں سوائے اس کے اور کیا تجویز دوں کہ پولیس کا کوئی اور نعم البدل تلاش کر کے اس کا نام بدل دیا جائے۔ تو شائد کوئی تبدیلی واقع ہو جائے۔ کہ پولیس کو سزا اور اصلاح میں فرق ثابت ہو سکے۔ ان کو حراست اور امداد کا فرق معلوم ہو سکے۔ اور اگر جائے وہ نگران ہونے کے نگہبان بن جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ شائد عوام اور معزز اراکین کی ہمدردیاں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ لیکن جناب سپیکر! اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ معاشرے میں امن و امان کی صورت حال تسلی بخش نہیں ہے۔ جس کا ذکر وزیر اعلیٰ نے اور باقی اراکین نے بھی اس طور پر کیا ہے۔ تو تنقید کی حد تک تو یہ بات ٹھیک ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اور اگر معزز

اراکین اس تنقید کو اگر تعمیری رنگ دے دیں اور اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ پولیس کو بہتر سے بہتر ہتھیار بہتر سے بہتر سہولیات دینی چاہئیں۔ تاکہ ان جرائم پر قابو پالیا جائے اور جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ حزب اختلاف نے اس بات پر یعنی امن عامہ کی صورت حال پر بڑی تقاریر کیں' انہوں نے وزیر اعلیٰ کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا' انہوں نے وزراء صاحبان کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا اور معزز اراکین کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ تنقید برائے تنقید جائز نہیں۔ جناب سپیکر! میں ایک منٹ میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ کوئی تعمیری سوچ اور کوئی رائے ایسی نہیں دی جس پر عمل کرکے ان حالات پر قابو پالیا جائے۔ جناب والا آپ کو یاد ہوگا کہ جناب پچھلی حکومت میں پیپلز پارٹی کے کارکنوں کے نام پر لاتعداد لوگوں کو جیلوں سے رہا کر دیا گیا' اور اس وقت کے ہمارے وزیر اعلیٰ نواز شریف نے چیخ چیخ کر یہ کہا تھا کہ امن و امان کی صورت حال پیدا ہوگی اور ایسا نہ کیا جائے۔ لیکن جناب سپیکر! اس وقت ان کی کوئی نہ سنی گئی اور ان کو رہا کر دیا گیا اور اس وقت کی حکومت نے جو فصل بوئی تھی وہ فصل آج ہماری حکومت کو کاٹنی پڑ رہی ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ ہمارے ہاتھ بھی باندھے جا رہے ہیں کہ پولیس کو ہتھیار نہ دیئے جائیں' پولیس کو یہ یہ گرانٹس نہ دی جائیں' میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ مخلص ہیں' اس صوبے میں امن و امان قائم کرنے کے لیے تو ان کو ہمارا ساتھ دینا ہوگا۔ پولیس کی گرانٹس پر تنقید نہیں کرنی ہوگی' جناب سپیکر اگر میں تفصیلات میں جاؤں تو وقت اس کی اجازت نہیں دے گا۔

جناب سپیکر : شکریہ چودھری صاحب۔

جناب عتیق الرحمان : جناب سپیکر! میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر یہ بات اس معزز ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آج مسلم لیگ کی حکومت قائم ہے اس ملک میں اس صوبے میں۔ جناب سپیکر قائد اعظمؒ نے ایک بڑی خوبصورت بات کہی تھی اور ہم تمام اراکین کو اس میں شامل ہونا چاہیے۔ جناب والا میں وہ quote کرتا ہوں :

> "God has given us a grand opportunity to prove ourselves as Architects of this Nation. Let it not be said that did not prove equal to the task."

جناب شوکت داؤد : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

شکریہ جناب سپیکر! میں اپنی جنٹ تقریر شروع کرنے سے پہلے آپ کے توسط سے ایک بات پریس کے متعلق کرنا ضروری سمجھوں گا۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اخبارات میں ایسے لوگوں کو یا ایسی باتوں کو جن میں چٹکلے ہوں جگہ دی جاتی ہے اور ایسے مسائل جو کافی سنجیدہ قسم کے ہوں ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پچھلے دنوں میری ایک تحریک استحقاق تھی۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! جنٹ پر بات کیجیے۔ آپ کا وقت ختم ہو جائے گا۔ یہ بات کسی اور موقع پر کر لیجیے۔ جنٹ پر بات کیجیے۔

جناب شوکت داؤد: ابھی جنٹ ہی شروع کر رہا ہوں۔ یہ بھی عوام کی تکالیف کا ایک حصہ ہے۔ میں مختصراً یہ کہوں گا کہ وہ ایک ایسا مسئلہ تھا کہ اس کو ضرور coverage دینی چاہیے تھی۔

میں جنٹ کی طرف ہی آرہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کے لیے جنٹ ایک ایسا امتحان ہوتا ہے جو اس پالیسی کی صحیح طور پر عکاسی کرتا ہے جو حکومت بناتی ہے۔ جناب والا! میرے پیچھے بیٹھے ہوئے ممبران سے کہیں کہ وہ ذرا خاموشی اختیار کریں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ شیخ صاحب آپ تو خود ہاؤس کے decorum کے مبلغ ہیں۔

جناب شوکت داؤد: میں نے دیکھا نہیں تھا کہ وزیر صاحب بھی ہیں بہر حال' شکریہ جناب سپیکر! میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ سال میں ایک ہی موقع ایسا آتا ہے کہ جہاں ہم کھل کر بات کرتے ہیں۔ جنٹ تقریر میں اپنے علاقے کے مسائل بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ پہلے ممبران سے ان کے مسائل سنے جائیں' ان کی تجاویز لی جائیں اور اس کے بعد جنٹ کو اس طرح ترتیب دیا جائے جس میں ہمارے علاقے کے مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ جب بھی ہم جنٹ دیکھتے ہیں بلکہ میں کہوں گا کہ جب میں نے اس جنٹ کو بھی دیکھا تو میں نے آنکھیں کھول کھول کے صفحے الٹ الٹ کر کوشش کی کہ شاید میرے علاقے کے علاوہ میرے ضلع کے متعلق بھی کچھ ایسی سکیمیں اس میں شامل ہوں لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ زیادہ سکیمیں ایسی تھی جو دو یا تین سال سے جاری شدہ تھیں۔ وہ سکیمیں بھی جو ہم نے پچھلے جنٹ میں علاقے کے مسائل دیے تھے ان کو نظر انداز کیا گیا' بلکہ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ کوئی ایک بھی سکیم ایسی نہیں جو ہمارے علاقے کی شامل کی گئی ہو۔ ایسی سکیموں کو ترجیح دی جاتی ہے یا ان اضلاع کو فوقیت دی جاتی ہے جن اضلاع سے

منسٹروں کی ایک فوج ظفر موج تعلق رکھتی ہے۔ یہاں جسٹ پر اپوزیشن نے بھی تنقید کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے ضمیر کے مطابق بات ضرور کرنی چاہیے چاہے حمایت میں ہو یا مخالفت میں۔ کیونکہ ہم منتخب ہو کر اسی لیے یہاں آئے ہیں کہ جس چیز کو ہم محسوس کرتے ہیں اس کو اپنی زبان پر لائیں۔ شاید اسی طرح ہمارے مسائل میں کمی ہو۔ یہاں حزب اختلاف نے وزیر اعلیٰ کی صوابدیدی گرانٹ پر تنقید کی تھی' بلکہ آج بھی رانا ثناء اللہ صاحب کی تقریر وزیر اعلیٰ کی ذات پر زیادہ تھی اور جسٹ پر کم تھی۔ اس میں اسلامی حکومت کے حوالے بھی دیے گئے۔ اس طرح احساس ہوتا تھا جیسے یہاں خلفائے راشدین کی حکومت قائم ہو۔ اسلام کو یہاں آئے تقریباً پندرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ اور تقریباً چالیس پینتالیس سال پاکستان کو بنے ہوگئے ہیں اور کئی حکومتیں آئی ہیں میں ان سے معذرت کے ساتھ یہی عرض کروں گا کہ انھوں نے بڑی مثالیں دیں۔ جب وہ اپنی لیڈر کو یہ ہدایت کریں گے کہ وہ بھی خود چکی چلانی شروع کر دیں' روٹی پکانی شروع کر دیں' برتن صاف کرنے شروع کر دیں تو ہم بھی وزیر اعلیٰ کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ بھی اپنے گھر میں انھی روایات کو جنم دیں۔ میں یہاں یہ ضرور کہوں گا کہ وزیر اعلیٰ نے ہمارے صوبے کی حالت دیکھتے ہوئے جو اپنے صوابدیدی کوٹا کو زراعت کے لیے مختص کیا ہے' زمینداروں کے لیے مختص کیا ہے وہ ایک اچھی روایت ہے۔ اپنے صوابدیدی کوٹا کو ہمارے ممبران کی صوابدید پر جو چھوڑا ہے وہ ایک اچھی روایت کو جنم دیا ہے۔ لیکن یہاں میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہاں کچھ ایسی چیزیں ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا ضیاع ہوگا۔ جتنا وہاں کا ایک پٹواری فائدہ اٹھائے گا۔ دو اڑھائی سو روپیہ ایک زمیندار کے لیے سال میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن وہ دس کروڑ روپیہ سالانہ آپ اندازہ لگائیں کہ صرف پٹواریوں کی جیب میں جائے گا۔ اسی طرح پچھلے سال ہمارے وزیر خزانہ نے' بلکہ بڑے اچھے انداز میں کہا گیا کہ ہمارے خوبصورت وزیر خزانہ نے زرعی پالیسی پر ایک خوبصورت تقریر کی تھی۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے وزیر خزانہ زمینداروں کی نمائندگی کر رہے ہیں لیکن اس بات کا افسوس ہے کہ جب بھی کوئی پالیسیاں بنتی ہیں اس میں ان تقریروں کا' ان حوالوں کا کوئی نتیجہ ہمارے سامنے نہیں آتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کے لیے گرانٹ دینے سے بہتر یہ ہے کہ ہماری جو output ہے' جو ہماری پراڈکٹس ہیں' ان کے مارکیٹ میں اچھے دام دیے جائیں۔ جو inputs ہیں ان کو subsidize کیا جائے جیسا کہ

ہمارے ہمسائے ملک میں ہوتا ہے۔ سب سے پہلے میں اس طرف مختصر کہوں گا' کیونکہ وقت کم ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ points پر ہی بولوں۔ میرے دوستوں نے بڑا بتایا۔ ڈیزل کی کمی کے متعلق کہا' بیج کے متعلق کہا' ادویات کے متعلق کہا۔ یعنی اس سلسلے میں ہمیں اقدامات کرنے چاہئیں' ان کو subsidize کرنا چاہیے۔ خصوصی طور پر ڈیزل کی قیمت کو زرعی مقاصد کے لیے subsidize کریں چاہیے باہر کے ملکوں کی طرح اس کو ایک رنگ دے دیں جو صرف زمیندار کو مہیا کیا جائے۔ چاہے کمرشل بنیادوں پر ڈیزل کی قیمت زیادہ رکھی جائے۔ زمیندار کو ڈیزل سستے نرخوں پر مہیا کیا جائے۔ جب یہاں ایک اچھی بات میں سمجھتا ہوں کہ جو ہمیں کرنی چاہیے جو ہماری حکومتوں میں کمی ہوتی ہے وہ نہیں کی جاتی لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے جو ایک اعلان کیا اس میں قابل تعریف بات یہ تھی کہ انھوں نے کہا کہ ہم جاری سکیموں کو مکمل کریں گے چاہے وہ جونیجو دور کی ہوں چاہے پیپلز ورکس پروگرام کی ہوں۔ میں نے پہلے بھی پارلیمانی میٹنگ میں کہا تھا کہ ایسی لاتعداد گلی کی سکیمیں ہیں' ایسی لاتعداد سیوریج کی سکیمیں ہیں' واٹر سپلائی کی سکیمیں ہیں جن پر کروڑوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے لیکن صرف حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے ان کو روک دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی اچھا قدم ہے کہ ان سکیموں کو مکمل کیا جائے جن پر اس قوم کا کروڑوں اور اربوں روپیہ لگا ہوا ہے اس کی چھت ہوگی۔ جو ہمارا پچھلا ضمنی بجٹ تھا' بلکہ پچھلے سال کی بجٹ تقریر میں ایک نشان دہی میں نے کی تھی' جہاں باب پاکستان کے لیے پانچ کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ پانچ کروڑ روپے سے یادگار تعمیر کرنے سے بہتر ہے کہ زندہ انسانوں کی بھلائی کے لیے وہ روپیہ خرچ کیا جائے۔ وہاں ایک اینٹ نہیں لگی اور ڈیڑھ کروڑ روپیہ پروٹوکول پر اور اس کے جلسوں پر خرچ کر دیا گیا۔ اس کی تحقیقات ہونی چاہیے۔ اور جن لوگوں کی جیبوں میں وہ پیسہ گیا ہے انھیں قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔ اسی چیز سے متعلقہ بات ہے کہ ہمارا پارلیمانی وفد کوئٹہ گیا تھا۔ وہاں ہم نے دیکھا۔ قائد اعظمؒ کی ریذیڈنسی کو دیکھ کر ہمارے سر شرم سے نیچے ہو گئے۔ ہم پاکستان کی بات کرتے ہیں' ہم باب پاکستان کی بات کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے اس محسن کو بھلا دیا ہے۔ اس ریذیڈنسی کو دیکھ کر ہمیں اتنی شرم آئی اور اس کی حالت زار کے پیش نظر اب اس کو بند کر دیا گیا ہے۔ اس کی حالت کو دیکھ کر وہ visitors کے لیے بند کر دی گئی ہے۔ جناب وزیر اعلیٰ میری گزارش ہوگی کہ چاہے وہ ایک وفاقی معاملہ

ہے۔ وہ مسلم لیگ سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے' پاکستان سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اس ریذیڈنسی کی renovation کے لیے خصوصی دلچسپی لیں۔ (گھنٹی)

آپ نے خطرے کا الارم دے دیا ہے تو میں اپنے علاقے کی طرف آتا ہوں۔ میرے علاقے میں تین چار ایسے مسئلے ہیں۔ ایک ڈانڈی پوری تحصیل ایسی ہے جہاں کی زمین بڑی زرخیز ہے لیکن وہاں پانی نہیں ہے۔ میری حکومت وقت سے یہی گزارش ہوگی کہ وہاں پانی کا انتظام کیا جائے۔ وہاں کی سینکڑوں ایکڑ اراضی کو زیر کاشت لا کر اس ملک کی معیشت کو استحکام بخشا جائے۔

اس کے علاوہ صادق آباد شہر بلکہ میرے پورے حلقے میں زیر زمین پانی کڑوا ہے۔وہاں واٹر سپلائی سکیم کے لیے خصوصی فنڈز مہیا کیے جائیں۔ چونکہ بلدیہ کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں بلکہ جو واٹر سپلائی کی سکیمیں ہیں وہ اس علاقے کو ترجیحی بنیادوں پر دی جائیں۔ جناب والا! میں یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ وہاں انسان اور جانور ایک ہی جگہ سے پانی پیتے ہیں۔ وہ وہاں سے پانی پینے کے لیے مجبور ہیں کیونکہ ان کو وہاں پینے کے لیے صاف پانی مہیا نہیں ہے۔ وہاں سیوریج کی ایک سکیم ہے۔ اور میرے حلقہ میں کم از کم سو دیہات ایسے ہوں گے جو بجلی کی نعمت سے محروم ہیں میری یہ گزارش ہے کہ ہماری گرانٹس کو اس لحاظ سے تقسیم کیا جائے کہ ترقی کے لحاظ سے جو علاقے بہت پسماندہ ہیں ان کو زیادہ گرانٹس دی جائیں۔ بلکہ کوشش یہ کریں کہ جو علاقے already electrified ہیں ان علاقوں کی بجلی ان دیہات کو دی جائے جہاں بجلی مہیا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم' پولیس اور صحت کے لیے گرانٹس ملنی چاہئیں۔اگر اس جمد میں دی ہیں تو اچھی بات ہے کہ ان کو زیادہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا استعمال صحیح ہونا چاہیے۔ یہ ٹھیک ہے کہ امن عامہ کو بحال کرنے کے لیے ان کو زیادہ مراعات دینی چاہیے تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کی تربیت کے لیے سب سے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ اس میں اچھے لوگ بھرتی کیے جائیں۔

جناب والا! تعلیم کے سلسلے میں مختصراً یہ عرض کروں گا کہ محض عمارات بنانے سے بہتر ہے کہ پرانی عمارات کی مرمت کی جائے اور تعلیمی پالیسی کو واضح مرتب کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ شوکت داؤد صاحب۔

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! میری کافی باتیں رہ گئی ہیں لیکن آخر میں آدھے منٹ

میں عرض کرتا ہوں کہ فرقہ واریت کا جو اہم مسئلہ ہے بلکہ burning question ہے۔ میرا خیال ہے کہ ممبران نے بھی یہاں اظہار خیال کیا ہے۔ اس کے لیے ہمیں سنجیدگی سے قدم اٹھانا چاہیے۔ کوئی شیعہ ہے سنی ہے یا انجمن سپاہ صحابہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور اس چیز کو discourage کرنا چاہیے۔ جناب والا! ایک شعر پر میں اپنی بات ختم کردوں گا۔

ایک ہوں مسلم، حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

شکریہ۔

جناب سپیکر : پیر ذوالفقار علی چشتی۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی :بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں جناب وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کروں ایک ضروری بات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

آج سے تین روز پہلے میں لابی میں بیٹھا تھا۔ وہاں پر ایک سینیٹر صاحب تشریف لائے انہوں نے قسم اٹھاکر یہ بات کی کہ 7 کلب کے کمرے میں ایک بہت بڑے افسر بیٹھے تھے اور وہ سیاستدانوں کو گالیاں نکال رہے تھے۔ جناب والا! اگر وہ میرے سامنے گالی دیتا تو میں اس کا چار گالیاں سناتا۔میں اس کو سیدھا کرتا۔ یہ بات میں نے اس لیے کی ہے کہ جتنے بھی افسر صاحبان کے طبقات ہیں ان کو ختم کیا جانا چاہیے۔ ان کی گردنیں اکڑی ہوئی ہیں۔ یہ ملیا (کلف) اترنی چاہیے۔ میں ایک دفعہ سیکرٹریٹ میں گیا ہوں وہاں میں نے دیکھا ہے کہ دس گیارہ بجے تک سیکرٹری صاحبان اپنے دفاتر میں نہیں جاتے۔ میں نے ایک دفعہ جناب وزیر اعلیٰ سے گزارش بھی کی کہ ان افسران کو کہیں کہ وہ اپنے وقت پر آئیں۔ وہ حلال روزی کھائیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ سیکرٹری تو آئے گیارہ بجے اور کلرک کو کہتے ہیں کہ وہ سات ساڑھے سات بجے تشریف لائیں۔ یہ حضرات کس لیے ہیں؟ ان کو چیک کرنا چاہیے۔ یہ خود وقت پر جائیں اور وہاں دفاتر میں چیک کریں کہ ان کے افسران کس وقت آئے ہیں۔حالت یہ ہے کہ وزراء کرام کے کہنے پر سیکرٹری صاحبان نہیں چلتے۔ میں ایسی مثالیں بھی انہیں پیش کر سکتا ہوں۔ ان کو کہا جاتا ہے کہ ان سیکرٹری صاحبان کو کچھ نہ کہا جائے۔ جناب والا! جب تک یہ طبقاتی کشمکش ختم نہیں کی جائے گی۔ جب تک ان کو ایک سطح پر نہیں لایا جائے گا ان کی گردنیں

اکڑتی رہیں گی۔ ان کی مایا (کلف) نہیں اترے گی۔

جناب والا! میں جناب وزیر خزانہ کو جو کہ ایک نوجوان باہمت خوبصورت اور خوب سیرت شخص ہیں جنہوں نے دوسری بار ایک فاضل بجٹ پیش کیا ہے دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے وزیر اعلیٰ صاحب کو جو کہ ایک کارکن ہیں ان کی خدمت میں بھی ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جنہوں نے ایک کارکن ہونے کی حیثیت سے کسان' کاشت کار اور دیہی آبادی کے کرب کا احساس کرتے ہوئے ایک موجودہ پیکیج پیش فرمایا۔ جس سے نہ صرف کاشتکار کی حالت بہتر ہوگی بلکہ دیہی آبادی کی حالت بھی درست ہوگی اور اس کے ساتھ ملک بھی ترقی کرے گا۔

جناب والا! میں احسان مند ہوں کہ اس ایوان کے ممبران کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہوں نے کپاس کے متعلق ہر مقام پر کوشش فرمائی اور کپاس کی فروخت میں تعاون اور مدد فرمائی۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ جناب وزیر اعظم کے بھی ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے جپسم کھاد پر امداد کے سلسلے میں تعاون فرمایا اور سود مرکب کو ختم کیا۔ mark up میں بھی کمی کی۔ ہم ان کی اس بات پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ان باتوں کے باوجود میں جو اب پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کسی وقت پنجاب ہندوستان کا اناج گھر تھا۔ اب یہ اناج گھر کیوں نہیں رہا؟ اب گندم کیوں کم ہو رہی ہے؟ اس کی کیا وجوہات ہیں؟ اس کا واضح ثبوت جناب والا! یہ ہے کہ کسان کے ساتھ پورا تعاون نہیں کیا جا رہا۔ کسان کو پوری امداد نہیں دی جا رہی۔ کسان ہمیشہ محنت کرتا ہے۔ گرمی میں جب گرم ہوا چل رہی ہوتی ہے وہ کھیت میں کھڑا ہوتا ہے۔ سردیوں میں یخ بستہ ہوائیں چل رہی ہوتی ہیں اور وہ پانی میں کھڑا ہوتا ہے۔ وہ اناج مہیا کرتا ہے لیکن اسے مطلوبہ قیمت نہیں دی جاتی۔ کھاد کی قیمت کئی سو فیصد بڑھ گئی ہے۔ مشینری کی قیمت بہت زیادہ اوپر چلی گئی ہے۔ اور inputs کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں۔ جناب والا ہندوستان میں دیکھ لیجئے وہاں تیس روپے فی یونٹ ہے یا فی ہارس پاور ہے۔ اور ہمارے ہاں 1987ء میں وزیر خزانہ نے 60 روپے فی ہارس پاور قیمت مقرر کی جو اب بڑھ کر 160 روپے پر چلی گئی ہے۔ حالانکہ ڈیزل اب کم ریٹ پر آ رہا ہے۔ ڈیزل کی قیمت کم کی جائے اور بجلی کے ریٹ بھی کم کیے جائیں۔ جناب والا! ایک کاشتکار کی حیثیت سے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہاں پر عموماً صنعت کار تاجر پیشہ لوگ' ملازمین اور اخبارات والے باربار

یہ کہتے ہیں کہ جاگیر دار طبقہ۔ اب پنجاب میں جاگیردار طبقہ کہاں ہے؟ صرف 8 ہزار یونٹس زیادہ سے زیادہ ایک کاشتکار کے پاس ہیں جو چار مربع یا ساڑھے چار مربع زمین بنتی ہے۔ وہ طبقہ کاشتکار ہے' جاگیردار نہیں۔ آپ اس لفظ کو بھول جایئے۔ اور جہاں تک زرعی ٹیکس کا تعلق ہے جناب والا! زرعی ٹیکس کس بات پر لگاتے ہیں؟ ہم ہزاروں ٹیکسز ادا کرتے ہیں۔ چاہے وہ بالواسطہ ہیں یا بلاواسطہ ہیں۔ جناب والا! ہم نے یونین کونسل سے لے کر ضلع کونسل تک' ٹاؤن کمیٹی تک' کارپوریشن تک ٹیکسز ادا کیے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ سنٹرل حکومت کو بھی اور صوبائی حکومت کو بھی ٹیکس ادا کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ کہا جا رہا ہے کہ زرعی ٹیکس لگایا جائے۔ زرعی ٹیکس ضرور لگایئے۔ اس ملک کی بقاء کے لیے ہم ٹیکس دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہم ہر قربانی پیش کرنے کے لیے آزاد ہیں لیکن پہلے ہمیں اپنی پیداوار پر نفع تو دیجئے۔ تاجر پیشہ کتنا نفع لے رہا ہے۔ صنعتکار کتنا نفع لے رہا ہے اور جب بھی کوئی ٹیکس لگتا ہے تو وہ صارفین سے وصول کرتے ہیں اور اس کے برعکس کاشت کار جو ہے وہ اپنی جیب سے ٹیکس دیتا ہے تو اس لیے میں گزارش کروں گا کہ اس زرعی ٹیکس کے بارے میں جیسا کہ جناب وزیر اعظم نے فرمایا ہے کہ جب تک پیداوار میں منافع نہیں آتا ٹیکس نہیں لگایا جائے گا تو اس بات کو اب ختم ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی گزارش پیش کروں گا کہ جب کاشت کار سے بیج خریدا جاتا ہے تو وہ ایک من پر 100 روپیہ ہوتا ہے۔ جب اس کپاس کا بیج فروخت کیا جاتا ہے تو بنیادی بیج پر 422 روپے وصول کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح گندم کا بیج کاشتکار سے کم قیمت پر خریدتے ہیں اور مہنگا فروخت کرتے ہیں۔ یہ بیج جس قیمت پر خرید کیا جاتا ہے اسی قیمت پر کاشت کار کو مہیا کیا جائے اور ہر کاشت کار کے لیے بیج کی storage کی جائے اور اس مکمل بیج فراہم کیا جائے۔

جناب سپیکر! inputs جو ہیں اس میں 80% mark up لگایا ہوا ہے جو کہ مڈل مین اس پر منافع اٹھاتا ہے۔ یہ inputs بھی ہمیں ہندوستان اور چین کا مقابل کر کے اس کے حساب سے مہیا فرمائی جائیں۔

جناب سپیکر! جیسے جپسم پر ہمیں subsidy دی ہے باقی کھادوں پر بھی ہمیں سب سڈی مہیا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر! جب فصل اٹھائی جانی ہوتی ہے تو اس سے پہلے فصلوں کی قیمت مقرر فرمائی جائے۔

جناب سپیکر! راجباہوں کے لیے جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ جتنے پیسے ہم دیں گے اتنے ہی پیسے وہ مہیا کریں گے۔ یہ درست نہیں راجباہ جتنے بھی ہیں ان کو پختہ کیا جائے۔ جدید ٹیکنالوجی کے لیے صرف ایک لیزر سکیم پیش فرمائی گئی ہے۔اس کے متعلق میری گزارش یہ ہے کہ ہر قسم کی جدید ٹیکنالوجی مہیا کی جائے۔

جناب سپیکر : شکریہ پیر صاحب۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی : جناب دو تین پوائنٹ اور ہیں۔

جناب سپیکر : آپ ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی : ٹھیک ہے جناب۔ جناب سپیکر! میں ایک نکتہ پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں کہ ملاوٹ جو ہے' ہر قسم کی ملاوٹ کے لیے سخت قوانین بنائے جائیں۔ کھاد میں ملاوٹ ہے' ادویات میں ملاوٹ ہے' بیجوں میں ملاوٹ ہے۔ اس کے متعلق پچھلے اجلاس میں بھی وعدہ فرمایا گیا تھا لیکن اس کی طرف دھیان نہیں دیا گیا۔ کھاد بھی ملاوٹ والی مل رہی ہے اور ادویات بھی ملاوٹ والی مل رہی ہیں لہٰذا اس کے متعلق جلد سے جلد قانون بنایا جائے۔ میں ایک بات جو اور کرنا چاہتا ہوں یہاں وزیر مال نہیں بیٹھے وہ ان سے متعلق ہے....

جناب سپیکر : پیر صاحب' آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی : صرف آخری پوائنٹ ہے۔

میں قبضہ گروپ کے متعلق یہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے حلقہ میں تین چار قتل ہو گئے ہیں اور ایک ہی یونین کونسل میں ہوئے ہیں۔ پولیس جانتی ہے کہ قبضہ گروپ کے بہت سے لوگ اسلحہ لے آتے ہیں اور اسلحہ کی نمائش بھی کرتے ہیں لیکن کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ میں وزیر خزانہ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ڈی سی' کمشنر اور اے سی کو ذمہ دار ٹھہرائیں جہاں بھی کوئی قبضہ ہوتا ہے اس سے مواخذہ کریں کہ یہ قبضے کیوں ہو رہے ہیں۔ ان زمینوں کو خالی کرایا جائے جن پر قبضہ ہو چکا ہے۔ اب تو سڑکیں بھی لوگ زیر کاشت لے آئے ہیں اور ان پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ قبرستان سڑکیں اور سرکاری زمین جہاں بھی ان کو ملتی ہے اس پر قبضہ ہو رہا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : جناب غلام سرور خان صاحب۔

جناب غلام سرور خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! جٹ پر بات کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قائد ایوان نے جو جٹ پر اپنی policy statement دی ہے اس پر بات کی جائے کیونکہ قائد ایوان کی پالیسی سٹیٹمنٹ نے میرے خیال کے مطابق جٹ کو متنازعہ بنا دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے وزیر خزانہ کا استحقاق بھی مجروح کیا ہے اور میرے خیال کے مطابق پارلیمانی پریکٹس میں جو روایات چلی آ رہی ہیں ان کی بھی خلاف ورزی کی گئی ہے اور سب سے بڑھ کر میرے خیال کے مطابق وزیر خزانہ کی جٹ تقریر کے بعد جبکہ جٹ پیش کر دیا جاتا ہے قائد ایوان کی پالیسی سٹیٹمنٹ کا کوئی جواز نہیں۔ کیونکہ جٹ پیش ہونے کے بعد جٹ پر عام بحث ہوتی ہے۔ جٹ پر کٹ موشنز دی جاتی ہیں۔ جٹ پاس ہونے کے بعد قائد ایوان policy statement دے سکتے ہیں یا اپنی صوابدیدی گرانٹ کو تقسیم کر سکتے ہیں۔ جب تک جٹ پاس نہیں ہوتا میرے خیال کے مطابق جو بھی انہوں نے بندر بانٹ کی ہے اس کا کوئی جواز نہ ہے۔

جناب سپیکر! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قائد ایوان نے اس بار بھی جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ روایات سے ہٹ کر بات کی ہے۔ لیکن عین اپنی روایات کو زندہ رکھا ہے۔ انہوں نے جٹ پر بات کرنے سے پہلے پھر پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ کو تنقید کا نشان بنایا ہے۔ انہوں نے کہاں ہے کہ پیپلز پارٹی کے دور میں فنڈ کی مساویانہ تقسیم نہیں ہوئی۔ پیپلز پارٹی کے دور میں ہارے ہوئے لوگوں کو ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہماری قیادت سے بھی کچھ غلطیاں ہوئی ہیں۔ میں ہماری قیادت پہلے ہی اپنی غلطیوں کو تسلیم کر چکی ہے کہ ہم سے کچھ غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں لیکن جناب سپیکر جن غلط روایات کی بنیاد اس موجودہ حکومت نے رکھی ہے اس کی مثال دنیا کی کسی بھی جمہوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ پیپلز پارٹی کے دور میں پیپلز پروگرام کے نام پر جو ایک فلاحی پروگرام شروع کیا گیا تھا اس پروگرام میں اس وقت کی صوبائی حکومت نے رکاوٹیں کھڑی کی تھیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مختلف حلقوں میں بغیر عمارت کے سکولوں میں سکولوں کی عمارتیں تعمیر کی جا رہی تھیں۔ ہسپتال تعمیر کیے جا رہے تھے اور دوسری طرف اس وقت کی صوبائی حکومت ان ترقیاتی کاموں کو روکنے میں پیش پیش تھی۔ اے سی کے ذریعے' ڈپٹی کمشنروں کے ذریعے

پولیس کے ذریعے اس وقت کے ترقیاتی منصوبوں کو مسمار کیا گیا تھا۔ گرایا گیا تھا۔ جناب سپیکر! ایسی مثال میرے خیال کے مطابق دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی کہ وفاقی حکومت کوئی ترقیاتی پروگرام چلانا چاہے اور صوبائی حکومت اس پروگرام کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرے۔ آج بھی مختلف حلقوں میں اس وقت لوگوں کے خلاف پیپلز پروگرام شروع کرنے پر جو فوجداری پرچے درج کیے گئے تھے۔ لوگ آج بھی تاریخیں بھگت رہے ہیں۔ لوگوں کو کس گناہ کی سزا دی جا رہی ہے؟ یہاں کھڑے ہو کر پھر شرافت کی سیاست کی بات کی جاتی ہے۔ جمہوریت اور اسلام کی سربلندی کی بات کی جاتی ہے۔ انہیں شرم آنی چاہیے کہ اس وقت جو لوگوں کے ترقیاتی کام شروع کیے گئے تھے۔ ان میں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور لوگوں کے خلاف پرچے درج کیے گئے۔ جناب سپیکر! سب سے بڑھ کر یہ کہ دنیا کی کسی جمہوریت میں دنیا کی کسی پارلیمانی تاریخ میں اس بات کی بھی مثال نہیں ملتی اور سب سے بڑھ کر جناب سپیکر اس بات کی مثال بھی دنیا کی کسی جمہوریت میں دنیا کی کسی پارلیمانی تاریخ میں نہیں ملتی کہ 1990-91ء کے الیکشنز میں آئی۔ جے۔ آئی کے ہر امیدوار کی discretion پر 75 لاکھ روپے allocate گئے تھے اور میں یہ کہنے میں حق جانب ہوں کہ 75 لاکھ روپے کی غیر آئینی تقسیم تھی اور جو غیر قانونی تقسیم تھی اس تقسیم کی وجہ سے ہی آج وزیراعلیٰ اس ایوان کے قائد منتخب ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر آئین کی خلاف ورزی اور قانون کی خلاف ورزی کی مثال دنیا کی جمہوریتوں میں کہیں نہیں ملتی پھر کھڑے ہو کر پیپلز پروگرام کی بات کی جاتی ہے پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والوں کی بات کی جاتی ہے جناب سپیکر! یہاں کہا گیا ہے کہ پیپلز پروگرام کے نام پر پیپلز پارٹی کے ورکروں کو نوازا گیا ہے جناب سپیکر میں آج چیلنج کرتا ہوں کہ پیپلز پروگرام اور پیپلز پارٹی کے کارکنوں اور عہدیداروں کے خلاف پونے دو سال سے ایف۔ آئی۔ اے۔ اور ایف آئی یو اور دوسری ایجنسیاں انکوائری کر رہی ہیں آج تک پیپلز پارٹی کے کسی بھی کارکن کے خلاف کسی بھی عہدیدار کے خلاف کوئی بھی irregularity ثابت نہ ہو سکی ہے اور جناب میں اس بات کو بھی چیلنج کرتا ہوں کہ دوران الیکشن جو 75 لاکھ روپے سے تعمیر وطن کے نام پر لوگوں کے ضمیر اور ان کے ایمان خریدنے کی کوشش کی گئی تھی وہ بھی mis-utilize ہوئے ہیں میں موجودہ حکومت کو چیلنج کرتا ہوں کہ پیپلز پروگرام کی بھی انکوائری ہونی چاہیے لیکن ساتھ ہی ساتھ ان 75 لاکھ روپے کی بھی انکوائری ہونی

چاہیے جو الیکشن کے دنوں میں الیکشن جیتنے کیے لیے 75, 75 لاکھ لوگوں کو سیاسی رشوت کے طور پر دیئے ہیں۔ اگر انکوائری ہمارے خلاف ثابت ہو تو ٹھیک ہے ہمیں لٹکانا چاہیے اور اگر انکوائری موجودہ حکومت کے کسی کارکن یا کسی اہلکار یا کسی ایم۔ پی۔ اے کے حلقے میں وہ پیسہ mis-utilize ہوا ہو تو اس حکومت کو بھی اور اس ایم۔ پی۔ اے اور ایم۔ این۔ اے کو بھی استعفے دینا چاہیے۔

جناب سپیکر 1992-93ء کے جٹ میں قائد ایوان اپنی Policy Statement میں کاشت کاروں کے لیے اور زمینداروں کے لیے ایک بہت بڑے پیکج کا اعلان کیا ہے۔ جناب والا! حقائق کا اس کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہ ہے ریکارڈ میرے پاس بھی موجود ہے ریکارڈ وزیر خزانہ کے پاس بھی موجود ہے ریکارڈ وزیر زراعت کے پاس بھی موجود ہے اور ریکارڈ اس ایوان کے ہر فاضل ممبر کے پاس موجود ہے 1990-91ء میں 143 کروڑ روپے زراعت کی مد میں رکھے گئے تھے جو جٹ کے تقریباً 16 فیصد بنتے تھے وہی پیسہ 1991-92ء کے جٹ میں کم کیا گیا یہ نہیں کہ زراعت کی مد میں پیسہ بڑھایا گیا بلکہ اس میں کمی کی گئی اور وہ کمی 126.20 فیصد ہوئی 1990-91ء میں 143 کروڑ روپیہ دیا گیا 1991-92ء میں 126 کروڑ جو ساڑھے بارہ فیصد بنتا ہے 1990-91ء میں 16 فیصد اور 1991-92ء میں 12 فیصد۔ تو جناب سپیکر! یہاں زمینداروں کو بڑا ہی خوش کیا گیا ہے اور اس معزز ایوان کو بھی خوش کیا گیا ہے کہ ہم تو زمینداروں کے لیے شرینیاں بانٹ رہے ہیں۔ جناب والا! میں پوچھتا ہوں کہ زمینداروں کو کیا دیا گیا ہے صرف الفاظ کی خوبصورتی سے اس معزز ایوان کو بیوقوف بنانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے اس سال کے جٹ میں ریکارڈ بتاتا ہے کہ صرف زراعت کے لیے 123 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو گزشتہ سال سے بھی کم ہیں اور جو ٹوٹل جٹ کا دس فیصد بنتا ہے۔ اور اس 123 کروڑ میں 88.89 تقریباً 89 کروڑ روپے صرف سڑکوں کی تعمیر کیے لیے رکھے گئے ہیں ٹھیک ہے سڑکیں بننی چاہییں لیکن میں حیثیت زمیندار سمجھتا ہوں کہ سڑکوں کا زمینداروں کو قطعاً اس وقت تک فائدہ حاصل نہیں ہوتا جب تک زمیندار کو input subsidy نہ دی جائے یا اس کی outputs کو انٹرنیشنل قیمتوں پر نہ خریدا جائے۔ سڑکیں بنا کر آپ زراعت کو ہرگز ترقی نہیں دے سکتے۔ جناب سپیکر وفاقی وزیر زراعت کی ایک پریس سٹیٹمنٹ آئی ہے کہ اس سال ہمیں 200 ملین گندم درآمد کرنی پڑے

گی جس پر تقریباً چار سو بلین روپے کا قیمتی زرمبادلہ خرچ کرنا پڑے گا جناب سپیکر! ہم تو کہتے ہیں کہ زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے یہ تو ایک حقیقت ہے اسے تو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے لیکن زراعت کی ترقی پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی جناب سپیکر جو گندم درآمد کریں گے یا جو گندم آج تک درآمد ہوئی ہے وہ تقریباً 230 روپے فی چالیس کلو گرام پڑتی ہے اور زمینداروں کو جو ریٹ دیا گیا ہے وہ تقریباً 140 روپے فی چالیس کلو گرام دیا گیا ہے اور جناب سپیکر! ساتھ ہی ساتھ پنجاب کے محکمہ خوراک نے بھی کہا ہے کہ اس سال ہمارا گندم جمع کرنے کا ٹارگٹ تقریباً 27 بلین تھا لیکن اب تک ہم صرف گیارہ ملین ٹن گندم خرید سکے ہیں۔ جناب والا ظلم کی بات تو یہ ہے اس ایوان میں خانزادہ صاحب بھی تشریف فرما ہیں اور انہیں بھی اچھی طرح علم ہے کہ ہمارے بارانی اضلاع میں اب یہ ڈیوٹی پٹواریوں کو سونپ دی گئی ہے کیونکہ زمیندار تو 124 روپے پر گندم نہیں دیتا بازار میں گندم کی قیمت 140 روپے فی چالیس کلو گرام ہے اور اب پٹواریوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے اور پٹواریوں کو ٹارگٹ دے دیا گیا ہے کہ پانچ' پانچ سو بوری ہو پٹواری نے اپنے حلقے سے 124روپے فی من کے حساب سے خرید کر محکمہ خوراک کو دینی ہے پٹواری اپنی جیب سے تو گندم خرید کر نہیں دے گا اضافی قیمت تو وہ اپنی جیب سے نہیں دے گا میں سمجھتا ہوں کہ وہ مظلوم کاشت کاروں اور زمینداروں کی جیب کاٹے گا چاہے وہ فردوں کی صورت میں کاٹے چاہے وہ انتقال کی صورت میں کاٹے۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر نے وقت ہونے کی گھنٹی بجائی)

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ کا حزب اختلاف کے ممبروں کے ساتھ یہ معاہدہ تھا کہ حزب اقتدار کی نسبت زیادہ وقت حزب اختلاف والوں کو ملے گا۔ اس لیے میں گزارش کرتا ہوں کہ مجھے اور وقت دیا جائے۔

جناب سپیکر : کیا آپ محسوس نہیں کرتے کہ آپ کو زیادہ وقت دیا گیا ہے۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ برابر وقت دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر : پہلے ہی آپ کو زیادہ وقت دیا گیا ہے۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! ابھی تو میں نے بحث پر بات ہی نہیں کی۔

جناب سپیکر : آپ ایک منٹ میں ختم کریں۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! مجھے کم از کم پانچ منٹ اور دیئے جائیں۔
جناب سپیکر : آپ پہلے ہی بہت وقت لے چکے ہیں۔
جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! یہاں خوشی کا اظہار کیا گیا ہے کہ جٹ فاضل ہے۔ فاضل نام بڑا ہی سادہ ہے لیکن میں تو اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا جناب والا جٹ کس طرح فاضل ہے کہ 92-1991ء میں بھی ضمنی جٹ 6- ارب کا پیش کیا جاتا ہے 92-1991ء میں پھر ضمنی جٹ 7- ارب۔ 3 کروڑ۔ اور 76 لاکھ کا پیش کیا جاتا ہے جناب والا! مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اس کے ساتھ ہی ساتھ سٹیٹ بنک سے 305 کروڑ روپے کا over draft بھی لیا جاتا ہے اپنی آمدن سے ایک ہزار کروڑ روپیہ حکومت پنجاب اضافی خرچ کرتی ہے اور پھر کہا یہ جاتا ہے کہ یہ اضافی جٹ ہے یا فاضل جٹ ہے جناب سپیکر! بات یہاں تک نہیں اس کے علاوہ کوآپریٹو کے نام پر وزیر اعظم کی ہدایت پر مختلف کمرشل بنکوں سے دو سو کروڑ روپے کا قرضہ لیا جاتا ہے اور یہ نوید سنائی جاتی ہے کہ یہ دو سو کروڑ روپیہ کوآپریٹو متاثرین کو تقسیم کیا جائے گا۔ اور یہ عید الفطر سے پہلے تقسیم کیا جائے گا۔ پھر کہا گیا کہ عید الضحیٰ سے پہلے تقسیم کیا جائے گا جناب سپیکر 17 ارب روپے کوآپریٹو کے نام پر پہلے ہی یہ حکومت ہڑپ کر چکی ہے اور جو دو سو کروڑ روپیہ کوآپریٹو کے متاثرین کو واپس لوٹانے کے لیے انہوں نے مختلف کمرشل بنکوں سے لیا ہے یہ پیسہ بھی حکومت خرچ کر چکی ہے ہڑپ کر چکی ہے۔ اور کہتے یہ ہیں کہ ہم اس صوبے کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! تقریباً ایک ہزار کروڑ روپیہ یہ اضافی خرچ کر چکے ہیں۔

MR SPEAKER: Mr Taj Muhammad Khanzada is on a point of order.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, it is not a point of order but I would like to correct him that moneys borrowed from the banks they are not spent by the government, they are temporary loans which are paid with interest back to them. But I give him credit for his omission, commission and admission that the Peoples Works Programme given by the PPP was

against the constitution.

MR SPEAKER: But this is not the way to correct him. Please don`t interrupt him.

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! اسی طرح حکومت کے غیر ترقیاتی اخراجات میں بھی دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ہر سال غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ 89-1988ء میں کل غیر ترقیاتی اخراجات 2395 کروڑ روپے تھے جو کہ 90-1989ء میں بڑھ کر 2675 کروڑ روپے ہوگئے۔ اور اسی طرح 93-1992ء میں یہی غیر ترقیاتی اخراجات 4336 کروڑ روپے تک پہنچ چکے ہیں۔ یہ اضافہ تقریباً 19 فیصد ہے۔ جناب سپیکر! مجھے یاد ہے وزیر خزانہ صاحب کا حافظہ بھی کمزور نہیں انھوں نے پچھلے سال کی اپنی بجٹ تقریر میں فرمایا تھا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک high power committee تشکیل دی ہے اور یہ high power committee وزیر خزانہ کی سربراہی میں تشکیل دی گئی ہے۔ اور اس کمیٹی کی ڈیوٹی اور functions یہ تھے کہ غیر ترقیاتی اخراجات کو کس طرح کم کیا جائے۔ اور اس سلسلے میں کمیٹی نے اپنی سفارشات یا تجاویز حکومت کو بھجوانی تھیں۔ کمیٹی نے اپنی سفارشات بھجوا دیں۔ کمیٹی نے اپنی تجاویز بھجوا دیں۔ کمیٹی نے اپنی تجاویز میں کہا کہ یہ جو اس صوبہ کے عوام پر مشیروں کو مسلط کیا گیا ہے اور ان پر حکومت کے جو اضافی اخراجات آ رہے ہیں ان کی مشاورت کی کم از کم ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ مشیر حکومت کی کوئی positive مشاورت نہیں کر سکے ہیں۔ ان مشیروں کے عہدے ختم کیے جائیں۔ اور جو غیر ضروری وزارتیں ہیں' میں نہیں کہتا کہ فلاں فلاں غیر ضروری وزارتیں ہیں یہ اس کمیٹی کی سفارشات تھیں کہ جو غیر ضروری وزارتیں ہیں انھیں بھی ختم کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے حکومتی ادارے بھی ہیں جن کی افادیت ختم ہو چکی ہے۔ جس طرح کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ یا صوبائی کوآپریٹو بنک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان دو سالوں میں کوآپریٹو بنک کی اور کوآپریٹو محکمہ کی افادیت ختم ہو چکی ہے۔ زمینداروں کو کوآپریٹو کے ذریعے کسی قسم کے قرضے نہیں دیئے جا رہے۔ بلکہ اس ملک کے زمینداروں کا پیسہ' اس ملک کے غریب لوگوں کا پیسہ' اس ملک کے پنشن والے لوگوں کا پیسہ کوآپریٹو محکمہ نے ہی ہضم کیا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے محکمے جن کو ختم کرنے کی سفارشات اس کمیٹی نے کی ہیں' ان محکموں کو ختم کیا جائے۔۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : شکریہ۔غلام سرور خان صاحب۔ اب جناب ایس اے حمید صاحب۔
جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! شکریہ۔
جناب سپیکر! موجودہ میزانیہ اس لحاظ سے قابل ستائش ہے کہ مرکز سے گرانٹ نہ ملنے کے باوجود' اور دیگر معاشی مشکلات کے باوجود پنجاب کی حکومت نے ماضی کی طرح ایک فاضل میزانیہ پیش کیا ہے۔ اور اس میں ایک نئی جہداور ایک نئے انداز سے ترقی کی تمام راہوں کو دیہات کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔
جناب سپیکر! اس بجٹ میں ایک اور خاص بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ پہلی دفعہ پنجاب حکومت نے ہمارے ایم پی اے حضرات کے لیے دو دو کروڑ روپے کی گرانٹ کا اعلان کیا گیا ہے۔ اور آج تک اتنی بڑی رقم کے package کا کبھی اعلان نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد Laser land levelling کیے لیے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت ایک نئے سلسلے کا آغاز کیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ چند ایسے اقدامات ہیں جن کی بدولت یقینی طور پر پنجاب میں ایک نئے انقلاب کا آغاز ہوگا۔
جناب سپیکر! یہ بات ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ بجٹ ایک دستاویز کی شکل میں ایوان کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور اگر بجٹ کو پیش کرنے سے قبل اس ایوان کا ایک اجلاس بلایا جاتا اور کمیٹیاں بنائی جاتیں تو اس بجٹ میں جو تھوڑی بہت خامیاں تھیں ان کو بھی درست کیا جا سکتا تھا۔ آج یہاں اس ایوان میں شہروں اور دیہات کی بات ہو رہی ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ صنعتوں کے لیے یہ کچھ کیا گیا اور زراعت کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔ کسی جگہ پر اس بات کا کوئی فاضل ممبر اعتراف کرتا ہے کہ زراعت کے لیے یہ کچھ کیا گیا ہے صنعتوں کے لیے یہ کچھ نہیں کیا گیا۔
جناب سپیکر! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں دیہات اور شہروں کی بات کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہاں شہروں میں بسنے والے صنعتکاروں اور کاروباری لوگوں یا دیہات میں بسنے والے کسانوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہم اپنے ذرائع کو کس طور پر بہتر استعمال میں لاتے ہوئے اس صوبے کی ترقی کے لیے کیا اقدامات اٹھاتے ہیں۔
جناب سپیکر! اس میزانیہ میں 82 فیصد فنڈز دیہاتی ترقی کے لیے مختص کیے گئے ہیں جبکہ آج

اگر ہم دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ پچھلے 45 سالوں سے دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی ہو رہی ہے اور شہروں میں اضافی بستیوں کا وجود عمل میں آ چکا ہے۔ جیسا کہ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ اس وقت پنجاب کے 119 دیہات میں تقریباً 15 سو اضافی بستیاں ہیں جو کہ پسماندہ ہیں اور ان بستیوں میں 35لاکھ لوگ آباد ہیں اور یہ غریب لوگ ہیں۔82 فیصد جٹ کا حصہ دیہات کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ آبادی کی شرح اور شہروں کی طرف منتقلی کے رجحان کے لحاظ سے شہر کے لوگوں کو جو وسائل ملے ہیں ان کی ratio کم ہے۔ آج آبادی کا تناسب (percentage) تقریباً اس طرح ہے کہ شہروں میں 35 فیصد اور دیہات میں 65 فیصد آبادی کا رجحان ہے۔ اس تناسب کے پیش نظر 82 فیصد جو وسائل دیہاتی علاقوں کو دیئے گئے ہیں ان کی وجہ سے شہروں میں پسماندہ بستیوں والے اور شہروں میں اضافی بستیوں والے وہ علاقے جہاں پر sewerage اور دیگر نظام میسر نہیں ہے ظاہری طور پر متاثر ہوں گے۔ جناب سپیکر! دیہات میں sewerage اور آب رسانی کے لیے 2 ارب اور 9 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جبکہ اس کے مقابلے میں شہروں کے لیے صرف 18 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ شہری بستیوں میں sewer-age اور آبی نکاس کا مسئلہ بھی ہے اس لیے یہ جو ratio رکھی گئی ہے یہ بہت ہی کم ہے۔ اور اگر میں اپنے حلقے کی بات کروں تو میرے حلقے گوجرانوالہ شہر کے لیے صرف 18 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور یہ بھی جاری سکیموں کے لیے ہیں۔ جو کہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے اپنے حلقہ میں ایک چوتھائی آبادی شہری حلقہ میں ہے اور تین چوتھائی میں اضافہ بستیاں ہیں اور پسماندہ بستیاں ہیں۔ جناب سپیکر! میں چاہوں گا کہ تعلیم کے شعبے کے لیے جو انقلابی اقدامات کیے گئے ہیں اس کے پیش نظر چاہیے تو یہ تھا کہ جو decentralize اس وقت ہے جو بڑے بڑے شہروں میں تعلیمی سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں اس کے ساتھ ساتھ چھوٹے شہروں میں بھی یہ سہولتیں مہیا کی جاتیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اس ڈگر سے ہٹنا نہیں چاہتی۔ بلکہ بڑے بڑے شہروں میں یہ سہولتیں میسر کی جا رہی ہیں جبکہ چھوٹے شہروں میں یہ سہولتیں میسر نہیں کی جا رہی۔ گوجرانوالہ میں ایک ہوم اکنامکس کالج کے بارے میں بات کی گئی۔ پچھلے سال اس کے لیے دس لاکھ روپے رکھے گئے لیکن اس میں سے ایک پیسہ بھی استعمال نہیں ہوا اور فنڈز lapse ہو گئے۔ اس سال اس کے لیے پندرہ

لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ اور یقینی طور پر اس پندرہ لاکھ کی رقم سے اس کالج کی چار دیواری بھی نہیں بن سکے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ گجرات میں جوڑا کے مقام پر ایک institute of tecnology پچھلے پانچ سال سے قائم ہے جس پر چار کروڑ کی لاگت آ چکی ہے لیکن کسی استعمال میں نہیں آ رہی۔ ان حالات میں اس کی ضرورت ہے کہ ایسے ادارے جہاں پہ بے شمار پیسہ خرچ ہو چکا ہے ان اداروں کو عملی طور پر چالو کیا جائے تاکہ پیسے کا ضیاع بچ سکے۔ جناب سپیکر! ارسطو نے کہا تھا کہ اگر پورے ملک کا شہد ایک جگہ جمع ہوگا تو پورے ملک کی مکھیاں وہاں جمع ہوں گی۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمیں اپنے اکابرین کی قبروں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں کرنی چاہئیں۔ جناب سپیکر میں سمجھتا ہوں کہ آج اس امر کی ضرورت ہے کہ Decentralization کے پیش نظر تمام شہروں میں اور دیہات میں مساوی ترقی کے لیے بھر پور اقدامات کریں۔

اس کے بعد گوجرانوالہ شہر جو نیشنل اور انٹر نیشنل فورم پہ چیمپئن مہیا کرتا ہے۔ جس نے ملکی اور غیر ملکی سطح پر کئی قسم کے گولڈ میڈل اور سلور میڈل حاصل کیے ہیں ان کی پرورش اور support کے لیے نہ کسی قسم کا Swiming pool ہے نہ جیمنیزیم ہے اور نہ ہی in door stadium ہے۔ جناب والا! جو علاقے کھلاڑی پیدا کرنے کے لیے اول پوزیشن پہ ہیں ان کی سہولت کے لیے وہاں پہ یہ تمام ادارے بننے چاہئیں۔

اب جناب سپیکر میں صحت کے شعبے کی طرف آتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس بجٹ میں صحت کی مد میں 26 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ لیکن جو ضلعی سطح کے ہسپتالوں اور تحصیل کی سطح کے ہسپتالوں کی صورت حال ہے اس ضمن میں میرے اپنے ضلعی ہسپتال گوجرانوالہ میں علاج کے لیے ایک مریض آیا۔ اس نے پرچی بنوائی اور وہ کسی طور پہ گر گیا۔ جائے اس کے کہ عملہ اس کو ایمرجنسی وارڈ میں لے جاتا انہوں نے اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ مریض چل بسا۔ میں سمجھتا ہوں صحت کے محکمہ میں جو ہمارے ہسپتالوں کی صورت حال ہے اس کے پیش نظر ہمیں سسٹم میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور وہ سسٹم بنیادی حالات میں اقدات سے حل ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف اپنے طور پر صحیح کام کریں۔ جناب سپیکر! آج یہ پوزیشن ہے کہ گوجرانوالہ ڈویژن میں محکمہ صحت کے لے جو اے ڈی پی مقرر کیا گیا تھا وہ صرف 14 فیصد استعمال کیا گیا اور باقی تمام کا تمام

lapse ہو گیا۔ جناب سپیکر! ایک طرف فنڈز موجود نہیں ہیں۔ اور اگر فنڈز ملتے ہیں تو انہیں استعمال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ گوجرانوالہ کے لیے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا 84 یا 86 فیصد فنڈ lapse ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گوجرانوالہ ڈویژن کے ساتھ ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔

اس کے بعد نیشنل ہیلتھ لیبارٹری جو کہ کتے کے کاٹے کے لیے ٹیکے تیار کرتی ہے اور یہ ٹیکے ہسپتالوں میں نہیں پہنچائے جاتے۔ گوجرانوالہ ضلع میں اس وقت 50 سے لے کے 60 کیسز ایسے ہیں جو کتے کے کاٹے کے لیے ٹیکے لگوانے کے لیے آتے ہیں۔ اور چودہ دن ان کو وہاں پہ رہنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں ان کے لیے گوجرانوالہ میں ایک patients wel-fare society جو کہ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے وہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صحت کو پنجاب کے تمام ہسپتالوں میں کتے کے کاٹے کے ٹیکے مہیا کرنے کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں۔ جناب سپیکر! یہ بھی بڑی ستم ظریفی ہے کہ آج وی وی آئی پی' وی آئی پی اور پروٹوکول کے دوستوں کو ہسپتال سے تمام قسم کی مراعات ملتی ہیں لیکن غریب آدمی کو کچھ نہیں ملتا۔ میری تجویز ہے کہ انکم کے لحاظ سے مریضوں کو طبی سہولتیں مہیا کی جائیں اور وی آئی پیز اور پروٹوکول کے ملازمین کو صرف Medical Care دی جائے۔ اس کے بعد میں چاہوں گا.....

جناب چیئرمین : ایس اے حمید صاحب' آپ اپنی بات ختم کریں' آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا! میں پرائیویٹ پریکٹس کی بات کر رہا ہوں۔ پرائیویٹ پریکٹس کے نام پہ ڈاکٹر صاحبان اور سرجن صاحبان نے اپنے اپنے کلینک بنا لیے ہیں اور ہسپتالوں کی طرف ان کی توجہ بہت ہی کم ہے۔ جبکہ محکمہ صحت کے رولز میں یہ بات واضح طور پر لکھی ہوئی ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر پریکٹس کرنا چاہے تو وہ صرف اپنے گھر پر کر سکتا ہے۔ تو میری یہ تجویز ہے کہ وہ تمام ڈاکٹر صاحبان جنہوں نے اپنے کلینک یا دوسرے کلینکوں پر پریکٹس کرتے ہیں ان پر پابندی عائد کی جائے۔

اس کے بعد جناب سپیکر' کم آمدنی کے مکانات کے لیے آٹھ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے لیکن گوجرانوالہ شہر کے لیے ایک پائی نہیں رکھی گئی۔ اس کے علاوہ دفاتر اور

عمارات کے لیے 21 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ جبکہ گوجرانوالہ کو اس کا حصہ نہیں مل رہا۔ شہری ترقیاتی پروگرام کے لیے گوجرانوالہ کو "صرف تین کروڑ روپے ملے ہیں جبکہ راولپنڈی اور دوسرے علاقوں کو پندرہ کروڑ کے قریب ملے ہیں۔

جناب والا! Self Employment Scheme کے سلسلہ میں کہا جا رہا ہے کہ حکومت انڈسٹری کی ترویج و ترقی کے لیے بہت کچھ کر رہی ہے.....

جناب چیئرمین : آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! میں دو منٹ میں بات ختم کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : آپ پہلے ہی دو منٹ زیادہ لے چکے ہیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا! ایک منٹ میں میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ پچھلے سال صرف 25 کروڑ روپیہ Self Employment Scheme کے لیے رکھا گیا جس کے تحت گوجرانوالہ میں صرف 175 لوگوں کو قرضہ ملا۔ جبکہ تقریباً بارہ سو کے قریب درخواستیں تھی جو کہ التواء میں پڑی ہیں۔ اس کے ساتھ بہت ہی ضروری بات یہ ہے کہ تعمیر وطن پروگرام میں سے 2 کروڑ روپے میں سے شہری حلقوں کو ایک کروڑ چار لاکھ ملتے ہیں باقی سکیمیں دیہی پروگرام کے لیے ہیں۔ میری یہ درخواست ہے کہ چالیس لاکھ روپے جس میں 30 لاکھ روپے بجلی کے لیے ہیں اور بجلی کی ضرورت نہیں ہے وہ شہری حلقوں کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ بہت بہت شکریہ جناب سپیکر!

جناب چیئرمین : اب میں ملک اقبال احمد خاں لنگڑیال کو بات کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں مشکور ہوں آپ نے مجھے وقت دیا۔ جناب والا! وزیر خزانہ نے جو 93-1992ء کا بجٹ پیش کیا ہے اس میں بڑی خوبصورتی سے الفاظ کی ہیرا پھیری کی گئی ہے اور لگتا ایسے ہے کہ جیسے اس بجٹ کو کسی افسانہ نگار نے جناب وزیر خزانہ کو لکھ کر دیا ہے اور انہوں نے بڑے خوبصورت طریقے سے اس کو پیش کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اتنی بات ضرور کہوں گا کہ ایک شعر ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

جناب سپیکر! بجٹ گھر کا ہو' صوبے کا ہو یا ملک کا ہو' بجٹ بناتے وقت اس کا توازن

قائم رکھنا پڑتا ہے کہ اس جٹ میں کیا کیا چیزیں ضروری ہیں اور آئندہ کیا کیا اقدامات کرنے ہیں۔ جناب سپیکر! اس جٹ میں دیکھا گیا ہے کہ غیر ترقیاتی اخراجات میں رقم بہت زیادہ رکھی گئی ہے جبکہ ترقیاتی کاموں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے یا اس میں بہت تھوڑی رقم رکھی گئی ہے جو کہ جٹ کو متوازن نہیں کرتا جناب سپیکر دیکھا گیا ہے کہ ہاؤس میں فاضل ممبران نے بہت ساری تقاریر کیں ہیں اور ان تقریروں میں سب سے پہلے وزیر خزانہ کی تعریف کی گئی اس کے بعد جٹ کی تعریف کی گئی اور اس کے بعد اپنے علاقے کے مسائل پر نکتہ چینیاں کی گئیں اور پھر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ آخر میں تعریفیں کر کے شکریہ ادا کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! پچھلے سال 92-1991 کا جو جٹ پیش کیا گیا جس میں وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ ہم آئندہ کے لیے کفایت شعاری اور خود انحصاری کے لیے کوششیں کریں گے۔ اور وزیر اعلیٰ کے حکم پر ایک کمیٹی بھی بنائی گئی تھی اور اس کمیٹی کے ذمہ یہ کام تھا کہ جو محکمے صحیح کام نہیں کرتے یا جو بے فائدہ محکمے ہیں ان کے ملازمین کو ایک pool میں رکھ دیا جائے تاکہ جو ان پر اخراجات ہیں وہ کم ہو جائیں اور اس کے بعد اخراجات میں جو بچت ہوگی وہ ڈویلپمنٹ پر لگے گی لیکن وہ بچت بھی جٹ میں شامل کر لی گئی۔ جناب سپیکر! سال گزر گیا ہے لیکن آج تک اس پر عمل نہیں کیا گیا اور اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ وزیر خزانہ کو 17 ارب روپے کا ضمنی جٹ پیش کرنا پڑا۔ جناب والا' اگر ہم خود انحصاری کی بات کرتے ہیں بچت کی بات کرتے ہیں تو اس پر عمل بھی کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر میں اس کی ایک مثال دوں گا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اعلیٰ افسروں کے گھروں میں پانچ پانچ کاریں کھڑی ہیں یہ کہاں کی بچت ہے یہ تو ان کا انصاف ہے اور غریب لوگوں کو تو تانگہ بھی نہیں ملتا۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں ایک اور مثال دوں گا کہ ایک ضلع کے اعلیٰ افسر کے ٹیلی فون کا بل 35 لاکھ روپیہ تھا اگر مہینوں پر تقسیم کیا جائے تو 3 لاکھ روپیہ ماہوار بنتا ہے۔ تو جناب سپیکر! یہ 35 لاکھ روپیہ عوام پر زیادتی ہے۔ میں وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں کہ اگر آپ اخلاقی طور پر کچھ کر سکتے ہیں تو کر کے دکھائیں 35 لاکھ روپے کو کم از کم آپ 30 ہزار پہ لائیں تو پھر میں مانوں گا کہ آپ نے واقعی صحیح اقدام کیے ہیں آپ نے کفایت شعاری بھی کی ہے اور اس میں خود انحصاری کی بھی بات کی ہیں جناب وزیر خزانہ فرماتے ہیں کہ بجلی کے بل

بڑھ گئے ٹیلی فونوں کے نرخ بڑھ گئے اس لیے ہم نے 7 ارب کا بجٹ پیش کیا ہے اس کو بڑھانا پڑا یہ اخراجات ہمارے ٹیلی فونوں کے بل پر آئے۔ جناب سپیکر! یہ تو ایک ضلع کی بات ہے اگر اس کو کھول کر دیکھا جائے تو 32 اضلاع کے ٹیلی فون بل 5 کروڑ 52 لاکھ آتے ہیں جناب والا! اگر اس میں ایک تہائی بھی کمی کی جائے تو پھر بھی ساڑھے تین کروڑ روپیہ بچتا ہے۔ جس سے ہمارے غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی آجاتی ہے۔

جناب سپیکر! میں کرپشن کی بھی بات کروں گا کہ کرپشن زوروں پر ہے اور اس کے لیے کوئی بھی اقدام نہیں کیے جا رہے۔ جناب والا! اگر پنجاب کے وزیر اعلیٰ ایماندار ہیں درویش ہیں تو اس سے عوام کو کیا فائدہ ہے۔ جبکہ افسران عیاشیاں کرتے ہیں عیش و آرام کرتے ہیں اتنی اتنی کاریں اتنے اتنے ٹیلی فونوں کے بل آتے ہیں بجلی کے بل آتے ہیں ائرکنڈیشنوں کے بل آتے ہیں تو جناب سپیکر! اگر وزیر اعلیٰ ایماندار ہیں تو اس کا عوام کو کیا فائدہ ہے تو میری گزارش ہوگی کہ جیسے وزیر اعلیٰ نے بھل صفائی مہم چلائی تھی اور اس میں کامیابی ہوئی تو یہ اس طرح کیوں نہیں کرتے کہ کرپشن کے خلاف بھی ایک جہاد شروع کیا جائے اس کے خلاف بھی ایک مہم چلائی جائے اور ایک ضلع کو منتخب کر کے اس میں ایک انکوائری سیل بنا دیا جائے۔ جہاں پر کرپشن ہو اس کے بارے میں عوام کی شکایت سنی جائے اور اس پر فوری طور پر عمل کیا جائے اگر اس پر اس طرح نہ کیا گیا تو جناب سپیکر' چاہے وزیر خزانہ 32 ارب کا بجٹ پیش کریں چاہے 52 ارب کا یہ عوام کے حصے میں کم آئے گا اور افسران کے حصے میں زیادہ آئے گا۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے جو بجٹ تقریر کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بنیادی بات یہ تھی کہ آبادی کو روکنے کے لیے کچھ اقدامات کیے جاتے اور بجٹ میں اس کے لیے کچھ نہ کچھ گنجائش رکھی جاتی کیونکہ ضرورت اس بات کی ہے۔ جناب والا! جتنا مرضی بڑھا لیا جائے۔ یہاں ایک اصول ہوتا ہے۔

اگر ہماری ڈیمانڈ زیادہ رہے گی تو ہم کتنی ہی سپلائی کرلیں گے کتنا ہی بجٹ بڑھا لیں گے جب تک ہم آبادی پر کنٹرول نہیں کریں گے تو یہ کام نہیں چل سکے گا۔ جناب سپیکر! جتنے مرضی سکول کھولتے جائیں لیکن بچوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ پھر بھی داخلے نہیں ملتے تو اسی طرح اگر ہسپتالوں کی تعداد دیکھیں اگر جتنے بھی ہسپتال بنائے جائیں اور جتنی بھی اس پر

رقم رکھی جائے وہ کم ہوگی کیونکہ جس طرح سے ہماری آبادی بڑھے گی اسی حساب سے بیماریاں بھی بڑھیں گی اور یقیناً ڈاکٹروں کی بھی کمی ہوگی بستروں کی کمی ہوگی اور ہسپتالوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔ جناب والا' آپ دیکھیں کہ ہسپتالوں کے باہر مریضوں کی لائن لگی ہوتی ہے اور ڈاکٹروں کو وقت نہیں ملتا کہ ان کو دیکھ سکیں تو جناب والا' میری گزارش ہے کہ وزیر خزانہ کو چاہیے تھا کہ اس مد کو اہمیت دیتے اور اس کے لیے کوئی نہ کوئی اقدام کرتے۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی پیر بنیامین شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی : جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ان کی تقریر کا وقت ختم ہوگیا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جناب صاحب' یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ اور ابھی ان کی تقریر کے تین منٹ باقی ہیں۔ شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے اور interrupt نہ کریں۔

پیر سید محمد بنیامین شاہ رضوی : جناب والا! یہ کہیں پی پی پی اور این پی پی کا سلسلہ تو نہیں ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! تو یہ ایک مد تھی جس میں چلا جاتا تھا۔ جناب والا! یہ فضا میں آلودگی کا معاملہ ہے فضا کی آلودگی کے بارے میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ شہروں میں دھواں اور گاڑیوں کا کتنا شور ہوتا ہے اور اس کے لیے بھی یہاں کوئی اقدام نہیں کیا گیا کیونکہ یہ وبائی بیماریاں ہیں ان کی روک تھام کے لیے بھی کچھ نہیں کیا گیا اور نہ ہی یہ سوچا گیا کہ فضا میں زیادہ آلودگی ہوگی زہر ہوگا یا فضا خراب ہوگی تو یقیناً انسانی صحت خراب ہونے کے امکانات ضرور ہوں گے۔ اس کے بعد جناب سپیکر! میں تھوڑی سی جنٹ پر بات کروں گا۔ شیخ صاحب کو ناگوار تو گزرے گی لیکن جو باتیں میں نے کرنی ہیں وہ کروں گا۔

جناب چیئرمین : لنگڑیال صاحب' ممبران تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ پہلے بھی جنٹ پر بات کر رہے تھے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : نہیں جی میری اور بھی تھوڑی سی باتیں ہیں۔
جناب چیئرمین : اگر آپ ابھی بات کرنے لگے ہیں تو پھر.....
ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! اگر میرا تھوڑا سا وقت جناب شیخ صاحب کی باتوں میں نہ گزرتا.....
جناب چیئرمین : آپ کی تقریر کے صرف دو منٹ بقایا ہیں۔
ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ آب رسانی کے لیے ہم فی گھر سے 8 روپے ماہانہ سروس چارج کریں گے۔ تو میں ان کی درستی کے لیے ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ان کے محکمہ نے جو رپورٹیں دی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں کیونکہ ہم تو پہلے بھی 15 روپے فی گھر کے حساب سے آب رسانی کے سرچارج دے رہے ہیں یا تو یہ بتایا جاتا کہ ہم نے 7 روپے کم کیے ہیں یا صحیح اعداد و شمار بتائے جاتے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ اب میں محکمہ زراعت کی طرف آؤں گا وزیر خزانہ نے یہاں کہا کہ پچھلے سال کی 85 لاکھ گانٹھ کے مقابلے میں 114 لاکھ کپاس کی گانٹھ اس سال میں پیدا ہوئیں۔ تو اس میں بھی میں وزیر خزانہ کی درستی کرانا چاہوں گا کہ قائد ایوان نے یہاں فرمایا تھا کہ اس سال کپاس کی 138 لاکھ گانٹھیں پیدا کی گئی ہیں اور وفاقی حکومت کو جو اعداد و شمار بتائے گئے ہیں وہ 128 لاکھ ہیں۔ جناب والا! اب بتائیں کہ ہم کس پر یقین کریں بہر صورت اس میں یقیناً اضافہ ہوا ہے۔ میں یہ بتا چاہوں گا کہ زمینداروں نے بے انتہا کوششیں کر کے ریکارڈ کپاس پیدا کی ہے۔ لیکن فیکٹری مالکان نے زمینداروں سے کم نرخوں پر کپاس خریدی یعنی 350 روپے سے زیادہ نہ خریدی....
جناب چیئرمین : لنگڑیال صاحب' آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے مہربانی فرما کر تشریف رکھیں۔
ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر' اپوزیشن کے تو چند ارکان ہیں آپ ان کو بھی موقع نہیں دیں گے تو یہ جو 230 آدمی بیٹھے ہیں یہ سب بولتے ہیں اگر اس تناسب سے بھی کریں تو پھر بھی ہمارا حق بنتا ہے۔
جناب چیئرمین : لنگڑیال صاحب آپ تشریف رکھیں۔ ایوان کی روایات ہیں تمام ممبران کو اس پر بات کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! تمام روایات ہم پر ہی لاگو ہوتی ہیں۔ شیخ رشید صاحب پر تو کوئی روایت لاگو نہیں ہوتی۔

شیخ محمد طاہر رشید : لنگڑیال صاحب سے کہیں کہ کوئی شعر سنا دیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میں شعر تو سنادوں گا مگر میرا شعر بھی ان کے لیے شیر ثابت ہوگا۔

جناب چیئرمین : بالکل شعر سنا سکتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال :

ہم کو شہنشاہ سے انصاف کی امید نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

جناب چیئرمین : شکریہ! چودھری صداقت علی صاحب۔ (قطع کلامیاں)

چودھری صداقت علی : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! موجودہ جٹ ہمارے وزیر خزانہ نے کافی محنت کے بعد اس ایوان میں پیش کیا ہے اس کو اگر minutely دیکھا جائے تو یہ پرانی روایات سے ہٹ کر ہے۔ پہلے جو روایات تھیں وہ یہ تھیں کہ اعداد و شمار کو تھوڑا بہت بدل کر ایوان میں جٹ پیش کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اس دفعہ ایسا لگتا ہے کہ مختلف ڈیپارٹمنٹ سے مشورہ کر کے ان کی ضرورت کو دیکھ کر اس کو سمونے کی کوشش کی گئی ہے ہماری لوکل گورنمنٹ کے حالات کافی کمزور تھے ان کے لیے سپیشل فنڈز مختص کر کے اس محکمے میں نئی جان ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی طرح سے زراعت کو بھی encourage کیا گیا ہے۔ یہ ہمیشہ سے روایت رہی ہے کہ غیر ترقیاتی اخراجات کو ہمیشہ کم کیا جاتا رہا ہے اور ترقیاتی اخراجات کو بڑھایا جاتا ہے' اس روش سے گورنمنٹ کی بہت سی پراپرٹی نقصان میں جا رہی تھی اب اس جٹ میں محسوس کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ کے جو اثاثے ہیں ان کو بھی محفوظ کیا جانا چاہیے لہٰذا اس کے لیے بھی جٹ میں رقم مختص کی گئی ہے۔ جاری سکیموں پر بھی جٹ میں توجہ دی گئی ہے لیکن ایک چیز جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ Self Employment Scheme کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس سے چالیس ہزار افراد کو روزگار مہیا ہو جائے گا۔ اگر اس کا نسبت تناسب نکالا جائے تو فی یونٹ 2 لاکھ روپے بنتے ہیں' اور اگر ایک یونٹ دو لاکھ روپے کا ہو اور اس میں گیارہ افراد کو روزگار

ملے تو اس طرح کل 40 ہزار افراد بنتے ہیں۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ دو لاکھ کے یونٹ میں تو صرف دو افراد accommodate ہو سکتے ہیں۔ اگر ہماری حکومت واقعی چالیس ہزار افراد کو accommodate کرنا چاہتی ہے تو اس رقم کو بڑھانا پڑے گا۔ لہٰذا میں یہ کہوں گا کہ یہ بات درست نہیں ہے کہ اس سے چالیس ہزار افراد کو روزگار ملے گا۔ میرا تو خیال ہے کہ اس سے تو دس ہزار افراد کو بھی روزگار نہیں مل سکے گا لہٰذا اس بات پر توجہ دی جانی چاہیے۔

اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ زراعت کی بات اس ایوان میں بھی بہت کی جاتی ہے اور ہمارے ایوان بالا میں بھی بہت کی جاتی ہے اور ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے جو poli-cy statement دی ہے اس میں بھی زراعت کے مسائل کو محسوس کیا گیا ہے اور ان کو حل کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے لیکن میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اب تک زراعت کے متعلق جو اقدامات کیے گئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔ دنیا میں اور پاکستان میں بھی ڈیمانڈ اور سپلائی کے اصول پر قیمتیں طے ہوتی ہیں۔ لیکن زراعت کے شعبے کے ساتھ یہ ستم ظریفی ہے کہ زمیندار فصل پیدا کرتا ہے لیکن اس کی قیمت گورنمنٹ مقرر کرتی ہے۔ اور زمیندار سے یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ آپ کی اس فصل پر کیا لاگت آئی ہے۔ اور مارکیٹ کا جو ماحول ہے وہ کیا ہے؟ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس دفعہ گورنمنٹ گندم کی قیمت پر کنٹرول نہ کرتی تو زمیندار کی اس فصل کا ریٹ مارکیٹ میں کم از کم دو سو روپے من ہوتا۔ ایک طرف تو زمیندار کی فصل پر کنٹرول کر کے اس کی متاثر کیا جاتا ہے دوسری طرف سے اس کی مختلف سہولتیں بھی واپس لی جا رہی ہیں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ زرعی اجناس کی قیمتوں میں اضافے سے لوگ متاثر ہوتے ہیں تو ٹھیک ہے آپ فصلوں کی قیمتیں بے شک وہی مقرر کریں لیکن اس سے زمیندار کو جو نقصان ہوتا ہے اس کی subsidy تو ہمیں ملنی چاہیے۔ مارکیٹ ریٹ سے زمیندار کی جو سبسڈی بنتی ہے وہ تو ہر صورت میں ملنی چاہیے۔

اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے لہٰذا زراعت پر جب تک ہم توجہ نہیں دیں گے تو خود کفالت کی منزل ہم کسی بھی صورت میں حاصل نہیں کر سکیں گے جناب والا بجٹ تو ہر سال آتے رہتے ہیں اور آتے رہیں گے' بات بجٹ کے بنانے کی نہیں ہے بات بجٹ کے استعمال کی ہے۔ جناب والا ہم تمام ممبران اور ہمارے وزراء صاحبان اور ہماری حکومت یہ بات تسلیم کر چکی ہے اور محسوس کر چکی ہے کہ بجٹ کا استعمال

proper نہیں ہوتا۔ آپ صحت کے شعبے کو ہی لے لیں میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں اور میری اس بات میں حقیقت ہے کہ کسی بھی ہسپتال میں کسی غریب آدمی کو دوائی میسر نہیں ہے اور میں یہ بات بھی دعوے سے کہتا ہوں کہ اس شعبے میں جو آدمی چند سال پہلے میڈیکل representative تھا وہ آج اس محکمے کے تعاون کی وجہ سے ان کی بداعنوانیوں کی وجہ سے آج اسمبلی کا ایم۔ این۔ اے ہے اور ایک بہت بڑے اخبار کا بھی مالک ہے یہ اس کرپشن کا واضح ثبوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور بہت سے لوگ جو معمولی حیثیت رکھتے تھے وہ بھی گلبرگ اور ماڈل ٹاؤن' میں چلے گئے ہیں۔ آج آپ گلبرگ میں چلے جائیں' ماڈل ٹاؤن میں چلے جائیں وہاں پر آپ دیکھیں یہ کوٹھیاں کن لوگوں نے بنائی ہوئی ہیں۔ شعبہ انجینئرنگ سے وابستہ جو انجینئر ہیں یہ سب کوٹھیاں ان لوگوں نے بنائی ہوئی ہیں۔ آپ سارے ملک کی گاڑیاں اکٹھی کرلیں ان کا تناسب نکال لیں 70 فیصد گاڑیاں انجینئرنگ سے وابستہ لوگوں کی ہیں اور اس کے بعد جو بچتی ہیں وہ بھی زیادہ تر ٹھیکے داروں کی ہیں۔ کیا ہم جٹ اس لیے بناتے ہیں کہ یہ ہماری ساری دولت یہ لوگ اکٹھی کرکے لے جائیں۔ ان کو کس نے پوچھنا ہے؟ انہیں ہم نہیں پوچھیں گے تو کون پوچھے گا؟ یہ اسمبلی نہیں پوچھے گی تو کون پوچھے گا یہ وزراء نہیں پوچھیں گے تو کون پوچھے گا؟ ہمارے وزیر اعلیٰ نہیں پوچھیں گے تو پھر کون پوچھے گا یہ ایک روایت ہوگئی ہے کہ مکھی پر مکھی مارنا ہے' جٹ پیش کرنا ہے اور پاس کرنا ہے اور گھر چلے جانا ہے۔ حالت اس حد تک خراب ہو چکی ہے کہ میں نے دیکھا ہے اور میری عمر اتنی زیادہ نہیں ہے چند سال پیشتر بورڈ لگتے ہیں کہ فلاں پل زیر تعمیر ہے' فلاں سڑک زیر تعمیر ہے پھر دو چار سال بعد بورڈ لگ جاتا ہے کہ آہستہ چلیں۔ شرم آنی چاہیے ان لوگوں کو جنہوں نے اسے بنایا تھا اور شرم آنی چاہیے ان لوگوں کو بھی جو اسے دیکھ کر آرام سے گزر جاتے ہیں بااختیار ہوتے ہوئے بھی آرام سے گزر جاتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب والا! ویسے تو سارے پاکستان کا ہی یہ حال ہے لیکن میرے حلقہ میں اس کی انتہا ہو چکی ہے میں یہ بات بھی دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میں جب سے سیاست میں آیا ہوں آج تک ایک ٹیڈی پیسے کے بھی بددیانتی نہیں کی اور جب کوئی ایک پیسے کی بھی بددیانتی ثابت کر دے گا میں سیاست چھوڑ دوں گا۔ میں اپنے حلقے میں انجینئرنگ والوں سے ہاتھ تک نہیں ملاتا اور نہ ہی میں ان سے ہاتھ ملاؤں گا۔ میرے حلقے میں ایک ہسپتال میں یہ ہوا کہ مٹی کی بھرتی کی

جائے بھوسے کی بھرتی ڈال دی گئی۔ پنجاب میں ہم جسے پرالی کہتے ہیں وہ زمینداروں سے لے کر ڈال دی گئی اور اس کے اوپر فرش بنا دیا گیا۔ لوگوں نے مجھے آکر بتایا اور اس کو دیکھا گیا تو واقعی زمین سے بھوسہ نکلا۔ ایک ہسپتال میں پنکھے نصب کیے گئے اور وہ پنکھے اوپر سے گر گئے۔ سڑکوں کی یہ حالت ہے کہ ابھی وہ سڑکیں فائنل نہیں ہوئیں کیونکہ ابھی پوری رقم میسر نہیں ہو سکی لیکن اس کے باوجود وہ ایک دفعہ ٹوٹ چکی ہیں اور ان کی میں مرمت کروا چکا ہوں اور اب پھر ٹوٹی ہوئی ہیں۔ حالانکہ ابھی تک وہ فائنل نہیں ہوئیں اور جب محکمہ اس کو فائنل کرے گا اس کے بعد ان کی جو حالت ہوگی وہ آپ کے سامنے ہے۔ جناب سپیکر! ان حالات کو ہمیں مدنظر رکھنا چاہیے۔ یہاں پر لاء اینڈ آرڈر.....

جناب چیئرمین : چودھری صاحب آپ اپنی تقریر کو سمیٹیں۔

چودھری صداقت علی : اس کے ذمہ دار ہم ہیں' اس کی ذمہ دار ہماری حکومت ہے' آپ لوگ ہیں جو ایوانوں میں بیٹھتے ہیں' ہم ایک ایس ایچ او کو کسی تھانے میں تعینات کرتے ہیں اسے صرف 22 سو روپیہ دیتے ہیں۔ اور اسے کہتے ہیں کہ آپ ہماری جائیداد کی حفاظت کریں' آپ ہماری عزتوں کی حفاظت کریں' آپ گاڑی کا انتظام خود کریں' آپ چالان خود مکمل کریں۔ جناب سپیکر! آپ بھی ایڈووکیٹ ہیں اور میں پریکٹس ان لائر رہا ہوں۔ ایک چالان کو مکمل کرنے کے لیے ساتھ سو لے کر ایک ہزار روپے تک خرچہ آتا ہے۔ کیا حکومت اسے ایک ہزار روپیہ مہیا کرتی ہے' کیا گورنمنٹ اسے ٹرانسپورٹ فراہم کرتی ہے' کیا گورنمنٹ اس کے بال بچوں کے رہنے کے لیے مناسب سہولتیں فراہم کرتی ہے۔ کسی بھی ملک میں کوئی بھی ادارہ ہو' جب تک عدلیہ سے جب تک انتظامیہ سے واسطہ لوگ مطمئن نہیں ہوں گے اس وقت تک احتساب نہیں ہو سکتا' ہمارے ان اداروں سے واسطہ لوگوں کے حالات یہ ہیں کہ پہلے ہی بکنے کے لیے تیار ہیں' انصاف صرف اسی کو ملتا ہے جس کے پاس پیسے ہیں۔

جناب چیئرمین : شکریہ چودھری صاحب۔ تشریف رکھیں آپ دو منٹ زائد لے چکے ہیں۔

چودھری صداقت علی : انصاف اس کو ملتا ہے جو حکمران ہیں' یا جس کے بیوروکریسی سات تعلقات ہیں' یا جس کے پاس پیسہ ہے۔ لیکن جس کے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے وہ کہاں جائے۔ وہ اس ملک کا شہری ہے۔ ہمارے پولیس رولز میں لکھا ہے کہ پولیس کا فرض ہے

حکومت سے وفاداری' اس کے علاوہ بھی کچھ ہے جناب والا یہ تو غلامی کے وقت کا قانون ہے۔ اس کو بدلنا ہوگا' اس کا کام حکومت سے وفاداری بھی ہے' اور انصاف بھی' لوگوں سے انصاف ' کوئی بھی آدمی چاہے وہ غریب ہو چاہے وہ امیر ہو اس کو انصاف ملنا چاہیے۔ اور ہماری عدلیہ پر سب سے کم خرچ کیا جاتا ہے۔ میری یہ استدعا ہوگی کہ بجٹ پر نظر ثانی کی جائے اور ان امور پر زیادہ خرچ کیاجائے۔ ایجوکیشن بھی' ہیلتھ بھی سارے شعبے ہی اہم ہیں لیکن کچھ رقم چاکر اس اہم شعبے میں لگائی جائے تاکہ حالات بہتر ہو سکیں۔

جناب چیئرمین : شکریہ چودھری محمد حنیف صاحب۔

چودھری محمد حنیف : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میں بجٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ آج اس ایوان میں ہمارے جتنے بھی دوستوں نے اظہار خیال کیا ہے واضح اکثریت ان دوستوں کی ہے جنہوں نے مختلف مسائل کے حوالے سے اس بجٹ پر تنقید کی ہے اور اس پر اعتراضات کیے ہیں سوائے ایک وزیر خزانہ صاحب کے۔ کہ جن کی مجبوری تھی کہ بیوروکریسی نے جو کتابچہ انہیں بنا کر دیا جو تقریر لکھ کے دی وہ انہوں نے پڑھ دی۔ لیکن دوسری مجبوری میری سمجھ میں نہیں آتی وہ ہے فنانس پارلیمانی سیکرٹری صاحب کی۔ بہر حال ان کی بھی اپنی کوئی مجبوری ہوگی اور انہوں نے بھی اپنی سیٹ کو برقرار رکھنا ہوگا۔ تو وہ ایسے ہی ہے کہ :

من تو را حاجی بگوئم

تو مرا حاجی بگو

چلئے ملاں کہہ لیجیے۔ تو جناب سپیکر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کا بجٹ ہمارے اس منشور اور اس پروگرام کے تابع نہیں ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ کیا کسی معزز رکن کو رولز relax کر کے تقریر پڑھنے کی اجازت دی جا سکتی ہے ؟

جناب چیئرمین : شیخ صاحب کوئی بھی رکن لکھی ہوئی تقریر نہیں پڑھ سکتا۔ چودھری حنیف صاحب تقریر پڑھ نہیں رہے۔ اور کوئی بھی معزز ممبر رولز کے مطابق لکھی ہوئی تقریر ایوان میں نہیں پڑھ سکتا۔ تشریف رکھیے۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا یہ کہ ہمارے بھائی ہیں اور ان کی

مجبوری ہے یہ ہماری مخالفت کریں گے۔

جناب چیئرمین : چودھری صاحب آپ اپنی تقریر کی طرف رجوع کیجیے۔

چودھری محمد حنیف : میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھی محسن شاہین جنہوں نے حال ہی میں بلدیات کے الیکشن میں ان کے والد کو شکست دی ہے۔ اس لیے ان کا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ان کو اس لیے زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ یہ اس کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اس طرح تو بدلہ نہیں لیا جاسکتا۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! Point of personal explanation

جناب چیئرمین : میں جواب الجواب کی اجازت نہیں دے سکتا۔ شیخ صاحب اور بھی بہت سے مقررین نے تقاریر کرنی ہیں جن میں سہیل ضیاء بٹ صاحب بھی شامل ہیں۔ سہیل ضیاء بٹ صاحب آپ بھی تشریف رکھیے۔ آپ جو بات کرنا چاہتے ہیں اپنی تقریر میں کیجیے گا۔ چودھری حنیف صاحب آپ کو آپ کے وقت سے زیادہ ہرگز نہیں ملے گا۔ شیخ صاحب کی باتوں کا جواب دینے کی جائے آپ اپنی تقریر کیجیے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! میری باتوں کا جواب تو ان کے پاس ہے ہی نہیں۔

جناب چیئرمین : شیخ صاحب مداخلت نہ کیجیے۔ میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ اور چودھری صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیے۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! 32 ارب 33 کروڑ روپیہ جو پنجاب کے لیے مرکزی حکومت کے جٹ میں رکھا گیا۔ ہمارے جٹ میں وفاقی محاصل میں جو رقم ظاہر کی گئی ہے وہ 31 ارب 22 کروڑ روپے ہے۔ ایک ارب گیارہ کروڑ روپے کی رقم کہاں گئی۔ یہ اس میں اتنی بڑی غلطی اور یہ معاملہ۔ میں وزیر خزانہ سے کہوں گا کہ وہ کم از کم ان چیزوں کو دیکھیں اور بھی بہت ساری اعداد شمار کی غلطیاں ہیں۔ میرے پاس ایک پوری تفصیل ہے۔ چونکہ اور بھی بہت سارے مسائل ہیں میں ان کی طرف جا رہا ہوں۔ جناب سپیکر! اس وقت ہمارا جو منشور اور مقصد ہے وہ شریعت کی بالا دستی ہے۔ لیکن کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ مرکزی حکومت نے سود کی ادائیگی کے لیے 93 ارب روپیہ اپنے جٹ میں مختص کیا ہے۔ اور ہماری حکومت نے 64 ارب 34 کروڑ روپیہ سود ادا کرنا ہے۔ یہ ہماری اپنی حالت ہے۔ اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس وقت بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں بھی سبحان اللہ۔ کہ

ہم خود اس چکر میں اس اعداد سے اپنے آپ کو چھٹکارہ نہیں دلا سکے۔ جناب سپیکر! جب تک ہم اپنی معیشت کو' اپنے نظام کو صحیح معنوں میں اللہ کے احکام کے مطابق نہیں ڈھالیں گے تو ہمارے مسائل حل نہیں ہو سکیں گے۔ اور اس وقت تک ہم صحیح معنوں میں اپنی منزل کو نہیں پا سکیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو شریعت کے تابع بنا لیں یہ نہیں کہ ایک چیز تو شریعت میں سے لیں اور باقی نہیں۔ "ادخلوفی سلمی کعبہ" پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

جناب سپیکر اس وقت تک ہمارے اس بجٹ میں جائیداد کی منتقلی پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ یہی جو جائیداد فروخت کرنے والے ہیں ان پر بھی ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ وہ لوگ کتنے مظلوم ہوتے ہیں کہ جو قرضہ اٹھا کر مکان بناتے ہیں اور پھر وہ آدمی بڑی مشکل حالات میں بڑی ہی عجیب حالت میں اپنا مکان بیچتا ہے۔ اسی اسمبلی نے پانچ سال پہلے گین ٹیکس ختم کیا تھا اور جائیداد کی منتقلی پر جو ٹیکس ہے یہ گین ٹیکس کی ہی ایک صورت ہے جو فروخت کرنے والوں پر لگا دیا ہے یہ اسی کی ایک شکل ہے۔ اور یہ اس میں یہاں پر لاگو کر دیا گیا۔ جناب سپیکر! سینماؤں پر ٹیکس کی شرح میں کمی کس بنیاد پر ہوئی۔ مرکزی وزیر ثقافت تشریف لائے' معلوم نہیں کہ انہوں نے وزیر اعلیٰ کو کیا دکھایا یا پھر وہ کس کس حور سے متاثر ہوئے' کہ سینماؤں پر ٹیکس کی شرح کو کم کروا دیا۔ اور دکھ کی بات ہے کہ یہ سینما جو اس وقت پورے ملک میں فحاشی کے اڈے بن چکے ہیں اور یہاں blue print چلتے ہیں کس کو معلوم نہیں؟ سب لوگوں کو معلوم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کی فلموں کے اور ان کے معاملات کیا ہیں اس پر تو کئی گناہ زیادہ ٹیکس لگنا چاہیے تاکہ اس وبا سے نونہالان چمن کو بچایا جا سکے۔

جناب چیئرمین : شیخ طاہر رشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! جن سینماؤں میں "لکھیاں اڈیکدیاں" چلتی ہیں' وہ تو خلاف شرع نہیں ہیں۔ میں اس سلسلے میں آپ کی رہ نمائی چاہوں گا۔

جناب چیئرمین : شیخ صاحب! یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ چودھری حنیف صاحب! آپ اپنی بات مکمل کیجیے۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! ہمارے وزیر ثقافت جناب شیخ رشید صاحب۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین : شیخ صاحب! آپ مداخلت نہ کیجیے۔ ورنہ آپ کے بہت سے ساتھی تقریر نہیں کر سکیں گے۔ آپ تشریف رکھیے۔ شیخ صاحب! آپ کس پوائنٹ پر بول رہے ہیں؟ آپ تشریف رکھیے۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی اس ٹیکس کو پورا کرنے کے لیے بچوں کے پارکوں اور فن لینڈ پر جو ڈیوٹی لگائی گئی ہے یہ بھی زیادتی ہے۔ غریب بچوں کے لیے یہی ایک جگہ تھی کہ جہاں وہ بغیر ٹکٹ بغیر کسی ٹیکس کے جایا کرتے تھے۔

جناب چیئرمین : آپ وائنڈ اپ کیجیے۔ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

چودھری محمد حنیف : مجھے ابھی پانچ منٹ ہوئے ہیں۔ میں وقت دیکھ رہا ہوں۔ سارا وقت تو انھوں نے لے لیا ہے۔

جناب چیئرمین : آپ کی تقریر کا وقت مکمل ہو چکا ہے۔ آپ وائنڈ اپ کیجیے۔ (مداخلت) شیخ صاحب! آپ اس طرح بول کر کوئی اچھی روایات قائم نہیں کر رہے۔ چودھری خادم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری خادم حسین : جناب والا! بڑے ادب کے ساتھ آپ سے بھی گزارش کروں گا اور شیخ صاحب سے بھی یہی گزارش کروں گا کہ یہ اسمبلی کا وقار سمجھیں۔ ایسا نہیں کہ جب ان کا جی چاہے اٹھ کے کھڑے ہو جائیں۔ اگر انھوں نے یہ تماشا ہی لگانا ہے تو کسی اور جگہ مداری کا تماشا لگالیں۔ اسمبلی کے وقار کو مجروح نہ کریں۔ میں آپ کی وساطت سے انھیں یہ گزارش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : شکریہ چودھری صاحب۔ میں نے پہلے انہیں عرض کیا ہے کہ کسی بات کے بغیر کسی پوائنٹ کے بغیر اس طرح اٹھ کر بات نہیں کرنی چاہیے۔ یہ اچھی روایات قائم کرنے کی نشانی نہیں۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! اسی طرح دو دو تین تین وزارتیں جس منسٹر کے پاس ہیں ان کی بقیہ وزارتوں کا خرچہ تو چھنا چاہیے۔ یہ دیکھا جائے کہ جس منسٹر کے پاس دو وزارتیں ہیں تو جو دوسری وزارت ہے گاڑی اور عملہ اور جو اس کے باقی اخراجات ہیں' کیا وہ بچ رہے ہیں؟ میرے خیال میں وہ اخراجات بھی اتنے ہیں جتنے اس وزارت کے ہیں۔ یہ اخراجات بھی چھنے چاہییں۔ اور اس طرف بھی توجہ دی جانی چاہیے۔

جناب چیئرمین : شکریہ چودھری صاحب۔
چودھری محمد حنیف : میں نے ابھی جٹ پر بات ہی نہیں کی۔ مجھے ابھی پورا وقت نہیں ملا۔
جناب چیئرمین : آپ تشریف رکھیے۔
چودھری محمد حنیف : میں تھوڑی سی باتیں اپنے علاقے کے مسائل کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔
جناب چیئرمین : آپ کی تقریر کا وقت مکمل ہو چکا ہے۔
چودھری محمد حنیف : نہیں جناب سپیکر! میرے پاس گھڑی ہے۔ میں ابھی چھ سات منٹ ہی بول سکا ہوں۔ تین منٹ میں ختم کرتا ہوں۔
جناب چیئرمین : آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ آپ وائنڈ اپ کیجیے۔
چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! میں آر ڈی اے راولپنڈی کے سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے ایک دوست نے کہا ہے کہ آر ڈی اے کو ختم کیا جائے۔ نہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آر ڈی اے ہماری کوششوں اور ہماری محنت سے بنا تھا اور اس کو قائم رہنا چاہیے لیکن اس میں ہونے والی کارروائیوں اور اس کی ناکامیوں کا سدباب ہونا چاہیے۔ اس کو فعال بنانا چاہیے۔ اور اس کے لیے سکیمیں تیار کی جانی چاہیں۔ اس طرف توجہ دی جانی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر جتنا اب تک فنڈ لگ چکا ہے اور جتنے اخراجات ہماری حکومت اس کے لیے کوئی نئی سکیمیں بنائے گی۔
جناب سپیکر! آخر میں اتنا ہی کہوں گا کہ افغانستان کا مسئلہ ہو' کشمیر کا مسئلہ ہو' ایٹمی پروگرام کا مسئلہ ہو' رشوت' ظلم اور ناانصافی کے خاتمے کا مسئلہ ہو' ہم نے قوم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم ان کو ختم کریں گے۔ اسلامی جمہوری اتحاد کا یہ وعدہ تھا۔ ہم اس وعدے پر قائم ہیں اور اس کو پورا کریں گے۔ انشاء اللہ ہم اس کے لیے پوری جان اور مال لگا رہے ہیں۔ جس طرح افغانستان میں ہمارے ہزاروں ساتھی قربان ہوئے اور ہماری جان و مال سے وہاں جہاد کامیاب بھی ہوا اسی طرح کشمیر میں بھی ہماری کوشش جاری ہے۔
جناب چیئرمین : شکریہ چودھری صاحب۔
چودھری محمد حنیف : میں آخر میں اپنی علیحدگی کے بارے میں چند اشعار کہہ کر ختم کرتا ہوں۔

کچھ ہماری شرافت کی مجبوریاں
کچھ تمھاری نزاکت کی مجبوریاں
تم نے روکے محبت کے خود راستے
یونہی ہم میں ہوتی گئیں دوریاں
کھول تو دوں میں راز محبت مگر
تیری رسوائی مجھ کو گوارا نہیں

جناب چیئرمین : شکریہ۔ پیر احمد شاہ کھگہ آفریدی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میر بادشاہ خان آفریدی : چودھری حنیف صاحب کے شعروں کے جواب میں تو پہلے ہی ہمارے شیخ طاہر رشید صاحب کہہ چکے ہیں ہم نے تو انھیں نکالا ہی نہیں۔ ہم انھیں واپس لانے کو تیار ہیں۔

جناب چیئرمین : یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ (پی پی- 186 ساہیوال) : جناب سپیکر صاحب! میرا خیال ہے کہ شیخ صاحب کو سارا وقت دے دیا جائے۔ اگر وہ اس سے خوش ہو سکتے ہیں تو میں اسمبلی کے ممبران کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ایک سالم دن انھیں دے دیں۔

چودھری خادم حسین : میں اتفاق کرتا ہوں سارے ممبران خاموش ہو جائیں اور شیخ صاحب اپنی پوری بھڑاس نکال لیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم الحمد للہ رب العالمین۔

جناب سپیکر! کسی وقت آپ سپیکر ہیں اور کسی وقت ہمارے ساتھ ممبر ہیں۔ تو کوئی ایسا مسئلہ نہیں۔ لیکن آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا خیال تھا کہ جمہوریت ہونی چاہیے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے محبوب۔

وامرھم شوریٰ بینھم

تم ایک ایسی مجلس تیار کرو جس سے مشورہ لیتے رہو

لیکن آج کل وہ رواج اس لیے ہٹایا گیا کیونکہ ہمارے کافی سارے معززین اسلام حضرت علی

مرتضیٰ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور جن حکومتوں نے جمہوریت کی تجویز بنائی انھوں نے کہا کہ مارا دھاڑی اس طرح ختم ہو سکے کہ دو چار سال ان کو رکھا جائے۔ انھیں علم ہو کہ دو چار سال کے بعد بدل جانا ہے۔ درحقیقت جو بری بات ہم میں ہو اس پر اگر اپوزیشن والے تنقید کریں تو کوئی بری بات نہیں جو ان کی بری بات ہو، ان پر ہم اعتراض کریں تو کوئی بات نہیں اگر ان کی کوئی اچھی بات ہو اور ہم اس کو لیں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ مسئلہ اس طرح سے ہے کہ زیادہ بددیانتی اس شکل میں چلائی گئی کہ انھوں نے کارروائی ایسی شروع کی کہ سلائی مشینیں اور کھادیں چھوٹی چھوٹی جگہ پر تقسیم کر دی گئیں اور لوگ سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں کے حساب سے کھا پی گئے اور نقصان ہوا اس سے بھی بددیانتی چلی اور کچھ اس سے پہلے بھی چلی۔ اسے سے کئی واقعات پیدا ہوئے۔ ضمنی جٹ بھی پیش ہوا ہے اور سالانہ جٹ بھی پیش ہوا ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

اور بڑے اچھے طریقے سے جٹ بنایا گیا ہے۔ ہمیں بڑی خوشی ہے لیکن جٹ پر کچھ اعتراض بھی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ جب ہمارا ملک غریب ہے تو پھر جٹ بھی اس قسم کا بنانا چاہیے جس سے خرچ اخراجات بہت کم ہوں اور خرچ اتنا نہ ہو کہ ہمیں باہر سے قرضے لینے پڑیں۔ یا کوئی ایسی چیزیں لینی پڑیں۔ جس سے ہمیں مجبور ہو کر کوئی نئے ٹیکس تجویز کرنے پڑیں۔ انھیں جٹ میں اس قسم کے حالات پیدا کرنے چاہییں کہ جس سے غریب ملک کی شان میں کمی نہ ہو اور اس کی بدتعریفی بھی نہ ہو۔ مثلاً بے شمار گاڑیاں ہیں۔ تو تھوڑی گاڑیاں بھی رکھی جا سکتی ہیں اور ضلعوں کا انتظام ہو سکتا ہے۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ تھانے دار صاحبان تھانوں میں گھوڑے رکھتے تھے اور گھوڑوں کے ذریعے وہ علاقے کی گشت کرتے تھے اور گھوڑوں کے ذریعے ان مجرمان یا اشتہاری مجرمان کو پکڑتے تھے۔ لیکن گھوڑے کا خرچ انھیں صرف پینتالیس روپیہ دیا جاتا تھا اور اس کے علاوہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ جب بے شمار کاریں، پجارو قسم کی بڑی بڑی گاڑیاں اور بڑی اچھی اچھی قسم کی گاڑیاں ان لوگوں میں تقسیم کی گئیں تو اتنی ہی بدانتظامی، اتنی ہی بددیانتی اور اتنا ہی زیادہ خدشہ اور خطرہ ہمارے ملک میں بڑھا ہوا ہے۔ تو اس کے متعلق بھی جٹ میں یہ چیزیں لانی چاہیے تھیں کہ کس طرح کنٹرول کیا جائے۔ میرے پیچھے ممبر صاحبان یہ فرما رہے تھے کہ یہ جٹ تو بھٹی پاس ہوا ہوا ہے۔ جٹ تو بنا ہوا ہے۔

اب ہمیں تو ویسے تقریریں کرنی ہیں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جٹ تو ہو چکا۔ میں نے انھیں عرض کیا کہ آپ کی تقریروں کے نوٹ وہ لیں گے۔ آپ کی تقریریں وہ سنیں گے۔ اس میں اچھی باتیں ہوئیں تو اس پر عمل ہوگا۔ آپ تقریروں اور اس کہانی کے متعلق اتنی مخالفت دل میں نہ کریں۔ کیونکہ کوئی اچھی اچھی باتیں آئیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہماری گورنمنٹ' ہمارے وزیر اعلیٰ اور ہمارے وزیر اعظم اس پر ضرور غور فرما کر اس کا اچھے طریقے سے کوئی انتظام فرمائیں گے۔

جناب سپیکر : پیر صاحب! آپ تقریر کر چکے ہیں؟

پیر احمد شاہ کھگہ : جناب والا! مجھے تو ابھی ایک منٹ ہوا ہے۔ جناب والا! دراصل آپ کے ملک کی ستر اسی فیصد آبادی غریب زمیندار اور کاشت کار کی ہے۔ لیکن اس کے متعلق اس جٹ میں کچھ زیادہ نہیں سوچا گیا۔ کہ ان لوگوں کو کس طرح اچھے طریقے سے حال کیا جائے۔ ان کو کس طرح اچھے طریقے سے رہنے سہنے' بیٹھنے اور کام کرنے دیا جائے۔ جٹ تو بنتے رہتے ہیں۔ کاروں پر بھی خرچ ہوتے رہتے ہیں۔ بڑے بڑے خرچ اخراجات ملک میں ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اسی فیصد آبادی جو کہ اس ہاؤس کو بناتی ہے۔ جس کے ووٹوں سے یہ ھاؤس قائم ہوتا ہے اس کا خیال تو ضرور رکھا جانا چاہیے تھا۔ اس کا خیال زیادہ نہیں رکھا گیا۔ ٹریکٹر' ڈیزل کیڑے مار دوائیاں' کھاد کے سلسلے میں تفاوت کیا گیا ہے اور ان کے بے شمار بھاؤ بڑھائے گئے ہیں جنہیں ہمارے بے چارے زمیندار اور چھوٹے کاشت کار خریدنے سے قاصر ہیں۔ (نعرہ ھائے تحسین) جناب والا! کہا یہ جاتا ہے کہ زمیندار اور کاشت کار اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ اگر اس ستر اسی فیصد آبادی کا خیال نہ رکھا گیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ وہ لوگ تو بے چارے خاموش ہیں۔ وہ نہ کوئی جلوس نکال سکتے ہیں اور نہ کوئی ہڑتال کر سکتے ہیں۔ ورنہ اگر وہ ہڑتال کر دیں تو میرا خیال ہے کہ یہ ہمارے شہری بابو صاحبان دو تین دن فٹ پاتھوں پر بیٹھ کر مر جائیں۔ کیونکہ تمام اجناس فروٹ سبزیاں اور دودھ پیدا کرتے ہیں اور شہروں کو بھیج دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ ان چیزوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ پھر یہ لوگ انہیں ذلیل بھی کرتے ہیں کہ ان پر ٹیکس لگایا جائے۔ یہ کیا جائے۔ ہم پر زیادہ ٹیکس ہے۔ حالانکہ کئی چیزیں ایسی ہیں جن کی قیمت پندرہ بیس روپے ہے لیکن جب وہ مل میں جاتی ہے تو اس کی قیمت 120روپے ہو جاتی ہے جس میں کم از کم ان کو سو روپے کا منافع ہوتا ہے چاہے اس

میں پچاس روپے مل کا خرچہ بھی شامل کر لیا جائے۔ تو پچاس روپے کی پھر بھی بچت ہے۔ تو وہ لوگ بھی سوچیں کہ ان پر ٹیکس لگایا جائے اور ان کو اس طرح ڈاؤن کیا جائے تو یہ میرے خیال میں زیادتی ہو گی۔

جناب والا! گھوڑی پال مربعوں کا ایک مسئلہ ہے جو ہمارے تین چار اضلاع میں ہے۔ وہ کوئی پانچ دس ہزار کے قریب مربعے ہیں۔ جن پر ستر سال سے وہ لوگ گھوڑیوں کی اور مربعوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ لیکن آج تک ان کو حقوق ملکیت نہیں دیا گیا۔ اور نہ ہی آج تک ان کی کوئی خاص پنشن کی گئی ہے۔ بلکہ آج کل تو یہ جھگڑا کھڑا ہوا ہے کہ جس کی گھوڑی بچہ نہ دے اس کو وہ remount آفیسر بلاتے ہیں اور اس سے کوئی فچر لیتے ہیں۔ اگر فچر نہ ہو تو دس بکرے لے لیتے ہیں۔ تو اس قسم کا ان کا بڑا جھگڑا ہوا۔ تو اس کے متعلق بھی ہمارے وزیر خزانہ صاحب اور تمام وزراء صاحبان بھی غور فرمائیں کہ ان کو حقوق ملکیت ملنے چاہئیں۔ کیونکہ تیس بتیس سالوں کے بعد تو آدمی پنشن لے لیتا ہے تو ان کو ستر بہتر سال ہو گئے ہیں۔ ان کے باپ دادا وہ مربعے آباد کرتے رہے اور ملک کی خدمت کرتے رہے۔ اس لیے یہ گھوڑی پال مربعے ضرور ان کی ملکیت میں ہو جانے چاہئیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور ویران ہمارے رقبے پڑے ہیں وہاں سٹڈ قسم کے فارم بنا دیے جائیں جس طرح سرگودھا میں ہیں۔ کئی جگہوں پر موٹا ڈپو ہیں۔ تو وہاں وہ گھوڑے اور فچر پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی ہمارے تمام وزراء صاحبان اور اسمبلی غور کرے کہ ان لوگوں کو میعاد دلائی جائے۔ جناب والا! ایک اور مسئلہ جو قابل غور ہے اسے اگر آپ بھی سنیں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ ایک دو آدمی ہمارے ملک میں آگئے ہیں کہ جن کا جھگڑا ختم ہی نہیں ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! آپ ذرا غور فرمائیں کہ دو آدمی اس قسم کے ہمارے ملک میں آگئے ہیں کہ جن کا کوئی سدباب ہماری گورنمنٹ بھی نہیں کر سکتی اور نہ کوئی آدمی کر سکتا ہے۔ وہ کون ہیں؟ ایک کا نام رشوت علی اور ایک کا نام سفارش علی ہے۔ دونوں نے دنیا کو اس طرح خراب کر رکھا ہے یعنی ہمارے ملک کو اس طرح خراب کر رکھا ہے کہ جہاں سفارش علی بات ذرا کم مانی جائے تو پھر فٹافٹ رشوت علی وہاں پہنچ جاتا ہے۔ اور جس وقت وہ پہنچتا ہے تو میرا خیال ہے کہ پھر دوسروں کو ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت نہیں وہ آپ کا مسئلہ فوری طور پر حل کرا کر چلا جاتا ہے۔ حالانکہ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ رشوت علی کوئی قائد اعظم کے

دوست تھے۔ یا انہوں نے کسی پارٹی کو کامیاب کرایا ہے۔ انہوں نے کوئی ایسی حکومت بنائی ہے جس سے کہ ان کی روک تھام نہیں ہو سکتی۔ وہ رشوت علی اور سفارش علی کا قلع قمع ہونا چاہیے۔ ان دو آدمیوں کو۔ ان دو بھائیوں کو ملک سے نکال دینا چاہیے۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جناب سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر! فاضل رکن بار بار رشوت علی اور سفارش علی کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہ کے نام سے نسبت ظاہر ہوتی ہے اور مسلمان کے ذہن میں بھی یہ بات آتی ہے۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ فاضل رکن سے کہا جائے کہ اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کریں۔

جناب سپیکر : پیر صاحب! آپ ان کی بات پر غور نہ فرمائیں اور اپنی بات جاری رکھیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ : جناب والا! رشوت خان اور سفارش خان ان کے نام رکھ لیتے ہیں۔ اب خاں صاحب بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میری آپ کی وساطت سے تمام وزراء صاحبان اور اسمبلی سے بھی یہ خاص قسم کی عرض ہے حالانکہ میں تو آپ کو ہی سامنے رکھ کر یہ بات کر سکتا ہوں کہ زمیندار کاشت کار کا برا حال ہے۔ اس کے متعلق کوئی خاص پروگرام سوچا جائے۔ جس سے ملک کی ترقی اور ان کی معاشی حالت ان کا رہن سہن اور ان کے بچوں کی تعلیم اور ان کے گھر کے اخراجات اچھی طرح پورے ہو سکیں۔ جب ہم فصل کاشت کر کے اسے فروخت کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تیل، کھاد اور ٹریکٹر کا خرچہ ہی پورا ہوتا ہے اور بقایا کچھ نہیں بچتا۔ تو جناب سپیکر! جب وہ ستر اسی فیصد آبادی اس قسم کی ہے اور پھر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو یہ بھی انصاف کے خلاف ہوگا۔

جناب والا! نہروں کی کھدائی کی گئی ہے۔ یہ بڑا اچھا کام کیا گیا ہے۔ لیکن وہ نہر والے بادشاہ اور افسران نے کیا کیا ہے کہ نہریں زیادہ گہری کھودیں۔

جناب سپیکر : پیر صاحب! شکریہ۔ آپ کی تقریر کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

پیر احمد شاہ کھگہ : جناب والا! صرف ایک سیکنڈ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ نہروں کی کھدائی اتنی گہری کی گئی ہے کہ موگوں سے پانی نیچے ہو گیا ہے اور انہیں پورا پانی

نہیں ملتا۔ تو اس کے متعلق بھی کوئی بندوبست کرلیا جائے۔ مہربانی۔

جناب سپیکر : شیخ روحیل اصغر صاحب۔

شیخ روحیل اصغر : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب سپیکر! میں کوشش کروں گا کہ چند الفاظ میں ہی اپنی بات ختم کردوں۔ جناب سپیکر! یہاں آپ بھی سن رہے ہیں۔ سارا ایوان سن رہا ہے۔ دوست صاحبان سن رہے ہیں۔ اس ایوان میں عجیب و غریب قسم کی روایات قائم ہو رہی ہیں۔ جہاں تک تو میں نے پڑھا بھی اور سنا بھی ہے کہ باپ کو بھی اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی اور اپنے لیڈران کو بھی یہاں تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جو ہمارا مقصد قطعی نہیں تھا۔ جٹ پر تقریر کرتے ہوئے کچھ دوست اس کی حمایت کریں گے کچھ دوست اس کی مخالفت کریں گے۔ یہ ہر معزز ممبر کی دوست کی اپنی رائے ہے۔ اپنی سوچ ہے اور اس کو بیان کرنے کا اپنا انداز ہے۔ لیکن ایک دوسرے پر یوں کیچڑ اچھالنا۔ یوں ایک دوسرے کے خلاف اس فورم پر کھڑے ہو کر باتیں کرنا میں سمجھتا ہوں یہ قطعی طور پر مناسب نہیں ہے۔ جو دوست کل تک ہمارے ساتھ تھے آج اگر کسی وجوہات کی بناء پر ہمیں چھوڑ کر دوسری طرف چلے گئے ان پر تنقید کرنا اور وہ دوست جو ہمیں چھوڑ کر دوسری طرف چلے گئے وہ اپنے ماضی کے دوستوں پر تنقید کریں یا کیچڑ اچھالیں یہ دونوں طبقوں کو' دونوں طرف سے دوستوں کو زیب نہیں دیتا۔ بردباری حوصلہ اور میں سمجھتا ہوں کہ برداشت کرنے کی ہمت ہونی چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے علاقے کے جہاں سے ہم ووٹ لے کر جن لوگوں کی ہم یہاں نمائندگی کرنے آئے ہیں ان کی بات کریں۔ جٹ پیش کر دیا گیا۔ تعلیم کے لیے صحت کے لیے زراعت کے لیے آپ نے رقوم مخصوص کر دیں۔ بات کریں گے۔ آپ اپنی رائے دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں رد و بدل تو ناممکن۔ ہمیں ہر حال میں اس کو "ہاں" کہنا ہے لیکن اپنی ذمہ داری ضرور پوری کی جائے گی۔ ایک اور ایشو یہاں کھڑا کر دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی گری ہوئی بات' اس ملک میں جہاں فرقہ ورایت ہے۔ جہاں اور بہت سارے issues ہیں۔ جس کا جو جی چاہتا ہے ایشو کھڑا کر دیتا ہے۔ کوئی کشمیر کو اپنی انا کا ایک مسئلہ بنا کر بیٹھ جاتا ہے۔ کوئی افغانستان کے مسئلے پر اپنی سیاست کو چمکاتا ہے۔ آج ایک نیا ایشو یہاں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ شہری اور دیہاتی کو آپس میں لڑانے کی کوشش کر دی گئی۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھتا ہوں کہ جو شہریوں کی حمایت کرتے ہیں وہ یہ کیوں بھول جاتے

ہیں کہ دیہاتی ان کے لیے محنت کر کے غلہ اگاتے ہیں اور جو دیہاتی شہریوں کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات کو کیوں بھول جاتے ہیں کہ شہری جو شہر میں رہنے والے ہیں اپنی محنت سے اس ملک کو چلا رہے ہیں تو جب یہ دونوں طبقے ایک ہی ملک میں رہنے والے' ایک ہی ملک میں بسنے ایک ہی گاڑی کے دو پہیے ہیں تو پھر یہ باتیں کیوں؟ میں سمجھتا ہوں کہ صرف اس لیے ہیں کہ اپنے اپنے حلقے کے جو ہمارے بولنے والے دوست ہیں ان کو ورغلانے کی کوشش کی جاتی ہے اپنے نام کو اخبارات میں چھپوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ ہمارے ان الفاظ سے کیا نقصان پہنچے گا؟ خدارا اپنے آپ کو پہچانیے اور آپ کی پہچان صرف پاکستان کی وجہ سے ہے جس کو ہم نے بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کیا تھا۔

جناب سپیکر! تعلیم کے لیے آپ نے رقم رکھ دی۔ میں اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ اس رقم کو اور بڑھا دیجیے لیکن جو رقم آپ تعلیم کے شعبے پر رکھتے ہیں اس کا صحیح استعمال دیکھنا بھی آپ کی ذمہ داری بنتا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میں نے ایک بات یہاں وزیر تعلیم سے پوچھی تھی کہ لاہور کی آبادی کتنی ہے؟ لاہور میں کالج کتنے ہیں؟ لاہور میں جتنے کالج ہیں کیا وہ لاہور کی آبادی کے لیے پورے ہیں؟ اگر پورے نہیں تو آپ خواہ مخواہ اپنے پیسے کو کیوں ضائع کرتے ہیں۔ ذرا غور کیجیے کہ جس کے پاس پیسہ ہے اس کا بچہ چاہے انگلینڈ میں پڑھے۔ چاہے امریکہ میں پڑھے۔ اس کے لیے کوئی مجبوری نہیں لیکن آپ کی 80% آبادی کے رہنے والے غریب لوگوں کے بچوں کو صحیح تعلیم نہیں مل رہی۔

جناب سپیکر! صحت کی طرف دیکھ لیجیے۔ کتنی شرم کی بات ہے۔ آپ صحت کے شعبے میں پیسہ رکھتے ہیں۔ آج تک لاہور میں سوائے ایک گورنمنٹ ہسپتال جب سے پاکستان بنا ہے اس کے علاوہ وزارت صحت نے کوئی ہسپتال لاہور کی آبادی کے لیے تعمیر نہیں کیا۔ کوئی شعبہ کھڑا کر دینا' کوئی بنے ہوئے ہسپتال میں ایک اور بلاک بنا دینا یہ کام نہیں ہے۔ میں جس حلقے سے تعلق رکھتا ہوں وہ انتہائی غریب حلقہ ہے۔ انتہائی پسماندہ علاقہ ہے۔ کوئی ایک سرکاری ہسپتال وہاں نہیں ہے۔ تعلیم کا یہ عالم ہے کہ چار حلقوں پر محیط اس حلقے میں ایک ڈگری کالج لڑکیوں کے لیے' ایک ڈگری کالج لڑکوں کے لیے ہے۔ جناب سپیکر! یہ ناانصافی ہے۔ اگر آپ نے اس طرف نہ دیکھا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پھر آپ کو فتنہ پیدا کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ پھر آپ کو شہری اور دیہاتی لوگوں کو لڑانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

اتنا depression ہوگا' اتنی exploitation ہوگی کہ پھر آپ کا اور میرا اللہ ہی حافظ ہے۔ پھر میرے پیپلز پارٹی کے دوستوں کو اپنے لیڈران پر جہاں تنقید جو ہوتی ہے اس کو چھانے کی کوشش کرنی پڑے گی اور نہ آئی جے آئی کے دوستوں کو اپنے لیڈران پر کی گئی تنقید پر اپنے آپ کو کلیئر کرنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ اگر ہم نے اپنی سمت کو صحیح نہ کیا' اگر ہم نے اپنی سوچ کو درست نہ کیا تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن دوستوں نے ہم پر اعتماد کیا' جن دوستوں نے' ہمارے حلقے کے رہنے والے عوام نے ہم پر اعتماد کیا ان کا اعتماد پارہ پارہ ہو جائے گا۔ ہماری شخصیت بکھر کر رہ جائے گی۔ ہمیں تھوڑا سا سیاست سے نکل کر ایک صحیح سمت کی طرف دیکھنا پڑے گا۔ ہمیں پاکستانی کی حیثیت سے سوچنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! یہاں قانون کی بات ہوتی ہے۔ یہاں پولیس کو پیسہ دینے کی بات ہوتی ہے۔ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ میں اگر ممبر پنجاب اسمبلی ہوں' ایک شخص کا اگر چہ قتل ہو جاتا ہے' ایک شخص کا اگر بھائی قتل ہو جاتا ہے' تو وہ میرے پاس کیوں آتا ہے؟ وہ سیدھا تھانے میں جا کر اپنا انصاف کیوں نہیں لیتا؟ اس لیے نہیں لیتا کہ ہمارا چیک اینڈ بیلنس نہیں ہے۔ ہمارے پاس ایسے اختیارات نہیں ہیں۔ ہمیں اختیارات نہیں دیئے گئے۔ ہمیں اس قابل نہیں کیا گیا۔

(معزز ممبر چند لمحے کے لیے خاموش ہوگئے)

جناب سپیکر! میں معذرت چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لیے خاموشی اختیار کر گیا۔ میری باتیں مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے غیر اہم ہیں اس لیے ان کے دوران ہی میں' آپ سے معذرت کے ساتھ انہی چند باتوں سے آپ کا بہت مشکور ہوں' ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے وقت عنایت فرمایا۔ میں نے سوچا کہ میں وقت سے پہلے ہی اپنی تقریر ختم کر دوں اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ چند ساتھی میرے ان باتوں کو شاید اچھا محسوس نہیں کر رہے تو میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ بھی وہی ہو جو باقی دوستوں کے ساتھ ہوا کیونکہ میں ایک دفعہ بھگت چکا ہوں اور بار بار مجھ میں بھگتنے کی ہمت نہیں۔ میں جناب آپ کا حکم بجا لاتا ہوں آپ بڑے ہیں' میں چھوٹا ہوں۔ جناب سپیکر! میں نے تو اپنے دل کی بات کی۔ میں نے تو وہ باتیں کیں جو شاید اچھی نہ لگیں' پسند نہ آئیں لیکن میں تو اتنا ہی کہوں گا کہ اگر آپ گرانٹ دیتے ہیں تو اس کا پھر استعمال میں لانا آپ پر فرض بنتا ہے کہ ایک ایک پائی جو قوم کی امانت ہے وہ صحیح

انداز میں خرچ ہونی چاہیے۔ ایک جگہ تو آپ دن اور رات' رات اور دن میں کالج کھول دیتے ہیں وہاں ہسپتال بنا دیتے ہیں اور ایک جگہ ایسی ہے جہاں بس ھا بس سے کسی قسم کی کوئی بنیادی سہولت موجود نہیں۔ یہاں دوست کہتے ہیں کہ میرے حلقے میں پینے کا پانی نہیں۔ کیا وہاں انسان نہیں بستے؟ کچھ دوست کہتے ہیں کہ میرے حلقے میں کالج نہیں۔ کیا وہاں ماں باپ کی یہ آرزو نہیں کہ ان کا بچہ بھی پڑھ کر کہیں اچھی جگہ ملازم ہو جائے؟ تو یہ ناانصافی کیوں ہے؟ یہ صرف اس لیے ہے کہ جناب یہاں بادشاہت مقرر کر دی گئی۔ یہاں تفریق پیدا کر دی گئی۔ اس تفریق کو ہمیں مٹانا ہوگا۔ آنے والے کل کو ہمیں بہتر بنانے کے لیے اپنے آپ کو پہچاننا ہوگا۔ سب سے پہلے ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا۔ کسی پر انگلی اٹھانے سے پہلے ہمیں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا ہوگا کہ ہم میں کوئی کوتاہی' ہم میں کوئی غلطی تو نہیں؟ اگر ہم میں خود غلطی ہے تو پہلے ہمیں اسے درست کرنا پڑے گا۔ جناب سپیکر! ہمیں احتساب کے عمل کو پہلے اپنے گھر سے شروع کرنا ہوگا۔ انصاف لانا ہوگا۔ انصاف کرنا ہوگا۔ اور اس سے بے انصافی سے پردہ اٹھانا ہوگا۔ ہمارا کام صرف اتنا نہیں کہ ہم یہاں ایک دوسرے کی جماعتوں پر کیچڑ اچھالیں۔ ایک دوسرے کے لیڈران پر کیچڑ اچھالیں اور پھر اپنے لیڈران سے جا کر داد وصول کریں گے۔ اس سیاست سے ہمیں نکلنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کا بے انتہا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

جناب سپیکر: شکریہ شیخ صاحب۔

اس وقت کچھ صورت حال یوں ہے کہ میرے پاس کچھ معزز اراکین کے نام موجود ہیں جو بحث پر بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل نام ہیں۔

میاں عبدالستار

میاں شہباز احمد

ملک احمد علی اولکھ

ڈاکٹر محمد شفیق

راجہ جاوید اخلاص

راجہ محمد بشارت

چودھری خادم حسین

سہیل ضیاء بٹ
ریاض احمد قتیانہ
حاجی سردار خان
سردار ظہور احمد قیصرانی
سید چراغ اکبر صاحب
تو اس میں مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ صاحبان جن کے میں نے نام لیے ہیں ان میں ماسوائے ملک احمد علی اولکھ صاحب کے اور صاحبان آج کی بحث میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔ سید اکبر شاہ صاحب نے تو حزب اختلاف کی طرف سے بات کرنی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو winding ابھی ڈے کے سیشن میں ہی ہو سکتی ہے۔

حاجی غلام رسول خان شادی خیل : جناب سپیکر! میں نے اپنا نام بحث کی تقریر کے لیے دیا تھا مگر میرا نام اس لسٹ میں نہیں آیا۔

جناب سپیکر : میرے پاس تو آپ کا نام نہیں آیا۔

حاجی غلام رسول خان شادی خیل : جناب والا! میں نے تو اپنا نام دیا تھا۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب' میرے پاس تو آپ کا نام نہیں ہے۔

چودھری عبدالحمید : جناب والا! میرا بھی نام اس لسٹ میں شامل ہے۔

جناب سپیکر : چودھری عبدالحمید صاحب.....

ملک محمد دین : جناب والا! میرا بھی نام شامل تھا.....

جناب سپیکر : جی ملک محمد دین صاحب.....

جناب عبدالستار : جناب سپیکر! یہ جو اب یہاں پر یہ کہا گیا ہے کہ کچھ صاحبان اب بحث میں حصہ نہیں لینا چاہتے ہم سے تو اس بارے میں کسی نے نہیں پوچھا انہوں نے اپنے طور پر ہی یہ کہہ دیا ہے۔

جناب سپیکر : جی چودھری صاحب'

جناب عبدالستار : جناب والا! ہم سے تو کسی نے نہیں پوچھا تھا کہ بحث میں نہیں لینا ہے یا نہیں لینا۔

جناب سپیکر : آپ کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے.....

جناب عبدالستار : جناب والا! مجھے تو کسی نے نہیں پوچھا اگر آپ اجازت دیں تو میں چند الفاظ کہنے کو تیار ہوں۔

وزیر قانون : جناب والا! ستار صاحب نے اپنا نام دیا ہوا تھا اور ان ہی کا نام جناب والا کے پاس تھا.....

جناب سپیکر : کیا آپ نے بحث میں حصہ لینے کے لیے مجھے نام دیا ہے۔

جناب عبدالستار : جی جناب والا!

جناب سپیکر : تو پھر میاں عبدالستار اور جناب عبدالستار میں تھوڑا سا confusion ہو گیا ہوگا۔ میاں عبدالستار تو پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔

جی احمد علی اولکھ صاحب' کیا آپ بحث میں حصہ نہیں لینا چاہتے؟

ملک احمد علی اولکھ : جیسے جناب کی مرضی ہو۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! میں صرف دو منٹ بات کروں گا اس لیے مجھے پہلے وقت دے دیا جائے۔ جناب صرف دو منٹ بات کروں گا۔

جناب سپیکر : پھر میرے خیال میں ایسا کرتے ہیں اگر آپ حصہ لینا چاہتے ہیں تو پھر شام کا سیشن کرنا پڑے گا۔ اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں.....

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب والا! شہری حلقوں اور دیہاتی حلقوں میں بڑا فرق ہے اور شہروں کے ساتھ بڑی زیادتی ہے میں اسے تھوڑا سا بیان کرنا چاہتا ہوں۔

ملک امان اللہ : جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ جو دوست رہ گئے ہیں ان کو موقع دے دیا جائے اس پر جناب وزیر خزانہ صاحب اپنی مہربانی فرمائیں اور کل اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کریں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر : کیا ملک صاحب آپ بات نہیں کرنا چاہتے؟

ملک احمد علی اولکھ : جیسے آپ جناب حکم کریں۔

جناب سپیکر : دیکھیے میں آپ پر ایک چیز واضح کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کل بھی اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ ہر معزز رکن اسمبلی کو وقت ملنا چاہیے تاکہ وہ اپنی بات کر سکے اور میں نے کل اعلان کر دیا تھا کہ ایک ایک معزز رکن کو میں وقت دوں گا چاہے اس کے لیے ہمیں دو سیشن ہی کیوں نہ کرنے پڑیں جٹ سال میں ایک مرتبہ آتا ہے اور آپ کو چاہیے کہ آپ بولیں اور

میرے پاس وقت نہ ہو تو یہ بڑی زیادتی ہے میں رات تک بیٹھنے کے لیے تیار ہوں۔ اور میں ایک' ایک دوست کو موقع دوں گا تاکہ آپ بات کر سکیں۔ رہی یہ بات کہ آپ پارٹی ڈسپلن کے تحت بات نہ کرنا چاہیں اور آپ چاہیں کہ وائنڈنگ اپ پہلے ہی سیشن میں ہو جائے تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ : جناب سپیکر! آپ وقت بڑھا لیں۔

جناب سپیکر : بٹ صاحب' وقت نہیں بڑھایا جا سکتا۔

(آوازیں۔ ٹھیک ہے ہم بات نہیں کرنا چاہتے)

جناب سپیکر : اگر آپ بات نہیں کرنے چاہتے تو پھر سید چراغ اکبر شاہ صاحب کی تقریر ہو گی اس کے بعد وزیر خزانہ صاحب کی winding up ہو گی۔

(آوازیں۔ ٹھیک ہے جی)۔

جناب سپیکر : تو سید چراغ اکبر شاہ صاحب۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے معزز اراکین کا جٹ پر تقریر نہ کرنا نہ ممبروں کے حق میں ہے نہ یہ پارٹی کی خوش نامی ہے اور نہ ہی یہ اسمبلی کی نیک نامی کا باعث بنے گا۔ اس لیے جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اگر ہمیں ایک دن آگے بھی بڑھانا پڑتا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جٹ سال میں ایک بار آتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اس وقت گرمی کی شدید لہر آئی ہوئی ہے اس کے پیش نظر اسے اگر کل پر مؤخر کر لیا جائے اور پورا اجلاس اگر 29 کی بجائے 30 کو بھی ختم ہو جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب سپیکر : دیکھیے ڈاکٹر صاحب۔ کل پر مؤخر کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کل تو کٹ موشنز ہیں اور کل ہی ووٹنگ ہونی ہے آج سیکنڈ ٹائم یہ سیشن ہو سکتا ہے اگر آپ لوگ کرنا چاہتے ہیں اور آپ اس پر اصرار کریں اور بات کرنی ہے تو میں حاضر ہوں میں آپ کی بات کرانے کے لیے سیکنڈ ٹائم کا سیشن کرنے کیے لیے تیار ہوں اور میں اس کا فیصلہ کل کر چکا ہوں۔ لیکن اگر آپ پارٹی ڈسپلن میں بات نہیں کرنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ wind-ing up آج ہی ہو جائے تو پھر آپ بسم اللہ کیجیے پھر مجھے اجازت دیجیے۔

(آوازیں۔ ٹھیک ہے جناب winding up آج ہی ہو جائے)

جناب سپیکر : تو پھر ٹھیک ہے..... سید چراغ اکبر شاہ

سید چراغ اکبر شاہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے جس رنگین انداز بیان میں اعداد وشمار کا ہیر پھیر کر کے یہ نام نہاد فاضل بجٹ پیش کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس معزز ایوان کے ساتھ ایک سنگین مذاق ہے۔ جناب سپیکر! اس رنگین انداز بیان اور اعداد وشمار کے ہیر پھیر پر میں آپ کے توسل سے وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ شعر عرض کروں گا کہ۔

دامن پر کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو یا کرامات کرو ہو

جناب سپیکر : ! 1992-93ء کا جو بجٹ پیش ہوا ہے یہ 57۔ ارب 21 کروڑ روپے کا ہے اس میں سے 43- ارب اور 36 کروڑ روپے غیر ترقیاتی اخراجات کے لیے رکھے گئے ہیں اور 13 ارب 85 کروڑ روپے ترقیاتی اخراجات کے لیے رکھے گئے ہیں جناب والا! میں اعداد و شمار کے ہیر پھیر کی بات کر رہا تھا اس کی میں یہ دلیل دیتا ہوں کہ معزز ممبران یہ سمجھتے ہیں کہ بجٹ کا 86 فیصد حصہ دیہی علاقے کی تعمیر و ترقی کیے لیے رکھا گیا ہے حالانکہ یہ بات نہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں سے 86 فیصد حصہ دیہی علاقے کی تعمیر و ترقی کیے لیے رکھا گیا اور 13 - ارب 85 کروڑ روپے میں سے جو 82 فیصد بنتا ہے وہ 11 ارب 35 کروڑ روپیہ ہے اور یہ جناب والا! بجٹ کی کل مالیت کا صرف 20 فیصد حصہ ہے جو سالانہ ترقیاتی پروگراموں کے لیے رکھا گیا ہے۔ جناب والا میں نے اپنی تقریر کے شروع ہی میں یہ گزارش کی ہے کہ اس بجٹ کو فاضل کہنا پنجاب کے عوام کے ساتھ سنگین مذاق ہے جناب والا! یہ کیسے فاضل ہے جس بجٹ کی بنیاد بیرونی گرانٹس بیرونی قرضہ جات اور اندورنی قرضہ جات پر ہو اسے کیسے فاضل بجٹ کہا جاسکتا ہے جناب والا یہ بار بار فاضل کی رٹ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے برابر ہے۔

جناب سپیکر! اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ جو document عوام میں ایوان میں پیش کیے گئے وہ سب کے سب انگلش میں printed ہیں سوائے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے۔ جو انگلش میں printed ہے اور اردو میں بھی ہے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ سالانہ ترقیاتی پروگرام اردو میں پرنٹ کر دیا گیا ہے تاکہ ممبران اسمبلی کو خوش کر دیا جائے

اور جو سالانہ ترقیاتی پروگرام اردو میں print کیا گیا ہے یہ صرف 13ارب 85 کروڑ روپے کا ہے باقی 43 ارب 36 کروڑ روپے کے جو غیر ترقیاتی اخراجات ہیں وہ انگریزی میں printed ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے ممبران کی اکثریت انگریزی نہیں جانتی۔ سرکاری افسران کی عیاشیوں' فضول خرچیوں اور محکموں کی فضول خرچیوں کی تفصیل انگریزی میں print کی گئی ہے تاکہ ممبران اسے نہ پڑھ سکیں ترقیاتی پروگرام اردو میں ممبران کو خوش کرنے کے لیے print کیے گئے ہیں۔ تاکہ ممبران صرف اپنے حلقے کے ترقیاتی پروگرام دیکھیں اور مطمئن ہو کر اس کے حق میں ووٹ دے دیں۔ لہٰذا میں یہ درخواست کروں گا کہ آئندہ سارے کا سارا بجٹ اردو میں print کیا جائے۔ تاکہ ممبران کو اسے صحیح معلومات حاصل ہو سکیں۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر : بیگم صاحبہ آپ ارشاد فرمائیے۔

محترمہ بیگم فوزیہ بہرام : جناب سپیکر! میں نہایت احترام کے ساتھ صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ ہمارے فاضل رکن نے دو تین مرتبہ یہ کہا ہے کہ بجٹ انگریزی میں اس لیے print کیا گیا ہے تاکہ ارکان اسمبلی اسے نہ پڑھ سکیں۔ اس سے خدانخواستہ یہ تاثر ملتا ہے کہ ہم سب پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جناب والا! ایسا نہیں ہے۔جو پڑھنا نہ چاہے یا جو انگریزی کو نہ سمجھ سکتا ہو۔ اس کے لیے تو یہ کہنا ٹھیک ہے لیکن پورے پنجاب کے عوامی نمائندوں کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ ہم سارے انگریزی نہیں پڑھ سکتے یہ ٹھیک نہیں ہے۔

سید چراغ اکبر شاہ : میں یہ سمجھتا ہوں کہ انگریزی نہ جاننا کوئی ایسی کوتاہی نہیں ہے کہ ممبران اسمبلی اپنے فرائض کو اس کے بغیر سر انجام نہیں دے سکتے۔ محترمہ انگریزی خوبی جانتی ہیں اور پنجاب کی عوام کو بھی یہ معلوم ہے کہ وہ اچھی طرح انگریزی بول سکتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بجٹ کی تیاری کے سلسلے میں سب سے پہلے اس ایوان کی کمیٹیاں بنائی جائیں اور یہ کمیٹیاں بجٹ پر غور کریں۔ یہاں روایات یہ رہی ہیں کہ افسر شاہی بجٹ بنا دیتی ہے اور وزیر خزانہ کو ایک رنگین تقریر لکھ کر دے دی جاتی ہے اور وزیر خزانہ ایوان میں آکر اس تقریر کو پڑھ دیتے ہیں۔ جناب سپیکر۔ اس بجٹ کی منظوری کابینہ سے بجٹ کے روز اس وقت لی گئی جب اسمبلی کا اجلاس 4 بجے شروع ہونا تھا اور اجلاس میں کورم

پورا ہونے کے باوجود تاخیر ہوئی۔ اور میں نے اس بات کو اسی دن بھی point out کیا تھا۔ آخری وقت میں details کو طے نہیں کرنا چاہیے بلکہ ممبران اسمبلی کے صلاح مشورے سے اس بجٹ کو تیار کیا جانا چاہیے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جب بجٹ پیش ہو جائے تو بجٹ پر ایک سیمینار کا اہتمام کا جانا چاہیے جس میں ممبران اسمبلی کو بجٹ کے بارے میں brief کیا جائے اور جو لوگ انگریزی نہیں پڑھ سکتے انہیں بتایا جائے کہ اس بجٹ کی کن کن مدوں میں کتنے کتنے پیسے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں اپنی تقریر کو مختصر کرتے ہوئے بجٹ کے white paper جو محکمہ فنانس نے چھاپا ہے کی طرف آتا ہوں۔ صفحہ 56 ٹیبل 30 میں Sectoral allocations in annual development programme دیا گیا ہے۔ جناب والا! قائد ایوان اور وزیر خزانہ نے اس معزز ایوان کے فلور پر مختلف محکمہ جات کے بارے میں جن packages کا اعلان کیا ہے' اور اخبارات میں بیانات دیئے ہیں اس سلسلہ میں انہی کے دیئے ہوئے figures میں اس ایوان میں پیش کرتا ہوں اور ایوان خود یہ فیصلہ کرے کہ اس میں حقیقت کیا ہے۔ زراعت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حکومت کسانوں کی ہمدرد ہے' کاشت کاروں کی ہمدرد ہے' زراعت کے لیے ایک package کا اعلان بھی کیا گیا ہے لیکن جناب والا! اصل صورت حال یہ ہے کہ زراعت کے لیے 92-1991ء میں 126 کروڑ 20 لاکھ روپے رکھے گئے جو کہ کل ترقیاتی بجٹ کا 12.02 فیصد بنتا ہے۔ اور آئندہ مالی سال کے لیے 143 کروڑ 48 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ کل ترقیاتی بجٹ کا 10.35 فیصد بنتا ہے۔ اور یہی لفظوں کا ہیر پھیر ہے جو میں اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ظاہرا یہ کہا گیا ہے کہ 126 کروڑ سے بڑھا کر 143 کروڑ روپے زراعت کے لیے رکھ دیئے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پچھلے سال کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے مقابلے میں زراعت کے لیے12 فیصد سے کم کر کے رقم 10 فیصد کر دی گئی ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ دوسرے محکمہ جات جن کی رقوم کم کی گئی ہیں ان میں Rural Development Industries & Minerals/Water & Power/ Roads & Bridges شامل ہیں۔ میں ان سارے محکمہ جات کے بارے میں وقت کی کمی کے باعث تفصیلاً بات تو نہیں کر سکتا لیکن اہم نکات میں ایوان کے سامنے پیش کروں گا۔

جناب والا! Road & Bridges کے لیے 92-1991ء میں 65 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ ترقیاتی بجٹ کا 6.19 فیصد ہے اور سال 93-1992ء کے لیے 66 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ ترقیاتی بجٹ کا 4.76 فیصد ہے۔ اس لحاظ سے سڑکوں اور پلوں کی تعمیر پر جو پیسہ پچھلے سال خرچ کا گیا ہے' ظاہرا یہ رقم اس سے زیادہ ہے لیکن حقیقت میں سالانہ ترقیاتی پروگرام میں percentage کے حساب سے یہ allocation پچھلے سال سے 2 فیصد کم ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلے ایک دو اجلاسوں میں یہ بات بارہا اٹھائی ہے کہ اس ایوان کا ایک خصوصی اجلاس بلایا جائے یا کسی بھی اجلاس میں آپ ایک خاص وقت مقرر کریں جس میں پنجاب کی شاہرات کے بارے میں غور کیا جائے۔ یہاں پر جو ممبران یہ پنجاب کے ہر کونے سے تشریف لائے ہیں۔ اور یہ ممبران خود اس بات پر غور کریں اور دیکھیں کہ جن سڑکوں سے وہ لاہور پہنچے ہیں ان سڑکوں کا کیا حال ہے۔ اور راستے میں جو پل آئے ان کی کیا حالت ہے۔ جناب والا! ضلع جھنگ میں پیپلز پارٹی کے دور میں دو پلوں کے لیے منظوری دی گئی تھی۔ ایک میرے حلقے میں دریائے چناب کے مقام پر ہے اور دوسری گڑھ مہراجا کے مقام پر۔ لیکن ان پلوں کو منظوری کے باوجود اس کے لیے کوئی رقم نہ پچھلے سال رکھی گئی تھی اور نہ ہی اس سال رکھی گئی ہے۔ اب میں اپنی تقریر کو مختصر کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! چار ایسی Development authorities ہیں جن کے لیے پچھلے سال کی نسبت زیادہ رقم مختص کی گئی ہے۔ ان میں مری کہوٹا ڈویلپمنٹ اتھارٹی' چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی' ڈی جی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی اور بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی شامل ہیں۔ جناب والا! زراعت کے لیے رقم کم کی گئی ہے rural development کے لیے رقم کی گئی ہے' Water & Power کے لیے رقم کم کی گئی ہے لیکن مری کوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی' چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی' بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی اور ڈی جی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو مزید رقومات فراہم کی گئی میں سمجھتا ہوں کہ ان authorities کے قیام کا کوئی جواز نہیں تھا اور جس وقت اس ایوان نے ان authorities کی منظوری دی تھی میں نے اس وقت اس کی مخالفت کی تھی۔ یہ special interest groups ہیں۔ جن کی وجہ سے ان authorities کا قیام عمل میں آیا ہے۔

جناب والا! کیا جھنگ backward نہیں ہے' بھکر backward نہیں ہے' مظفر گڑھ

backward نہیں ہے' میانوالی backward نہیں ہے۔ یہاں پر ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کیوں نہیں قائم کی گئیں۔

جناب سپیکر! اس جٹ میں دو foundations کے لیے 25'25 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ ایک ہیلتھ فاؤنڈیشن ہے اور دوسری ایجوکیشن فاؤنڈیشن ہے۔ ہیلتھ فاؤنڈیشن کا بل اس ایوان میں پیش ہونے والا ہے۔ میں ہیلتھ کی سٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر بھی ہوں' کمیٹی نے اس بل پر غور بھی کیا ہے۔

جناب والا! اس white paper میں صفحہ 57 پیرا 9 میں واضح طور پر لکھا ہے کہ

Rs:25.00 crore has been allocated for the Health Foundation which is meant to expend health facilities in the far-flung areas of the province.

جناب والا! یہ far-flung areas سے مراد دیہاتی علاقے ہیں۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب شکریہ۔ اب آپ کی تقریر کا وقت ہو گیا ہے۔ ابھی مجھے وقت کو بڑھانا پڑے گا کیونکہ وزیر خزانہ نے اس کو wind up کرنا ہے لہٰذا آپ اپنی تقریر ختم فرمائیں۔ میں پہلے ہی آپ کو 15 منٹ زیادہ وقت دے چکا ہوں۔

سید چراغ اکبر شاہ : جناب سپیکر! صرف ایک منٹ اور لوں گا۔ ایک دو اہم point رہ گئے ہیں جن کے بارے میں اس وقت بات کر لوں گا جب یہ بل پیش ہوگا۔ ایک بہت ہی اہم مسئلہ پنجاب میں ماحول کی آلودگی کا ہے۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب۔ میرے خیال میں آپ اپنی تقریر کو ختم کر دیں۔

سید چراغ اکبر شاہ : بہتر ہے جناب شکریہ۔

جناب سپیکر : مخدوم زادہ صاحب آپ کتنا وقت لیں گے۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وقت کی قلت کو مد نظر رکھتے ہوئے جتنا اختصار سے کام لے سکتا ہوں لوں گا۔

جناب سپیکر : نصف گھنٹہ کافی ہوگا۔ ویسے ایوان کی رائے ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ مختصر کیا جائے۔

وزیر خزانہ : میں اس کو بہت مختصر کرنے کی کوشش کروں گا۔

جناب سپیکر : فی الحال پندرہ منٹ کے لیے وقت میں توسیع کی جاتی ہے۔
وزیر خزانہ (مخدوم زادہ شاہ محمود حسن قریشی): شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے موقع فراہم کیا کہ میں سالانہ میزانیہ 93-1992ء کے بجٹ کی بحث کو سمیٹ سکوں۔
جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے سب سے پہلے ان جملہ فاضل ممبران کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے بجٹ کی بحث میں حصہ لیا' اپنی آراء سے مجھے مستفید فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ چند فاضل ممبران نے عام مسائل پر بات کی اور کچھ میرے فاضل دوست ایسے بھی تھے جنہوں نے مخصوص مسائل یا مشکلات کے بارے میں ذکر کیا۔ جیسے کہ عتیق الرحمٰن صاحب نے فلڈ کے بارے میں اور شکر گڑھ کے بارے میں نشان دہی کی تو میں ان سے گزارش کروں گا جہاں تک انفرادی کیسز کا تعلق ہے تو وہ اس سلسلہ میں وزیر پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ سے رابطہ قائم کریں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ہم ان کے مسائل حل کر سکیں۔ جہاں تک عمومی مسائل کا ذکر کیا گیا ہے ان کے بارے میں میں مختصراً عرض کروں گا۔ جناب سپیکر! جہاں تک بجٹ کی تشکیل کا تعلق ہے' اس کے پیچھے جو فلسفہ کار فرما تھا اس میں تین بنیادی عنصر شامل تھے اور میں مختصراً ان پر روشنی ڈالنا چاہوں گا۔

1 جہاں ہماری خواہش تھی کہ ہم اپنے وسائل میں اضافہ کریں۔ اس کے لیے ہمیں resource mobilisation درکار تھی۔اور اس بجٹ میں آپ نے دیکھا کہ ہم نے re-source mobilisation کی اور پچاس کروڑ روپے کے نئے وسائل اکٹھے کرنے کی تجاویز ایوان میں لے کر آئے۔ اب اس میں جو چیز قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ہم جو نئی ٹیکس تجاویز لے کر آئے ہیں ان میں کوئی نیا ٹیکس نہیں ہے بلکہ جو پہلے ہی موجود لاگو ٹیکسز ہیں ان کی شرح میں ردو بدل تجویز کیا گیا ہے۔ اور اس سے ہم توقع کرتے ہیں کہ ہماری آمدن میں اور ہمارے محاصل میں پچاس کروڑ روپے کا اضافہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسری جو بنیادی چیز ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے بلا واسطہ ٹیکسز پر بالواسطہ ٹیکسوں کو فوقیت دی ہے۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ بلاواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ زیادہ تر عام آدمی پر پڑتا ہے۔ اور ہم نے کوشش کی ہے کہ پچاس کروڑ کے ٹیکسوں میں سے 48 کروڑ کے ٹیکس بالواسطہ ہیں۔ چاہے Revision of Stamp Duty ہو Revision of Licence Fee اور اس میں ردو بدل بالواسطہ ٹیکس ہیں۔ ہمیں احساس ہے کہ ہمیں اپنے بلا واسطہ ٹیکسوں اور بالواسطہ ٹیکسوں میں جو عدم توازن

ہے اس کو سال کے دوران ہم نے صحیح کرنا ہے۔ اور ہمیں احساس ہے کہ متوسط طبقے اور چھوٹے طبقے کو ٹیکسوں کی زد سے محفوظ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسی کوشش کو ہم نے جٹ میں شامل کیا ہے اور ہماری یہ سوچ آپ کے سامنے نمایاں طور پر آئے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ریونیوز میں اضافہ کرنے کے لیے ہم نے اپنے ٹیکسوں کی وصولی میں بہتری پیدا کرنی ہے۔ نا صرف نئے ٹیکسز لگانے ہیں بلکہ پہلے سے موجود ٹیکسز ہیں ان کی وصولی کو بہتر بنانا ہے۔ جناب سپیکر! اس میں آپ دیکھیں گے کہ سال 92-1991ء میں اپنے ٹیکسوں کے محاصل جو کہ ہمارے budgeted figures تھے اس سے 35 کروڑ روپے زیادہ ہم نے حاصل کیے۔ اور جو ہماری جٹ کی non tax receipt ہیں اس میں ہم نے 30 کروڑ روپے زیادہ حاصل کیے۔

جناب سپیکر! ایک سال میں ہم نے جٹ میں دیئے گئے اعدادو شمار سے زائد 65 کروڑ روپے ٹیکسوں کی وصولی میں بہتری پیدا کر کے حاصل کیے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک حوصلہ افزا رجحان ہے۔ اور ہماری کوشش ہے کہ اسی سوچ کو اسی رجحان کو اور اسی کاوش کو برقرار رکھیں اور اگلے سال یعنی 91-1990ء میں ہماری خواہش ہے اور ہمارا یہ ہدف ہے کہ ہم اپنے ٹیکسوں کو ان improved figures پر یعنی 25 فیصد ٹیکسوں کے محاصل میں اضافہ کا ہدف مقرر کیا ہے اور 23 فیصد اپنے non tax receipts میں ہدف مقرر کیا ہے۔ تو اس سے آپ کو ہماری سوچ اور resource mobilization میں جو thrust ہے اس کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔

جناب والا! دوسری چیز' جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں اور جو ہماری stragegy کا حصہ ہے کہ contol of non developmental expenditure غیر ترقیاتی اخراجات کو جتنا بھی ہم کنٹرول کر سکیں اور جتنا بھی محدود کر سکیں ہم نے کرنے کی کوشش کی ہے اور انشاء اللہ ہم کرتے رہیں گے۔ جناب سپیکر! آپ نے دیکھا کہ خواہشات کے باوجود اس جٹ میں ہم نے کوئی نیا محکمہ نہیں کھولا۔ ہمارے جو موجودہ محکمے ہیں ان کے غیر ترقیاتی اخراجات پر ہم نظر ثانی کر رہے ہیں اور Zero Base Budgeting کے نظریے کو مد نظر رکھتے ہوئے ہماری خواہش اور کوشش ہوگی کہ ہم اپنے غیر ترقیاتی اخراجات کو جتنا ہو سکے محدود کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے وہ دفاتر یا ہمارے دفاتر کے وہ شعبے جو اب unviable ہیں

ہماری کوشش ہے اور ہماری خواہش ہے کہ ان کو بھی بند کر دیں۔ لیکن جناب سپیکر! ہم جہاں یہ اقدامات اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں اپوزیشن کی حمایت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہاں اس ایوان میں کھڑے ہو کر وہ دعوے کرتے ہیں' جذباتی تقاریر کرتے ہیں' غیر ترقیاتی اخراجات کو ہدف تنقید بناتے ہیں اگر مثبت اقدامات اٹھائے جائیں تو ان پر بھی وہ تنقید کرتے ہیں۔ اور ان کے حق میں بہت سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! ہمیں مثبت سوچ کو لے کر آگے چلنا ہوگا۔ جو اس صوبے کے مفاد میں اقدامات ہیں ہمیں ان کو اٹھانا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں اس کے لیے ہمیں سرکاری اور اپوزیشن کے ارکان کی حمایت درکار ہوگی۔

جناب سپیکر! تیسری چیز جو ہم اس بجٹ میں کرنا چاہ رہے ہیں کہ ہم نے focus کیا گیا ہے اور اپنی بجٹ ایلوکیشنز کو thrust دیا ہے۔ ہم نے زراعت پر توجہ دی ہے' سوشل سیکٹر پر توجہ دی ہے اور دیہاتی ایریا کی طرف توجہ دی ہے۔ زراعت کی اہمیت کے بارے میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ میں اس کی وضاحت نہیں کرنا چاہتا۔ سوشل سیکٹر میں چاہے تعلیم ہو' صحت ہو' چاہے سینیٹیشن ہو چاہے پینے کا صاف پانی ہو' یہ وہ شعبے ہیں کہ جو ماضی میں نظر انداز ہوتے رہے' ماضی میں ان کے لیے جتنی ایلوکیشنز کی ضرورت تھی اتنی ان کو نہیں ملتی رہیں۔ ہم نے اس پر فوکس کیا ہے۔ شہر کے لحاظ سے دیہات پسماندہ ہیں۔ یہ سب ان کا حصار کرتا ہے۔ تو ہم نے فوکس کیا ہے کہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کا زیادہ سے زیادہ حصہ پسماندہ طبقے اور پسماندہ علاقوں کے لیے مرکوز کیا جائے جو کہ آج تک محروم چلے آ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں قائد حزب اختلاف اور حزب اختلاف کے اور بہت سے دوستوں نے فاضل بجٹ کے بارے میں بات کی ہے۔ فاضل بجٹ کے بارے میں ان کو خدشہ رہتا ہے' ان کو شکوک و شبہات رہتے ہیں۔ میں اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ فاضل بجٹ کے نظریہ کو سمجھ نہیں پاتے۔ جناب والا! فاضل بجٹ کہتے کسے ہیں؟ ہمارے محاصل کا ایک لیول ہے' ہمارے محاصل کے ایسٹیمیٹس ہیں۔ غیر ترقیاتی اخراجات کے تخمینے ہیں' غیر ترقیاتی اخراجات کی طرف جو فرق ہے اس کو فاضل بجٹ کہتے ہیں۔ جناب والا! میں اس ایوان میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سال جو بجٹ ہم پیش کر رہے ہیں ہمارے جو targetted estimates of receipts اور ہمارے جو targetted estimates of expenditure

ہیں ان میں 175 کروڑ کا فرق ہے اور ہم نے اس 175 کروڑ کو ترقیاتی اخراجات کی طرف منتقل کیا ہے جہاں دوست کہتے ہیں جناب آپ نے surplus budget دیا ہمارے تو دیہات میں سکولوں کی چھتیں نہیں ہیں پینے کا پانی نہیں ہے تو میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ surplus کا مطلب فالتو پیسہ نہیں ہوتا surplus ہمارا جو non-development side پر surplus ہے اس کو ہم نے ڈویلپمنٹ سائیڈ کی طرف منتقل کیا ہے جن علاقوں کے neglect ہونے کی آپ نشان دہی کر رہے ہیں آپ ہی کی سوچ کو پروان چڑھاتے ہوئے ہم نے اس کو non-development سے ڈویلپمنٹ کی طرف منتقل کیا ہے۔ اور یہ پچھلے سال پنجاب حکومت نے کیا تھا اور اس سال پھر اس چیز کو دھرا رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک خوش آئندہ بات ہے اور اس بل کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! ہمارے پاس two options تھے یہاں قائد حزب اختلاف نے کہا بدقسمتی سے آج پھر وہ حاضر نہیں ہیں جب میں نے ضمنی بجٹ کی تقریر winding up کی تھی تو اس وقت بھی نہیں تھے اور آج بھی نہیں ہیں بہر نو میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے پاس دو options تھے ایک وہ کہتے ہیں کہ آپ کا over-draft تھا with the state Bank اور دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ ہم نے surplus budget بجٹ دیا ہے۔

جناب سپیکر! دو options تھے ایک ہم اپنے over-draft کو wipe out کر دیں اور دوسرا ہم اپنی development activity کو supplement کریں through a provincial contribution on the development side.

جناب والا! ہم نے سوچ سمجھ کر منصوبہ بندی کے تحت consceious فیصلہ کیا ہے کہ ہے نے اپنی development activity کو supplement کرنا ہے ہم پنجاب کی ترقی کرنا چاہتے ہیں ہم پنجاب کے پس ماندہ علاقوں کو ترقی یافتہ دیکھنا چاہتے ہیں ہم پنجاب کے عوام کی ضروریات کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور اس سوچ کو ہم نے اپنی اس action کے ذریعے reflect کیا ہے کہ سٹیٹ بنک کے over-draft کو کم ہونا چاہیے۔ جناب والا! کیا ہماری پچھلے سال کی کارکردگی اس بات کی گواہ نہیں ہے کہ ہم نے 250 کروڑ روپے غیر ترقیاتی سے ترقیاتی کی طرف منتقل کرنے کے باوجود جو ہمارا سٹیٹ بنک کے ساتھ ساڑھے چھ ارب کا over-draft

from the State Bank تھا اس کو ہم نے ایک سال میں 3 ارب کم کیا۔ اور انشاء اللہ میں آپ کو اور اس ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ آنے والے سال میں بھی ہماری یہی strategy رہے گی کہ ہم اپنی development activity کو برقرار رکھیں اس کی pace کو برقرار رکھیں اور اس کے ساتھ ساتھ over the years اپنی جو savings ہیں اور جو سٹیٹ بنک کا over-draft رہ گیا ہے اس کو بھی wipe out کریں۔ جناب والا! میں اس ایوان کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ سٹیٹ بنک کا جو over-draft ہے یہ ایک سال یا دو سال کا نہیں ہے۔ this is a accumulation of many years میں نہیں سمجھتا کہ اب اس کو ایک سال میں wipe out کرنا صحیح حکمت عملی ہے۔ اور ہم نے اس سوچ کو بجٹ document میں reflect کیا ہے۔ جیسا کہ قائد حزب اختلاف نے کہا تھا۔ کہ تین سال کے period سے ان کو minimize کیا جائے تو میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میری بھی بطور وزیر خزانہ خواہش ہوگی کہ within three years ہم over-draft کو wipe out کر جائیں اگر ایوان کا تعاون ہمارے ساتھ رہا تو انشاء اللہ ہم اس کو wipe out کرنے میں ہم ضرور کامیاب ہو پائیں گے۔ جناب والا! ایک اور غلط فہمی جو بار بار حزب اختلاف کے بنچوں سے اٹھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے اپنے غیر ترقیاتی اخراجات میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے۔ جناب والا! میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے ہمیں سمجھنا ہوگا کہ ترقیاتی اخراجات اور غیر ترقیاتی اخراجات کی جو تقسیم ہے در حقیقت اگر آپ اس کا بغور مطالعہ کریں تو یہ artificial divide ہے اور جناب سپیکر! میں اس کی وضاحت آپ کے سامنے اور اس ایوان کے سامنے کرنا چاہوں گا سب سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ 1991-92ء میں ہم نے جو اپنے غیر ترقیاتی اخرجات کے targets رکھے تھے وہ 36 ارب 50 کروڑ تھے۔ 1992-93ء میں ہمارے غیر ترقیاتی اخراجات کے targets

MR SPEAKER: Time further extended for fifteen minutes.

وزیر خزانہ : 1992-93ء میں ہمارے غیر ترقیاتی اخراجات کے targets 43 ارب 36 کروڑ ہو گئے ہیں ٹھیک ہے یہ 6 ارب 86 کروڑ کا اضافہ ہے لیکن سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہ 6 ارب 86 کروڑ کہاں گیا۔ میں وضاحت کرتا ہوں تقریباً اس چھ ارب روپیہ میں سے تین ارب روپیہ آپ کا pay revision کا impact ہے چونکہ پچھلے سال کا بجٹ چھپ چکا تھا

اور revision بعد میں آئی تھی وہ documents سے reflect نہیں ہوا تھا اور docu-ments میں ان کو absorb کیا گیا ہے اور ان میں ان کو reflect کیا گیا ہے naturally اس میں آپ کو this fact نظر آنا تھا کیونکہ پچھلے سال وہ decuments میں نہیں تھا۔ 50 کروڑ روپے تو صرف increments میں اضافہ ہے جو pay revision کے بعد ایک سال میں ہم پر اضافی پڑے گا۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں عرض کرنا چاہوں گا جو ہمارے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی میں تفریق پیدا کرتے ہیں وہ مصنوعی اور اس کی مثال میں یہ دیتا ہوں کہ فرض کیجیے اگر ہم ایک سکول بناتے ہیں ہم ہسپتال کی ایک عمارت کھڑی کرتے ہیں اس کو ہم development activity کہتے ہیں اور فلاں ترقیاتی پروگرام میں ہم نے اتنا پیسہ تعلیم کے لیے وقف کر دیا اتنا پیسہ ہم نے صحت کے لیے وقف کر دیا۔ جناب والا! آپ بتایئے کہ اگر وہ سکول بن جائے اور اس میں اساتذہ نہ ہوں سٹاف نہ ہو اگر وہ ہسپتال بن جائے اور وہاں ڈاکٹرز نہ ہوں ادویات نہ ہوں کیا آپ اس کو ڈویلپمنٹ کہیں گے۔ اب حسن اتفاق یہ ہے کہ ادویات دی جائیں ڈاکٹرز دیئے جائیں اساتذہ دیئے جائیں تو جٹ document کی رو سے وہ غیر ترقیاتی کہا جاتا ہے اور وہ اسی 43 ارب کے اندر شمار کیا جاتا ہے تو اس تفریق کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے اور حزب اختلاف کو اس تاریکی پہ جٹ کو سمجھنے اور غور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جناب والا اربوں روپے کے assets آپ کے پاس ہیں لیکن اگر ان کی maintenance نہ کی جائے اگر ان کی دیکھ بھال نہ کی جائے جناب والا! پھر تو یہی مثال ہے کہ آگے دوڑ پیچھے چوڑ جناب والا اس سال جیسے میں نے کہا کہ تین ارب وہاں گیا ایک ارب 70 کروڑ روپیہ تو ہ نے صرف پچھلے سال کی allocations میں اضافہ کیا ہے اور maintenance of our assets اور میں نے اپنی تقریر میں بھی کہا اور اب پھر میں وضاحت کر دیتا ہوں کہ ہم نے 35 کروڑ روڈز اور بلڈنگ کی دیکھ بھال کے لیے پچھلے سال سے زیادہ مہیا کیاہے 35 کروڑ روپیہ ہم نے اپنی سرکاری بلڈنگز کی دیکھ بھال کے لیے پچھلے سال سے زیادہ مہیا کیا ہے۔ ہم نے 30 کروڑ canals کی دیکھ بھال کے لیے پچھلے سال سے زیادہ مہیا کیا ہے 50 کروڑ روپیہ ہم نے ہسپتالوں کی ادویات کے لیے اور ان چیزوں کی دیکھ بھال کے لیے زیادہ مہیا کیا ہے اور 30 کروڑ روپیہ جو rural water supply scheme جو آج کل لوگوں کو شکایت تھی

اور دیہات میں رہنے والے لوگوں کو شکایت تھی کہ وہ maintain نہیں ہو پا رہے ان پر اربوں روپے خرچ ہو چکے ہیں لیکن وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں ان کو ہم نے پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کو ٹرانسفر کیا ہے۔ naturally اس کے لیے پیسہ چاہیے اس کی mainte-nance کے لیے اس کی دیکھ بھال کے لیے تو جناب والا' ایک ارب 70 کروڑ تو یہاں چلا گیا اب اس کے ساتھ ہم نے اس میں provisions کی ہیں اپنی ان Liabilities کو wipe out کرنے کے لیے جو over the years accumulate ہو چکی تھی ہمارے یوٹیلٹی چارجز ہیں گیس ہے بجلی ہے ٹیلی فون ہے ان کے چارجز میں جو اضافہ کیا گیا وہ بھی پچھلے سال کے بجٹ کے چھپنے کے بعد ہوا' اور ہماری جو figures ہماری commodity service allocations پچھلے سال تھیں اس اضافے کے بعد وہ ناکافی تھیں تو ہم نے اس سال pro-visions کی ہیں کہ اپنی ان outstanding liabilities کو بھی ہم wipe out کریں اور اس کے ساتھ ساتھ آئندہ آنے والے سال کے لیے جو ہم provisions کر رہے ہیں ان کو realistic کیا جائے ان کو حقائق پر مبنی کیا جائے حقیقت پسندانہ کیا جائے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم حقیقت پسندانہ provisions اس لیے کرنا چاہتے ہیں کہ جناب والا! جب ہم ضمنی بجٹ لاتے ہیں تو پھر ہمارے قائد حزب اختلاف اور حزب اختلاف کے دوست ایک تو supplementary budget کو سمجھ ہی نہیں پاتے کہ ضمنی بجٹ ہے کیا وہ اس کو ad-ditionality سمجھتے ہیں تو ہماری کوشش یہ ہے کہ ان کو سمجھانے میں تو ہم ناکام رہے لیکن ہم کوشش یہ کریں کہ ضمنی بجٹ کو اور ضمنی گرانٹس کو ہم جتنا محدود کر سکتے ہیں ان کو ہم محدود کریں۔

جناب سپیکر! سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بارے میں' میں مختصراً عرض کروں گا بہت سے ممبران نے اس کی طرف نشان دہی کی ہے کہ پچھلے سال کے سالانہ ترقیاتی پروگرام سے ہمارے اس سال کے ترقیاتی پروگرام میں 32 فی صد اضافہ ہے یہ ایک غیر معمولی اضافہ ہے اور جو دوست ان علاقوں کی مشکلات کی facilities کی in addition کی جو نشاندہی کرتے ہیں ان کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ ایک گورنمنٹ کے لیے ایک سال میں 32 فی صد کا اضافہ اور jump کرنا ایک معمولی بات نہیں ہے۔ اس سے ہماری سوچ affect کرتی ہے اور یہاں ایک تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی' ایک نارمل اے۔ ڈی۔ پی میں اور سوشل ایکشن پروگرام

کے بارے میں۔ جناب سپیکر تفریق کے بارے میں بھی جو تمیز کی جا رہی ہے یہ غلط ہے۔ سوشل ایکشن پروگرام میں ہم نے کیا کیا ہے؟ ہم نے صرف اپنے thrust کو focus کیا ہے۔ ہم نے اپنی اس پالیسی کو highlight کیا ہے کہ تعلیم' صحت پینے کے لیے پانی مہیا کیا ہے۔ یہ ایسے علاقے ہیں جو آج تک بنیادی سہولیات سے محروم رہے ہیں۔ ان کی ضروریات کے مطابق ہم فنڈز مختص نہیں کرتے رہے اب اس سال ہم اپنے وسائل وہاں زیادہ خرچ کرنا چاہتے ہیں ان کو زیادہ سہولیات دینا چاہتے ہیں۔ اور سکیمیں بھی وہی ہیں کوئی نئی سکیم اس میں نہیں ہے اور implement کرنے والی ایجنسیاں بھی وہی ہیں تو پھر یہ تمیز یہ فرق میری سمجھ میں نہیں آتا۔

جناب والا! جب ہم ڈویلپمنٹ کی بات کرتے ہیں تو پھر ہمیں in totality دیکھنا ہوگا' جب ہم بجٹ کی بات کرتے ہیں تو ہمارے سارے thrust کو بھی in totality دیکھنا ہوگا اور ان پر تنقید کرنی ہے یا ان کی تعریف کرنی ہے تو وہ بھی in totality کرنا ہوگی۔ وسائل کو بھی دیکھنا ہوگا' سوچ کو بھی دیکھنا ہوگا' اپنی مشکلات کو بھی دیکھنا ہوگا' اور ہم نے جو حکمت عملی اپنائی ہے اس کو دیکھنا ہوگا اور اس کے بارے میں اپنی رائے قائم کرنا ہوگی۔

جناب والا! ایک اور چیز جس کے بارے میں حزب اختلاف کے دوستوں نے بہت اعتراض کیا وہ ہے operational short fall اس کے متعلق یہ کہا گیا کہ آپ کے gross size میں اور آپ کے net size میں جو فرق ہے وہ 185 کا ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپریشنل شارٹ فال ایک concept ہے۔ پلیز اسے سمجھنے کی کوشش کریں' میں نے کئی دفعہ سمجھانے کی کوشش کی ہے' جناب سپیکر میرا تو خیال ہے کہ اس بجٹ اجلاس کے بعد حزب اختلاف کے لیے ایک کریشن پروگرام to understand the bud-get شروع کرنے کا ارادہ ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! وزیر خزانہ کا یہ کہنا کہ اس ایوان میں بجٹ کا کسی کو پتہ نہیں ہے اور خصوصی طور پر اپوزیشن کو یہ کہنا کہ انہیں بجٹ کا کچھ پتہ نہیں ہے جناب والا یا تو یہ بجٹ دے دیا کریں اور ہاتھ کھڑے کروا لیا کریں یا پھر اتنا حوصلہ ہونا چاہیے کہ جو باتیں اس ایوان میں کی جائیں ان کا تفصیلاً جواب دیا جائے یا کوئی اس کے لیے مذاکرہ کروا لیا جائے تاکہ وزیر خزانہ صاحب کو ان کے نکات کا معقول جواب دیا جا سکے۔

جناب سپیکر : شکریہ۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! اسی سلسلے میں' میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہیں جناب والا! ہم صرف اس خیال سے بات نہیں کرتے کہ ان کی تقریر میں مداخلت نہ کی جائے اور اس خیال سے کہ وقت بہت زیادہ ہوگیا ہے' بار بار ان کے تذکرے کے باوجود کہ دوسری طرف سے کچھ سمجھا نہیں گیا' کچھ جانتے نہیں ہیں' ان کی کچھ تربیت کرنی چاہیے کلاس لگانی چاہیے' مجھ سے زیادہ بہتر کوئی نہیں جانتا' میں اس کو بہت ہی بہتر سمجھتا ہوں۔ جب کہ جناب سپیکر آپ اور یہ پورا ایوان اس بات کا گواہ ہے کہ اس طرف سے ہم نے جو تقاریر کی ہیں وہ facts and figures کے ساتھ کی ہیں' اس کے علاوہ ہم نے ان تقاریر میں جو نکات اٹھائے ہیں ان کا جواب ہی نہیں دیا گیا۔ جناب والا! اس طرح کی بحث تقریر اور پھر اس کے ساتھ اس طرح کے طعنے پارلیمانی روایات کے برعکس ہیں۔

جناب سپیکر : ویسے مخدوم صاحب اپوزیشن کی طرف سے کافی تعاون رہا ہے۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! میں یہ عرض کررہا تھا کہ جن چیزوں کو وہ نہیں سمجھ پائے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر! جب اپوزیشن کوئی ٹھوس اور مثبت بات کرتی ہے ہم اس کی تعریف بھی کرتے ہیں اور کریں گے۔ پراچہ صاحب نے ایک بڑی ٹھوس بات کی تھی میں اس کی بھی نشاندہی کر دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ ایک pro-grammed budgeting ہونی چاہیے.....

جناب اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! انہیں تو سیکرٹری صاحب نے سمجھایا ہے یہ اپنے تک ہی محدود رکھیں۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں وزیر خزانہ کی تقریر میں مداخلت نہ کی جائے اور انہیں اپنی تقریر مکمل کرنے دیں۔

وزیر خزانہ : ویسے تو جناب انسان پنگوڑے سے لے کر قبر تک سیکھتا ہی رہتا ہے۔

جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو مثبت سوچ ہے اس کی تعریف کرنی چاہیے اور کرنی پڑے گی اور ہم کرتے ہیں۔ پراچہ صاحب کا میں حوالہ دے کر بات کر رہا ہوں۔ انہوں نے programmed budgeting کی بات کی ہے it is a new concept ایک نئی سوچ ہے اور اب اس پر عمل کرنے کے لیے ہمیں تدابیر کرنا ہوں گی اور اس کے لیے منصوبہ بندی

کرنا ہوگی۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ یہ concept بڑا عملی ہے نیا concept ہے ابھی امریکہ میں بھی یہ نیا نیا رائج ہوا ہے تو ہمیں یہاں لاتے ہوئے ابھی کچھ وقت لگے گا لیکن سوچ صحیح ہے۔

جناب والا! بجٹ کے بارے میں' میں آپریشنل شارٹ فال کی بات کر رہا تھا۔ اس سال جو ہم نے بجٹ میں اپریشنل شارٹ فال رکھی ہے وہ 13 فیصد ہے اور جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ 13 فیصد سے زیادہ بھی رکھا جاتا رہا ہے۔ اب اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس سال پچھلے سال کے مقابلے میں operational short fall کو زیادہ کیوں رکھا گیا ہے؟ اس کی بھی دو وجوہات ہیں۔ ہمارا جو پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ ہے اس کی ma-neuverability میں ہم اضافہ چاہتے ہیں تاکہ whole the year وہ اگر اپنی slow moving schemes سے fast moving schemes تک پیسہ divert کرنا چاہیں تو ان کو اس میں آسانی ہو تاکہ ان کی utilization صحیح طرح سے ہو سکے۔ ان کی perfor-mance بہتر ہو سکے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہماری اس دفعہ جو allocations بڑھائی گئی ہیں وہ ہمارے سوشل سیکٹر سے بڑھائی گئی ہیں اور جناب سپیکر سوشل سیکٹر کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہاں traditionally جو pattern ہمارے سامنے ابھر کر آتا ہے وہاں util-ization قدرے سست ہوتی ہے ان دونوں چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے اپنی opera-tional short fall کو بڑھایا ہے۔ اور اپنی utilization کو net resource availabil-ity کو سو فیصد achieve کرنے کے لیے ہم نے یہ کیا ہے۔ جناب سپیکر! ایک اور چیز جو اس ایوان میں مختلف دوستوں نے اٹھائی ہے وہ ہے رورل ایریا۔ سب دوستوں نے اس سلسلے میں گورنمنٹ کی سوچ اور کاوش کو حوصلہ افزا قرار دیا ہے۔ اور بہت سے ساتھیوں نے میں ان کا شکر گزار ہوں اس کی تعریف بھی کی ہے۔ لیکن یہاں میں ایک اور وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں ہم رورل ایریا کو focus کر رہے ہیں' پسماندہ علاقوں کو focus کر رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ شہری علاقوں کو اربن ایریا کو خدانخواستہ نظر انداز کر رہے ہیں۔ جناب والا! ایسا کرنا ہرگز مقصود نہیں ہے اور یہ سوچ بھی بالکل مثبت سوچ نہیں ہوگی۔ اس پر میں یہ عرض کروں گا کہ آپ اس سلسلے میں اپنی اربن ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کو لے لیجئے پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال اربن ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کے فنڈز بڑھائے گئے ہیں ان میں اضافہ

کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے اربن واٹر سپلائی کے لیے جو پیسہ مخصوص کیا ہے وہ 14 کروڑ روپیہ ہے' اس کے علاوہ 37 کروڑ روپیہ ہم اپنی اربن ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کو دے رہے ہیں۔ یہ ہمارے جو نارمل پروگرام ہیں اس سے over and above ہے۔ اس سے ہٹ کر ہے یہ ایک اضافی گرانٹ ہے۔ 14 کروڑ روپے ہم نے شہروں میں واٹر سپلائی سکیم کے لیے مخصوص کیا ہے جو کہ پچھلے سال سے زیادہ ہیں اس کے ساتھ ہم نے جو لوکل گورنمنٹ کے لئے' لوکل کونسلز کے لیے 40 کروڑ روپے مخصوص کئے ہیں اور جیسا کہ وزیر اعلیٰ صاحب فرما چکے ہیں کہ اگر اس کی کارکردگی بہتر ہوگی تو اس میں ہم اضافہ بھی کر سکتے ہیں اور انشاء اللہ اضافہ کریں گے۔ پھر اس کا بھی بہت بڑا حصہ کہاں جائے گا؟ ٹاؤن کمیٹیوں کو جائے گا میونسپل کمیٹیوں کو جائے گا' میونسپل کارپوریشنوں کو جائے گا۔ کیا یہ اربن ایریا نہیں ہے؟ تو میرا گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں رورل ایریا کی past neglect کو cover کرنا مقصود ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ اربن ایریاز کو بھی نظر انداز کرنا ہرگز ہماری سوچ کا حصہ نہیں ہے جناب والا! ایک اور چیز جو بحث پر بحث کے دوران کھل کر سامنے آئی وہ ہے south اور north شمالی اور جنوبی پنجاب کا دوستوں نے ذکر کیا اور ایک تفریق پیدا کی اور یہ بھی کہا گیا کہ جنوبی پنجاب شمالی پنجاب سے زیادہ پسماندہ ہے.....

جناب سپیکر: مخدوم صاحب اس وقت دو بج کر تیس منٹ ہوئے ہیں آپ مزید کتنا وقت لیں گے؟

وزیر خزانہ: جناب والا میرے خیال میں دس منٹ میں اپنی تقریر ختم کردوں گا۔

جناب سپیکر: اجلاس کے وقت میں مزید دس منٹ کی توسیع کی جاتی ہے۔

وزیر خزانہ: شکریہ جناب والا! اس سلسلے میں' میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بہت سے دوست جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں' کچھ دوستوں نے بالائی پنجاب مری' چکوال' جہلم وغیرہ یعنی اس علاقے کا ذکر کیا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت ان علاقوں کی چاہے وہ جنوبی پنجاب کے ہیں' یا ان علاقوں کے جو بالائی پنجاب کے علاقے سے تعلق رکھتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ماضی میں ان علاقوں پر وہ توجہ نہیں دی گئی جو ان کو دی جانی چاہیے تھی۔ جناب والا! ہم اس سوچ کا احترام کرتے ہیں اور جناب والا آپ نے دیکھا اسی سوچ کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس علاقے کی مشکلات کو کم کرنے کے لیے اور ان علاقوں کی ضروریات کو

پروان چڑھانے کے لیے ہم نے ریجنل اتھارٹیز کا concept دیا ہے۔ مثلاً ڈیرہ غازی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی' جوکہ آج سے چند سال پہلے نہیں ہوا کرتی تھی' بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی یہ بھی اسی حکومت میں پاکستان مسلم لیگ کی حکومت میں پیدا کی گئی ہے۔ اسی طرح چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی' یہ ساری کی ساری جنوبی پنجاب میں ہیں۔ یہ Expenditure سے یا Na-tional Programme سے یا Departmental activity سے یا وہاں کے مقامی ایم پی اے صاحبان کو جو رقم ملے گی اس سے over and above ہے اس کے علاوہ ان Re-gional authorities کو پیسہ دینا اور اس پر focus کرنا اور 22 کروڑ روپیہ ان ریجنل اتھارٹیز کو دیا گیا ہے تو اس سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ ہم conscious ہیں کہ ہم نے ان ایریاز کی neglect کو remove کرنا ہے لیکن جناب سپیکر 45 سال کی ne-glect ایک یا دو سال میں تو دور نہیں ہو جائے گی لیکن ہماری سوچ ہماری thrust اور ہماری کوشش یہی ہوگی کہ چاہے جنوبی پنجاب کے وہ اضلاع جو پس ماندہ ہیں ان پر توجہ دی جائے ان کی allocation میں اضافہ کیا جائے تاکہ اگلے پانچ سالوں میں وہ بھی اس ترقیاتی دور میں ان کے برابر آجائیں۔

ملک امان اللہ : (پوائنٹ آف آرڈر) جناب والا! آج سے بیس سال قبل بھکر میں تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی تھی اس کو توڑ دیا گیا اور جب پاکستان بنا تھا تو بہاولپور میں اس کی مخالفت کی گئی تھی بھکر اس کے حق میں تھا کیا وزیر خزانہ یہ فرمائیں گے کہ بھکر میں بھی تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم کی جائے۔

جناب سپیکر : شکریہ ملک صاحب I am sorry. This not a point of order. Do not interrupt the Minister.

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : (پوائنٹ آف آرڈر) جناب والا گزارش ہے کہ آج جو وزیر خزانہ نے تقریر شروع کی ہوئی ہے میں اسے تقریباً آدھ گھنٹے سے بڑے غور سے سن رہا ہوں یہ اپنی پہلے دن والی تقریر کو دھرا رہے ہیں میری صرف یہ گزارش ہے کہ آپ ان سے کہیں کہ جو اعتراضات حزب اختلاف کی طرف سے پیش کیے گئے ہیں یہ صاحب ان کا جواب دیں اگر وہ ان تمام تقاریر کو غور سے سنتے رہے ہیں اور پوائنٹس نوٹ کرتے رہے ہیں تو از راہ کرم یہ صرف ان کا جواب دیں جو باتیں انہوں نے پہلے دن اپنی بجٹ تقریر میں کی ہیں یہ انہی باتوں

کو دہرا رہے ہیں کہ ہم نے یہ کیا وہ کیا ہم نے ترقیاتی منصوبے دیئے اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

جناب سپیکر : شکریہ ڈاکٹر صاحب..... جی وزیر خزانہ صاحب۔

وزیر خزانہ : جناب والا جو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے میں انہی کی نشاندہی کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے میں مری کموٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا ذکر کرنا چاہوں گا ایک اور چیز جس کے بارے میں اس ایوان میں ذکر ہوا اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آج بے روزگاری ہمارا ایک قومی مسئلہ ہے اور اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمیں اپنی سوچ میں تبدیلی بھی لانا ہوگی اور ہمیں کچھ مثبت کارروائی بھی کرنا ہوگی جناب والا دھواں دار تقریریں کر دینے سے یا کہہ دینے سے کہ ہمارے اتنے لوگ بے روزگار ہیں یا اتنی percentage ہماری آبادی کا underemployed ہے کاش ان دھواں دار تقریروں سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا تو میں آپ کی تائید کرتا اور آپ کے ساتھ شامل ہو جاتا لیکن تقریروں سے ہٹ کر ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہ بے روزگاری کو کس طرح حل کر سکتے ہیں یہ ایک مسئلہ ہے آیئے بیٹھ کر سوچیے کہ کس طرح حل کر سکتے ہیں پچھلے سالوں میں 1970 public sector investment اور public sector development کے ذریعے جو ایک کوشش کی گئی کہ اس مسئلے کو حل کیا جائے ان کی قباحتوں کی تفصیل میں تو میں جانا نہیں چاہتا اس کا خمیازہ آج ہم بھگت رہے ہیں اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اس کا خمیازہ بھگتیں گی لیکن ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اس مسئلے کو ہم کیسے حل کریں ہم اس کو حل کرنے کے لیے strategy پر عمل پیرا ہیں اور وہ یہ ہے کہ investment کے ساتھ ساتھ ہم پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ پرائیویٹ سیکٹر اس ملک میں سرمایہ کاری کرے اس ملک میں صنعتکاری ہو صنعتیں لگیں اور صنعتی انقلاب آئے تاکہ روزگار کے مواقع پیدا ہوں ہم زراعت کے دور میں میں ترقی کریں ہماری gorwth rate اور ہماری production میں اضافہ ہو تو جناب والا میں عرض کر رہا ہوں کہ پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی ہماری حکمت عملی اور منصوبہ بندی کا حصہ ہے اور اس کے لیے آئی جے آئی کی حکومت نے incentives دیئے ہیں fiscal means adopt کیے ہیں Tax relief دیئے ہیں ارو خاص طور پر Rural Industrialization کا pack-age دیا ہے رورل ایریاز میں انڈسٹریز کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک خاص package دیا

ہے اور اس کے حوصلہ افزا نتائج آنے شروع ہو گئے ہیں۔ جناب والا! یہ جو سکیم آئی ہے اس کو take off کرتے ہوئے after all Investment period کا adjustation peri-od ہوتا ہے اس adjustation period کا ہمیں انتظار تو کرنا ہوگا اور ہمیں امید ہے کہ اس کے حوصلہ افزا نتائج اس کی term کے آخر تک انشاء اللہ آئیں گے اور اس سے روزگار کے مواقع فراہم ہوں گے اس میں ایک اور حقیر سی کوشش ہے جس کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے اور وہ ہے Self Employment Scheme جناب والا! یہ بجا طور پر اعتراض کریں یہ ان کا حق ہے لیکن Self Employment Scheme کے ذریعے سے کس کی مدد کر رہے ہیں یہ ہم ایک پڑھے لکھے اور ہنر مند نوجوان کی مدد کر رہے ہیں اس اسکیم کو Self Employment Scheme کا نام دیا گیا ہے یہ نہیں جانتے کہ کیا Place-ment Bureau کے ذریعے سے بے روزگاری کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے یہ یقیناً نہیں ہو سکتا ہمیں اس قسم کی پالیسیاں بنانی ہوں گی جن کے ذریعے سے ہمیں اس طرف توجہ دینی ہوگی ہم آسان شرائط پر اور reduced subsidized mark up پر یعنی 7 فیصد پر credit provide کر رہے ہیں اور یہ اس ہنر مند طبقے کو اور اس طبقے کو credit pro-vide کر رہے ہیں جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے اور جو روزگار حاصل کر سکتا ہے بلکہ روزگار کے مواقع دوسروں کے لیے مہیا کر سکتا ہے تو جناب والا! Education Founda-tion,Health Foundation وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب اسی trend کی طرف نشان دہی کرتے ہیں اور ہماری کوشش ہے کہ انشاء اللہ ہم اس مسئلے کو حل کریں لیکن کاش ہمارے پاس کوئی جادو کی چھڑی ہوتی یا کاش ہمارے پا وہ بٹن ہوتا جس کو دباتے اور راتوں رات یہ سارے مسائل حل ہو جاتے۔ جناب والا یہ حزب اختلاف کے دوست بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں یہ اتنے بھولے نہیں ہیں کہ یہ نہ سمجھ پائیں کہ یہ چیزیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ ان کے لیے ہمیں ایک حکمت عملی اور Long term and short term strategy اختیار کرنی ہوگی اور ہم Long and short term strategy adopt کیے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ ان کو حل کریں گے۔

جناب والا! یہاں پولیس کے بارے میں اعتراض کیا گیا اس کے بارے میں میرے بہت سارے دوستوں نے اعتراض کیا ہے یہ صحیح ہے کہ پولیس کے بارے میں آپ کو عتراضات

ہیں یہ آپ کا حق ہے آپ عوام کے نمائندے ہیں عوام کی مشکلات اور عوام کی مصیبتوں کا تذکرہ کرنا ہمارا فرض ہے لیکن جناب والا! کیا صرف تنقید سے کیا صرف نکتہ چینی سے اگر پولیس کی performance بہتر ہو سکتی ہے تو جناب والا سب سے پہلے میں نکتہ چینی کرنے کو تیار ہوں میں تنقید کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن صرف تنقید سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا اور جناب والا تنقید بھی ضروری ہے لیکن ہم نے جو allocation بڑھائی ہے اس سے ہم کرنا کیا چاہتے ہیں ہم ان کی ٹریننگ کو improve کرنا چاہتے ہیں جناب والا بھی جانتے ہیں کہ جب تک ہمارے پاس ایک trained force نہیں ہوگی اور ان کی ٹریننگ میں میں ان کی تربیت میں ہم بہتری نہیں لائیں گے تو ان کی performance کبھی بہتر نہیں ہو سکتی جب تک ہم modern crimes کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کے equipment,arms and ammunition, infrastructure میں کوئی بہتری نہیں لائیں گے تو ہم کس طرح crimes کی situation میں اور پولیس کی performance میں بہتری کی توقع کر سکتے ہیں لیکن جناب میں اس ایوان سے یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ جہاں ہم پولیس کو بہتر alloca-tion دے رہے ہیں وہاں ہم یہ بھی توقع کریں گے کہ More allocations will be accompanied with more accountability ان کا ہم احتساب بھی کریں گے اگر ہم ان کو بہتر allocations دے رہے ہیں جیسے کسی نے خوب کہا کہ ہم دیں گے سونے کا نوالہ اور دیکھیں گے شیر کی آنکھ سے۔ بالکل یہ اسی طرح ہوگا اگر ہم ان کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لیے انہیں بہتر طور پر equip کر رہے ہیں تو پھر ہم ان سے بہتر perfor-mance کی توقع رکھتے ہیں یہ ایوان اور یہ حکومت ان سے بہتر کارکردگی کی توقع رکھتی ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ہمیں انشاء اللہ مایوس نہیں کریں گے۔

جناب والا! میں اپنی بات کو ختم کررہا ہوں میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا میں ممبران کا شکر گزار ہوں جنہوں نے جٹ کے بارے میں بات کی میں آخری بات صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہاں ایک بات ہوئی اور قائد حزب اختلاف نے یہ بیان دیا کہ پنجاب کو اس کا share نہیں ملا اور پہلے پنجاب بہت چلاتا تھا اور اب یہ چلاتا نہیں ہے جناب والا اس کی تفصیل کے لیے وقت نہیں ہے لیکن میں عرض کروں گا کہ اگر قائد حزب اختلاف چاہیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوں اور میں ان کو بتانا چاہتا

ہیں کہ National Finance کے بارے میں کیا ہوا direct transfers کیا ہیں Di-visible Pools کیا ہیں اور ان سے ہم پنجاب کا share حاصل کر رہے ہیں اور پنجاب کی ترقی اور بہتری کے لیے ہم کوشش کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : اجلاس کی کارروائی کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس پیر مورخہ 22 جون 1992ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب اٹھواں اجلاس)

پیر، 22-جون 1992ء

(دو شنبہ، - 20ذوالحج، 1412ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 9ج کر 43 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآنِ پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾
وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ
رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا
أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَن
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾

سورۃ الزلزال آیات 1 تا 8

جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گیo اور زمین اپنے (اندر کے) بوجھ نکال ڈالے گیo اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟o اس روز وہ اپنے حالات بیان کر دے گیo کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا (ہوگا)o اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھا دیے جائیںo تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گاo اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گاo

وما علینا الا البلاغ o

پوائنٹ آف آرڈر

ایوان میں قومی پرچم درست طریقے سے لگایا جائے

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جناب ارشاد حسین سیٹھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب سپیکر' اس سے پہلے بھی میں نے ایوان میں قومی پرچم کی بوسیدگی کی طرف توجہ دلائی تھی اور آپ نے ایکشن لیتے ہوئے پرچم تبدیل فرمائے تھے۔ جناب والا! میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارا قومی پرچم ایک طرف سے کم از کم چھ سات انچ سرنگوں نظر آتا ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ estate officer کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا بروقت ایکشن لیں۔ آپ کے دائیں طرف جو پرچم ہے وہ اس انداز سے ہے۔ میری گزارش ہے کہ اسے درست کروایا جائے۔ اگر قومی پرچم کے بارے میں کسی بھی قسم کی کوئی چیز پائی جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ آپ کی بھی ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر : مجھے تو نظر نہیں آرہا۔ آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟

جناب ارشاد حسین سیٹھی : جناب والا! وہ جس راڈ پہ لگا ہوا ہے وہ اوپر سے چھ سات انچ نیچے کو کھسک گیا ہے جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا اسے سرنگوں کر دیا گیا ہے۔اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ اس کو موزوں طریقے سے لہرایا جانا چاہیے۔

جناب سپیکر : سیٹھی صاحب' آپ نے جا طور پر اس کی نشان دہی کی ہے۔۔۔ سیکرٹری صاحب' یہ سلسلہ کیوں جاری ہے۔ ایک قومی پرچم کو بھی صحیح انداز میں یہاں نہیں رکھا جاسکتا تو آپ کا عملہ کیا کرتا ہے؟

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر : تحاریک استحقاقات کو لے لیں کیا خیال ہے آپ کا؟ میرے پاس صرف چند ایک تحاریک استحقاق ہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو ان کو take up کیا جائے' ورنہ یہ مطالبات زر پر cut motion کا وقت ہے اس میں اگر آپ تحریک استحقاق کو لینا چاہیں تو لے لیں ملک محمد دین صاحب! تحریک استحقاق نمبر 44 آپ کی ہے یہ محکمہ صحت کے متعلق ہے اور

وزیر صحت کے کہنے سے اسے ملتوی کیا گیا تھا لیکن آج وزیر صحت مجھے نظر نہیں آ رہے تو وزیر قانون اس بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 44 ملک محمد دین صاحب کی طرف سے ہے اور وزیر صحت کے کہنے پر اسے ملتوی کیا گیا تھا ملک صاحب چاہتے ہیں کہ آج اسے take up کیا جائے۔ لیکن وزیر صحت آج تشریف نہیں رکھتے۔

وزیر قانون : جناب والا! اس سلسلے میں اس دن وزیر صحت نے اس پر فنی اعتراض کیا تھا اور ساتھ ہی انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ فاضل رکن اگر ایسا کوئی کیس اس کے نوٹس میں لے آئیں جس میں پابندی کے دوران تعیناتی کی گئی ہو تو اس سلسلے میں وہ action لیں گے۔ ساتھ ایک specific case کا فاضل رکن نے ذکر کیا تھا جس کے بارے میں انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم بعد آپ نے فرمایا تھا کہ جس specific case کا حوالہ دیا گیا ہے آپ بتائیں کہ اس کے بارے میں action لیا ہے اس action کے بارے میں تو معلومات حاصل نہیں ہیں ویسے انہوں نے اس دن بھی فرمایا تھا اور commit کیا تھا کہ اس قسم کا جو بھی کیس فاضل رکن ان کے نوٹس میں لے آئیں گے اس سوال کے حوالہ سے کہ پابندی کے دوران کوئی تعیناتی ہوئی ہو تو جناب والا! آپ کے سامنے حکومت نے اس کو منسوخ کرنے کی رضامندی ظاہر کی تھی۔ تو بہتر تو یہی ہوگا کہ وزیر صحت کے تشریف لانے تک اس کو مؤخر کیا جائے دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ فاضل رکن اس کو پریس نہ کریں اس کی وجہ یہ کہ اس پر تو انہوں نے commitment دے دی ہے کہ اس قسم کی کوئی بات اگر ان کے نوٹس میں لائی جائے تو وہ اس پر action لینے کے لیے تیار ہیں۔ شکریہ' جناب والا۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! کیا خیال ہے آپ اس کو پریس نہیں کرتے یا وزیر صحت کے آنے تک اسے مؤخر کر لیں۔

ملک محمد دین : جناب والا! میں تو پریس کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : تو پھر وزیر صحت کے آنے تک اس کو مؤخر کر لیتے ہیں۔

ملک محمد دین : جناب والا! ٹھیک ہے لیکن تاریخ مقرر کر لیں۔

جناب سپیکر : تاریخ کیا مقرر کرنی ہے اب تو دو تین دن ہیں کل یا پرسوں کے درمیان ہو

جانا چاہیے۔ میرے خیال میں وزیر صحت تشریف لائیں گے۔ وزیر قانون صاحب یہ بات ان تک پہنچا دیں۔

رانا اکرام ربانی صاحب' آپ کی تحریک استحقاق نمبر 14 take up کرنا چاہیں گے ؟

وزیر اعظم کی طرف سے ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے کی تقرری کے باعث صوبائی خود مختاری میں مداخلت

رانا اکرام ربانی : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے نئے ڈائریکٹر جنرل مسٹر حفیظ اللہ اسحاق نے ایل ڈی اے کے نئے سربراہ کی حیثیت سے فرائض سنبھال لیے ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان کو اس عہدے کے لیے چار ناموں کا پینل (panel) پیش کیا گیا تھا جن میں ڈاکٹر صفدر محمود' حفیظ اللہ اسحاق' ملک جہانگیر خان' اور امین اللہ چودھری شامل تھے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کسی اور افسر کی تقرری کے حق میں تھے لیکن وزیر اعظم نے حفیظ اللہ اسحاق کو ڈی جی' ایل ڈی اے مقرر کیا۔ ایل ڈی اے کا قیام پنجاب اسمبلی کے ایکٹ 1975ء کے تحت عمل میں آیا ہے۔ اسی ایکٹ کے chapter - III کی سیکشن 8 میں کہا گیا ہے :۔

"8. The Director General shall be appointed by the Government on such terms and conditions as may be determined by the Government."

جبکہ definitions

"Government" means, the Government of the Punjab.

وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے ڈی جی' ایل ڈی اے کی نامزدگی نہ صرف صوبائی خود مختاری میں مداخلت ہے۔ نہ صرف وزیراعلیٰ پنجاب کے ہونے نہ ہونے کے برابر تاثر دیتا ہے بلکہ اس معزز ایوان کے پاس کردہ قانون کی واضح خلاف ورزی ہے جو کہ اس معزز ایوان کا مذاق اڑانے کے برابر ہے۔ اس سے بطور رکن صوبائی اسمبلی نہ صرف میرا بلکہ پورے

معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: مجھے معلوم ہے کہ محترم وزیر قانون privileges کتاب اور Constitution کی بات کریں گے میں بھی آئینی حوالے سے بات کرتا ہوں کہ کوئی بھی ایسا action چاہے وہ یہاں پہ ہو یا کسی اور طرف سے پنجاب پر مسلط کیا جائے جس سے اس ایوان کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو جس سے اس ایوان کے بے بس اور بے اختیار ہونے کا تاثر ملتا ہو جناب سپیکر! یہ ہمارا استحقاق ہے کہ یہ دو چیزیں اس ایوان کے بارے میں اس حکومت کے بارے میں نہیں ہونی چاہئیں۔ تمام دنیا میں Principal of Autonomy کے نام سے بہت سے ایسے subjects بہت سے ایسے معاملات جس میں مرکز کی حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا کوئی دخل نہیں ہوتا یہ already آہستہ آہستہ صوبوں کو transfer ہو رہے ہیں۔ ماضی میں جس وقت ایک چیف سیکرٹری اور آئی جی کے بدلنے کی بات ہوئی جناب والا! یہ دیواریں گواہ ہیں اسی ایوان میں اتنا شور مچایا گیا کہ یہ صوبائی خود مختاری میں مداخلت ہے اور ہم اس کو مالی لگا دیں گے ہم اس کو یہ لگا دیں گے۔ ٹھیک ہے وزیر اعظم صاحب ملک کے بادشاہ ہیں اور اس ملک کو اسی طریقے سے چلانے کی کوشش کر رہے ہیں جیسے مغل بادشاہ اپنے زمانے میں چلایا کرتے تھے لیکن جس صوبیدار کو انھوں نے اس صوبے میں مقرر کیا ہے یہ تمام معاملات اس کے ذریعے سے بھی حل کیے جا سکتے ہیں اور یہ اکثر ہوتا ہے کہ کسی صوبائی معاملے میں جو پنجاب کے اصل وزیر اعلیٰ ہیں وہ تو نہ وزیر اعلیٰ پنجاب سے اور نہ ہی کسی اور سے پوچھنے کی تکلیف بھی گوارہ نہیں کرتے اور یہ اللہ میاں کی گائے ایسی ہے جیسے منظور مولہ صاحب نے کہا تھا میں یہ تو نہیں کہتا کہ بے کار ہیں نکمے ہیں لیکن اتنی اہلیت نہیں رکھتے کہ جس معاملے میں اس اسمبلی نے انھیں اختیار دیا ہے اور اس اختیار کے تحت اس صوبے کا نظم و نسق چلانا ہے تو اس میں اس قسم کی مداخلت جناب سپیکر! میں اکثر اس ہاؤس کے اراکین سے بھی گزارش کرتا رہتا ہوں کہ یہ حکومتی نظام یہ منتخب ایوان یہ کچھ روایات کچھ نظم و ضبط کے تحت چلتے ہیں اگر اس طریقے سے وزیر اعلیٰ صاحب کی جائے اس ایوان کے کسی قائد کی جائے وزیر اعظم صاحب نے سارے ملک کا نظام چلانا ہے تو پھر اس ایوان کی

کیا ضرورت ہے؟ اس حکومت کی کیا ضرورت ہے؟ وزراء کی ایک پوری ٹیم اور سیکرٹریٹ اور اس کے علاوہ معلوم نہیں کیا کیا اکٹھا کیا ہوا ہے پھر ان سب کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اس قسم کے معاملات میں اس معزز ایوان کو دخل دینا ہوگا اور یہ لائن draw کرنا ہوگی کہ یہاں پر آپ کی حدود ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں سے پنجاب اسمبلی کا پنجاب حکومت کا استحقاق شروع ہوتا ہے اس سے آگے مداخلت نہ کریں۔ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے یہ جمہوری ادارے چلنے چاہئیں تو ہمیں صرف اپنی ذات کو مد نظر نہیں رکھنا چاہیے۔ آج کے وزر اعلیٰ اور وزیر اعظم کو مد نظر رکھتے ہوئے قانون اورJudicial commission بنانے چاہئیں۔ آنے والا وقت بھی ہمارے ذہن میں ہونا چاہیے۔ اگر آج ہم ان چیزوں کا نوٹس لیں گے تو یہ ادارے صحیح طرح چلیں گے۔ حکومتیں تو بدلتی رہتی ہیں کبھی ایک پارٹی کی حکومت ہے کبھی دوسری پارٹی کی حکومت ہے' عوام کبھی ایک کو چانس دیتے ہیں کبھی دوسرے کو چانس دیتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ کچھ نئی چیزوں کو پیدا کرنے کا سہرا اس ایوان کے سر پر بھی ہے۔ جس سے آنے والی حکومتوں کے لیے ایک راستہ متعین ہو جائے۔ صوبائی حکومتیں بھی اور مرکزی حکومت بھی اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے کام کریں۔

جناب سپیکر :وزیر قانون و پارلیمانی امور۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! میں پہلے بھی اس سلسلے میں قائد حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ کم از کم ان کی ذات سے ہم ہمیشہ یہ توقع کرتے ہیں کہ ان کی طرف سے آنے والی جو تحاریک ہائے استحقاق ہیں وہ رولز کے عین مطابق ہوں گی۔ اس سلسلے میں میں نے ہمیشہ ان سے رہ نمائی حاصل کرنے کی بھی کوشش کی ہے' بلکہ ایک دو دفعہ جناب والا نے خود بھی observations دی ہیں کہ تحاریک استحقاق strictly رولز کے مطابق آنی چاہئیں۔ ورنہ تحریک استحقاق کا جو حق ہمارے معزز اراکین کو ملتا ہے وہ abuse ہو جاتا ہے۔ جناب والا!فنی طور پر یہ قطعی طور پر تحریک استحقاق نہیں بنتی اور اس سے فاضل قائد حزب اختلاف کا استحقاق مجروح نہیں ہوا ہے۔ اس لیے یہ کسی لحاظ سے بھی تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ جناب والا! اپنیshort statement میں انہوں نے تفصیلات

میں جانے کی کوشش کی ہے۔ ان کی اطلاع کے لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ com-petent authority نے strictly رولز کے مطابق appointment کی ہیں اس آرڈر کی کاپی بھی میرے پاس موجود ہے۔ فاضل قائد حزب اختلاف اگر چاہیں گے تو میں انہیں آرڈرز کی کاپی بھی دکھا دوں گا۔ جناب والا! میں آپ سے بھی یہ گزارش کروں گا کہ یہ تحریک استحقاق کسی لحاظ سے بھی رولز کے مطابق نہیں ہے اس لیے آپ اسے out of order قرار دیں یا میں اپنے فاضل قائد حزب اختلاف سے بھی نہایت ادب کے ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنی اس تحریک استحقاق کو پریس نہ کریں۔ جناب والا! یہ تو اس کا فنی پہلو تھا۔ انہوں نے اسے پولیٹیکل سائیڈ پر بھی touch کرنے کی کوشش کی ہے جناب والا! پہلے یہ ہوتا تھا کہ آئی جی سنٹر سے آ گیا۔ جناب والا! ہماری حکومت جمہوری اداروں پر ایمان رکھتی ہے' یقین کرتی ہے اور اس پر عمل کرنا اپنے فرائض منصبی میں اس کی Priority No 1 ہے۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں اگر وزیر اعظم پاکستان سے وزیر اعلیٰ نے کوئی مشاورت کی ہے تو یہ کوئی بری بات نہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری ہیں اور وزیر اعظم صاحب پنجاب مسلم لیگ کے صدر ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان پانچ سال پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہے ہیں۔ آئی ۔ جے۔ آئی کے بھی صدر ہیں کسی معاملے میں وہ اپنی رہ نمائی حاصل کرنے کے لیے اگر انہوں نے کوئی مشاورت کرلی ہے تو اس میں کوئی گناہ کی بات تو نہیں ہے۔ اس میں کون سی بری بات ہے۔ ان کے تجربے کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے اگر کوئی بات ہوئی بھی ہے تو گناہ عظیم کا ارتکاب کسی نے نہیں کیا۔ مرکز میں بھی صوبے میں بھی ایک ہی پارٹی کی حکومت ہے۔ بہت سے ایسے معاملات مرکزی حکومت کے ہوں گے جس میں وزیر اعظم پاکستان جناب وزیر اعلیٰ پنجاب' بطور جنرل سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ مشاورت کی ضرورت محسوس کرتے ہوں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر میں یہ توقع کروں گا کہ قائد حزب اختلاف اپنی اس تحریک استحقاق کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ بصورت دیگر جناب والا کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ یہ تحریک استحقاق کسی بھی لحاظ سے تحریک استحقاق کے معیار پر پورا نہیں اترتی اس لیے اسے

rule out فرمائیں شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! میں اس سلسلے میں اپنی تحریک استحقاق پر ضرور زور دوں گا جناب والا! اگر تو مشاورت کے بعد اس قسم کی announcement ہوتی تو یہ بات مختلف ہوتی۔ وزیر قانون کا یہ کہنا بھی جا تھا کہ ایک ہی پارٹی کی مرکز اور صوبے میں حکومت ہے مشاورت کر سکتے ہیں لیکن جناب سپیکر! اخبارات میں پہلے آگیا کہ اتفاق ہاؤس کی طرف جو سڑکیں جاتی تھیں ان سڑکوں کی خستہ حالی پر بادشاہ سلامت اتنے ناراض ہوئے کہ کسی ڈائریکٹر جنرل کی اتنی جرأت ہے کہ ہمارے محلات کی طرف جو سڑک جاتی ہے اس کی یہ حالت ہو۔ اس کو ڈس مس کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد جناب والا بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی۔ ایل۔ ڈی۔ اے کی ہر میٹنگ میں میاں شہباز شریف صاحب موجود ہوتے ہیں۔ مجھے تو وزیر اعلیٰ صاحب سے ہمدردی ہے ان کو تو صرف convey کر دیا جاتا ہے کہ فلاں کو ٹرانسفر کر دیا گیا ہے بعد میں چیف منسٹر صاحب اپنی عزت جانے کے لیے اس پر آرڈر کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ Issues کے حوالے سے بات کی جائے اور میں وہ باتیں اس معزز ایوان میں لاؤں جو اس ایوان میں زیر بحث لانے کے قابل ہوں۔ میں نے کبھی انفرادی مسئلے کے لیے کوشش ہی نہیں کی۔ اس لیے میں اپنی اس تحریک استحقاق پر ضرور زور دوں گا کہ وزیر اعظم اور ان کے بھائی صاحب کی طرف سے پنجاب کی خود مختاری میں مداخلت ہوتی ہے۔ اور اس کو روکنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اور اس طریقے سے ان ساری چیزوں کا سد باب کیا جائے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ صوبائی حکومت صوبائی اسمبلی یہ محض ربڑ سٹمپ ہیں اور وزیر اعظم صاحب اور ان کے بھائی صاحب جو کہتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں ان سارے لوگوں کا کام یہی ہے کہ اس پر انگوٹھا لگائیں۔ وزیر قانون صاحب ضرور اپنے بارے تاثر برقرار رکھنا چاہتے ہوں گے کیونکہ ان کی نوکری کا سوال ہے۔ لیکن جناب سپیکر! میں اپنی ذمہ داری کو پورا

کرتے ہوئے اس بات پر زور دوں گا کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور ان حالات کی بھی چھان بین کی جائے جس کے تحت اعلانات پہلے ہو جاتے اور اس کے بعد صوبائی حکومت کو مجبور کیا جاتا ہے یا وہ اپنی عزت بچانے کے لیے ان فیصلوں پر عمل درآمد کر دیتے ہیں' مزید یہ کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا۔ وزیر اعلیٰ صاحب کیا کریں جب وزیراعظم صاحب یہاں آکر Announcement کر دیں کہ میں اس ڈی۔ جی کو بدل کر دوسرے ڈی۔ جی کو لگا رہا ہوں۔ اسی طرح کی بہت سی دوسری گڑبڑ بھی ہوئیں۔ میں اس کے متعلق ثبوت مہیا کروں گا۔ جس میں adverse remarks آنے کے باوجود وزیر اعلیٰ صاحب نے تقرریاں کیں' پوسٹنگ کی' کیونکہ یہ بادشاہ سلامت کا حکم ہے۔ جناب والا! کس لیے یہ سارا سلسلہ چل رہا ہے۔ اگر کسی ایسے معاملے میں ایوان نے دخل اندازی نہیں کرنی' اور یہ محسوس نہیں کرنا کہ استحقاق مجروح ہوا ہے تو پھر کیا کرنا ہے؟ جناب والا! جن پر ہمارا بس چلتا ہے ان کے لیے تو پورا ایوان گرما گرم تقریریں کر لیتا ہے اور جن کے جھرلو کی وجہ سے لوگ یہاں بیٹھے ہیں جب ان کی بات ہوتی ہے تو پھر سارے لوگوں کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ ٹھیک ہے آپ بادشاہ سلامت ہیں لیکن اس ایوان کو چلانے کا اور اس صوبے کے معاملات کو چلانے کا بھی کچھ طور طریقہ ہوتا ہے۔ شکریہ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب عادل شریف گل): جناب والا! اکرام ربانی صاحب نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس سلسلے میں' میں کچھ کہنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: اس بارے میں وزیر قانون صاحب بھی ارشاد فرما چکے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جناب رانا اکرام ربانی صاحب قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر میں بہت باتیں کہیں اور فرمایا کہ یہ پنجاب اسمبلی ربڑ سٹمپ ہے اور کسی کی اہمیت نہیں۔ لیکن انہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی آج بھی اتنی ہی مضبوط ہے جتنی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کے دور میں مضبوط تھی۔ اور ملکاؤں کا دور گزر چکا ہے۔ اور مغل شہنشاہوں کا دور بھی گزر چکا ہے۔ وہ پیپلز پارٹی کا دور تھا۔ آج یہاں پر کوئی بھی

مغل شہنشاہ موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر : لطیف مغل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب والا! مجھے سمجھ نہیں آتی جو بھی ہمارا بھائی کھڑا ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ مغلوں کا دور گزر چکا ہے۔ میں ان دوستوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مغلوں کا کون سا دور بُرا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مغل آئے ہیں تو آج یہاں مسلمان بیٹھے ہوئے ہیں یہ مغلوں کے ہی طفیل ہیں کہ مغلوں نے برصغیر پر اتنے سال حکومت کی۔ اور آپ آج جس خطے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہی کے طفیل ہے۔ جب بھی کوئی دوست کہتا ہے کہ مغلوں کا دور گزر چکا ہے۔ حالانکہ تاریخ بتاتی ہے کہ اگر یہاں پر برصغیر پر حکومت کی تو صرف مغلوں نے کی۔ جب مغل چلے گئے تو آپ ایک چھوٹا سا خطہ لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ خطہ تو وہ مانگنے والوں کو خیرات میں دے دیا کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ مغلوں کا دور گزر چکا ہے۔ مغل گئے تو آپ کے پاس کیا رہ گیا۔ میں جناب سپیکر! یہ استدعا کروں گا کہ مغلوں کو اتنا برا بھی نہ کہیں کیونکہ مغل آئے تو اسلامی حکومت بنی۔ یہ جو بار بار مغلوں کا دور کہتے ہیں' مغلوں کا دور ایک سنہری دور تھا اور انہوں نے برصغیر پر سالہا سال حکومت کی۔ اور جب وہ گئے تو آپ کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ اور آپ تو حکومت کرنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ اس لیے یہ جو مغلوں کے بارے میں بار بار کہتے ہیں یہ نہیں کہنا چاہیے۔

جناب سپیکر : یہ لطیف مغل صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پر جو بات کی ہے یہ بات پر سنل ایکسپلینیشن پہ کر سکتے تھے کہ چونکہ مغلوں کے بارے میں بات کی ہے اور لطیف مغل صاحب جو ہیں وہ اس بارے میں بات کرنے کے لیے relevant person ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر جناب فرید احمد پراچہ صاحب.....

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے اس بات کا ساتھ ہی اعتراف بھی کے لیا ہے کہ اب ان کے بعد آپ حکومت کرنے کے قابل نہیں رہے۔ یہ ان کا موجودہ حکومت پر تبصرہ بھی ہے۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے پاس کوئی تکنیکی بات ہے تو

وہ ہاؤس کو assist کر سکتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون : جناب والا! میں گزارش کر رہا تھا کہ چار نام ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے کے لیے پیش کیے' جناب ڈاکٹر صفدر محمود صاحب کا نام تھا حفیظ اللہ اسحاق صاحب' ملک جہانگیر صاحب اور امین اللہ چودھری صاحب کے نام تھے جو پیش کیے گئے۔ اور باقاعدہ حکومت پنجاب نے ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے جو کہ 22- فروری کو ہوا تھا حفیظ اللہ اسحاق صاحب کو ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے مقرر کیا گیا تھا۔

جناب سپیکر : میں اس تحریک استحقاق پر اپنا فیصلہ موخر کرتا ہوں۔

رانا اکرام ربانی : میں آپ کے اس فیصلے کے بعد اس تحریک استحقاق پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن لطیف مغل صاحب نے جو بات کی تھی میں اس کے بارے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : آپ تحریک استحقاق پر بات نہیں کرنا چاہتے لیکن لطیف مغل صاحب نے جو بیان دیا اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا اکرم ربانی : جناب والا میرا نکتہ وضاحت ہے۔ کہ اس ایوان کے بارے میں ایک تاثر ہے کہ یہ ایوان پوری سنجیدگی سے معاملات کو سمجھتا ہے' ان پر سیر حاصل تبصرہ کرتا ہے اور اس کے بعد کسی منزل پہ پہنچتا ہے۔ یہ مجموعی تاثر ہونا چاہیے۔ جس وقت یہاں پاکستان کے اندر مغلوں کی بات کی جاتی ہے۔ اس سے میری مراد یہ تھی اور میں جناب کی وساطت سے لطیف مغل صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی اس سے میری مراد دو نظام ہائے حکومت کا تقابل تھا۔ ایک بادشاہت کا دور تھا اور ایک جمہوری دور تھا۔ اس حوالے سے میں یہ نہیں کہتا کہ مغل اچھے یا برے لوگ تھے اور خدانخواستہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کی جو کہ انہوں نے محسوس کیا ہے۔ میں تو صرف جو دو نظام ہائے حکومت تھے ان کو کمپیئر کرنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر : سردار امجد حمید خان دستی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 46 تھی اسے اس لیے موخر کیا گیا تھا کہ ہاؤس کمیٹی کی میٹنگ میں وزیر مال اور وزیر مواصلات و تعمیرات نے

shelter کر کے اس پر کچھ بیان دینا تھا۔ تو کیا آپ کی میٹنگ ہو چکی ہے؟

چودھری محمد فاروق : اس کے لیے ابھی کوئی اور دن طے کیا جانا ہے۔ جناب ریاض فتیانہ صاحب ہاؤس کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ انہوں نے آج اس کے لیے کوئی دن مقرر کرنا ہے۔

جناب سپیکر : لیکن اس بارے میں اسی اجلاس کے دوران میٹنگ ہو کے اس پہ کوئی لائحہ عمل طے کرنا ہے۔

چودھری محمد فاروق : جی جناب سپیکر! یہ اسی اجلاس کے دوران ہوگا۔

جناب سپیکر : اور اس کے اندر وزیر مال اور وزیر مواصلات و تعمیرات نے بھی شرکت کرنی ہے۔

چودھری محمد فاروق : جی ہاں' جناب والا!

جناب سپیکر : سید طاہر احمد شاہ صاحب کی تحاریک استحقاق ہیں اور یہ مسلسل مؤخر چلی آرہی ہیں کیا ان کی طرف سے ان تحاریک کے بارے میں کوئی اطلاع ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق ہے۔ یہ التواء میں ہے کیونکہ ڈاکٹر شفیق صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

یہ تحریک استحقاق نمبر 36 فرید احمد پراچہ صاحب' محمد حنیف چودھری صاحب اور ارشاد حسین سیٹھی صاحب کی طرف سے ہے۔ پراچہ صاحب پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں سے ٹیکسوں کے تذکرے والا صفحہ غائب ہونا

جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے' مسئلہ یہ ہے کہ :

مورخہ 8 جون 1992 کو وزیر خزانہ پنجاب نے ایوان کے سامنے صوبہ پنجاب کا سال93 - 1992 کے لیے بجٹ پیش کیا۔ وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کی دو کاپیاں ایوان کو فراہم کی گئیں۔ جن میں سے پورا ایک صفحہ غائب تھا۔ چونکہ اسی صفحہ پر ان ٹیکسوں کا تذکرہ تھا جو صوبے کے عوام پر عائد کیے جا رہے ہیں۔ اس لیے اس صفحہ کو عمداً" غائب کیا گیا۔ جس

سے فوری طور پر ایوان میں ابہام اور فہم کا بحران پیدا ہوا۔ نیز معزز ممبران کو اپنی تقاریر کی تیاری میں دقت پیش آئی۔ اس واقعہ سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے میری استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو منظور کرتے ہوئے اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! گزارش یہ ہے کہ ایک عام شہری کا بھی یہ حق ہے کہ حکومت کی طرف سے جو دستاویزات فراہم کی جائیں وہ مکمل بھی ہوں اور درست بھی ہوں اور اسی طرح سے ایوان کے معزز ممبران کا بھی یہ استحقاق ہے کہ وہ دستاویز جنہیں پورے سال کے بعد ایک مرتبہ پیش ہونا ہے اور جس کے پیش کرنے کی اہمیت یہ ہے کہ اس تقریر کو براہ راست ٹیلی ویژن سے ٹیلی کاسٹ کیا جاتا ہے ایوان کی کوئی اور کارروائی نہیں دکھائی جاتی۔ اور اس کی اہمیت یہ ہے کہ غیر ملکی سفیر حضرات اور نمائندے تک بلائے جاتے ہیں۔ اور یہ یہاں ایوان میں موجود ہوتے ہیں۔ جس تقریر کی اتنی زیادہ اہمیت ہو اور ہونی چاہیے۔ صوبے کے عوام کے لیے کہ ان کے اوپر کیا عائد کیا جا رہا ہے اور ان کو کیا مراعات دی جا رہی ہیں۔ اسی طرح ایوان کے ممبران کو اس تقریر کو سننے کے لیے اور اس کے بعد اس پر اپنی تقریر کی تیاری کرنے کے لیے جنہیں مناسب میٹریل فراہم کیا جانا ان کا بنیادی استحقاق بنتا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے بارے میں یہاں اس انداز کی چشم پوشی اغماض اور غفلت برتی گئی ہے۔ وہ تقریر ایک نامکمل شکل کے اندر ایوان میں پیش کی گئی۔ اس میں سے ایک نہیں بلکہ دو صفحے غائب تھے اور فوری طور پر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جناب وزیر خزانہ کیا بیان کر رہے ہیں۔ اور اس کے بعد اب تک وہ ہمیں مطبوعہ شکل میں پیش نہیں کی گئی۔ سوائے اس کے کہ ہمیں اخبارات کے ذریعے ان کی تقریر کے اس حصے کے بارے میں پتہ چلے' ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوا اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس پر ہمیں اپنی تقریر کی تیاری میں دقت آئی اور اس طرح سے ہمارا یہ استحقاق مجروح ہوا ہے۔ یہ جناب والا! اس انداز کی مجرمانہ غفلت ہے جو کہ پہلے بھی ہوتی ہے اور اعداد و شمار کی کوتاہیاں بھی ہیں۔ بجٹ کی جو دستاویز دی گئی وہ انگریزی زبان میں تھی اور گزشتہ سال اردو میں دی گئی۔ اور بجٹ کی تقریر میں جناب وزیر خزانہ نے یہ کہا ہماری

حکومت اردو کی ترویج پر بطور خاص توجہ دے رہی ہے۔ اور ترویج پر توجہ یہ ہے کہ بجٹ کی دستاویزات گزشتہ سال فراہم کی گئیں تو وہ اردو میں تھیں اور اس سال دی گئیں انگریزی میں جس کے لیے انہوں نے کہا کہ ہم نے پانچ کروڑ روپے اور رکھے ہیں۔

جناب سپیکر! جو ایوان کیساتھ اس انداز سے مذاق کیا گیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے' اس کو دیکھا جائے' اس کو چیک کیا جائے اور معلوم کیا جائے کہ اس ایوان کے معزز ممبران کے ساتھ اس انداز سے مذاق کس لیے ہوا ہے جو پارلیمانی روایات میں شاید پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : فنانس منسٹر صاحب۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! آپ خوبی جانتے ہیں کہ 8- جون کو جب میں بجٹ پیش کر رہا تھا تو اسی نکتے کو جناب منظور احمد موہل صاحب نے اٹھایا تھا کہ فنانس منسٹر صاحب جو تقریر کر رہے ہیں یہ دو صفحے مطبوعہ تقریر میں نہیں ہیں۔ اس کے بارے میں آپ اپنی رولنگ دے چکے ہیں' پہلے تو میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ جیسے آپ پہلے فرما چکے ہیں کہ resource mobilization proposals کابینہ ap-prove کرتی ہے۔ کابینہ نے بجٹ پیش ہونے سے پہلے میٹنگ منعقد کی اور مختلف تجاویز کو discuss کیا اور اس کے بعد ان کو approve کیا۔ ان کو apporve کرکے ہم یہاں ایوان میں آئے۔ وقت کی قلت تھی' وقت اتنا نہ تھا کہ اس تقریر کو دوبارہ چھاپا جاتا۔ لیکن میں نے ان کو پڑھ دیا۔ اور جب میں پڑھ رہا تھا اور interrupt کیا گیا تو تب بھی میں نے معزز ایوان کے معزز ممبران کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ میں جو پڑھ رہا ہوں وہ فنانس بل کی تفصیلات ہیں جو ایوان میں پیش کیا جا رہا ہے اور آپ کو عنقریب پیش کر دیا جائے گا۔ اور جناب سپیکر! تقریر کے دوران ہی سائیکلو سٹائل کروا کے فنانس بل کی مختلف مدات ایوان میں پیش کر دی گئیں۔ اس لحاظ سے' آپ کی رولنگ کے لحاظ سے اور معزز ممبران جو معلومات چاہتے تھے وہ بھی مہیا کر دی گئیں۔ میری رائے میں یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور کسی معزز ممبر کا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ میری گزارش ہوگی کہ آپ اس کو اپنی پہلی رولنگ کے مطابق rule out فرما دیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محترم وزیر خزانہ کی

طرف سے جو وضاحت کی گئی ہے' تو آپ کی رولنگ اس بارے میں تھی کہ جب بجٹ تقریر ہو رہی ہو تو اس دوران interrupt نہیں کیا جاتا۔ آپ کی رولنگ یہ تھی۔ آپ کی رولنگ اس بارے میں نہیں تھی کہ اگر بجٹ تقریر کا ایک حصہ ایوان کو فراہم نہ کیا جائے تو اس سے ایوان کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ صرف اتنی رولنگ تھی کہ بجٹ تقریر کو interrupt نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے مطابق پھر موہل صاحب بیٹھ گئے تھے۔ جناب سپیکر! یہ بات کہ کابینہ کی میٹنگ ہو رہی تھی اور اس کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہماری کابینہ کے سامنے بجٹ کی اہمیت کتنی ہے۔ بجٹ کے بارے میں غور کرنے کے لیے اس سے پہلے کابینہ کو وقت ہی نہیں ملا۔ اور انھوں نے اس کے بارے میں ضروری نہیں سمجھا کہ مناسب وقت پر غور کیا جائے' مناسب وقت پر اس کو دیکھا جائے اور اس کے بعد دستاویزات کو مکمل کر کے ایوان کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ بات کہ ہم آخری وقت میں میٹنگ کر رہے تھے یہ تو دراصل وہ کوتاہی ہے جس کی نشان دہی کرنے کے لیے میں نے یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے کہ اس طرح سے بجٹ کو غیر اہم سمجھا جائے اور جو اسمبلی کا وقت ہے' اس وقت میں کابینہ بیٹھ جائے اور اس پر غور کرنا شروع کر دے' یہ کسی صورت مناسب نہیں ہے۔ جناب سپیکر! اسی طرح جو فنانس بل پیش کیا گیا وہ ایک الگ چیز ہے۔ آئین کے مطابق اس کی ایک حیثیت ہے۔ آئین کے آرٹیکل 115 کے تحت فنانس بل ایک الگ چیز ہے اور بجٹ تقریر اس سے بالکل الگ چیز ہے۔ اس کو اس کے ساتھ ملا لینا کہ چونکہ ہم نے فنانس بل پیش کر دیا ہے اس لیے اب اس کے بعد ضرورت نہیں تھی۔ اگر ضرورت نہیں تھی تو پھر آپ تقریر میں خطاب بھی نہ فرماتے۔ اور اگر آپ نے خطاب فرمایا ہے تو اس کی ضرورت تھی۔ اگر ضرورت تھی تو پھر اس کو مطبوعہ شکل میں آنا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر: فرید احمد پراچہ صاحب' چودھری محمد حنیف صاحب اور ارشاد حسین سیٹھی نے یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے کہ ایوان میں بجٹ تقریر کی جو کاپیاں فراہم کی گئیں ان میں ایک پورا صفحہ موجود نہ تھا۔ جناب وزیر خزانہ نے بجا طور پر اس کی نشان دہی کی ہے کہ ان کی بجٹ تقریر کے دوران میاں منظور احمد موہل صاحب نے اس کی نشان دہی ایک پوائنٹ آف

آرڈر پر کی تھی کہ یہ statement نامکمل ہے اور جناب وزیر خزانہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ وہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں اس کو سرکولیٹ نہیں کیا گیا۔ انھوں نے یہ agitate کیا تھا۔ تو میں نے اس پر finding دی تھی کہ کابینہ آخری لمحے تک فنانس منسٹر کی جٹ تقریر میں کسی قسم کی کوئی ترمیم کر سکتی ہے۔ تو آخری لمحے پر ہونے والی ترمیم کو فوری طور پر circulate کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسری بات آپ نے فرمائی ہے کہ کابینہ کی میٹنگ اس سے پہلے ہونی چاہیے' well in time ہونی چاہیے اور well in time یہ سارا circulate ہونا چاہیے۔ اس بارے میں آپ سے میں یہ کہوں گا کہ cabi-net meetings کے بارے میں یہ بھی precedents ہیں کہ جس روز جٹ کی presentation ہوتی ہے عین جٹ کی presentation سے پہلے کیبنٹ میٹنگ ہوتی ہے تاکہ اس میں فنانس بل کے بارے میں' جٹ تقریر کے بارے میں ایک چیز کو thrash out کیا جائے اور اسے فائنل شکل دی جائے۔ اور اس کو فائنل شکل دے کر اس کے فوراً بعد جٹ کی presentation کی جائے تاکہ اس میں کسی چیز کی جو فائنل شکل ہے' اس کی leakage کی کوئی صورت نہ رہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں رولز سے کسی قسم کی کوئی deviation نہیں ہوئی ہے۔ اور جو dec ıments اس میں موجود نہیں تھے' یہ کابینہ کا prerogative ہے کہ وہ تقریر میں کسی قسم کی تبدیلی جٹ تقریر سے پہلے کرنے کی مجاز ہے۔ اس لیے میں اس تحریک استحقاق کو out of order قرار دیتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبات زر بابت سال 93 - 1992 پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: اب ہم میزانیہ بابت سال93-1992 کی ڈیمانڈز کو زیر غور لاتے ہیں۔ ان کی کل تعداد 43 ہے۔ 21 ڈیمانڈز پر کٹ موشنز ہیں۔ ان میں سے 10 ڈیمانڈز پر تخفیف کی تحاریک پر حکومتی بنچوں اور حزب اختلاف میں آج میرے چیمبر میں بیٹھ کر سمجھوتا ہو گیا ہے جس میں حکومتی بنچوں کی طرف سے جناب وزیر قانون نے نمائندگی کی ہے۔ جناب وزیر خزانہ تشریف نہ لائے لیکن جناب وزیر قانون نے حکومت کی طرف سے نمائندگی کی ہے۔ حزب

اختلاف کی طرف سے رانا اکرام ربانی صاحب قائد حزب اختلاف' ان کے ڈپٹی لیڈر اور ان کے باقی رفقا' ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب' جناب فرید احمد پراچہ صاحب اور ان کے دیگر ساتھی تشریف لائے اور اس سلسلے میں ایک سمجھوتا ہو گیا ہے۔ فنانس منسٹر صاحب! آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ جس وقت معاہدہ ہوا۔ سردار صاحب نے نمائندگی کی تھی۔ آپ کو مل گیا ہے؟

وزیر خزانہ : جی ہاں' مجھے مل گیا ہے۔

جناب سپیکر : اس سمجھوتے کے مطابق یہ طے پایا ہے کہ دس مطالبات زر پر کٹوتی کی تحریکوں کو پہلے لینا ہے۔ اس کے مطابق ڈیمانڈ نمبر 10 جنرل ایڈ منسٹریشن' نمبر 16 ہیلتھ ڈیمانڈ نمبر 15 ایجوکیشن' ڈیمانڈ نمبر 18 زراعت' ڈیمانڈ نمبر 13 پولیس' ڈیمانڈ نمبر 43 ڈویلپمنٹ' ڈیمانڈ نمبر 21 کوآپریٹو' ڈیمانڈ' نمبر 26 ہاؤسنگ اور ڈیمانڈ نمبر 5 جنگلات۔

تو یہ طے ہوا ہے کہ ان دس مطالبات زر پر جو کٹوتی کی تحاریک ہیں ان کو take up کیا جائے گا اسی ترتیب کے ساتھ جو ترتیب میں نے یہاں بنائی ہے۔ اس میں میرے خیال میں کس قسم کا کوئی confusion نہیں ہے۔ اس کو ہم اسی ترتیب کے ساتھ آج take up کرتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : میاں منظور احمد موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! جو سمجھوتہ ہے اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر سمجھوتے کی بات ہے تو سرکاری پارٹی اور حزب اختلاف مل کر کوئی بھی ایک بات طے کر لیں تو اگر یہ سمجھوتہ ہوتا ہے تو میرے خیال میں یہ اسمبلی کے باہر ایک agreement اخلاقی طور پر ہوتا ہے۔ اس کو یہاں ایوان میں بیان کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر یہاں agreement ہو جائے تو پھر ہاؤس میں سارا مسئلہ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ تو میری اس میں یہ رائے ہے کہ اگر وہاں کوئی ایسا سمجھوتا ہوا ہے تو وہاں یہ ٹھیک ہے اور یہ اپوزیشن اور گورنمنٹ کی بات ہو سکتی ہے لیکن اس کو ہاؤس کی کارروائی کا حصہ بنانا کہ یہ ہمارا سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اس کے مطابق بات ہو گی۔ تو میں اسے قواعد و ضوابط کے بالکل منافی سمجھتا

ہوں۔ کیونکہ پھر تو یہ ہوگا کہ اسمبلی میں جو بھی بات ہے وہ سمجھوتے سے کر دی جائے۔ ہر ممبر اپنی مرضی کے مطابق خود مختار ہے اور جو وہ محسوس کرے یہاں بیان کر سکتا ہے۔ میرا نقطۂ نظر یہ ہے جس میں آپ کی رولنگ چاہتا ہوں کہ اس ہاؤس کا مقصد یہ ہے کہ یہاں ممبران آتے ہیں اور اپنے نقطۂ نظر کے مطابق وہ contribute کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ اگر معزز رکن اپنے اس contention کو approve کرنے کے لیے کوئی رولز کا حوالہ دینا چاہیں تو میں چاہوں گا کہ وہ اس ہاؤس کو assist کریں۔ کہ کون سے رول کے مطابق اس معاہدے کو اسمبلی میں لانے کی ممانعت ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر رول specific ہو تو پھر میں اس کا پہلے ذکر کیا کرتا ہوں کہ فلاں رول کے تحت ہے۔ کوئی specific رول نہیں ہے۔ اور اس میں یہ بات ہے کہ یہ جو باہر سمجھوتہ ہوتا ہے وہ قطعاً لاگو نہیں ہوتا ہر ممبر اپنی آزاد مرضی کا مالک ہے۔ یہاں نہ گورنمنٹ اپنے ممبران کو کہہ سکتی ہے کہ آپ اس کے مطابق کرنا ہے۔ اور نہ اپوزیشن کا لیڈر کہہ سکتا ہے کہ آپ نے اس کے مطابق کرنا ہے۔ یہ ایک اخلاقی ذمہ داری تو ضرور ہے لیکن یہ پارلیمنٹ کا حصہ نہیں بن سکتی اور نہ ہی صوبائی اسمبلی کا حصہ بن سکتی ہے کہ آپ نے اس دائرے کے اندر رہ کر بات کرنی ہے۔ کوئی ایسا آرڈر پاس نہیں ہو سکتا کہ آپ نے یہ بات کرنی ہے۔ اور وہ بات نہیں کرنی۔

جناب سپیکر: اس بارے میں میں یہ کہوں گا کہ میاں منظور احمد موہل صاحب کا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے اسے میں جائز قرار نہیں دیتا۔ اس لیے کہ جو حزب اقتدار اور اپوزیشن کے مابین understanding کی فضا قائم ہوئی ہے اور خصوصی طور پر یہ بجٹ کے معاملے میں کٹوتی کی تحریک پر بات کرنا یہ پارلیمانی روایات کا ایک نہایت اہم ترین حصہ ہے۔اس پر ہمیشہ گورنمنٹ اور اپوزیشن کے مابین settlement ہوتی ہے۔ اور اس settlement کے بغیر نہ گورنمنٹ کے معاملات بہتر چل سکتے ہیں اور نہ اپوزیشن کے معاملات بہتر چل سکتے ہیں۔ کیونکہ اپوزیشن نے کٹوتی کی تحریک پر بات کرنی ہے۔ وہ اہم کٹوتی کی تحاریک پر بات کرنا چاہتے ہیں تو ہاؤس میں اگر سمجھوتہ نہیں کرتے تو اسی ترتیب کے ساتھ وہ کٹوتی کی تحاریک

آئیں گی جس ترتیب کے ساتھ وہ place ہوئی ہیں۔ تو اس میں ان کی اہم باتیں اور ان کے اہم موضوع رہ جائیں گے۔ اور پہلے پہلے دو چار پانچ چھ ہو جائیں گے۔ تو اس لحاظ سے یہ اپوزیشن کے بھی عین مفاد میں ہے کہ وہ choose کریں وہ subjects جن کو وہ زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ اور اپوزیشن کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت رانا اکرام ربانی صاحب اپوزیشن لیڈر ہیں۔ وہ پی ڈی اے کی نمائندگی کرتے ہیں اور ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب جماعت اسلامی گروپ کے پارلیمانی لیڈر ہیں۔ اس لیے ان کی تشریف آوری اور حکومت کی طرف سے وزیر قانون صاحب کی تشریف آوری میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہاؤس میں ایک consensus بنانے کے لیے کہ گورنمنٹ اور اپوزیشن کے مابین کٹوتی کی تحاریک پر یہ فیصلہ ہو گیا اور ایک compromise ہو گیا اور اس فیصلے کے مطابق وہ کٹ موشنز کے معاملات چلیں گے۔۔۔۔ یہ نہایت مستحسن بات ہے اور اس کو میں رولز اور روایات کے مطابق قرار دیتا ہوں اور اس کے بغیر other wise معاملات بہتر انداز میں نہیں چل سکتے۔اس لیے میاں منظور احمد موہل صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو میں مناسب نہیں سمجھتا۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! بات تو باہر ہو سکتی ہے۔ میرے پوائنٹ آف آرڈر کا نقطۂ نظر یہ تھا جو میں نہایت ادب سے کہوں گا کہ یہاں ہاؤس کی کارروائی میں اس کو حصہ نہیں بنانا چاہیے۔یعنی کارروائی کو چلانے کے لیے باہر افہام و تفہیم ہو سکتی ہے لیکن یہاں ہاؤس میں اس کا اعلان کرنا میرے نقطۂ نظر کے مطابق مناسب نہیں ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ یہ افہام و تفہیم نہیں ہونی چاہیے۔ ہونی چاہیے لیکن یہاں اس کو impose کرنا۔ یہاں ہاؤس میں اس کا اعلان کرنا یہ مناسب بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر : میں اس پر اپنی رولنگ دے چکا ہوں کہ ہاؤس میں اعلان کرنا بھی ضروری ہے اور یہ مستحسن ہے اس لیے کہ تمام ممبر صاحبان کو اس بات کا علم ہو کہ یہ فیصلہ ہوا ہے۔ لیکن جہاں تک ممبران کی صوابدید کا تعلق ہے وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ اگر کوئی ممبر اپنی پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کرنا چاہتا ہے تو اس کو ہاؤس میں بات کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اب مطالبہ نمبر 10 کو take up کرتے ہیں۔ اس بارے میں میں پہلے یہ کہہ چکا ہوں

کہ ڈیمانڈز کو respective Ministor اپنے محکمے کے متعلق پیش کریں گے۔ متعلقہ منسٹر صاحبان اپنی ڈیمانڈز ہاؤس میں پیش کریں گے اور وہی کٹ موشنز پر اپنی ڈیمانڈ کے حق میں تقریر فرمائیں گے۔ متعلقہ منسٹر ہی ڈیمانڈز پیش کریں گے اور متعلقہ منسٹر ہی کٹ موشنز پر اپنے محکمے کو .defend کریں گے۔ اور اس پر تقریر کریں گے۔ اس بارے میں میں کئی روز پہلے یہ بات کر چکا ہوں۔ اس لیے میرے خیال میں آج اس بات پر عمل ہونا چاہیے۔

چودھری محمد فاروق : پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر : چودھری محمد فاروق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! کل میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا آپ نے اسے entertain کیا اور مجھے فرمایا کہ میں لکھ کر آپ کو بھیجوں اور آپ نے اس پر یہ بھی فرمایا تھا کہ اس کا جواب وزیر خزانہ صاحب ایوان کے اندر دیں گے۔ ان کے جواب کے بعد آپ رولنگ دیں گے۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے میرے اس پوائنٹ آف آرڈر پر اپنی تقریر میں سے اس کا جواب دینا گوارا ہی نہیں کیا اور آپ کی طرف سے بھی اس پر رولنگ نہیں آئی۔

جناب سپیکر : انہوں نے اپنی تقریر میں آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہیں کرنا تھی۔ آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو زیر بحث لانے کے لیے اسے میں نے pending کیا ہوا ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ کہوں گا کہ جس وقت وہ اس سلسلے میں statement دینا چاہیں اس کو ہم take up کریں گے اور اس پر decision دیں گے تو مخدوم زادہ صاحب! آپ کب تک اس پر statement دینا چاہیں گے۔

وزیر خزانہ : جناب والا! آپ نے کل ہی فرمایا تھا اور جناب فاروق صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر مجھے موصول ہو چکا ہے اور میں نے محکمے کو بھیجا ہے۔ وہ اس کی چھان بین کر رہے ہیں۔ جیسے مجھے جواب موصول ہوتا ہے میں آپ کی خدمت میں عرض کردوں گا۔ اس لیے اسے ذرا pending رکھ لیں۔

جناب سپیکر : ابھی اس میں تین دن ہیں اور میرا خیال ہے کہ پرسوں تک ہو جانا چاہیے۔

وزیر خزانہ : جناب والا! جیسے ہی جواب موصول ہوتا ہے میں آپ کو اطلاع دے دوں گا۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ وہ - budget relevant document ہے۔ اس میں فگرز ہیں۔ صفحات کو میں نے quote کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس میں تین دن کا معاملہ نہیں ہونا چاہیے۔ میرا کہنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ budgets documents fictitious ہے نامکمل ہے۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! پھر یہ کٹ موشنز بھی ہو جائیں۔ حث بھی مکمل ہو گئی' کٹ موشنز بھی ہو گئیں تو اس کے بعد اس کا جواب آئے گا تو پھر وہ کیا جواب ہوگا؟

جناب سپیکر : جی یہ کٹ موشنز کے درمیان ہی ہو جائے گا۔ پرسوں کا ٹائم مقرر کر لیتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! اس پر آج ہی کرلیں تاکہ یہ کسی لحاظ سے کٹ موشنز میں آجائے۔ ایک fictitious document پر اگر حث مکمل ہو جائے گی تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح تو کوئی نوکر اور غلام سے بھی اشٹام پر دستخط نہیں کرواتا۔

جناب سپیکر : ابھی منسٹر فنانس کو جواب موصول نہیں ہوا۔ مخدوم زادہ صاحب پرسوں اس کو پھر پرسوں ٹیک اپ کر لیں۔

وزیر خزانہ : جی ٹھیک ہے۔

MR SPEAKER: Minister for Information & General Administration to move the motion please.

(The Hon'ble concerned Minister was not present)

وزیر قانون : جناب اجازت ہے۔

MR SPEAKER: Minister for Information was just sitting here.

جناب سپیکر : منسٹر صاحب اس کا مطلب یہ تھا کہ سارے منسٹر صاحبان اس میں involve ہو جائیں۔ یہ ان کے ڈیپارٹمنٹ کی ڈیمانڈ ہے اور ان کو ڈیمانڈ پیش کرنی چاہیے اور اپنی ڈیمانڈ کو defend کرنا چاہیے۔ آپ یہ ذاتی طور پر بھی جانتے ہیں کہ یہ پریکٹس بھی ہے اور دیگر اسمبلیوں میں بھی پریکٹس ہے۔

وزیر قانون : جی جناب والا!

جناب سپیکر : تو میرے خیال میں اس پر عمل ہونا چاہیے۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! اگر آپ اجازت فرمائیں تو یہ میں پیش کر دیتا ہوں۔ اس کا جواب منسٹر انفرمیشن دے دیں گے۔ دراصل ان کو ابھی جب آپ نے فرمایا ہے تو معلوم ہوا ہے۔ ان کو پہلے اس بارے میں معلوم نہیں تھا۔

جناب سپیکر : لیکن لاء منسٹر صاحب یہ آپ کے علم میں ہے کہ کافی دن پہلے میں اس بارے میں کہہ چکا ہوں۔

وزیر قانون : جی۔ یہ اگر جناب اجازت دیں تو میں پیش کر دیتا ہوں تو پھر اس کی winding up کا جواب جو ہے وہ دے دیں گے اور آئندہ ہم انشاء اللہ احتیاط کریں گے۔ آئندہ متعلقہ منسٹر ہی اس کو پیش کریں گے۔

جناب سپیکر : تو اس بارے میں Kindly you will make sure کہ متعلقہ منسٹر صاحب ہی اس کو پیش کریں گے ؟

وزیر قانون : جی ہاں۔

رانا ثناء اللہ خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی پوائنٹ آف آرڈر' رانا ثناء اللہ خان صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جس معاہدے کا اور جس understanding کا آپ نے پہلے ہاؤس میں ذکر کیا ہے یہ بات بھی اس کا حصہ ہے کہ متعلقہ منسٹر ہی مطالبہ زر پیش کریں گے اور وہی اس کا جواب دیں گے تو جب لیڈر آف دی اپوزیشن' ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب' اور حکومت کی طرف سے لاء منسٹر صاحب کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا ہے تو اس میں اب آپ اس انداز سے تبدیلی نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ تمام فریقین اس میں رضامند نہ ہوں کہ واقعی لاء منسٹر صاحب کو اس بات کی اجازت خصوصی طور پر دے دی جائے۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! آپ کو کس نے بتایا ہے کہ یہ بات اس معاہدے میں شامل ہے ؟

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! جب یہ معاہدہ ہوا ہے تو میں وہاں پر موجود تھا۔
جناب سپیکر : آپ موجود تھے لیکن آپ پھر اتنے غیر حاضر تھے کہ آپ کو یہ علم نہیں ہے کہ یہ اس معاہدے کا حصہ ہی نہیں ہے۔
رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! یہ آپ نے ہاؤس میں فرمایا ہے۔ یہ بات سارے ممبران نے سنی ہے اور اس معاہدے کی ایک شق کے طور پر آپ نے یہ فرمایا ہے۔
جناب سپیکر : جی آپ یہ بات کریں کہ معاہدے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! اب آپ اس پر یک طرفہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔
جناب سپیکر :میں نے خود ذاتی طور پر اس بات کو محسوس کیا تھا اور میں نے یہ کہا تھا کہ جملہ منسٹر صاحبان اپنی ڈیمانڈز خود پیش کریں گے اور خود ہی کٹ موشنز کو defend کریں گے اور جواب دیں گے۔ تو یہ میں نے خود کہا تھا اور یہ میری رولنگ ہے۔ یہ اس کا حصہ نہیں ہے۔
رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! پھر رولنگ کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے کہ آپ اسے موم کی ناک کی طرح جب چاہیں' جس طرف چاہیں موڑ دیں۔
جناب سپیکر :وہ stand کرتی ہے لیکن یہ آپ کے الفاظ جو ہیں یہ نہایت نازیبا اور نامناسب الفاظ ہیں اور آپ کو کہوں گا کہ آپ یہ الفاظ واپس لیں۔
رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! کون سے ؟
جناب سپیکر :یہ جو ابھی آپ نے الفاظ کہے ہیں۔
رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں نے تو آپ کی رولنگ کا حوالہ دیا ہے۔
جناب سپیکر :اس رولنگ کا جس انداز میں آپ نے حوالہ دیا ہے وہ نہایت نازیبا نہایت ناشائستہ ہے۔
رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! اگر آپ ایسا خیال کرتے ہیں تو میں ان الفاظ کو واپس لے لیتا ہوں۔
جناب سپیکر :شکریہ۔

رانا ثناء اللہ خان : لیکن میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ جب آپ رولنگ دے چکے ہیں تو پھر اسے اس انداز سے تبدیل نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر : میں خود تو اس پر بات کر رہا ہوں۔ آپ کو اس پر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود رولنگ دے چکا ہوں' ایک فیصلہ دے چکا ہوں تو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان : شکریہ۔

جناب سپیکر : لاء منسٹر صاحب نے یہ کہا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے کہ متعلقہ منسٹر کو اس بارے میں ابھی علم ہوا ہے اور وہ پہلی ڈیمانڈ کو پیش نہیں کر رہے تو انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ وہی اس کو defend کریں گے اور آئندہ متعلقہ منسٹر ہی اس ڈیمانڈ کو پیش کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں اس مرحلے پر آپ کی توجہ اس جانب دلانا چاہوں گا کہ جب ضمنی بجٹ پیش ہوا تھا تو اس وقت آپ کے چیمبر میں ہم سب موجود تھے تو آپ نے اس وقت بھی گورنمنٹ کو یہ ہدایت کی تھی کہ مطالبات زر متعلقہ منسٹر ہی پیش کریں گے اور وہی اس کا جواب دیں گے یعنی یہ بات جو ہے یہ آج سے تقریباً بیس پچیس روز پہلے ہو چکی ہوئی ہے تو اب اس کے متعلق یہ وضاحت کرنا کہ منسٹر صاحب کو ابھی تک اس کا علم نہیں ہو سکا یا انہیں ہم بتا نہیں سکے۔ یہ کوئی مناسب بات معلوم نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر : رانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔ جی میں ایک exceptional case کے طور پر لاء منسٹر صاحب کو اجازت دیتا ہوں۔ یہ چونکہ پہلا دن ہے۔ ہم نے یہ فیصلہ جو ہے یہ پہلا سیشن ہے جس میں کیا ہے کہ متعلقہ منسٹر ہی ڈیمانڈز پیش کریں گے اور متعلقہ منسٹر ہی defend کریں گے اس لیے ابتداء میں تو اللہ کریم نے بھی جب اسلام نافذ کیا تھا تو رولز میں نرمی کی تھی۔ تو اس لیے میں کہتا ہوں کہ یہ ابتداء ہے۔ یہ پہلا سیشن ہے اس لیے میں منسٹر لاء کو اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ وہ یہ ڈیمانڈ منسٹر انفرمیشن کی طرف سے پیش کریں لیکن آئندہ کے لیے وہ اس بات کو ensure کریں کہ متعلقہ منسٹر ہی وہ پیش کریں

گے۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے .....

چودھری محمد فاروق : جناب سپیکر! آپ کی رولنگ کے بعد میں اس بارے میں عرض کروں گا.....

جناب سپیکر : چودھری صاحب آپ تشریف رکھیں۔ میں نے لاء منسٹر صاحب کو floor دے دیا ہے۔

مطالبہ زر نمبر 10

وزیر قانون : جناب سپیکر! ایس اینڈ جی اے ڈی کا محکمہ چیف منسٹر صاحب کے پاس ہے اور انہوں نے یہ کام سلیم اقبال صاحب کے سپرد کیا ہوا تھا اور ویسے بھی اسمبلی کے جملہ معاملات کے بارے میں منسٹر لاء اینڈ پارلیمنٹری آفیئرز کا تو کام ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ ان کو پیش کر سکتے ہیں۔ جناب والا! کے حکم کے مطابق' جناب کی خواہش کے احترام میں ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا وگرنہ رولز میں یا روایات میں جیسا کہ جناب والا! نے فرمایا ہے پہلے کبھی نہیں ہوتا رہا۔ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے کہ منسٹر فنانس مطالبات زر پیش کرتے تھے یا منسٹر پارلیمنٹری آفیئرز کرتے تھے۔ تو اب جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آج پہلا دن ہے۔ بات کوئی بھی نہیں ہے۔ ہمیں تو خوشی ہے کہ یہ اپنا وقت اس طریقے سے صرف کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ تو ہمیں تو اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ اس پر اگر مزید بھی یہ بحث کرنا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ اجازت دی ہے۔ تو جناب والا! میں یہ مطالبہ زر نمبر 10 پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک رقم جو ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10 ہزار 4 سو 60 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30- جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "نظم و نسق عامہ" برداشت کرنا پڑیں گے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ ایک رقم جو ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10 ہزار 4 سو 60 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی

جائے جو مالی سال مختتمہ 30-جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظم و نسق عامہ برداشت کرنا پڑیں گے۔

(رانا اکرام ربانی:

(رانا ثناء اللہ خان: اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

(جناب فرید احمد پراچہ:

جناب سپیکر: اس ڈیمانڈ میں ایک کٹ موشن ہے جو جناب فرید احمد پراچہ' چودھری محمد حنیف' ڈاکٹر محمد افضل اعزاز' چودھری اصغر علی گجر' ملک محمد دین' میاں محمود الرشید' حافظ سلمان بٹ اور ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحبان کی طرف سے ہے۔ کیا اسے فرید احمد پراچہ صاحب پیش کریں گے؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں "کہ ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10 ہزار 4 سو 60 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 10) انتظام عمومی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10 ہزار 4 سو 60 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 10) انتظام عمومی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

وزیر قانون: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب والا! یہ جو مطالبہ زر پیش کیا گیا ہے یہ انتظام عمومی کے بارے میں ہے جسے حرف عام میں جنرل ایڈمنسٹریشن یا بیروکریسی کہا جاتا ہے ایک ارب 55 کروڑ روپے کا یہ مطالبہ زر ہے اور یہ گزشتہ سال ایک ارب اور 4 کروڑ روپے تھا اس سال اس میں 51 کروڑ کا اضافہ کیا گیا

ہے جو 50 فیصد سے زائد ہے یہ اتنا بڑا اضافہ جس میں کیا جا رہا ہے اسے اس لحاظ سے بھی زیر بحث لانا بہت ضروری ہے کہ گزشتہ دنوں جنگ کے اوپر جتنی بھی تقاریر کی گئی ہیں....

جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب کو متوجہ کیا جائے کہ وہ بات کو غور سے سنیں۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب' آپ اپنی تقریر کو جاری رکھیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! جن کو سنانا ہے اگر وہی سن نہیں رہے تو پھر اس کا کیا فائدہ؟

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: تو جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں کہ اس بیوروکریسی کے بارے میں جو بات میں اس ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ کسی ایک فرد کے بارے میں نہیں ہے افراد تو اچھے' بہتر اور بہت لائق بھی ہو سکتے ہیں دراصل یہ ایک نظام کے بارے میں ہے جس نظام کی وجہ سے ہمارے ہاں رشوت' کرپشن' بدامنی بد حالی اور بہت سی ایسی دوسری خرابیاں آگئی ہیں جس کا اس ملک کے عوام اور اس صوبے کے عوام خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ جناب سپیکر! دراصل یہ ایک ایسی کلاس کے بارے میں ہے جو ہمارے ملک کی اصل حکم ران جماعت ہے یہ سب سے بڑی سیاسی پارٹی' منظم ترین اور مضبوط ترین سیاسی جماعت ہے جس کے بارے میں اپنی یہ چند گزارشات عرض کرنی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! یہ بیوروکریسی' یہ جنرل ایڈمنسٹریشن جس پر اتنی زیادہ رقم خرچ کی جا رہی ہے یہ دور غلامی کی یادگار ہے اس کے تمام ضابطے' اس کے تمام قانون' اس کے تمام نظام اس کی تمام ذہنیت اس دور غلامی کی یادگار ہے اور اس کے جو خالق ہیں جنہوں نے اس کو تخلیق کیا ان کا اپنا اس کے بارے میں تبصرہ یہ ہے اور لارڈ مکالے نے اسے تخلیق دیا اس کا اپنا بھی یہ کہنا ہے کہ زور آور اور با اثر لوگوں کو افیون کھلا کر ان کو پست کاہل اور سست کر دیا جاتا ہے اسی طرح سے ہم نے یہاں پر انتظامیہ کا ایک ایسا نظام دے دیا ہے جو ہندوستان کے لوگوں کو کاہل' پست ہمت اور سست کر دے گا ایسٹ انڈیا کمپنی جس نے اس نظام کو نافذ کیا اس کا اپنا تبصرہ یہ تھا کہ یہ نظام ہندوستانیوں کی ہلاکت کا سبب بنے گا جناب سپیکر! ای۔ پی مون

جو دور غلامی میں امرتسر اور ملتان میں ڈپٹی کمشنر رہا اس نے ہندوستان کے اجنبی راج کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں اس نے بیوروکریسی کے بارے میں چھ چیزیں دی ہیں جو ہم نے یہاں پر نامناسب اور ناموافق قوانین نافذ کیے ہیں۔جناب سپیکر!مغلیہ عہد کے سادہ طریقوں کو ہم نے ختم کر دیا کاسہ لیسی پر مبنی ایک نظام ہم نے یہاں پر دیا ہے قوانین ایسے دیئے ہیں کہ اس میں ایماندار اور انصاف پسند آدمی بھی نہ انصاف دے سکتا ہے اور نہ انصاف لے سکتا ہے ایک منظم جھوٹ پر مبنی یہ نظام ہیں بددیانتی اور بے ایمانی ان کی رگوں کے اندر خون کی طرح دوڑتی ہے جناب والا! یہ تبصرہ ان لوگوں کا ہے جو ان کے خالق ہیں جناب والا! اس بیوروکریسی کے بارے میں جس کی آج ہم وکالت کر رہے ہیں اور جس کے لیے اتنی بڑی رقم رکھ رہے ہیں اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ ایسے لوگوں کی حکمران جماعت ہے جو کثرت آمدنی اور زیادتی اختیارات کے اندر یہ لطف محسوس کرتے ہیں اور اگر ان کے اختیارات میں کمی واقع ہوجائے تو یہ دراصل ان کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر عوام کو مراعات ملنے لگیں تو یہ ان کے اندر رکاوٹ بنتے ہیں اسی طرح سے جناب پاکستان بننے کے بعد کارنیلس نے ان کے بارے میں ایک رپورٹ مرتب کی تھی اور یہ بڑی معروف رپورٹ ہے اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سی۔ ایس۔پی ایک ایسی کلاس ہے جو ناجائز طور پر اہمیت حاصل کر گئی ہے بے جا مراعات طلب کرتے ہیں اور بہت زیادہ اختیارات کے مالک بن گئے ہیں جناب سپیکر! اس نظام کے بودہ پن کی یہ علامت ہے کہ خود انگریز جب یہاں سے وہ اس کالونی سے واپس گئے تو انہوں نے اپنے ملک میں ان ہی لوگوں کو جو یہاں پر حکمران تھے انگریزوں کو بھی اپنے نظام میں واپس نہیں لیا ان میں سے چند افراد ایسے بھی تھے جن کے ابھی چند سال ملازمت میں گزرے تھے دس سال پہلے کی یہ بات ہے کہ جنوبی افریقہ سے ایک جج ریٹائرڈ ہو کر وہاں پہنچے جن کی عمر صرف 35 برس تھی وہاں کے اخبارات نے بھی یہ بات لکھی لیکن انہوں نے کہا کہ یہ جو غلام قوموں پر حکومت کرنے والے اور اس نظام کے اندر رہنے والے لوگ ہیں ان کو ہم اپنے نظام کے اندر نہیں لیں گے لیکن جناب سپیکر! ہم نے وہ تمام کا تمام لباس پاکستان بننے کے بعد اپنا لیا وہی لوگ تھے وہی قوانین تھے وہی ضابطے تھے وہی طریق کار تھے وہی مراعات تھیں وہی بڑی بڑی کوٹھیاں تھی وہی بڑے بڑے بنگلے تھے وہی ٹیلی

فون کا نظام تھا یہ ساری کی ساری وہ مراعات ہیں جو ساری کی ساری اس بیوروکریسی کو ناجائز طور پر دی گئیں اور ان مراعات کا حال یہ ہے آج جنگ اخبار میں بیوروکریسی کی مراعات کے ضمن میں جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں وہ ہمارے بجٹ کے دیئے ہوئے اعداد و شمار ہیں میں نے بھی پہلے ان کو مرتب کیا تھا کہ بیوروکریسی کی سالانہ تنخواہیں 20 کروڑ روپے ہیں اور ان کو جو الاؤنسز دیئے جاتے ہیں وہ ایک ارب50 کروڑ روپے ہیں اور اس کی حالت یہ ہے کہ صرف سیکرٹریٹ میں 50 کروڑ تنخواہوں کی مد میں اور 87 کروڑ روپے ان کی مراعات اور ٹیلی فون پر خرچ ہوتے ہیں اسی طرح سے جو وزیر اعلیٰ کا سیکرٹریٹ ہے اس میں 25 لاکھ سالانہ صرف ٹیلی فون کا بل ہے ابھی جو بجٹ آپ کے سامنے ہے اس میں 20 کروڑ روپے کی مد آپ نے صرف ٹیلی فون اور بجلی کے بل ادا کرنے کے لیے مانگی ہے آپ جا کر افسران کی رہائش گاہیں دیکھ لیں ان کی مربع مربع کے اوپر پھیلی ہوئی کوٹھیاں ہیں۔ اس وقت یہ افسران انگریز تھے اور یہ ان کی زمینیں نہیں تھیں ہماری ہی زمینیں تھیں ان کے اوپر جناب غریبوں کی کالونیاں اور بستیاں بن سکتی ہیں وہ اسمبلی کے ممبران مانگتے ہیں لیکن صرف ایک آدمی کے رہنے کے لیے اتنی بڑی بڑی کوٹھیاں نہیں ہونی چاہئیں پھر جناب والا! ان کو مالی باورچی اور بہت سارا دوسرا عملہ دے دیا گیا ہے جناب والا! ان کو اتنی مراعات دینے کے بعد یہ ملک کو کیا دے رہے ہیں کہ وہ دفاتر کے اندر نہیں ملتے سرخ فیتے کا ایک نظام ہے جو چل رہا ہے تمام مالی اختیارات ان کو ملے ہوئے ہیں ہر بجٹ ہر فنڈ کا 45 فیصد حصہ ان کی corruption کی نذر ہو جاتا ہے جناب سپیکر! میں پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے بجٹ کا 45 فیصد حصہ ان corruption کی نذر ہو جاتا ہے ڈاکٹر محبوب الحق وفاقی وزیر خزانہ رہے ہیں انہوں نے یہ کہا ہے کہ چالیس ارب روپیہ ہماری بیوروکریسی کھا جاتی ہے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین اس وقت ایوان میں تشریف رکھتے ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ اس بیوروکریسی نے جو رقم بھی خوردبرد کر دی ہے اگر ہم اس کو برآمد کر لیں تو ہمارا دو سالوں کا ہمارا بجٹ پورا ہو سکتا ہے۔ جناب والا! 55 کروڑ روپے کی زرعی ادویات ضائع کر دی گئیں جو expire ہو گئیں اور پھر ان کو گوداموں کے اندر رکھنے کے لیے دو کروڑ روپیہ صرف کر دیا گیا وہ ادویات

جو ان کی نااہلی کی وجہ سے expire ہو گئیں اس کے بعد ان کو تباہ کرنے کے لیے اب نئے پیسے مانگے جا رہے ہیں۔ جناب جون کے آخری دنوں میں بجٹ استعمال کیا جاتا ہے اور پھر کسی ضابطے کی پابندی نہیں ہوتی محکمانہ بے ضابطگیوں کے اندر ہر سال اضافہ ہوتا ہے اور خریداریوں کے اوپر کمیشن لی جاتی ہے عوامی مشکلات کا یہ حال ہے جناب سپیکر! یہاں ایک عام کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ ہر فرد کے لیے یا ہر خاندان کے لیے ایک ایم۔ پی۔ اے کی ضرورت ہے یا ایم۔ این۔ اے کی ضرورت ہے تب اس کے جائز کام کی درخواست ان افسروں تک پہنچتی ہے رشوت کا یہ منظم سلسلہ ہے جو کیا گیا ہے اور اس کے لیے ہر جگہ پر یہ بنا ہوا ہے کہ کلرک یا رجسٹری کلرک کے ذمہ گھر کا سودا لانا ہے اس کے ذمے بیگم کو shop-ping کرانا ہے.....

اس کے ذمے علاج معالجے کے لیے لے کر جانا ہے' اس کے ذمے فلاں ہے یعنی ایک پورا نظام بنا ہوا ہے۔ اور اس نظام کو کوئی نہیں توڑتا۔ ہر حکومت اس نظام کو تحفظ دیتی ہے۔ انسداد رشوت ستانی کا محکمہ قائم کیا گیا جو بڑے پیمانے پر رشوت لیتے ہیں۔ اور انسداد رشوت ستانی کے محکمہ میں بھی وہی لوگ جاتے ہیں جو اسی رشوت کے نظام سے گزرے ہوتے ہیں۔ اور یہ محکمہ اصل میں انسداد رشوت ستانی کا نہیں بلکہ امداد رشوت ستانی کا محکمہ ہے۔ اور جو Anti Corruption Act بنایا گیا ہے اس Anti Corruption Act کے تحت بڑے افسروں پر ہاتھ ڈالنے کے لیے ہفت خواں طے کرنے پڑتے ہیں۔ اور ان کے ماتحت جو چھوٹے لوگ پٹواری' سپاہی اور کلرک وغیرہ ہوتے ہیں ان کو تو پکڑ لیا جاتا ہے لیکن جو بڑے بڑے مگرمچھ ہیں ان کو پکڑنے کے لیے تو قواعد مختلف قسم کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان بڑے بڑے مگرمچھوں پر آپ ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ اور یہ قواعد بھی انہی لوگوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی لیے ایک Senior Judge کا یہ تبصرہ تھا Anti Corruption Act کے بارے میں جس نے بھی اس Anti Corruption Act کو بنایا تھا وہ بہت بڑا corrupt آدمی تھا۔"

جناب سپیکر: اسی طرح یہ بیوروکریسی ہے جن کے لیے ایک ارب روپے کی رقم مختص کی جا

رہی ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ اپنے اللوں تللوں کے لیے' اپنی عیاشیوں کے لیے یہ ہر ایک حکومت کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور ان کو ہر طرف سبز ہی سبز دکھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سب اچھا اور سب لوگ آپ کے حق میں ہیں۔ یہ وہ کردار ہے جیسا کہ قرآن پاک میں شیطان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ :

وازین لھم الشیطن اعمالھم وقال لاغالب لکم الیوم من الناس وانی جارالکم۔

کہ شیطان نے ان کو اعمال بڑے مزین کر کے دکھائے اور کہا کہ لا غالب الکم من الناس آج کوئی بھی تمہارے اوپر غالب نہیں ہے' سب طرف تمہارے ہی چرچے ہیں' تمہارے ہی جھنڈے ہیں' لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ وانی جارلکم : اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ لہٰذا ان کا کردار بھی شیطان جیسا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ آئی جے آئی نے اپنے منشور کے اندر یہ بات کہی تھی لیکن جب حکومت میں آئے ہیں تو انہوں نے عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ یہاں تبادلوں کا کوئی نظام نہیں ہے۔ یہاں سیاسی بنیادوں کے اوپر تبادلے ہوتے ہیں یا ان کی اپنی من مرضی سے تبادلے ہوتے ہیں۔ اس کا کوئی طریق کار نہیں۔ اس سلسلے میں میری تجویز ہے کہ جس طرح امریکہ میں' یورپ میں اور دوسرے ممالک میں بہت سارے وہ head یا بہت سارے وہ عنوانات جو لوگوں کے مفاد کے ہیں ان کو بلدیات کے یا عوامی نمائندوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح وہاں پر پولیس' تعلیم اور دوسرے اداروں کی نگرانی بلدیاتی ادارے کرتے ہیں' لوگوں کی نمائندگی ہوتی ہے' عوام کی شمولیت ہوتی ہے' اختیارات لوگوں کے پاس ہوتے ہیں اور چونکہ یہ ایک بلدیہ کے تحت ہوتے ہیں۔ لہٰذا پھر ان کے تبادلوں کا معاملہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں ہر ممبر اسمبلی کے پاس ملازمین کے تبادلوں کی ایک لمبی فہرست ہوتی ہے۔ اس سارے نظام کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے آپ سے یہ عرض کروں گا کہ اس مطالبہ زر کو

جو بیوروکریسی کے بارے میں ہے جس نے کرپشن کا' رشوت کا اور نااہلی کا ایک نظام قائم کیا ہوا ہے اس نظام کو توڑنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس نظام کی وکالت کرنے کی جائے اسے ختم کریں۔ ہماری ذاتی طور پر ان افسران سے کوئی عدوات نہیں ہے بلکہ یہ ایک نظام کی بات ہے یہ افسران اس نظام کو ختم نہیں کریں گے کیونکہ ان کو مراعات بھی حاصل ہیں اور اختیارات بھی حاصل ہیں۔ اس کو ختم کرنا عوامی نمائندوں کا کام ہے۔ ہمارے وزرائے کرام جو بہت سارے بل اور بہت سارے قوانین لے کر آتے ہیں یہ کبھی خود بھی قانون بنانے کی ضرورت محسوس کریں صرف افسران سے قانون نہ بنوائیں اور ایسے قوانین سامنے لے کر آئیں جن کے ذریعے سے اس بیوروکریسی کی مرکزیت کو اور اس کے بڑھتے ہوئے لامحدود اختیارات کو کم کیا جائے۔ اور پھر اس کے تحت ایک ایسا نظام لایا جائے جو بہتر ہو اور عوام کی امنگوں کے مطابق ہو۔ شکریہ' جناب سپیکر!

رانا ثناء اللہ خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر!

جناب سپیکر : رانا ثناء اللہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ کل بھی محترم وزیر قانون صاحب نے آپ کی Chair کے اوپر آکر کافی دیر انھوں نے کوئی بات آپ سے سرگوشی میں کی جس پر ایوان میں اعتراض کیا گیا۔ آج پھر انھوں نے یہی رویہ اپنایا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے اس بارے میں آپ کی رولنگ آچکی ہے کہ اس طرح کی بات ایوان میں نہیں ہو سکتی۔ تو اس بارے میں جناب سپیکر! میں آپ کی رہ نمائی چاہوں گا۔

جناب سپیکر : رانا صاحب۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے اس بارے میں کبھی کوئی ایسی رولنگ نہیں دی کہ سپیکر کے ساتھ کوئی معزز رکن یا وزیر اس انداز میں بات نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میری یہی رولنگ ہے کہ اس بارے میں اس سے پہلے میں نے کوئی رولنگ نہیں دی۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! پھر یہ سمجھا جائے کہ اس معزز ایوان کا ہر رکن اس انداز میں جب چاہے آپ سے بات کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی ہاں میرے ساتھ بات ہو سکتی ہے۔ اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن normally طریق کار یہ اختیار کیا جاتا ہے۔

کہ سپیکر کو اگر کچھ communicate کرنا ہے تو written form میں بھجوا دیا جاتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر۔ آج سے اس بات کی اجازت تو ہے۔ لیکن اس میں آپ time limit کے بارے میں بھی فرما دیں کہ کہ اس میں کوئی time limit تو نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ normal practice یہ رہی ہے کہ لکھ کر بھجوا دیا جاتا لیکن exceptions are there اور اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو تو پھر کی جا سکتی ہے لیکن normal practice کو follow کیا جاتا ہے کہ لکھ کر بھیج دیا جائے۔

اس پر اور کوئی صاحبان بات کرنا چاہیں گے؟ چودھری محمد حنیف صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ فرمائیں چودھری صاحب۔

چودھری محمد حنیف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں نہایت ہی اختصار سے کام لوں گا کیونکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ باقی ساتھی بھی اس پر بات کر سکیں اور اگلی cut motions پر بھی بات ہو سکے۔ میں اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہوں گا کہ اس دفعہ جو پیسے اس مد میں' اس مطالبہ زر میں رکھے گئے ہیں پچھلے سال سے تقریباً 20 کروڑ روپے زائد ہیں بیوروکریسی کو یہ اتنی مراعات اور سہولتیں کس وجہ سے دی جا رہی ہیں؟ بیوروکریسی کی غلطی اور غلط اعداد و شمار کی وجہ سے وزیر خزانہ اور اس ایوان کو خاصی پریشانی اور شرمندگی اٹھانی پڑی ہے۔ یہ ان کی کوتاہیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ جو انہوں نے یہاں غلط اعداد و شمار دیئے اور وزیر خزانہ کو اس کا جواب دہ ہونا پڑا۔

جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ آج ہماری یہ جو بیوروکریسی ہے ان کی تنخواہ تو پانچ ہزار روپے ہوتی ہے لیکن اگر ان کے allowances کو دیکھا جائے تو وہ 50 ہزار سے اوپر ہوتے ہیں۔ ان کی گاڑیوں کے اخراجات کو آپ دیکھ لیں۔ ایک سیکرٹری کے پاس کئی کئی گاڑیاں ہوتی ہیں اور کئی کئی ملازم اس کے گھر میں کام کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی کارکردگی کیا ہے؟

جتنے بھی اس وقت اخراجات ہو رہے ہیں یہ بالکل غلط اور ناجائز ہو رہے ہیں۔ ان کے دفتروں میں air condition چلتے ہیں اور بعض اوقات یہ اس کو بند کرنا بھی بھول جاتے ہیں اور یہ air condition ساری ساری رات چلتا رہتا ہے لیکن انہیں اس بات کی کوئی فکر نہیں ہوتی کہ یہ ہماری غریب عوام کے پیسے ضائع ہو رہے ہیں۔ یا نقصان ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ ان کے بجلی اور گیس کے بلوں کو دیکھیں کہ وہ کس قدر زیادہ ہیں۔ میں آپ سے یہ کہوں گا کہ ان پر کٹ لگایا جانا چاہیے اور ان اخراجات میں کمی ہونی چاہیے۔ معلوم نہیں وزیر خزانہ یا ہمارے دوسرے وزرائے کرام کو کیا مجبوریاں ہیں کہ اس بیوروکریسی کو مضبوط سے مضبوط تر کیے جاتے ہیں حالانکہ یہ سرخ فیتہ ہے' اور یہ رکاوٹ ہیں عوامی فیصلوں کے راستے میں اور جو فیصلے اسمبلیوں میں ہوتے ہیں یہ ان کے راستے میں بھی رکاوٹ بن جاتے ہیں اور عمل درآمد نہیں ہونے دیتے۔ وزیراعلیٰ ایک directive جاری کرتے ہیں۔ اور یہ directive تین دفعہ ایک سیکرٹری کے پاس جاتا ہے۔ چھ ماہ تک مسلسل اس پر عمل درآمد نہیں ہو پاتا یہ ہے اس بیوروکریسی کا حال۔ اور یہ جو زیادہ سے زیادہ بیوروکریسی پر اخراجات کیے جارہے ہیں یہ میرے غریب عوام کا حق ہے جو چھین کر ان کو دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ان اخراجات میں کمی ہونی چاہیے۔ اور میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: کوئی اور صاحب بات کرنا چاہیں گے؟ ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب بات کرنا چاہیں گے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! کسی بھی مہذب معاشرے میں یہ بات انتظامیہ کے فرائض منصبی میں شامل ہے کہ وہ نظم و نسق اور ایڈمنسٹریشن کو پوری طرح کنٹرول میں رکھے۔ اور اس میں جہاں کہیں خرابی یا نقص پایا جائے اس کو دور کرنے کی پوری طرح کوشش کرے۔ لیکن آج میں یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہماری انتظامیہ کے فرائض منصبی کیا ہیں؟ انہیں متعین کرنے کے لیے ایک کمشن بنایا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ایک ڈویژن میں کمشنر صاحب کیا کرتے ہیں اور اسی طرح ڈی سی صاحب کے فرائض منصبی کیا ہیں اور کیا وہ ان کو پوری طرح نبھاتے ہیں اور اے سی اور اے ڈی سی (جی) اور ریونیو کے افسران جو انتظامیہ میں

شامل ہیں ان سے بھی یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ ان کے فرائض منصبی کیا ہیں؟ جناب سپیکر' میں اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بات کرتا ہوں اور پورے خلوص نیت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر کسی ضلع میں کوئی آفت آ جاتی ہے یا ڈویژن میں کوئی آفت آجاتی ہے یا کوئی دھماکہ ہو جاتا ہے کہیں آگ لگ جاتی ہے اور لوگ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں تو صرف ایک سرکاری نوٹ پیش کر دیا جاتا ہے کہ جناب' والا' یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ کچھ لوگ آئے' ایڈمنسٹریشن خراب کی اور اس کے بعد دھماکہ کیا اور اس کے بعد سارے لوگ جل گئے یا مر گئے۔ آگ لگ گئی۔ اغوا ہو گیا یا کوئی خزانہ لوٹا گیا' چوری ہوئی یا ڈاکہ پڑا۔ لیکن میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس کا کوئی سد باب ہوتا ہے' کسی کا کوئی احتساب ہوتا ہے اور کسی سے پوچھا جاتا ہے کہ کمشنر صاحب یا ڈی سی صاحب ہمیں بتایئے کہ آپ کے ضلع میں جو اتنا بڑا اور اندوھناک سانحہ ہوا ہے اس کے اثرات کیا ہوئے اور اس کی وجوہات کیا تھیں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کی وجوہات پر کوئی نہیں جاتا اور نہ کسی کا احتساب کرتا ہے۔ ڈی سی صاحب اور اے سی صاحب کے فرائض منصبی میں یہ بات شامل ہے کہ جب وزیر اعلیٰ ان کے ضلع کا دورہ کرتے ہیں تو کمشنر سے لے کر اے سی تک اور ڈی آئی جی سے لے کر ایس پی تک ان کا ایئرپورٹ پر استقبال کرتے ہیں۔ ان کی کار کے دروازے کھولتے ہیں اور ان کے ساتھ سارا دن مصروف رہتے ہیں۔ اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم سے زیادہ وفادار اور ہم سے زیادہ خیر خواہ اور کوئی نہیں ہو سکتا اور اس عرصہ کے دوران جب تک وزیر اعلیٰ صاحب اس ضلع میں موجود رہتے ہیں سارا عملہ انتظامیہ کا ان کے ساتھ نتھی رہتا ہے۔ اس دوران چاہے کسی بیوہ کی لڑکی اغوا کر لی جائے' کسی بوڑھے آدمی کا بیٹا قتل کر دیا جائے انتظامیہ اس کو دستیاب نہیں ہوتی۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے یہ فرائض ہیں اور دوسرا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ہم حکومت کے خلاف مظاہرے نہ کرائیں کوئی ہڑتالیں نہ ہوں اور کوئی ایسے اقدامات نہ کیے جائیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ڈی سی صاحب یا اے سی صاحب کے ہوتے ہوئے حکومت کے خلاف مظاہرہ ہو گیا ہے۔ آج کمشنر صاحب اور ڈی سی صاحب کا سب سے بڑا کام یہ رہ گیا ہے کہ ان تمام احتجاجی مظاہروں اور ہنگامہ آرائی کو روکنے کے

لیے ساری فورس استعمال کریں اور اگر یہ پوچھا جائے کہ جرائم میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ ان سے کوئی شخص پوچھنے والا نہیں ہے۔ آپ ان کی مراعات بڑھا رہے ہیں اور ان کو سہولتیں دے رہے ہیں ہم ان کے خلاف نہیں ہیں لیکن خدا کے واسطے آپ انہیں یہ کہیے کہ اگر جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے اگر وہاں برائیاں اور خرابیاں جنم لے رہی ہیں تمام خرابیاں انڈے اور بچے دے رہی ہیں تو ان کی وجوہات کیا ہیں۔ ہر تین مہینے کے بعد ان سے ایک رپورٹ لیجئے کہ آپ کی ڈویژن میں اور آپ کے ضلع میں اس قسم کے جرائم میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے۔ اور دن بدن کیوں لوگوں میں بے چینی اور بدامنی پائی جاتی ہے۔ وہ اگر انتظامیہ کے کسی افسر سے ملنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ دس دن نہیں' بیس دن نہیں' مہینے تک آپ چکر لگاتے رہیں آپ کے جائز کام نہیں ہوتے۔ یہاں سیکرٹریٹ میں نے خود دیکھا ہے اور یہ تمام حضرات جو یہاں تشریف فرما ہیں وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کے ڈائریکٹو سیکرٹری صاحبان کو دیے جاتے ہیں لیکن مہینوں ان پر کوئی عمل نہیں ہوتا اور اس کے بعد ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے جاتے ہیں جب تک آپ ایک ایک درخواست کے پیچھے ذاتی طور پر نہ بھاگیں۔ یہ انتظامیہ کا انتظام ہے۔ اس انتظامیہ میں آپ دیکھیں کہ ہماری حالت دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ امن و امان کی صورت حال پر ہم کئی گھنٹے' کئی دن اور کئی اجلاسوں میں بحث کرتے رہے ہیں لیکن اس میں کوئی بہتری نہیں ہوئی۔ میں نہایت ادب سے جناب سپیکر' آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے دل کا غبار نکالیں اور خرابیوں کی نشان دہی کریں اور اس پر عمل درآمد نہ ہو تو یہ ملک کبھی ترقی نہیں کر سکے گا۔ اور تمام انتظامیہ کبھی سدھر نہیں سکے گی۔ میں صرف اس بحث کے حوالے سے دو تین چیزیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں 29 سیکرٹری ہیں۔ تین یا چار سیکرٹری 21 گریڈ کے ہیں اور باقی 20 گریڈ کے ۔ ان کے تمام اخراجات اگر آپ دیکھیں کہ پچھلے سال 92 - 1991 سے اس سال93 - 1992 کہیں زیادہ ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم بچت کر رہے ہیں۔ کفایت شعاری کر رہے ہیں اور وہ تمام چیزیں نہیں لا رہے جو چیزیں لانی چاہئیں' آپ کسی مد میں دیکھ لیجئے' صوبائی اسمبلی کا خرچ

بڑھا' جنرل ایڈمنسٹریشن کا جٹ بڑھا' چیف منسٹر سیکرٹریٹ کا خرچ بڑھا' منسٹر کا جٹ بڑھا ہے اور اس کے بعد سول سیکرٹریٹ کا جٹ بڑھا ہے کل رقم 89 کروڑ سے بڑھ کر 93 کروڑ ہو چکی ہے۔ اس کے بعد مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ VIP Filight Maintenance & Operation cell پر سوا بہتر لاکھ روپیہ صرف کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جب وی آئی پی' جن میں منسٹر شامل ہیں' ایڈوائزر شامل ہیں یا سیکرٹریز شامل ہیں وہ حضرات جا کر ان کا ٹکٹ خریدتے ہیں' ان کو ایئر پورٹ پر الوداع کہتے ہیں اور ان کا استقبال کرتے ہیں۔ ظلم خدا کا 72 لاکھ روپے اس پر خرچ کیا گیا ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ایک منسٹر یا ایک سیکرٹری راولپنڈی جاتا ہے تو اس کے ساتھ دس آدمی بھی جائیں اور خرچے میں اضافہ کریں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ ٹکٹ بک کرا کے ان کے حوالے کریں اور وہ خود جائیں۔ نہ ان کا استقبال کیا جائے اور نہ ان کو الوداع کیا جائے۔ لیکن یہاں الوداع کرنے اور استقبال کرنے کے لیے 72 لاکھ روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔

پھر یہ دیکھیے کہ Anti Corruption Dept. کے لیے ساڑھے تین کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ جیسے کہ پراچہ صاحب نے کہا کہ یہ انسداد رشوت ستانی نہیں ہے بلکہ امداد رشوت ستانی ہے۔

لے کے رشوت پھنس گیا ہے دے کے رشوت چھوٹ جا

آج کون نہیں جانتا کہ کوئی کروڑوں روپے کی رشوت لیتا ہے تو لاکھوں روپیہ دے کے چھوٹ سکتا ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں' اور کوئی انصاف کرنے والا نہیں ہے کہ اس سے پوچھے کہ اس نے کروڑوں روپیہ غبن کیا ہے گورنمنٹ کا مال لوٹا ہے اور غریبوں کے خون پسینے کی جائز کمائی ہضم کی ہے تو اس کا کوئی تدارک کیا جائے' اس کو جیل میں دے دیں' اس کے لیے کوئی سزا تجویز کریں۔ لیکن یہاں ظلم یہ ہے کہ نہ کسی کو سزا ملتی ہے اور نہ اس کو پوچھا جاتا ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور آج بھی کہتا ہوں کہ اگر آپ ایڈمنسٹریشن کے اخراجات کو چیک کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ادارہ بنائیں جو اس کو چیک

کرے۔ اگر جٹ کو کنٹرول کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ادارا بنائیں جو ہائی کورٹ کے ججوں پر مشتمل ہو۔ اس میں دیانت دار ایمان دار قسم کے شہری شامل کیجئے' ایم پی اے حضرات کو شامل کیجئے تاکہ ہم اس گھپلے کو پوری طرح کنٹرول کر سکیں۔ اس گھپلے کو کنٹرول کرنے کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ اس کے لیے کوئی ادارہ بنایا جائے۔ جناب سپیکر' جب تک وہ جٹ میں دی گئی اتنی بڑی رقوم کا تدارک نہیں کریں گے میں آپ کو پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں ملک میں کوئی خوش حالی نہیں آئے گی۔ کوئی تعمیر و ترقی نہیں ہوگی۔ ہم نے پچھلے کئی سالوں سے یہ تجربہ کرکے دیکھا ہے کہ اس میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ جس طرح یہ جٹ آتا ہے اس کا چالیس پچاس فیصد لوگوں کی جیبوں میں چلا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ کمشن کی صورت میں اور رشوت کی صورت میں ہڑپ کر جاتے ہیں۔ اس کے تدارک کے لیے ایک ادارہ بنایا جائے جو اس کا تدارک کر سکے۔ شکریہ!

جناب سپیکر : اس تحفیف زر کی تحریک میں محرک صاحبان چودھری اصغر علی گجر' ملک محمد دین صاحب' میاں محمود الرشید صاحب' حافظ سلمان بٹ صاحب' ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب میں سے کوئی اور صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ تو متعلقہ وزیر اس پر بات کرنا چاہیں گے۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! ملک سلیم اقبال صاحب کو ضروری کام سے کہیں جانا پڑ گیا ہے اگر آپ مہربانی فرمائیں تو اور اجازت دیں تو اس کا جواب میں دے دیتا ہوں۔ اس پر کوئی لمبی بات کرنے والی نہیں ہے صرف دو منٹ لگیں گے۔ میں اپنی بات دو منٹ میں ختم کر لیتا ہوں پھر آپ اسے شماری کرا لیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر' پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : رانا ثناء اللہ خان صاحب پوائنٹ آف آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس سے پہلے جب یہ بات ہو رہی تھی تو اس وقت آپ نے یہ فرمایا تھا کہ ex-ceptional case کے طور پر میں مطالبہ زر پیش کرنے کی اجازت دے دیتا ہوں لیکن کٹ موشن کا جواب بہر صورت متعلقہ وزیر ہی دیں گے تو اب وزیر قانون کے علم میں یہ

بات اچھی طرح ہے کہ یہ بات صرف پندرہ بیس منٹ پہلے کی ہے تو اب وہ پھر آپ سے ex-ceptional concession چاہتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جواب دینے کی مجھے اجازت دی جائے یہ کوئی مناسب طور عمل نہیں ہے ویسے آپ جو مناسب سمجھیں۔

جناب سپیکر: اس پر ایک چیز میں واضح کرنا چاہتا ہوں اس کٹ موشن میں کوئی 8 آدمیوں کے نام ہیں لیکن اس پر صرف تین تقاریر ہوئی ہیں تو اگر کوئی ممبر تقریر نہیں کرنا چاہتا تو ضروری نہیں ہے کہ اس کو bound کیا جائے کہ وہ تقریر کریں اسی طریقے سے اگر مطالبہ زر کے خلاف جو کٹ موشن ہے متعلقہ وزیر اس کو defend نہیں کرنا چاہتے وہ بات ہی نہیں کرنا چاہتے تو اس کے لیے ضروری تو نہیں ہے کہ وزیر اس پر بات کرے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ وہ اس کو defend ہی کرتے اس پر بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے تو اس لیے یہ معاملات ابھی ایسے ہیں کہ جن پر کوئی hard and fast rules نہیں ہیں کیونکہ ابھی ابتدا ہے آج ہی ہم نے اس کو شروع کیا ہے تو اس میں آپ بھی تھوڑا سا relax feel کریں اور میں وزیر قانون کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اس بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کریں۔

وزیر قانون: شکریہ جناب سپیکر' میں شکر گزار ہوں.....

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر' پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی چودھری محمد حنیف صاحب' پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! اسی سے متعلق ایک کٹ موشن رانا اکرام ربانی صاحب کی طرف سے بھی ہے دونوں کا ایک ہی موضوع ہے تو اس کے بعد اگر take up کر لیں تو بہتر نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر: ان کو علیحدہ علیحدہ dispose of کرنا ہے ان کی علیحدہ کٹ موشن ہے ان کی علیحدہ کٹ موشن ہے۔ جی جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون: شکریہ جناب والا' میں معزز اراکین حزب اختلاف کا مشکور ہوں کہ میرے بھائی پراچہ صاحب نے ماشاء اللہ اس سبجیکٹ پر بہت تیاری کی ہوئی تھی۔ جناب والا' میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سرکاری ملازمین بھی ہمارے بھائی ہیں یہ بھی ہم میں سے ہیں سب

کو برا کہنا اور من حیث الجماعت ان کو حرف تنقید بنانا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی۔ جناب سپیکر! مجھے افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ میرے بھائیوں نے نکتہ چینی برائے نکتہ چینی کی حد تک اپنی تقاریر کو محدود رکھا ہے اس میں کچھ solid تجاویز انھوں نے پیش نہیں کیں۔ اگر اس سسٹم کو ہم ختم کر دیں تو اس کے بعد یہ چاہتے کیا ہیں؟ جناب والا! یہ جو اخراجات بڑھے ہیں ہم نے کوئی خصوصی مراعات نہیں دیں اگر بجلی کے بل بڑھ جاتے ہیں اگر سوئی گیس کے بل بڑھ جاتے ہیں اگر ٹیلی فون کے بل بڑھ جاتے ہیں تو ظاہر ہے کچھ خرچہ تو بڑھانا پڑے گا جب ٹیلی فون کٹ جاتا ہے بجلی کٹ جاتی ہے تو اس سے حکومت پنجاب کی عزت افزائی نہیں ہوتی۔ تو جناب سپیکر'.....

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر' پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر : جی فرید احمد پراچہ صاحب' پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! ابھی دریشک صاحب یہ فرمارہے تھے کہ کوئی ٹھوس تجویز نہیں دی گئی تنقید برائے تنقید کی گئی ہے جس وقت ہم ٹھوس تجاویز دے رہے تھے تو اس وقت دریشک صاحب آپ کے ساتھ اور مختلف وزراء کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے۔ ہم نے بہت ٹھوس تجاویز دی ہیں۔ بلدیاتی اداروں کے ذریعے اختیارات استعمال کرنے کی تجویز دی ہے یورپ کے اندر 27 محکمے بلدیاتی اداروں کے تحت ہیں۔ اور اگر عوامی نمائندوں کے ذریعے سے اختیارات استعمال ہوتے ہیں تو اس میں یہ کرپشن اور یہ چیزیں پیدا نہیں ہوتیں۔ اور اس کے علاوہ اور بہت ساری ٹھوس تجاویز دی گئی ہیں تو گزارش ہے کہ جب تقریر کی جارہی ہو تو یہ غور سے سنیں اور اگر غور سے نہیں سنا تو یہ تبصرہ نہ کریں کہ کوئی ٹھوس تجویز نہیں دی گئی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت چاہوں گا گزارش ہے کہ....

جناب سپیکر : جناب ڈاکٹر صاحب' آپ کس نکتے پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : ان کے جواب کی وضاحت۔

جناب سپیکر : ڈاکٹر صاحب' ابھی تک تو جناب وزیر قانون بات کر رہے ہیں ان کو بات مکمل

کرنے دی جائے اس کے بعد بھی آپ کو اس سلسلے میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ حزب اختلاف کے معزز اراکین نے جو طریقہ شروع کیا ہوا ہے یہ انتہائی نامناسب ہے۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوتا وہ اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں اس کے بعد متعلقہ وزیر اس کا جواب دیتا ہے اور پھر یہ ہاؤس کو put کیا جاتا ہے اس طریقے سے interrupt کرکے اپنی اچھی precedent قائم نہیں کر رہے۔ جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ لوکل گورنمنٹ کی institutions کو جتنا آپ کی موجودہ گورنمنٹ نے مؤثر بنایا ہے ہم اس پر فخر کرتے ہیں اور ہم اس کا کریڈٹ لینے کے لیے تیار ہیں لیکن جب عملی طور پر اس قسم کے معاملات آتے ہیں اور ان پر عمل کرنے کا وقت آتا ہے اصل پتہ اس وقت چلتا ہے یہ کہنا تو بڑا آسان ہے کہ لوکل گورنمنٹ کو اختیارات دے دیں۔ میں آپ کو یہ کہتا ہوں کہ پہلے پرائمری سکول لوکل گورنمنٹ کے پاس ہوتے تھے اب گورنمنٹ کے پاس چلے گئے ہیں۔ میں ساری اسمبلی سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ ہمارے ساتھ تعاون کریں اس میں ہمارے ساتھ معاونت کریں کہ پرائمری سکول کے ٹیچرز کو گورنمنٹ سے واپس لے کر لوکل گورنمنٹ کو دلوا دیں تو میں سمجھوں گا کہ یہ ہم نے بہت بڑا معرکہ مارا ہے۔ کہنا بڑا آسان ہوتا ہے لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو اس میں جو مشکلات سامنے آتی ہیں اس وقت پتہ چلتا ہے کہ یہ کام کرنا کتنا مشکل ہے۔ جناب والا' میں یہی گزارش کر رہا تھا جو بھی نیا اضافہ کیا ہے یہ بالکل جائز کیا ہے ہم نے کٹ لگائے ہیں ہم نے economy کی ہے ہم نے بہت سارے ٹیلی فون Non- STD کرائے ہیں ہم نے پٹرول کا کوٹا مقرر کیا ہے جتنی بھی economy ہو سکتی تھی جس کے نتیجے میں وزیر خزانہ نے تفصیل سے اپنی بجٹ تقریر میں بتایا ہے نہ صرف یہ کہ اڑھائی ارب روپے غیر ترقیاتی سے ترقیاتی میں ٹرانسفر ہوئے ہیں بلکہ 3 ارب روپے کا جو ہمارا overdraft تھا اس میں کمی کی ہے تو یہ ساری چیزیں economy کے بغیر نہیں ہوئی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے مطالبہ زر پر جو کٹ موشن پیش کیا ہے یہ قابل پذیرائی نہیں ہے۔ جناب والا! اس کو مسترد فرمایا جائے۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے

"کہ ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10 ہزار 4 سو 60 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 10) انتظام عمومی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے"

(تحریک نامنظور کی گئی)

اس مطالبہ زر پر دوسری کٹ موشن رانااکرام ربانی خان صاحب' سید چراغ اکبر شاہ صاحب' اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب' رانا ثناء اللہ خان صاحب' غلام سرور خان صاحب' اور نوابزادہ منصور احمد خان صاحب کی طرف سے ہے۔ اس کو رانا ثناء اللہ خان صاحب پیش کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10 ہزار 4 سو 60 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 10) انتظام عمومی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

مسئلہ جسے بحث لانا مقصود ہے: اس حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے جس کے تحت محکمہ مطلوبہ نتائج کے حصول اور عوام کی امنگوں کے مطابق خدمات سر انجام دینے میں ناکام رہا ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10 ہزار 4 سو 60 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 10) انتظام عمومی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

وزیر قانون: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ صاحب اس پر کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ جناب سپیکر! نظم و نسق اور جنرل ایڈمنسٹریشن کا جو ہیڈ ہے اس میں ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ روپے سے اوپر رقم رکھی گئی ہے۔ اور اس میں تمام گورنمنٹ functionary اے۔ سی۔ ڈی۔ سی اور تحصیل دار سے لے کر منسٹر صاحبان تک کی تنخواہیں اور دیگر مراعات کے لیے پیسہ مختص کیا گیا ہے۔ میرا اس بارے میں خیال ہے کہ امن و امان کی جو صورت حال انتہائی غیر تسلی بخش ہے اور پولیس کا محکمہ بھی اسی سے متعلق

ہے اور اس محکمے کے لیے حکومت جو رقم رکھتی ہے اس رقم سے بھی دراصل امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانا ہی مقصود ہوتا ہے اور اسی طرح سے Adminstration of justice کی مد میں جو رقم رکھی جاتی ہے اس کا بھی بالواسطہ تعلق امن وامان کی صورت حال سے ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ تینوں ادارے Distic Management police اور judiciary ایک ہی معاملے کے مختلف پہلوؤں کو deal کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو کل رقم فراہم کی گئی ہے۔ اس کا اگر تخمینہ لگایا جائے تو یہ پانچ ارب کے لگ بھگ بنتی ہے۔

جناب سپیکر! اس صوبہ کے عوام انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں غریب ملازم'مزدور'کسان جو ٹیکس ادا کرتے ہیں revenue اکٹھا ہوتا ہے وہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس صوبے کے عوام کو امن وامان میسر ہو سکے۔ لیکن اتنی بڑی رقم کے خرچ کیے جانے کے باوجود بھی اس صوبے میں امن وامان نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ آئے دن ڈاکہ زنی کی وارداتیں ہوتی ہیں' کسی شہری کا نہ توسفر محفوظ ہے اور نہ ہی وہ اپنے گھر میں محفوظ ہے اور پچھلے سال اس صوبے میں اتنے بڑے بڑے واقعات ہوئے جن کے متعلق موجودہ حکومت نے بڑے بلند بانگ دعوے کیے کہ ہم اس کیس کو 72 گھنٹے میں trace کرلیں گے' ہم فلاں کیس کو 48 گھنٹے میں trace کرلیں گے۔ لیکن اس سلسلے میں حکومت کی کارکردگی انتہائی ناقص رہی اور نہ صرف یہ کہ لوگوں کو امن وامان اور تحفظ فراہم نہ کیاجا سکا۔ بلکہ ان کیسوں کو بھی جن کے متعلق حکومت نے دعوے کیے تھے ان میں سے بھی کسی کیس کو trace out نہ کیا جا سکا۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اتنی بڑی رقم خرچ کرنے کے باوجود بھی مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوتے جن کے حاصل کرنے کے لیے ہر سال بجٹ تقریر میں حوالے دیئے جاتے ہیں میں محترم وزیر قانون کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ پچھلے سال جو بجٹ تقریر کی گئی تھی اور اس میں بھی امن وامان کے حوالے سے جو سبز باغ دکھایا گیا تھا اور اب اس سال بھی امن وامان اور عوام کے جان ومال کے تحفظ کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ چند فقرے ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں "کہ کسی بھی

حکومت کے لیے امن عامہ اور عوام کی جان و مال کا تحفظ اولین ترجیح ہوتی ہے۔ حکومت پنجاب اپنے اس بنیادی فریضے سے غافل نہیں۔

جناب والا! اس وقت آج کل کے حالات میں امن وامان کی صورت حال واقعی ایک بنیادی فریضہ ہے کیونکہ امن وامان کی بہتر صورت حال کے بغیر ملک میں نہ تو معاشی ترقی ہو سکتی ہے' نہ صنعتی ترقی ہو سکتی ہے اور نہ ہی ملک کسی اور حوالے سے ترقی کر سکتا ہے۔ اس لیے جب تک ملک میں امن وامان کی صورت حال کو بہتر نہ بنایا جائے گا اس وقت تک ملک کی ترقی ممکن نہیں ہے امن وامان کی صورت حال کو صرف اور صرف اسی صورت میں بہتر بنایا جا سکتا ہے کہ یہ تینوں ادارے District Management پولیس' اور Administration of Justice سے متعلقہ judiciary کے نظام کو بہتر نہ بنایا جائے۔ جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ جہاں تک District Management کا تعلق ہے اس میں بھی پچھلے دس پندرہ سال سے غلط لوگوں کو شامل کر لیا گیا ہے 1985ء سے لے کر اب تک جو حکم ران طبقے میں شامل تھے انہوں نے اپنے عزیزوں رشتے داروں' اور بھتیجوں کو اس انداز میں بھرتی کیا ہے اور مینجمنٹ میں شامل کیا ہے کہ اب تمام ڈیپارٹمنٹ کی یہ صورت حال ہے کہ کہیں ان کا کوئی تحصیل دار بیٹھا ہے کہیں کوئی ڈی سی بیٹھا ہے کوئی اے۔ سی بیٹھا ہے وہ حکومتی طبقے میں شامل افراد میں سے کسی نہ کسی کا رشتہ دار ہے اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ وہ کسی بھی قسم کے محاسبہ سے بالاتر ہے اسی طرح سے جناب سپیکر! پولیس کا بھی حال ہے' اور اسی طرح سے جناب سپیکر! آپ judiciary کو لے لیں یہ ابھی چند مہینوں کی بات ہے کہ cooperative Scandle پر حکومت وقت نے ایک ریفرنس بھیجا تھا اور اس ریفرنس کا جائزہ لینے کے لیے اور اس پر رائے دینے کے لیے عدالت عالیہ اور عدالت عظمیٰ کے افراد اس میں شامل تھے لیکن انہوں نے Cooperative Scandle کا جو ریفرنس تھا اس پر جب فیصلہ دیا اس فیصلے کو پڑھ کر نہ صرف اندرون ملک بلکہ پوری دنیا میں پاکستانی قوم کا سر شرم سے جھک گیا۔ انہوں نے اپنا فیصلہ دیتے وقت نہ صرف یہ کہ حکومت وقت کو یا موجودہ حکمرانوں کو بری الذمہ قرار دیا۔

ہ ان کی سوانح عمری لکھنا شروع کر دی۔ اور وزیر اعظم کے متعلق لکھا کہ! ہم تو اسے بچپن سے جانتے ہیں یہ بہت شریف ہے' اس نے تو کبھی بچپن میں بھی ایسی حرکت نہیں کی تھی۔ اس لیے ان کے خلاف یہ تمام الزامات غلط ہیں۔ جناب سپیکر! ہمارے یہ ادارے جن سے لوگ انصاف کی توقع کرتے ہیں' جن سے لوگ عدل چاہتے ہیں ان کی حالت یہ ہو کہ وہ حکم رانوں کے قصیدے پڑھیں' ان کی شان میں ان کی سوانح عمری لکھیں تو پھر جناب سپیکر!اس ملک کا نظام اور امن وامان کی صورت حال کیوں کر بہتر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سے جناب سپیکر امن وامان کی صورت حال کا معاملہ ہے۔ آپ جھنگ کے حالات کو لے لیں۔ جھنگ کے حالات دن بدن بگڑتے جارہے ہیں۔

جناب سپیکر : رانا صاحب!آپ ایک چیز نوٹ فرمائیں اور احتیاط برتیں کہ اعلیٰ عدالتوں کے رول کو ایوان میں criticise نہیں کیا جا سکتا۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ آئین کے تحت ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ یعنی عدالت عالیہ اور عدالت عظمیٰ کو یہ تحفظ حاصل ہے۔ اور یہ میں نے جس بارے میں بات کی ہے۔ tribunal خاص کر constitute کیا گیا تھا۔ اسے وہ استحقاقات حاصل نہیں تھے جو آئین میں ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کو حاصل ہیں۔ وہ ایک ٹریبونل تھا اور اس میں ایک معاملہ جسے حکومت نے اس کی طرف ریفر کیا تھا' اس پر اس نے فیصلہ دینا تھا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے اس کے متعلق اظہار خیال کیا جا سکتا ہے۔

وزیر امداد باہمی : جناب سپیکر! قاعدہ نمبر 94 میں یہ درج ہے کہ کسی عدالت میں یا کسی Tribunal میں جو معاملات زیر سماعت ہوں یا ان کا فیصلہ ہونا ہو ان کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ اگر جناب یہ دفعہ 94 کو ملاحظہ فرمائیں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کمیشن میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج موجود تھے جن کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔

رانا ثناء اللہ خان : میرے محترم بزرگ رانا پھول صاحب کی Limitation یہ ہے کہ انہوں نے جس جس قانون کا حوالہ دینا ہوتا ہے خود تو انہوں نے پڑھا نہیں ہوتا۔ انہوں نے کسی سے ترجمہ

سنا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ غلط ترجمہ کر کے سنا دیتے ہیں۔ یہ جو بات کر رہے ہیں یہ حق عدالتوں کو حاصل ہے۔ کسی خاص constituted tribunal کو یہ استحقاق حاصل نہیں ہے۔ یہ آئینی معاملہ ہے۔ جناب سپیکر! میں تو پہلے ہی وہ چیپٹر جو جنرل ایڈمنسٹریشن میں تھا جس میں وزراء کا بھی ذکر ہے' اس میں وزراء کے لیے تنخواہیں بھی مخصوص کی گئی ہیں۔ میں تو اسے پہلے ہی چھوڑ چکا تھا۔ لیکن اب بات کرتا ہوں جناب سپیکر! اس میں اب لاکھوں روپیہ وزراء کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ اور وزراء کا حال یہ ہے کہ جب وہ ایوان میں ہوتے ہیں تو normal practice کے مطابق وہ بات نہیں کر سکتے' اور جو بات وہ پانچ منٹ پہلے کرتے ہیں وہ انہیں یاد نہیں رہتی۔ جناب سپیکر آپ نے بعد میں یہ فرمایا کہ نارمل پریکٹس یہی ہے کہ بات لکھ کر کی جائے۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ ان کو جب لکھنا ہی نہیں آتا۔ ان کے لیے تو پھر یہ exception بہر صورت باقی رہے گی اور انہیں زبانی ہی بات کرنی پڑے گی۔ جناب سپیکر رانا صاحب کسی دفعہ کا بیٹھے بیٹھے حوالہ دے رہے ہیں یہ ذرا اٹھ کر بتادیں یہ دفعہ 94 یہاں پر پڑھ کے سنا دیں۔

جناب سپیکر : رانا صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا! رانا صاحب بیٹھے دفعہ 94 کا حوالہ دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر : جی عتیق الرحمان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب عتیق الرحمان : جناب سپیکر میں بڑی شدت سے اس بات کو محسوس کر رہا ہوں کہ میرے فاضل دوست رانا ثناء اللہ صاحب بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہیں۔ لیکن ان کا لب لباب یہی ہوتا ہے کہ ایوان کا وقت ضائع کیا جائے۔ اور کسی طرح بھی کوئی تعمیری بات نہ کی جائے۔ کبھی تو وہ ذاتی بات اور تنقید شروع کر دیتے ہیں۔ contradictory self بات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی وہ بے بنیاد انگریزی کے الفاظ وزیر اعلیٰ سے منسوب کر کے کہنا شروع کر دیتے ہیں یہ وہی وقت ہے جو انہوں نے انگریزی زمانے میں صرف کیا۔ اگر یہ بجٹ کے حوالے سے آپ کے ساتھ تعاون کرتے تو ایوان کو کچھ روشنی ملتی اور وقت بھی ضائع نہ ہوتا۔

جناب سپیکر : شکریہ عتیق الرحمان صاحب۔ جی رانا صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ جب تک وہ ادارے جن کے ذمہ امن وامان کی صورت حال کو صحیح رکھنا ہے ان اداروں میں جب تک بہتر افراد نہیں ہوں گے اور بہتر طریقہ کار نہیں اپنایا جائے گا اور بہتر لوگ سامنے آکر اس ضروری معاملہ کو کنٹرول نہیں کریں گے اس وقت تک ملک میں امن وامان کی صورت حال بہتر نہیں ہو سکتی۔ بہتر لوگ اسی وقت ہی آسکتے ہیں جب بہتر حکمران ہوں۔ کیونکہ کسی بھی ضلع میں، کسی ڈی سی کا کسی کمشنر کا، اور کسی اے سی کا تقرر بہر حال گورنمنٹ پنجاب نے کرنا ہوتا ہے۔ جب اوپر صحیح لوگ نہیں بیٹھے ہوں گے تو لازمی بات ہے پھر صحیح لوگوں کا تقرر عمل میں نہیں آسکے گا۔ اب آپ جھنگ کی صورت تحال کو ہی دیکھ لیں۔ جھنگ کی صورت حال گزشتہ کئی سالوں سے خراب چلی آرہی ہے۔ اور اسے خراب کیا جاتا رہا ہے اور خراب کیا جا رہا ہے اور حکومت وقت کی صورت حال یہ ہے کہ وہ ایک طرف تو کہتی ہے کہ وہاں پر ایک تنظیم ہے اور اس تنظیم نے وہاں پر حالات خراب کیے ہوئے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ان کی جرأت کا یہ حال ہے کہ اس تنظیم کا نام لینے سے گھبراتے ہیں۔ اور ایوان میں اگر خاص طور پر یہ پوچھا جائے کہ آپ بتائیں کہ اس تنظیم کا نام کیا ہے تو جناب سپیکر وہ آئیں بائیں شائیں کر کے بات کو آگے بڑھا دیتے ہیں اور اس تنظیم کا نام تک نہیں لیتے۔ اور آپ ان حکم رانوں کی خارجہ پالیسی کی صورتحال بھی دیکھیں کہ اسی تنظیم کا ایک وفد سعودی عرب کی خصوصی دعوت پر حج کے لیے سعودی عرب گیا ہوا ہے۔ یعنی ایک طرف تو اس ایک تنظیم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہمارے ایک ضلع میں دہشت گردی کی کاروائیوں کی مرتکب ہو رہی ہے۔ اور ملک میں امن وامان کی صورت حال خراب کر رہی ہے۔ لیکن دوسری طرف ایک غیر ملکی حکومت جو کہ ہماری دوست ہے نے اس تنظیم کے ایک بڑے وفد کو اپنے خرچ پر شاہی مہمان بنا کر حج پر بلایا ہوا ہے۔ اور یہ ان کی صورت حال ہے۔ جب اس طرح سے یہ انتظامات ہوں گے، اس طرح کے معاملات چلیں گے تو پھر امن وامان کی صورت حال یہ ہی ہوگی کہ اس کے اوپر پانچ ارب روپیہ خرچ کرلیں، پانچ ارب روپے کی رقم کو بڑھا کر دس ارب کرلیں، پندرہ ارب کرلیں۔ لیکن اس کے مطلوبہ نتائج جن کو اس ملک کے عوام چاہتے ہیں جو اس ملک کے

لوگوں کا حق ہے وہ کسی صورت بھی حاصل نہیں ہو سکیں گے۔ جناب سپیکر! دراصل اس سارے معاملے کی بنیاد یہ ہے کہ یہ جو موجودہ حکم ران ٹولہ ہے یہ صحیح معنوں میں اس ملک کے اقتدار اعلیٰ کے قابل نہیں ہے۔ یہ صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے جھنڈے اور ڈنڈے سے نوکری کی ہوئی ہے۔ اس ملک کا اقتدار اعلیٰ تو کسی اور کے پاس ہے۔ اور یہ جس کے پاس ہے اسے ہر کوئی جانتا ہے۔ اور جب ان کے متعلق بات کی جاتی ہے تو پھر ایوان میں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ یہ ان کا کسی حوالے سے ذکر بھی کریں۔ اگر وہ تھانہ گلبرگ لاہور میں آکر کسی کی پٹائی کرتے ہیں اور اسمبلی میں سوال ہو جاتا ہے تو پھر یہ سوال کرنے والے کی منت کرنا گوارہ کر لیتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ خدارا! کوئی ایسی صورت حال پیدا نہ ہو جائے کہ ایوان میں ہمیں یہ نام لینا پڑ جائے۔ یا ان کے متعلق کوئی بات کرنی پڑ جائے۔ اور کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہمارے جھنڈے اور ڈنڈے اسی وقت واپس ہو جائیں۔

جناب سپیکر! انھیں صرف اور صرف اپنی تجوریاں بھرنے سے مقصد ہے۔ جو corruption انھوں نے پچھلے پندرہ سولہ سال سے اس ملک میں شروع کی ہوئی ہے اور coruption کے ذریعے سے اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں انھیں صرف اور صرف اسی بات سے مقصد ہے۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کے ڈنڈے اور جھنڈے سلامت رہیں اور ان جھنڈوں اور ڈنڈوں کی بنیاد پر یہ corruption کرتے رہیں۔۔

جناب سپیکر : عتیق الرحمٰن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب عتیق الرحمٰن : شکریہ جناب سپیکر۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس معزز ایوان کا وقت بہت قیمتی ہے۔ اگر رانا ثناء اللہ صاحب کے پاس بحث کے لیے کوئی مثبت تجاویز نہیں ہیں تو وہ اپنی تقریر ختم کر کے دوسروں کو وقت دے سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! انھوں نے جو کل انگریزی کی بات کی ہے میرے صحافی بھائیوں نے اور اخباروں نے اس کو زینت بنایا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو بہت ہی مختصر وقت میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : یہ اس وقت مناسب نہیں ہے۔

جناب عتیق الرحمٰن : اور میں پیپلز پارٹی کی انگریزی بھی سنانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس وقت اس کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اس وقت کٹ موشنز پر بات ہو رہی ہے۔ اور اگر آپ انھیں interrupt کرنا چاہتے ہیں تو آپ پوائنٹ آف آرڈر پر اس وقت interrupt کریں جب یہ اپنی کٹ موشن کے دائرہ کار کے اندر نہ ہوں' یا غیر ضروری بات کر رہے ہوں یا غیر متعلقہ بول رہے ہوں۔اس وقت آپ انھیں interrupt کر سکتے ہیں۔صورت دیگر جو اپنی کٹ موشن پر بات کرنے والے لوگ ہیں انھیں interrupt نہ کیا جائے۔

جناب عتیق الرحمٰن: میں نے تو یہ عرض کیا ہے کہ انتہائی قیمتی وقت کو باتوں میں ضائع کیا جا رہا ہے۔ اب کٹ موشن میں جھنڈے اور ڈنڈے کا کیا ذکر ہے؟ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کا بھی جواب دے دوں۔

جناب سپیکر: شکریہ عتیق الرحمٰن صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ جناب سپیکر! مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ کام کل ہوا تھا اور درد آج ہو رہا ہے۔ یہ تو کل کی بات ہے۔ اگر کوئی ایسی بات تھی تو کل ہی کر لیتے۔ رات گئی بات گئی۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی مثبت پروگرام نہیں ہے۔ پندرہ سال سے یہی لوگ کسی نہ کسی حوالے سے' کبھی کسی جرنیل کے پاؤں پڑ کے' کبھی کسی غیر جماعتی ایوان کے حوالے سے' کبھی کسی جماعت کے حوالے سے اور کبھی کسی جماعت کے حوالے سے 1985 سے یہ لوگ اس ملک پر مسلط ہیں۔ آج تک انھوں نے ان معاملات میں کسی اصلاح کے لیے کوئی کام نہیں کیا جن کا براہ راست تعلق عوام سے ہے' اس ملک سے ہے' اس صوبے سے ہے۔ اگر یہ معاملات اسی طرح سے بگڑتے رہے اور درست نہ ہوئے تو یہ ملک اور یہ صوبہ تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ یہ معاشرہ باقی نہیں رہے گا۔ ان کی اپنی تجوریاں بڑھی ہیں۔ان کے اپنے خزانے بڑھے ہیں۔ ان کے اپنے حالات بہت بہتر ہوئے ہیں۔ لیکن انھوں نے ملک کے لیے اور صوبے کے لیے کوئی بہتری نہیں کی۔ جناب سپیکر!جب تک اس ملک کے یہ حکم ران جو صرف اپنی تجوریوں کو بھرنا جانتے ہیں' جو صرف اپنی corruption

کو قائم رکھنے کے لیے' اپنے اقتدار کو دوام دینے کے لیے بات کو کسی نہ کسی حوالے سے اور کسی نہ کی طریقے سے آگے بڑھا رہے ہیں۔ اور وہی باتیں جو پہلے ایک سال ہوتی ہیں۔ اس کے بعد دوسرے سال۔ اس کے بعد تیسرے سال کہ اب ہم یہ کر رہے ہیں' اب ہم وہ کر رہے ہیں۔ لیکن یہ کوئی قابل عمل منصوبہ بندی سامنے نہیں لاتے۔ جناب سپیکر! اگر یہی صورت حال رہی تو یہ ملک اور یہ صوبہ تباہی کے دہانے پر اس وقت پہنچا ہوا ہے اور جو حالات اس وقت سندھ میں ہیں کوئی بعید نہیں کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو پنجاب بھی ایسی ہی صورت حال سے دو چار ہو جائے گا۔

جناب سپیکر : چودھری واجد علی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری واجد علی خان : جناب سپیکر! رانا صاحب نے فرمایا تھا' رات گئی بات گئی۔ گزری رات کا اثر ابھی تک ان کے ذہن میں ہے۔ اور وہ رات کے ماحول سے ابھی تک نہیں نکلے۔ انھیں بات کرتے ہوئے پندرہ منٹ ہوگئے ہیں لیکن کٹ موشن پر انھوں نے ایک بھی لفظ نہیں کہا۔ کبھی سندھ پہنچ جاتے ہیں' کبھی سعودی عرب پہنچ جاتے ہیں' کبھی جھنگ پہنچ جاتے ہیں۔ میری التماس ہے کہ یہ to the point رہیں اور ایوان کا وقت ضائع نہ کریں۔

رانا ثناء اللہ خان : شکریہ چودھری واجد صاحب۔ آپ کو پندرہ بیس منٹ بعد بات کرنے کے لیے مل گئی۔

جناب سپیکر : شیخ طاہر رشید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! انھیں کیا ہوا ہے؟ پہلے اس پر رولنگ دے لیں میں اپنی بات بعد میں کر لوں گا۔ ابھی تو میں نے کوئی بات ہی نہیں کی اور انھیں پہلے سے ہی مرچیں لگ رہی ہیں۔ جناب سپیکر! میں کافی دیر سے بات کرنی چاہ رہا تھا۔ میں نے کافی دیر سے کوشش کی کہ محترم رانا صاحب کی بات میں مداخلت نہ کروں۔ لیکن آج یہ جس دلیری کا مظاہرہ کر رہے ہیں' جس جرأت کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو میں اس ایوان کی معلومات میں اضافے کے لیے جناب کے توسط سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے متعلق ان کی کیا آراء ہیں کہ جنھوں نے کنونشن مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر ہوتے ہوئے یہ

تجویز دی تھی کہ انھی کرپٹ بیوروکریٹس کو' انہی بدکردار افسروں کو' انھی گناہ گار افسروں کو سیاسی جماعتوں کے عہدے تقسیم کر دیے جائیں۔ جناب سپیکر! دوسرے میں ان سے یہ پوچھنا چاہ رہا تھا جو انھوں نے تنظیم کے حوالے سے بات کی۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! یہ کوئی وقفہ سوالات ہے؟

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر یہ ساری غیر متعلقہ بات کر کے ایوان کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ میری گزارش صرف یہ تھی کہ رانا صاحب اپنے موضوع پر بات کریں۔ موضوع سے ہٹ کر بات نہ کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ شیخ صاحب۔ آپ تشریف رکھیں۔ رانا ثناء اللہ صاحب! آپ بات مکمل کر چکے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: میں بات کر رہا تھا۔ انھوں نے interrupt کیا ہے اور اس میں انھوں نے دو تین سوال کیے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کا جواب دے دوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ چاہتے ہیں کہ آج صرف اسی کٹ موشن کو لیا جائے؟

رانا ثناء اللہ خان: انھوں نے دو سوال کیے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کا جواب دے لوں۔

جناب سپیکر: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آج صرف اسی کٹ مشن کو dispose of کیا جائے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں دو منٹ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ میں سندھ کی صورت حال کا ذکر کر رہا تھا۔ کیونکہ اگر اس حوالے سے ملک کے کسی کونے میں امن وامان کی صورت حال خراب ہوتی ہے تو اس کے اثرات میرے صوبے پر مرتب ہونا ناگزیر ہے۔ وہاں پر جو ہو رہا ہے کہ ایک آپریشن کے نام پر وہاں بے گناہ نو شہریوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ جس طرح شیخ طاہر رشید صاحب اکثر یہ کہتے ہیں کہ یہ الذوالفقار ہے' یہ دہشت گرد ہیں۔ پہلے کہا گیا کہ ان نو افراد کا تعلق الذوالفقار سے تھا' وہ دہشت گرد تھے۔ (مداخلت)

جناب سپیکر: جناب شیخ طاہر رشید صاحب! آپ اپنے طور پہ اور اپنی مرضی سے جب جی چاہے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ مناسب بات نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آج آپ خود بھی دیکھ رہے ہوں گے کہ میں اپنی بات کو'

اپنے بیان کو بڑے آہستہ طریقے سے اور بڑے آرام سے آگے بڑھا رہا ہوں۔ جناب سپیکر! میں اس لیے آرام سے بات کر رہا ہوں لیکن شیخ صاحب بلاوجہ اتنا چیخ رہے ہیں۔ تو مجھے پتا چلتا ہے کہ یہ درد کی چیخیں نہیں بلکہ لذت کی چیخیں ہیں۔ جناب سپیکر! سندھ کی صورت حال کے حوالہ سے میں عرض کرونگا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کریں۔ آپ شیخ طاہر رشید صاحب کا یوں ہی حوالہ دیتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! ایک شعر ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! مہربانی کرکے تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! سندھ کی صورتحال کے حوالہ سے میں ان موجودہ حکم ران کی خدمت میں یہ گزارش کرونگا۔

محبت گولیوں سے بو رہے ہو
وطن کا چہرہ خون سے دھو رہے ہو
گماں تم کو ہے کہ رستہ کٹ رہا ہے
یقین مجھ کو ہے کہ منزل کھو رہے ہو

جناب سپیکر! یہ ملک کو جس جانب لے جایا جا رہا ہے یہ تباہی کا راستہ ہے۔ اگر اسی راستے پر یہ لوگ چلتے رہے تو ایک دن یہ ملک تباہ ہو جائے گا۔ یہ صوبہ جہاں پر خوشیاں بستی ہیں۔ جہاں پر اس صوبے کے اس ملک کے عوام اچھی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ خوشحال زندگی گزارنا چاہتے ہیں وہاں پر بھی وہ حالات پیدا ہو جائیں گے جس کے متعلق ہم یہ سوچ رہے ہیں شائد ایسا سندھ میں اور کراچی میں ہو چکا ہوا ہے ان حالات کو بھی اس طرف لانا مشکل ہے۔

جناب سپیکر! محترم وزیر خزانہ نے بہت اچھی تقریر مرتب کی۔ بڑے شعر اس میں آگے پیچھے انہوں نے درج کیے۔ پچھلے سال جو انہوں نے درج کیا تھا اسی میں سے انہوں نے کچھ کو دھرلیا۔ کچھ کو indirectly کرکے بات کی تو میں محترم وزیر خزانہ کی خدمت میں ایک شعر عرض کروں گا اور ان سے گزارش کروں گا کہ وہ یہ شعر نوٹ فرمالیں۔ اور جب وہ اگلے سال کا بجٹ یا ضمنی بجٹ پیش کرنے لگیں تو یہ شعر ان کے کام آئے گا۔

اپنی بے کار تمناؤں پہ شرمندہ ہوں میں
اپنی بے سود امیدوں پر ندامت ہے مجھے
شکریہ۔

جناب سپیکر: رانا اکرام ربانی صاحب بات کرنا چاہیں گے۔

رانا اکرام ربانی: جی۔

جناب سپیکر: جی رانا اکرام ربانی خان صاحب!

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر۔ میرے دوستوں نے کافی تفصیل سے اس ہیڈ کے حوالے سے جسٹ میں جس رقم کا مطالبہ کیا گیا ہے اس کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ میں مختصراً اسی کٹوتی کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مختلف محکمہ جات جن کے لیے جنرل ایڈمنسٹریشن کے نام پر رقم ڈیمانڈ کی گئی ہے' کسی بھی حوالے سے ان کی کارکردگی اس رقم کا مطالبہ کرنے میں انہیں حق بجانب ثابت نہیں کرتی جس کارکردگی کا حوالہ سارا سال مسلسل مختلف حوالوں سے ہمارے سامنے آتا رہتا ہے۔

جناب والا! اسی ہیڈ میں ایک مخلوق جس کے نام پر ایک خاصی بڑی رقم رکھی گئی ہے وہ ہے ایڈوائزرز۔ جناب سپیکر! آج تک اس ایوان میں' ایوان سے باہر فیلڈ میں کسی محکمہ میں بھی اس مخلوق کا کوئی نام سننے میں نہیں آیا۔ یہ کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ ان کا کام کیا ہے؟ یہ کسی کے علم میں نہیں ہے۔ اور میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ خود ان کے علم میں بھی نہیں ہے کہ یہ بھرتی کس لیے کیے گئے ہیں۔ جناب والا! یہ ایک مسلسل بوجھ غریب صوبے کے عوام کے اوپر ہے۔ اور جہاں تک وزراء کا سوال ہے' مجھے افسوس ہے کہ کسی وجہ سے میں کل ایوان میں حاضر نہیں تھا' محترم وزیر خزانہ نے اپنی wind up speech میں صرف اپوزیشن کی جانب سے جو تقاریر کی گئیں انہیں rebut کیا ہے کہان کو تسلیم نہیں ہے اور ان کو کہا ہے کہ یہ غلط ہے۔ جناب والا۔ میں نے پہلے بات کی تھی کہ ہمارا یہ استغاثہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ حکومتی پارٹی کا جو شخص بولے گا وہ ہمارے استغاثے کی تائید ضرور کرے گا اور

ان سب نے تائید کی ہے ان کی کسی بات کو انہوں نے نہیں کہا کہ یہ غلط ہے۔ میں یہاں پھر منظور مولہ صاحب کے اس الزام کا حوالہ دونگا انہوں نے جو کہا اسے میں نہیں دھراتا۔ لیکن ان کے کہنے کے بعد اور وزیر خزانہ کے اس کو تسلیم کر لینے کے بعد اس فوج ظفر موج کے لیے اتنی بڑی رقم مختص کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اور جہاں تک بیوروکریسی اور منسٹر انچارجز کا تعلق ہے یہ ایک مدلل ٹیلیویژن پر ایک سیریز آتی تھی پہلے Yes Minister پھر Yes Prime Minister کے نام سے' وہ دیکھ کر ہماری افسر شاہی جس طریقے سے انہیں اپنی انگلیوں پر کھلاتی ہے وہ بالکل سامنے آتا ہے اور یہ جو break up سارا دیا گیا ہے اگر اس میں ہم تفصیل سے دیکھیں تو سال کے بعد Audit report کے نام پر جو کارکردگی ان محکموں کی ہمارے سامنے آتی ہے اس میں گھریلو ملازمین گاڑیاں' ایئر کنڈیشنرز اور ٹیلیفون کا استعمال entitlement کے بغیر ہوتا ہے۔ اور ان محکموں کے حوالے سے جن ہیڈز کا ذکر آڈیٹر جنرل کی رپورٹ میں آیا ہے اس میں غبن' چوری کا ذکر کیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ سارے فوجداری ان کے خلاف مقدمے درج ہونے چاہئیں۔ اور یہاں پر پھر انہیں روپیہ دیا جا رہا ہے۔ غبن' چوری' خوردبرد' زائد ادائیگی' غفلت اور قواعد کی خلاف ورزی اس آڈٹ رپورٹ میں درج کیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ سارے محکمے ایک سال کے اندر 2لاکھ 5 ہزار 8 سو دس ملین روپیہ عوام کا کھا جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی کارکردگی جو ہمارے سامنے دیکھنے میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ لوگ درخواستیں لے کر سیکرٹریٹ کے باہر مختلف دفاتر کے باہر چکر لگاتے رہتے ہیں۔اس کارکردگی کے دیکھنے کے بعد آڈیٹر جنرل کی اس رپورٹ اس ایوان میں ان کی کارکردگی کے بعد اس الزام کو بڑی خاموشی اور مسکراہٹ کے ساتھ تسلیم کر لینے کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ یہ اس ہیڈ میں کسی رقم کا تقاضا کرنے میں حق جانب ہیں شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: کوئی اور صاحب اس کٹوتی کی تحریک پر بات کرنا چاہیں گے؟ اس پر کوئی منسٹر صاحب بات کرنا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس سلسلہ میں میں صرف ایک پوائنٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بھائی رانا ثناء اللہ خان نے ہماری حکومت کے بارے میں جو چارج لگایا ہے کہ اس کی

قیادت تجوریاں بھرنے پر لگی ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں میں جناب صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ بیس مہینے جو پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت مرکز میں جب مسلط تھی تو اس دوران ان کی pri-ority نمبر 1 جو تھی کہ ہماری حکومت کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات کر سکیں۔ یعنی اس وقت یہاں پنجاب میں ہماری قیادت حکمرانی کر رہی تھی اس کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات وہ نہ کر سکے۔ اس پر مرکزی حکومت کی ساری مشینری لگی رہی اور ان کو اس میں منہ کی کھانی پڑی اور انہیں ناکامی ہوئی۔ اس قسم کی باتیں بار بار دھرانا میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس ایوان کے وقار میں کوئی اضافہ نہیں کرتے ہیں۔ اور بلا وجہ تنقید برائے تنقید کر کے اور اس قسم کی باتیں کر کے وقت کا صحیح مصرف نہیں کرتے۔ جناب والا! اس کے علاوہ جتنی بھی باتیں تھی اس جواب میں ان کی پہلی کٹوتی کی تحریک پر دے چکا ہوں لہذا اس کو مسترد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10ہزار 4سو ساٹھ روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 10) انتظام عمومی کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

(تحریک نامنظور کی گئی)

اور اب سوال یہ ہے کہ ...

ایک رقم جو ایک ارب 55 کروڑ 98 لاکھ 10ہزار 4 سو ساٹھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظم و نسق عامہ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

MR SPEAKER: Next Demand No. 16- Minister for Health will move the motion please.

وزیر صحت: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"ایک رقم جو 3 ارب 56 کروڑ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات

کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ہیلتھ سروسز برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے

"کہ ایک رقم جو 3 ارب 56 کروڑ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ہیلتھ سروسز برداشت کرنا پڑیں گے۔

RANA IKRAM RABBANI: I oppose it.

MRSPEAKER: It is opposed.

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشن ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ۔

چودھری محمد حنیف۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز۔

میاں محمود الرشید۔

حافظ سلمان بٹ۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر۔

تو فرید احمد پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ 3 ارب 56 کروڑ روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 16) خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

مسئلہ جسے زیر بحث لانا مقصود ہے۔ اس حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے جس کے تحت حکومت صوبہ کے عوام کو علاج معالجہ کی بہتر سہولتیں فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ 3 ارب 56 کروڑ روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 16) خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

MINISTER FOR HEALTH: I oppose it.

جناب سپیکر: منسٹر ہیلتھ اس کو oppose کرتے ہیں۔ جی ڈاکٹر وسیم صاحب اظہار خیال فرمانا چاہیں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس حوالے سے چند حقائق جو ہیں جو بڑے تلخ بھی ہیں وہ میں اس ہاؤس کے اندر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز تو میں یہ یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا محکمہ صحت جو ہے یہ کئی معاملات میں بڑا بے بس ہے۔ ہمارے یہاں ٹیچنگ انسٹی ٹیوشنز کے اندر پروفیسرز کی سپیشلسٹ کی ایک مافیا ہے۔ یہ جو پروفیسر مافیا ہے یہ اتنی مضبوط ہے کہ یہ لوگ سالہا سال سے ایک ہی سٹیشن پر تعینات رہتے ہیں۔ لاہور کے اندر جو پروفیسر اور جو سپیشلسٹ ہیں وہ یہیں employ ہوتے ہیں اور جو ریٹائر ہوتے ہیں peri-pheri جو لاہور سے باہر انسٹی ٹیوشنز ہیں وہاں پر یہ لوگ جانا نہیں چاہتے اور محکمہ صحت انہیں post out نہیں کر سکتا۔ ہمارے قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور کے اندر 22 سے زیادہ اسامیاں سپیشلسٹ کی خالی ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ وہاں کی اسامی پر ایک آدمی تعینات ہوتا ہے لیکن وہ کام لاہور کے اندر کرتا ہے۔ پھر یہ صاحبان ہسپتالوں کے اندر جتنا وقت دیتے ہیں وہ بھی عوام کے سامنے ہے اور اس ہاؤس کے ممبر بھی جانتے ہیں۔ ان پروفیسرز کی' سپیشلسٹ کی ذمہ داری یہ ہے کہ یہ آؤٹ ڈور کے اندر جو غریب مریض ہیں' جن کے پاس کسی ایم پی اے یا ایم این اے کی چٹ نہیں ہے' جن کے پاس کسی افسر کی چٹ نہیں ہے' ان کو آؤٹ ڈور کے اندر بیٹھ کر ان غریب مریضوں کو بھی دیکھیں لیکن وہاں پر بھی یہ جو پروفیسر صاحبان ہیں یہ نہیں جاتے اور محکمہ اس چیز کو کنٹرول کرنے میں ابھی تک ناکام ہے۔ پھر ان کے Agreement of Service میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ private Hospital نہیں کھول سکتے لیکن جس طرح یہاں پر ہمارے لاہور کے اندر اور دیگر شہروں

کے اندر جو ہمارے سپیشلسٹ ہیں اور پروفیسر ہیں اس ایگریمنٹ کے خلاف بڑے بڑے ہسپتال انہوں نے کھولے ہوئے ہیں اور جس طرح صحت کے نام پر بیماری کے نام پر یہ غریب مریضوں کی کھال کھینچتے ہیں وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو محکمہ کو دیکھنا چاہیے اور انہیں کنٹرول کرنا چاہیے۔ میں اس ضمن میں دو تین مثالیں بھی دینا چاہتا ہوں کہ یہاں لاہور کے اندر ایک ڈاکٹر امیر علی باہر سے ایم آر سی پی نیفرالوجی میں کر کے آئے اور اس میں سیکرٹری صاحب نے بڑی محنت کی۔ منسٹر صاحب نے توجہ کی اور میو ہسپتال کے اندر ان کو ایک پورا یونٹ بنا کر دینے کی بات ہوئی۔ ان کی وہاں پر تقرری بھی ہوئی لیکن ہوا یہ کہ یہ لوگ اتنے بااثر ہیں کہ انہوں نے نہ صرف وہ ڈیپارٹمنٹ بند کروا دیا بلکہ اس ڈاکٹر صاحب کو بھی وہاں سے نکلوا دیا پھر میرے ایک سینئر ساتھی ہیں۔ مجھ سے تین چار سال سینئر تھے وہ بھی نیفرالوجی میں ایم آر سی پی کر کے آئے۔ ان کے لیے میں نے محنت کی۔ سیکرٹری صاحب نے بھی محنت کی اور ان کو سروسز ہسپتال کے اندر لگایا لیکن ایسا ماحول پیدا کر دیا گیا کہ ایک آدمی اتنی محنت کر کے سپیشلائزیشن کر کے آتا ہے وہ اس ساری صورت حال کو دیکھتے ہوئے انگلینڈ واپس چلا گیا۔ تو جناب والا اس حوالے سے محکمہ توجیہہ پیش کر سکتا ہے لیکن توجیہات سے معاملہ تو حل نہیں ہوتا۔ اس میں' میں انہیں یہ تجویز کروں گا کہ یہ جو بڑے بڑے پروفیسر صاحبان ہیں یہ گورنمنٹ سرونٹ ہیں۔ جس طرح محکمہ سی اینڈ ڈبلیو میں' جنرل ایڈمنسٹریشن کے اندر' باقی محکموں کے اندر تین تین چار چار سال کے بعد تبادلے ہوتے ہیں۔ ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن پر لوگ جاتے ہیں تو محکمہ کیوں بے بس ہے۔ ان لوگوں کو بھی پوسٹ آؤٹ کیا جائے۔ کسی کو بہاولپور بھیجیں' کسی کو ملتان بھیجیں' راولپنڈی بھیجیں' فیصل آباد بھیجیں۔ آخر یہ کس وجہ سے سپیشلسٹ صاحبان مسلسل لاہور ہی کے اندر رہنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر! ادویات کے حوالے سے' میں اس کی خرید کے طریق کار کے اوپر بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے محکمہ صحت میں جو بجٹ رکھا جاتا ہے یہ بجٹ غریبوں کے لیے ہوتا ہے کہ ڈسپنسریز کے اندر' ہسپتال کے اندر ادویات موجود ہوں اور بروقت موجود ہوں۔ اس میں محکمہ صحت Teaching institutions سے ڈیمانڈ لیتا ہے۔ پھر peripheri کے

اندر جو ہمارے دیہی ہیلتھ سنٹرز ہیں' بیسک ہیلتھ یونٹ ہیں ان سے ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز کے ذریعے سے ڈیمانڈ لیتا ہے اور یہ جو پروسیس ہے یہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ جب یہاں اسمبلی جٹ کے لیے ووٹ کرتی ہے۔جٹ پر انگوٹھا لگاتی ہے تو تب یہ دوائیوں کی خرید کا process شروع ہوتا ہے۔ پھر ڈائریکٹر صاحبان سے اور teaching Institutions کے ایم ایس صاحبان سے کہا جاتا ہے کہ آپ لوگ اپنی اپنی ادویات کے حوالے سے جو ڈیمانڈ ہے وہ بھجوائیں۔ یہ طریق کار چھ سات مہینے لے جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر جنوری' فروری آجاتا ہے اور پانچ چھ ماہ کا درمیان والا پیریڈ جو ہے اس میں وہ ہسپتال ان ادویات سے محروم رہتے ہیں اور پھر یہ چیزیں جو غریبوں کے لیے رکھی جاتی ہیں وہ ان تک پہنچتی نہیں ہیں۔ اس میں میری ان سے یہ درخواست ہے' یہ تجویز ہے کہ یہ جو ڈیمانڈ طلب کرنے والا معاملہ ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ جٹ کی ووٹنگ کے بعد ہی اس کو شروع کیا جائے۔

اب 93 - 92ء کا جو جٹ بنے گا اس حوالے سے یہ 92ء کے شروع میں ڈیمانڈ لے سکتے ہیں اور یہ جو سارے پروسیس کی 75 فیصد کاغذی کارروائی ہے اس کارروائی کو وہ جون تک مکمل کر سکتے ہیں اور جون کے بعد جب جٹ آتا ہے تو اس میں پھر مرکزی اور صوبائی ٹیکسیشن شامل ہوتی ہے اس حوالے سے contract پہلے نہیں لیا جا سکتا لیکن یہ ہے اگر یہ کاغذی کارروائی مکمل ہو' چاہے ٹیکسیشن ہو یا نہ ہو باقی 25 فیصد کام جولائی اگست میں مکمل ہو سکتے ہیں اس طرح سے ادویات صحیح طریقے سے اور بروقت ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کے اندر پہنچ سکتی ہیں۔

جناب والا! دوسری بات میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ طے یہ ہوا ہے کہ جو بڑے ہسپتال ہیں یا teaching institutions ہیں ان کی 60 فیصد ادویات کی جو ڈیمانڈ Medical Store Depot, Lahore. سے لیتے ہیں اور چالیس فیصد وہ Local Purchase کرتے ہیں اس طرح جو چھوٹے ہسپتال یا تحصیل ہیڈکوارٹرز' یا Rural Health Centres یا Basic Health Units ہیں وہ 25 فیصد local purchase کر سکتے ہیں اور 75 فی صد ادویات انہوں نے Medicaul Store Depot, Lahore. سے خریدنی ہوتی ہیں پھر

جناب والا local purchase بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ وہ Bulk Local purchase کرتے ہیں دوسرے ایک پرچی سسٹم ہے جس کے تحت کوئی صاحب آتے ہیں اور آؤٹ ڈور میں گھس جاتے ہیں اور وہ ادویات وہاں پر موجود نہیں ہوتیں پھر ایم۔ ایس صاحب Local Purchase کروا کر وہ ادویات دیتے ہیں جناب والا میں اس حوالے سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ Bulk Local Purchase تو ٹھیک ہے لیکن یہ جو پرچی سسٹم چلتا ہے اس بارے میں کسی ہسپتال کا پورا ریکارڈ منگوا کر دیکھا جا سکتا ہے کہ ہزاروں اور لاکھوں کی جو ادویات ہیں وہ کسی غریب کو جاری نہیں ہوتیں اگر Local Purchase ہوتی ہے تو وہ کسی کی سفارش پر ہوتی ہے یا پھر کوئی سیاسی سفارش ہوتی ہے یا کسی افسر کی سفارش ہوتی ہے اس سفارش سے مراعات یافتہ طبقہ ہی local purchase کروا کر یہ ادویات لے جاتا ہے۔ جناب سپیکر! اس Local purchase کے حوالے سے یہ بھی ہوتا ہے کہ دوائیں نہیں خریدی جاتی صرف بل آجاتا ہے یا پھر یہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ دوائی کا اور باقی بل آجاتا ہے اور اس لوکل پرچیز میں پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ جعلی ادویات خرید کر لی جاتی ہیں اور اس میں میں اپنا ذاتی تجربہ بھی بتاتا ہوں۔ جب میں ہسپتال میں کام کرتا تھا اس وقت ایم۔ ایس۔ ڈی نے ادویات Purchase کی تھیں ایک مریض کو تکلیف تھی لیبارٹری میں اس کا معائنہ کیا گیا اور یہ طے ہوا کہ فلاں دوائی اس کے لیے موزوں ہے جس سے یہ ٹھیک ہوگا اور ہسپتال میں وہ دوائی ایم۔ ایس۔ ڈی کے ذریعے آئی تھی ہم نے وہ دوائی اس مریض کو اٹھارہ دن کھلائی مگر مریض کو کوئی افاقہ نہ ہوا اس کے بعد ہمارے پروفیسر صاحب نے وہ کیپسول کھولا اور وہ دوائی اپنی ہتھیلی پر گرائی اور اس دوائی کو چکھ کر دیکھا تو اس میں Anti biotics کی جائے چنے کی دال ڈالی ہوئی تھی تو جناب سپیکر اس حوالے سے یہ صورت حال Local Purchase میں یہ ہوتا ہے کہ کم shelf life کی دوائی جو جلدی expire ہونے والی ہوتی ہے وہ خرید لی جاتی ہے پھر جناب والا! چوری کا معاملہ چلتا ہے ہسپتال سے دوائی نکلتی ہے سٹور پر جاتی ہے اور وہ ایل۔ ٹی۔ ای کے ذریعے دوبارہ ہسپتال میں آجاتی ہے اس طرح سے یہ سلسلہ چلتا ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کوئی دوائی اچھی کمپنی کی لکھی جاتی ہیں لیکن

جو دوائی آتی ہے وہ تھرڈ کلاس کمپنی کی ہوتی ہے تو جناب سپیکر Local Purchase کا یہ حال ہوتا ہے اس میں میری یہ گزارش ہے یہ جو پرچی سسٹم ہے جس کے ذریعے سے Local Purchase کروا کر دوائی مریضوں کو دی جاتی ہے یہ سلسلہ بند ہونا چاہیے corruption کا ایک دروازہ ہے اس طرح سے جو کھلا ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! اس حوالے سے میں یہ بات بھی کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے محکمہ صحت نے اور ہمارے وزیر اعلیٰ نے اس بارے میں بڑے زور سے کہا ہے کہ ہم نے گورنمنٹ کا علیحدہ multi-colour special packing کا آرڈر دیا ہے جناب اس میں یہ ہوتا ہے کہ وہ جو ادویات کا آرڈر دیتے ہیں اس کے ذریعے سے یہ ان کمپنیوں کو یہ پابند کرتے ہیں کہ اس پر حکومت پنجاب کا علیحدہ مونوگرام بنائیں اور جو اس کی ڈبی ہے اور جو اس کی پیکنگ ہے اگر وہ کمپنی مارکیٹ کے ایک رنگ کی دے رہی ہے تو حکومت پنجاب کو وہ دوسرے رنگ کی دے گی اور اس کی periphery میں اس کا یہ حشر ہوتا ہے کہ ادویات تو پھر بھی باہر نکل جاتی ہیں اور باہر میڈیکل سٹور پر وہ ادویات فروخت ہوتی ہیں اس میں ڈرگ انسپکٹر صاحبان کی ملی بھگت ہوتی ہے کہ وہ چیک نہیں کرتے اور میڈیکل سٹور پر ادویات بیچنے والا! جو آدمی ہے وہ مریضوں سے' خریدنے والوں سے اور ضرورت مندوں سے یہ کہتا ہے کہ یہ جو colour packing کمپنی کی طرف سے آئی ہے یہ تو نمبر 2 ہو سکتی ہے لیکن جو دوائی حکومت کی' محکمہ صحت کی یا جس پر گورنمنٹ کا مونوگرام ہے یہ نمبر 2 نہیں ہو سکتی پھر جناب والا! وہ اس کی قیمت بھی زیادہ ہی چارج کرتا ہے۔ جناب سپیکر ہمارے ہاں ادویات بنانے والے اور ریسرچ کا جو سسٹم ہے وہ ابھی اتنا mature نہیں ہے اس لیے اس سے ہمیں یہ بھی نقصان ہوا ہے کہ جو International companies ہیں وہ اس میں دلچسپی نہیں لیتیں۔ اس میں international companies کی شراکت بہر حال موجود رہے گی۔ اگر محکمے نے تین سو پیکنگ کسی چیز کی خریدنی ہے تو محکمہ اس کے لیے ٹینڈر float کر دیتا ہے اس میں ہوتا ہے کہ international companies اتنے چھوٹے چھوٹے آرڈرز Special Packing کے ساتھ intertain نہیں کرتیں وہ اسے forego کر

دیتی ہیں اور میری معلومات کے مطابق جو بڑی بڑی کمپنیاں مثلاً سینڈوز' فائزر' گلیکسو وغیرہ وغیرہ ہیں یہ اس قسم کے ٹینڈرز میں حصہ نہیں لیتی جس کے نتیجے میں ایسی کمپنیاں جن کا ٹینڈر صحیح نہیں ہوتا پھر وہ اس سسٹم میں آجاتی ہیں اور یہ نمبر 2 ادویات حکومت کو سپلائی کرتی ہیں۔ اس ضمن میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے یہ سسٹم introduce کیا ہے لیکن اس سسٹم کے نقصانات ہیں۔ جناب والا! یہ عرض میں نے اس ایوان میں اس لیے شروع کی ہے کہ ہم نے ادویات کی چور بازاری اور leakage کو ختم کرنا ہے اس میں بجائے اپنے اہلکاران کو چیک کرنے کے وہ سسٹم شروع کیا گیا ہے اور میں نے اس کے نقصانات آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ جناب والا! میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے چار پانچ مہینے پہلے ایک پریس کانفرنس بھی کی تھی اور اخبار میں یہ خبر آئی تھی کہ .Medicaul Store Depot پر وزیر اعلیٰ نے چھاپہ مارا اور ڈائریکٹر جنرل اور اس کے ساتھ آٹھ افسران معطل کر دیئے گئے جناب والا اس بات کو اتنا عرصہ گزر گیا ہے لیکن اس کا ابھی تک drop seen نہیں ہوا اور نہ ہی اس کا کوئی نتیجہ نکلا ہے نہ اسمبلی کو اس حوالے سے آگاہ کیا گیا نہ اخبارات کے ذریعے سے عوام کو اعتماد میں لینے کی بات کی گئی ہے کہ ان پر کیا چارجز تھے اور کیا ثابت ہوئے؟ اور یہ سارے کا سارا معاملہ اسی طرح سے لٹکتا چلا آرہا ہے ۔ تو جناب سپیکر میں اس حوالے سے چند باتیں کرنا چاہتا تھا۔ میں میڈیکل سٹور ڈپو کے حوالے سے بھی یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی ادویات ہیں ان کے بارے میں کمپنیاں یہ لکھتی ہیں کہ اتنا temperature ہونا چاہیے اتنی humidity میں یہ ادویات رہنی چاہئیں۔ جناب والا اس بارے میں میں کوئی لمبی چوڑی بات تو نہیں کرنا چاہتا اس میں صرف یہی ہے کہ جس atmosphere کے اندر یہ ادویات رکھی جا رہی ہیں سٹور کی جاتی ہیں جناب والا میں چونکہ ڈاکٹر ہوں اس لیے میں بتاتا ہوں کہ وہاں پر جو atmosphere ہے وہ upto the mark نہیں ہے تو جناب والا! اس چیز کو درست کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

جناب والا! میں یہ چند باتیں اس حوالے سے ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا تھا کہ یہ محکمہ صحت

کی short-comings ہیں اور اس حوالے سے ہمارا محکمہ صحت کچھ بے بس سا نظر آتا ہے اور باوجود کوشش کے یہ چیزیں ٹھیک نہیں ہو پا رہیں تو جناب اس حوالے سے یہ جو کروڑوں بڑھائے جا رہے ہیں ان کو بڑھانے کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ یہ سسٹم ٹھیک نہیں ہو رہا۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: جی ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اب آپ ارشاد فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہوں گا اور مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ صحت کے معاملے میں ہمارے کیا مقاصد ہیں؟ اور ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ہم کیا تدابیر اختیار کرنا چاہتے ہیں؟

ہمارے سامنے کیا تجاویز ہیں policies ہیں اور کیا plans ہیں؟ جن کو ہم عملی طور پر نافذ کرنا چاہتے ہیں اور ان سے وہ تمام نتائج حاصل کرنا چاہتے ہیں جن سے ہم یہ کہہ سکیں کہ ہم اس ملک کے غریب عوام کو صحت اور علاج معالجے کی تمام سہولتیں فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے سامنے کوئی clear objec-tives نہیں ہیں۔ اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم صرف ایک بات کرنا چاہتے ہیں اور وہ بات یہ ہے کہ ہم پیسہ مخصوص کر دیں لوگوں کے لیے' ہسپتالوں کے لیے' اداروں کے لیے اور پھر administration پر یہ تمام پیسہ خرچ ہو لیکن اس پیسے کو کسی طرح ہم بہتر طور پر اچھے مقاصد کے لیے استعمال کریں تاکہ ہمیں وہاں سے فوائد حاصل ہوں اس کے لیے ہم کوئی تگ و دو نہیں کرتے۔ کوئی جستجو اور کوئی کوشش نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! آج حالت یہ ہے کہ ہم نے تقریباً 15, 20 سال پہلے ایک سکیم basic Health Units and Rural Health Centres کی شروع کی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ ہم تمام دیہاتوں میں جا کر ان تمام لوگوں کو جو آبادی کا 70,80 فیصد حصہ ہیں ان کو ہم صحت کی سہولتوں سے بہرہ یاب کریں گے۔ لیکن مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ میں بطور چیئرمین District Advisory Board آپ کے سامنے کچھ حقائق رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ آپ سنیں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ اس وقت وزیر صحت بھی ایوان میں تشریف

فرما ہیں میں ان کے نوٹس میں بھی یہ لانا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! ایک Basic Health Unit پر تقریباً 40سے 50لاکھ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اور یہ 40سے 50 لاکھ روپیہ خرچ کرنے کے بعد نہ وہاں پانی ملتا ہے' نہ بجلی کا انتظام ہوتا ہے اور نہ وہاں سڑکیں ہوتی ہیں۔ اس ایوان میں یہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے ضلع میں تقریباً 15 Basic Health Units کا خود جا کر معائنہ کیا۔ اور 15 Basic Health Units کی حالت یہ ہے کہ کسی کی عمارت میں Cracks پڑ چکے ہیں' کسی کی چھت ٹپک رہی ہے کسی کے فرش ٹوٹے ہوئے ہیں کسی عمارت میں شیشے نہیں ہیں اور کسی عمارت میں پنکھے نہیں ہیں۔ یعنی ان پر 40'50 لاکھ روپیہ خرچ کرنے کے بعد بھی یہ Basic Health Units اس علاقے کے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہے۔ حالانکہ یہ تمام عمارتیں مکمل ہیں صرف اس لیے trans-fer یا Hand over نہیں کی جا رہیں کہ ان میں شیشے نہیں ہیں' ان میں پنکھے نہیں ہیں' ان میں کھڑکیاں اور دروازے نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر صحت کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی وزیر صحت وقت نکالیں اور ہمارے ساتھ ضلع راولپنڈی میں جا کر دیکھیں کہ ان Basic Health Units اور Rural He alth Contres کا کیا حال ہو رہا ہے۔ جب مجھے meetings کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ دو تین سال پہلے واپڈا کو ہم نے پیسے دے دیئے' ڈیمانڈ نوٹس جمع کروا دیئے۔ اور پھر واپڈا سے کہا گیا کہ بجلی لگوایئے۔ لیکن واپڈا تقریباً تین سال تک ان کو بجلی فراہم نہیں کی۔ اور دو سال بعد جب دوبارہ بجلی کی فراہمی کے لیے واپڈا سے کہا گیا تو واپڈا نے جواب دیا کہ چونکہ اب بجلی کے نرخ بڑھ چکے ہیں لہذا آپ مزید رقم جمع کروائیں گے تو پھر بجلی مہیا کی جائے گی۔ اور اگر آپ یہ رقم نہیں جمع کراتے تو یہ Basic Health Units بغیر بجلی کے کام کریں گے۔ ان Basic Health Units and Rural Health Centres میں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے تمام مشینیں ایکسرے مشین' ای سی جی مشین اور دوسری سب مشینیں پڑی پڑی زنگ آلود ہو چکی ہیں ان کو کوئی دیکھنے والا نہیں۔ اور ان پر خرچ ہونے والا روپیہ برباد ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ ٹرانسفارمر

کے سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ دو تین جگہ پر ٹرانسفارمر لگائے گئے اور جب ان کو on کیا گیا تو یہ ٹرانسفارمر جل گئے۔ ہم نے بجلی کے چیف انجینئر اور متعلقہ ایڈمنسٹریشن کو بلایا اور ان سے یہ کہا کہ چونکہ یہ ٹرانسفارمر آپ کی غلطی کی وجہ سے جلا ہے اس لیے آپ ازراہ کرام ہمیں یہ repair کرکے دیں یا اسے replace کریں۔ لیکن انھوں نے ہمیں جواب دیا کہ جب تک آپ ہمیں مزید پیسے فراہم نہیں کریں گے ہم یہ ٹرانسفارمر نہیں لگا سکتے۔ اسی طرح جناب آپ وہاں جاکر ادویات کی حالت زار دیکھیں۔ اور ادویات کے بارے مجھے نہایت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ Drugs substandard spurious وہاں مہیا کی جاتی ہیں۔ اور یہاں پر ان دیہاتیوں اور غریبوں کے علاج کے لیے جنہیں کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہوتی ہے کوئی انتظام نہیں ہے جس سے ان کا علاج معالجہ کیا جا سکے۔ یا ان کو ادویات فراہم کر سکیں۔ اور جو ادویات یہاں پر مہیا کی جاتی ہیں ان ادویات سے بجائے اس کے کہ مریض کی صحت بہتر ہو اس کی تکلیف اور بیماری میں کمی آئے' اس کی بیماری اور تکلیف میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

(اس موقع پر جناب سعید احمد خان منیس کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین : شیخ طاہر رشید صاحب آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو بہت پسند کرتا ہے۔ آپ بہت جچ رہے ہیں اس کرسی پر۔

جناب چیئرمین : شیخ صاحب بڑی مہربانی۔ شکریہ۔

ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان Basic Health Units میں ادویات بھی میسر نہیں آتیں۔ اور ڈاکٹروں کے سلسلے میں بھی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان Basic Health Units میں ڈاکٹرز بھی نہیں ہیں۔ لیکن اب وزیر صحت کی کاوش سے ان Basic Health Units میں سے بیشتر Basic Health Units پر ڈاکٹرز مقرر کیے گئے ہیں اور وہاں پر ان کا تقرر کیا گیا ہے اور اس کا credit میں وزیر صحت

کو دیتا ہوں۔ لیکن اب بھی بعض Basic Health Units ایسے ہیں جہاں ڈاکٹروں کی کمی ہے اور Basic Health Units میں ڈاکٹر جا نہیں رہے۔ ان ڈاکٹروں کے نہ جانے کی وجہ کیا ہے؟ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر ڈاکٹروں کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ ڈاکٹرز وہاں پر 20/25 فیصد کمیشن دے کر سارا دن غائب رہتے ہیں صرف پہلی تاریخ کو تنخواہ لینے کے لیے جاتے ہیں اور تنخواہ لینے کے بعد واپس آجاتے ہیں۔ اور ڈاکٹرز نہ ہونے یا موجود نہ رہنے کی وجہ سے وہاں پر نرسز نہیں ہیں Lady Health Visitors نہیں ہیں' اگر ان یونٹوں میں کوئی ہے تو وہ دائی ہے جو نہ مریضوں کو دیکھ سکتی ہے اور نہ ان کا علاج معالجہ کر سکتی ہے۔ یہاں پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اتنا پیسہ برباد کرنے کے بعد ہم نے حاصل کیا کیا۔ حاصل ہم نے یہ کیا کہ وہاں پر اکثر چپقلش ہوتی ہیں۔ اور گاؤں میں جو سیاسی رقابتیں ہوتی ہیں اور جہاں پر دو دو تین تین گروپ بنے ہوئے ہیں اس کی وجہ سے ڈاکٹرز خوف زدہ رہتے ہیں اور ان Basic Health Units میں جانا پسند نہیں کرتے۔ اور ڈاکٹرز کو دیہات کے لیے کوئی خصوصی الاؤنس دینے کی بھی سہولت نہیں دی گئی اور نہ ہی ان کو دیہات میں کوئی خصوصی مراعات دی گئی ہیں جن کی وجہ سے ڈاکٹرز اس طرف راغب زیادہ ہوں اور چوبیس گھنٹے وہاں رہیں۔ لیکن وہاں چوبیس گھنٹے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے کہ وہاں پر نہ بجلی ہے' نہ پنکھا ہے' نہ سڑکیں ہیں اور نہ ہی پانی صاف ملتا ہے۔

اسی لیے ڈاکٹرز دیہات میں جانے سے گریز کرتے ہیں۔اس کے بعد میں یہ کہوں گا کہ ہم نے سڑکوں کے لیے سی این ڈبلیو والوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ اگر Basic Health Units دور دراز علاقے میں بنا ہوا ہے اور بارش ہو جاتی ہے' کیچڑ ہوتا ہے تو وہاں پر لوگ کیسے پہنچیں گے؟ خدارا آپ ان سڑکوں کا انتظام کریں۔ ہم نے ان کو بار بار تنبیہہ کی اور کہا کہ یہ سڑکیں بنائیں لیکن ابھی تک وہاں پر سڑکیں تعمیر نہیں ہو سکیں جبکہ ان کے لیے رقم مختص کی جا چکی ہے۔ حکومت نے ان سڑکوں کے لیے پیسے مختص کر دیئے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ سڑکیں نہیں بن رہیں۔ میں آج وزیر صحت سے گزارش کروں گا کہ وہ ان تمام معاملات کی چھان بین کریں۔ اور معلوم کریں کہ اس کی کیا وجوہات ہیں؟ اور میں ایک اور بات کی طرف

وزیر صحت کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ Basic Health Units کی concept کیا تھی' ان کے پیچھے کیا مقاصد کارفرما تھے؟ ان کا مقصد کیا تھا' ہم کیوں Basic Health Units دیہاتوں میں کھولنا چاہتے ہیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ ہم وہاں 75 فیصد لوگوں کو preven-tion of various diseases کی تعلیم دیں اور 25 فیصد ہم ان کی purity treat-ment کریں۔ لیکن purity treatment کرنے کی جائے ہم نے Basic Health Units کو اڑا بنا دیا۔ اور ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر ہم ان کو ادویات مہیا کریں گے' ان کو ہم علاج معالجے کی سہولتیں فراہم کریں گے' ڈاکٹرز مہیا کریں گے ان سب چیزوں سے آپ وہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتے جب تک آپ ان دیہاتوں میں لوگوں کو حفظان صحت کے بارے میں بنیادی اصول نہیں بتاتے۔ ان کو ٹیلیویژن پر ریڈیو پر' اخبارات کے ذریعے' سیمینار کے ذریعے' ویڈیو کیسٹ کے ذریعے بتایئے کہ کس طرح آپ گندے پانی سے بچ سکتے ہیں' کس طرح آپ اپنی سڑکوں' گھروں' کھانے پینے کی اشیاء کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم پہلے ایک چیز کو اس ملک میں رواج دیتے ہیں' کرتے ہیں پھر اس کا تدارک کرتے ہیں اس سلسلہ میں میں ایک چھوٹی سے مثال دوں گا کہ ہمارے ہاں ملیریا ہے اور اس کے لیے ہم نے کروڑوں اور اربوں روپیہ خرچ کیا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ملیریا کے خاتمہ کے لیے باقاعدہ ایک محکمہ بنایا گیا۔ پیسے مختص کیے گئے لیکن آج ملیریا اسی طرح ہے جس طرح پہلے دن تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں گندے پانی کے جوہڑ ہیں' گندگی کے ڈھیر ہیں' وہاں مچھروں کی پرورش ہوتی ہے۔ ہم مچھروں کا تدارک نہیں کرتے۔ جب مچھر آپ کو کاٹتا ہے ملیریا پھیلتا ہے پھر ہم شور مچاتے ہیں کہ ملیریا کے تدارک کے لیے ادویات لائیں۔ خدارا! آپ ملیریا کے خاتمہ کے لیے پہلے مچھروں کے خاتمہ کا بندوبست کریں اس کے بعد اس گندگی سے بچیں جہاں مچھروں کی پرورش ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد اچھے نتائج حاصل کر سکیں گے۔ اس کے بعد ملاوٹ ہے کون سی ایسی چیز ہے جس میں ملاوٹ نہیں ہے" یہاں تک کہ خوراک کی ساری چیزوں میں ملاوٹ ہے پانی میں بھی ملاوٹ ہے حتیٰ کہ ہوا میں بھی ملاوٹ ہے۔ دیہاتوں میں

جو بیل گاڑیاں چلتی ہیں ان کا پیشاب اور گوبر خشک ہو کر ہماری ناک میں داخل ہوتا ہے اور ہمارے پھیپڑوں میں داخل ہوتا ہے۔ لیکن ہم نے اس کا کوئی تدارک نہیں کیا۔ اگر صحت پر کوئی تجاویز دیتا ہے تو آپ ان پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے ادارے ہیں یا آپ کے مقاصد ہیں تو خدارا آپ اس کے تدارک پر زیادہ زور دیجئے۔ آپ Vaccination اور preven-tion کے لیے لوگوں کو ابھاریں۔ کارپوریشن پر آپ لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ آپ نے وہاں ایک ڈاکٹر کو بٹھایا ہوا ہے۔ لیکن شہر میں اسی طرح گندگی ہے اور اسی طرح بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ لیکن اس طرف ہم قطعاً کوئی توجہ نہیں دیتے۔ آج بھی آپ دیہات میں جا کر دیکھئے وہاں جادو ٹونا اور دوسرے توہمات ہیں اور شکوک و شبہات ہیں جن کی وجہ سے لوگ بیمار ہو رہے ہیں۔ لیکن ان کی تعلیم و تربیت اور علاج کا کوئی بندوبست نہیں ہے کہ ہم ان کو بتا سکیں کہ یہ بیماریاں انسان کی صحت خراب ہونے سے لگتی ہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں لگتی کہ کوئی کسی پہ جادو یا ٹونا کرتا ہے یا تعویز گنڈا یا دھاگا وغیرہ دم کر دیا۔ جب تک ہم اس کا تدارک نہیں کریں گے میں سمجھتا ہوں ہم مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک ہم بجٹ کا زیادہ حصہ اس کے تدارک پر اور کم حصہ علاج پر خرچ نہیں کریں گے۔ دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ادویات جو ہسپتالوں میں خریدی جاتی تھیں اور جس کے لیے اچھی خاصی رقم مختص کی گئی ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ ایک غریب آدمی جس کا آپریشن ہو یا کوئی غریب آدمی جس کا ایکسیڈنٹ ہو جائے یا کوئی ایمرجنسی پیش آتی ہے تو اس ایمرجنسی کے لیے اسے دربدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں۔ جب کہیں رات کو کوئی ایکسیڈنٹ ہو جائے تو بیشتر کیمسٹوں اور ڈرگسٹوں کی دوکانیں بند ہوتی ہیں تو ان کو کہا جاتا ہے کہ آپ سرنج لے کر آئیں، آپ اے پی سی کی گولی لے کر آئیں اور اس کا آپریشن اس لیے بروقت نہیں ہو سکتا کہ ہسپتال میں ادویات میسر نہیں ہوتیں۔ میں وزیر صحت سے کہوں گا کہ اگر آپ تمام ادویات تمام لوگوں کو ہسپتالوں میں مریضوں کو فراہم نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک ہدف مقرر کر دیجئے کہ ایک حد تک آپ مریضوں کو ایمرجنسی ادویات فراہم کریں گے۔ دن ہو یا رات ہو، امیر ہو یا غریب ہو، کسے باشد بغیر کسے سماجی حیثیت کے اس کو ادویات فراہم کرنے کی

کوشش کریں گے۔ اگر آپ ایمرجنسی کے لیے انہیں ادویات فراہم کرنے کی ذمہ داری لیں تو میں سمجھتا ہوں یہ ان غریبوں کے لیے ایک بہت بڑی سہولت ہوگی۔ ان نادار بیماروں کے لیے اور اس کے بعد ان لوگوں کے لیے جو حادثات یا پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ جس طرح میں نے آپ سے یہ گزارش کی ہے کہ ہسپتالوں کے لیے Medical Equipment خریدے جاتے ہیں۔ چالیس پچاس لاکھ روپے کی ایک equipment آرہی ہے اور ظلم یہ ہے کہ اس مشینری کو منگوانے کے لیے ڈاکٹر یا ہسپتال آپ کو اطلاع دیتے ہیں ان سے کبھی آپ نے پوچھا ہے کہ خدا کے بندو یہ جو تم نے چالیس یا پچاس لاکھ کی مشینری منگوائی ہے وہ کس مقصد کے لیے منگوائی ہے۔ وہ پڑی پڑی زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔ اور اس کو کوئی استعمال کرنے والا نہیں ہوتا! اگر ٹیکنیشن ملتا ہے تو ڈاکٹر نہیں ملتا۔ اور پھر ہماری ترجیحات اس قدر غلط ہیں کہ میں آپ کو بتاؤں کہ ہم نے Cardian Units بنا لیے ہیں' ہم یہاں کینسر یونٹ بنا رہے ہیں۔ پاکستان میں کینسر کی شرح دو فیصد ہے اور ہم اس پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ اور پھر ہم کینسر کے لیے تگ و دو کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو بتائیں کہ متعدی امراض یا چھوت کی بیماریوں کو کس طرح کنٹرول کرنا ہے۔ بچوں کی صحت کو کس طرح اچھا رکھنا ہے ویکسینیشن کس طرح کرنی ہے اور تمام بیماریوں سے بچانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کرنی ہیں؟ لیکن ہم اس طرف توجہ نہیں کرتے اور اس کی بجائے بڑی بڑی بلڈنگز اور پوسٹ گریجوایٹ ادارے کھول رہے ہیں لیکن ہماری ضروریات بہت مختصر ہیں۔ وہ اس قسم کی ہیں کہ اگر ہم ان پر توجہ دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم صحت کے لیے بجٹ میں رکھی ہوئی رقم ہم پوری کر سکتے ہیں۔

پھر میں نے دیکھا ہے کہ ڈی ایچ او اور ایڈمنسٹریشن میں ڈاکٹر متعین کے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو ایڈمنسٹرین کا قطعاً علم نہیں ہوتا کہ یہ کس بلا کا نام ہے۔ خدا کے واسطے آپ ان کو پہلے ایڈمنسٹریشن سکھائیں اس کے بعد ان کو ایڈمنسٹریٹو پوسٹ دیں ورنہ آپ ڈاکٹر کو بھی ضائع کرتے ہیں اور ایڈمنسٹریشن جس کا ان کو قطعی علم نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ کوئی کارہائے نمایاں سرانجام دے سکیں۔

اس کے بعد میں لیبارٹریز کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الا اللہ ماشاء اللہ ہماری کوئی ایسی لیبارٹری ہوگی کہ وہ قابل اعتماد رزلٹ دیتی ہو لیکن اکثر و بیشتر رزلٹ اس قدر بوگس ہوتے ہیں اور آپ کے علاج کا سارا دارومدار لیبارٹریز پر ہے۔ لیبارٹریز پر ہم نے کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ہی ایسے لوگ متعین کیے ہیں جو دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ صحیح ٹیسٹ کریں اور صحیح رزلٹ دیں۔ پھر میں آپ سے یہ کہنا چاہوں گا کہ ہسپتال میں ایسی کمیٹیاں بنائی جائیں اور ان کمیٹیوں میں معززین شہر' متعلقہ ایم پی اے کو شامل کریں جو ہسپتال کے بجٹ کی پوری طرح نگرانی کرے' اس کا احتساب کرے اور دیکھے کہ جو ادویات کے لیے بجٹ مخصوص کیا گیا تھا وہ ان مدات میں اور ان مقاصد کے لیے استعمال ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا اور اگر نہیں ہو رہا تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔ ایک ماہ کے بعد وزیر صحت کے پاس اس کی رپورٹ بھیجی جائے۔ یہ جو ڈسٹرکٹ ایڈوائزری بورڈ بنائے گئے تھے ان کا دوسرے مقاصد کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ چیئرمین اور ممبران ڈسٹرکٹ ایڈوائزری بورڈ جا کر دیکھیں گے اور ہسپتالوں میں جو بھی خرابیاں ہوں گی ان کی نشان دہی کریں گے اور رپورٹ مرتب کرنے کے بعد وزارت صحت کو بھیجیں گے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ٹیچنگ ہسپتالوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ ڈسٹرکٹ ایڈوائزری بورڈ کا چیئرمین یا ممبر جا کر تحصیل' میں Basic Health Units کو تو دیکھ سکتا ہے' اس کا معائنہ کر سکتا ہے' اور وہاں پیدا ہونے والی خرابیاں نوٹ کر سکتا ہے اور جو بے قاعدگیاں ہیں وہ آپ تک پہنچا سکتا ہے لیکن جو بڑے بڑے شہروں میں ہسپتال ہیں جہاں بڑی بڑی خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کو قطعاً چھو نہیں سکتے۔ ان کے بارے میں قطعاً کوئی رپورٹ مرتب نہیں کر سکتے۔ اور میں آپ سے یہ بھی کہوں گا کہ اگر آپ صوبے میں صحت کو بہتر بنانے کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں تو خدارا Teaching Hospitals کو بھی اس میں شامل کیا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے کہ یہ بھی ڈسٹرکٹ ایڈوائزری بورڈ کے دائرہ کار میں آجائیں۔ اگر آپ نے عوام کی صحت کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا ہے یا ان کو علاج معالجہ کی سہولتیں مہیا کرنی ہیں تو یہاں Cosmetics Surgury سے کام نہیں بنے گا' آپ کو بڑے بڑے آپریشن کرنا پڑیں گے اور وہ بنیادی تبدیلیاں لانی

پڑیں گی تاکہ آپ صحیح طور پر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ District Health Officer Chemist and Durgist کے نہ صرف لائسنس جاری کرتے ہیں بلکہ تجدید کرنے کے اختیارات بھی ان کو دیئے گئے ہیں۔ اور ان میں سے شائد کوئی ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر خال خال نظر آئے گا جو ان سے پیسہ یا رشوت نہ لیتا ہو۔ لیکن میں آپ کو بیشتر ایسے D H O بتاتا ہوں کہ جو اپنے Durgists اور Chemist کو ایک مقررہ فیس لے کر لائسنس جاری کرتے ہیں۔ کہ ان سے ایک فیس متعین کی گئی ہے بیشتر chemist کو یہ نہیں پتا' کوئی ڈسپنسر کورس کیا ہو کوئی بیسک فارمیسی کا ڈپلومہ لیا ہو یا اس کے بعد ڈگری لی ہو اور وہ لوگ صرف مل ملا کر۔ میں وزیر صحت کو چیلنج کرتا ہوں وہ پنجاب میں کیمسٹ اور ڈرگز کا معائنہ کریں اور دیکھیں کہ کتنے لوگ واقعی اس قابل ہیں کہ وہ ایک نسخہ صحیح پڑھنے کے بعد صحیح ادویات دے سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کی آپس میں ملی بھگت ہے اور وہ مل جل کر آپس میں کاروبار کرتے ہیں لائسنس والا کہیں اور بیٹھا ہے دوائیاں دینے والا وہاں پر ان پڑھ آدمی بیٹھا ہے اتنی غلط قسم کی ادویات دی جا رہی ہیں کہ آپ ان کا اندازہ نہیں کر سکتے اور اس کا جتنا نقصان ہوتا ہے وہ مریض کو ہوتا ہے۔ اور پھر میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے ادویات میں ملاوٹ نہ کی جائے کہ ادویات میں ملاوٹ قوم پر ظلم ہے substandard (drugs) ڈرگ بنائی جائیں اور ان کا ٹھیکہ دیا جائے اور ان لوگوں کو کھلی چھٹی دی جائے۔ اگر میرا بچہ ہو اور اسے 104, 105 کا بخار ہو اور اس کے بعد جب آپ اسے Calpol دیتے ہیں اور اس امید پر ڈاکٹر کے نسخہ کے بغیر دیتے ہیں کہ اسے Para-cetamol دینے کے بعد آرام آجائے گا اس کا بخار کم ہو جائے گا لیکن میرے پاس ایسے کئی کیس ہیں جو میں اس معزز ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو 104 ' اور 105 ڈگری کا بخار ہے لیکن غلط دوائی دینے کی وجہ سے ان غریب اور ان پڑھ لوگوں کو یہ کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر کو نسخہ اور دوائیوں کا کیا پتہ ہے دوائیاں تو ہمارے پاس ہیں ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ کونسی دوائی اچھی اور کونسی دوائی غلط ہے اور غلط دوائی کم قیمت پر دے کر جہاں انہیں زیادہ per-centage ملتی ہے چالیس چالیس پچاس پچاس فیصد منافع ملتا ہے وہ ان ادویات کو اپنے

سٹوروں میں رکھ کر غریب عوام کو اور انپڑھ عوام کو دیتے ہیں جن کے بچوں کی صحت کی ذمہ داری وزارت صحت پر ہونی چاہیے اور ان ادویات کا قلع قمع ہونا چاہیے۔ آج اگر ہم کھانے کی چیزیں مہیا نہیں کر سکتے لیکن یہ اس ملک میں بڑا ظلم ہے کہ اگر ہم ادویات کو صحیح معنوں میں پورے standard کے مطابق معیار کے مطابق standardisation ہم نہ کر سکیں۔ اس کے بعد میں آپ سے صرف یہ گزارش کروں گا کہ ہسپتالوں میں اس قدر گندگی ہے آپ کوئی بڑے سے بڑا ہسپتال دیکھ لیں وہاں infection diseases اپریشن کے بعد جو مریض وارڈوں میں رکھے جاتے ہیں ان کی چادریں اس قدر گندی ہوتی ہیں ان کے تکیے اتنے گندے ہوتے ہیں تھوکتے وہ وہاں ہیں اور اس کے بعد کوئی صفائی نہیں ہوتی۔ آپ مجھے یہ بتایئے کہ ایک Operation Case اگر اس وارڈ میں اس حالت میں اس گندگی کی پوزیشن میں وہاں پر رکھا جائے گا تو خواہ ہم اسے لاکھ percent anti-biotics دیں ہم انھیں Steroids دیں اور اس کے بعد ان کی infection کنٹرول کریں خدا کے واسطے آپ یہ کیجئے کہ خود جا کر دیکھیں تاکہ آپ کو اندازہ ہوگا کہ واقعی ہسپتال ہے وہاں آپ کو پوری طرح احساس ہو کہ ہم ہسپتال میں آئے ہیں کسی جنگلی محلے میں داخل نہیں ہوگئے اور ان ہسپتالوں کی خوبصورتی کے لیے زیبائش کے لیے اور اس کے بعد ان کو جراثیم سے پاک کرنے کے لیے کوئی اقدامات کیجئے تاکہ ہم کہہ سکیں اور فخر محسوس کریں کہ ہم واقعی ایسے ہسپتالوں اور ایسے ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں جو ہمارے علاج معالجے کے لیے دکھ درد رکھتے ہیں اور جناب سپیکر ڈاکٹر کی کمی کی وجہ سے ایک مائی ایک غریب آدمی صبح سے لے کر دوپہر تک اس انتظار میں رہتا ہے کہ شاید ہم آج دوائی لینے میں یا ڈاکٹر کو دکھانے میں کامیاب ہو جائیں نہ تو وہ ڈاکٹر کو دکھا سکتا ہے اور نہ ہی اسے دوائی ملتی ہے۔ جناب والا! میری تجویز یہ ہے کہ آپ مہربانی فرما کر پرچیوں پر لکھ دیجیے کہ یہ ادویات ہمیں اس ہسپتال سے مل سکتی ہیں یہ ادویات ہمیں اس ہسپتال سے نہیں ملی سکتیں تاکہ ایک غریب آدمی کہ پتہ چل جائے شروع میں ہی بغیر وقت ضائع کیے بغیر ڈسپنسری میں جائے یا بغیر در در کی ٹھوکریں کھائے اور پوچھتا پھرے اور دو تین گھنٹے ضائع کرنے کے بعد اسے یہ احساس ہو کہ یہ دوائی یہاں دستیاب نہیں ہے یہ لکھ کر رکھ

دیا جائے کہ یہ ادویات ہمیں مل جائیں گی اور یہ ادویات ہمیں نہیں ملیں گی۔ لیکن ایمرجنسی کے لیے ہسپتال اور انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ پوری طرح ادویات فراہم کرے اور oper-ated case یا accidental case ان کو یہ دی جائیں۔ پھر اس کے بعد جب تک آپ کوئی ایسی کمیٹی نہیں بنائیں گے جس سے آپ ہسپتالوں کو کنٹرول کرنے کے لیے موثر اقدامات کر سکیں۔ جناب والا! آج سے دس سال پہلے ایک زمانہ تھا وہاں سے ہر قسم کی ادویات ملتی تھیں یعنی بیشتر ادویات ان مریضوں کو فراہم کی جاتی تھیں لیکن آج حالت یہ ہے کہ dis-posable Syringe تک نہیں ملتی APC کی گولی نہیں ملتی آپ کو bandage نہیں ملتا اور آپ اگر کسی مریض کا آپریشن کراتے ہیں مریض مر رہا ہوتا ہے اور ڈاکٹر صاحب جو نسخہ آپ کو لکھ کر دیتے ہیں وہ نسخہ آپ لیے پھرتے ہیں کہ ہم یہ دوائیاں لینا چاہتے ہیں میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس بجٹ میں مہربانی فرما کر موثر تبدیلیاں کیجئے major operation کیجئے Cosmetic Surgery سے یہ کام نہیں بنے گا۔

جناب چیرمین : شکریہ ڈاکٹر صاحب' چودھری صاحب آپ بولنا چاہیں گے۔

چودھری محمد حنیف : جی جناب والا!

جناب چیئرمین : جی! بسم اللہ کیجئے۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! میں بہت ہی مختصر چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا ہسپتالوں کی صورت حال پر ڈاکٹر صاحب نے بڑی تفصیلی بات کی ہے میں صرف یہ عرض کروں گا کہ ایمرجنسی میں مریضوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اور وہاں جو بدعنوانی فروغ پا رہی ہے اس کے بارے میں چند باتیں کروں گا۔ جناب والا! پہلی بات تو یہ ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے جب کوئی مریض ایمرجنسی میں لایا جاتا ہے تو وہاں کوئی ڈاکٹر ہی موجود نہیں ہوتا۔ اگر ڈاکٹر موجود ہوتا ہے تو وہ کسی سپیشلسٹ ڈاکٹر کو بلانے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتا اور مریض موت کے منہ میں چلا جاتا ہے یہ نہایت افسوس اور دکھ کی بات ہے۔ جناب سپیکر' ڈاکٹروں نے پولیس والوں سے ملی بھگت کر کے قتل کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ' شراب پینے والوں کی رپورٹ اور 307 کی رپورٹ پر ریٹ طے کیے ہوتے ہیں اس قسم کے

واقعات پر کنٹرول کرنے میں ہماری حکومت بری طرح ناکام ہے۔

جناب الا! میں دوسری بات ادویات کی کروں گا' پہلی بات تو یہ ہے کہ مریضوں کو ادویات فراہم ہی نہیں کی جاتیں اور اگر کی جاتی ہیں تو وہ ناقص ہوتی ہیں۔ جناب والا! یہ بات واضح ہے کہ ایک دفعہ خاصی رقم کی ادویات ہسپتالوں کو فراہم کی گئیں اور پروفیسر حضرات نے باقاعدہ یہ کہہ کر ایم۔ ایس کو واپس بھجوا دیں کہ یہ out of date ہیں ہم انھیں استعمال نہیں کر سکتے۔ اور وہ ادویات واپس کی گئیں لیکن پھر پریشر ڈالا گیا اور دوبارہ وہی ادویات بھجوائی گئیں کہ انھیں آپ کسی طرح استعمال کریں۔ جناب والا! پروفیسر خورشید صاحب PVMS Committee کے چیئرمین ہیں ان کے ساتھ experts بھی ہیں انھوں نے یہ طے کیا ہے کہ 687 ادویات پنجاب کے ہسپتالوں کے لیے بہت ضروری ہیں لیکن آپ محکمہ صحت کی کارکردگی دیکھئے کہ گیارہ ماہ کے دوران صرف 150ادویات کے انھوں نے ٹینڈر طلب کیے اور ادویات منگوائیں۔ بقیہ کی یا تو انھوں نے ضرورت محسوس نہیں کی یا کیا وجہ تھی کہ اتنی بڑی کوتاہی کیوں ہوئی یہ لوگوں کے علاج معالجے کا مسئلہ اور یہ کسی بھی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو جہاں ان کے امن وامان کا مسئلہ ہے وہاں حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو صحیح معنوں میں ادویات مہیا کرنے کا بندوبست کرے۔ جناب سپیکر! ہسپتالوں میں جو خوراک دی جاتی ہے وہ ایم' ایس اور ٹھیکے داروں کی ملی بھگت سے صحیح معیار پر نہیں ہوتی اور ناقص خوراک دی جاتی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ اگر وزیر صحت تین دن تک یہ خوراک کھا لیں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ خود ہسپتال میں داخل ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے ہسپتال کی مشینریوں کی بات ہے' مشینوں کی حالت یہ ہے کہ پروفیسر حضرات خود کہتے ہیں کہ یہ ایکسرے آپ ہسپتال سے نہ کروایئے بلکہ باہر سے کروائیں کیا یہ جو کروڑوں روپے لگا ہوا ہے' مشینریوں اور لیبارٹریوں اور سٹاف پر جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں محکمہ صحت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اسے صحیح معنوں میں استعمال کیا جائے اور باہر کی مشینری سے زیادہ بہتر بنایا جائے۔ اسی طرح سے ہسپتالوں کے رزلٹ کچھ'

ہوتے ہیں اور اگر باہر کی لیبارٹریوں سے کروائے جائیں تو وہ کچھ ہوتے ہیں۔ ہمارے وزیر صحت کو اس پر توجہ دینی چاہیے کیونکہ اس پر ہماری قوم کا بہت قیمتی سرمایہ خرچ ہو رہا ہے اور بعض مشینیں بند پڑی ہیں۔ جناب سپیکر! ایک دفعہ کا یہ بھی واقعہ ہے کہ میو ہسپتال میں گردے کے اپریشن کے لیے ایک مشین آئی اس پر بھی کروڑوں روپے خرچ ہوا۔ لیکن وہ مشین ایک فرد نے پرائیویٹ طور پر اپنے گھر میں لگوا لی اور اس شخص نے گردے کی پتھری توڑنے کے کئی آپریشن کیے اور لاکھوں روپے کمائے۔ یہ ہسپتال کی امانت تھی جو وہاں پر چلی گئی۔ اسی طرح یہ بھی کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہسپتال کی بجلی کٹ گئی' یہ انتظامیہ کی نااہلی ہے' جس دن ہسپتال کی بجلی کٹی اس دن اپریشن ڈے تھا' بے شمار اپریشن رہ گئے کئی مریض وہاں پر بے ہوش ہوئے یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا محکمہ کوئی صحیح منصوبہ بندی نہ کر سکا۔ 1985ء میں طب یونانی اور 1988ء میں ہومیو پیتھک ڈسپنسری کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تھا لیکن اس طرف ہماری حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی۔ اس بجٹ میں ان کے لیے اگر فنڈ رکھا گیا ہے تو وہ بھی دس ہزار روپے سالانہ فی ڈسپنسری ہے۔ یہ تو جناب والا کی ایک خاکروب کی تنخواہ بھی نہیں بنتی۔ جناب والا! یہ اس شعبے کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے اس کے بعد جناب والا میں ڈاکٹروں کی ملازمت کے متعلق عرض کروں گا اور میری کل ہی اس سلسلے میں وزیر صحت سے بھی بات ہوئی ہے یعنی ڈاکٹروں کی ہمیں ضرورت ہے اور بے شمار ڈاکٹروں کی ضرورت ہے لیکن وہ ڈاکٹر آج اپنے ہاتھوں میں ڈگری لیے پھرتے ہیں جب کہ بے شمار ڈسپنسریاں ڈاکٹروں سے محروم ہیں' عمارتیں بن چکی ہیں لاکھوں کروڑوں روپے ان پر لگا' عمارتیں اپنی جگہ موجود ہیں لیکن عملہ وہاں پر موجود نہیں ہے۔ اس سال بھی 175 کروڑ روپے ڈسپنسریوں کی تعمیر کے لیے رکھا گیا ہے جو پہلے سے عمارتیں بنی ہوئی ہیں ان کے بارے بھی کچھ نہیں سوچا جا رہا۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس سے بھی زیادہ فنڈز رکھیں' ڈسپنسریاں بننی چاہئیں' ہسپتال ڈویلپ ہونے چاہئیں لیکن جناب سپیکر ضرورت اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر بھی ہونے چاہئیں۔ صرف عمارتیں ہی نہیں رہنی چاہئیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر ہوں تو وہاں پر ادویات بھی ہونی چاہئیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس شعبے میں بھی ہماری حکومت ناکام رہی ہے۔ پھر دکھ کی بات یہ ہے کہ 957 ڈاکٹر جو ایڈھاک بنیادوں پر بھرتی ہوئے تھے انہیں برطرف کر دیا گیا

ہے۔ جناب سپیکر! یہ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ انہیں بے روزگار کر دیا گیا ہے اور جب کہ ڈاکٹروں کی ضرورت بھی ہے اس لیے میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ ایک غلط فیصلہ ہے۔ اس کے بعد میں ہسپتال کے چھوٹے ملازمین کے متعلق عرض کروں گا ان کا بھی مسئلہ حل ہونا چاہیے۔ پچھلے دنوں انہوں نے ہڑتال کی تھی اور اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ نے باقاعدہ انہیں اس بات کی ضمانت دی کہ میں آپ کو آپ کے مطالبات تسلیم کروا دوں گا لیکن جناب سپیکر ان کے مطالبات ابھی تک تسلیم نہیں ہوئے اور ان کے مطالبات بھی اتنے زیادہ نہیں تھے اور نہ ہی ان میں بہت زیادہ مالی رکاوٹ تھی وہ تو صرف اتنا چاہتے تھے کہ channel of promotion اور تیس فیصد سلیکشن گریڈ دیا جائے اور رہائشی کالونی مہیا کی جائے جناب سپیکر! یہ ان کا بنیادی حق ہے۔ میں اپنے وزراء حضرات سے کہوں گا کہ وہ اپنے آپ کو صحیح معنوں میں عوامی نمائندہ بنائیں اور ان کے مسائل کو حل کریں ورنہ تو پھر بات وہی ہے کہ"

دن تو بدلے ہیں فقط وزیروں کے
پھر وہی حالات ہیں ہم فقیروں کے

جناب چیئرمین : شکریہ چودھری صاحب حافظ سلمان بٹ صاحب۔

حافظ سلمان بٹ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر میں مختصراً کچھ اپنی گزارشات پیش کروں گا۔ محکمہ صحت بھی دوسرے محکموں کی طرح بد عنوانیوں کا شکار ہے۔ جس طرح سے تھانے قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں' جس طرح سے ہماری کچہریاں انصاف کو بیچ رہی ہیں اسی طرح ہمارے ہسپتال بھی لوگوں کی صحت برباد کر رہے ہیں۔ کرپشن اور بدعنوانیوں کا پہلے بھی بہت ذکر ہوا ہے میں اس سلسلے میں بنیادی طور پر ایڈمنسٹریشن پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر ہونا اور اچھا ڈاکٹر ہونا کسی خاص بیماری کے لیے سپیشلسٹ ہونا اپنی جگہ پر ایک خوبی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر اچھا ڈاکٹر ایک اچھا ایڈمنسٹریٹر بھی ہو۔ ہمارے ہسپتال میں جو ایڈمنسٹریٹر مقرر ہیں ان میں سے صرف آپ کے سامنے سروسز ہسپتال کی مثال دینا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس میں اس وقت 24 سے زیادہ ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کام کر رہے ہیں یعنی ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ اور ایڈیشنل

میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ملا کر 24 سے زیادہ بنتے ہیں۔ اس کے باوجود ایڈمنسٹریشن کی یہ صورت حال ہے کہ وہاں پر نہ تو صفائی موجود ہے اور نہ ہی مریضوں کے بستروں کا بہتر طور پر انتظام ہے اور نہ ہی کھانے کی حالت بہتر ہے۔ کسی بھی ہسپتال میں انتظامیہ درست طور پر کام نہیں کر رہی۔ دوائیاں جعلی بن رہی ہیں' ہسپتالوں کی دوائیاں بازاروں میں بک رہی ہیں۔ مریض کا اپریشن ہو رہا ہوتا ہے اور ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ بھاگ کر خون کی بوتل بھی لے آئیں' ڈرپ بھی لے آئیں' گلوکوز بھی لے آئیں فلاں دوائی بھی لے آئیں injection بھی لے آئیں اور injection لگانے کے لیے Disposable Syringe بھی لے آئیں۔ آخر کروڑوں روپے جو آپ ہسپتالوں کے لیے مختص کرتے ہیں وہ کن لوگوں کے لیے ہیں؟ میں آپ کو حلفاً یہ بتاتا ہوں کہ یہی سوال جب میں نے سروسز ہسپتال کے سینئر ڈاکٹر سے کیا تو اس نے کہا کہ ہمیں تو سارا پیسہ پروٹوکول کی ڈیوٹی پر ہی خرچ کرنا پڑتا ہے اور اس میں سے اگر کچھ بچ جائے تو وہ غریبوں کی قسمت ہے اگر نہ بچے تو پھر وہ دوسرا معاملہ ہے۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے ایک وزیر صاحب کا ذکر کیا وہ وزیر تو اس وقت موجود نہیں ہیں انہوں نے کہا کہ انہیں ہر دوسرے ہفتے میں فوڈ پوائزننگ ہو جاتا ہے۔ جب میں نے فوڈ پوائزننگ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے مجھے ہنس کر ٹال دیا۔ یعنی وہ ہر دوسرے ہفتے فوڈ پوائزننگ کی وجہ سے ہسپتال کے وی۔ آئی۔ پی روم میں داخل ہو جاتے ہیں یعنی کوئی غیر موافق چیز پیٹ میں چلی جاتی ہے تو فوڈ پوائزننگ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جناب والا اس وقت یہ پنجاب کے ہسپتالوں کی ڈیوٹی رہ گئی ہے۔ ایڈمنسٹریشن کے ساتھ ساتھ ڈاکٹروں کی صورت حال یہ ہے کہ جو جونیئر ڈاکٹر ہوتا ہے وہ نرسوں کی نظر التفات کی تلاش میں رہتا ہے اور جو سینئر ڈاکٹر ہوتا ہے وہ اپنے ہسپتالوں کے لیے مریضوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ جو سینئرڈاکٹر ہیں جو ہر وقت اپنے ہسپتال قائم کرنے کے چکر میں رہتے ہیں اور ایسے ہسپتال قائم کیے جاتے ہیں جہاں پر لوگوں کی جیبوں پر بے پناہ ڈاکہ ڈالا جاتا ہے اس کی ایک مثال ہمارا اتفاق ہسپتال ہے جہاں پر کسی غریب آدمی کو علاج معالجے کی کوئی سہولت حاصل نہیں۔

میاں شہباز احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! ابھی حافظ سلمان بٹ صاحب نے اپنی تقریر میں ہسپتال کا نام لیا۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اتفاق ہسپتال ایک پرائیویٹ ادارہ ہے۔وہ سرکاری ہسپتال نہیں اس لیے اسے زیر بحث نہیں لایا جانا چاہیے۔ نہ تو وہاں پر پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے دوائیاں جاتی ہیں اور نہ ہی وہاں پر پنجاب گورنمنٹ کا عملہ وجود ہے۔

جناب چیئرمین : شکریہ آپ تشریف رکھیں۔

رانا اکرام ربانی : تہاڈی حاضری لگ گئی اے۔

حافظ سلمان بٹ : جناب والا! ان کی حاضری بھی لگ گئی ہے۔ لیکن معلوم کیا بات ہے جب بھی اتفاق کا نام لیا جائے ان کو غصہ آجاتا ہے۔

میاں شہباز احمد : اتفاق اچھی چیز ہے آپ بھی واپس آجائیں اتفاق میں برکت ہے۔

حافظ سلمان بٹ : جناب والا! چند مہینوں کی بات ہے آپ بھی واپس آجائیں گے۔

جناب والا! آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہسپتالوں کی اور محکمہ صحت کی ایڈمنسٹریشن نااہل ہے اور ہسپتالوں کی حال نہ گفتہ بہ ہے اور ان حالات میں ان پر اتنا خرچہ کرنا اور اتنا خرچہ کرنے کے بعد بیماریاں پالنا' اتنا خرچہ کرنے کے بعد بدعنوان لوگوں کو پالنا' اس سے تو بہتر ہے کہ یہ خرچہ نہ کیا جائے۔ تاکہ یہ بدعنوانیاں بھی کم ہو سکیں اور پنجاب کے عوام پر ٹیکسوں کا جو ناروا بوجھ ہے اس کو بھی کم کیا جاسکے۔ میری درخواست ہے کہ جناب وزیر موصوف اس مطالبہ زر کو واپس لیں تاکہ عوام کو اس صحت کی بربادی سے اور اس پیسے کی بربادی سے بچایا جاسکے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین : شکریہ حافظ صاحب وزیر صحت بولنا چاہیں گے۔

وزیر صحت : جناب ایک کٹ موشن اور بھی ہے یہ ساری مکمل ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد بول لیں گے۔

جناب چیئرمین : آپ دونوں کٹ موشنوں پر اکٹھی بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر صحت : جی ہاں۔

جناب چیئرمین : دوسری کٹ موشن مطالبہ زر نمبر 16 پہ ہے۔ اس کے محرکین جناب رانا

اکرام ربانی صاحب' سید چراغ اکبر شاہ صاحب' ملک اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب' رانا ثناء اللہ خان صاحب' جناب غلام سرور خان صاحب' نواب زادہ منصور احمد خان صاحب ہیں۔ رانا صاحب کیا آپ کٹ موشن پیش کریں گے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔

"3 ارب 56 کروڑ روپے کی کل رقم بسلسلہ میزان مطالبہ زر نمبر 16 خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

مسئلہ جسے زیر بحث لانا مقصود ہے۔ اس حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے جس کے تحت حکومت صوبہ کے عوام کو علاج معالجہ کی بہتر سہولتیں فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے۔"

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ۔

"3 ارب 56 کروڑ روپے کی کل رقم بسلسلہ میزان مطالبہ زر نمبر 16 خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

مسئلہ جسے زیر بحث لانا مقصود ہے۔ اس حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے جس کے تحت حکومت صوبہ کے عوام کو علاج معالجہ کی بہتر سہولتیں فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے۔"

وزیر صحت: I oppose it sir

جناب چیئرمین: ملک صاحب آپ اس پر بات کریں گے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا! یہ صحت کا معاملہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ انسان کی زندگی کا دارومدار صحت پر ہی موقوف ہے۔ اگر ہماری صحت ہی کمزور ہو جائے' اور ہم جسمانی طور پر کمزور ہو جائیں تو میرے خیال میں ہم کوئی بھی کام نہیں کر سکتے۔ اور کسی معاملے میں ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ جناب سپیکر! یہاں بجٹ میں یہ 3 ارب 56 کروڑ روپے کی غیر ترقیاتی رقم رکھی گئی ہے۔ اور ترقیاتی میں ایک ارب 74 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اگر اس کا میزان لگائیں تو 5 ارب 30 کروڑ روپے بنتی ہے۔ جبکہ

پنجاب کی آبادی 6 کروڑ 28 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اگر اس کا ویسے بھی خرچہ لگائیں اور یہ رقم ان پر تقسیم کریں تو 85 روپے فی فرد کے حساب سے یہ خرچ ہوتا ہے۔ جو بہت ہی کم ہیں۔ میرے خیال میں ایک فرد پر کم از کم ایک سو روپے تک خرچ ہو جانے چاہئیں تھے۔ جناب سپیکر اگر 1992ء کے اعداد و شمار کے مطابق تعداد لگائیں تو کل بیڈ 26 ہزار بنتے ہیں۔ اور ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب ہے۔ جناب سپیکر اگر دیکھا جائے اور آدمیوں کی تعداد سے ڈاکٹروں کا حصہ لگائیں تو ایک ڈاکٹر کے حصے میں 4188 آدمی آتے ہیں۔ یعنی 4188 آدمیوں کے لیے ایک ڈاکٹر ہوگا۔ اور اسی طرح اگر بیڈوں کی تعداد کا تجزیہ کیا جائے تو 2416 آدمیوں کے لیے ایک بیڈ بنتا ہے۔ اس جٹ میں میرے خیال میں یہ نہایت ہی نامناسب ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ اس میں جو غیر ترقیاتی اخراجات رکھے گئے ہیں ان کو جس طرح بھی ہو سکے کم کر کے نئے بیڈ دیئے جائیں' اور ہسپتال بھی نئے بنائے جائیں۔ جناب سپیکر! یہاں غیر ترقیاتی جٹ میں اس مد میں دوگنا رقم رکھی گئی ہے جو کہ بہت ہی زیادہ اور نامناسب ہے۔ جناب سپیکر چونکہ یہاں ہسپتالوں کی تعداد کم ہے۔ اگر آبادی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو جتنے بھی مریض ہسپتالوں میں جاتے ہیں بے چارے ذلیل و خوار اور پریشان ہوتے ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر کم ہیں اور مریض وہاں پر زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ڈاکٹر حضرات ان کو صحیح طریقے سے attend بھی نہیں کر پاتے۔ اگر شہروں کے ہسپتالوں کو بھی لیں شہروں میں بھی یہی عالم ہے۔ اگر دیہاتوں میں دیکھیں تو دیہاتوں میں ویسے ہی ڈاکٹر نہیں ملتے۔ میں جناب والا دیہاتوں کے بارے میں گزارش کروں گا۔ کہ یہاں دیہاتوں میں 1980-81ء میں Basic Health Unit کی سکیم شروع کی گئی تھی اور وہ مارشل لاء کا زمانہ تھا۔ اس وقت ہر یونین کونسل میں ایک Basic Health Unit قائم کیا گیا تھا۔ اور اس وقت جتنے بھی بنیادی ہیلتھ سنٹر بنائے گئے تھے میرے خیال میں ان کی کارکردگی بہت اچھی تھی۔ اس وقت وہاں پر ڈاکٹر بھی ملتے تھے' دوائیاں بھی ملتی تھی اور دوسرا عملہ بھی حاضر رہتا تھا۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ کام چلتا گیا۔ پھر ان بنیادی ہیلتھ سنٹر کے بعد دوسری سکیم آئی وہ رورل ہیلتھ سنٹر کی سکیم تھی جو کہ پورے مرکز کی سطح پر قائم کیے گئے تھے۔ اور اس میں

ایم بی بی ایس ڈاکٹرز اور دیگر عملے کا تعین بھی کیا گیا تھا۔ جناب سپیکر! جوں جوں حالات گزرتے گئے۔ اور دیکھنے میں آیا کہ 1985ء کے الیکشنوں کے بعد جب سے جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ ان کی موجودگی میں اگر وہاں آکر دیکھا جائے تو ہسپتالوں میں جانور بندھے ہوئے ہیں اور ہسپتال بند پڑے ہیں۔ کسی ہسپتال میں دوائی نہیں ملتی' کسی میں ڈاکٹر نہیں کسی میں عملہ نہیں ہے۔ وہاں صرف آپ کو چوکیدار نظر آئیں گے۔ اس میں جناب والا ایک مثال میں بھی دوں گا کہ میں رات کے وقت دیر سے کسی گاؤں میں گیا تو انہوں نے مجھے اسی Basic Health Unit میں ٹھہرایا۔ جب میں صبح کو سو کر اٹھا تو میرے پاس ایک بوڑھی عورت ایک بچہ اٹھا کر لے آئی۔ میں نے کہا بی بی تو کی کرن آئی ایں۔ کہنے لگی کہ جی آپ آئے ہیں میں نے سمجھا کہ کوئی ڈاکٹر آگیا ہے۔ تو جناب والا جہاں یہ عالم ہو کہ ڈاکٹر ہسپتالوں میں نہ جائیں اور ہسپتال ڈیروں کے طور پر استعمال ہوں تو اس حکومت کا اور اس محکمے کی کارکردگی کا خدا ہی حافظ ہے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہاں یہ بھی کہوں گا کہ جو یہ رورل ہیلتھ سنٹرز کھولے گئے ہیں ان کا یہ عالم ہے کہ حکومت نے ان کے لیے 117 ایکسرے مشینیں منگوائی تھیں یقین کیجئے کہ ان میں سے اب ساری کی ساری ناکارہ پڑی ہیں اور ان کو چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں پر ڈاکٹر موجود نہیں' عملہ موجود نہیں اور وہاں پر محکمہ کوئی دلچسپی نہیں لے رہا۔ مگر یہ لاکھوں اور کروڑوں روپے کی مشینری برباد ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! میرے حلقے کی بات ہے کہ وہاں پر ایک گاؤں ہے جس کو فوکل پوائنٹ بنایا گیا۔ اور 1986ء میں اس کے لیے ایک کروڑ روپیہ منظور ہوا۔ کہ وہاں پر ہیلتھ سنٹر اور ایجوکیشن کے سکول بنیں گے۔ لیکن میں ہیلتھ سنٹر کی بات کروں گا۔ کہ گزشتہ چار سال سے وہ بے کار پڑا ہے۔ وہ فوکل پوائنٹ ہے۔ وہاں ایم بی بی ایس ڈاکٹروں کی ضرورت تھی' وہاں لیڈی ڈاکٹروں کی ضرورت تھی جس پر کروڑوں روپے کی لاگت آتی ہے۔ اور وہ لوگ گزشتہ چار سال سے پریشان حال ہیں سوائے اس کے وہ صبح کو آٹھ کر اس عمارت کو دیکھ لیتے ہیں اور پھر شام کو دیکھ کر سو جاتے ہیں۔ اور ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہیں کہ کبھی تو اللہ تعالیٰ ہماری سنے گا' کبھی تو موجودہ حکومت ہماری سنے گی' کبھی تو یہ محکمہ ہماری سنے گا کہ یہاں پر ڈاکٹر

بھی بھیجنا ہے۔ جناب والا! اس کے لیے میں نے خود بھی کوشش کی کہ وہاں ہسپتال میں ڈاکٹرز بھیجے جائیں۔ لیکن پتہ چلتا ہے کہ نوکریوں پر پابندی ہے۔ کیا کریں وہاں جانے والا کوئی نہیں ہے جناب سپیکر! وہاں پر چپڑاسی تک نہیں رکھا گیا۔ اب تو اس سنٹر کی اینٹیں بھی لوگ اکھاڑ اکھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ وہاں پر کم از کم چوکیدار ہی ہوتا تو وہ اس لاکھوں روپے کی عمارت کا ہی خیال رکھتا۔

جناب سپیکر! اسی طرح سوشل ایکشن پروگرام کے تحت چھتیس کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ یہ جو سوشل ایکشن پروگرام ہے' یہ ہم پر کوئی کمال مہربانی نہیں کی ہوئی۔ بلکہ یہ تو ایک عالمی بنک نے فنڈ دیئے ہیں اور یہ آزاد کشمیر میں بھی ہے' یہ بلوچستان میں بھی ہے' یہ سرحد میں بھی ہے اور سندھ میں بھی ہے۔ چاروں صوبوں میں سوشل ایکشن پروگرام کے تحت کام ہونا ہے۔ ہم نے اس سوشل ایکشن پروگرام پر اعتماد کیا کہ اس میں ہمیں چھتیس کروڑ روپیہ ملے گا۔ اگر خدانخواستہ' ہمیں یہ چھتیس کروڑ روپیہ نہیں ملتا تو پھر ہماری جتنی بھی سکیمیں ہوں گی ان کا کیا حشر ہوگا۔ یہ ایوان کے سامنے ہے اور آپ کے بھی سامنے ہے کہ اگر چھتیس کروڑ روپیہ نہیں ملے گا تو آج ہم نئی نئی سکیمیں اور نئی نئی تجاویز لے رہے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟ یہ ہمارے بجٹ کا حال ہے۔ یہاں کل ہمارے وزیر خزانہ بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے تھے۔ میں ان سے ایک ہی بات پوچھتا ہوں کہ اگر چھتیس کروڑ نہیں ملے گا تو پھر ان کے پاس کیا وسائل ہیں؟

جناب سپیکر! اسی طریقے سے میری اور بھی تجویز ہے کہ جو ضلع کے ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہیں وہاں بھی جدید قسم کی سہولیات میسر ہونی چاہئیں۔ مثال کے طور پر خصوصی طور پر کینسر' دماغ اور گردے کی جو بیماریاں ہوتی ہیں ان کے لیے وہاں کم از کم ابتدائی تشخیص کے لیے ایک سیل قائم کیا جائے اور وہاں سپیشلسٹ ڈاکٹر رکھے جائیں۔ بے شک ہم اتنے مہنگے پلانٹ باہر سے نہیں منگوا سکتے یا اتنی جلدی نہیں کر سکتے تو کم از کم ابتدائی تشخیص تو ہو جائے۔ تاکہ مریض کو اپنے ہیڈ کوارٹر پر ہی پتا چل جائے کہ اسے اتنی تکلیفیں ہیں اور اس کو لاہور ملتان یا بڑے ہسپتالوں میں بھیجا جا سکے۔

جناب سپیکر! یہاں عالم یہ ہے' میں میو ہسپتال کی بھی ایک مثال دوں گا کہ وہاں ایک دماغی وارڈ میں Engeography کی ایک مشین پڑی ہے اور جس کی لاگت پانچ کروڑ روپیہ ہے۔ وہ تین چار سال سے بند پڑی ہے۔ جہاں ہم ڈویلپمنٹ پر خرچ کر رہے ہیں' میرے خیال میں اس کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے اور نہ اس کو ٹھیک کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! ہم یہاں نیا بل بھی پاس کرنے والے ہیں جو کہ یقیناً اکثریت کی بنیاد پر پاس ہوگا' وہ ہے پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن کا بل۔ جناب سپیکر! وہ ڈاکٹر جنھوں نے پہلے ہی یہاں لوٹ گھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے کہ جب ہم سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹر کے پاس جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں گھر پر ملو۔ جب گھر جاتے ہیں تو تین سو روپے پہلے رکھوا لیتے ہیں۔ اب جو غریب آدمی پس ماندہ علاقے سے یہاں پہنچے گا جب اسے یہ کہا جائے گا کہ تین سو روپیہ دیں۔ جو غریب بے چارہ کرایہ مانگ کر آئے گا وہ ان سپیشلسٹوں کو کیا دے گا؟ اور وہ اپنا علاج کیا کرائے گا؟ آخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ آدمی یہاں سسکیاں لے لے کر مر جائے گا۔ بلکہ جناب سپیکر! اگر کل کا اخبار پڑھیں تو ایک چھوٹی سی بچی میو ہسپتال میں گئی۔ اس کا بلڈ پریشر ہائی تھا۔ ڈاکٹر نے اسے چیک نہ کیا اور اس کی پروا نہ کی۔ وہ دم توڑ گئی۔ یہ عالم ہے جناب سپیکر' اس محکمے کی کارکردگی کا۔

جناب سپیکر! میں ہیلتھ فاؤنڈیشن پر بات کر رہا تھا۔ یہاں پچیس کروڑ روپے ہیلتھ فاؤنڈیشن کے لیے رکھے گئے۔ یہ انھی ڈاکٹروں کے لیے رکھے گئے ہیں جو کہ تین سو روپے لے کر صرف ہاتھ دیکھتے ہیں اور دوائی کا نسخہ لکھ کر دیتے ہیں۔ یہاں جو پرائیویٹ کلینک بنے ہوئے ہیں ان کی حالت آپ خود ہی دیکھیں۔ اول تو وہاں غریب پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اسے کوئی دروازے سے اندر ہی نہیں جانے دیتا۔ صاحب حیثیت لوگ وہاں جاتے ہیں وہاں یہ ہوتا ہے کہ سات سو روپے تو وہ کمرے کا چارج کر لیتے ہیں۔ تین سو روپے اسی وقت وہ ڈاکٹر کی وزٹ کا چارج کر لیتے ہیں۔ چپ کر کے ہزار روپیہ روزانہ تو یہ لے لیتے ہیں۔ دوائیاں اور باقی اخراجات الگ ہیں۔ جناب سپیکر! ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اگر ہم اس بجٹ میں پچیس کروڑ روپے رکھتے ہیں۔ ابھی ہم نے یہ بل ہی پاس نہیں کیا۔ آپ خود ہی اندازہ لگائیں۔ یہ کتنا انکم والا معاملہ ہے۔ یہ کاروبار کی حیثیت سے deal کرتے ہیں۔ ابھی ہم نے بل پاس نہیں کیا اور محکمے کے پاس پینتیس سو درخواستیں پہنچ گئی ہیں جو کہ وہاں پیسے لینے والے اور مزدوری لینے

والے لوگ موجود ہیں۔ جناب سپیکر! اگر ہم ہیلتھ فاؤنڈیشن کا بل پاس کریں گے اور اس کے لیے پیسے رکھیں گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جتنے ڈاکٹر ہیں وہ اپنا کام چھوڑ کے بونس کی طرف لگ جائیں گے۔ عوام کی خدمت نہیں کر سکیں گے۔ حالانکہ ان کا پیشہ بڑا مقدم ہے۔ اگر وہ اس کو واقعی پیشہ سمجھیں تو انھیں نیکی کا صلہ اللہ تعالیٰ ضرور دے گا۔ لیکن جب وہ اپنا لالچ اس میں ڈال دیتے ہیں اور اپنی آمدنی کا ذریعہ بناتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانے کہ ان کی بخشش ہو گی یا نہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک ڈاکٹر کا لطیفہ سناتا ہوں جو مجھے یاد آیا۔ ڈاکٹر کے پاس ایک مریض گیا جس کے دانت میں درد تھا۔ اس نے کہا کہ میرا دانت نکال دیں۔ اس نے کہا کہ بیٹھو۔ وہ بزرگ تھا۔ بڑی عمر کا ڈاکٹر تھا۔ جس دانت کو درد تھا ڈاکٹر نے اس دانت کو نہ نکالا اور ساتھ والے دانت کو نکال دیا۔ مریض نے کہا ڈاکٹر صاحب' مجھے تو ابھی تک درد ہو رہا ہے۔ تو ڈاکٹر نے کہا کہ دوسرے دانت کی وجہ سے درد تھا' اس لیے پہلے اس دانت کو نکالنا ضروری تھا۔ اصل دانت اسی جگہ پر ہے۔ جناب سپیکر! اگر ہم ان کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ انھیں پچیس کروڑ روپیہ دیں گے اور چھتیس کروڑ روپیہ Social Action Programme والا بھی' یہ ساری رقوم دیں گے تو یقیناً ڈاکٹر کام چھوڑ کر بونس کی طرف آئیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ناجائز ہے اور ہمیں اصولی طور پر اس مد کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : شکریہ ملک صاحب۔ رانا ثناء اللہ خان۔

سردار طفیل احمد خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : فرمایئے سردار صاحب۔

سردار طفیل احمد خان : جناب سپیکر! تقریباً ہر ٹیبل پر ایک احتجاجی مراسلہ تقسیم ہوا ہے جس میں صدر پاکستان' وزیراعظم صاحب' سپیکر قومی اسمبلی' سپیکر صوبائی اسمبلی و اراکین و قومی اسمبلی و چیئرمین سینٹ وغیرہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ چیف جسٹس آف پاکستان' چیف جسٹس آف ہائی کورٹ' گورنر پنجاب و اراکین صوبائی و قومی اسمبلی کو مخاطب کیا گیا ہے۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ اس کو پڑھا جائے۔ میں یہ جناب کو پیش کرتا ہوں۔ میرا پوائنٹ

آف آرڈر ہے کہ اس قسم کی جو ڈاک اسمبلی میں تقسیم کی جاتی ہے' کون اس کو کرتا ہے؟ اور اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو میں جناب سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کے متعلق مناسب رولنگ دی جائے۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب۔ یہ درست ہے کہ ایسے پمفلٹ ہاؤس میں تقسیم نہیں کیے جانے چاہئیں۔ سردار صاحب! غالباً بذریعہ ڈاک بھیجا گیا ہے اور آپ کو بھی بذریعہ ڈاک ہی ملا ہے۔

سردار طفیل احمد خان: جی ہاں' بذریعہ ڈاک ہی ملا ہے۔

جناب چیئرمین: جب ڈاک کے ذریعے کوئی چیز آئے تو اسمبلی سیکرٹریٹ اس کو کھولنے سے قاصر ہوتا ہے۔ آپ کی بات جا ہے۔ لیکن خود ہی رہنمائی فرمائیں کہ اس کو کس طرح in-quire کیا جائے؟

سردار طفیل احمد خان: میری گزارش ہے کہ اس احتجاجی مراسلے میں نام اور پتا موجود ہے۔ اس سے پہلے بھی اس اسمبلی میں ایک احتجاجی مراسلہ تقسیم ہوا تھا اور جس کو اخبارات نے ہو بہو چھاپ بھی دیا تھا۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ تو ڈاک کے ذریعے آگیا۔ ایک مراسلہ اور آیا تھا جس میں نشان دہی کی گئی تھی۔ مناسب نہیں کہ میں اس کے الفاظ دہراؤں اور کسی کا استحقاق مجروح ہو جائے اور میرے لیے وبال جان بن جائے۔ میں جناب سے گزارش کروں گا کہ اس کو پڑھ کر جو مناسب رولنگ ہو وہ صادر فرمائیں۔ مہربانی شکریہ۔

جناب فرید احمد پراچہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: پراچہ صاحب! میں پہلے سردار صاحب کی بات کا جواب دے لوں اس کے بعد آپ کو دعوت دوں گا سردار صاحب! اس میں I think the Assembly Secretar-iat will look into چونکہ اس وقت کٹوتی کی تحاریک پیش ہو رہی ہیں تو یہ مناسب نہیں ہے کہ اس سارے مراسلے کو پڑھ کر اس کا جواب دیا جائے۔

سردار طفیل احمد خان: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ میں نے آپ کی صوابدید پر چھوڑا ہے۔ سیکرٹریٹ کا یہ مسئلہ نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ڈاک کے ذریعے آئی ہے۔

جناب چیئرمین : ڈاکٹر صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے ہیں؟
ڈاکٹر سید وسیم اختر : جی ہاں۔
جناب چیئرمین : ڈاکٹر صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں۔
جی رانا ثناء اللہ خان صاحب!
رانا ثناء اللہ خان : شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! صحت پر پچھلے سال کے مقابلہ میں اس سال زیادہ رقم رکھی گئی ہے اور محترم وزیر خزانہ کی تقریر کا وہ حصہ جو صحت سے متعلقہ ہے اس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ غیر ترقیاتی بجٹ کا ایک نمایاں پہلو اپنے طبی اثاثوں اور ہسپتالوں میں مریضوں کی دیکھ بھال پر اٹھنے والے اخراجات کی شرح میں مجوزہ اضافہ ہے۔ ان اخراجات کو کئی سالوں سے ایک سطح پر جامد کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ موجودہ حالات سے بالکل ہم آہنگ نہ رہے۔ ہمارے اربوں روپے کے اثاثے مناسب مرمت نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے تھے۔ ایک تو جناب سپیکر اس statement میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اربوں روپے کے اثاثے مناسب مرمت نہ ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ دوسرے اسی سٹیٹمنٹ کے اگلے حصے میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مریضوں پر اٹھنے والے اخراجات کی شرح جن میں ادویات شامل ہیں گذشتہ نو سال سے تبدیل نہیں کی گئیں جس کی وجہ سے ہسپتالوں میں ادویات کی کمیابی ہے۔ یہ بھی ماہرین معاشیات کی ستم ظریفی ہے کہ سنگ و خشت کی بے روح عمارت پر تعمیر کے اخراجات کو ترقیاتی مد میں شمار کرتے ہیں۔ اور مریضوں کے بہبود کے اخراجات کو غیر ترقیاتی کہتے ہیں۔ مگر چونکہ ہمیں احساس ہے کہ صرف سنگ وخشت سے جہاں پیدا نہیں ہوتے۔ اس لیے اس مد میں محکمہ صحت کو 50 کروڑ روپے کی اضافی رقم کے ساتھ کل 108 کروڑ روپے دینے کی تجویز ہے۔
جناب سپیکر! اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس مرتبہ 108 کروڑ روپے مریضوں کو ادویات فراہم کرنے کے مد میں حکومت فراہم کر رہی ہے۔ اسی طرح سے پچھلے سال کا جو بجٹ 2 ارب 58 کروڑ روپے تھا اس سال 3 ارب 56 کروڑ روپے کے لگ بھگ بنتا ہے جناب سپیکر۔ میں محترم وزیر خزانہ اور محترم وزیر صحت کی توجہ اس جانب مبذول کراؤں گا کہ

دراصل معاملہ یہ نہیں ہے کہ پچھلے سال 2 ارب 58 روپے غریبوں کو علاج کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے بہت ناکافی تھے۔ اور ان سے فراہم کردہ ادویات بہت کم تھیں اس لیے غریبوں کو علاج میسر نہ آسکا اور ہسپتالوں میں ادویات کی فراوانی نہ رہی اور اس سال 3 ارب 56 کروڑ روپے کے بجٹ سے جو 108 کروڑ روپے اس مد میں دیا جائے گا اس سے کوئی بہتری کے حالات پیدا ہوں گے۔ جناب سپیکر! المیہ یہ ہے کہ پچھلے سال جو 2 ارب 58 کروڑ روپے اس مد میں رکھے گئے تھے اس میں سے بھی کسی غریب کو اپنی مرض کے علاج کے لیے کوئی پیسہ نہیں ملا۔ تو جب 2 ارب 58 کروڑ کی رقم سے غریبوں کو علاج کی سہولیات میسر نہیں آئیں تو پھر اب ہم کس حوالے سے اس بات کا یقین کرلیں کہ اب یہ 3 ارب 56 کروڑ روپے میں سے غربا کو اور ان لوگوں کو جن کا صحیح حق ہے انہیں ادویات فراہم کر دی جائیں گی۔ اصل معاملہ وہی ہے جس کی میں نے پہلے بھی نشاندھی کی ہے یعنی معاملہ Corruption کا ہے۔ ایک Basic Health Unit کے dispenser سے لے کر اوپر تک معاملہ یوں چل رہا ہے کہ یہ تمام بجٹ Corruption کی نظر ہو رہا ہے اور یہاں تک صورت حال ہے کہ جو ڈاکٹر صاحبان ان ہسپتالوں میں لگے ہوتے ہیں ان کے یا جو وی آئی پی صاحبان ہوتے ہیں یا ضلعی سطح پر جو بیوروکریسی ہوتی ہے ان کے عزیزوں کو ایک ایک آدمی کو پندرہ پندرہ ہزار روپے کی دوائی فراہم کی جاتی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں جب کوئی غریب آدمی جس کے پاس پیسہ نہیں ہے اور وہ قابل علاج مرض میں مبتلا ہے اسے دس روپے کی دوائی بھی فراہم نہیں کی جاتی۔ اور صورت حال یہ ہوتی ہے کہ ان سرکاری ہسپتالوں میں مریض کی جان لبوں پر ہوتی ہے اور ہسپتال کا عملہ اس کے لواحقین کو اس کے atten-dant کو کارڈ دے رہا ہوتا ہے۔ کہ جناب یہ کارڈ فلاں پروفیسر صاحب کا ہے۔ اور فلاں سڑک پر ان کا کلینک ہے۔ اور وہ شام کو 5 بجے سے لیکر 8 بجے تک بیٹھتے ہیں۔ اس لیے آپ ایسا کریں کہ مریض کو یہاں سے اٹھائیں اور وہاں کلینک پر لے جائیں۔ وہاں پر پھر وہ پروفیسر صاحب دو تین سو روپے فیس لیتے ہیں اور اس کے بعد اسے advice کرتے ہیں کہ آپ ایسا کریں کہ آپ کو بہتر علاج اس طرح سے میسر آئے گا کہ آپ فلاں ہسپتال میں جاکر کمرہ

جناب چیئرمین : جی۔ میں وہی عرض کر رہا ہوں کہ اس کو properly probe into کیا جائے گا۔ آپ کی بات جا ہے کہ مراسلے پر نام اور پتا دیا ہوا ہے۔ تو اس کو properly probe into کیا جائے گا۔

سردار طفیل احمد خان : تو میں جناب یہ سمجھوں کہ اس کا جواب کل آئے گا۔

جناب چیئرمین : انشاء اللہ اس کو properly probe into کیا جائے گا۔

سردار طفیل احمد خان : بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔ جی پراچہ صاحب۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تو ڈاک کے ذریعے لوگوں کی طرف سے آئی ہوئی وہ شکایات ہیں۔ تو جو ممبران اسمبلی کو یعنی تمام کو نہیں بلکہ نام لکھ کر لوگوں کو آئی ہیں ایسے واقعات ان کر توتوں کی وجہ سے ہوتے ہیں کہ جو اگر کر توت نہ کیے جائیں تو پھر اسمبلی تک وہ واقعات بھی نہ پہنچیں اس لیے اس بارے میں جو کچھ اس میں درج کیا گیا ہے اس کے مطابق جو ذمہ دار حضرات ہیں ان کو اس میں انکوائری کرنی چاہیے۔ تاکہ لوگوں کو دلویلا کرنے کی احتجاج کرنے کی اضطراب دینے کی اور اسمبلی کے ممبران تک اپنی بات پہنچانے کا ان کو موقع نہ ملے اور ایسے وقعات نہ ہوں۔

جناب چیئرمین : پرچہ صاحب شکریہ۔

وزیر امداد باہمی : (رانا پھول محمد خان) معلوم ہوتا ہے کہ یہ جناب پراچہ صاحب نے بھجوائی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر : جناب والا! لنگڑیال صاحب نے ابھی ہیلتھ کے بارے میں چند باتیں کی ہیں۔ وزیر صحت صاحب اسے نوٹ بھی فرما رہے ہیں۔ تو میں چاہوں گا کہ غریبوں کے مفاد میں یہ بھی وضاحت کردیں کہ یہ تین تین سو روپیہ جو فیس سپیشلسٹ لیتے ہیں وہ کس ضابطے کے تحت لیتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اخباروں میں بات نوٹ کی گئی ہے۔۔

لیں۔ تو جناب سپیکر! جب یہ پریکٹس جاری رہے گی تو پھر اسے 3 ارب کرلیں اسے 6 ارب کر لیں اسے 9 ارب کرلیں یا چاہے اسے ایک کھرب کر لیں تو ان غریبوں کی حالت تو نہیں بدلے گی جن کے لیے صحیح معنوں میں یہ رقم رکھی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک محترم وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے انتہائی دکھ کے ساتھ کہ ہمارے اربوں روپے کے جو اثاثے ہیں وہ مرمت کی وجہ سے بے کار ہوگئے اور ضائع ہوگئے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ اس معاملے کی انکوائری کرکے دیکھ لیں۔ وہ اس معاملے کو ذاتی سطح پر جاکر دیکھیں کہ یہ اربوں روپے کے اثاثے مرمت کی وجہ سے ضائع نہیں ہوئے یا یہ دیکھ بھال کی وجہ سے ضائع نہیں ہوئے۔ ان کے ضائع ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو ای سی جی کی مشین یا جو ایکسرے پلانٹ سرکاری ہسپتال میں پڑا ہوتا ہے اس کو اس لیے خراب کیا جاتا ہے کہ جب تک وہ چلتا رہے گا وہ پرائیویٹ کلینک پر جو ایکسرے پلانٹ نصب ہے یا جو ای سی جی مشین ہے وہ نہیں چل سکے گی۔ وہ دیکھ بھال کا کوئی مسئلہ نہیں ہے وہی ڈاکٹر جو ہسپتال میں اس پلانٹ کی دیکھ بھال پر مامور ہے اسی ہسپتال میں جو ای سی جی مشین ہے یا ایکسرے پلانٹ ہے وہ تو ایک سال میں خراب ہو جاتا ہے لیکن جو اس کے کلینک پر لگا ہے وہ دس سال میں بھی خراب نہیں ہوتا۔ اسے خراب کرنے کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر سرکاری ہسپتال میں ای سی جی مشین پر ایک مریض کو مفت میں ای سی جی کا نتیجہ مل جائے تو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ پرائیویٹ کلینک پر جاکر وہاں پر دو سو روپے دے کر ای سی جی کروائے اگر اس کا ایکسرے سول ہسپتال میں یا سرکاری ہسپتال میں مفت میں یا پندرہ روپے کی جو برائے نام فیس ہے اس میں اس کا ایکسرے ہو جائے تو پھر اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ پرائیویٹ کلینک پر جاکر تین سو روپے دیکر ایکسرے کروائے۔ یہ جو اربوں روپے کے اثاثے ہیں یہ اس لیے خراب کیے جاتے ہیں کہ وہ ای سی جی کی مشینیں، ایکسرے پلانٹس اور دوسری جو laboratory کی equipments ہیں ان کو پرائیویٹ کلینک پر چلانے کے لیے اور پرائیویٹ کلینک کو کامیابی کے ساتھ آگے بڑھانے کے لیے ان کو خراب کیا جاتا ہے۔ تو اس لیے یہ کہنا کہ اربوں روپے کے اثاثے اس لیے خراب ہو گئے ہیں

کہ ان کی مناسب دیکھ بھال نہیں ہو سکی۔ اس لیے اب ہم ان کی مناسب دیکھ بھال کے لیے اگر کروڑوں روپے رکھ دیں یا اربوں روپے رکھ دیں تو وہ پلانٹس صحیح نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ان کا صحیح ہونا جو ہے' ان کے پرائیویٹ کلینک پر جو پلانٹ چلتے ہیں ان کا خراب ہونا ہے۔ اس لیے جب تک آپ اس بنیادی چیز کا نوٹس نہیں لیں گے کہ یہ ایکرے پلانٹ ای سی جی مشین اور دوسرے جو مریضوں کے analysis کے لیے equipment ہیں یہ ٹھیک نہیں ہوں گے' پھر ہوتا یہ ہے کہ وہی ڈاکٹر ہے' وہی ریڈیالوجسٹ ہے جو ہسپتال میں ایکسرے لیتا ہے وہاں پر ای سی جی کرتا ہے وہاں پر دوسرے analysis کرتا ہے۔ اس نے پرائیویٹ کلینک بنایا ہوا ہے۔ اب اگر وہ ہسپتال میں بہتر علاج' بہتر سہولت مریض کو فراہم کر دے گا تو پھر اتنا تو کسی کا بھی دماغ خراب نہیں ہے کہ وہ وہی چیز جو اسے 15روپے میں یا مفت ملے اور وہ جا کر اس کے کلینک سے پانچ سو چھ سو یا ہزار روپے خرچ کر کے لے گا۔ تو اس لیے اس کی بنیادی وجہ جو ہے اس میں' میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صحت کو اس کا خیال کرنا چاہیے۔ اس کا نوٹس میں لینا چاہیے اور اس بات کے لیے کوئی طریقہ کار طے کرنا چاہیے۔ صرف رسمی طور پر یہ کہہ دینا کہ جناب اپوزیشن والوں نے ویسے ہی تنقید پر تنقید کر دی ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہ ہے وہ ہے۔ اس سے تو کام نہیں بنے گا۔ یہ اربوں روپیہ ہے۔ یہ کروڑوں روپیہ ہے۔ یہ قوم کی امانت ہے۔ یہ لوگوں کا پیسہ ہے اور ٹیکس سے اکٹھا ہوا ہے تو یہ اس طرح سے جو ضائع ہو رہا ہے اس کو میں سمجھتا ہوں کہ صرف اس صورت میں بہتر انداز میں استعمال میں لایا جا سکتا ہے کہ جب ان چیزوں کا تدارک کیا جائے۔ اس سلسلہ میں وقت کی کمی کا احساس کرتے ہوئے میں محترم وزیر خزانہ کی خدمت میں کچھ تجاویز پیش کروں گا اور یہ بات بھی میں ان کے نوٹس لانا چاہتا ہوں کہ ٹھیک ہے جن مراعات کا ایڈمنسٹریشن سے تعلق ہوتا ہے ان کو کسی حد تک تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ انہیں ٹیلیفون پر ادھر ادھر کالیں کرنی ہوتی ہیں۔ انہیں اس قسم کے معاملات میں یہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

لیکن یہ بات قابل فہم نہیں ہے کہ ایک ہسپتال ہے اور وہاں پر مریضوں کا علاج ہو رہا ہے اور

وہاں پر اس قدر یعنی ٹیلیفون کا جو خرچہ ہے۔ میں یہ چند ایک پوائنٹس انہیں نوٹ کرواؤں گا کہ یہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج ہے اس کا پچھلے سال کا ٹیلیفون کا بل جو 2 لاکھ 60 ہزار تھا اس مرتبہ اس کے لیے 3 لاکھ رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح علامہ اقبال میڈیکل کالج ہے اس کا ایک لاکھ 25 ہزار سے ایک لاکھ 50 ہزار کر دیا گیا ہے۔ فاطمہ جناح میڈیکل کالج ہے اس کا ایک لاکھ 61 ہزار سے ایک لاکھ 80 ہزار کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے راولپنڈی کالج کا 2 لاکھ 25ہزار سے 2 لاکھ 50 ہزار کر دیا گیا ہے۔ اس طرح سے یہ رقم لاکھوں میں ہے اور لاکھوں میں بڑھائی گئی ہے۔ تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ ان کو کیا Administration Problems ہوتے ہیں جو انہوں نے پورے ملک میں ٹیلیفون کالز کرنی ہوتی ہیں جو ان کے لاکھوں کے یہ جو بل ہیں یہ بھی اسی مد سے جا رہے ہیں۔ تو میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ اربوں روپے کے اثاثے جن کو خود وزیر خزانہ اور وزیر صحت نے تسلیم کیا ہے کہ یہ ضائع ہو رہے ہیں۔ ہم ان کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کی حفاظت نہیں ہو رہی۔ تو میں نے جس بات کی نشان دہی کی ہے کہ یہ اس لیے ضائع نہیں ہو رہے کہ ان کی دیکھ بھال نہیں ہو رہی بلکہ یہ اس لیے ضائع ہو رہے کہ اگر یہ ضائع نہیں ہوں گے تو جو پرائیویٹ کلینکس پر لگے ہوئے ہیں وہ نہیں چلیں گے۔ انہیں چلانے کے لیے انہیں ضائع کیا جاتا ہے۔ تو اس بارے میں وہ کوئی پالیسی مرتب کریں۔

دوسرا جو انہوں نے 108 کروڑ روپیہ ادویات کی مد میں رکھا ہے۔ وہاں پر ایمرجنسی وارڈ کی اور دوسرے وارڈز کی حالت یہ ہے کہ کسی غریب آدمی کو کسی حقدار آدمی کو ایک Disposable Syringe تک نہیں ملتی۔ ادویات کا ملنا تو بہت دور کی بات ہے انہیں Disposable Syringe تک نہیں ملتی۔ اس سلسلے میں' میں یہ گزارش کروں گا کہ سرکاری ہسپتالوں میں صرف ان مریضوں کو سرکار کی طرف سے ادویات فراہم کی جائیں جو استطاعت نہیں رکھتے۔ اب ایک آدمی کا لاکھوں کا بنک بیلنس ہے' خوشحال ہے' ہر چیز کو وہ خریدنے کی استطاعت رکھتا ہے اور وہ ہسپتال میں جائے۔ وہاں پر اسے VIP Treatment بھی ملے اور ساتھ میں اسے دوائیاں بھی مفت میں ملیں تو یہ تو کوئی قوم کی خدمت نہیں اور نہ ہی اس

میں کوئی ایسی بات ہے کہ جناب یہ بہت ضروری تھا۔ میری یہ تجویز ہے کہ تمام ہسپتالوں میں اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ وہاں پر جو بھی مریض جائے اس سے ایک Proforma fill کروایا جائے جس میں وہ یہ undertaking دے کہ واقعی میری مالی پوزیشن اس قدر کمزور ہے کہ میں جس مرض میں مبتلا ہوں اس مرض کے لیے مطلوبہ ادویات خرید نہیں سکتا۔ جب وہ یہ undertaking دے تو تب آدمی کو متعلقہ ادویات سرکار کی طرف سے مفت فراہم کی جائیں اور اگر کوئی آدمی وہاں پر غلط undertaking دے' اس undertaking میں اس Proforma میں اس کے مکمل کوائف ہوں اور اس بات کی پروویژن رکھی جائے کہ آئندہ یہ آگے چل کر اگر کبھی بھی اس کی یہ undertaking غلط ثابت ہو کہ وہ استطاعت رکھتا تھا اس کے پاس پیسے تھے لیکن اس کے باوجود اس نے دھوکہ دہی سے سرکار کے پیسے سے ادویات لی ہیں تو اس کے خلاف کاروائی بھی کی جاسکے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو یہ ہو کہ ہمارے پاس اس مد میں اتنا پیسہ ہو کہ جتنے بھی مریض سرکاری ہسپتال میں آئیں ان سب کو میڈیکل کور دیا جا سکے۔ جب آپ سب کو نہیں دے سکتے تو پھر

میں سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے ان لوگوں کا حق ہے جو استطاعت نہیں رکھتے۔ جب وہ cover ہو جائیں تو پھر اس کے بعد اگر کوئی پیسے بچتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے جو استطاعت رکھتے ہیں یا جو VIP لوگ ہیں ان کو بھی ادویات فراہم کر دی جائیں۔ پھر یہ ہے کہ اس میں ایک حد مقرر کی جائے

اب صورت یہ ہے کہ اگر کوئی مریض ڈاکٹر صاحب کا رشتے دار ہوتا ہے' اگر کوئی مریض کسی وی آئی پی کا رشتے دار ہوتا ہے' اگر کوئی مریض کسی بیوروکریٹ کا رشتے دار ہوتا ہے تو اس کو تو تین چار پانچ دن میں پندرہ پندرہ بیس بیس ہزار روپے کی ادویات فراہم کر دی جاتی ہیں اور جو غریب آدمی ہوتا ہے وہ چاہے وہاں پر مہینہ بھی پڑا رہے تو اسے سو روپے کی دوائی بھی فراہم نہیں کی جاتی۔ تو اس سلسلے میں کوئی حد ہونی چاہیے کہ کس حد تک اس مریض کو دوائی دی جا سکتی ہے۔ یہ نہیں کہ جس کا اثر و رسوخ ہے' جس کا ہاتھ پڑتا ہے' وہ وہاں سے نہ صرف یہ کہ اپنے علاج کے لیے ادویات حاصل کرے بلکہ وہاں سے ادویات فروخت کرنے کے لیے

بھی حاصل کرے۔ تو اس کی ایک حد مقرر ہونی چاہیے۔ ہسپتال میں اس بات کا کوئی انتظام نہیں ہے وہاں پر لکھ دیتے ہیں کہ نتھو ولد خیرا اور اس کے آگے لکھ دیتے ہیں کہ جناب یہ یہاں پر آیا تھا۔ اس کو دس ہزار روپے کی ادویات فراہم کی گئی ہیں۔ تو اس سلسلے کا اہتمام ہونا چاہیے کہ جس مریض کو بھی ہسپتال سے دس روپے کی بیس روپے کی بھی دوائی فراہم کی جائے تو اس کی اٹینڈنٹس سے یا اگر وہ مریض خود اس حالت میں ہے تو اس کے مکمل کوائف نوٹ کرنے کے بعد اس سے اس بات کی تحریر کی جائے کہ ہسپتال میں اس کا پانچ دن کا دس دن کا' اتنا stay ہے اور اس دوران اسے یہ یہ ادویات فراہم کی گئی ہیں اور ان کی مالیت اتنی بنتی ہے چاہیے وہ پندرہ سو روپیہ ہے' پانچ ہزار ہے' دس ہزار ہے تاکہ اس غریب کو بھی پتہ ہو کہ میرے کھاتے میں ڈاکٹر صاحبان نے کتنی دوائی ڈالی ہے۔اب پتہ ہی نہیں ہوتا اور بعض ہسپتالوں میں تو یہ صورت حال ہے کہ مریض کا کوئی ذکر ہی نہیں ویسے ہی ایک نام لکھ دیا ہے اور اس کے کھاتے میں پندرہ بیس ہزار کی دوائی ڈالی ہوئی ہے۔ پھر بعد میں یہ پتہ چلتا ہے کہ ہسپتال کا جو عملہ ہے' کلرک صاحبان ڈاکٹر صاحبان جو ہیں انہوں نے اس دوائی کو خورد برد کر لیا ہے اور اس مریض کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! آخر میں' میں ایڈمنسٹریشن کے حوالہ سے بات کروں گا اور جیسا کہ پہلے میرے بھائی حافظ سلمان بٹ صاحب نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہ درست بات ہے کہ اس شعبہ میں جتنے بھی لوگ ہوتے ہیں ان کا Profession Medical ہوتا ہے۔ وہ ایڈمنسٹریشن لائن کی بات کو اتنے بہتر انداز میں نہیں سمجھ سکتے ہوتے اور اس معاملے میں' اس ڈیپارٹمنٹ میں ایک تو ایڈمنسٹریشن کی صورت اس طرح سے خراب ہے' میں تو یہ سمجھتا تھا کہ سول ہسپتال فیصل آباد کا یہ حال ہے کہ وہاں پر آج سے دس سال پہلے جتنے بیڈ منظور تھے آج بھی اتنے ہی ہیں۔ اس میں کسی نئے وارڈ کا اضافہ نہیں ہوا لیکن اس زمانے میں ایک Medical Superintendent اور اس کے ساتھ ایک Deputy Medical Superintendent جو تھا وہ سارا کام چلاتے تھے۔ اب وہاں پر ایک Medical Superintendent ہے اور اس کے ساتھ سات Deputy Medical Superintendent ہیں لیکن حافظ سلمان بٹ صاحب

نے یہ بتایا ہے کہ یہاں Services Hospital کا عالم یہ ہے کہ وہاں پر 24 ہیں تو یہ ایک غیر ضروری خرچہ وہاں پر کیا جاتا ہے جب کہ یہ لوگ وہاں پر ایک بہتر انداز میں ایڈمنسٹریشن نہیں چلا رہے تو اس سلسلے میں میری یہ تجویز ہوگی کہ ہسپتال کی Administration کی حد تک جو لوگ Professionally Administration سے متعلقہ ہیں اور جو اس فیلڈ کے ماہر ہیں' جو اس کے اسرار و رموز کو جانتے ہیں ان کو اس طرف لایا جائے تاکہ ان ہسپتالوں کی جو ایڈمنسٹریشن ہے وہ بھی بہتر ہو۔

جناب سپیکر! یہ میری گزارشات تھیں کہ اگر ان باتوں کا خیال رکھا جائے تو یہ جو اربوں روپے کے اثاثے ضائع ہو رہے ہیں ان کے ضائع ہونے میں کچھ کمی آئے اور یہ 108 کروڑ روپے کی رقم ہے' جو میڈیکل کے شعبہ میں مریضوں کی ادویات کے لیے دی جا رہی ہے اس کا کچھ نہ کچھ حصہ چلے اگر سارا نہیں تو تیس چالیس فیصد ہی مریضوں تک پہنچے اور جو وی آئی پی اور دوسرے لوگ ہیں ان کی جیبوں تک نہ جائے۔ کیونکہ اگر اس پیسے سے لوگوں کو بیرون ملک جانے کے لیے دس روپے کی امداد ملتی ہے۔ جناب سپیکر! ہر ہسپتال کے ساتھ میڈیکل سٹور ہیں ان سٹور والوں کے ساتھ ڈاکٹر کی باقاعدہ ملی بھگت ہے اور تمام ادویات ہسپتال کے اندر والے سٹور سے شفٹ ہوتی ہیں اور ہسپتال کے ساتھ والے سٹور پر وہ جاتی ہیں وہاں سے وہ باقاعدہ خریدی جاتی ہیں اور اس طرح سے وہ پیسے ان لوگوں تک چلے جاتے ہیں اور یہ دوائیاں مریضوں تک نہیں پہنچتیں۔ تو جناب والا۔ اگر ان اقدامات کے علاوہ اتنی بھاری رقم کے مطالبہ زر کو منظور کرنا ہے تو اس ملک کے لیے' اس صوبے کے لیے اور اس ملک کے عوام کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے تو اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ ان تحفظات کے بغیر اس مطالبہ زر کو منظور نہ کیا جائے بلکہ اسے مسترد کر دیا جائے شکریہ۔

جناب سپیکر : جی رانا صاحب' آپ بات کرنا چاہیں گے ؟

رانا اکرام ربانی : جی میں بڑی مختصر سی بات کروں گا۔

جناب سپیکر! میرے خیال میں آج یہ دو ڈیمانڈز dispose of ہو جاتیں تو بہتر ہوتا۔ آپ ٹوٹل دس کٹ موشنز کو ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اگر آج دو ہو جائیں تو پھر ہمارے

پاس بقایا آٹھ رہ جائیں گی اور ہمارے پاس کل اور پرسوں کے دو دن ہیں اس کو ہم تھوڑا سا speed up کریں گے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! میری ایک بڑی ہی مختصر سی گزارش ہے اور میں نے وزیر اعظم صاحب کی ایک چٹھی پڑھ کر سنانی ہے۔

جناب والا! ہم نے اس حث کے دوران Special Action پروگرام کی availability کے بارے میں اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا۔ National donar Agencies کا پاکستان کی Current Ecnonomic Situation and prospects, کے بارے میں جو تاثر ہے میں اس کا extract پڑھ کر آپ کو سناتا ہوں۔ جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی Conditionalities کو پورا نہیں کر سکیں گے لہذا اس سپیشل ایکشن پروگرام کی رقم ملنی ہمارے لیے مشکل ہوگی۔ "عوام کو صحت کی سہولیات میسر نہ ہونے کی بڑی وجہ اس شعبہ میں ایک poorman power planning, اور mis-management ہے" اور دوسری Shifting commitment on political grounds ہے اس کی تفصیل دی ہوئی ہے کہ ہمارے ہاں جو آبادی اور صحت کی سہولتوں کا توازن ہے وہ ایشیا میں خاص کر نیپال' ویت نام اور سری لنکا جیسے جو ممالک ہیں یہ ان سے بھی برا ہے اور ہمارے ہاں جو سہولیات ہیں وہ ان سے بھی بہت کم ہیں جناب سپیکر! میں نے آج ایک تحریک استحقاق دی تھی میں اسی پر بات کرنی چاہوں گا کہ میرے پاس دو لیٹرز کی کاپیاں ہیں ہم سب نے پچھلے دنوں مینٹل ہسپتال کے بارے میں ایک فیچر اخباروں میں پڑھا تھا جو اس ہسپتال کی حالت زار کے بارے میں تھا کہ جو لوگ کسی بھی لحاظ سے معاشرے کے حکومت کے اس ایوان کے عام آدمیوں سے زیادہ توجہ کے مستحق ہیں وہاں پر ان کے ساتھ اس طرح کا وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے اس کے بعد اس ہسپتال کی انتظامیہ نے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔

جناب والا! یہ سارا کچھ کیوں ممکن ہوتا ہے۔ میرے پاس اسلام آباد کی ایک چٹھی ہے جس کا عنوان re-employment ہے اور یہ اس طرح سے ہے۔

Sub: RE-EMPLOYMENT OF DR SYED KARAM ALI SHAH, DMS, GOVERNMENT MENTAL HOSPITAL, LAHORE.

Enclosed papers were presented to the Prime Minister by Dr syed Karam Ali Shah,D.M.S. Government Mental Hospital, Lahore, during his visit to Lahore on 13th April, 1992.

The Prime Minister has been pleased to approve re-employment of Dr Syed Karam Ali Shah for a period of two years.

He has also been pleased to convey the orders to the Chief Secretary.

جناب والا! پنجاب میں وزیر اعلیٰ بھی ہیں وزیر صحت بھی ہیں۔ جناب والا میں حیران ہوں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے جو باتیں اس ایوان میں کرنا ہوتی ہیں خواہ وہ بجٹ کے بارے میں یا ہماری کہی ہوئی باتوں کے جواب میں کرنی ہوں ان کا جواب تو وہ میاں چنوں میں جا کر دیتے ہیں اور جو باتیں میاں چنوں یا کمیٹی روم کے پریس کانفرنس میں انہیں کرنی چاہئیں ان کے لیے اس ایوان کا وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ اس چٹھی میں نہ کہیں وزیر اعلیٰ صاحب کا ذکر ہے نہ کہیں وزیر صحت کا ذکر ہے اور چیف سیکرٹری پنجاب کو ویزر اعظم صاحب نے ڈائریکٹ آرڈرز convey کر دیئے ہیں جناب والا! جس شخص نے یہ احکامات صادر کیے ہیں یہ وہ شخص ہے جو 1982ء سے اس صوبے پر مسلط رہا اب وہ پورے پاکستان پر مسلط ہے جب تک اس سے ہماری جان نہیں چھوٹتی اس وقت تک اس میں تعمیر و ترقی استحکام' خود انحصاری اس قسم کی کوئی چیز نہیں آسکتی جس شخص کے بارے میں وزیر اعظم نے order کیے ہیں اس کے بارے میں سیکرٹری ہیلتھ کی یہ رپورٹ ہے۔

"He does not hold any qualification which would make him irreplaceable. His services record is also not unblemished. He was awarded a minor

penalty of censure in 1980. An enquiry is also pending against Dr Karam Ali Shah regarding embezzlement of Government funds.

جناب والا! پنجاب کا نعرہ لگانے والوں نے وہاں جا کر رونا رویا ہے۔

"However, in view of the Prime Minister's directive the case is submitted for orders of the Chief Minister."

جناب سپیکر! جہاں پر اس قسم کی صورت حال ہوگی اس سے کسی بھی محکمے کی کارکردگی بہتر ہونے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ ہمیں اس سائے سے اپنی جان چھڑانی ہوگی یہ سائے ہمیں یہاں سے تبدیل کرنے ہوں گے اس کے بغیر نہ یہ ادارے نہ یہ ایوان نہ یہ حکومت کچھ نہیں کر سکتی۔ شکریہ۔

جناب سپیکر! کوئی اور صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

(اور کوئی آواز نہ آئی)

جناب سپیکر : کیا وزیر صحت کچھ ارشاد فرمائیں گے ؟

وزیر صحت : جی جناب والا!

جناب سپیکر : کیا پانچ منٹ میں آپ کی بات ہو جائے گی۔

وزیر صحت : جناب والا! آپ پندرہ منٹ وقت بڑھا لیں ویسے میرے خیال میں میں اپنی بات دس منٹ میں ختم کر لوں گا۔

جناب سپیکر : آپ شروع تو کریں۔ وقت بڑھانے کی ضرورت نہیں۔

وزیر صحت : (چودھری محمد جعفر اقبال) اس ایوان میں آج جو ڈیمانڈ نمبر 16 کی کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی اور اس پر مختلف فاضل ممبران نے اظہار خیال کیا میں اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ محکمہ صحت کے ذمے تین قسم کے کام ہیں آج جو صوبہ پنجاب میں سر انجام دیئے جا رہے ہیں ان میں سب سے پہلے سکیورٹی سائڈ ہے جو بہت ہی اہم سیکٹر ہے اور محکمے میں

تقریباً تین ہزار کے قریب out lets ہیں جو ٹی۔ ایچ۔ یو' رورل ہیلتھ سنٹرز' تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتال' ڈسٹرکٹ ہسپتال' ٹیچنگ ہسپتال اور اس کے علاوہ این۔ سی۔ ایچ سنٹرز وغیرہ ہیں یہاں پوری طرح سے توجہ دی جا رہی ہے اس کو اہمیت دی جاتی ہے۔اس کے علاوہ ہمارا ایک اور function ہے جو preventive side ہے ہم حفاظتی ٹیکوں کی طرف توجہ بھی دیتے ہیں اور یہ اس ایوان کے علم میں بھی ہے کہ ملیریا کے چاؤ کے لیے مختلف spray بھی کیے جاتے ہیں۔ اس کا تیسرا فنکشن ہیلتھ ایجوکیشن ہے اس پر بھی ہم کافی پیسہ خرچ کرتے ہیں اور اس کو فعال بنانے کے بارے میں ہمارا مزید پروگرام ہے جہاں ہم نے دوسری مدوں پر توجہ دینی ہے یہاں ہم نے زیادہ توجہ دینی ہے۔

جناب والا! اس ایوان میں دو چار اہم نقطے اٹھائے گئے۔ یہاں پر ٹرانسفر پالیسی کے بارے میں ذکر کیا گیا اس میں ڈاکٹرز کی ٹرانسفر کے بارے میں ذکر کیا گیا' پروفیسر صاحبان کی ٹرانسفر کے بارے میں بھی ذکر کیا گیا تو جناب والا! میں اس معزز ایوان کو یہ یاد دلاؤں گا کہ ہماری حکومت نے 1990ء میں چارج سنبھالا.....

جناب والا! یہاں جو دو چار اہم نقطے اٹھائے گئے ہیں ان میں سے سب سے پہلے ٹرانسفر پالیسی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں ڈاکٹر کی ٹرانسفر کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے اور پروفیسر صاحبان کی ٹرانسفر کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ میں اس معزز ایوان کو یہ یاد دلاؤں گا کہ جس وقت 1990ء میں ہماری حکومت نے چارج سنبھالا تو سب سے پہلے Rural Health Service کو ختم کرتے ہوئے تمام ڈاکٹرز کے لیے یہ لازمی قرار دیا خواہ وہ پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے آئے ہوں یا ان کا تقرر ایڈہاک پر ہو تمام ڈاکٹرز دو سال کے لیے Rural Service سر انجام دیں گے۔ اور Rural Service میں ڈاکٹرز اور لیڈی ڈاکٹرز کے لیے attractions پیدا کی گئیں ہیں اور انہیں خصوصی الاؤنس دیا گیا جو کہ 12 سو روپے سے لے کر 1500 سو روپے تک ہے۔ جناب والا! میں یقین سے on the floor of the House کہتا ہوں کہ پہلے سے حالات مختلف ہیں۔ گو کہ ابھی بہت کام باقی رہتا ہے لیکن اگر percentage نکالی جائے تو ان ہسپتالوں میں ڈاکٹرز کی پہلے سے حاضری

صبح کے وقت بہتر ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے inspection کا ایک طریق کار نکالا ہے۔اور وہ طریق کار یہ ہے کہ ہر A. D. H.O کے لیے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ ایک ماہ کے اندر وہ اپنی تحصیل میں تمام Rural Health Center اور B.H.Us. کی انسپکشن کرے گا۔ اور اسی طرح D.H.O کے لیے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ وہ اپنے ضلع میں دو ماہ کے اندر تمام B.H.Us. اور Rural Health Centers تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال اور ڈسٹرکٹ ہسپتال کو ذاتی طور پر جا کر دیکھے۔ اسی طرح ڈائریکٹرز کے لیے ہم نے 4, 3 ماہ کے اندر ڈویژن کا معائنہ کرنا لازمی قرار دیا ہے۔ جناب والا محکمہ صحت میں میرے چارج سنبھالنے سے پہلے erratic posting ہوا کرتی تھی جن کے بارے میں on the floor of the House یہ بات میں آپ کے علم میں لانا چاہوں گا کہ erratic posting کو مکمل طور پر ہم نے ختم کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ جنرل ڈیوٹی کا اس محکمے میں ایک رواج چلا آ رہا تھا۔ ہم نے جناب والا totally general duty کو ختم کر دیا ہے۔ اور اس محکمے کو ہم مزید فعال بنانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب اس پر آپ مزید بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر صحت : جی ہاں جناب سپیکر۔

جناب سپیکر : تو پھر شکریہ۔ اب انشاء اللہ اس پر کل بات کریں گے۔

(اس مرحلے پر اجلاس منگل' 23 جون 1992ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس)

منگل ، 23۔ جون 1992ء

(سہ شنبہ ، 21 ۔ ذوالحجہ 1412ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 10 بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

قُلْ اِنْ

تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ

سُوْۗءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ

نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

سورۃ آل عمران آیات 29 تا 31

کہہ اگر چھپاؤ تم جو کچھ بیچ سینوں تمہارے کے ہے یا ظاہر کرو اس کو جانتا ہے اس کو اللہ۔ اور جانتا ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے۔ اور اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے جس دن کہ پاوے گا ہر جی جو کچھ کیا ہے بھلائی سے حاضر کیا ہوا اور جو کچھ کیا ہے برائی سے چاہے گا۔ کاش یہ کہ درمیان اس شخص کے اور درمیان اس برائی کے ہو مسافت دور اور ڈراتا ہے تم کو اللہ ذات اپنی سے۔ اور اللہ شفقت کرنے والا ہے ساتھ بندوں کے۔ کہہ اگر ہو تم چاہتے اللہ کو پس پیروی کرو میری چاہے تم کو اللہ اور بخشے واسطے تمہارے گناہ تمہارے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وما علینا الا البلاغ ○

بوسنیا کے مسلمانوں پر مظالم کے بارے میں اظہار یک جہتی کی قرارداد پیش کرنے میں حکومتی تاخیر

جناب فرید احمد پراچہ :جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر :جناب فرید احمد پراچہ صاحب ،پوائنٹ آف آرڈ پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ :جناب سپیکر میں نے ایک قرار داد بوسنیا ہرزے گووینا کے مسلمانوں سے اظہار یک جہتی کے لئے اور ان پر ہونے والے مظالم کے سلسلے میں جناب وزیر قانون کو دی تھی کہ اسے ایوان کی طرف سے پیش کیا جائے۔ اس قرار داد میں تو کوئی politics نہیں تھی اور یہ پورے صوبے کا معاملہ تھا۔ مرکزی حکومت میں بھی قومی اسمبلی نے اس قرار داد کو پاس کیا ہے اور حکومت پاکستان نے وہاں سے اپنے سفارتی نمائندوں کو واپس بلالیا ہے۔ ہر روز مظالم ہوتے ہیں ، روزانہ ٹیلی ویژن پر خبریں آتی ہیں۔ روز اخبارات میں شائع ہوتا ہے لیکن معلوم نہیں کہ ہمارے وزیر قانون کو سربیا کے دوسرے لوگوں سے کیا ہمدردی ہے کہ انہوں نے بوسنیا ہرزے گووینا کے مسلمانوں کے ساتھ اظہار یک جہتی کے بارے میں قرار داد ابھی تک پیش نہیں کی ۔جناب سپیکر ! چونکہ اجلاس اپنے اختتامی دنوں کی طرف ہے۔ اس لئے گذارش ہے کہ اس قرار داد کو آج ہی پیش کیا جائے۔

جناب سپیکر :جی جناب وزیر قانون!

وزیر قانون :اس سلسلہ میں میری پراچہ صاحب سے رات بھی ملاقات ہوئی ہے اور روزانہ ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ انھوں نے آج سے کچھ عرصہ قبل یہ قرارداد مجھے دی تھی اور آپ کی خواہش اور قائد حزب اختلاف کی خواہش کے مطابق میں قائد حزب اختلاف کو اس بارے میں شامل کرنا چاہتا تھا اور گزشتہ چند دنوں سے وہ اسمبلی تشریف نہیں لا رہے ، ان کی طبیعت ناساز تھی ۔جناب پراچہ کی قرارداد اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں قائد حزب اختلاف سے بات کر کے اس قرار داد کو لے آؤں گا۔اس وجہ سے یہ عمداً تاخیر نہیں ہوئی کیونکہ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ یہ قرار داد متفقہ طور پر آنی چاہیے اور میں چاہتا تھا کہ یہ قرار داد قائد حزب اختلاف کو دکھا دوں اس کے بعد لے آؤں گا۔

جناب سپیکر :جی درست ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز :جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر :ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز :جناب سپیکر! پچھلے کئی دنوں سے ہمارے اجلاس تاخیر سے شروع ہو رہے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کے چیمبر میں مفاہمت ہوئی تھی کہ چاہے کورم پورا ہو یا نہ ہو ہم اجلاس بر وقت منعقد کریں گے اور اس کے بعد important business کو take up کریں گے۔

جناب سپیکر مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے چند دنوں سے اس پر عمل نہیں ہو رہا اور آج کل جب کہ بجٹ زیر بحث ہے اور اس پر کٹوتی کی تحریکیں پیش کی جا رہی ہیں اور یہ ساری حزب اختلاف کی طرف سے ہیں ،تو کہیں یہ تو نہیں کہ ان کو بجٹ کی بحث سے محروم رکھنے کے لئے جان بوجھ کر اجلاس ایک گھنٹہ پندرہ منٹ تاخیر سے ہو رہا ہے۔ میری صرف یہ گزارش ہے کہ حزب اقتدار والے کٹوتی کی تحریکوں میں حصہ نہیں لیتے ۔ ان کو بجٹ میں کوئی دلچسپی نہیں سوائے اس کے کہ وہ ہاتھ اٹھا کر اس کو منظور کروالیں کہ بجٹ پاس ، لیکن جب ہم اتنے اہم مسائل پر گفتگو کرتے ہیں اس کے بعد یہاں تجاویز پیش کرتے ہیں تو میری گزارش ہے کہ اجلاس بر وقت شروع ہونا چاہیئے اور اس معاہدے پر پوری طرح عمل ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر :میرے خیال میں اب اجلاس شروع ہو چکا ہے ۔اس میں اب مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور تحاریک استحقاق کو take up کر لینا چاہیئے۔

میاں منظور احمد موہل :پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر :میاں منظور احمد موہل پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز :جناب والا آپ نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پر رولنگ نہیں دی۔

میاں منظور احمد موہل : ڈاکٹر صاحب ! اب آپ تشریف رکھیں، اب سپیکر صاحب نے مجھے فلور دے دیا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب آپ اپنی جماعت کے پارلیمانی لیڈر ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا

چاہئے کہ سپیکر صاحب نے مجھے فلور دے دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : میرے پوائنٹ آف آرڈر پر ابھی رولنگ نہیں آئی۔

جناب سپیکر : No cross talk please ڈاکٹر صاحب آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا میں نے اس کو سن لیا۔ اس کے بعد میں نے میاں منظور احمد موہل صاحب کو پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنے کی اجازت دی ہے اور ہر پوائنٹ آف آرڈر پر رولنگ دینا ضروری نہیں ہوتا۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ فاضل رکن فرید احمد پراچہ روزانہ پوائنٹ آف آرڈر کہہ کر بات شروع کر دیتے ہیں ان کی بات کی اہمیت سے تو مجھے انکار نہیں ہے لیکن دیکھنا یہ پڑتا ہے کہ آیا یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا بھی ہے یا نہیں؟ یہ پریکٹس درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں رول کا بھی حوالہ دینا چاہوں گا رول 184 سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن میں یہ

184(8): A member shall not raise a point of order_____

(a) to ask for information ; or

انہوں نے وزیر قانون سے انفرمیشن لینا چاہی تھی کہ یہ کیوں نہیں ہو رہا ، کیا وجہ ہے ؟ جو کارروائی ہو رہی ہو اس پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر : یعنی جو مسئلہ زیر بحث ہو اس پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جا سکتا ہے۔

میاں منظور احمد موہل : اس میں یہ نہیں ہے کہ ایک آدمی صبح صبح آئے اور ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے اور اپنی بات شروع کر دے چاہے اسمبلی کی اس وقت کی کارروائی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو یا صرف یہ پوچھنے کے لئے کہ اس مسئلے پر کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس پر پوائنٹ آف آرڈر آ ہی نہیں سکتا۔

جناب سپیکر : مجھے آپ کے نقطہ نظر سے اتفاق ہے۔ سید بنیامین شاہ!

سردار خضر حیات خان سیال آف کبیر والا کے والد محترم کی وفات پر فاتحہ خوانی

پیر سید محمد بنیامین شاہ رضوی : جناب سپیکر ! ہمارے ایک انتہائی معزز ساتھی جناب سردار

خضر حیات خان سیال آف کبیر والا کے والد محترم کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں تعزیتی قرارداد پیش کرتا ہوں اور اجتماعی فاتحہ خوانی کی درخواست کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب اس بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں گے؟ میرے خیال میں اس سلسلے میں حکومتی بنچ جب اس قسم کی کوئی قراردادیں پیش کریں تو وزیر قانون سے مشورہ کر کے اگر پیش کریں گے تو وہ زیادہ موثر ہو گی۔ چونکہ وزیر قانون حکومتی بنچوں کی نمائندگی کرتے ہیں اس لئے اس میں زیادہ وزن ہوگا۔ اور اسی طرح سے اپوزیشن کے گروپ بھی اسی قسم کی کوئی قرارداد لانا چاہیں تو قائد حزب اختلاف یا اپنے پارلیمانی گروپ کے قائد سے مشورہ کر کے پیش کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! آئندہ ایسا ہی کیا جائے گا۔ اب ان کے لئے دعائے مغفرت کر لی جائے۔

جناب سپیکر: درست ہے، دعائے مغفرت کر لی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

اب ہم تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ قائد حزب اختلاف سے میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ تحریک ہائے استحقاق کو ٹیک اپ کیا جائے یا کٹ موشنز پر آ جائیں؟ اس سے آپ کو بحث کے لئے زیادہ وقت مل جائے گا۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! آپ کی بات درست ہے کیونکہ اجلاس پہلے ہی تاخیر سے شروع ہوا ہے۔ میرے خیال میں تحاریک استحقاق کو آج رہنے دیا جائے۔ میں آپ کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر قانون! آپ کا کیا خیال ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: درست ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے آج پھر تحاریک استحقاق کو نہیں لیتے اور پورے ایوان کی رائے یہ ہے کہ آج تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ نہ کیا جائے۔ اس لئے ہم کٹ موشنز پر بات کریں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میری کچھ تحاریک استحقاق ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کی تحاریک استحقاق میرے پاس موجود ہیں آپ کی عدم موجودگی میں ہم نے انھیں مؤخر کر دیا تھا اس لئے کہ آپ کی طرف سے اس کی اطلاع آگئی تھی۔ کل انشاء اللہ ٹیک اپ کر لیں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ قواعد و ضوابط کے تحت ایک دن میں کسی رکن اسمبلی کی ایک تحریک استحقاق کو ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے۔ میری اس وقت چار تحاریک استحقاق اسمبلی سیکرٹریٹ کے پاس pending ہیں اور میری اطلاع کے مطابق 25 تاریخ کو اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا جائے گا۔ جناب والا! اس طرح سے میری کچھ تحاریک استحقاق کا ایوان میں پیش ہونے سے رہ جانے کا امکان ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ قواعد و ضوابط کے تحت اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ایک دن میں ایک سے زائد یا ایک ہی نوعیت کی جو تحاریک استحقاق ہیں، یک جا پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح سے میں اپنے آئینی اور قانونی حق سے محروم نہیں ہو سکوں گا اور مجھے میرا حق مل جائے گا۔

جناب سپیکر: میں یہ commitment کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں ہوں کہ آپ کی تحاریک استحقاق بغیر ضابطے کے ایک ہی دن میں ٹیک اپ کر لوں لیکن بہر حال کل ہم آپ کی تحاریک استحقاق کو شروع کریں گے۔ جب اسے ٹیک اپ کر لیں گے تو اس پر کوئی بات بھی کریں گے کہ ان کو کیسے dispose of کرنا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! ایک ہی محکمے سے متعلق مختلف تحاریک استحقاق ہیں۔ صرف علاقہ جات مختلف ہیں۔ اصولی طور پر تو آپ انہیں بیک وقت ٹیک اپ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ مجھے اس کی اجازت دے دیں گے تو رولز کی خلاف ورزی نہیں ہو گی۔ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! جہاں رولز کی خلاف ورزی نہیں ہو گی، وہاں آپ کی تحریک استحقاق کو entertain کیا جائے گا۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! آپ کے پاس خصوصی اختیارات بھی ہیں اور آپ کسی اہم معاملے کے پیش نظر اپنے خصوصی اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے کسی فاضل رکن کو اجازت

دے سکتے ہیں۔ میری تو آپ سے یہی استدعا ہے کہ مجھے آج ہی ایک تحریک استحقاق پیش کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس کو کل ٹیک اپ کر لیں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: بہت، بہت شکریہ!

تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ بابت سال 1983-84، 1984-85ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں

کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 1983-84، 1984-85 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 1983-84 , 1984-85 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! اس کے لئے بہت زیادہ وقت مانگا گیا ہے۔ یہ رپورٹ پہلے ہی بہت دیر سے آ رہی ہے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا! اگر محترم بھائی مجھے اجازت دیں تو میں اس پر کچھ وضاحت کروں۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ 1983-84 , 1984-85 کے جو معاملات ہیں ان کو زیر بحث لایا جا چکا ہے۔ رپورٹ پیش کرنے کے لئے توسیع لے رہے ہیں کیونکہ اسے

ابھی compile کرنا باقی ہے۔ہماری طرف سے کام مکمل ہو چکا ہے ، سٹاف نے اسے compile کر کے ایوان میں پیش کرنا ہے اس لئے ہم وقت مانگ رہے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا ! اس سے ہماری بات کو مزید تقویت ملتی ہے کہ کام ہو چکا ہے اور صرف compile کرنے کے لئے چھ مہینے کی مدت چاہیے۔انہوں نے اپنی سٹیٹمنٹ میں اس بات کی توثیق کر دی ہے کہ یہ مدت بہت زیادہ ہے۔کمیٹی نے اپنا سارا کام مکمل بھی کر لیا ہے اور اب صرف compile کرنے کے لئے چھ مہینے چاہئیں۔

جناب سپیکر : پراچہ صاحب ! پھر اس سلسلے میں ہاؤس سے دریافت کر لیتے ہیں۔ وہ اس میں 31 دسمبر تک توسیع کرتا ہے یا نہیں۔

آوازیں : (توسیع کر دی جائے)

جناب سپیکر : ہاؤس کی رائے یہ ہے کہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

مالیاتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ بابت سال 86-1985ء کے کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سردار عاشق حسین گوپانگ : جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ مالیاتی ،حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 86-1985 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر : سردار عاشق حسین گوپانگ چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر ۲ کی طرف سے تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ مالیاتی ،حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ

برائے سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر
2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر
1992ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ بابت سال 88-1987ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سردار عاشق حسین گوپانگ : میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ
برائے سال 88-1987ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر
2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون
1993ء تک توسیع کر دی جائے"

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے :۔

"کہ تجارتی حسابات ، اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ
بابت سال 88-1987ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر
2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 30 جون
1993ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 89-1988ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سردار عاشق حسین گوپانگ : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 89-1988ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر : سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب کی طرف سے تحریک پیش کی گئی ہے :

"کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 89-1988 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ : شکریہ جناب سپیکر!

مجالس قائمہ برائے استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر : راجہ خلیق اللہ خان :

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ تحریک استحقاق نمبر 43 پیش کردہ جناب ارشاد حسین سیٹھی ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 ۔اکتوبر 1992 تک توسیع کردی جائے۔

جناب سپیکر : راجہ خلیق اللہ خان نے یہ تحریک پیش کی ہے

"کہ تحریک استحقاق نمبر 43 پیش کردہ جناب ارشاد حسین سیٹھی ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 ۔اکتوبر 1992 تک توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

راجہ خلیق اللہ خان : جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں

"کہ تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ میاں محمود الرشید ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 اکتوبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔"

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

"کہ تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ میاں محمود الرشید ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 اکتوبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ تحریک استحقاق نمبر 15 پیش کردہ الحاج اخلاق احمد خان ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔"

جناب سپیکر : راجہ خلیق اللہ خان کی طرف سے یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

"کہ تحریک استحقاق نمبر 15 پیش کردہ الحاج اخلاق احمد خان ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ تحریک استحقاق نمبر18 پیش کردہ میاں محمود احمد ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔"

جناب سپیکر : راجہ خلیق اللہ خان کی طرف سے یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

"کہ یہ تحریک استحقاق نمبر18 پیش کردہ میاں محمود احمد ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1993ء تک توسیع کردی جائے۔"

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ تحریک استحقاق نمبر 25 پیش کردہ چودھری محمد فاروق ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔

جناب سپیکر : راجہ خلیق اللہ خان کی طرف سے یہ تحریک پیش کی گئی ہے

"کہ تحریک استحقاق نمبر 25 پیش کردہ چودھری محمد فاروق ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

رانا اکرام ربانی(قائد حزب اختلاف) : جناب والا! میاں محمود الرشید ایم پی اے کی تحریک کے ساتھ میری بھی تحاریک نمبر 12اور 13 تھیں۔ اور چودھری فاروق صاحب ایم پی اے کی تحریک کے ساتھ میری تحریک بھی شامل کر دی گئی تھی۔

جناب سپیکر: کیا وہ identical تھیں؟

رانا اکرام ربانی: جی ہاں!

جناب سپیکر: تو یقیناً وہ اس میں شامل ہوں گی۔ راجہ صاحب! رانا اکرام ربانی کی تحریک استحقاق بھی ان کے ساتھ شامل ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب والا! وہ انھوں نے پڑھی ہی نہیں اس لیے میں ریکارڈ کی درستگی کے لیے عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! ان کی تحاریک استحقاق بھی ساتھ شامل ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: جناب والا! وہ تحریک جس نے پیش کی تھی میرا خیال ہے آپ نے سیلھی صاحب کو اجازت دی تھی۔

جناب سپیکر: وہ تو ایک ایم پی اے کی طرف سے پیش کردہ سب کی طرف سے تصور کی جاتی ہے۔ جی رانا صاحب! یہ شامل ہیں۔

راجہ خلیق اللہ خان: لیکن جناب والا! ان کو بلایا نہیں جا رہا۔ حکم دیا جائے کہ ان کو بھی بلایا جائے۔

مجلس قائمہ برائے امداد باہمی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: جی ہاں! بلا لیا جائے۔ جی سردار اللہ یار ہراج!

سردار اللہ یار خان ہراج: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں

"کہ مسودہ قانون تنسیخ ناپسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹی مصدرہ 1992ء نمبر 12 بابت 1992ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امداد باہمی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: سردار اللہ یار خاں ہراج صاحب کی طرف سے یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ مسودہ قانون تنسیخ ناپسندیدہ کوآپریٹو سوسائٹی مصدرہ 1992ء نمبر 12 بابت 1992 ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امداد باہمی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1992ء تک توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

میزانیہ بابت سال 93-1992 پر بحث اور مطالبات زر پر رائے شماری(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر : مطالبہ زر نمبر 16ہم نے ٹیک اپ کیا ہوا ہے اور اس پر وزیر صحت تقریر فرما رہے تھے۔ میں وزیر صحت سے کہوں گا کہ اس پر اظہار خیال فرمائیں۔

وزیر صحت (چودھری جعفر اقبال) : شکریہ جناب والا !کل مطالبہ زر نمبر 16 پر مختلف ممبران نے اظہار خیال کیا اور انہوں نے تقریباً دو اڑھائی گھنٹے اس پر تفصیل سے اظہار خیال کیا۔اس سلسلے میں کل میں ایوان کو بتا رہا تھا کہ محکمہ صحت تین فیلڈ میں کام کر رہا ہے۔سب سے پہلے کیوریٹو سائڈ پر ، اس کے بعد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر :پوائنٹ آف آرڈر جناب فرید احمد پراچہ۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا ! کل تقریباً تیس منٹ تک جناب وزیر صحت نے خطاب فرمایا ہے۔ انہوں نے یہی خطاب پھر دہرانا شروع کر دیا ہے' یہ اسے تیسری مرتبہ اس ایوان میں دہرا رہے ہیں۔اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ یہی بات کی تھی کہ ہمارے تین فرائض ہیں اور ہم اس طرح سے پورے کر رہے ہیں۔ایک مرتبہ یہ پہلے خطاب کر چکے ہیں۔ایک مرتبہ کل کر لیا ہے ، اب پھر ایکشن ری پلے اور پھر وہی ٹیپ دوبارہ چلائی جا رہی ہے۔اس طرح جناب والا! ہماری کٹوتی کی تحریکوں کا وقت ضائع ہو گا۔گزارش ہے کہ وہ اگلے پوائنٹس پر بات کریں پہلے والے پوائنٹس دوبارہ نہ دہرائیں۔

وزیر قانون :میں اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن والے ایک بات کو آدھ آدھ

گھنٹہ کرتے رہے اور دہراتے رہے اور ہم نہایت تحمل سے سنتے رہے ہیں۔کل وزیر موصوف بمشکل دس منٹ سے بھی کم بولے تھے کہ ٹائم ختم ہو گیا تھا اور اب انہوں نے ابھی تقریر شروع بھی نہیں کی کہ اعتراض شروع ہو گیا۔جناب والا یہ طریقہ کار میں سمجھتا ہوں کہ کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہے۔انہوں نے ابھی بات شروع نہیں کی کہ اعتراض شروع ہو گیا ۔وہ خود اتنی باتیں کرتے رہتے ہیں اور ہم ان کی باتوں کو نہایت تحمل سے سنتے ہیں۔ وہ بعض اوقات ایسی باتیں کرتے ہیں اور پھر دہراتے ہیں جس سے ہماری زبردست دل آزاری ہوتی ہے اور تضحیک کا پہلو بھی نکلتا ہے مگر پھر بھی ہم ماحول کو خوشگوار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کی ایسی باتوں کو بھی خوشی سے سنتے رہتے ہیں۔جناب والا! یہ طریقہ درست نہیں ہے۔آپ اس کا نوٹس لیں۔منسٹر کو اس کا حق پہنچتا ہے۔پھر اگر وہ کٹ موشن پر اعتراض کریں گے تو کرتے رہیں ہم بھی اس کا جواب نہیں دیں گے اور چپ کر کے بیٹھے رہیں گے۔کیونکہ یہ جو سوال اٹھاتے ہیں ہم انہی کا تو جواب دیتے ہیں۔اس طریقہ کار کا آپ نوٹس لیں کہ انہوں نے ابھی اپنی بات شروع نہیں کی کہ انہوں نے اعتراض شروع کر دیا۔شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر : ویسے اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کٹ موشن پہ تقریر کے لئے ٹائم مقرر کر دیا جائے۔اگر آپ مناسب سمجھیں تو جو کٹ موشن پر بات کرنا چاہتے ہیں اور متعلقہ وزیر ان کا جواب دینا چاہتے ہیں تو اس پر وقت مقرر کیا جا سکتا ہے۔اگر آپ سب کو اتفاق ہو تو وقت مقرر کیا جا سکتا ہے تاکہ ہاؤس کا وقت بھی ضائع نہ ہو اور کسی معزز رکن کا حق بھی نہ مارا جائے۔کیا خیال ہے پراچہ صاحب ؟

جناب فرید احمد پراچہ :جناب سپیکر ! بات صرف اتنی ہے کہ ایک بات کو دہرایا نہ جائے۔اگر ان کے پاس کوئی نئے جوابات ہیں تو وہ لے آئیں جائے اس کے کہ وہ اسی بات کو ہی دہرا کر لے آئیں۔

جناب سپیکر :آپ وقت مقرر کرنے کے حق میں نہیں ہیں؟

جناب فرید احمد پراچہ :وقت وزیر صاحب کے لئے مقرر کیا جائے۔ وزراء کا ٹائم مقرر ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے ! تو پھر جناب وزیر صحت کا بھی وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا۔اگر وقت

مقرر ہو سکتا ہے تو پھر سب کا مقرر ہو سکتا ہے۔اگر نہیں تو پھر جناب وزیر صحت کا بھی نہیں ہو سکتا۔وزیر صحت!

وزیر صحت : شکریہ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا موقع ہے کہ جب اس معزز ایوان کی جانب سے جہاں محکمے کو مختلف آراء اور تجاویز ملتی ہیں تو وہاں محکمے کا نقطہ نظر اور محکمے کی سالانہ کارکردگی بھی ایوان میں تفصیل کے ساتھ آنی چاہیئے۔میں نے تو ابھی اپنی بات شروع ہی کی تھی کہ معزز رکن نے مجھے ٹوکا۔میرے پاس جتنے بھی کہنے کے لئے نکات ہیں ابھی وہ سنیں گے۔میں نے تو ابھی اس پر روشنی ڈالنی شروع ہی نہیں کی۔ میں تو ابھی اس بات کا ذکر کر رہا تھا جو کل شروع کی تھی۔

جناب والا ! میں گزارش کر رہا تھا کہ محکمہ صحت تین میدانوں میں curative, preventive and health education کی سائیڈ پر کام کرتا ہے۔اور اس وقت سب سے زیادہ توجہ curative سائیڈ پر ہے۔اس سلسلے میں بہت سے معزز ممبران نے بات کی ہے۔خاص طور پر دو چار باتیں ایسی تھیں جن کا میں جواب دینا اور اس ضمن میں محکمے کی پالیسی بتانا چاہوں گا۔میں کل ٹرانسفر پالیسی کے بارے میں بات کر رہا تھا۔جناب والا کو یاد ہو گا کہ 1990ء میں جب حکومت قائم ہوئی تو سب سے پہلے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے ڈاکٹروں کی rural side پر تعیناتی کے بارے میں پالیسی فیصلہ لیا اور اس کو لازمی قرار دیا جو کہ اس سے پہلے پنجاب بھر میں اور محکمہ صحت میں نہیں تھا۔جو ڈاکٹر پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کریں گے اور جو ایڈہاک بنیادوں پر لگے ہیں ان تمام کے لئے لازم ہو گا کہ وہ دیہاتی علاقوں میں جائیں اور B.H.Us اور Rural Health Centres میں جا کر اپنی ڈیوٹی سر انجام دیں گے۔اور اس کے لئے حکومت نے incentive دیا۔ بارہ سو روپے سے لے کر پندرہ سو روپے WMO اور M.O صاحبان کے لئے incentive کا اعلان کیا۔اس پالیسی کے نتیجے میں مجھے آج ایوان میں یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ دیہی علاقوں میں Rural Health Centres and Basic Health Units کے جو حالات پہلے تھے وہ اب نہیں ہیں۔ان میں بہتری پیدا ہوئی ہے۔میں یہ بھی تسلیم نہیں کرتا کہ ہم اس میں نوے یا سو فیصد کامیاب ہوئے ہیں۔یہ سفر ابھی بہت طویل ہے ،ہمیں اس پر کام کرنا ہے۔لیکن اس پالیسی سے یقیناً بہتری ہوئی ہے۔جیسا

کہ میں نے بتایا، ہم نے جنرل ڈیوٹی، eratic posting اور اس کے علاوہ جو دو سال کی لازمی سروس کی ہے یہ ہماری اس پالیسی کا حصہ ہے جو اس سے پہلے نہ تھی۔ ہمارے پاس تقریباً تین ہزار out lets جو اس curative side پر کام کر رہے ہیں۔ جس میں BHU,RHU,MCS Centres تحصیل کوارٹر ہیڈ ڈسٹرکٹ اور teaching hospitals ہیں اور ان تین ہزار out-lets پر ہم پنجاب کے عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں نے کل health education and preventive side کا ذکر کیا تھا۔ میں اب اس پر مزید نہیں جاؤں گا۔ لیکن یہاں ذکر ہوا ہے کہ نو سو کے قریب ایڈہاک ڈاکٹر نکالے گئے۔ میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ان نو سو میں سے پانچ سو وہ ڈاکٹر تھے جنھوں نے Public Service Commission پاس کر لیا تھا اور انہیں ہم نے دوبارہ appoint کر کے دیہی علاقوں میں پہنچا دیا۔ جو باقی چار سو کے قریب رہ گئے تھے انھیں re-appointment دیا۔ انھیں بے روزگار نہیں کیا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں Rural Health Centres and Basic Health Units کو آباد کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں روزگار مہیا کرنا ہے۔

جناب والا! کل یہاں Health Foundation کا ذکر ہو رہا تھا۔ تو Health Foundation بھی اسی کا ایک حصہ ہے کہ جہاں یہ حکومت کی پالیسی میں شامل ہے کہ ڈاکٹروں کے لئے زیادہ سے زیادہ مراعات دی جائیں اور دیہی علاقوں کے ساتھ ساتھ ہم شہری علاقوں میں بھی وہ مراعات لائیں جس سلسلے میں حکومت پنجاب نے ایوان میں Health Founda-tion کا بل پیش کیا ہے اور وہ آگے آرہا ہے۔

جناب والا! یہاں سب سے اہم بات ادویات کے بارے میں کی گئی۔ اس ضمن میں گزارش ہے کہ قبل ازیں محکمہ صحت میں ادویات کا جو نظام چل رہا تھا ہم نے اس کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا ہے۔ ہم نے اس طرح تبدیل کیا ہے کہ وہ لوگ جو مڈل مین تھے، وہ لوگ جو محکمہ صحت کو غیر معیاری ادویات دیا کرتے تھے جس کا کل یہاں ذکر بھی ہو رہا تھا ہم نے ان کا داخلہ محکمہ صحت میں تقریباً بند کر دیا ہے۔ محکمہ صحت کی ادویات کی نئی پالیسی جس کے تابع ہم ادویات خرید رہے ہیں اس ہم نے براہ راست manufacturers سے ادویات خریدنا شروع کیا ہے۔ ہم

نے جو PVC list بنائی ہے اور جس کا کل یہاں ذکر ہوا اس میں ہمیں جو ڈیمانڈ ز ملی تھیں اس میں چھ سو کے قریب ادویات نہیں تھیں ،بلکہ تین سو کے قریب ادویات کی PVC list میں ہمیں ڈیمانڈ پورے پنجاب سے آئی اور اس کے مطابق ہم نے ڈیمانڈ کی Purchase شروع کر دی۔ چونکہ یہ ایک نیا نظام تھا جس کو ہم رائج کر رہے تھے اور ایک sole proof system لا رہے تھے ،کیونکہ آپ کو یاد ہوگا کہ محکمہ صحت کے بارے میں مختلف باتیں پرچیز کے بارے میں ہوتی تھیں اور اخبارات میں بھی گاہے بگاہے آتی تھیں تو ہم نے sole proof system کرنے کے لئے Technical and Special scrutiny کمیٹیوں کو تشکیل دیا اور اچھی طرح باریکی سے جانچ پڑتال کرنے کے بعد ہم نے پرچیز شروع کی اور میں اس میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے اس میں مڈل مین کا خاتمہ کیا۔جناب والا! یہاں ایک معزز رکن نے بتایا کہ اس سے پہلے یہ ادویات انہی بجٹ سے پنجاب کے عوام کو مہیا کی جاتی تھیں۔لیکن غالباً وہ ایک بات کہنا بھول گئے۔میں ایک بات تسلیم کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے عوام کو اس پوری طرح سے ادویات نہیں پہنچا سکتے جس طرح سے کہ ہمیں پہنچانی چاہئیں۔ وہ ادویات کیوں نہیں پہنچا سکتے ؟اس کی وجوہات ہیں۔اس کی بڑی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک اور ہمارے صوبے میں آبادی کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور پاکستان بھی دنیا کے ان چند ممالک میں ہے جن کا popu-lation growth rate 6.1 ہے۔اگر ہم نے اضافے کی اس شرح پر ہر فورم میں نہ سوچا اور اس پر اقدامات نہ اٹھائے تو میں آج اس فلور پر یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ ہماری کوئی بھی پالیسی ،کوئی بھی وسائل اندرون ملک یا بیرون ملک سے لائیں تو کسی بھی سلسلہ میں نہ Employment Side, Education Sector, Health Sector میں اور نہ ہی کسی دوسری سائیڈ پر ہم ترقی کر سکیں گے جب تک ہم اس آبادی میں تیز رفتار اضافے پر کنٹرول نہ کریں۔تو سب سے بڑی وجہ یہ ہے آبادی بڑھتی جا رہی ہے لیکن ہمارے وسائل محدود ہیں۔ وہ طریقہ کار جو 1985ء سے ہم نے ہسپتالوں میں مقرر کیا ہوا ہے ،ہم اسی کے مطابق چل رہے ہیں۔لیکن اس بار ہمارے بجٹ میں وزیر خزانہ نے کچھ نہ کچھ کوشش کی ہے اور ادویات اور ہسپتالوں کے سلسلے میں انھوں نے بڑی مہربانی کی کہ اس میں کچھ بجٹ بڑھایا۔لیکن ہمارے پاس جو yardstick ہے کہ ساٹھ روپے per bed, per teach-

ing hospital مقرر کیا گیا ہے اگر ہم اس کا حساب لگائیں تو صرف پندرہ روپے اس کی مد میں بچ جاتا ہے جو کہ ہم نے ادویات کی مد میں خرچ کرنا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے حال ہی میں میو ہسپتال میں ایک سروے کروایا۔اس سروے کے مطابق ہمیں آج کے اس دور میں ادویات کی مد میں 680 روپے چاہئیں جہاں ہم مکمل طور پر اپنے مریضوں کو cater کر سکیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ کہاں پندرہ روپے اور کہاں چھ سو اسی روپے۔ اگر ہمیں ملیں تو ہم اپنے مریضوں کو مکمل طبی امداد دے سکتے ہیں۔کل یہاں ایک تجویز آئی کہ emergency side پر زیادہ توجہ دیں۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جتنا بھی ادویات کے فنڈ میں تھا ہم نے تمام ہسپتالوں میں آرڈر کیا ہے کہ پچاس فیصد ادویات کی مد سے ایمرجنسی پر لایا جائے۔اور مزید اس پر ہم سروے بھی کریں گے۔اور آپ کی تجاویز بھی لیں گے کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ حق داروں اور مریضوں تک یہ فنڈ پہنچا سکیں۔جناب والا! یہاں اس MSD کو ہم نے بڑا strengthen کیا ہے۔MSD کا مطلب ہے Medical Store Depot. ہے جس سے تمام purchase آتی ہیں اور وہاں سے ہم سپلائی کرتے ہیں۔اسے ہم نے computerised کیا ہے اور اس کو ہم نے strengthen کیا ہے تاکہ ادویات ضائع نہ ہوں اور جو ادویات ہم خرید رہے ہیں اس کی باقاعدہ shelf life ہم نے مقرر کی ہے۔اور اس shelf life کے مطابق ہم اس کو سٹور کرتے ہیں اور جو بھی expired medicine ہو اسے ہم نے یقینی بنایا ہے کہ وہ hospitals میں نہ جائے بلکہ وہ medicine جس طرح پچھلے رواج اور طریقہ کار کے مطابق دوبارہ اسے فیکٹریوں کو دے دیتے تھے اب ہم ان فیکٹریوں اور سپلائرز کو واپس نہیں دیتے بلکہ موقع پر وہ زائد المیعاد ادویات ایم ایس ڈی میں ہی جلا دیتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! یہاں Rural Health Centres and Basic Health Units کی حالت زار کے بارے میں ذکر کیا گیا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ مزید کتنا ٹائم لیں گے؟

وزیر صحت: جناب والا! پانچ منٹ اور لوں گا۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ تھوڑا سا بریف کریں۔

وزیر صحت :جناب والا ! پانچ منٹ میں میں مکمل کر لوں گا۔

جناب سپیکر :ایک دو منٹ میں مکمل کر لیں۔

وزیر صحت :جناب والا ! صرف پانچ منٹ اور لوں گا۔

جناب والا! Rural Health Centres and Basic Health Units کے بارے میں ہم نے Social Action Programme کے تحت اب اس کو آئندہ تین سال کا پروگرام دیا ہے۔ایسی تمام سروسز جو آج وہاں کم پائی جاتی ہیں جس میں سڑکات ، بجلی ان کو فوری طور پر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تین سالوں میں فراہم کریں گے ۔اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ ان ہسپتالوں کی حالت بہتر نظر آئے گی ۔اس کے ساتھ ساتھ یہاں اس معزز ایوان میں ممبران نے یہ بتایا کہ آئندہ حکومت کا focus کس طرف ہے ۔تو جناب والا!یہ بڑی اہم بات ہے جو آپ کے گوش گذار کرنا چاہوں گا اور معزز ایوان کے نوٹس میں لانا چاہوں گا کہ ہماری حکومت کا آئندہ جو focus ہے وہ preventive side پر ہے ۔اور پھر preventive side کے لئے ہم نے ایک اس قسم کا طریقہ کار طے کیا ہے کہ ہم جولائی سے administrative training کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں کہ ان تمام ڈاکٹرز کو جو کہ administrative side پر لگے ہوئے ہیں ان کی باقاعدہ ٹریننگ ہو چاہے وہ بجٹ کے سلسلے میں ہو چاہے وہ انتظامی امور کے بارے میں ہو ۔اور اس سلسلے میں ہم نے جناب والا !Second Family Health Programme ورلڈ بنک کے Through لا رہے ہیں اور باقاعدہ ایک Management Training Institute ہم بنا رہے ہیں اور ہر ڈویژن کی سطح پر Management Training Institute جہاں ڈاکٹرز کی اور Para medical staff کی ٹریننگ ہوا کرے گی ۔اس کے علاوہ جناب والا! ہم باقاعدہ ایک manpower training school بنا رہے ہیں یعنی para medical college کالج جو کہ فیصل آباد میں بنے گا اور Asian bank کے ذریعے ہم اس کو پروجیکٹ کے طور پر لا رہے ہیں ۔تو ان چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب ہمارا focus preventive side پر ہے اور ہم اسے سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس سائڈ پر زیادہ توجہ دینی چاہیئے تاکہ بہتر انداز سے ہم یہاں کام کر سکیں۔

جناب والا! چونکہ جناب نے فرمایا ہے کہ مختصر کیا جائے تو میں ایک آخری بات کرنا

چاہوں گا کہ ہم نے پورے ایک سال کی اصلاحات اور ترجیحات کا ایک سالانہ جائزہ 1991-92 محکمہ صحت کا بنایا ہے جس میں ہم نے پورے سال میں جو کام کیا ہے، جو ہم نے implement کیا ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے اور آئندہ جو اگلے سالوں کے لئے ہماری پالیسی ہو گی اس کا ذکر کیا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ میں عنقریب اپنے فاضل ممبران اسمبلی کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہ انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے ہماری جائزہ رپورٹ ہو گی۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا شکر گزار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ آپ کا اور ممبران اسمبلی کا تعاون جاری رہے گا اور ڈیمانڈ نمبر 16 جو میں نے مانگی ہے برائے مہربانی اسمبلی اسے پاس کرے گی۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر: جی ملک صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب وزیر صحت نے بڑی تفصیل سے وضاحتیں کی ہیں اور بڑی تقریر بھی کی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! یہاں میرے کچھ سوالات تھے جن کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔

جناب سپیکر: sorry ملک صاحب!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب والا۔ 117 ایکسرے پلانٹس جو باقابل استعمال ہیں Rural Health Centres کو بھیجے گئے ہیں ان کے متعلق انہوں نے کوئی وضاحت نہیں کی۔

جناب سپیکر: ملک صاحب مجھے یہ افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

ملک امان اللہ چھینہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ میں وزیر صحت سے گزارش کروں گا کہ

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر وزیر صحت سے کوئی گزارش کرنا چاہتے ہیں؟

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ میرے حلقہ بھکر میں وباء پھوٹ پڑی ہے اور اس کے لئے ادویات کا انتظام کیا جائے

اور ڈاکٹر صاحبان کی ٹیم بھیجی جائے تو جناب وزیر صحت نے فرمایا کہ آپ ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ کے پاس جائیں۔ میں کئی دفعہ جا چکا ہوں وہ کبھی تو کہتے ہیں کہ وہ سیکرٹری ہیلتھ کے پاس میٹنگ کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اسمبلی میں ہیں۔ لیکن اسمبلی میں بھی نظر نہیں آتے۔ نہ وہاں کوئی ٹیم بھیجی گئی ہے اور نہ ادویات کا بندوبست کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ ملک صاحب!

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا۔ایک بات اور بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے وزیر صحت کو فگرز دی ہیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! یہ آپ ذاتی طور پر وزیر صحت کو دیں۔وہ اس کا نوٹس لیں گے۔

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا! اسلام اجازت نہیں دیتا کہ بچے کو سکھا دیا جائے۔

ڈاکٹر چودھری محمد شفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر محمد شفیق! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! آپ کی طرف سے وقت کی پابندی اور وزیر صحت کو بار بار یقین دہانی کے باعث وہ دو تین نکات کی صحیح طور پر وضاحت نہیں کر سکے۔اوت انہوں نے بڑے پر زور طریقے سے دیہات کے اندر ڈاکٹروں کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں آپ اگر مناسب سمجھیں تو ان سے پوچھا جائے کہ وہ لوگ جو دیہات میں خدمت کر لیتے ہیں آیا ان کو شہروں کا رخ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔اگر حق حاصل ہے یا نہیں تو آیا وہ ڈاکٹرز جو سالہاسال سے بڑے ہسپتالوں میں، لاہور، فیصل آباد اور ملتان میں مقیم ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے اور میں مزید کچھ وزیر صحت سے پوچھنا نہیں چاہتا۔آپ تشریف رکھیں۔

اب سوال یہ ہے:

"کہ 3 ارب 56 کروڑ کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 16) خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور کی گئی)

جناب سپیکر :اب دوسری کٹوتی کی تحریک پر میں سوال کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے :

"کہ 3 ارب 56 کروڑ روپے کی کل رقم بسلسلہ میزان (مطالبہ نمبر16) خدمات صحت میں سے ایک روپے کم کر دیا جائے۔"

(تحریک نا منظور کی گئی)

جناب سپیکر :اب سوال یہ ہے :

"کہ ایک رقم جو3 ارب 56 کروڑ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے۔ جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ہیلتھ سروسز" برداشت کرنا پڑیں گے۔

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 15

جناب سپیکر : مطالبہ زر نمبر 15 کووزیر تعلیم پیش کریں گے۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر!

" ایک رقم جو 12ارب 11 کروڑ 70لاکھ 29 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگراخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر :یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

"کہ ایک رقم جو 12ارب 11 کروڑ 70لاکھ 29 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

Dr. MUHAMMAD AFZAL EZAZ: I oppose it.

RANA IKRAM RABBANI: I also oppose it.

جناب سپیکر: تو اس کو oppose کیا گیا ہے۔ اب اس میں کٹوتی کی دو تحاریک ہیں۔ پہلی تحریک ان صاحبان کی طرف سے ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ

چودھری محمد حنیف

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز

جناب ارشاد حسین سیٹھی

چودھری اصغر علی گجر

جناب محمد اسلم کائرہ

اس کو کون صاحب پیش کریں گے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جی میں پیش کروں گا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اس کو پیش کرنا چاہیں گے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

"12ارب 11 کروڑ 70لاکھ 29 ہزار 2 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 15) تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کردی جائے۔ مسئلہ جسے زیر بحث لانا مقصود ہے اس حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے جس کے تحت محکمہ تعلیم مطلوبہ نتائج

کے حصول میں ناکام رہا۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

کہ 12ارب 11 کروڑ 70لاکھ 29 ہزار 2 سو روپے
کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 15) تعلیم
کم کر کے ایک روپیہ کردی جائے۔

وزیر تعلیم: میں اسے oppose کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی! اس کو وزیر تعلیم oppose کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! آپ کچھ فرمائیں گے؟

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میں نہایت اختصار کے ساتھ اس تحریک کے بارے میں چند تجاویز پیش کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ میرے دوسرے رفقائے محترم اس پر گفتگو کر سکیں اور اس کے بعد اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح تجاویز پیش ہو سکیں۔ سب سے پہلے میں یہ گزارش کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ انسان کی کردار سازی میں متعدد عوامل بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ بچہ اپنی ماں کی گود سے اپنے خاندان سے تربیت حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ تعلیمی اداروں میں جا کر بہت کچھ اخذ کرتا ہے اور پھر اس کے بعد وہ اپنے ماحول سے بھی بہت کچھ سیکھتا ہے۔ لیکن ان تمام عوامل میں سب سے زیادہ موثر اور مفید جو عمل ہے وہ انسان کی تعلیم کا بندوبست ہے اور اس کے بعد نظام تعلیم ہے جس سے اس کی کردار سازی مکمل ہوتی ہے اور وہ انسان اخلاق اور کردار کے زیور سے پوری طرح آراستہ ہوتا ہے لیکن مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس سارے جٹ میں تعلیم کی مد میں جو رقم مختص کی گئی ہے اس میں کہیں بھی ان مقاصد کا ذکر نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! ملک کی بقاء اور ارتقاء کا انحصار ایک اچھے نظام تعلیم پر ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ نظام تعلیم اچھا نہ ہو، اگر ماحول پراگندہ ہو اور نظام تعلیم فرسودہ ہو، ناقص ہو تو اس سے ہم یہ توقع ہرگز نہیں کر سکتے کہ ایک ملک کے شہری پرامن زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اچھے کردار کے مالک ہو سکتے ہیں اور وہ بہتر طور پر آداب و اخلاق سیکھ سکتے ہیں۔ یہاں مشکل یہ ہے کہ ان تعلیمی اداروں اور ماحول کو ہم کسی کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم چاہتے

ہیں کہ تعلیمی ماحول کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ تاکہ ہم آئندہ اپنی نوجوان نسل کی بہتر طور پر تربیت کر سکیں۔ ان کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر سکیں۔ پھر اس کے بعد ہم فخر محسوس کر سکیں کہ ہم نے واقعی ایک نئی قوم، ایک نئی نسل پروان چڑھائی ہے اور جو ملک کے قومی اور ملی مقاصد کے لیے بہتر طور پر ثابت ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تعلیم کی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور جب تک نظام تعلیم بہتر نہیں ہو گا اس وقت تک ہمارے معاشرے میں جو بد نظمی، بے چینی اور افراتفری پائی جاتی ہے، قتل و غارت ہوتی ہے اور اس کے بعد جرائم پرورش پا رہے ہیں اس وقت تک ان پر قابو نہیں پایا جا سکتا جب تک ہم اپنے معاشرے کو تعلیم کے زیور سے آراستہ نہ کریں۔ اس میں، میں دستور کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ جس میں بڑے واضح الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان کے نظام تعلیم کا نصب العین یہ ہو گا کہ انسان کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات اور قرآن و سنت کے مطابق ترتیب دے سکے۔ لیکن میں وزیر تعلیم سے نہایت ادب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ ہمیں ان تمام مقاصد کی اس بجٹ میں نشان دہی کریں کہ وہ کیا مقاصد ہیں جو اس کے پس پردہ کارفرما ہیں' جن کے تحت اتنی بڑی رقم اس تعلیم کی مد میں رکھی گئی ہے۔ اور اس کے باوجود ہم کوئی مثبت اثرات اور نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! مجھے نہایت وثوق سے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ اگر ہم اپنی مادی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور مادی ضروریات کے ساتھ ساتھ افرادی قوت میں اضافہ کرتے ہیں اور وہ افرادی قوت اگر وہ نتائج اور مقاصد پورے نہیں کرتی تو میں سمجھتا ہوں کہ ملک میں وہ تمام چیزیں لا حاصل ہو جاتی ہیں اور وہ سارا روپیہ پیسہ جو ہم نے اس بجٹ میں رکھا ہے وہ ضائع ہو جائے گا اور اس کے لیے نہ صرف نظام تعلیم کو بہتر بنیادوں پر استوار کیا جائے بلکہ ایسے افراد تعلیم کے زیور سے آشنا ہوں۔ ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے جو نظریاتی اور اخلاقی قدروں کے محافظ ہوں جو اس ملک کے اس نصب العین سے پوری طرح آگاہ ہوں کہ ہم نے یہ علیحدہ ملک کن مقاصد کے حصول کے تحت حاصل کیا تھا اور وہ کیا پس منظر تھا جس کے تحت ہم نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں ایک علیحدہ خطہ زمین دیا جائے۔ جس سے

ہم اپنی زندگی اسلام کے مطابق اور اللہ کے قانون کے مطابق گزار سکیں۔ اس کے بعد تمام دنیا کو ہم ایک مثال کے طور پر پیش کریں کہ یہ وہ نظام تعلیم ہے۔ یہ وہ نظام ہے کہ جس کے تحت ہم ایک اعلیٰ و ارفع معیار زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ جہاں امن و امان ہو گا۔ جہاں ہمدردی ہو گی، جہاں ایک دوسرے کے ساتھ رواداری اور برداشت ہو گی۔ لیکن آج مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان تمام مقاصد کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی اور نہ ہی اس مد میں کوئی پیسہ مخصوص کیا گیا ہے۔ اس میں جو نقائص ہیں وہ صرف۔ یہ ہیں کہ ہم نے ایک سامراجی نظام تعلیم کو برقرار رکھا ہوا ہے اور نہ صرف اس کو برقرار رکھا ہوا ہے بلکہ ہم اس کو مزید مستحکم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے ہاں جو افراتفری پائی جاتی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ ہماری نظریاتی مملکت کی ضروریات پوری کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ پھر اس نظام تعلیم میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہاں تضاد اور تفاوت پایا جاتا ہے۔ یہاں ایک طرف ہم نے انگریزی طرز کے سکول کھولے ہوئے ہیں۔ جن میں سینٹ میری، سینٹ کیمرج، سینٹ پیٹرک، سینٹ جوزف اور لارنس کالج اور ایچیسن کالج ہیں اور دوسری طرف آپ دیہاتوں اور شہروں میں جا کر دیکھئے کہ قدیم طرز کے وہ مدارس ہیں جن میں بیٹھنے کی بھی جگہ نہیں ہے، جن میں اساتذہ ہیں تو وہ ان ٹرینڈ ٹیچرز ہیں اور وہ ان ٹرینڈ بے چارے اس قابل نہیں ہیں کہ وہ تمام طالب علموں کو پوری طرح سے تعلیم سکیں۔ اس لیے کہ ان کو خود تعلیم کی ضرورت ہے اور پھر ان اساتذہ کی عزت اور جو احترام اس معاشرے میں پایا جاتا ہے مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی کوئی عزت اور احترام اس معاشرے میں نہیں ہے۔ جس ملک میں اساتذہ کی عزت اور احترام نہ کیا جائے اور ان کا وقار بلند نہ کیا جائے میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ روس میں جو سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل عزت طبقہ صرف اور صرف اساتذہ کا ہے۔ اگر آپ اساتذہ کو بہتر احترام دیں، ان کی عزت بحال کریں، ان کی تنخواہیں بڑھائیں اور ان کو عزت کا مقام دیں تو جناب میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اس نئی نسل میں بہترین طلباء بنا سکتے ہیں۔ اس طرح سے وہ ملک کی ضروریات کو پوری طرح سے پورا کر سکتے

ہیں۔

جناب والا! مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو طلباء مختلف سکولوں سے اور مختلف کالجوں سے نکل کر باہر آتے ہیں ان کی بود و باش، ان کا طرز گفتگو، ان کی سوچ کا انداز اور اس کے بعد ان کی ساری فکر و نظر بالکل مختلف ہوتی ہے اور یہ ان تمام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے جو غریب سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم اس ملک میں ایک تصادم اور ایک کشمکش پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جائے اسکے کہ ہم اس نوجوان نسل میں یکساں نظام تعلیم کے تحت ہم آہنگی پیدا کریں، ان میں یک جہتی پیدا کریں۔ وہ کشیدگی جو فکر و نظر میں اور سوچ میں آج ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم آج ایک ہی نظام اسلام کو نافذ کریں۔ دوسری طرف وہ چند طلباء اور چند لوگ جو برسر اقتدار ہیں، جو مغربی طرز تعلیم سے پوری طرح آراستہ ہیں اور وہ مغربی فکر کے حامل ہیں۔ ان میں اور تمام طلباء میں مستقل اور متواتر تصادم اور کشیدگی پائی جاتی ہے اور اس کشیدگی کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے ملک میں ایک ایسا متوازن، ایک ایسا معتدل، ایک ایسا مؤثر نظام تعلیم وضع کیا جائے جس کے بارے میں ہم یہ کہہ سکیں کہ یہ ہماری نظریاتی ضروریات کے لیے پوری طرح سے مفید اور بہتر ثابت ہوگا۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا معاشرہ پچھلے پورے 45 سال سے زوال پذیر ہے۔ آج ہم اس معاشرے میں دیکھتے ہیں لوگ جو ڈگریاں لے کر فارغ التحصیل ہوتے ہیں وہ لوگ جو ایم۔ اے یا ایم۔ ایس سی پاس کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بی۔ اے پاس کرتے ہیں ان کا معیار اس قدر پست اور زوال پذیر ہے کہ اگر آپ ان کو یہ کہیں کہ آپ ایک چھٹی کی درخواست لکھ دیں تو وہ یہ درخواست لکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! اس ملک میں ڈگریاں بکتی ہیں، کوئی بھی ڈگری خواہ وہ ٹیکنیکل قسم کی کیوں نہ ہو آپ اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ کے پاس پیسے ہوں۔ نہ صرف یہ ڈگریاں بکتی ہیں بلکہ امتحانی مراکز بھی بکتے ہیں۔ ان امتحانی مراکز میں کلاشنکوف کے ذریعے اور گن پوائنٹ پر وہ ان طلباء کو اجازت دیتے ہیں کہ آپ آیئے اور نقل کیجیے۔ تمام کتابیں اور ٹیسٹ پیپرز وہ طلباء اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اگر وہ لوگ ان طلباء کو نقل کی اجازت

نہیں دیتے ہیں تو ان کو اغوا کر لیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! جو ساری خرابیاں پائی جاتی ہیں یہ محض اس بنیاد پر ہیں کہ ہمارا یہ تمام نظام فرسودہ اور materialistic and commercialise ہو چکا ہے۔ اور اس commercialisation کے تحت لوگ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک ادارہ قائم کرنے کے بعد کس طرح سے لوگوں سے پیسہ بٹوریں۔ ہم لوگوں کو کس طرح سے ان کے مال و دولت سے محروم کریں۔ اگر اس میں کوئی تبدیلی نہ لائی گئی اور بنیادی تبدیلی نہ لائی گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم وہ مقاصد حاصل نہیں کر سکیں گے جن کے لیے ہم نے یہ ملک حاصل کیا ہے۔

جناب سپیکر! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے فیل ہونے والے طلباء کی تعداد کتنی ہے۔ میٹرک میں جو لاکھوں طلباء فیل ہوتے ہیں ان طلباء کا مستقبل کیا ہے۔ وہ بے چارے دربدر کی ٹھوکریں محض اس لیے کھاتے ہیں کہ ہمارے ہاں کسی ووکیشنل اور ٹیکنیکل ایجوکیشن کا کوئی انتظام نہ ہے۔ اگر ہے بھی تو انھیں وہاں پر داخلہ نہیں ملتا اور ان کی حالت فیل ہونے کی وجہ سے بدتر ہو چکی ہوتی ہے۔ ان کے ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا بچہ پاس ہو جائے گا۔ اگر غریب ماں باپ کا کوئی بچہ پاس بھی ہو جاتا ہے تو اس بے چارے کو نہ کوئی نوکری ملتی ہے اور نہ ہی کوئی ملازمت ملتی ہے اور نہ وہ اس کے بعد مزید ملازمت حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ زندہ درگور ہو جاتے ہیں۔ میں جناب وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ مجھے بتائیں کہ ہر سال جو بی ایف۔ اے یا بی۔اے میں فیل ہو جاتے ہیں ان کا مستقبل کیا ہوتا ہے اور یہ کتنے لڑکے فیل ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ کیا ہم یہ نہیں کر سکتے کہ جو لوگ تعلیمی استعداد سے محروم ہیں یا وہ لوگ جو ایف۔اے، بی اے یا میٹرک کی تعلیم مزید حاصل نہیں کر سکتے ان کو ہم ٹیکنیکل ایجوکیشن فراہم کریں تاکہ وہ بیکار پھرنے، دربدر کی ٹھوکریں کھانے اور ملازمت سے محروم رہنے سے بچ سکیں اور اپنا پیٹ پال سکیں اور اپنا گزارہ کر سکیں۔

جناب والا! اسلام میں ایک نکتہ ہے جس میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اس میں اگر ہم یہ کہیں کہ ہم دینی تعلیم کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں اور دنیاوی تعلیم کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں تو اسلام میں اس قسم کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ اسلام اس پر زور دیتا ہے کہ آپ اگر

تعلیم رائج کریں گے تو یکساں تعلیم ہو گی۔ اس کا یکساں انصاف ہو گا اور یکساں ذریعہ تعلیم ہو گا اور یکساں تعلیمی معیار کے ساتھ ساتھ یکساں سہولتیں آپ فراہم کریں گے۔ جب تک آپ یکسانیت نہیں پیدا کریں گے اس وقت تک آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ نظام تعلیم ہمارے لیے کارگر یا مفید یا موثر ہے۔ جناب سپیکر! موجودہ نظام کے تحت جتنے بھی لڑکے پاس ہو کر نکلتے ہیں ان کے بارے میں آپ پبلک سروس کمیشن والوں سے پوچھیے اور آئے دن اخبارات میں اس قسم کی باتیں چھپتی رہتی ہیں۔ اگر ان سے لاہور کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ پشاور کے بارے میں بتا دیتے ہیں۔ اس قسم کی باتیں روزانہ اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں۔ جناب والا! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ نظام تعلیم زیادہ تر صرف شہروں تک ہی محدود ہے۔ اب اگرچہ تھوڑی سی یہ کاوش کی گئی ہے کہ ہم اپنے بجٹ کا ایک وافر حصہ دیہاتوں میں تقسیم کریں اور وہاں پر ترقی کے لیے، پانی کی فراہمی کے لیے اور تعلیم کے لیے کوئی بندوبست کریں۔ جناب والا! میری اس سلسلہ میں یہ گزارش ہو گی کہ ہر گاؤں میں ایک پرائمری سکول اور ایک مڈل سکول ضرور قائم کیا جائے اور یہ لڑکوں کے لیے اور لڑکیوں کے لیے بھی ہو تاکہ وہ دیہات جن کی اکثریت تعلیم کے زیور سے محروم ہے وہ پوری طرح سے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں اور ان تمام لوگوں کو جو دیہات میں رہتے ہیں ان کو اسلامی تعلیم اور اسلامی عقائد سے واقف کرایا جائے اور ان کو قرآن پڑھنا ضروری قرار دیا جائے کہ جو لڑکا میٹرک میں پاس ہو گا وہ قرآن لازماً پڑھے گا اور قرآن کی چیدہ چیدہ سورتوں کا ترجمہ اسے یاد ہو گا اور اخلاقی تعلیم کا بندوبست کیا جائے اور لوگوں کو حرام اور حلال، جائز اور ناجائز کی تعلیم دی جائے اور ان کو بتایا جائے کہ خدا خوفی کیا ہوتی ہے اور آخرت کیا ہوتی ہے تاکہ معاشرہ میں جب وہ تعلیم اور ترقی کے لیے عملی طور پر کوئی حصہ لیں تو ان لوگوں میں نہ صرف مارشل لاء یا پولیس کا ڈر خوف ہو بلکہ ان کے دل میں خدا کا ڈر ہو اور ان کے دل میں یہ بات ہو کہ ہم نے اس طرح کی حرکتیں نہیں کرنی۔

جناب سپیکر! ہماری ناخواندگی کی شرح اس حد تک شرمناک ہے۔ آپ اس کا کسی دوسرے ملک کے ساتھ موازنہ نہ کیجیے۔ ہم اس لحاظ سے سب سے زیادہ گھرے ہوئے ہیں۔ اس کو بہتر بنانے کے لیے ایک تو یہاں پر double shift کا نظام رائج کیا جائے یا

اس کے لیے مزید سکول کھولے جائیں۔ اساتذہ کا انتظام کیا جائے۔ اس کے لیے بجٹ میں provision رکھی جائے تاکہ شرح خواندگی بڑھ سکے۔ اس ملک میں نئی روشنی کی جو سکیم شروع کی گئی تھی اب وہ ختم ہو چکی ہے اور وہ اساتذہ اب در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ان کا کوئی بھی پرسان حال نہیں ہے۔ ہم آپ سے یہ بھی گزارش کریں گے کہ ان تمام اساتذہ کو باوقار بنانے کے لیے از راہ کرم ان کو دوبارہ بحال کیجیے تاکہ ان کو ملازمتیں مل سکیں اور وہ مفید شہری ثابت ہو سکیں۔

جناب سپیکر! میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے بارے میں عرض کروں گا۔ جب تک ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی نہیں کریں گے ملک ترقی نہیں کرے گا۔ بجٹ میں اس بارے میں کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے اتفاق کی بات کر رہے تھے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔

جناب سپیکر: جب آپ نے بات شروع کی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں مختصراً بات کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرے ساتھی اس پر زیادہ روشنی ڈال سکیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: دو منٹ صرف اور دے دیجیے۔

جناب سپیکر: آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے آپ کے ساتھی میری طرف رحم بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

جناب والا! میں آخری بات کرتا ہوں۔ اس ایوان میں آج وزیر اعلیٰ تشریف فرما ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ کالجز اور ہوسٹلوں میں اسلحہ کی جو بھرمار پائی جاتی ہے اور ہمارا تعلیمی ماحول خراب اور پراگندہ ہو چکا ہے اور جو قتل و غارت ہوتی ہے اور جو ہر روز نوجوان نسل زخمی ہوتی ہے اور جو سزائیں پاتے ہیں اس سے ان کو پاک کیا جائے اور اس سلسلے میں ان لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے، چاہے ان کا تعلق کسی بھی سیاسی جماعت سے ہو۔ شکریہ!

جناب سپیکر: جناب فرید احمد پراچہ! آپ ارشاد فرمائیے۔

جناب فرید احمد پراچہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! تعلیم کے لیے اس سال بجٹ میں

12ارب 11 کروڑ 70 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ فی الواقع یہ ایک خطیر رقم ہے۔ اگر اس رقم کے ساتھ کوئی تبدیلی نظام کے اندر کی جاتی، اس رقم کے استعمال کے طریقہ کار کے اندر کوئی تبدیلی کی جاتی اوراگر اس کے ساتھ کوئی ایسا اہتمام ہوتا جس سے ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ رقم تعلیم کی فلاح و بہبود پر، طلباء کی فلاح و بہبود پر شرح تعلیم اور معیار تعلیم کے فروغ پر خرچ ہو گی تو ہم یقیناً اس کی حمایت کرتے لیکن جناب سپیکر! اس کے ساتھ کوئی ایسا سلسلہ وابستہ نہیں ہے اور یہ اس بات سے جیسا کہ اندھے کنویں کے اندر رقم پھینکی جا رہی ہو اور پھر موازنہ کیا جائے کہ گزشتہ سال ہم نے اتنی رقم پھینکی تھی اور اس سال ہم نے اسے زیادہ رقم پھینکی ہے۔ اور پھر اس پر فخر کیاجائے کہ ہم سے پہلے لوگوں نے اتنی رقم برباد کی تھی اور ہم ان سے زیادہ رقم برباد کر رہے ہیں۔ یہ کوئی احساس تفاخر کی بات نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں کہ جس سے یہ رقم بہتر طریقے سے استعمال ہو سکے اور اس سے وہ مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکیں کہ جن نتائج کے حصول کے لیے اتنی بڑی رقم صوبے کے بجٹ میں رکھی گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملازمتوں پر پابندی مختلف ادوار میں رہی ہے لیکن وہ ادوار خواہ وہ مارشل لاء کے تھے، چاہے آمریت کے ادوار تھے، کوئی بھی دور اس ملک میں نہیں گزرا جس میں تعلیم کے محکمے میں ملازمتوں پر پابندی رہی ہو۔ یہ پہلا دور ہے جس میں 1990ء سے لے کر مسلسل ملازمتوں پر پابندی جاری ہے۔ یہ بات ہمارے لیے انتہائی شرمناک ہے کہ ملازمتوں پر پابندی کا اثر تعلیم کے اوپر پڑ رہا ہے۔ لوگوں پر اثر پڑ رہا ہے۔ صوبے کے عوام کی تعلیم کے فروغ پر اس کا اثر پڑ رہا ہے۔ اس کی صورت حال کچھ یوں ہے کہ بجٹ کے اندر allocated seats ہیں اور جن کی بجٹ کے اندر provisions دی گئی ہیں۔ جو خالی اسامیاں بجٹ میں موجود ہیں گزشتہ دو سالوں کے اندر انھیں بھی پر نہیں کیا گیا۔ بجٹ میں ایس ایس ٹی کی کل 2961 سیٹیں موجود ہیں اور ان کی pro-vision موجود ہے لیکن نااہلی یہ ہے کہ ملازمتوں پر پابندی کی وجہ سے یہ 2961 سیٹیں جن میں male side1745 اور female side 1216 پر خالی پڑی ہیں یہاں پر تعلیم کا معیار کیا بڑھے گا۔ جہاں بجٹ کی allocated seats پر نہیں کی جاتیں۔

گریڈ 18 کے اندر 1905 سیٹیں ہیں لیکن صرف 532 سیٹیں پر کی گئی ہیں۔ بعد میں 12 سیٹیں اور پُر کی گئیں۔ 1361 سیٹیں ابھی تک خالی ہیں۔ یہ اعداد و شمار male side پر ہیں اور female side پر کل 990 سیٹیں موجود ہیں۔ جن میں 457 سیٹیں پُر کی گئی ہیں اور 525 نشستیں ابھی تک خالی ہیں۔ گریڈ 19 میں کل 840 نشستیں ہیں اور ان 840 نشستوں میں سے صرف 7 نشستیں پر کی گئی ہیں اور خالی سیٹوں کی تعداد اس وقت 833 ہے اور female side پر گریڈ 19 میں 437 سیٹیں ہیں جن میں سے صرف دو خواتین انیسواں گریڈ پا سکی ہیں 453 نشستیں ابھی تک خالی پڑی ہیں۔ اسی طرح جناب آپ بیسویں گریڈ کا حال دیکھ لیجئے کہ اس میں male side پر سکولوں میں کل 56 سیٹیں ہیں اور یہ 56 کی 56 سیٹیں خالی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی پر نہیں کی گئی۔ اسی طرح 29 سیٹیں female side پر ہیں جن میں صرف دو سیٹیں پُر کی گئی ہیں اور 27 سیٹیں خالی ہیں ایک بھی پر نہیں کی گئی۔ جناب والا! آپ اندازہ کریں کہ جہاں پر یہ صورتحال ہو کہ جٹ میں provision بھی موجود ہے، رقم بھی موجود ہے سیٹیں sanctioned بھی ہیں۔ اس کے باوجود ان کو آپ مسلسل تین سال سے پُر نہ کریں تو پھر اس سے صوبے کے اندر جو بحران پیدا ہوں گے وہ تین بحران ہیں۔ پہلا بحران یہ پیدا ہوا ہے کہ جن سکولوں میں آپ نے تعلیم دینی تھی وہ سکول خالی پڑے ہوئے ہیں۔ اور خاص طور پر دیہاتوں کے اندر سکول اساتذہ سے خالی ہیں۔ کیا آپ یہ شرح تعلیم بلند کر رہے ہیں؟ یہاں آپ معیار تعلیم کی بات کرتے ہیں اور وہاں سکولوں میں اساتذہ کی سیٹیں خالی چھوڑی ہوئی ہیں۔ سکولوں میں سائنس ٹیچرز کی سیٹیں، ہیڈ ماسٹرز کی سیٹیں خالی پڑی ہوئی ہیں۔ پھر اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ تعلیم سے محروم رہیں گے۔ اس سے دوسرا بحران یہ پیدا ہوا ہے اور پڑھے لکھے لوگوں کی بے روزگاری کا یہ حال ہو گیا ہے کہ ابھی گزشتہ تین چار روز پہلے کے ایک اخبار میں آیا ہے کہ ایک ایم۔ ایس سی پاس نوجوان نے جو چار بچوں کا باپ تھا، خودکشی کر لی۔ اور یہ اسی شہر لاہور میں ہوا ہے۔ مجھے اس کا نام معلوم نہیں لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ جناب سپیکر! جناب وزیر اعلیٰ! جناب وزیر قانون اور جناب وزیر اعظم وہ آپ کا بیٹا تھا وہ پاکستان کا بیٹا تھا وہ پاکستان کا شہری تھا اور جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی بے روزگار رہا ہے۔ جناب والا! اس کا حساب کون دے گا۔ آپ

کے پاس سیٹیں بھی موجود ہیں اس کے باوجود آپ ان کو ملازمتیں نہیں دے رہے۔کیا یہی تعلیم کی پالیسی آپ اس صوبے کے اندر لا رہے ہیں ؟ تیسرا بحران یہ پیدا ہوا ہے کہ جن لوگوں کی ترقی ہونا تھی اس کی وجہ سے ان لوگوں کی ترقی نہیں ہوئی اور ترقی سے محروم اساتذہ جو سالوں سے اس انتظار میں ہیں کہ اوپر کی سیٹیں پُر ہوں اور نیچے سے یہ عمل آگے چلے اور ہماری ترقی ہو سکے ۔یہ سارے کے سارے لوگ پوری طرح محروم ہیں ۔ان لوگوں کی محرومی کا خمیازہ کون بھگتے گا اور کون اس کا جواب دہ ہوگا اور پھر اس محرومی کے ساتھ یہ اساتذہ بچوں کو کیا پڑھائیں گے ؟ جو اپنی ترقی کے لئے در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہوں اور جو بار بار وزراء کے دروازے پر جا رہے ہوں اور بار بار یہ کہہ رہے ہوں کہ کب یہ دروازہ کھلے گا اور کب ہماری ترقی ہو گی ۔جناب سپیکر ! اسی طرح سے گزشتہ دور میں قواعد میں ترمیم کر کے لیکچرارز کی تقرری زون کی بجائے ڈویژن کی بنیاد پر کرنے کا ایک حکم جناب وزیر تعلیم کی طرف سے جاری کیا گیا۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ لاہور ڈویژن کے اندر ایک سیٹ اور سرگودھا ڈویژن کے اندر 32 سیٹیں ۔اس تفاوت کی وجہ سے لوگ عدالت میں چلے گئے اور اب معاملہ عدالت میں ہے اور اپیل در اپیل چل رہی ہے اور معلوم نہیں کہ یہ سلسلہ کب تک چلے گا اور جن لیکچرارز کی گریڈ 17 میں بھرتی ہونی تھی وہ اب عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹا رہے ہیں اور اپیلیں کر رہے ہیں ۔اس کی ذمہ داری کس پر ہے ؟آپ صوبے کے عوام سے 12ارب روپیہ مانگنے کے لئے آئے ہیں لیکن اس کے بدلے میں آپ لوگوں کو کیا دے رہے ہیں ؟

جناب سپیکر! اسی طرح وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمارا جو تین درجاتی نظام ہے۔ ہم دنیا کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کی طرف آ رہے ہیں۔آپ نے ہائر سیکنڈری سکولز کا اہتمام کیا لیکن ہائر سیکنڈری سکولز کا حال یہ ہوا کہ ایس ایس ٹی کی بے شمار نشستیں خالی موجود ہیں اور میرے پاس ان کی پوری تفصیل موجود ہے۔اس وقت male side پر صرف لاہور کے اندر 12اور female side پر 97 سیٹیں خالی ہیں ۔ملتان ڈویژن میں male side پر 328 اور female side پر 132 سیٹیں خالی ہیں اور جو کل سیٹیں male side پر ایس ایس ٹی کی خالی ہیں وہ 1101 ہیں اور female side پر 1106 سیٹیں خالی ہیں ۔جب اتنی بڑی تعداد میں سیٹیں خالی ہیں تو آپ کیا Higher Secondary Education دیں گے ؟ نہ آپ

نے لیبارٹریز دیں اور نہ آپ نے لیبارٹریز انڈنٹ دیئے، نہ آپ نے سامان دیا۔ایک طرف آپ سائنس کی ترویج کرنا چاہتے ہیں لیکن سیکنڈری سکول ایجوکیشن میں سائنس کے سامان کی خریداری کے لئے گزشتہ چار سالوں سے بجٹ میں ایک پیسہ بھی نہیں رکھا جا رہا۔گزشتہ سال Durable Goods کے عنوان کے تحت 7لاکھ 17ہزار روپے کی رقم رکھی گئی۔ اس سال وہ رقم بھی Durable Goods کے تحت نہیں رکھی گئی کہ سائنس کا سامان جو لیبارٹریز کے لئے ضروری ہوتا ہے وہ ہی خریدا جا سکے۔ٹیچرز فاؤنڈیشن قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ 10کروڑ روپے کا اعلان کر کے آپ نے تالیاں بجوا دیں لیکن کہاں ہیں وہ دس کروڑ روپے اور کہاں اس کا استعمال۔ٹیچرز فاؤنڈیشن میں ٹیچرز کو کیا ملا اور اس کے تحت ان کو کیا سہولتیں ملیں۔اس طرح ہیڈ ماسٹر کو چارج الاؤنس صرف 50 روپیہ دیا جاتا ہے جبکہ کالج کے پرنسپل کو 600 روپے دیا جاتا ہے۔یہاں لاہور کے اندر ایسے ایسے سکول بھی ہیں جہاں پانچ پانچ ہزار طالب علم پڑھتے ہیں۔ اس کے ہیڈ ماسٹر کو آپ صرف پچاس روپے الاؤنس دیتے ہیں۔اب ان سے آپ نتائج بہت اچھے چاہتے ہیں Nationalized Cadre کے اندر اساتذہ کو ان کی تاریخ تقرری سے پینشن دینے کی بجائے ان کو نیشنلائزڈ کرنے کی تاریخ سے پینشن دی گئی یعنی سروس اسی دن سے شمار کر رہے ہیں۔سنیارٹی اسی دن سے دی ہے لیکن پینشن اس دن سے نہیں دے رہے۔اسی طرح جناب سپیکر! میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بہت سی چیزیں کہنے کی ہیں۔جی این پی کے مطابق ہم تعلیم پر1.62 خرچ کر رہے ہیں جبکہ سری لنکا جو ہم سے بہت ہی چھوٹا ملک ہے اس کے وسائل بھی نہیں ہیں وہ 4.9فی صد خرچ کر رہے ہیں۔ملائشیا 5.6فی صد خرچ کر رہا ہے لیکن یہاں نہ معیار تعلیم میں بلندی کی طرف توجہ دے رہے ہیں اور نہ شرح تعلیم کی طرف کوئی توجہ ہے۔معیار تعلیم کا حال یہ ہے کہ 75فیصد طالب علم امتحان کے اندر نقلیں لگا کے، ٹیسٹ پیپر، گیس پیپر اور پرچے آؤٹ ہونے کے باوجود 70فی صد طالب علم فیل ہوتے ہیں۔ یہ معیار تعلیم ہے۔آپ معیار تعلیم کی بلندی کے لئے کیا کر رہے ہیں۔یہاں بجٹ کے اندر کیا دیا گیا ہے کہ گزشتہ سال ریسرچ اور نصاب تعلیم کی تبدیلی کے لئے یا نظر ثانی کے لئے 31لاکھ 94 ہزار روپے تھے اس سال 32 لاکھ 31 ہزار روپے کر دیے گئے۔ آپ نظام تعلیم کی بلندی کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ Teachers Training Centres

کے لیے گزشتہ سال 43 لاکھ 16ہزار روپے تھے۔ اس سال 9 لاکھ 9 ہزار کر دیئے ہیں ۔افرط زر کے ساتھ ساتھ تو ویسے ہی بڑھ جاتے ہیں۔ان سروس ٹیچرز ٹریننگ کے لئے گزشتہ سال 1 کروڑ 31لاکھ 87 ہزار 850 روپے تھے۔بالکل وہی رقم اس دفعہ بھی رکھ دی گئی ہے۔ اسی طرح نہ اساتذہ کی تربیت کے لئے کوئی اہتمام ہے نہ معیار تعلیم کی بلندی کے لیے کوئی اہتمام کیا گیا ہے اور نظام تعلیم کا یہ حال ہے کہ اخبارات چیخ رہے ہیں۔ہر روز جب کوئی امتحان ہوتا ہے اور مقابلہ ہوتا ہے اور انتظامیہ اپنی بے بسی کا اظہار کر دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگلے امتحان پر ہم دیکھیں گے کہ کیسے یہ نقل لگائی جاتی ہے۔میٹرک کا امتحان ہوتا ہے تو کہتے ہیں انٹر پر ہماری کرشمہ سازیاں دیکھنا، انٹر کا امتحان ہوتا ہے تو وہی سنٹرز جو بلیک لسٹ کیے جاتے ہیں، وہی دیال سنگھ کالج، وہی خزانہ گیٹ جیسے بلیک لسٹ کیے گئے سنٹرز آپ نے دوبارہ سنٹر بنا دیئے ہیں۔اس طرح وہ ممتحن حضرات جو بلیک لسٹ کئے جاتے ہیں پھر ان کی تقرری کی جاتی ہے۔یہاں بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ خود وزیر تعلیم کے ضلع کے اندر گوجرانوالہ بورڈ کے کنٹرولر امتحانات پر corruption کے کیس بنے اور اس کو نااہل کئے جانے والے لوگوں کی بلیک لسٹ میں شامل کیا گیا ،الیکشن کے دوران الیکشن کمیشن نے اسے نااہل قرار دیا اس کو کنٹرولر امتحان لگایا ہوا ہے۔ نتائج کیا نکلیں گے، کیا نقل نہیں لگے گی ؟ جناب والا!لاہور کے اندر ایک ایسا کنٹرولر امتحانات لگایا گیا جس کے بارے میں ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ ایک انتہائی بد دیانت آدمی ہے۔جب آپ اس کو اپنے کھیت کا رکھوالہ بنا دیں گے تو پھر کھیت کے اجڑنے کا گلہ کس سے کریں گے۔جناب والا!قبضہ گروپ کیا ہے یہ سب کو معلوم ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں اور وہ کون سے ہوسٹلوں میں رہتے ہیں۔ان کو کون تحفظ دیتا ہے اور کس طریقہ سے ان کو پولیس سے چھڑوایا جاتا ہے پھر نتیجہ کس طرح اچھا نکلے گا۔

شیخ محمد طاہر رشید :جناب والا!پوائنٹ آف آرڈر ،معزز رکن غیر متعلقہ باتیں کر رہے ہیں اور وہ موضوع سے کافی دور ہٹ گئے ہیں۔اگر یہ قبضہ گروپ کہ بات کریں گے تو پھر ہم اسلامی قبضہ گروپ کی بات کریں گے ،اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہ اپنے موضوع پر ہی رہیں۔

جناب سپیکر :شکریہ !شیخ طاہر رشید کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! ان کو بتا دیں کہ تعلیم کے موضوع پر بات ہو رہی

ہے۔ شاید ان کو پتا نہیں چلا۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ابھی شیخ صاحب کھڑے ہوئے تھے تو جماعت اسلامی والوں نے "ہش، ہش" کے الفاظ استعمال کئے۔حالانکہ میرے علم کے مطابق یہ الفاظ اس وقت استعمال کئے جاتے ہیں جب اونٹ کو بٹھانا ہوتا ہے۔یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں اور انہوں نے جو یہ استعمال کئے ہیں انہیں نہیں کرنے چاہئے تھے۔میں نے دیکھا کہ وہ جب بھی کھڑے ہوتے ہیں تو یہ تمام بیک آواز "ہش ہش" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔یہ انہیں بند کرنے چاہئیں۔یہ پارلیمانی آداب کے خلاف ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا، یہ " ہش " کہہ رہے ہیں یا " بش " کہہ رہے ہیں۔

جناب ایم لطیف مغل : جناب والا ! میرے بھائی کو غلط فہمی یہی رہی کہ یہ سمجھتے رہے کہ مجھے " بش " کہتے ہیں اور یہ خوشی میں اس کا اظہار کرتے رہے حالانکہ بات یہ ہے کہ وہ انہیں " ہش " کہتے ہیں۔شیخ صاحب کو پتا ہی نہ چلا۔یہ " بش " کے نام سے خوش ہو رہے ہیں۔حالانکہ انہیں " ہش " کہا جاتا ہے۔

ملک امان اللہ چھینہ : جناب والا، سرائیکی زبان میں " ہش " اونٹ کو بیٹھنے کے لئے کہا جاتا ہے

جناب سپیکر : ڈاکٹر محمد شفیق پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب والا! مغل صاحب نے صحیح نشاندہی کی ہے۔جماعت اسلامی والے صحیح سوچ رہے تھے کہ شیخ رشید کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔وہ بٹھا ہی رہے تھے لیکن اس بات کا انتظار تھا کہ کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔

جناب سپیکر : فرید احمد پراچہ صاحب !

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا ! میں اپنی گفتگو کو ختم کرتے ہوئے اختتام کی طرف لاتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ گاڑی کے اندر سفر کرتے ہوئے ہر آدمی کو یہ پتا ہے جب گاڑی کی سمت تبدیل ہوتی ہے یا اس کا رخ تبدیل ہوتا ہے تو اس کے لئے نہ انجن کو تبدیل کیا جاتا ہے نہ پٹڑی کو تبدیل کیا جاتا ہے۔بظاہر ایک معمولی سی چیز تبدیل ہوتی ہے۔معمولی سی چیز کی

تبدیلی سے گاڑی کا رخ اتنا غیر محسوس طور پر تبدیل ہو جاتا ہے کہ گاڑی کے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کو اس کا علم تک نہیں ہوتا۔ جناب والا! غیر محسوس طریقے سے گاڑی کا رخ تبدیل کرنے والی چیز کانٹا ہے۔ یہی کانٹا جس کا نام نظام تعلیم ہے۔ جب تعلیم کا آپ نظام بدل دیں گے تو تعلیم حاصل کرنے والے لوگوں کو اس کا علم تک نہیں ہوگا کہ ان کا رخ آہستہ آہستہ لندن اور پیرس کی طرف ہو رہا ہے یا ان کا رخ بدل کر مکہ اور مدینہ کی طرف کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ نظام تعلیم کا کام ہے۔ آپ جو تعلیم دیتے ہیں آپ جو کتابیں پڑھاتے ہیں، آپ جو اساتذہ کی تربیت کرتے ہیں تو اس کے ذریعے سے پوری نسل غیر محسوس طریقے سے تبدیل ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم "ایک فرنگی کی اپنے پسر کو نصیحت" میں نظام تعلیم کے اسی کردار کو واضح کیا ہے:

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا نوالہ ہو تو مٹی کا ہے ایک ڈھیر

چنانچہ ایسا نظام تعلیم دیا گیا جس نے سونے کے نوالے کو مٹی کا ڈھیر بنا دیا اور وہی نظام تعلیم ہم نے جاری رکھا۔ جناب سپیکر! آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنا رخ تبدیل کریں۔ ہم جو تعلیم دے رہے ہیں محض ادارے قائم کرنے اور عمارتیں قائم کرنے سے قومیں نہیں بنتیں۔ قومیں بہترین تعلیم دینے سے بنتی ہیں، نظریاتی تعلیم دینے سے اور اپنی قوم کا تشخص چانے سے قومیں بنتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ جب ہم بجٹ کے اندر اتنی بڑی رقم رکھ رہے ہیں تو ہمیں اپنا رخ بھی متعین کرنا چاہیئے کہ ہم پوری قوم کو کونسی تعلیم دے رہے ہیں ہم کونسا نظام تعلیم لا رہے ہیں اور ہم اس قوم کو اس نسل کو کیا بنانا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ بجٹ کے اندر اتنی بڑی رقم رکھ کر اس کے ساتھ کوئی اور نظام نہ دینا یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ اس لئے اس رقم کو ختم کیا جائے یا اس میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کی جائیں۔ آخر میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ کی جو

allocation کی گئی اور بجٹ کے جو مقاصد بیان کئے گئے تقریر میں دونوں کے اندر بڑا تضاد ہے ۔ ایک طرف بجٹ کے مقاصد بیان کئے گئے کہ ہم تعلیم کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ بتایا گیا کہ Social Action Programme کے تحت ہم صوبے کے اندر اتنی رقم خرچ کر کے اتنے ہائی سکول ، اتنے پرائمری سکول، اتنے طلبہ کے ، اتنے طالبات کے بنانا چاہتے ہیں ۔لیکن جناب والا! جو بجٹ allocation ہے وہ آپ دیکھ لیجئے کہ اس کے اندر اس کا کوئی عکس نظر نہیں آتا کہ جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں وہ کریں گے بھی یا نہیں۔ مثلاً سیکنڈری ایجوکیشن پروگرام پر گزشتہ سال 7 ارب 60 کروڑ روپیہ خرچ ہوا اور اس دفعہ بجٹ کے اندر آپ نے 7 ارب 97کروڑ رکھ دیے یعنی آپ نے کل37کروڑ کا اضافہ کیا۔ اس کے ساتھ آپ تعلیم کے نظام میں کتنا بڑا فرق پیدا کریں گے ۔ اسی طرح پرائمری ایجوکیشن کے اندر بھی بہت ہی قلیل اضافہ ہے اور Technical Education میں تو سرے سے کوئی اضافہ نہیں ہے لائبریریوں میں اور میوزیم کے لئے گزشتہ سال صرف 30لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تبادلوں کے نظام کا بھی ایک سسٹم بنانا چاہیے۔ سب سے زیادہ تبادلے محکمہ تعلیم میں ہوتے ہیں۔ ہمارے وزیر تعلیم جب آکر بیٹھتے ہیں تو ہر ممبر اپنی فائل لے کر ان کے پاس پہنچ جاتا ہے ۔جناب سپیکر!اس میں یہ نظام ہو کہ صرف تعطیلات موسم گرما کے اندر یہ تبادلے ہوں تاکہ یہ اکھاڑ پچھاڑ تعطیلات کے اندر ہو جائے اور اس کے بعد پورے سال کا نظام ٹھیک طرح سے چلے ۔

جناب سپیکر ! میں نے یہی عرض کرنا ہے اور اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ کاش! ہمارے وزراء کرام کو ،ہمارے وزیر تعلیم کو اور ہماری اس کابینہ کو اور ہماری اس حکومت کو اس بات کی سمجھ آجائے کہ صرف عمارتیں بنا لینے کا نام فروغ تعلیم نہیں ہے بلکہ فروغ تعلیم دراصل تعلیم کے نظام کو تبدیل کرنا اور معیار تعلیم کے بلند کرنے کا نام ہے اس کے ساتھ اگر یہ کر لیں گے تو پھر ان کی کامیابی ہوگی اگر نہیں کریں گے تو پھر سراسر ناکامیاں ہی ناکامیاں ہیں ۔

جناب سپیکر : تو اس پر کوئی اور صاحب بات کرنا چاہتے ہیں ۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر!میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی چودھری صاحب!! ارشاد فرمائیے۔

چودھری محمد حنیف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! تعلیم کا مقصد انسان کی شخصیت کی با عمل اور متوازن نشوونما ہے۔ آج ہماری موجودہ حکومت کیا اس مقصد میں کامیاب ہوئی ہے میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے
جو علم سکھایا جاتا ہے وہ کیا ہے فقط درباری ہے

جناب سپیکر! اس وقت تک ہم صحیح معنوں میں اپنے نظام تعلیم کو اپنی سوچوں اور اپنی امنگوں اور اپنی نظریاتی سوچ کے مطابق ڈھالنے میں ناکام ہوئے ہیں نصف صدی گزر گئی ہے لیکن ابھی تک لارڈ میکالے کا بنایا ہوا نظام تعلیم چل رہا ہے اور یہ نظام تعلیم دراصل مغربی تعلیم کا چربہ ہے۔ اس میں ایسے افراد ایسی سوچ لے کر پیدا ہوتے ہیں جو صرف دفتروں کی حد تک یا کلرکوں کی حد تک کام کرنے کے قابل ہو سکیں۔

جناب سپیکر! جب ایسا نظام تعلیم جو اصلاح اور ان کی سوچ کے بولنے کا کام نہ کر رہا ہو، جو انہیں قرآن و حدث، عقائد کی طرف نہ لاتا ہو تو پھر آپ کسی ایسے فرد سے کیا توقع کر سکتے ہیں کہ آنے والے وقت میں وہ اپنے عہدوں پر پہنچ کر صحیح کردار ادا کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بیوروکریسی کے بارے میں ہر فرد یہ الزام لگا رہا ہے کہ وہ کرپٹ ہیں، وہ رشوت خور ہیں، وہ بد دیانت ہیں، ان کے رویے درست نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ جس نظام تعلیم سے پنپے ہیں، جس نظام تعلیم میں پروان چڑھے ہیں اس کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اس قسم کی حرکتیں کریں۔

جناب سپیکر! ہمارا جو نصاب تعلیم ہے ہمارے جو معصوم بچے جو بالکل صاف ذہن لے کر آتے ہیں ان کو کتوں اور بلیوں کی تصویروں سے آغاز کروایا جاتا ہے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اس کے بعد جب وہ بولنا سیکھے تو اس کی زبان سے پہلا لفظ اللہ نکلنا چاہیے لیکن ہمارے ہاں اس کے برعکس ان کو تربیت دی جاتی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ نصاب تعلیم اٹھا کے دیکھ لیجئے کہ اس کی کیا صورتحال ہے۔ ایسے ایسے سوالات ذہن میں ڈالے جاتے ہیں کہ اگر دودھ میں اتنا پانی ڈال

دیا جائے تو اتنا نفع ہوگا۔ جناب سپیکر! یہ معمولی سی بات ہے لیکن سوچ ایسی بنائی جا رہی ہے اور ایسی فکر پیدا کی جا رہی ہے کہ ان کے ذہنوں میں صحیح معنوں میں دینی فکر اور سوچ پیدا نہ ہو۔ اس سے ہٹ کے ایک سوچ پیدا کی جا رہی ہے۔ نظام تعلیم کئی حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ یہ طبقاتی نظام تعلیم ہے۔ Christians کے جو مختلف ادارے یہاں بنے ہیں ہمارے لوگ سب سے زیادہ وہاں داخلے کی کوشش کرتے ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ پابندی ہونی چاہیے کہ صرف Christians ہی وہاں داخلہ لیں۔ کیونکہ وہ لوگوں کو ایسی تربیت دینے والے اڈے ہیں، ایسی سوچ بنانے والے اڈے ہیں کہ جہاں عیسائیت کے پرچار پیدا ہوں۔ جناب سپیکر! یہ دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ان کا معیار بلند ہونے کی وجہ سے ہمارے لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہماری کمزوری ہے کہ ہم نے جو ادارے بنائے ہیں وہاں ٹاٹ پر بیٹھتے ہیں۔ وہاں فرنیچر نہیں، بلڈنگ نہیں اسی وجہ سے امیر لوگ اور سب لوگ دوسری طرف جاتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ فرق ختم ہونا چاہیئے۔ پرائیویٹ ادارے تجارت کی بنیاد پر چل رہے ہیں ان میں جو لوگ داخل ہوتے ہیں وہ صرف اور صرف اچھی عمارت، اچھے فرنیچر اور اچھے ماحول کی وجہ سے داخل ہوتے ہیں۔ جہاں ان تعلیمی اداروں میں اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں تو ہم اپنے اداروں کو اچھی عمارت اور اچھا فرنیچر کیوں نہیں فراہم کرتے۔ یہ چیزیں فراہم کی جاسکتی ہیں لیکن ہماری کوتاہی ہے کہ اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ پورے نظام کو یکساں کر دینا چاہیے۔ اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ ایک طرف صرف دینی مدارس ہیں جو صرف دین کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ درس نظامی تک تو پہنچ جاتے ہیں اور وہ اعلیٰ ڈگریاں بھی لے لیتے ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ انہیں انگریزی نہیں آتی۔ جناب سپیکر! یہ سارا نظام یکساں کیا جائے ایک ہی نظام تعلیم ہو، طبقاتی نظام کو ختم ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر! اب نظام امتحان کی طرف آتا ہوں۔ ہمارا نظام امتحان کس قسم کا ہے۔ کوئی امتحان ایسا نہیں جو بروقت ہوا ہو۔ اگر وزیر تعلیم ایک بھی مثال دے دیں تو میں سمجھوں گا کہ میرے لئے بھی اور اس ہاؤس کے لئے بھی یہ بہت بڑی خبر ہوگی اور پھر نتائج چھ چھ ماہ بعد ایک ایک سال بعد آتے ہیں۔ یہ کوتاہی کیوں ہوتی ہے؟ اس کا ذمہ دار کون ہے اس کی طرف توجہ کیوں نہیں دی جاتی۔ جناب سپیکر! اڑھائی سال گزر گئے ہیں لیکن بی ایڈ کے امتحانات ابھی

تک نہیں ہوئے ۔ اس نقصان کا ذمہ دار کون ہے اور اس کے ساتھ جو امتحانی مراکز میں اور اس سے پہلے جو کچھ ہوتا ہے۔ اپنے منظور نظر لوگوں کو پرچے پہلے بتا دیے جاتے ہیں، پرچے بک جاتے ہیں اور پھر سنٹر فروخت ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اخبارات میں آتا ہے کہ جس طرح بوٹی مافیا مہتمم پر اور سنٹر پر قبضہ کر لیتے ہیں ۔ پولیس ان کی حفاظت کے لئے باہر کھڑی ہوتی ہے اندر انہوں نے مہتمم کو دبا کر تمام معاملات درست کئے ہوتے ہیں ۔

جناب سپیکر! اس پر کئی بار بات ہوئی لیکن اس پر کنٹرول نہیں کیا جا سکا ۔اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے نوجوان جو بی اے اور ایم اے بھی کر لیتے ہیں لیکن انہیں انگریزی بولنا نہیں آتی اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں ان کی توجہ تعلیم پر نہیں ہوتی بلکہ وہ اس بات کے منتظر ہوتے ہیں کہ جب امتحان ہو گا تو ہم نقل کر لیں گے اور ہمارے فلاں فلاں دوست جو بہت طاقتور ہیں جو ہمیں نقل کروا دیں گے اور ہم پاس ہو جائیں گے۔

بدلنا ہے تو مے بدلو طریق مے کشی بدلو
وگرنہ ساغر و مینا بدل جانے سے کیا ہوگا

جناب سپیکر! ہمارے تعلیمی اداروں میں لیبارٹریز اور عمارات کا کیا حال ہے ؟میرے اپنے حلقے کے ایک سکول کی عمارت گر گئی اور تین چار بچے وہاں پر مر گئے ۔اسی طرح سے بے شمار عمارتوں کے متعلق محکمے کو لکھا گیا ہے کہ وہ مخدوش حالت میں ہیں، وہ گرنے والی ہیں لیکن ابھی تک ان کی اصلاح اور تعمیر کے لئے کوئی بندوبست نہیں کیا گیا ۔میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے کہوں گا کیونکہ پراچہ صاحب نے اس پر بڑی تفصیل سے بات کی ہے اس لئے میں اپنی بات مختصر کرتا جا رہا ہوں ۔آج چار سال بیت گئے ہیں کسی کالج ، کسی سکول میں لیبارٹریوں کے لئے کوئی سامان فراہم نہیں کیا گیا ۔آخر کیا وجہ ہے ؟کیا حکومت نہیں چاہتی کہ ہمارے طلبہ ایک اچھے سائنس دان بن سکیں ؟ جناب سپیکر! اس وقت کالجوں اور سکولوں کا جو ماحول ہے اس کی خرابی کا ذمہ دار کون ہے ؟اور اس کی اصلاح کے لئے کتنی کوشش کی گئی ہے ۔اساتذہ کے معاملات ہوں ،سٹوڈنٹ کے معاملات ہوں ،امتحانات کو کنٹرول کرنے کے معاملات ہوں اور اس کے علاوہ جو تربیت کے معاملات ہیں آج تک ان پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔اگر بنیادی طور پر ایک پیریڈ رکھ دیا جائے جس میں قرآن حکیم اور عقائد کی تعلیم دی جائے اور ان کے کردار

اور اصلاح و تعمیر کے لئے باقاعدہ ایک وقت مقرر کیا جائے تو اس سے بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔ جناب والا! ہمارے ملک میں مساجد موجود ہیں ان میں اگر پرائمری تعلیم تک کا سلسلہ شروع کر دیا جائے تو اس سے بلڈنگ کی بھی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس سے شرح خواندگی میں بھی بہت بڑا اضافہ ہو گا۔ جناب والا! تعلیمی نظام کی ان خامیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل کیا سوچتی ہے اور کیا اس کا رویہ ہے اور کیا اس کا رخ ہے؟ میں اس پر اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ

ہم وہ سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: ملک امان اللہ

ملک امان اللہ: جناب والا! میرے فاضل دوست نے ساغرو مینا کی بات کی ہے۔ فاضل رکن جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں میں ان کی خدمت میں ایک شعر عرض کرتا ہوں کہ

کسی کے آنے سے ساقی کے ہوش اڑے ہوئے ہیں
شراب سیخ پہ ڈالی کباب شیشے میں

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! فاضل رکن سے پوچھا جائے کہ کس نے ان کو شعر لکھ کر دیا ہے؟

جناب سپیکر: کوئی صاحب یہاں شعر کی تصحیح کرنے والے ہیں؟

آوازیں: قائد ایوان ہی اس کی تصحیح کریں گے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں قائد ایوان ہی اس کی تصحیح کر سکتے ہیں۔ (قہقہے)

وزیر اعلیٰ: نوابزادہ نصر اللہ خان اس معاملے میں بہتر رہیں گے۔ (قہقہے)

کسی کے آنے سے ساقی کے ایسے ہوش اڑے
شراب سیخ پہ ڈالی کباب شیشے میں

جناب سپیکر: اب شعر درست ہے۔ جناب ارشاد حسین سیٹھی!

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! تعلیم کے بارے میں جو رقم صوبہ پنجاب کے بجٹ

میں رکھی گئی بہت سے دوستوں نے اس پر اظہار خیال کر دیا ہے۔ میں صرف نکات کا نام لے کر ہی بات کروں گا۔ بامقصد تعلیم کے بارے میں بھی بات ہو گئی، ہمارے درمیان جو طبقاتی تفاوت ہے اس کے بارے میں بھی بات ہو گئی ، معیار تعلیم کا بھی تذکرہ ہو چکا ہے، نصاب تعلیم کے بارے میں کچھ تجاویز سامنے آگئیں، حصول تعلیم کے ذرائع کے بارے میں بھی بات ہو چکی ہے ، ٹیکنیکل تعلیم کا بھی ذکر ہو گیا ہے کہ اسے اس ملک میں فروغ دیا جانا چاہیے۔ اساتذہ کی تربیت کا بھی معقول انتظام ہونا چاہیے، شرح خواندگی کو بڑھانے کے لیے بھی بھرپور کوششیں ہونی چاہئیں۔ سکولوں میں اگر ہمارے وسائل کم ہیں تو ڈبل شفٹ کا نظام قائم کیا جانا چاہیے ،ان ٹرینڈ ٹیچرز جو امتحان سے محروم ہیں ان کو بھی مواقع میسر آنے چاہئیں۔ پابندی ملازمت ختم ہونے کے بعد بے روزگاروں کوروزگار کے مواقع میسر آنے چاہئیں۔ یہ تمام نکات میں سمجھتا ہوں کہ زیر بحث آچکے ہیں۔ مجھے یہاں صرف معیار تعلیم جو اب تک چل رہا ہے اس کے متعلق چند ایک باتیں آج اپنے ان دوستوں کے سامنے کہنی ہیں کہ ہم یہاں بیٹھ کر اس بات کا تذکرہ تو کرتے ہیں کہ دیہات کی 80 فیصد آبادی کو تعلیمی سہولتیں میسر نہیں ہیں۔ وہ روشنی میسر نہیں ہے جو آدمی کو انسان بناتی ہے۔ میں یہاں پر صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے کے بعد وہ سیاست دان کس تعلیم نے پیدا کیا؟ کیا یہ تعلیم جن لوگوں نے حاصل کی اس تعلیم نے سیاست دان کو یہ سکھایا کہ جب تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک ذمہ دار شخص بن کر اس ایوان میں پہنچے تواس تعلیم کو صرف اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرے۔ وہ خود غرض بن کر سوچے اوراس کے ذہن میں کبھی یہ خیال نہ آیا ہو کہ میرے حلقے کے لوگوں کو تعلیم سے محروم کیوں رکھا گیا ہے ، میں نے اس کے لیے اس کا کیاتدارک کرنا ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس تعلیم کوحاصل کرنے کے بعد آج مختلف دفاتر میں جو پڑھے لکھے لوگ بیٹھے ہیں وہ بیوروکریٹ جنہوں نے آج انسانوں سے اپنا رشتہ ناتا توڑ لیا ہے آج جی او آر نمبرا میں کوئی ایک شداد بیٹھا ہے اور جی او آر IIامیں کوئی ہامان بیٹھا ہے اور جی اور آر IIIامیں فرعون بیٹھا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کس ماں نے ان کو جنا ہے ؟کیا وہ اس معاشرے کی پاکیزہ اور محترم ماں نہ تھی کہ جس نے اس کو یہ سبق سکھایا تھا کہ جب تم اپنے آپ کو اس تعلیم کے زیور سے آراستہ کر لوگے توتم انسانیت کی خدمت کرو گے۔ کیاآج عوام کے لیے دروازے بند کر لینے کا

ان کے پاس یہ جواز ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔؟ کیا یہ انسان کو شیطانی ہنر اس تعلیم نے سکھائے ہیں؟ ان کو یہ تعلیم ان مکاتب فکر سے ملی ہے ۔ میں یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ انسانیت کی خدمت کے لیے آپ کسی بھی دفتر میں چلے جائیں کہیں راشی افسر بیٹھا ہے اور کہیں دوسرا بیٹھا ہے ۔ کیا اس نصاب تعلیم میں کسی بھی جگہ یہ لکھا ہے کہ یہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد تم رشوت لو گے ۔ تم بے گناہوں کا خون چوسو گے ۔ کیا موجودہ نصاب تعلیم کو پڑھنے کے بعد اس کو یہ حق ملتا ہے کہ وہ کسی بھائی کا ناجائز خون کرے یا کسی کے حقوق پر ڈاکہ ڈالے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسی بات ہرگز نہیں ہے ۔ اس نصاب تعلیم نے بھی ان انسانوں کو بہت کچھ دیا ہے ۔ جو واقعی انسانیت کا درد رکھتے ہیں ۔ آج ہمارے دوست یہاں بیٹھ کر اپنے اپنے مسائل کی بات کرتے ہیں۔ان کے دل میں درد اور خلوص کی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے اور میں انشاء اللہ یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ درد بھی ان کو اسی نصاب تعلیم نے دیا ہے ۔ بات صرف اتنی ہے کہ کوئی اس کا استعمال کیسے کرتا ہے ؟ اچھا کرتا ہے یا برا کرتا ہے ۔ تلوار کا کام کاٹنا ہے ، خربوزہ چھری پر گرتا ہے تو بھی خربوزہ ہی کٹتا ہے اور اگر چھری خربوزے پر گرے تب بھی وہ کٹے گا ۔ اس لیے جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ آج ہمارے جو وسائل ہیں بلا شبہ ان کو بڑھایا جانا چاہیے اور اس کا بہتر استعمال بھی ہونا چاہیے ۔ وہ لوگ جو آج تعلیم کے شعبے میں بیٹھ کر بھی لوگوں کو حقوق سے محروم کر رہے ہیں وہ ان وسائل کو ناجائز استعمال کر رہے ہیں ۔ جناب سپیکر! اگر ان ہاتھوں کو روک دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی "ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی "حقیقت یہ ہے کہ آج بھی کسی نصاب تعلیم کو پڑھنے کے بعد ہمارے بہت سے ایسے دوست سیاست دان ، تاجر اساتذہ اور اسی طرح سے بیوروکریٹ اور پولیس افسران بھی ایسے ہیں جو درد دل رکھتے ہیں۔ مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اکثریت نے اس ماحول کو اور ان کی حقیقت کو ، ان کی اہمیت کو نمایاں نہیں ہونے دیا۔ میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے جناب سپیکر! یہ کہوں گا کہ نصاب تعلیم جیسا بھی ہے اس میں جس قدر بھی اصلاح کی گنجائش موجود ہے۔ یہ ایوان مل بیٹھ کر اس کی خرابیوں کو دور کر سکتا ہے اور یہ قدم اٹھایا جانا چاہیے اور صرف یہی نہیں کہ مخالفت برائے مخالفت میں بات کردی جائے ۔ مخالفت برائے اصلاح کی جب بات کی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ جناب قائد ایوان کو اور معزز

ممبران کو بھی دلچسپی ہونی چاہیے کہ یہاں ہم اپنی کاوش سے اس نظام تعلیم کے بگڑے ہوئے ماحول کو بدل سکتے ہیں۔ ضرور یہ کوشش کی جانی چاہیے۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب سپیکر: سردار عاشق حسین گوپانگ! پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا! ابھی چند لمحے پہلے میرے محترم بھائی نے اس انداز میں کچھ الفاظ استعمال کیے ہیں جو کہ ایک اچھے پارلیمنٹیرین کے شایان شان نہیں ہیں۔ ہم تنقید ضرور کریں لیکن کسی بھی طبقے کی بے عزتی کا پہلو نہیں نکلنا چاہیے۔ یا ہمیں ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں جو تہذیب کے دائرے میں نہ آتے ہوں۔ میں آپ کے توسط سے اپنے محترم بھائی کی خدمت میں یہ استدعا کروں گا کہ ہمیں اس ہاؤس کے تقدس کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی زبان شائستہ رکھنی چاہیے اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے محترم بھائی آئندہ احتیاط فرمائیں گے۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: اور کوئی صاحب بات کرنا چاہیں گے؟ ڈاکٹر صاحب! آپ بھی بات کرنا چاہتے ہیں پھر تو آج صرف ایجوکیشن ہی ہو گی۔

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر: میں صرف دو منٹ میں بات ختم کر لوں گا۔

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر: جناب والا! نظام تعلیم کے حوالے سے اس پر بہت ساری گفتگو ہوئی ہے۔ میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہ سسٹم جسے چلانے کے ذمہ دار یہ افسران ہیں، پولیس میں، جنرل ایڈمنسٹریشن میں، تعلیم میں اور دیگر محکمہ جات میں افسران اور دیگر اہلکاران ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میں نے ابھی دیکھا ہے کہ آپ تو اس کے محرک بھی نہیں ہیں۔ پھر آپ کیسے اس پر بات کر سکتے ہیں۔ آپ تو ڈاکٹر صاحب اس کے محرک نہیں ہیں۔ اس لیے یہ تو پھر endless سلسلہ ہو جائے گا۔

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر: میں دو منٹ میں اپنی بات ختم کر لوں گا۔

جناب سپیکر: جی ڈاکٹر صاحب! شکریہ۔ میرے بھائی آپ اس پر بات نہیں کر سکتے اس لیے

کہ آپ اس کے محرک نہیں ہیں۔ اصغر علی گجر اور جناب اسلم کائرہ اگر چاہیں تو وہ اس پر بات کر سکتے ہیں وہ اس کے محرک ہیں۔ تو اسی طرح یہ مطالبات زر لے لیے جائیں۔ پھر وزیر تعلیم اکٹھا ہی اس کا جواب دے لیں گے۔ کیا خیال ہے؟ دوسری کٹ موشن رانا اکرام ربانی، سید چراغ اکبر شاہ، ملک اقبال احمد خان لنگڑیال، رانا ثناء اللہ خان، جناب غلام سرور خان اور نوابزادہ منصور احمد خان کی طرف سے ہے۔ اسے کون صاحب پیش کریں گے۔ غلام سرور خان پیش کریں گے۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:۔

"کہ 12ارب11 کروڑ 70لاکھ 29ہزار 200روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان مطالبہ زر نمبر 15 تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

مسئلہ جسے زیر بحث لانا مقصود ہے اس حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے جس کے تحت محکمہ تعلیم مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکام اور شرح تعلیم کے اضافہ میں ناکام رہا۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:۔

"کہ 12ارب11 کروڑ 70لاکھ 29ہزار 200روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان مطالبہ زر نمبر 15 تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

MINISTER FOR EDUCATION: I oppose it. Sir,

جناب سپیکر: وزیر تعلیم اس کو oppose کرتے ہیں۔ جناب غلام سرور خان! آپ اس پر بات شروع کریں گے؟

جناب غلام سرور خان: شکریہ جناب سپیکر! مطالبہ زر نمبر 15 جو کہ محکمہ تعلیم سے متعلقہ ہے اور جس میں ایک بھاری رقم 12ارب11 کروڑ 70لاکھ 29ہزار 200روپے کا مطالبہ زر رکھا گیا ہے۔ جناب والا! محکمہ تعلیم کے بارے میں مجھ سے پہلے میرے فاضل دوستوں نے کھل کر اظہار خیال کیا ہے اور جائز اور تعمیری تنقید کی ہے۔ جناب سپیکر! میں بھی اختصار کے ساتھ اپنی چند گزارشات محکمہ تعلیم کی اصلاح کے لیے پیش کرنا چاہوں گا۔ جناب سپیکر! موجودہ

دور سائنسی دور ہے اور اس موجودہ دور میں کوئی بھی قوم یا ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک وہ جدید طریقہ تعلیم نہیں اپناتا۔ جناب سپیکر! بدقسمتی سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ان 45 سالوں میں بھی ہم محکمہ تعلیم میں یا شرح خواندگی میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ لا سکے۔ پرائمری کی سطح پر بحث کے موقع پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ صرف پچاس فیصد لڑکے اور لڑکیاں پرائمری تک تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری استدعا ہے کہ جس طرح اس ملک میں زرعی پالیسی دی گئی ہے صحت کی پالیسی دی گئی ہے، لیبر پالیسی دی گئی ہے اس طرز پر ہمارے ملک کے دانشور اکٹھے ہوں، ہمارے تعلیمی ماہرین سر جوڑ کر بیٹھیں اور معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے کوئی پالیسی ترتیب دیں۔ نصاب تعلیم کو بہتر کرنے کے لیے کوئی پالیسی بنائیں۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں جو بھی کمیٹی بنائی جائے میرے خیال کے مطابق اس ملک میں اساتذہ کی جو بھی تنظیمیں ہیں ان کمیٹیوں میں اساتذہ تنظیموں کی بھی نمائندگی ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! کسی قوم کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے اس قوم کے معمار جو کہ اس قوم کی تعلیم و تربیت اور اس قوم کی نشوونما میں مدد کرتے ہیں ان کا معیار زندگی بھی بلند ہونا چاہیے۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ گزشتہ سال بھی ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی طرز پر ایک ٹیچر فاؤنڈیشن کی طرز پر ایک ٹیچر فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی گئی۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ٹیچر فاؤنڈیشن کے لیے فنڈز بہت کم رکھے گئے۔ اس سلسلے میں مناسب ہو گا کہ فوجی فاؤنڈیشن کی طرز پر، ہیلتھ فاؤنڈیشن کی طرز پر یا ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی طرز پر ٹیچر فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی جائے اور ٹیچرز کی فلاح و بہبود کے لیے اتنی ہی رقومات کا بندوبست کیا جائے۔

جناب سپیکر! ہمارے صوبے میں پی ٹی سی اساتذہ کو ساتواں سکیل دیا جاتا ہے اور سی ٹی اساتذہ کو نواں سکیل دیا جاتا ہے۔ جب کہ وفاقی حکومت اسی تعلیمی قابلیت پر پی ٹی سی ٹیچروں کو نواں سکیل دیتی ہے اور سی ٹی ٹیچرز کو چودھواں سکیل دیا جاتا ہے۔ ایک ہی ملک میں اس قسم کی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ میری استدعا ہو گی کہ اساتذہ کا معیار زندگی بلند کرنے کے لیے وفاقی طرز پر پی ٹی سی اساتذہ کو بھی نواں سکیل اور سی ٹی اساتذہ کو چودھواں سکیل دیا جائے۔

جناب سپیکر! محکمہ تعلیم میں بھرتیوں پر جو پابندی ہے اس پر جناب فرید پراچہ کھل

کر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ آج قائد ایوان اتفاق سے یا خوش قسمتی سے معزز ایوان میں تشریف فرما ہیں۔ میں انھیں یہ کہنا چاہوں گا کہ انھوں نے نے تو محکمہ تعلیم پر پابندی لگا کر ، بھرتیوں پر پابندی لگا کر Over draft جو 300 کروڑ روپے کا بنتا تھا وہ تو کم کر لیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ محکمہ تعلیم کی تباہی اور بربادی کی بنیاد بھی رکھ دی ہے۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت کو بر سر اقتدار آئے ہوئے تقریباً پونے دو سال ہو چکے ہیں۔ان پونے دو سالوں میں بدستور محکمہ تعلیم میں بھرتیوں پر پابندی ہے۔پنجاب میں سینکڑوں سکول بند پڑے ہوئے ہیں۔میرے حلقے میں بھی درجنوں سکولوں کو تالے لگے ہوئے ہیں ۔ban پر پابندی تو ختم کر دی گئی ہے لیکن آج تک متعلقہ محکموں کے پاس نوٹیفکیشن نہیں پہنچا اور جو Recruitment Committees بنائی جانی تھیں ان کے نوٹیفکیشن کے لئے بھی سمریاں جناب وزیر اعلیٰ کے پاس موجود ہیں۔میری ان اسے استدعا ہو گی کہ اس تعلیمی بحران پر قابو پانے کے لئے تعطیلات کے دوران ہی ban پر پابندی ختم کی جائے اور چھٹیوں کے دوران ہی بھرتیاں مکمل کی جائیں۔

جناب سپیکر! یہ کہا جاتا ہے ،یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس ملک کی ستر فیصد آبادی دیہاتوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ دیہاتی تعلیم کے لئے بھی خصوصی توجہ ہونی چاہئے۔ میری یہ گزارش ہے کہ موجودہ Social Action Programme میں موجودہ حکومت نے پرائمری تعلیم کے لئے معقول فنڈ مختص کئے ہیں لیکن مڈل اور ثانوی تعلیم کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔جناب وزیر اعلیٰ اور وزیر تعلیم سے میری استدعا ہو گی کہ چھٹے پنج سالہ منصوبے کے مطابق ہر اس گاؤں میں جو کہ مردم شماری کے مطابق ایک ہزار کی آبادی رکھتا ہو ایک پرائمری سکول ہونا چاہئے اور اسی طرح ہر یونین کونسل میں بچیوں اور چوں کہ کم از کم ایک ایک مڈل سکول اور ایک ایک ہائی سکول کے لئے بھی فنڈ مختص ہونے چاہئیں۔ٹھیک ہے کہ موجودہ حکومت نے جو فنڈز محکمہ تعلیم کی ترقی یا تعلیمی معیار کو بڑھانے کے لئے مختص کئے ہیں وہ نہایت ہی معقول ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ صوبے کے بجٹ میں سب سے زیادہ فنڈ تعلیم ہی کے لئے مختص کئے گئے ہیں ۔لیکن میں پھر بھی کہوں گا کہ ہمارا ملک اور بالخصوص ہمارا صوبہ تیسری دنیا کے ان تمام ممالک سے تعلیمی لحاظ سے پسماندہ ہے۔تعلیم کے فروغ کے لئے مزید فنڈ مختص کئے جائیں۔

جناب سپیکر :اور کوئی صاحب اس پر اظہار خیال کرنا چاہیں گے ؟

رانا اکرام ربانی :میں کوشش کروں گا کہ وقت کی قلت کے پیش نظر مختصر طور پر اپنی گزارشات پیش کروں۔

جناب سپیکر :رانا اکرام ربانی خاں

رانا اکرام ربانی :جناب سپیکر !تعلیم کا شعبہ جس اہمیت کا حامل ہونا چاہیئے ،میرے دوستوں نے بڑی تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے لیکن میں facts and figures کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ موجودہ حکومت کے نزدیک اس شعبے کو وہ اہمیت نہیں دی جارہی جس قدر اہمیت کا حامل یہ شعبہ ہے ۔ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ علم حاصل کرو چاہے تمہیں اس کے لئے چین تک جانا پڑے ۔لیکن ہمارے ہاں صورتحال اس سے بالکل مختلف ہے۔ ہر سال کروڑوں اربوں روپے اس مد ات میں دئے جاتے ہیں ۔جناب سپیکر!میں نے کل بھی حوالہ دیا تھا۔ورلڈ بنک کی ایک رپورٹ ہے ۔رپورٹ نمبر 9283 پاکستان کے بارے میں ہے ۔یہ 22 مارچ 1991ء کو شائع ہوئی تھی جس میں outlines دی گئی ہیں جس کی روشنی میں انہوں نے اپنا یہ سارا سسٹم مرتب کرنے کا تاثر دینے کی کوشش کی ہے ۔جناب سپیکر!اس وقت جو صورتحال ہے ہر سال جو فنڈ مختص ہوتے ہیں لیکن غیر ترقیاتی فنڈز ہر سال ضمنی بجٹ میں ،سالانہ بجٹ میں پہلے کی نسبت بڑھا دیے جاتے ہیں ۔لیکن یہ ایک ایسا بد قسمت شعبہ ہے کہ اس میں ہر سال فنڈز کی under utilization ہوتی ہے ۔1984-85ء میں پانچ کروڑ ،1986-87ء میں چودہ کروڑ 1987-88ء میں 53کروڑ اور یہ under utilization اس وقت ہو رہی ہے جس وقت ہماری eligible population کا صرف 1.8فی صد پرائمری سکول میں جاتا ہے اور 0.7فی صد ہائی لیول تک جاتا ہے جن کہ اس میں بھی پرائیوٹ سیکٹر کی contribution شامل ہے۔

جناب والا!یہاں امتحانی نظام کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا۔اس وقت صوبہ پنجاب میں آٹھ تعلیمی بورڈ ہیں جن میں چھ سو کے قریب ملازمین ہیں ۔ان میں تین کلیدی اسامیاں ہوتی ہیں :چیئرمین،سیکرٹری اور کنٹرولر ۔بورڈ کے ملازمین کے اوپر یہ ایک threat رہتی ہے کہ ان تین کلیدی اسامیوں پر ہمیشہ باہر سے ملازم بھیجے جاتے ہیں اور اس بورڈ میں کام کرنے والوں کے پاس

کوئی incentive نہیں ہے جس کے ذریعے وہ اپنی کارکردگی کو بہتر بنا سکیں۔یہ قدرتی امر ہے کہ جس وقت ان کی working کی appreciation نہیں ہوگی ،ان کے سامنے کوئی واضح اور بہتر مستقبل نہیں ہوگا تو انہیں کیا ضرورت ہے ؟جناب سپیکر!یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ پھر اپنی ڈیوٹی سے لاپرواہی برتیں گے جس کے نتیجے میں ہمارا امتحانی نظام اس موجودہ سطح تک پہنچ چکا ہے۔ جناب سپیکر! اعداد وشمار کے حساب سے ہمارے صوبے میں اس وقت پچاس ہزار سے زائد پرائمر ی اور دوسرے سکول ہیں لیکن ان میں سے پرائمری سکولوں کی اکثریت بد قسمتی سے زمینداروں کے اور زیادہ بد قسمتی سے عوامی نمائندوں کے ڈیروں کے طور پر استعمال ہو رہی ہے اور دو ہزار سے زائد سکول ایسے ہیں کہ جن میں طلبہ کی تعداد دس سے بھی کم ہے جو feasible ہی نہیں ہے اور ٹیچرز کی تعداد طلبہ سے زیادہ رکھی گئی ہے۔اس سارے سسٹم کے نتیجے میں میٹرک میں پچاس فی صد سے کم ،انٹرمیڈیٹ میں تیس فیصد سے کم اور ڈگری میں بیس فی صد سے کم طلبہ پاس ہوتے ہیں۔وہ بھی اس صورت میں کہ جس وقت ٹیوشن کا ایک متوازی نظام سکولوں اور کالجوں کے مقابلے میں ان کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو۔ان کی contribution کی وجہ سے یہ نتائج سامنے آرہے ہیں۔

جناب سپیکر!میٹرک ، ایف اے اور بی اے تک امتحانات لینے کا سلسلہ بھی اپنی جگہ پر بہت بڑا ہے۔لیکن جس وقت یہی سلسلہ پیشہ وارانہ ڈگریوں میں ، میڈیکل میں ،لاء میں اور کامرس کی ڈگریوں میں بھی چلے گا تو ہماری ان ڈگریوں کی value پاکستان سے باہر کیا ہو گی اور اس اعتبار سے ہمارے ملک کا تاثر کیا ہو گا۔اور جب وہ تاثر ہو گا تو پھر ہم کیسے امید رکھیں گے کہ یہاں پر جو سوشل ایکشن پروگرام کے لئے ایک ڈرامہ کیا گیا ہے جب ہم ان کی شرائط ان facts and figures کے لحاظ سے پوری نہیں کر سکیں گے تو پھر ہمیں کہاں سے یہ ایڈ مل سکے گی ؟جناب والا!سکے سے زیادہ دخل جس چیز کا امتحانی نظام میں ہو سکتا ہے وہ سیاسی جماعتوں کا دخل ہے۔تعلیمی اداروں میں جو طلبہ تنظیمیں ہیں ،فیل ہوں یا پاس ، دس دس سال سے مسلسل وہ طالب علم لیڈر ہیں۔اس ہاؤس میں آجائیں۔بوڑھے ہو کر آرہے ہیں لیکن ابھی تک وہ اپنی اپنی سیاسی تنظیموں کے لیڈر ہیں اور ان کی قیادت میں وہ تنظیمیں پیشہ ور ڈاکوؤں کا روپ اختیار کر چکی ہیں۔ہمارا نظام تعلیم مستقبل کے لئے معمار پیدا کرنے کی بجائے منظم ڈاکوؤں کا ایک گروہ پیدا کر

رہا ہے۔ پھر اس کے بعد اس محکمے والوں کو پاس کیا Justification رہ جاتی ہے کہ اتنی خطیر رقم حکومت کے خزانے سے اور عوام کے خون پسینے کی کمائی سے وہ claim کریں۔ کرپشن، غبن اور خرد برد یہ وہ الفاظ ہیں جناب سپیکر! جو ضابطہ فوجداری میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس سے بڑی ہماری بد قسمتی اور کیا ہو گی کہ سکولز، کالجز اور پنجاب یونیورسٹی بد عنوانیوں، بے قاعدگیوں، پیسے کے ناجائز استعمال کا بہت بڑا اڈہ بن چکے ہیں۔ مجھے یاد ہے ہم سینیٹ کی میٹنگ میں گئے۔ میں نے گورنر کی بے کسی دیکھی میں نے ان کی بے بسی دیکھی۔ سینیٹ کے اساتذہ کی بے بسی دیکھی، وہاں کے طلبہ کی بے بسی دیکھی لیکن ہماری جو سیاسی تنظیمیں ہیں اس ایوان میں اور اس ایوان سے باہر پاکستان کی قسمت کو بدلنے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ لیکن ہوتا کیا ہے کہ ان کے جو اپنے گماشتے ہیں وہ دس دس سال سے پنجاب یونیورسٹی کے ہوسٹلز میں مقیم ہیں اور ان کو کوئی وہاں سے نکالنے والا کوئی نہیں ہے۔ اب انہیں اخلاقی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیئے۔ میں ان کے نتیجے میں ایک اور چیز یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ لاہور بورڈ میں تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ وہاں پر جو نئے سیکرٹری صاحب لگائے گئے ہیں امتحان کے بارے میں ان کے خلاف بورڈ کے چیئرمین نے یہ لکھا کہ یہ شخص امتحان سے متعلقہ کسی ڈیوٹی کے قابل نہیں ہے۔ اور اس کو لاہور بورڈ کا سیکرٹری لگا دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! اس سے بڑی بے بسی اور بے کسی ہمارے محکموں کی اور کیا ہو گی؟ مجھے یقین ہے کہ یہ احکامات بادشاہی انہوں نے خود جاری کئے ہوں گے یا ان کے کراؤن پرنس نے جاری کئے ہوں گے۔ اخبار والا کچھ لکھ دے تو سارے ایوان کا استحقاق مجروح ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اوپر سے احکامات آتے ہیں تو کسی وزیر کو پتا بھی نہیں ہوتا۔ میں آج پھر انڈیا کے ساتھ comparison کرنا چاہوں گا کہ 1970ء میں انڈیا کے پرائمری سکولوں میں جو Eligible population تھی اس کا 74 فی صد سکولوں میں جاتا تھا اور 1988ء میں یہ بڑھ کر 99 فی صد ہو گیا۔ جبکہ پاکستان میں 1970ء میں بھی 40 فی صد بچے سکولوں میں جاتے تھے اور آج بھی وہی percentage ہے یہ اسی رپورٹ کے حوالے سے عالمی اداروں میں جو پاکستان کے ایجوکیشن سسٹم پر ریمارکس دیئے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ موجودہ تعلیمی نظام، موجودہ تعلیمی معیار اور شرح خواندگی یہی رہی تو مستقبل میں اس کے over all جو impact پڑے گا وہ میں عرض کرتا ہوں۔

"The present pace is so slow as to constitute a serious threat to sustainable ecocomic growth ....."

اور اس کی جو انہوں نے reason دی ہیں poor quality of , ... schoolig, poor teaching ,poor quality of text books. غبن نکال کے mis-appropriation ادھر رکھ کر ترقی پزیر ممالک کے لئے انہوں نے جو اخراجات کی حد رکھی ہے وہ 0.10ڈالر فی طالب علم ہے۔ جبکہ recommended target پانچ ڈالر تک ہے لیکن پاکستان کے لئے خاص طور پر کیا ہے۔ یہاں پر وزیر خزانہ صاحب موجود نہیں ہیں انہوں نے ایک بڑی خوبصورت تقریر میں بڑی خوبصورت پکچر پیش کی تھی۔ لیکن پاکستان کے معاشی حالات کی وجہ سے انہوں نے جو recommended 5 ڈالر سے کم کر کے پاکستان میں اگر اڑھائی ڈالر بھی اگر ایک طالب علم پر سالانہ خرچ کر دئے جائیں تو ان کی economy کے حساب سے یہ بھی بہت اچھا ہے۔ جناب سپیکر! ایک اور بڑی اہم چیز عرض کرتا ہوں کہ یہاں پر لائبریریز کے بارے میں اتنا ignore کیا گیا ہے کہ وہ جب تک کسی تعلیمی ادارے میں ایک اچھی لائبریری موجود نہیں ہوگی لائبریری کا ایک پورا سسٹم education academic کے ساتھ پینل موجود نہیں ہوگا اس وقت تک ہماری تعلیم کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اور اس سارے نظام میں لائبریرین کو جو اہمیت حاصل ہے اور ان کے مطالبات کے بارے میں اس لئے غور نہیں کیا جاتا کہ وہ ہڑتالیں نہیں کر سکتے وہ فلاسفی جو مال روڈ پر آ کر ٹائر نہ جلائے اس کی بات سننے کا ہمارے یہاں رواج نہیں ہے۔ پھر اور پرانی یادیں جو میوزیم کے طور پر ہونی چاہیے تھیں قائد اعظم کے ڈی جی جو ایک ریٹائر ائر کموڈور ہیں جو عمر کے اس حصے میں ہیں کہ انہیں یہاں پر ایک لوٹا، ایک مصلا اور ایک تسبیح دے دی جائے لیکن بجائے اس کے کہ وہ کانپتی ٹانگوں اور کانپتے ہاتھوں سے ابھی تک اس پورے لائبریری کے سسٹم پر مسلط ہے۔

جناب سپیکر! یہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے کسی نے اس طرف توجہ نہیں دی ہو گی۔ لیکن سوال صرف یہ ہے کہ جس وقت حکمرانوں کے سامنے زندگی کا مقصد ہی ایک ہو کہ اپنی حکومت کو برقرار رکھنا، اس ملک کے خزانے کو لوٹنا اور اس حد تک لوٹنا کہ جہاں تک اس پنجاب

کے عوام کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے۔جناب سپیکر!1971ء میں National Committee For Examination بنائی گئی۔ان کی سفارشات لی جاسکتی ہیں۔1972ء میں نیشنل ایجوکیشن پالیسی بنائی گئی۔تمام بورڈز کے چیئر مینوں کے ایک سب کمیٹی کی سفارشات آئیں۔پھر ہم نے بھاری اخراجات پر ایک ڈاکٹر جان ایس ہیلسٹ Advisor For Education Texas, United States Of America سے Imort کئے اس کی رپورٹ پڑھی ہو گی مسٹر جے ڈکن Advisor From British Council United Kingdom کی رپورٹ پڑھی ہو گی۔لیکن جناب سپیکر! بات پھر وہیں آ جاتی ہے کہ ان رپورٹوں کو پڑھنے کے لئے وقت کس کے پاس ہے۔جب مال بنانے کی طرف توجہ ہو اور بے کسی اور بے بسی کا یہ عالم ہو کہ کل میں نے ایک کٹوتی کی تحریک پر ایک نااہل بد عنوان ڈاکٹر کی تعیناتی کا ذکر کیا لیکن اتنی ہمت نہیں ہو سکی کہ بادشاہ سلامت کے ان احکامات کا بھی ذکر کر دیتے کہ ہاں ہم آئندہ کوشش کریں گے کہ اس قسم کے واقعات ہمارے محکمہ جات میں نہ ہوں۔یہ میرے پاس ایک فارم پر دو نام ہیں۔دو مختلف تصاویر ہیں۔ نام ایک ہے ولدیت ایک ہے رجسٹریشن نمبر ایک ہے۔یہ اس سے بڑی تعلیمی نظام میں اور کیا خرابی ہو سکتی ہے کہ جب اس قسم کا کوئی کیس پکڑا جاتا ہے اور اس میں حکومت سے متعلقہ تنظیم کا ایک طالب علم جیالا موجود ہوتا ہے۔منسٹر ہاؤس، چیف منسٹر ہاؤس اور بعض کیسوں میں گورنر ہاؤس سے ٹیلیفون کھڑکنے شروع ہو جاتے ہیں کہ جناب سپیکر!یہ محکمہ تعلیم کو کہا جائے اس سارے سلسلے کو یہیں پر دبا دیں کیونکہ ان کے خلاف اگر کالج کے اندر disciplinary action ہو گا تو یہ کالج کے باہر ہنگامے کریں گے۔ جناب سپیکر!اگر کالج کے باہر ہنگامہ روکنا ہے جو ہماری مجبوری بن چکی ہے اور گورنمنٹ جو اپنی کمزوریوں کی وجہ سے بلیک میلنگ کا شکار ہو رہی ہے تو پھر تعلیمی اداروں کے اندر سکون نہیں رہ سکتا۔یہاں میں ایک بے بس کی تصویر پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک سارک کانفرنس کے لئے پنجاب گورنمنٹ نے اپنا ایک نمائندہ بھیجنا تھا اس کے لئے نام مانگے گئے منسٹر صاحب نے ایک شخص کا نام انتخاب کر کے بھجوا دیا۔اس کے بعد یہ فائل واپس آ گئی کہ اس پر آپ کے علاوہ چیف منسٹر صاحب کی بھی منظوری چاہیے لیکن اس سے پہلے کہ یہ process complete کیا جاتا محکمہ تعلیم کو یہ اطلاع ملی کہ صوبہ پنجاب کے کوٹہ سے ایک شخص کو خود ہی نامزد کر کے سارک

کانفرنس میں بھیج دیا گیا ہے۔جناب سپیکر!اس کے بعد یہ پیپرز ہیں یہ میرے پاس ہیں یہ میرے ہونے نہیں چاہئیں لیکن یہ ہمارے بورڈ examination system اور بعض حکومتی ارکان کی دلچسپی کی وجہ سے یہ ان دفاتر سے باہر آئے اور ان کیسوں میں ہمیں مجبور کیا گیا کہ اس شخص کو re-numbring کر کے پاس کر دیا جائے۔جناب سپیکر!ایک اور عرض کرتا ہوں کہ چیف منسٹر سیکرٹریٹ کی طرف سے ایک چٹھی 13-03-91 کو جاری ہوتی ہے۔Educatoin Foundation بنائی گئی شنید نوید اور کیا کیا خبریں دی گئیں کہ اس صوبے میں ہم تعلیم کو بہت اونچی سطح پر لے جائیں گے۔لیکن ہو کیا رہا ہے جناب سپیکر!

"On presentation of enclosed application, the Chief Minister has been pleased to approve the allotment of a room in Government Islamia High School in favour of Muhammad Nawaz as per policy."

ایک سکول ہے اور 47ء سے وہ چل رہا ہے۔اچانک وہ شخص جو ہمارے موجودہ وزیر اعلیٰ ہیں ان کے پاس پہنچتا ہے جو کہ اس وقت ایم این اے تھے 6-6-88 کو وہ application recommend کر کے دیتے ہیں۔ اس وقت اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا لیکن جس وقت انہیں اختیارات ملے تو سب سے پہلے انہوں نے اس کا استعمال یہ کیا کہ ایک regular school کا کمرہ اس بندے کے نام پر الاٹ کر دیا ہے اس نے اس کمرے پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ بچے جو زیر تعلیم تھے اب وہ اس کے صحن میں درخت کے نیچے زیر تعلیم ہیں۔جس وقت ہمارے قول و فعل کا یہ تضاد ہوگا جس وقت ہم کہیں گے کچھ اور کریں گے کچھ پھر اس کے بعد کون کرے گا ہماری باتوں کا اعتبار؟ہماری تو مجبوری ہے کہ ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے لیکن میں یہاں خاص طور پر پھر Social Action Programme کا ذکر کروں گا کہ جس وقت وہ Social Action Programme پر عمل درآمد کی رفتار کا جائزہ لینے کے لئے آئیں گے تو اس وقت انہیں معلوم ہوگا پنجاب کے محترم وزیر اعلیٰ جو ہیں وہ اتنے فراخدل ہیں کہ سکول کے کمرے اپنے دوستوں کو الاٹ کرنے سے باز نہیں آئے۔جناب سپیکر! ابھی کل پریس کلب میں پاکستان پیپلز پارٹی کے بارے بڑی لمبی چوڑی چارج شیٹ پیش کی گئی۔یہ ان کا استحقاق ہے کہ 72-1971ء

میں جو کچھ ہوتا رہا وہ اسے اس طرح بیان کریں ،بڑھا چڑھا کر بیان کریں اور ان کی اہلیت ،قابلیت غالباً اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔جہاں تک اختیارات کا تعلق ہے ۔وزیر اعظم صاحب اختیارات استعمال کرتے ہیں ۔چیف سیکرٹری صاحب اور آئی جی صاحب کو ڈائریکٹ آرڈر آ جاتے ہیں جب وہاں پر اختیار نہیں چلتا تو پھر جھنجھلاہٹ ہوتی ہے اس کی outlet جو ہوتی ہے وہ پیپلز پارٹی پر استعمال کی جاتی ہے لیکن مجھے خوشی ہے۔میں آج اسے 1977,1970 کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں ۔1977ء میں پیپلز پارٹی کی قانونی حکومت کو اس بنیاد پر نکالا گیا کہ یہ لوگ اسلامی تعلیمات سے نئی نسل کو دور کر رہے ہیں۔یہ جماعت پاکستان کے اغراض و مقاصد سے نئی نسل کو گمراہ کر رہے ہیں۔انہوں نے پوری نسل کو اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے اور اس نسل کو آج کے وزیر اعلیٰ جو ماضی میں وزیر تعلیم بھی رہے ہیں ان کا دست شفقت بھی حاصل رہا ہے وہ بچے جو ان کے حوالے کر دیئے گئے وہ نسل جو انہوں نے اپنے دست شفقت میں لے لی ،اپنے سائے میں لے لی کہ ہم انہیں بہتر مسلمان اور بہتر پاکستانی بنائیں گے۔وہ ان کے سامنے گریجویٹ ہو گئے ،وہ ان کی نگرانی میں پوسٹ گریجویٹ ہو گئے اور جس وقت وہ Public Service Commision میں ہو جاتے ہیں تو ان کی قابلیت کا اندازہ یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کو کیا بنایا ہے؟چودہ پندرہ سال یہ ایوان جب منتخب نمائندوں کے لئے ایک بند جگہ قرار دیے گئے ،جس وقت ہم عوامی حقوق کے لئے سڑکوں پر مار کھا رہے تھے اس وقت بہت سے لوگ جو آج مختلف بولیاں بولتے ہیں وہ اس دور کو ایک مکمل اور اسلامی دور کہتے رہے اور جب ان کے اسلامی دور کے نتیجے میں آج ایک بی اے پاس ،ایم اے پاس بچے سے پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان میں قبلے کا رخ کس طرف ہے ؟وہ کہتا ہے مشرق کی طرف ۔یہ مسلمان پیدا کئے ہیں ۔1977ء سے جن کو ٹیک اوور کیا تھا۔اس سے پوچھا جاتا ہے کہ خادم حرمین شریفین کون سا شخص ہے ؟وہ کہتا ہے کہ جو خانہ کعبہ میں جھاڑو دیتا ہے ،صفائی کا کام کرتا ہے ۔اس سے پوچھا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کب کی ؟ان کے بنائے ہوئے مسلمان جواب دیتے ہیں کہ 5ہجری کو ہجرت کی ۔ان کے بنائے ہوئے مسلمانوں سے پوچھا جاتا ہے کہ کعبہ کس جگہ پر ہے ؟

تو جواب دیا جاتا ہے کہ مدینہ میں ہے ۔ان کے بنائے ہوئے مسلمان سے پوچھا جاتا ہے کہ نزول

قرآن کب ہوا ؟ تو وہ کہتا ہے کہ ایک ہی دفعہ ایک ہی کتاب کی شکل میں نازل ہو گیا۔

جناب سپیکر! اب مسلم لیگ کا بڑا شور مچایا جاتا ہے اور اتنا شور ہے کہ وہ رونا لگنا شروع ہو گیا ہے۔ اس بچے کو جنہوں نے اسے اپنی نگرانی میں لیا، ایم اے کرنے کے بعد اس بچے سے پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا پہلا حکمران کون تھا ؟ تو وہ کہتا ہے کہ سکندر اعظم۔ جناب سپیکر! شرم کی بات ہے، کیا اس کے بعد بھی وہ اپنے اس دعویٰ کو جاری رکھیں گے کہ ہم نے قوم کا رخ ایک بہتر سمت کی طرف موڑ دیا تھا۔ میں ان کی اس خوبصورت کارکردگی کے بعد جس کے نتیجے میں یہ خوبصورت حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں ایک دو باتیں اور بھی ہیں کرنا چاہوں گا کہ ایک بی اے، بی ایڈ ایجوکیشن جس نے پڑھائی ہے اس کو پاکستان میں شرح خواندگی کا پتہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں ان گزارشات کے بعد، ان حقائق کے بعد، ان دستاویزی ثبوت کے بعد کہ اس حکومت کے نزدیک، سربراہ کے نزدیک، انچارج کے نزدیک اس محکمے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کارکردگی کے اعتبار سے ان کے پاس کوئی جواز نہیں ہے اور ہمارے پاس اعتماد کرنے کے لئے کوئی ایک فیصدی گنجائش بھی نہیں ہے کہ جو فنڈز ان کو دئے جائیں گے ان کا اس طریقے سے استعمال ہو گا جس مقصد کے لئے یہ جٹ ہمارے سامنے رکھا گیا۔ شکریہ!

جناب سپیکر: اور کوئی صاحب بات کرنا چاہیں گے ؟ لنگڑیال صاحب بات کرنا چاہیں گے ؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جی

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! نظام تعلیم پر بہت سی باتیں ہو گئیں ہیں۔ اب اس پر مزید باتیں رہتی تو نہیں ہیں لیکن میں چند ایک گزارشات ضرور کروں گا۔ نظام تعلیم آج جس سطح پر پہنچ چکا ہے وہ واقعی قابل افسوس اور قابل مایوس ہے۔ یہاں تعلیم کے محکموں میں اور تعلیمی اداروں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ قابل افسوس ہے۔ جناب سپیکر! ایک سال بچے کو پڑھانے کے بعد استادوں کی محنت کروانے کے بعد اور کچھ سیکھنے سکھانے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب ایک سال بعد امتحانات شروع ہوتے ہیں تو اس وقت بجائے اس کے کہ وہ بچے امتحان کی

تیاری کریں جو انہوں نے اگلے روز دینا ہے تو اس کی جائے تعلیمی اداروں میں ،مرکز میں ،اس سنٹر میں جہاں اس نے امتحان دینا ہوتا ہے وہاں کیا ہوتا ہے ؟وہاں غنڈہ گردی ،کلاشنکوف اور قبضہ گروپ ہوتے ہیں جو کہ بوٹی مافیا کو استعمال کرتے ہیں اور جو بچے سارا سال محنت کرتے ہیں ان کی جائے چند ایک افراد جو وہاں پر قابض ہوتے ہیں جنہوں نے اس مرکز کو خریدا ہوتا ہے اور جنہوں نے اس پرچے کے پیسے دیے ہوتے ہیں۔پرچوں کی قیمت ایک ہزار سے لے کر چار پانچ ہزار تک پہنچی ہوئی ہے اور جب وہ ان پرچوں کی مدد سے ،اس دولت کی مدد سے ،اس قبضے کی وجہ سے اوراس بوٹی مافیا کی وجہ سے امتحان میں کامیاب ہو کر زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کریں گے تو پھر آپ خود ہی سوچیے کہ اس تعلیم کا کیا فائدہ ہوگا اور وہ آئندہ کے لئے اپنی زندگی میں کیا فائدہ حاصل کریں گے اور کس طرح وہ قوم کی خدمت کر سکیں گے ؟

جناب سپیکر!یہاں دیکھنے میں آیا اور ایک اخبار میں بھی خبر چھپی کہ یہاں ان قبضہ گروپوں کو قابو کرنے کے لئے پولیس متعین کی گئی۔افسوس کی بات یہ ہے کہ چند ایک مراکز کو موجودہ حکومت ٹھیک نہیں کر سکتی ۔وہاں پولیس کی ڈیوٹی لگائی گئی۔اس پر افسوس یہ ہوا کہ Mobile Police بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئی اور اس نے بھی ان قبضہ گروپوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا ۔اس طرح جوں کے توں ہی حالات رہے۔جناب سپیکر! اگر پنجاب کے دارالحکومت میں یہ حال ہے تو پھر گاؤں اور دیہاتوں کے وہ سادہ بچے ان لوگوں کو کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں جو بوٹی مافیا کے ذریعے اپنے نمبر بڑھا لیتے ہیں ۔ایک طرف تو میرٹ کی بات کی جاتی ہے آپ یقین سے دیکھئے کہ وہ دیہات جہاں سادہ لوگ ہوتے ہیں اور جہاں بوٹی مافیا نہیں چلتا اور جہاں کلاشنکوف نہیں چلتی وہ ان کے معیار کے مقابلے میں کیسے پورا اتریں گے تو جناب والا اس صورتحال کو بہتر کرنے کے لئے حکومت کی توجہ بڑی ضروری ہے اس لئے میرے خیال میں محکمہ ناکام ہو رہا ہے اور اس کے پیچھے بھی حکومت کے بااثر افراد کا یقیناً ہاتھ ہے۔

جناب سپیکر! روزنامہ نوائے وقت مورخہ 21جون1992ء کی ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ " امتحانی مراکز میں بوٹی مافیا کے سلسلہ میں قبضہ گروپ نے انتظامیہ کو چت کر دیا۔ پورا پرچہ حل کرنے کے لئے ایک سے دو ہزار روپے لئے گئے اس سے ذہین طلبہ اور طالبات رو پڑے ہیں "۔

جناب سپیکر! ماڈل ٹاؤن کے کالج میں بااثر شخصیت کا بیٹا بوٹی مافیا کی نگرانی میں امتحان دے رہا ہے اور باہر پولیس متعین ہے اور وہاں پر ایک مجسٹریٹ کی بھی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے تو جناب سپیکر!اس کے پیچھے بھی بڑے بڑے سیاسی ہاتھ ہیں اور اس روز "جنگ" اخبار میں ایک خبر آئی ہے کہ احسان نواز بھی بی اے کا امتحان دے رہے ہیں۔ صرف ایک فرد کو پاس کروانے کے لئے اور اس کے نمبر بڑھانے کے لئے وہاں پر ایک مجسٹریٹ کی بھی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے اور وہاں پر پولیس کا ایک دستہ بھی متعین ہے۔تو جناب والا! جب ہم سیاسی اور بااثر لوگ یہ کام کریں گے تو پھر یہ کیسے ممکن ہوگا کہ محکمہ میں کچھ تبدیلی آئے یا یہ محکمہ کوئی تبدیلی حاصل کر سکے گا یا یہ محکمہ اس کی نگرانی صحیح طریقے سے کر سکے گا۔جناب والا!حکومتیں افراد کی نہیں ہوتیں بلکہ پارٹی کی ہوتی ہیں اس حوالے سے یہ بات کروں گا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ موجودہ حکومت 1990ء میں آئی تھی جب 1985ء میں غیر جماعتی بنیادوں پر الیکشنز ہوئے تھے۔جناب سپیکر! ایوان اس وقت آرڈر میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر :ملک صاحب، آپ بات کریں، ایوان آرڈر میں ہے۔ٹھیک ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال :جناب سپیکر!میں یہ بات کر رہا تھا کہ حکومت افراد کی نہیں کی بلکہ پارٹی کی ہوتی ہے تو جو 1985ء میں الیکشن ہوئے اس وقت یہ موجودہ حکومت معرض وجود میں آئی تھی الیکشنز تو غیر جماعتی تھے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ حکومت تو جماعتی بنیاد پر بن گئی اور اس حکومت نے جو کارنامے دکھائے آپ ان میں سے صرف تعلیم کو ہی لے لیں۔ اس کا بیڑا غرق اس طرح ہوا کہ اس زمانے میں بھی دیکھا گیا کہ جو تھرڈ ڈویژن والے بچے تھے ان کو پی۔ٹی۔سی میں داخلہ دیا گیا اور ان کی عمر بھی زیادہ سے زیادہ 17 سے 18سال کی ہوا کرتی تھی۔ ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ آپ نے پی۔ٹی۔سی کر کے بچوں کو پڑھانا ہے۔جناب سپیکر!جس محکمے کی، جس عمارت کی بنیاد ہی کمزور رکھ دی گئی ہو اور اس کے بعد ہم یہ سوچیں کہ یہ عمارت مضبوط ہو گی اور اس عمارت کو ہم زیادہ دیر تک استعمال کر سکیں گے تو یہ ناممکن بات ہے۔ اصل تو زور اس بات پر ہونا چاہیے کہ ہماری بنیادیں مضبوط ہونی چاہئیں، جو ہمارا پرائمری سیکشن ہے اس میں زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اساتذہ کی ضرورت ہے۔جہاں جناب والا! 17یا18سال کے بچوں کی یہ ڈیوٹی لگا دی جائے تو وہاں تعلیم کا معیار کیسے اچھا ہوگا ؟ پھر جناب

والا! ان اساتذہ کی سیاسی بنیادوں پر بھرتی کی گئی اور وہ بجائے اس کے کہ بچوں کو پڑھاتے انہوں نے اپنے اپنے کاروبار شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تو جناب والا! جہاں سیاست ہوگی ،کاروبار ہو گا اور بچوں کو وقت پر نہیں پڑھایا جائے گا تو یہ کیسے ممکن ہوگا کہ ہم تعلیمی نظام کو بہتر بنیادوں پر استوار کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب سپیکر !یہ بھی دیکھا گیا کہ اس کے لئے 12ارب روپیہ رکھا گیا ہے مگر آپ بھی دیہاتوں میں جائیں وہاں آج بھی بچے اور بچیاں درختوں کے تلے پڑھ رہے ہیں جب کہ یہاں پر ایچی سن کالج اور اس سے بھی اچھے کالج بنائے ہوئے ہیں۔شہروں میں ائر کنڈیشنروں میں اور اعلیٰ کمروں میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔جناب سپیکر!یہ جو تضاد ہے اس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے جب تک ہم تضادات کو ختم نہ کریں گے، ان بنیادی خامیوں کو دور نہ کریں گے تو پھر ہم یہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ ہم تعلیم کے نظام کو بہتر کر سکیں گے۔جناب سپیکر !موجودہ حکومت نے اس دفعہ Education Foundation کے لئے بھی کافی رقم رکھی ہے اور Education Foundation قائم کی گئی۔ ہم نے پچھلے سیشن میں اس سے اتفاق کیا۔ جناب سپیکر! یہ Education Foundation یقیناً اچھی سوچ کے لئے بنائی گئی تھی اس کی بنیاد اس لئے رکھی گئی تھی کہ یہاں تعلیمی اداروں میں ..... (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

ملک امان اللہ :پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر!میرے فاضل رکن ملک اقبال صاحب نے اور اس ایوان کے اور بھی معزز اراکین نے صرف ایچی سن کالج کا نام لیا ہے۔ میں جناب کے توسط سے اقبال صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کے علاوہ بھی بہت سے ادارے ہیں مثلاً پبلک سکولز میں انگلش سکولز ہیں یا کسی بھی شہر کا کوئی سکول ہے ان سکولوں میں تو بچے ڈیسکوں پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے ہی دیہات کی70فی صد آبادی کے نصیب میں ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح مسجدوں میں یا چٹائیوں پر یا دھوپ میں ہمارے بچے پڑھیں اور ان کے بچے ڈیسکوں پر بیٹھ کر پڑھیں۔تو جناب والا! یہ پیسے کا جو طریقہ تقسیم ہے یہ غلط کیا جا رہا ہے۔ ہمارے سکولوں میں ڈیسک اور اس طرح کا دوسرا سامان مہیا کیا جائے۔شکریہ

جناب سپیکر :ملک صاحب ! نہایت افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑا کہ کسی بھی لحاظ سے یہ

پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! میں Education Foundation کی بات کر رہا تھا کہ یہ یقیناً اچھی سوچ سے بنائی گئی تھی اور اچھے مقصد کے لئے بنائی گئی تھی کہ یہ چھوٹے شہروں میں اور دیہاتوں میں کام کرے گی اور وہاں امداد دی جائے گی۔ لوگوں کو سکول بنانے کے لئے امداد دی جائے گی اور اسے اچھے طریقے سے چلایا جائے گا لیکن جناب سپیکر! یہ دیکھا گیا ہے کہ شہروں میں بھی اس ایجوکیشن کے پیسے خرچ ہو رہے ہیں اور دیہاتوں میں قطعاً اس پر عمل نہیں ہو رہا یہ پھر وہی بات آتی ہے کہ یہ پرائیویٹ سکول بزنس کے طور پر کام کرتے ہیں اور چوں سے دوگنی، تین گنی اور چار گنی فیس لیتے ہیں جو عام آدمی کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس طرح سے اس Education Foundation سے غریب آدمی کو قطعاً کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا حالانکہ اس میں واضح قوانین بنائے گئے ہیں اور میں یہ سب جانتا ہوں اگر ان قوانین کے تحت فنڈز کی تقسیم ہوتی تو یقیناً اس کے اچھے اثرات نکل سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے چند معروضات پیش کرنے کی دعوت دی۔ شکریہ!

جناب سپیکر: کوئی اور صاحب کٹ موشن پر بولنا چاہیں گے۔ ٹھیک ہے اگر کوئی اور صاحب اس پر نہیں بولنا چاہتے۔ جناب وزیر تعلیم ارشاد فرمائیں۔

وزیر تعلیم (جناب عثمان ابراہیم): جناب سپیکر! ابھی معزز اراکین اسمبلی اپنی اپنی کٹ موشن پر اظہار خیال فرما رہے تھے اور معاشرے میں جتنی بھی برائیاں ہیں ان کا ذمہ دار محکمہ تعلیم کو ہی ٹھہرانے کی کوشش کی گئی معزز اراکین نے اپنی اپنی تقاریر میں 12 ارب روپے کا ذکر کیا ہے جو non-development کا حصہ ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب سعید احمد خان مینگل کرسیء صدارت پر متمکن ہوئے)

لیکن اگر میرے فاضل ارکان ترقیاتی بجٹ کا بھی مطالعہ کر لیتے تو بہت سارے سوالات جو انہوں نے اس ایوان کی میز پر رکھوائے تھے وہ شاید ان کو رکھوانا مناسب نہ سمجھتے۔ انہوں نے بار بار مجھ سے یہ سوال کیا کہ معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ محکمہ تعلیم مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے اور ایک فاضل رکن نے یہ کہا کہ مجھے وزیر تعلیم یہ بتائیں کہ اس 12 ارب کی رقم میں معیار تعلیم کو بڑھانے

کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں۔بلکہ ایک فاضل رکن نے یہ بھی کہا کہ وزیر خزانہ نے بڑے خوش آئند وعدے کئے تھے کہ ہم SAP پروگرام کے تحت اتنے سکولز کھول رہے ہیں۔ لیکن اس جٹ میں ہمیں ایک بھی سکول نظر نہیں آتا۔اس سلسلہ میں جس طرح قائد حزب اختلاف نے اعداد و شمار کا سہارا لیتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز کیا تھا۔جناب سپیکر!معزز اراکین نے جو کچھ کہا ہے میں بھی ان کو rebut کرنے کے لئے اعداد و شمار کا سہارا لوں گا۔

جناب سپیکر!محکمہ تعلیم حکومت پنجاب کا سب سے بڑا محکمہ ہے اور ظاہر ہے کہ جتنا بڑا محکمہ ہو گا اس کے مسائل بھی اتنے ہی بڑے ہوں گے اس محکمے میں اس وقت تقریباً ساڑھے تین لاکھ اساتذہ کرام ہیں، 90لاکھ کے قریب ہمارے طالب علم ہیں اور ہمیں تقریباً 70ہزار سکولز اور کالجز کا انتظام دیکھنا پڑتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ پنجاب میں چار یونیورسٹیاں ہیں۔آٹھ تعلیمی بورڈ ہیں اورایک پنجاب ٹیکنیکل بورڈ ہے۔غرض یہ کہ یہ محکمہ اتنے بڑے محکموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے کہ اس نظام کو effectively tilq یقیناً ہمارے لئے ایک چیلنج ہے اور ہم نے اس چیلنج کو قبول کیا ہے۔جو نکات اٹھائے گئے ہیں جب ان پر میں ترتیب وار اپنی گذارشات پیش کروں گا تو میرے معزز ارکان کو اس بات کا اندازہ ہو گا کہ ہم نے اسے چیلنج سمجھتے ہوئے کتنے اقدامات کئے ہیں۔

جناب سپیکر!جو کٹوتی کی تحاریک یہاں پیش کی گئی ہیں ان میں یہ کہا گیا ہے کہ محکمہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے،مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے اور شرح تعلیم کو بڑھانے میں ناکام رہا ہے۔

جناب والا!تعلیم ایک ایسا شعبہ ہے جس میں آپ جب تعلیمی اصلاحات نافذ کرتے ہیں تو ان اصلاحات کا نتیجہ 10یا 12سال کے بعد نکلنا شروع ہوتا ہے۔یہ کوئی بڑی commercial enterprise نہیں کہ آج ہم اس enterprise کو شروع کریں اور کل کو ہمیں منافع حاصل ہونا شروع ہو جائے۔یا ہم انہیں balance sheet دکھائیں کہ ہم نے کتنا روپیہ invest کیا تھا اور ہمیں کتنا منافع ہوا ہے۔ جناب سپیکر!اب میں اقدامات کا ذکر کروں گا جو ہم نے گزشتہ دو یا تین سال سے کئے ہیں اور جو اقدامات ہم آئندہ کرنے والے ہیں اور میں ان توقعات اور اندازوں کا بھی ذکر کروں گا جو ہم ان اقدامات کے عوض حاصل کرنے والے ہیں۔

جناب سپیکر ! جہاں تک مطلوبہ نتائج کا تعلق ہے اس سلسلہ میں محکمہ تعلیم میں ہماری تین ترجیحات ہیں ۔ایک یہ کہ ہم زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے فراہم کریں دوسرا ان تعلیمی اداروں میں بہتر تعلیمی سہولتیں فراہم کریں۔معیار تعلیم کو بلند کریں اور اس ملک میں ،اس صوبے میں شرح خواندگی میں اضافہ کریں ۔ہم اپنی ان ترجیحات پر systematic طریقے سے عمل کر رہے ہیں ۔ہم نے کئی ایسے پراجیکٹ شروع کئے ہیں جن پر عمل کرنے کے بعد یقیناً ہم اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کریں گے ۔اب تک ہم نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کا ذکر بھی میں بعد میں اپنی تقریر میں کروں گا۔ جناب سپیکر !ان مقاصد کے حصول کے لیئے ہم نے سب سے پہلے پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ کی ابتداء کی جو 86 یا 1987ء سے شروع ہوا اور اگلے سال تک اس کی تکمیل ہو گی ۔اس پراجیکٹ کے تحت ہم نے ساڑھے تین ہزار سکولز کھولنے کا پروگرام بنایا تھا اور ان میں سے اب تک تقریباً اڑھائی ہزار سکولوں کی عمارتیں مکمل ہو چکی ہیں ۔کچھ سکولوں کی عمارتیں صرف اس وجہ سے مکمل نہیں ہو سکیں تھیں کہ ہمارا Educational Engineering Cell اس وقت صحیح طرح قائم نہ ہو سکا تھا اور ہم نے بیرونی ذرائع سے ان سکولوں کو مکمل کرانے کی کوشش کی تھی جس میں ہم کامیاب نہ ہو سکے ۔اب ہم نے اپنے ایجوکیشن انجینئرنگ سیل کو فعال کرنے کا پروگرام بنایا ہے اور اس کے ذریعے ہم انشاء اللہ اپنے ٹارگٹ کے تحت 1993ء تک ساڑھے تین ہزار پرائمری سکولوں کو مکمل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور جب یہ ساڑھے تین ہزار پرائمری سکول قائم ہوں گے تو اس سے یقیناً معیار تعلیم پر اور شرح خواندگی پر خاطر خواہ اثر بھی پڑے گا۔

اس کے علاوہ یہاں میرے فاضل ارکان نے یہ بتایا کہ ہمیں SAP کا مژدہ سنایا گیا لیکن ہمیں بجٹ میں کسی جگہ SAP کا تذکرہ نہیں ملا۔جناب سپیکر !میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ جس طرح ہم نے پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ میں جسے 1993ء میں مکمل ہونا ہے اور اس پر 4 ارب روپے خرچ کرنے کا پروگرام بنایا ہے ۔اسی طرح SAP جو کہ تین سالہ پروگرام ہے اور یہ پروگرام تقریباً 4 ارب روپے پر محیط ہے اور بجٹ کے اگلے سال میں ہم SAP کی مد پر ایک ارب 87 کروڑ روپے خرچ کر رہے ہیں اس پروگرام کے تحت صوبے میں ہم تقریباً اڑھائی ہزار نئے پرائمری سکولز کھولیں گے اور ایک ہزار مسجد سکولوں کو پرائمری سکولوں کا درجہ دیا جائے گا۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ ہمارا جو regular ترقیاتی بجٹ ہے وہ ر
ہے اور ان 98کروڑ روپوں کے اندر اندر رہتے ہوئے ہم مزید نئے پرائمری
،کالجز اور ٹیکنیکل کالجز کھولنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ ہم نے اس بجٹ
ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے لئے 25کروڑ روپے کی رقم مختص کی ہے اس سے پہلے ہم نے گذشتہ دو
بجٹوں میں 45کروڑ روپے کی رقم مختص کی تھی اور یہ کل رقم تقریباً 70کروڑ روپے بنتی
ہے۔ہم نے یہ رقم پرائیویٹ سیکٹر کے ساتھ تعاون اور حوصلہ افزائی کے لئے رکھی تھی اور مجھے
ابھی ابھی جناب اقبال احمد خان لنگڑیال صاحب کی یہ بات سن کر افسوس ہوا کہ Punjab
Education Foundation کے تحت جس کے چیئرمین جناب وزیر اعلیٰ پنجاب ہیں ،ہم نے
بہت اچھی ابتدا کی ہے اور اب تک ہم تقریباً145اداروں کو نئے تعلیمی ادارے قائم کرنے کے
لئے فنڈز مہیا کر چکے ہیں اور ہم نے اب تک تقریباً 15کروڑ روپے ان اداروں کے لئے منظور
کئے ہیں اور 15کروڑ روپے کی اراضی ہم نے ان کو بڑی soft term پر lease پر دی ہے
۔جناب والا!ہم نے 70کروڑ روپے اپنے وسائل سے پیدا کئے ہیں اور 70کروڑ روپے وفاقی حکومت
سے ہمیں matching grant کی شکل میں ملنے کی امید ہے اور ہم اس فاؤنڈیشن کے تحت
انشاء اللہ بہت جلد اس صوبے کی شرح خواندگی کو بڑھانے میں کامیاب ہوں گے اس کے علاوہ
جناب سپیکر!جہاں تک Punjab Education Foundation کا تعلق ہے ہم ان اداروں کی
حوصلہ افزائی نہیں کرتے جو تجارتی بنیادوں پر قائم ہوتے ہیں۔ہم صرف اور صرف ان اداروں
کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جو No Profit No Loss کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں یا غیر تجارتی
بنیادوں پر قائم ہوتے ہیں۔ہم یہ ادارے غریب لوگوں کے بچوں اور نسبتاً خوشحال لوگوں کے
بچوں کے لئے کھول رہے ہیں ہم نے ان پر یہ پابندیاں لگائی ہوئی ہیں کہ وہ اپنی فیس
سب سے پہلے ہم سے منظور کروائیں اور مناسب فیس وصول کریں اور اس منصوبے کے تحت ہم
recurrent expense کا ایک تہائی حصہ دیتے ہیں۔ہم اس ادارے کی امداد صرف اس
لئے کرتے ہیں تاکہ غریب لوگوں کے بچے ان اداروں میں تعلیم حاصل کر سکیں۔جہاں غریب
بچوں کو معیاری تعلیم میسر آتی ہے وہاں ان بچوں کو نسبتاً کم فیس ادا کر کے معیاری تعلیم حاصل
کرنے کے مواقع بھی میسر آتے ہیں۔جناب سپیکر! ابھی ابھی میرے ایک دوست شائد غلام سرور

خان صاحب تھے انہوں نے کہا تھا کہ پرائمری ایجوکیشن کے لئے حکومت نے بہت پیسے رکھے ہیں لیکن مڈل سکول کے لئے کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا۔اس سلسلہ میں عرض کروں گا کہ مڈل سکول کے لئے ہم ورلڈ بنک کے تعاون سے ایک پروگرام پر عمل کر رہے ہیں جو 4 ارب روپے پر محیط ہو گا۔اس سال ہم نے اس پراجیکٹ کے لئے دس کروڑ روپے مختص کئے ہیں جہاں ہم نے مڈل سکول کے لئے پیسے مختص کئے ہیں وہاں سائنس کے فروغ کے لئے بھی کام کر رہے ہیں۔یہ کام ورلڈ بنک کے تعاون سے کیا جا رہا ہے۔ہم اس پر بڑی کامیابی سے عمل کر رہے ہیں ہمیں اس بات کا بڑا احساس ہے کہ موجودہ دور میں سائنسی تعلیم کے بغیر ترقی ناممکن ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہم اپنے بچوں کو سائنسی تعلیم کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کریں گے ۔ابھی ذکر کیا گیا کہ ہم تعلیمی معیار کو بڑھانے میں ناکام رہے ہیں اس لئے کہ ہم مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکے۔ہمیں احساس ہے کہ تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لئے ہمیں تعلیمی اداروں میں سب سے پہلے تعلیمی سہولتیں فراہم کرنا ہوں گی اور سب سے بڑھ کر اساتذہ کرام جو ہمارے لئے انتہائی قابل احترام ہیں ان کی ٹریننگ کا بندوبست کرنا پڑے گا۔جناب سپیکر! جیسے میں پہلے عرض کر رہا تھا کہ پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ کے تحت ساڑھے تین ہزار پرائمری سکول کھولے ہیں وہاں ساڑھے تین ہزار موجودہ پرائمری سکولوں کے لئے ہم نے عمارات مہیا کی ہیں ۔ان کو چار دیواری فراہم کی ہے وہاں پینے کے لئے پانی فراہم کیا ہے اور طلباء کے لئے لیٹرین کا بندوبست کیا گیا ہے۔اسی طرح موجودہ "سیپ پروگرام "میں ایک ہزار سکولوں میں عمارتیں مہیا کریں گے اور اسی طرح چار دیواری مہیا کریں گے ۔ایک ہزار سکول جہاں صرف ایک کمرہ ہے وہاں ایک کمرہ اور مہیا کریں گے اور تین ہزار سکولوں میں پینے کے پانی اور لیٹرین کی سہولت فراہم کی جائے گی اور پانچ ہزار سکولوں میں کھیلوں کے لئے میدان حاصل کیے جائیں گے۔

جناب سپیکر! ہمیں احساس ہے کہ جہاں ہمارے طالب علم کی توجہ نصاب کی طرف ہو وہاں اس کا وقت صحت مند غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی صرف ہو۔ہم نے کھیلوں کے فروغ کے لئے سپورٹس سیکشن میں4 کروڑ 9 لاکھ روپے رکھے ہیں۔اس کے علاوہ سپورٹس بورڈ کو 2کروڑ 71لاکھ روپے کی گرانٹ دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اپنے طالب علموں کی حوصلہ افزائی کے لئے کہ وہ دل لگا کے پڑھیں ساڑھے5 کروڑ روپے ان کے وظائف کے لئے رکھے گئے ہیں

وہ طالب علم جن کی استعداد دوسرے طالب علموں سے زیادہ ہے ان کی حوصلہ افزائی اور ان کی ذہنی صلاحیتوں کی recognition کے لئے یہ رقم رکھی گئی ہے۔ جناب والا! جہاں ہم نے یہ سہولتیں مہیا کی ہیں وہاں ہم اساتذہ کی ٹریننگ سے بھی غافل نہیں رہے۔ ابھی میرے فاضل رکن نے کہا تھا کہ اساتذہ کی تربیت کے لئے بہت کم رقم رکھی گئی ہے۔ جناب والا! انہوں نے بجٹ کا بغور مطالعہ نہیں کیا۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ نئی نسل کی آبیاری کے لئے صرف اساتذہ ہی یہ فرض ادا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ تعلیم و تربیت ایک مسلسل عمل ہے ہمارے نوجوان تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں اور تربیت وہ اپنے گھروں میں اپنے والدین سے حاصل کرتے ہیں۔ ان کی تعلیم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اساتذہ کرام کے علم کو بھی fresh کیا جائے ان کو مسلسل ٹریننگ دی جائے اور اس مقصد کے لئے ہم نے ایک Educa-tion Extension Cell قائم کر رکھا ہے۔ جس میں ہر سال تقریباً 10 سے 15 ہزار اساتذہ کو ریفریشرز کورسز کرواتے ہیں اس کے علاوہ ہم نے ٹیچرز ایجوکیشن کے لئے بجٹ میں 91 لاکھ 54 ہزار روپے رکھے ہیں۔ ٹیچرز ٹریننگ کے لئے ایک کروڑ 31 لاکھ 87 ہزار روپے مختص کئے ہیں اور ٹیکنیکل ٹیچرز ٹریننگ کے لئے 46 لاکھ 9 ہزار روپے مختص کئے ہیں اس کے علاوہ ہم نے اپنے اساتذہ کو جدید خطوط پر ٹریننگ دینے کے لئے ایک Education Academy کا قیام عمل میں لائے ہیں اور Education Academy کا دائرہ کار ہم وسیع کرنے والے ہیں اور اس میں ہم وہی سہولتیں فراہم کرنے کی کوشش کریں گے جو Civil Service Academy کو حاصل ہوتی ہیں۔ جناب سپیکر! اس Academy کے لئے 25 لاکھ روپے کی رقم مختص کی ہے لیکن آنے والے وقت میں ہم انشاء اللہ اس میں خاطر خواہ اضافہ کریں گے۔ جناب سپیکر! معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے دور دراز کے علاقوں کے اساتذہ کرام اپنے فرائض میں دلچسپی نہیں لیتے اور نتیجہ جیسا کہ ہمارے وزیر خزانہ نے کہا تھا کہ drop out rate بہت زیادہ ہے جو کہ بد قسمتی سے پچاس فیصد ہے اور ہماری یہ خواہش ہے کہ اس drop out rate کو curtail کیا جائے اور بعد میں کم کیا جائے چنانچہ اس کے لئے ہم نے 3366 Learner Coordina-tors کی آسامیاں پیدا کی ہیں۔ جس کے لئے بجٹ میں ہم نے 6 کروڑ روپیہ مختص کیا ہے۔ ان Learner Coordinators کا یہ فرض ہو گا کہ وہ دور دراز دیہات میں جائیں اور وہاں جا کر

نہ صرف وہ خود model lesson دیں بلکہ اساتذہ کرام کی سکولوں میں ٹریننگ کروائیں اور ہمیں امید ہے کہ جب یہ Learner Coordinators دور دراز دیہات میں جائیں گے تو یہ کافی مفید ثابت ہوں گے۔ ہم ان Learner Coordinators کی ٹریننگ مکمل کر چکے ہیں۔ اور یہ اب دیہاتوں کے سکولوں میں جانے والے ہیں۔

جناب چیئرمین : ملک اقبال احمد خاں لنگڑیال پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ آدھا گھنٹہ لگا کر رانا صاحب کو بھی سکھا دیا کریں۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میں Learner Coordinators کے رول کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ جہاں یہ model lesson دیں گے وہاں یہ on-the-job اساتذہ کی ٹریننگ بھی کریں گے۔ اس کے علاوہ ان کے ذمہ یہ فرض بھی لگایا گیا ہے کہ وہ والدین کو بچوں کی تعلیم میں شامل کریں، ان کو سکولوں میں مدعو کریں اور سکولوں میں ایسا ماحول فراہم کریں کہ بچے گھر کی بجائے سکول میں آنا پسند کریں اور والدین کو تعلیم کا احساس دلائیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ ہمارے بہت سے والدین جو خود بے چارے ان پڑھ ہیں اور تعلیم کی اہمیت سے ناواقف ہیں۔ کچھ ان کی معاشی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ انہی مجبوریوں کے تحت وہ اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلوا سکتے۔ تو ہم نے root cause خواندگی کے drop out کو بہتر کرنے کی کوشش کی ہے۔ Learner Coordinators کے ذریعے جو ایک طرف تو والدین کو تعلیم کی اہمیت کا احساس دلائیں گے۔ دوسری طرف ان کو persuade کریں گے کہ وہ اپنے بچوں کو سکولوں میں بھیجیں۔ جناب والا! ہم نے یہاں تک اکتفا نہیں کیا بلکہ ہم نے ان کی supervi-sion کے لیے اس سال بجٹ میں AEOs کی 498 نئی اسامیاں پیدا کی ہیں۔ اور ہم نے ان Learner Coordinators کا یونٹ بنایا ہے اور یونٹ میں ایک AEO ہو گا جو ان learner Coordinators کی اور سکولوں کی نگرانی کرے گا۔ یہ کوشش کی جائے گی کہ اس نظام کے تحت ایک طرف تو شرح خواندگی میں اضافہ کریں گے۔ وہاں دوسری طرف ہم معیار تعلیم کو بھی بہتر بنانے میں کامیاب ہو جائیں اور جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ پالیسیاں رائج کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ ان شاء اللہ ہم ان پالیسیوں پر عمل کرتے ہوئے 2002ء تک

اس ملک میں شرح خواندگی کا ریٹ 70فیصد بڑھانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان پالیسیوں پر عمل کرتے ہوئے تین چار سالوں میں ہم نے جو achievement کی ہے اور ہمارے فاضل قائد حزب اختلاف نے جوfacts and figures پیش کیے ہیں ان کو rebutکروں گا اور میں facts and figures کے ساتھ بتاؤں گا کہ ہم نے جو پالیسیاں نافذ کی تھیں ان کے نتائج ابھی ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس وقت ہمارے ہاں 34 ایلیمنٹری ٹیچرز ٹریننگ کالجز کام کر رہے ہیں۔ موجودہ بجٹ کے تحت ہم فنڈز مہیا کر رہے ہیں۔ چار نئے ٹیچرز ٹریننگ کالجز کا اجراء ہو گا۔ اس کے علاوہ پانچ موجودہ ایلیمنٹری ٹیچرز ٹریننگ کالجز میں مزید سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ بھرتی پر پابندی کی وجہ سے ہمیں کچھ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ سکولوں میں پورے طور پر اساتذہ کرام کام نہیں کر سکے۔ ابھی پچھلے دنوں ہاؤس میں ایک سوال آیا تھا تو اس پر بحث کے لیے ایک گھنٹے کا وقت دیا گیا تھا۔ لیکن وقت کی کمی کے باعث اس پر بحث نہیں ہو سکی۔ میں اس وقت یہ بتانا چاہتا تھا کہ ہم کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ ایس ایس ٹی ٹیچرز کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اور ہیڈ ماسٹرز کی کمی کو پورا کرنے کی لیے ہم کیا اقدامات کر رہے ہیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! وزیر قانون، وزیر تعلیم کو اشارے کر رہے ہیں کہ آپ اپنی تقریر کو لمبا کریں۔ جناب والا! وزیر قانون کو منع کیا جائے کہ وہ ایسا نہ کریں۔

جناب چیئرمین: شکریہ ملک صاحب! تشریف رکھیں۔

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! وہ اشارے لمبی تقریر کے لیے نہیں تھے بلکہ یہ تھے کہ ہم اپنے حزب اختلاف کے بھائیوں کو اور عوام کو تفصیل سے بتا سکیں کہ اس قوم کے لیے، اس صوبے میں بسنے والی عوام کے لیے تعلیمی معیار کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ رانا صاحب، Mr Piracha ! Are you on a point of order

جناب فرید احمد پراچہ: جی جناب سپیکر! میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر قانون کی عمر بھی اب اشارے کرنے والی نہیں رہی۔

جناب چیئرمین : جی عثمان ابراہیم! آپ جاری رکھیں۔

وزیر امداد باہمی : جناب سپیکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین : رانا صاحب !آپ تشریف رکھیں۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وزیر تعلیم نے مفصل بیان دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر حزب اختلاف والے مطمئن ہو گئے ہیں تو کیا حرج ہے کہ ان کی بات مان لی جائے اور وزیر تعلیم اپنی تقریر کو ختم کر دیں۔

جناب چیئرمین : کوریجہ صاحب! شکریہ ،تشریف رکھیں ۔ عثمان ابراہیم صاحب ! آپ اور کتنا وقت لینا چاہیں گے ؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! ابھی آدھ پون گھنٹہ اور لگے گا۔ میں نے تو ابھی ابتداء کی ہے۔ ابھی ان کے جوابات دینے ہیں۔

جناب چیئرمین : میرے خیال ہے کہ اب آپ اسے wind up کریں ۔ کیوں کہ آپ کے اپنے ساتھی بھی کہتے ہیں کہ اس کو wind up کیا جائے ۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میں کوشش کرتا ہوں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! ہم نے تو ایک روپے کی کٹوتی کے لیے کہا تھا لیکن وزیر صاحب نے دو گھنٹے لمبی تقریر شروع کر دی ہے ۔ تو قیمت کم ہے تقریر لمبی ہے ۔اس کو ختم کیا جائے۔

جناب چیئرمین : ملک صاحب! تشریف رکھیں۔

چودھری واجد علی خان : پوائنٹ آف آرڈر ۔جناب سپیکر! اس اہم topic پر ڈاکٹر صاحب نے اور رانا صاحب نے جتنی وضاحت سے اور صراحت سے باتیں کی ہیں ہم سننا چاہتے ہیں ۔ یہ بڑا اہم topic ہے ۔ ہم مطمئن نہیں ہوئے ۔ پورا ہاؤس مطمئن نہیں ہوا۔ وزیر تعلیم سے پوری تفصیل سننا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین :جی تشریف رکھیے۔

چودھری واجد علی خان : جناب والا! میں صرف ایک شعر آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔

ڈوب جاؤں نہ کسی روز تیری آنکھوں میں
جن میں ہر آن نئی جھیل سی گہرائی ہے

جناب چیئرمین : بہت بہت شکریہ! عثمان ابراہیم صاحب ! آپ جاری رکھیں۔

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں وقت کی قلت ہے۔۔۔۔۔

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر : جناب سپیکر! وزیر تعلیم مفصل بیان دے رہے ہیں۔ میں پوری سنجیدگی کے ساتھ یہ تجویز ان کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ یہ صوبے میں Parliamentary Training Academy کے قیام کا بھی اعلان کریں تاکہ ہاؤس کے اندر جو ہمارے بھائی ان پڑھ وزیر بھی ہیں، ایم پی ایز بھی ہیں ان کی تعلیم کا بھی بندوبست ہو۔

جناب چیئرمین : جی، ان کو ذرا بات کرنے کا موقع دیں۔

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر : کیونکہ انھوں نے اس نظام کو چلانا ہے۔ یہاں افسران کی ٹریننگ ہوتی ہے ، پولیس کی ٹریننگ ہوتی ہے لیکن جو لوگ اس پورے نظام کو چلانے کے ذمہ دار ہیں ان کی ٹریننگ کے لیے وزیر تعلیم کسی اکیڈمی کا اعلان کریں۔

جناب چیئرمین : چودھری صاحب! آپ بھی ضرور بات کرنا چاہیں گے ؟ (قطع کلامیاں) جی عثمان ابراہیم صاحب! آپ جاری رکھیں۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں اپنی تقریر کو جاری کروں میں اپنے فاضل رکن کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اسمبلیاں ہمارے Parliamentarians کے لیے ٹریننگ کالجز ہوتے ہیں اور ہمارے معزز رکن انہی اداروں سے ٹریننگ حاصل کرتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی Academy قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا کٹ موشن پر وقت مقرر کرنے کے بارے میں سپیکر صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے فاضل دوستوں نے خصوصاً پراچہ صاحب نے کہا تھا کہ کٹ موشن پر کوئی وقت مقرر نہیں ہونا چاہیے۔ تو وزیر تعلیم نے کٹ موشنز کا بڑا مفصل

جواب دیا ہے اور ابھی وہ مزید بات کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر حزب اختلاف والے چاہتے ہیں کہ انھیں اور کٹ موشن پیش کرنے کا موقع ملنا چاہیے تو ان کے پاس ایک بڑا اچھا طریقہ ہے کہ سارے فاضل دوست اپنی کٹ موشنز واپس لے لیں اور فرمائیں کہ وہ محکمہ تعلیم کی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور اگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو وزیر تعلیم کا حق بنتا ہے کہ وہ تفصیل سے بات کریں اور اس پر روشنی ڈالیں۔

جناب چیئرمین : شکریہ چیمہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر!

جناب چیئرمین : پراچہ صاحب! اگر آپ اجازت دیں تو وزیر تعلیم اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! آپ وقت مقرر کریں۔ میں خاص طور پر چیمہ صاحب کی توجہ کے لیے عرض کرتا ہوں کہ آگے زراعت کے سلسلے میں کٹ موشن ہے۔ اس پر ہم وہ باتیں کرنا چاہتے ہیں کہ جو یہ نہیں کر سکتے۔ جو انھیں کرنی چاہییں لیکن ان کی زبانیں گنگ ہیں۔ ہم ان کے مطلب کی بھی کریں گے جو پورے صوبے کے عوام کی بات ہے۔ اس لیے براہ مہربانی یہ اس میں رکاوٹ نہ بنیں۔ وزیر تعلیم تو بجٹ کو ہی دوبارہ دہرا رہے ہیں۔ سہ بار دہرا رہے ہیں۔ وہ چیزیں ہیں جو ہم پہلے سن چکے ہیں۔ کئی کئی مرتبہ سن چکے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ انھوں نے کیا بیان کرنا ہے۔ کوئی نئی بات بیان نہیں کر رہے۔

جناب چیئرمین : پراچہ صاحب! شکریہ۔ عثمان ابراہیم صاحب! آپ کوشش کریں اور اپنی تقریر wind up کریں۔

وزیر تعلیم : جناب والا! فاضل اراکین اسمبلی نے بجٹ میں کٹ موشن پر اظہار خیال کرتے ہوئے اڑھائی گھنٹے لیے تھے۔ اس لیے اگر میں آدھ یا پون گھنٹہ وقت لے لوں تو یہ کوئی زیادہ نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! میں صرف ان نکات کی وضاحت کر رہا ہوں جو انھوں نے اپنی تقریر میں یا کٹ موشن میں اٹھائے ہیں اور میں اس بات کی بھی کوشش کروں گا کہ ان نکات پر ہی اپنے آپ کو محدود رکھوں۔ اپنی تقریر میں تقریباً تمام ممبران نے یہ کہا کہ ایس ایس ٹی ٹیچرز

نہیں ہیں ، سکول بند ہیں اور ہیڈ ماسٹر نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! میں کوئی غیر متعلقہ بات نہیں کروں گا بلکہ معزز دوستوں نے جو بھی نکات اپنی تقاریر میں اٹھائے ہیں ان کو clear کرنے کے لیے اعداد و شمار کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ جناب والا! ابھی میرے فاضل دوست نے بتایا کہ ایس ایس ٹی ٹیچرز کی 2961 اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ان کو پر نہیں کیا جا سکا؟ جناب والا! ہمیں اس بات کا پورا پورا احساس ہے کہ ملازمتوں پر پابندی کی وجہ سے محکمہ تعلیم نے ضرور suffer کیا ہے اور اب میں اپنے فاضل دوستوں کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اب بھرتی پر سے پابندی اٹھالی گئی ہے۔۔۔۔۔۔

جناب غلام سرور خان: جناب والا! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ بھرتی پر پابندی کی وجہ سے یہ اسامیاں خالی رہی ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں وزیر موصوف کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

وزیر تعلیم: جناب والا! جتنی بھی ایس۔ایس۔ٹی ٹیچرز، ہیڈماسٹر، ہیڈ مسٹرس کی آسامیاں خالی ہیں ان میں سے کچھ پوسٹیں تو ایسی ہوتی ہیں جو ہم in service quota میں سے پر کرتے ہیں اور بقایا پبلک سروس کمیشن کی طرف سے پر کی جاتی ہیں جہاں تک in service quota کی ترقی کا تعلق ہے وہ ہم سکول کھلنے سے پہلے 31 اگست 1992ء سے پہلے پہلے تمام ایس ایس ٹی ٹیچرز، ہیڈماسٹر اور ہیڈ مسٹریس کی جتنی بھی پوسٹیں ہوں گی ان کو in service میں سے پر کریں گے سکول کھلنے کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں جہاں خالی اسامیاں ہیں آدھے سے زیادہ سکولوں میں ٹیچرز پہنچ جائیں گے۔ جہاں تک پبلک سروس کمیشن کا تعلق ہے انہیں بھی ہم اس ماہ requisition بھجوا رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کو یہ بھی گزارش کر رہے ہیں کہ priority basis پر ان کی بھرتی کی جائے تاکہ ہم اپنے تعلیمی اداروں میں اساتذہ حضرات کو بھیج سکیں۔

جناب والا! یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ محکمہ تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہا ہے۔ جناب سپیکر! ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کی آبیاری کریں ان کے ذہنی شعور کو بیدار کریں، ان کی شخصیت میں نکھار پیدا کریں اور انہیں ایسی بامقصد تعلیم دیں جو انہیں آئندہ آنے والی زندگی میں کام آئے۔ ان کے دل میں وطن کے لئے محبت پیدا ہو۔ اپنے مذہب کے

ساتھ ان کا لگاؤ پیدا ہو۔ہم اس سلسلہ میں جو اقدامات کر رہے ہیں۔ابھی میرے کچھ دوستوں نے یہ فرمایا تھا کہ ہمارے نوجوان جب سکول سے فارغ ہوتے ہیں تو ان کے سامنے کوئی واضح لائحہ عمل نہیں ہوتا کہ انہوں نے سکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کیا کرنا ہے اور وہ بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ کرتے جاتے ہیں۔جناب سپیکر !انہی عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک نئی سکیم کا صوبہ پنجاب میں اجراء کیا ہے۔جس کے تحت ہم ہر سیکنڈری سکول میں vocational and technical subject کے اجراء کا پروگرام رکھتے ہیں اور پہلے مرحلہ پر صوبہ پنجاب کے تین سو سیکنڈری سکولوں میں ان مضمونوں کا اجراء کیا جائے گا۔میں اپنے فاضل اراکین کی خدمت میں یہی عرض کروں گا کہ اسی تعلیمی سال سے ہم نے 37 سکولوں میں جو comprehensive سکول ہیں، ٹیکنیکل سکول ہیں ،پائلٹ سکول ہیں ان میں بھی technical and vocational subject کا اجراء کر رہے ہیں اور اس سال بجٹ میں ہم نے پوری سکیم کے لیے 20کروڑ روپے کی منظوری دی ہے لیکن اس سال ہم نے تین کروڑ روپے ان سکولوں میں technical and vocational subject کے لئے رکھے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا نوجوان جب سکول سے فارغ ہوگا تو اس کے سامنے ایک واضح لائحہ عمل ہو گا ،اس کے سامنے ایک dignity of labour ہو گی اور وہ کام کرنے کو عار نہیں سمجھے گا بلکہ معاشرے میں ایک باعزت مقام حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے اس ہنر پر انحصار کرے گا جو ہم ان سکولوں میں ان کے لئے مواقع فراہم کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر !ٹیکنیکل ایجوکیشن کے مزید فروغ کے لیے حکومت پنجاب نے 12 ایسے ادارے اپنی تحویل میں لئے ہیں جو اس سے پہلے فیڈرل گورنمنٹ کی تحویل میں تھے ان میں سے سات technical institute ہیں اور پانچ vocational institute ہیں۔ان کے لئے بھی ہم نے بجٹ میں دو کروڑ روپے کی رقم مختص کی ہے اور اس کے علاوہ ترقیاتی بجٹ میں ہم نے نئے ٹیکنیکل ادارے کھولنے کے لئے 7کروڑ 84لاکھ روپے کی رقم مختص کی ہے اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم اپنے نوجوانوں کے لئے کتنے فکرمند ہیں اور ان کی تعلیم کو با مقصد بنانے کے لئے کیا کیا اقدامات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارے نوجوانوں کا مذہب کے ساتھ بھی لگاؤ

ہو اور اسلامی تعلیمات سے بھی آگاہی حاصل کریں اور پھر اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرے میں اپنی زندگی بسر کریں چنانچہ ہم نے اپنے نصاب میں سب سے زیادہ اہمیت Islamic Studies کو دی ہے اور اس کے علاوہ اپنی نئی نسل کو آئیڈیالوجی، نظریات سے روشناس کروانے کے لئے ہم نے مطالعہ پاکستان کی تعلیم رائج کی ہے تاکہ ہمارے نوجوان آزادی کی جدوجہد سے واقف ہو سکیں اور ہمارا جو اس ملک کو حاصل کرنے کا مقصد تھا اس سے بھی آگاہ رہیں۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ جب تقاریر میں ہمارے کئی معزز اراکین نے یہ نقطہ اٹھایا تھا کہ موجودہ حکومت اپنے وعدوں سے ہٹ گئی ہے اور انہوں نے یہ جو وعدہ کیا تھا کہ پنجاب میں Women University کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ انہوں نے Women University کے لئے ایک پیسہ بھی جب میں مختص نہیں کیا انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ نئی نسل کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروانے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں؟ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہم نے Women University کا کام مکمل کر لیا ہے ہم نے اس کے لئے چودہ یا پندرہ اجلاس کئے تھے اس کے لئے جو کمیشن مرتب ہوا تھا اس نے اپنی رپورٹ مرتب کر لی ہے اور موجودہ جب میں Women University کے لئے رقم مختص نہیں کی گئی کہ اس کی fund-ing Federal Government کی طرف سے ہوگی اور جو رپورٹ ہم نے مکمل کی ہے وہ ہم جولائی کے پہلے ہفتے میں جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں پیش کرنے والے ہیں۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ جب تک یہ رپورٹ وزیر اعلیٰ کی خدمت میں پیش نہ ہو جائے میں اس رپورٹ پر روشنی نہیں ڈال سکتا۔ ہم نے یہ بھی تجویز پیش کی ہے کہ آئندہ تعلیمی سال سے صوبہ پنجاب میں Woman University کا آغاز کر دیا جائے گا۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ویمن یونیورسٹی کا قیام ہماری حکومت کی طرف سے ایک اہم اقدام ہو گا اور ہم اپنی ان بچیوں کو اور والدین کو یہ موقع فراہم کریں گے کہ وہ اپنی بچیوں کو ایک صحیح اسلامی ماحول میں تعلیم جاری رکھوا سکیں۔ کیونکہ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ کچھ والدین ایسے ہیں جو صرف اس وجہ سے اپنی بچیوں کو یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے نہیں بھیجتے کیونکہ وہ وہاں کا ماحول پسند نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! یہ صوبے میں اسلامی تعلیمات کو رائج کرنے کا بہت بڑا اقدام ہوگا۔ ابھی

چونکہ آپ نے حکم فرمایا تھا میں اپنی تقریر کو مختصر کروں۔ تو میں عرض کروں گا جہاں تک شرح خواندگی یا شرح تعلیم کا تعلق ہے اس سلسلے میں ہم نے خاطر خواہ ترقی کی ہے میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا تھا کہ 87-1986ء میں جب یہ پرائمری ایجوکیشن کے پراجیکٹ کا آغاز کیا تھا تو وہ حصہ جس پر عمل درآمد ہو رہا ہے وہ اصل میں 1990ء سے شروع ہوا۔ جناب سپیکر !اس وقت صوبہ پنجاب کی آبادی 54.15ملین تھی اور دسمبر 1991ء کے اعدادوشمار کے مطابق پنجاب کی آبادی 62.03 ملین ہے۔اس وقت 87-1986ء میں school going بچے 8.12ملین تھے لیکن دسمبر 1991ء میں school going بچے 9.3ملین ہوگئے تھے۔مگر جو actual بچے 87-1986ء میں سکول جاتے تھے وہ 3.79ملین تھے۔لیکن سب سے اہم نکتہ میں اب بتانے والا ہوں کہ دسمبر 1991ء میں school going بچوں کی تعداد 6.49ہو گئی تھی۔آپ اندازہ کریں کہ ہم نے چار پانچ سال میں school going بچوں کی تعداد میں سو فی صدی اضافہ کیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین :جی ملک صاحب !

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال :جناب والا! یہ تو اب ہمیں پڑھانے لگ گئے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ہم نے تو ایک روپے کی کٹ موشن دی تھی۔ہم نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ آپ ہمیں پڑھائیں۔

جناب چیئرمین :تشریف رکھیں۔جی پراچہ صاحب !

جناب فرید احمد پراچہ :جناب والا جو کٹوتی کی تحریک ایک روپے کی دی تھی اسے اب ہم آٹھ آنے کی کر دیتے اور یہ براہ مہربانی ہمیں معاف کر دیں۔

وزیر زراعت : جناب والا! مجھے اجازت دیں تو میں مختصر عرض کروں۔

جناب چیئرمین :اجازت ہے۔

وزیر زراعت : جناب والا! مجھے بھی سیمینار attend کرنے کا موقع ملا ہے۔اور وہاں پر ایک غیر ملکی انگریزی میں تقریر فرما رہے تھے۔ان کو یہاں کے رواج کا پتہ نہیں تھا کہ جب یہاں پر لوگ کسی کی تقریر سے بور ہو جاتے ہیں تو پھر وہ تالیاں بجاتے ہیں۔سامعین نے تالیاں

جانی شروع کر دیں۔ انھوں نے اپنی تقریر اور زیادہ زور سے کرنی شروع کر دی۔ جب تین گھنٹے گزر گئے تو سامعین نے ہاتھ جوڑے کے کہا جناب اب ہماری جان بخشی کر دی جائے۔ اگر میرے دوستوں کو یہ تکلیف ہے تو ہاتھ جوڑ دیں سارا معاملہ برابر ہو جائے گا۔

وزیر تعلیم : جناب والا! میں صرف پندرہ منٹ اور لوں گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین :آپ پھر دو منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

وزیر تعلیم : جی دو منٹ میں تو مشکل ہے۔ چلیں میں اسے دس منٹ میں وائنڈ اپ کر دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین : آپ دو منٹ میں وائنڈ اپ کریں، اس کے بعد ووٹنگ بھی ہونی ہے۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! فاضل اراکین نے اپنی اپنی تقاریر میں جو نکات اٹھائے ہیں ابھی تو میں نے وہ شروع کرنے ہیں۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے۔ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

وزیر تعلیم : میں محکمہ تعلیم کی کارکردگی کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ ہم نے جو achievements کی ہیں ----------

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر : جناب والا!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی ڈاکٹر وسیم صاحب!

ڈاکٹر سید محمد وسیم اختر : جناب والا! یہ جو ایک روپیہ کی کٹوتی ہے یہ میں انہیں دیتا ہوں۔ براہ مہربانی یہ اب اپنی تقریر بند کر دیں اور ہم سے ایک روپیہ وصول کر لیں۔

جناب چیئرمین : شکریہ!جی جعفر اقبال صاحب!

وزیر صحت : جناب والا! آج کے دن مجھے بہت ہی کم وقت دیا گیا۔ گزارش ہے کہ میرا بقیہ وقت بھی وزیر تعلیم کو دے دیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین : جی ملک صاحب! آپ نے اب ضرور بات کرنی ہے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میری تجویز ہے کہ بقایا باتیں اگر لاء منسٹر

صاحب کر لیں تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب چیئرمین : جی واجد علی خان صاحب!

چودھری واجد علی خان : جناب والا! ملک صاحب کو یہ علم نہیں کہ ہمارے نظام تعلیم کے پہلی جماعت سے لے کر ایم اے تک درجے ہیں۔ اور یہ جتنا وسیع نظام ہے انھوں نے اتنی ہی لمبی اور وسیع تقریر بھی کرنی ہے۔ ابھی تو وہ تقریر کرتے ہوئے مڈل کے درجے تک پہنچے ہیں۔

جناب چیئرمین : جی عثمان ابراہیم صاحب! جاری رکھیں اور جلد وائنڈ اپ کریں۔ کیونکہ آپ ہاؤس کا ماحول دیکھ رہے ہیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ آپ اچھے طریقے سے وائنڈ اپ کریں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : پوائنٹ آف آرڈر!

جناب چیئرمین : ملک صاحب! تشریف رکھیں یا پھر پوائنٹ آف آرڈر کی تشریح ذرا فرمایئے کہ پوائنٹ آف آرڈر کا کیا مطلب ہے؟

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میں وزیر تعلیم سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو وہ تقریر کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین : وزیر تعلیم سے بات نہیں ہو سکتی۔ آپ تشریف رکھیں اور اس معاملے کو آگے بڑھنے دیں۔

وزیر تعلیم : جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ہم نے تین چار سال میں یہ improvements کی ہیں۔ 1986-87ء میں شرح داخلہ 46.67 فیصد تھی لیکن دسمبر 1991ء کے آخر میں یہ شرح داخلہ بڑھ کر 70 فیصد ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! یہ 23فیصد بڑھی ہے۔ اور ہم 23 فیصد بچوں کو اپنے سکولوں میں لانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ خاص کر اس وقت جبکہ شرح پیدائش میں 3.5 فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ اس رفتار سے آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ ہم school going بچوں کو زیادہ سہولتیں فراہم کر رہے ہیں۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب رہے ہیں یا ناکام۔ جناب والا! میں عرض کروں کہ میرے ایک فاضل رکن ڈاکٹر محمد افضل عزاز صاحب نے فرمایا تھا کہ یہاں ڈگریاں بکتی ہیں۔ جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارا محکمہ بہت بڑا ہے اور جتنا بڑا

محکمہ ہے اس میں اتنے ہی مسائل ہوتے ہیں لیکن ہم ان مسائل سے لا تعلق نہیں ہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اگر اس محکمہ میں کہیں کوئی خرابی ہے تو اس کو دور کریں۔ ہم نے اس برائی کو ختم کرنے کے لیے جو گینگ تھے ان کو burst کیا ہے۔ پہلے وہ گینگ جو گوجرانوالہ میں جعلی ڈگریوں کا کاروبار کرتا تھا اس کو burst کیا۔ ان کے خلاف پرچے ،مقدمے درج کروائے ہیں۔ اس کے علاوہ لاہور میں اس گینگ کو burst کیا ہے جو تعلیمی ڈگریوں کا کاروبار کرتا تھا۔ اوراب تک تقریباً سو کیس ایسے ہیں کہ وہ لڑکے جو جعلی ڈگریوں کی بنیاد پر میڈیکل کالجوں میں ، اور انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخل تھے ہم نے ان تعلیمی اداروں سے ایسے سو لڑکوں کا داخلہ cancel کروایا ہے اور ان کے خلاف criminal cases درج کرائے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ جاری ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ :پوائنٹ آف آرڈر!

جناب چیئرمین : جی پراچہ صاحب! جناب والا! آپ نے دو منٹ مقرر کیے تھے اب دو منٹ گزر چکے ہیں۔

جناب چیئرمین : جی ہاں وہ اب وائنڈ اپ کررہے ہیں۔ عثمان ابراہیم صاحب ! آپ وائنڈ اپ کریں۔

وزیر تعلیم :جناب سپیکر! امتحانات کے نظام کو درست کرنے کے لیے میں نے سب سے زیادہ اقدامات کیے ہیں اور مجھے یہ کہنے میں شرمندگی نہیں ہے کہ جب میں وزیر تعلیم بنا تھا تو مجھے یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ آپ اپنی ذات کو امتحانات کو درست کرنے کے لیے involve نہ کریں کیونکہ یہ بورڈوں کا کام ہے وزیر تعلیم کا نہیں۔ لیکن میں نے اس ہدایت کے برعکس عمل کرتے ہوئے اپنی ذات کو involve کیا اور میں نے خود امتحانی سنٹروں کے چکر لگائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ یہ دیکھیں کہ اخبارات میں جو خبریں ہوتی ہیں وہ exaggerated ہوتی ہیں۔ میرا پہلے بھی یہ خیال ہے اور میری یہ conviction ہے کہ صرف وہی بچے امتحانات میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں جو پڑھتے ہیں----------

جناب چیئرمین : فرمائیں!

چودھری محمد طاہر محمود : جناب والا! میں آپ کے توسط سے درخواست کروں گا کہ وزیر تعلیم نے امتحانات کے متعلق جو اقدامات فرمائے ہیں وہ ذرا تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔

جناب چیئرمین : شکریہ! تشریف رکھیں۔ ڈاکٹر صاحب! فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! میں نے آج صبح اجلاس کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے اس جانب توجہ دلائی تھی کہ کسی سازش کے تحت جان بوجھ کر اجلاس کی کارروائی تاخیر سے شروع ہوئی۔۔۔۔

وزیر امداد باہمی : نکتہ اعتراض۔ جناب والا! میں احتجاج کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : رانا صاحب! تشریف رکھیں۔ ڈاکٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے ہیں۔

وزیر امداد باہمی : پوائنٹ آف آرڈر پر میں نکتہ اعتراض پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا رانا صاحب!

وزیر امداد باہمی : احتجاج تو ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : جناب والا! اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے میرا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ دیکھ لیجیے وزیر قانون کس طرح ہنس رہے ہیں اور انھوں نے باقاعدہ مفاہمت کرنے کے بعد اشارہ کر کے ایک ایسے وزیر تعلیم کو جو بے چارے خاموش انسان ہیں اور جنھوں نے کبھی اتنی لمبی تقریر نہیں کی۔ آپ ان کا سارا ریکارڈ اٹھا لیجیے کہ آج تک انھوں نے کبھی اتنی لمبی اور طویل تقریر کی ہو۔ بجائے اس کے کہ انھیں منع کریں انھیں وہ بار بار اکسا رہے ہیں اور انھیں کہہ رہے ہیں کہ آپ تقریر جاری رکھیں تاکہ اپوزیشن کو وقت نہ ملے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا یہاں اپوزیشن والوں کی یہ قدر و قیمت ہے کہ وہ تجاویز پیش کرتے ہیں اور اچھے اچھے مشورے دیتے ہیں اور اس کے بعد یہاں مثبت قسم کی تقریریں کرتے ہیں اور انھیں محض اس بنیاد پر روکا جا سکتا ہے کہ آپ یہاں تقریر طویل کیجیے تاکہ انھیں موقع نہ ملے اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں ساری سازش وزیر قانون کی ہے۔

جناب چیئرمین : تشریف رکھیں۔ جی رانا صاحب!

وزیر امداد باہمی : جناب والا! میں ڈاکٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ سازش کا لفظ واپس لیں۔ یہ معزز ایوان ہے کوئی جماعت نہیں کہ جو سازشیں کرے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں ان سے یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ انھوں نے اپوزیشن کا ذکر کیا ہے۔ ہم تو انھیں اپوزیشن سمجھتے ہی نہیں۔ ہم الیکشن لڑے ہیں۔ ان کا مقصد پورا ہو گیا ہے وہ پھر ہمارے ساتھ آرہے ہیں۔ ہم تو اپوزیشن ان کو تصور ہی نہیں کرتے۔ ہمارے دلی ساتھی ہیں۔ لیکن اس ہاؤس کے متعلق سازش کا لفظ واپس لیں۔ اس سے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ کوئی دور بیٹھا سازش نہیں کر رہا۔ یہ سازش کا گھر نہیں ہے، یہ منصورہ نہیں ہے، یہ اسمبلی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔ لاء منسٹر صاحب بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

وزیر قانون : جناب والا! جناب سپیکر! صاحب کے کمرے میں ایک میٹنگ ہوئی تھی جس میں ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اور قائد حزب اختلاف بھی تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر انھوں نے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ ایجوکیشن پالیسی پر ہم ایک پورا دن بحث کرنا چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں حکومت نے جو اقدامات کیے ہیں ان کے بارے میں ہم آگاہی حاصل کریں اور حکومت کو اپنا نقطہء نظر بھی بتائیں۔ انھوں نے کٹ موشنوں کے ذریعے اپنا نقطہء نظر بتایا ہے۔ اس وجہ سے میں نے خاص طور پر کل وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی کہ آپ ایجوکیشن پالیسی کے بارے میں پوری طرح ایوان کو اعتماد میں لیں اور ان کے حکم کی تعمیل میں وہ ایجوکیشن پالیسی کے بارے میں بیان کر رہے ہیں، اب یہ اعتراض کرتے ہیں۔ اب بتائیں کہ امتحانات میں جو بے ضابطگیاں ہوتی ہیں، اس کے بارے میں وزیر تعلیم ہاؤس کو اعتماد میں لینا چاہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ جناب والا! یہ بات نامناسب ہے۔ ایسی بات کوئی نہیں ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ تعلیم کے میدان میں حکومت کی کارکردگی سے ہاؤس کو بھی اعتماد میں لیا جائے اور ہاؤس کے ذریعے اور پریس کے ذریعے حکومت کی کارکردگی سے عوام الناس کو بھی آگاہ کیا جائے۔ یہ بہت سنجیدہ مسئلہ ہے۔ اس کو اتنا lightly نہیں لینا چاہیے۔

جناب چیئرمین : شکریہ سردار صاحب۔ جی ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز : مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ محترم وزیر قانون نے یہ جو بیان

دیا ہے کہ سپیکر چیمبر میں ہماری ملاقات ہوتی تھی جس میں ہم نے یہ طے کیا تھا کہ تعلیم کی کٹ موشنوں پر ہم پورا دن مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی سچائی نہیں ہے، کوئی صداقت نہیں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ انھوں نے ایوان میں کھڑے ہو کر یہ غلط بیانی کی ہے۔ میں دوسری بات آپ کی خدمت میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر بات پر، چھوٹے چھوٹے مسئلے پر جماعت اسلامی، منصورہ، قاضی صاحب اور اس قسم کی باتیں کرنا زیب نہیں دیتا۔ ہم تحمل اور برداشت سے یہ کام کر رہے ہیں اور صبر و تحمل سے برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین: درست ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: اگر آپ ہمیں مجبور کریں گے تو پھر ہم بھی آپ کے نام لیں گے۔ پھر آپ دیکھ لیجیے کہ یہاں ایوان میں لڑائی ہو گی اور جھگڑا ہو گا اور لوگ دیکھیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ مہربانی کر کے ہم تک رہیے۔ اگر میں نے کوئی غلط بات کی ہے تو مجھ تک رہیے۔ آپ کو منصورہ تک، جماعت اسلامی تک یا اس کے بعد قاضی صاحب تک جانے کی ضرورت نہیں ہے جماعت پر بحیثیت مجموعی کسی قسم کی الزام تراشی اور غلط بیانی کی ہم اجازت نہیں دیں گے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ درست فرما رہے ہیں۔ کسی قسم کے پرسنل یا اس قسم کے ریمارکس پاس نہیں کرنے چاہئیں۔ میں جناب عثمان ابراہیم صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ ہاؤس کا ماحول دیکھتے ہوئے، گو کہ آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ اپنا موقف پیش کریں۔ لیکن اب اجلاس ختم ہونے کا وقت بھی قریب ہے تو بہتر ہو گا کہ آپ اس کو وائنڈ اپ کریں تاکہ اس کے بعد کٹ موشنز پیش کی جائیں اور ان پر ووٹنگ کی جائے۔

وزیر قانون: جناب والا! میں ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے فاضل بھائی ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے شاید میری بات پوری طرح سے سمجھی نہیں ہے۔ قائد حزب اختلاف نے یہ فرمایا تھا کہ ایجوکیشن پالیسی پر ایک دن بحث کرنے کے لیے مختص کیا جائے۔ اس پر سپیکر صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ کٹ موشنز آئیں گی۔ ہم بحث کے دوران ایجوکیشن پالیسی کے لیے ایک دن مختص نہیں کر سکتے۔ جس دن کٹ موشنز ہوں گی اس دن آپ ایجوکیشن پالیسی کو بھی لے آئیں اور اس پر آپ جتنی زیادہ سے زیادہ بات کرنی چاہیں وہ کریں۔ میں نے اس کا حوالہ دیا تھا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ شکریہ! عثمان ابراہیم صاحب آپ مہربانی فرما کر اس کو وائنڈ اپ

کریں۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میں مختصراً عرض کرتا ہوں ۔ میں امتحانات کا تذکرہ کر رہا تھا جتنی اخبارات میں پبلسٹی ہوتی ہے اس میں سچائی یا حقیقت کم ہوتی ہے ۔ اگر اخبارات کے مطابق نقل ہو تو سو فیصد لڑکوں کو امتحانات میں کامیابی حاصل کرنی چاہیے لیکن امتحانات کے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتنے بچے اب نقل نہیں کرتے ۔ ہم نے قبضہ گروپ کو بالکل ختم کر دیا ہے قبضہ گروپ کو بالکل smash کردیا ہے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ سنٹروں کے اندرون ابھی ہم نقل کو کنٹرول کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ ہماری کوششیں جاری ہیں ۔ اب ہم نے تقریباً 99فیصد outside interference کو ختم کیا ہے ۔ اس کے بعد ہم انشاء اللہ اندر داخل ہو رہے ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انھی اقدامات پر عمل کرتے ہوئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ نقل کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کریں گے ۔ میرے معزز رکن نے "نوائے وقت" کا حوالہ دیا ہے جس میں انھوں نے کہا کہ ابھی جو بی اے کا امتحان ہوا ہے اس میں یہ ہو گیا کہ لڑکیاں روتی رہیں۔ جناب سپیکر! آپ ذرا اخبارات کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیء صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ سرخیاں اس انداز سے لگائی جاتی ہیں کہ positive خبر کو بھی negative انداز سے سرخیاں لگائی جاتی ہیں۔ اب "نوائے وقت" کی جو سرخی ہے اور میرے فاضل دوست جو فرما رہے تھے کہ لڑکیاں روتی رہیں اور سراپا احتجاج بن گئیں۔ کہ ہمیں نقل نہیں کرنے دی گئی ۔ یہ تو ہمارے کریڈٹ میں جاتا ہے کہ ہم نے پورے کے پورے سنٹر میں نقل کو کنٹرول کیا اور باوجود اس کے کہ انھوں نے پیسے دیے تھے ہم نے ایک لڑکی کو بھی نقل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جناب سپیکر! یہ ہمارے انتظامات ہیں۔ لیکن معزز رکن کو شاید سرخی کی اہمیت کا اندازہ نہیں تھا۔۔۔

جناب سپیکر : عثمان ابراہیم صاحب! آپ اس وقت سے ایجوکیشن پر اظہار خیال فرما رہے ہیں؟

وزیر تعلیم : جناب سپیکر! میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔

جناب سپیکر : لگتا یوں ہے کہ ہمارے وزراء نے حزب اختلاف کا رول اپنا لیا ہے۔

وزیر تعلیم :جناب سپیکر! آپ کی عدم موجودگی میں مجھ پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ میں بہت کم بولتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ :پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر :فرید احمد پراچہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب فریداحمد پراچہ :جناب سپیکر!آپ ہم پر رحم کھائیں اور خود ان پر بھی رحم کھائیں۔حقیقت میں جناب دریشک صاحب نے ان کو آج انتہائی مشکل میں ڈال دیا ہے اور چٹ دے کر کہا ہے کہ آپ نے دو بجے تک بولنا ہے۔بے چاروں کے پاس میٹیریل ختم ہے، توانائی ختم ہے، بات نہیں کر سکتے۔ان پر بھی رحم کھائیں اور ہم پر بھی رحم کھائیں اور برائے مہربانی ان کی تقریر ختم کرائیں۔

جناب سپیکر :میرے خیال میں ہمیں اپنی روایات کا خیال کرنا چاہئے۔یہ در اصل وزیر قانون صاحب سے بہتر اور کوئی نہیں جانتا کہ وزراء صاحبان اپنے محکمے کو واجبی سا defend کرتے ہیں اور اپنی ڈیمانڈ کے متعلق واجبی سی بات کرتے ہیں اور باقی سارا وقت اپوزیشن کو کٹوتی کی تحریک پر بولنے کے لئے دیتے ہیں تو میرے خیال میں ہمیں اپنی ان روایات کو قائم رکھنا چاہئے۔ بلاشبہ ہمارے وزراء صاحبان جنہوں نے آج بات کی ہے وہ بڑے competent ہیں۔وہ بات کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔وزیر صحت صاحب،وزیر تعلیم صاحب بڑی لمبی بات کرنے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔یہ میرے خیال میں آپ سب کو تسلیم کر لینا چاہیے۔اس کے بعد میرے خیال میں اب عثمان ابراہیم صاحب!آپ مہربانی فرمائیں گے اور اپنی تقریر کو ختم کر دیں گے۔

وزیر صحت :پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر :جی وزیر صحت پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

وزیر صحت :جناب والا! میں نے یہ گزارش کی تھی کہ آج صبح جب میں نے اظہار خیال کرنا چاہا تو مجھے بہت تھوڑا وقت دیا گیا۔چونکہ اس وقت مجھے تھوڑا وقت دیا گیا تو میری جناب سپیکر سے یہ گزارش تھی کہ آپ برائے مہربانی جو میرا بقیہ وقت ہے وہ جناب وزیر تعلیم کو دے دیں۔

جناب سپیکر :ابھی آپ کا خیال ہے کہ آپ کو تھوڑا وقت دیا گیا ہے۔

وزیر صحت : جناب سپیکر !میں چند منٹ میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : عثمان ابراہیم صاحب !ابھی ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کریں۔

وزیر تعلیم : ٹھیک ہے جناب سپیکر ! جناب والا!میں "نوائے وقت "کی اس خبر کا حوالہ دے رہا تھا تو میرے فاضل رکن نے شاید "جنگ" کی رپورٹنگ نہیں پڑھی کہ جس میں بی اے کے امتحانات کے متعلق رپورٹنگ تھی کہ بی اے کے امتحانات میں انتظامیہ نے اس دفعہ قبضہ گروپ کو شکست دے دی ہے تو یہ ہماری ان پالیسیوں کا نتیجہ ہے جن پر ہم پچھلے کئی سالوں سے عمل کر رہے ہیں۔ابھی میرے ایک فاضل رکن جناب چودھری محمد حنیف صاحب نے فرمایا تھا کہ وزیر تعلیم صرف ایک مثال دے دیں کہ جب کوئی بھی امتحان بروقت شروع ہوا ہو۔تو جناب سپیکر!میں کئی مثالیں دے سکتا ہوں لیکن چونکہ انہوں نے صرف ایک مثال کا کہا تھا تو میں تازہ مثال دیتا ہوں کہ اس سال ہمارے ایف اے اور ایف ایس سی کے امتحانات تھے وہ باوجود پی ایل اے کی strike کے ،اساتذہ کی strike کے ہم نے بروقت منعقد کروائے ہیں اور وقت پر ختم کروائے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر !چونکہ جناب کا حکم ہے اور میرا سارا وقت تو کچھ ممبر صاحبان نے لے لیا ہے تو میں اپنی گزارشات کو ختم کرتا ہوں اور آپ سے استدعا کروں گا کہ اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد کیا جائے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : شکریہ عثمان ابراہیم صاحب۔اب دونوں کٹوتی کی تحاریک پر رائے شماری ہو گی۔

اب سوال یہ ہے :

> کہ 12ارب 11کروڑ 70لاکھ 29ہزار دو سو روپے کی کل رقم سلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 15)تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

اب سوال یہ ہے :

کہ 12ارب 11کروڑ 70لاکھ 29ہزار دو سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 15)تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر :اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 12ارب 11کروڑ 70لاکھ29 ہزار دو سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنا پڑیں گے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 18

جناب سپیکر : اب مطالبہ زر نمبر 18کو لیتے ہیں وزیر زراعت صاحب اپنی ڈیمانڈ پیش کریں گے۔

وزیر زراعت :جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 87کروڑ 12لاکھ 31ہزار دو سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنا پڑیں گے۔

جناب سپیکر :یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 87کروڑ 12لاکھ 31ہزار دو سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے

قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد
"زراعت" برداشت کرنا پڑیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان : جناب والا میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ : میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : اس میں دو کٹوتی کی تحاریک ہیں۔ پہلی کٹوتی کی تحریک جناب فرید احمد پراچہ صاحب، چودھری محمد حنیف صاحب، ڈاکٹر محمد افضل اعزاز، چودھری اصغر علی گجر، میاں محمود الرشید اور جناب احمد خان ہرل کی طرف سے ہے۔ اسے فرید احمد پراچہ پیش کریں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ 87 کروڑ 2 لاکھ 31 ہزار دو سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان
(مطالبہ نمبر 18) زراعت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ 87 کروڑ 2 لاکھ 31 ہزار دو سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان
(مطالبہ نمبر 18) زراعت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

وزیر زراعت : جناب والا۔ میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : وزیر زراعت صاحب اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ پراچہ صاحب ! آپ بسم اللہ کیجئے۔

جناب فرید احمد پراچہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زراعت کا تعلق بالخصوص پنجاب کے ساتھ بہت ہی گہرا ہے اور بہت سارے ایسے موضوعات ہیں جو پورے ملک سے تعلق رکھتے ہیں لیکن زراعت ایک ایسا شعبہ ہے جس کا تعلق صوبہ پنجاب کے ساتھ خصوصی طور پر ہے۔ پنجاب اسمبلی کو پنجاب کے ہمارے وزراء کو اس طرف بالخصوص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جناب سپیکر! اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک کا کسان جو زیادہ تر پنجاب میں ہے وہ اور پنجاب کا کسان بالخصوص 72 فی صد زر

مبادلہ ملک کو دے رہا ہے ۔اس میں اس کی شمولیت 72فی صد ہے اور 56فی صد ملک کی لیبر پنجاب کا کسان فراہم کر رہا ہے ۔اسی طرح جی ڈی پی کے اندر 36فی صد شمولیت پنجاب کے کسان کی ہے ۔پنجاب فصلات کے لحاظ سے کپاس میں 87فی صد ،گندم میں 74فی صد، کماد میں 53فی صد اور باسمتی میں سو فی صد ملک کی ان فصلوں کے اندر پنجاب کا کسان شامل ہے ۔جناب سپیکر!آپ سے زیادہ کون اس بات سے آگاہ ہو گا کہ فصلوں کی بہتری کے ساتھ زرعی معیشت کا تعلق ہے ۔جتنی فصلیں بہتر ہوں گی اتنی ہی زرعی معیشت بہتر ہو گی ۔جب صورتحال اس وقت یہ ہے کہ امریکہ کا صرف دو فی صد رقبہ زیر کاشت ہے لیکن وہ نہ صرف اپنی غذائی خوراک کو پورا کر رہے ہیں بلکہ وہ دنیا کے بھی بہت سارے حصوں کو سپلائی کر رہے ہیں ۔سعودی عرب بھی زر مبادلہ کما رہا ہے ۔بھارت بھی اپنی فصلوں سے زر مبادلہ کما رہا ہے لیکن ہمارے کسان کو اس سلسلے میں کوئی سہولت نہیں دی گئی جس کی وجہ سے ہم اپنی زرعی معیشت میں پیچھے ہیں۔اور بنیادی غذا گندم بھی برآمد کرنے پر مجبور ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہماری زرعی پالیسی بہت ہی ناکام ہے ۔اور کسان کو کوئی سہولت نہیں دی جا رہی ۔ہم بھارتی پنجاب جو ہمارے بالکل قریب ہے اس کو تقابل کے طور پر دیکھ سکتے ہیں اس وقت صورتحال یہ ہے کہ بھارتی پنجاب میں کل بجلی جو زرعی شعبے کے اندر کھپت ہوتی ہے وہ47.1% ہے لیکن ہمارے ہاں 18% ہے ۔وہاں پر کھاد پر سب سڈی دی گئی ۔چھوٹے قرضے معاف کئے گئے ۔بڑے قرضوں پر سود معاف کیا گیا ۔زرعی اجناس کی بڑی متعدل قیمتیں مقرر کیں گئیں لیکن اب ہمارے ہاں بجلی کے نرخ بھی بڑھ چکے ہیں ۔1965ء میں بجلی کا نرخ 7 پیسے فی یونٹ تھا لیکن آج 90 پیسے فی یونٹ بجلی کا نرخ ہے ۔اس طرح سے کھاد کی قیمتوں کے اندر اتنا اضافہ ہوا ہے کہ 87-1986ء میں 133روپے کھاد کی بوری تھی لیکن اب ہمارا کسان اپنی 3من گندم دے تو وہ ڈی اے پی کی ایک بوری لے سکتا ہے اگر اب 55کلو کپاس دے یا باسمتی کے دو من دے یا گنا کے 18من دے تو پھر اس کو ایک بوری کھاد کی ملتی ہے ۔جناب سپیکر! اب حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے صورتحال یہ ہو چکی ہے کہ کسان کو جو اس کی فی ایکڑ لاگت ہے اس سے بہت ہی کم رقم ملتی ہے اس میں cost of production committee جو پنجاب کی ہے اس نے جو قیمتیں مقرر کیں (قطع کلامیاں)جناب سپیکر!انہیں ذرا کنٹرول کریں۔

جناب سپیکر :آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ عثمان ابراہیم کی سیٹ کے ساتھ ہی فرید پراچہ صاحب کی سیٹ ہے اور وہاں سے وہ بات کر رہے ہیں اور منسٹر ایجوکیشن کی سیٹ پر بہت زبردست قسم کا جھگڑا ہے اس لئے مقرر کو بار کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہے ۔میرے خیال میں عثمان ابراہیم صاحب پر ویسے بھی رحم فرمایا جائے کہ انہوں نے پہلے دو گھنٹے لمبی تقریر کی ہے اور ان کو اب تھوڑا سا relax کرنے کے لئے ٹائم دیا جائے ۔

سردار عاشق حسین گوپانگ :ان کو باہر بھیج دیا جائے ۔

جناب سپیکر : میرے خیال میں یہ مناسب بات ہو گی ۔(قہقہے)

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ cost of production committee کی طرف سے گندم اور دوسری اجناس کی جو فی ایکڑ لاگت لگائی گئی ہے وہ 1990-91ء میں 131روپے 86پیسے تھی لیکن وفاقی حکومت کی طرف سے جو قیمت مقرر کی گئی یا جو تجویز کی گئی وہ 329 روپے 87پیسے تھی لیکن جو قیمت لگائی گئی وہ 245 روپے تھی ۔ باسمتی کی جو قیمت تجویز کی گئی وہ 236 روپے 33پیسے تھی لیکن جو قیمت دی گئی وہ 143روپے 50 پیسے تھی اس طرح گنے کی قیمت 22روپے 74پیسے تجویز کی گئی لیکن جو ادا کی گئی یا جو حکومت کی طرف سے مقرر کی گئی وہ 15روپے 23پیسے تھی ۔جناب سپیکر! یہ پنجاب کو کسانوں کو جو اس حکومت کی طرف سے کہ جسے کسانوں کے سب سے زیادہ ووٹ ملتے ہیں چونکہ ملک کی آبادی سب سے زیادہ کسانوں کی ہے جو کچھ حکومت کی طرف سے کسانوں کو مل رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے ۔میں اس موقع پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بھائی چودھری عبدالوکیل صاحب شہری اور پنجابی کی بات کر رہے تھے ۔میں شہری حلقے سے منتخب ہونے کے باوجود یہ بات کہتا ہو ں کہ پنجاب کے کسانوں کو ان کی محنت کا صحیح صلہ ملنا چاہیئے جو کہ نہیں مل رہا ۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہ بات عرض کروں گا کہ سری لنکا جیسا ایک چھوٹا ملک وہ گندم کے اوپر subsidy دیتا ہے۔ گندم کے اوپر subsidy دی جائے۔آٹے کے اوپر شہری لوگوں کو یا ان لوگوں کو subsidy دی جائے ۔ کسان کو اس کی محنت کا پورا ثمر ملنا چاہیے ۔یہاں پر کھاد کی قیمتیں اتنی بڑھ گئی ہیں ۔ ٹریکٹر کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ بیج کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں

۔ ادویات مہنگی ہو گئی ہیں اور ناخالص اور ملاوٹ شدہ ملتی ہیں۔ سبسڈی ہر طرح سے ختم کی گئی ہے ۔ گندم 216روپے پر بیرون ملک سے درآمد کی جاتی ہے ۔ آپ گندم 216 روپے پر درآمد کرتے ہیں اور اپنے کسان کو 124 روپے دیتے ہیں۔ اس کو آپ زائد قیمت دینے پر تیار نہیں ۔ جبکہ وہی گندم آپ باہر سے 216روپے منگواتے ہیں۔ پچھلے سال 10ارب 72کروڑ روپے درآمد اور سبسڈی کے لیے رکھے گئے اور اس مرتبہ وفاقی بجٹ کے اندر 15 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اتنی بڑی رقم رکھنے کے بعد اگر آپ اپنے کسان کو یہی رقم دیں گے ، اگر اس کو سہولتیں دیں گے تو اس کا نتیجہ یقینی طور پر بہتر نکلے گا ۔ ہماری فی ایکڑ پیداوار زیادہ ہو گی ۔ فرانس کے اندر فی ایکڑ پیداوار 58 من ہے ۔ ہمارے ہاں بھی ہو سکتی ہے ۔ ہمارا کسان محنتی ہے لیکن اس کو اس کا صحیح ثمر اور اس کا صحیح پھل نہیں ملتا۔ گنے کے [illegible] بیمہ طے کیا گیا وہ آج تک نہیں ملا جو کہ کسان کو ملنا چاہیے ۔ اس طرح سے کسان [illegible] سے رقوم نہیں ملتیں۔ ملیں دبا لیتی ہیں۔ برادر شوگر مل نے 4 کروڑ روپے کسانوں [illegible] دینے ہیں۔ اس طرح سے دوسری شوگر ملوں نے کروڑوں روپے کسانوں کے دینے ہیں ۔ یہ کسانوں کی رقمیں ادا کی جائیں۔

جناب سپیکر! اس طرح سے مجھے عرض کرنا ہے کہ وہ بہت سارے ادارے اور محکمے جو ہمارے ہاں کسان کی سہولت کے لیے بنے ہوئے ہیں وہ جائے سہولت فراہم کرنے کے افسروں کی تعیش پر رقمیں خرچ ہو جاتی ہیں۔ واٹر مینجمنٹ بورڈ ہے ، لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی ہے ۔ میں آپ سے عرض کروں گا کہ یہ جو Land Utilisation Authority ہے گزشتہ چھ سالوں میں اس کا کوئی آڈٹ نہیں ہوا اور دو سالوں میں ڈائریکٹر جنرل نے صرف تین رپورٹیں دی ہیں۔ ایک سلیمانکی اور چشتیاں حلقے کی اور پی سی 1جو اس کی تیار کی گئی اس میں جعلی اعداد و شمار تھے ٹیکنیکل افسروں نے اس پر دستخط نہیں کیے ۔ پی اینڈ ڈی والوں نے دستخط نہیں کیے ۔ اس وجہ سے کہ وہ سارے کے سارے جعلی اعداد و شمار تھے اور اس طرح پھالیہ سیکٹر میں اس محکمے نے جو ٹیوب ویل لگانے تھے ان ٹیوب ویلوں کی صورتحال یہ ہے کہ نارووال سیکٹر کے اندر 200 ٹیوب ویل لگانے تھے لیکن جون 1992ء تک صرف 19ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں۔ میانوالی سیکٹر کے اندر 150 ٹیوب ویل [illegible] نے تھے لیکن صرف 25 ٹیوب ویل لگانے تھے اور ایک بھی نہیں لگایا گیا۔ 130 ملین روپے [illegible] کے اوپر ضائع ہو گیا ہے ۔ دیپالپور پراجیکٹ کے اندر 300 ٹیوب ویل نصب

کرنے تھے لیکن ایک ٹیوب ویل بھی نصب نہیں ہوا اور گاڑیاں لینے پر پیسے صرف کیے جا رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں اخبارات کے اندر تصویر شائع ہوئی کہ اس کے ڈائریکٹر جنرل کے زیر استعمال جو گاڑیاں ہیں اس کے اوپر دو نمبر پلیٹیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک کالے رنگ کی اور ایک سبز رنگ کی تاکہ جب ذاتی استعمال میں ہو تو سبز رنگ کی نمبر پلیٹ اتار لی جائے اور جو کالے رنگ کی ہے وہ ذاتی استعمال کے دوران جاری رہے۔ اس طرح سے صوبہ پنجاب کے عوام کی جو رقوم ہیں، جو زراعت کی ترقی کے اوپر خرچ ہونی چاہئیں وہ خرچ نہیں ہو رہیں اور اس کی وجہ سے بہت ساری خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر! میں تجاویز کے طور پر یہ بات عرض کروں گا کہ قیمتیں مقرر کرنے کا حق صوبائی حکومت کو دیا جائے۔ وفاقی حکومت قیمتیں مقرر نہ کرے، صوبائی حکومتوں کو قیمتیں مقرر کرنے کا حق دیا جائے۔ اس طرح سے یہ تجویز ہے کہ باسمتی کا رقبہ بڑھایا جائے اس لیے کہ ہماری باسمتی پوری دنیا کے اندر ایک بہترین باسمتی ہے اور وہ بہترین زرمبادلہ کماتی ہے۔ زرعی تعلیم و تحقیق پر زیادہ رقم خرچ کی جائے اور صحیح زرعی تعلیم و تحقیق کی جائے۔ بہترین طریقے سے دنیا کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے اس کے مطابق کیا جائے۔ اس طرح ڈیزل انجن جو ٹیوب ویل کے اندر استعمال ہوتے ہیں ان کی جگہ پر بجلی کے ٹیوب ویل نصب کیے جائیں۔ سکارپ کے ٹیوب ویل جو خراب ہیں ان کو مرمت کرنے کے لیے مرکزی حکومت کی طرف سے بھی رقم ملی تھی وہ ساری کی ساری ضائع ہو گئی ہے۔ اس طرح Agro industry اور کیڑے مار ادویات کے لیے زیادہ رقوم مختص کی جائیں اور ان کو پروان چڑھایا جائے۔ اجتماعی کاشتکاری کا نظام لایا جائے تاکہ چھوٹے چھوٹے کاشتکار جو اپنا ٹریکٹر، ٹیوب ویل یا دوسری چیزیں نہیں خرید کر سکتے اجتماعی کاشتکاری کا ایک ایسا نظام ہو کہ جس کے اندر ان کو بھی یہ سہولتیں فراہم کی جائیں۔

جناب سپیکر! اس طرح میں export کے بارے میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم جو اب پنجاب کے لیے ضروری ہے اور آئی جے آئی نے اپنے منشور کے اندر یہ بات رکھی تھی محض اپنے سیاسی مفاد کی وجہ سے اس کو مؤخر کیا جا رہا ہے۔ ان لوگوں سے جا کر بار بار معافیاں مانگتے ہیں جو کالا باغ ڈیم کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور قائد اعظم کی بھی توہین کرتے ہیں اور ان کو گالیاں نکالتے ہیں۔ ان کے پاس جا

کرہاتھ جوڑ جوڑ کر ان سے معافیاں مانگتے ہیں۔ اب کالا باغ ڈیم کو پس منظر کے اندر ڈال دیا گیا ہے ۔ پنجاب کی زراعت کو اگر ترقی دینی ہے تو کالا باغ ڈیم تعمیر کرنا پڑے گا۔

ہماری پنجاب اسمبلی کے جتنے وزراء اور اراکین اسمبلی ہیں انھیں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے ۔ محض خاموشی ، محض مصلحت آمیزی ، محض سیاسی سودے بازی ، محض سیاسی مصلحت پنجاب کے عوام کے ساتھ غداری ہو گی۔ جناب سپیکر! اسی طرح سے میں یہ عرض کروں گا کہ سندھ کے لوگ بے گھر ہو کر پنجاب میں آئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ پنجاب کے اندر 74 لاکھ 12 ہزار255 ایکڑ اراضی خالی پڑی ہے ۔ جناب والا میری حکومت سے التماس ہے کہ یہ زمین ان لوگوں کو دی جائے جو بے گھر ہو کر آئے ہیں۔ جناب والا! وہ اپنی درخواست لے کر جاتے ہیں تو ان کو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اس پر پابندی لگا دی ہے ۔ جناب میری عرض ہے کہ اس پابندی کو ختم کر کے ان لوگوں کو یہ زمین قیمتاً یا leaseپر دی جائے ۔ اس طرح سے جناب سپیکر! کپاس کے اوپر جو ڈیوٹی لگائی گئی ہے اس کو بھی ختم کیا جائے اور exportکے اوپر کوئی پابندی نہ ہو جتنی بھی کارپوریشنیں ہیں ان کو ختم کیا جائے ۔ اس لیے کہ اگر کارپوریشنیں ختم ہوں گی اور یہ open market میں جائے گی تو اس سے پنجاب کے کسان کو فائدہ ہو گا۔ اسی طرح سے چاول کی فصل میں بھی کسان کو فائدہ ہو گا۔ جناب سپیکر! گفتگو تو اور بھی تھی لیکن میں اپنی بات کو اس پر ختم کرتا ہوں کہ ہمیں بہتر طور پر پنجاب کے لوگوں کا تحفظ کرنا چاہیے اور وقت کے ختم ہونے کے پیش نظر میں اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب دو ج رہے ہیں اور بقیہ صاحبان جو اس پر بات کرنا چاہتے ہیں وہ کل کر لیں۔

(آوازیں) ٹھیک ہے ۔

جناب سپیکر: اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کرتے ہیں۔

(اس مرحلے پر اجلاس کی کارروائی بدھ 24جون 1992ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہو گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس)

بدھ ' 24۔ جون 1992ء

(چہار شنبہ ' 22۔ ذوالحج 1412ء)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ساڑھے نو بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ
اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ
فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ
رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾

(سورہ النحل آیات 45 تا 47)

کیا جو لوگ بری بری چالیں چلتے ہیں' اس بات سے بے خوف ہیں کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے یا (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آ جائے' جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے پکڑے' وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے یا جب ان کو عذاب کا ڈر پیدا ہو گیا ہو تو ان کو پکڑے بے شک تمہارا پروردگار بہت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے O

وما علینا الا البلاغ

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: پریویلج موشنز میں رانا اکرام ربانی خان کی پریویلج موشن ہے۔

(رانا اکرام ربانی ہاؤس میں موجود نہ تھے)

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہوں گا کہ آج کے "نوائے وقت" میں کل کی کارروائی اس طرح سے چھپی ہے کہ میرے خیال میں اس پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ "نوائے وقت" کی اس خبر میں یہ کہا گیا ہے کہ کل کی کارروائی بکر منڈی بنی رہی اور اس میں بڑے تضحیک آمیز جملے کہے گئے ہیں۔ میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! اس کے لیے مناسب یہی ہوگا کہ آپ لکھ کر دیں۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جی بہتر۔

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! میں نے بھی ایک تحریک استحقاق آپ کو پیش کی ہے' وہ بھی اس ہاؤس کے استحقاق کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ لکھ کر دے دیں۔

چودھری شوکت داؤد: میں آپ کی ٹیبل پر رکھ کر آیا تھا۔

جناب سپیکر: آپ نے لکھ کر دے دی؟

چودھری شوکت داؤد: جی ہاں! آپ کی ٹیبل پر میں نے پیپرز کے ساتھ ہی رکھ دی تھی۔ تو میری یہی درخواست ہوگی کہ آج یا کل اس سیشن میں اس کو لے لیا جائے۔

جناب سپیکر: جی وہ مل گئی ہے۔ ٹھیک ہے' شکریہ۔ سید طاہر احمد شاہ تحریک استحقاق نمبر 47 آپ کے پاس کاپی ہے؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر ہے تو سہی۔ میں نے اس میں تھوڑی سی ترمیم کی تھی۔ اب پتا نہیں یہ ترمیم شدہ ہے یا پہلی ہے۔ اگر آپ کاپی دے دیں تو بہتر ہے۔ دوسرا اگر آپ نمبر 48 بھی مہیا فرما دیں تو مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر: آپ نمبر 47 ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں یا 48 ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا یہ ہے کہ قواعد و ضوابط کے قاعدہ نمبر 202

کے تحت ان کا جو اصل مسئلہ ہے وہ ایک ہی نوعیت کا ہے' اگرچہ واقعات مختلف ہیں۔ یہ ایک ہی کمپنی سے متعلق ہے۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو یہ تین تحاریک استحقاق ہیں جو سوئی گیس کے ایندھن کی فراہمی کے بارے میں ہیں۔ ان کے پیسے تمام علاقوں کے لیے جمع ہو چکے ہیں' تو اگر تینوں کو ہی ٹیک اپ کر لیا جائے تو آپ کی اور اس ایوان کی بڑی نوازش ہوگی۔ میں اس میں مختصر ریفرنس پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ یہ نمبر 47 ٹیک اپ کرنا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں پہلے آپ کی اجازت سے 47 کی بجائے 48 ٹیک اپ کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ نمبر 48 کو ٹیک اپ کریں۔

جھنگ روڈ' فیصل آباد کے مکینوں کو سوئی گیس کی عدم دستیابی

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں' جو کہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ اینڈ رورل ڈویلپمنٹ فیصل آباد کی طرف سے جاری ہونے والی چٹھی نمبر آر ڈی / ٹی ڈبلیو پی / ٹی ڈبلیو پی /90-91 مورخہ مئی 1992ء کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ سوئی ناردن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ نے ابھی تک میرے حلقہ انتخاب کی ایک کالونی موسومہ گلفشاں کالونی جھنگ روڈ فیصل آباد میں علاقہ کے مکینوں کو قدرتی گیس یعنی سوئی گیس کے ایندھن کی فراہمی کے لیے ابھی تک کچھ بندوبست نہیں کیا۔ حالانکہ اس مقصد کے لیے متذکرہ بالا کمپنی کو مطلوبہ گیس کی فراہمی کے لیے مبلغ 26 لاکھ 20 ہزار 2 سو 12 روپے مالی سال 91-1990ء میں مورخہ 90-10-21 کو بذریعہ چیک جمع کروا دیئے گئے تھے' جس کی تفصیل یوں ہے۔

علاقہ کے مکینوں کی طرف سے اپنی مدد آپ کے تحت مبلغ 13 لاکھ روپے تعمیر وطن پروگرام کے تحت اپنے حلقے کے لیے مخصوص فنڈ میں سے میں نے یعنی طاہر احمد شاہ کی طرف سے 4 لاکھ 68 ہزار 2 سو 12 روپے اور میرے ہی حلقے سے قومی اسمبلی کے منتخب رکن کی طرف سے حکومت کی طرف سے اس علاقہ کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں مہیا کردہ مختص شدہ فنڈ میں سے 8 لاکھ 52 ہزار روپے جمع

کیے گئے۔ اس طریقہ سے ان کی جو کل رقم مجموعی طور پر Total Deposit Work کے طور پر طلب کی گئی تھی' وہ 26 لاکھ 20 ہزار 2 سو 12 روپے کمپنی کے پاس جمع کرا دیئے گئے۔

Sui Northren Gas Pipe Lines Company Limited Faisalabad

متذکرہ بالا رقم کی وصولی سے پہلے کے Regional Manager کی طرف سے جاری ہونے والی چٹھی نمبر FS/2 مورخہ 17 اکتوبر 1990ء میں ADLG, Faisalabad کو بتایا گیا تھا کہ جس مطلوبہ تعمیراتی منصوبہ یعنی سوئی گیس کی فراہمی کے لیے مطلوبہ رقم جمع کروائی جائے گی' اسے ایک سال میں مکمل کر دیا جائے گا' جبکہ ابھی تک متذکرہ بالا کام کو شروع کرنے کے لیے کوئی جاب نمبر منظور نہ کیا گیا ہے۔ جس سے نہ صرف مذکورہ علاقوں کے مکینوں میں شدید اضطراب اور بے چینی پھیلنے کے ساتھ ساتھ انہیں مجھ پر بھی بداعتمادی پیدا ہو گئی ہے اور وہ میرے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر متذکرہ بالا منصوبہ مالی سال کے اختتام تک مکمل نہ کیا گیا تو ڈر ہے کہ آئندہ منصوبہ پر لاگت کا تخمینہ بڑھ جائے گا۔

جناب سپیکر! متذکرہ بالا واقعات کی وجہ سے میری اپنے حلقہ انتخاب کے علاقہ میں مقبولیت بری طرح متاثر ہو رہی ہے' جس کی وجہ سے میں صحیح طور پر اس معزز ایوان میں اپنے مافی الضمیر کے مطابق اپنے آئینی اور قانونی فرائض سرانجام دینے میں دقت محسوس کر رہا ہوں۔ جس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میری آپ سے مؤدبانہ اور آپ کی وساطت سے اس ایوان سے گزارش ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر مجلس قائمہ برائے استحقاقات کے سپرد کیا جائے' تاکہ وہ معاملہ کی چھان بین کر کے اپنی رپورٹ اس معزز ایوان میں تین ماہ کے اندر اندر پیش کرے۔

جناب سپیکر: جی لاء منسٹر صاحب ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! اگرچہ میرے فاضل بھائی کی یہ تحریک استحقاق رول 55 کے مطابق نہیں بنتی۔ اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ ایک تو یہ مسئلہ مرکزی حکومت سے متعلق ہے۔ میں نے اور منسٹر انڈسٹریز نے سوئی گیس والوں کے ساتھ رابطہ قائم کیا ہے۔ میں فاضل رکن کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا' ہم چاہتے ہیں کہ چاہے ان کی تحریک استحقاق ٹیکنیکلی بالکل نہیں بنتی اور یہ فیڈرل گورنمنٹ سے متعلقہ مسئلہ ہے' اس میں ہم ان کو شاید اب یہی کہہ سکتے ہیں' لیکن اگر یہ تحریک استحقاق آپ پینڈنگ فرمالیں تو ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ان کی جو صحیح جائز تکلیف ہے' اس کا کسی

نہ کسی طریقے سے ازالہ کرنے میں ہم ان کے ساتھ معاونت کریں۔

میں فاضل رکن کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ٹیکنیکلی ان کی یہ تحریک استحقاق بالکل نہیں بنتی اور یہ مرکزی حکومت سے متعلقہ مسئلہ ہے' اس میں ہم مداخلت نہیں کر سکتے ہیں' اگر جناب والا! آپ اسے ملتوی فرمالیں تو بہتر ہے۔ ہم اس بارے میں کوشش کر رہے ہیں' کیونکہ یہ ان کی بڑی genuine تکلیف ہے' اور ہم اس کو دور کرنے میں بڑی معاونت کریں گے۔ میں آپ کے توسل سے اپنے بھائی طاہر احمد شاہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ یہ اس کو ملتوی کروالیں' متعلقہ محکموں کے ساتھ پہلے بھی اس بارے میں بات چیت ہو رہی ہے' ہم کوشش کریں گے کہ اس کا کوئی مثبت حل نکل آئے۔

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے فاضل وزیر قانون کا انتہائی مشکور ہوں' جنہوں نے اس تحریک پر میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے' میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ٹیکنیکلی یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی ہے۔ اس ضمن میں میں صرف یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ آئین پاکستان کے تحت ملک بھر میں اسمبلیوں کے انتخابات ہوتے ہیں' قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں معرض وجود میں آتی ہیں۔ صوبائی اسمبلیاں معرض وجود میں آنے کے بعد کچھ لوگ وزراء بن جاتے ہیں' ایک خوش قسمت ممبر وزیر اعلیٰ بن جاتے ہیں اور پھر وہ قوانین بناتے ہیں۔ وہ بجٹ سازی کرتے ہیں اور بجٹ سازی کے ذریعے سے وہ رقوم علاقوں میں تعمیر و ترقی کے لیے فراہم کرتے ہیں۔ یہ منتخب نمائندے عوام کے حقوق کے custodian بن کر آتے ہیں تو جناب والا! جب ان رقوم کو ان custodian کے حوالے کر دیا جاتا ہے تو یہ ان کے ذریعے سے خرچ ہوتی ہیں۔ جناب والا! قاعدے اور قانون کے مطابق Executing Agency کے پاس ایک معاہدہ ہے' خواہ یہ سنٹرل گورنمنٹ کی ایجنسیز ہو یا صوبائی حکومت کی ہو' یہ دو پارٹیوں کے درمیان ایک agreement ہوتا ہے۔ اس میں عوام کا نمائندہ ایک طرف ہوتا ہے' دوسری طرف Executing Agency کا نمائندہ ہوتا ہے تو جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ کیا کوئی معاہدہ جسے اس کی شرائط کے مطابق پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا جائے اور مطلوبہ رقم Deposit work کے طور پر اس کمپنی کو ادا کر دی جائے' خواہ وہ کسی بھی ایجنسی سے حاصل کی جائے اور کمپنی اس کی commitment کر لے۔ کمپنی اس کی رسید دے دے اور یہ اعتبار دلا دے کہ اس کو کریں گے۔

جناب والا! میں کچھ باتیں اس پارٹی کا وفادار ہونے کی حیثیت سے یہاں ایوان میں پیش نہیں کرنا چاہتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو فنڈز حکومت پنجاب نے میری صوابدید پر رکھے تھے اور میں نے قواعد و ضوابط کے مطابق عوام کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک منصوبہ کے لیے ایک سرکاری Executing Agency کو دیئے' ان کے درمیان ہمارا ایک معاہدہ ہوا' آپ یہ بتایئے کہ کس قانون کے تحت یک طرفہ طور پر اس معاہدے کو یا اس کی کسی شق کو منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! میرے فاضل وزیر قانون جو یہ چاہتے ہیں کہ اسے ملتوی کر دیا جائے' مجھے اس پر نہ کوئی اعتراض ہے اور نہ ہی کوئی اختلاف۔ میری استدعا صرف یہ ہے کہ اگر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تو میں آپ کی وساطت سے اس اسمبلی کے اپنے معزز بھائیوں سے یہ عرض کرتا ہوں کہ میرا کسی کو سزا دلانے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ عوام کے مسائل کو حل کرنا میرا فرض بنتا ہے۔

جناب سپیکر! اپنے حلقے میں عوام کے حقوق کا custodian میں ہوں' اس ایوان میں میرے حقوق کے custodian آپ ہیں اور اس ایوان سے باہر ہمارے حلقے اور عوام کے حقوق کی custodian حکومت ہے' جس کی نمائندگی اس وقت ہمارے فاضل وزیر قانون کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ آپ اپنے custodian کے فرائض خدانخواستہ نظرانداز کریں گے۔ اگر یہ وزیر قانون صاحب کے اپنے حلقے کا مسئلہ ہو یا آپ میں سے کسی صاحب کا مسئلہ ہو' آپ نے سرکاری خزانے میں پیسہ جمع کرا دیا ہو' اس کے باوجود جناب والا! اگر کام نہ ہو تو پھر ہم کس کے دروازے پر دستک دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر انصاف نہیں ملے گا۔ جب چاہے کوئی حکومت کسی معاہدے کو منسوخ کر دے' جب چاہے اس میں کوئی ترمیم کر دے اور ستم بلائے ستم آپ یقین کیجیے کہ میں چھ مرتبہ دفتر کے افسران کے پاس گیا اور مجھے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا اور وہ کہتے ہیں کہ کچھ مصلحتیں ہیں کہ جواب نہیں دیتے تو جناب سپیکر! آپ سے میری مؤدبانہ استدعا ہے کہ نہ صرف میری اس تحریک کو بلکہ دو اور کالونیوں کے لیے بھی میں نے پیسے جمع کروائے ہیں یہ ساٹھ' ستر لاکھ روپیہ جو ہمیں آئینی طور پر دیا گیا' اسے صرف کرنے کے لیے اور عوام کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ہماری حکومت کی نیک نامی کے لیے اس اسمبلی کی نیک نامی کے لیے خدارا! اس کا کوئی حل تلاش کر دیجیے۔ مجھے اس تحریک استحقاق سے صرف اتنا ہی سروکار ہے' اتنی ہی غرض ہے۔

جہاں تک میں نے آپ کو کہا کہ آئین کے تحت مجھے پیسے ملے تھے' وہ پیسے میں نے قوانین کے تحت جمع کروائے ہیں' میں ان کو اپنی ذاتی حیثیت سے خرچ نہیں کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! چونکہ آپ کی تینوں تحاریک استحقاق Identical ہیں' اس لیے میں آپ کو اجازت دیتا ہوں' ان کو یک جا کر کے اگر ان پر بھی بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ کر سکتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔ میری ایک تحریک استحقاق نمبر 47 ہے۔

جناب سپیکر: جی' ان کا نمبر 47 اور 52 ہے۔ بس آپ ان کو بھی اس میں شامل کر لیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میرے حلقے میں ایک لیاقت آباد آبادی ہے۔

میاں منظور احمد موہل: (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب والا! اس ایوان کی کارروائی کو قواعد و ضوابط کے مطابق چلانے کے لیے میں اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں کہ میں اس میں نکتہ اعتراض اٹھاؤں۔ فاضل رکن نے یہ کہا تھا کہ قاعدہ 202 کو suspend کر کے اسے ٹیک اپ کیا جائے۔ آپ کو مجھ سے زیادہ علم ہے کہ ایک سے زیادہ تحاریک استحقاق نہیں آ سکتیں۔ اگر رول 202 کو suspend کرنا ہے تو جناب والا! اس کا بھی ایک ضابطہ ہے' رول 202 خود بیان کرتا ہے کہ:

> 202. Any member may, with the consent of the Speaker, move that any rule may be suspended and if the motion is carried the rule in question shall stand suspended.

جناب والا! ایوان میں ایک موشن آتی ہے' اگر ایوان رضامند ہو' پھر یہ بات بنتی ہے۔ ایک ممبر کے کہہ دینے سے یہ بات نہیں بنتی' ایک ممبر درخواست کرتا ہے اور جناب والا! ایوان سے اس کے بارے میں پوچھتے ہیں' اگر ایوان اس کی اجازت دے تو پھر جناب والا! بات بنتی ہے' ورنہ نہیں بن سکتی۔ تو میرا فرض بنتا تھا اور میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات کر دی۔

جناب سپیکر: موہل صاحب! میں رولز کی requirements کو جانتا ہوں۔ سید طاہر احمد شاہ صاحب نے باضابطہ طور پر یہ موشن پیش کی تھی اور میں نے ایوان کی رضامندی لی ہے۔ چونکہ شاہ صاحب کی یہ تحاریک identical ہیں۔ عوامی نوعیت کی ہیں اور عوام کے مفاد میں ہیں۔ اس لیے ایوان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر ان کو یکجا ٹیک اپ کر لیا جائے۔ جی شاہ صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں اس معزز ایوان کا وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔ میری تحریک استحقاق نمبر 47 میں بھی سارے کا سارا مسئلہ وہی ہے' اس کے لیے بھی ہم نے 20 لاکھ کے قریب پیسے جمع کروائے ہیں' اور یہ میرے حلقے انتخاب میں لیاقت آباد کا ایک محلہ ہے' اس کا کمپنی کی طرف سے جو نمبر دیا گیا ہے' وہ بھی وہی ہے جو ADLG کی طرف سے لکھا گیا ہے' اس کا نمبر مختلف ہے۔ مگر

اس میں بھی سوئی گیس فراہم نہیں کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! جو تحریک استحقاق نمبر52 ہے اس میں میرے حلقہ انتخاب میں کوثر آباد کا ایک علاقہ ہے۔ اس کے لیے کمپنی کے سروے کرنے پر اور کمپنی کے ڈیمانڈ کرنے پر ہم نے 1055769 روپے جمع کروائے تھے' جس کا میں نے ذکر کیا ہے' جو رقم لیاقت آباد کے لیے جمع کروائی تھی' اس کی تفصیل میں بتا دیتا ہوں۔ 30,65,700 روپے جمع کروائے گئے تو ان تمام تحاریک استحقاق کے ذریعے میرا یہ مقصد ہے کہ قواعد کے تحت اسمبلی نے یہ پیسے دیئے تھے' یہ اسمبلی کا ہی استحقاق بنتا ہے' اور یک طرفہ طور پر نہ معاہدہ منسوخ ہو سکتا ہے' نہ اس میں کوئی ترمیم ہو سکتی ہے۔ ٹوٹل Deposit amount کے تحت یہ کام ہونا تھا' اور حکومت نے ایک ایجنسی کو دیئے تو جناب والا میری آپ سے استدعا ہے' آپ میرے حقوق کے custodian ہیں۔ آپ میری معاونت کیجیے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت کے متعلقہ وزیر سے بھی استدعا کرتا ہوں' اسے مؤخر کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اسے قرارداد کی صورت میں بنانے کی ضرورت نہیں' مگر آپ مہربانی کریں' وہ ہمارے ہی ساتھی ہیں' ان کا مسئلہ حل ہو جائے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میرے خیال میں وزیر قانون صاحب نے یہ جو فرمایا ہے' یہ مناسب ہے' کہ اسے ملتوی کر لیا جائے اور اس دوران وزیر قانون صاحب اس کو پرسنل لیول پر متعلقہ محکمہ جات سے ٹیک اپ کریں اور آپ کے معاملے کو حل کرا دیں۔ جی وزیر قانون۔

وزیر قانون (سردار نصر اللہ خان دریشک): جناب سپیکر! مجھے آپ کے فرمان سے سو فیصدی اتفاق ہے۔ میرے فاضل بھائی نے چند ایک باتیں کی ہیں کہ آئین نے انہیں ترقیاتی منصوبوں کے لیے فنڈز دیئے ہیں۔ آئین نے ان کو یہ حقوق دیئے ہیں۔ آئین میں جناب والا ایسی کوئی provision نہیں ہے کہ ترقیاتی منصوبوں کے لیے فنڈز ایم پی اے کو ملیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے یہاں on the floor of the House یہ کہا ہے کہ ہم کسی ممبر کو پیسے یا کیش نہیں دیتے' بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہم ترقیاتی سکیمیں بیوروکریٹس سے لینے کی بجائے ممبران کے ذریعے سے ترقیاتی سکیمیں لیتے ہیں۔ جس طرح میرے فاضل بھائی نے کہا ہے' اس طرح سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اور ہم پریس میں ہدف تنقید بنتے ہیں کہ ممبران کو رقم یا پیسے دیئے جا رہے ہیں اور ممبران یہ رقم اپنی مرضی سے خرچ کرتے ہیں۔ میری آپ کی خدمت میں بھی یہ عرض ہے کہ جہاں آپ ہمارے استحقاق کے custodain ہیں' وہاں آپ آئین پاکستان کے custodian بھی ہیں اور ان Rules of Procedure جن کے تحت ہم اس ہاؤس کو چلاتے ہیں' ان کے بھی آپ custodian

ہیں۔ ان کی آڑ لے کر اس طریقے سے بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں معزز ممبر کی مدد کرنا چاہتا ہوں اور یہ مجھے آئین پڑھا رہے ہیں۔ یہ بات مناسب نہیں ہے اور میں نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ یہ تحریک استحقاق قطعی طور پر نہیں بنتی۔ ترقیاتی منصوبوں کا کام ہمارے استحقاق میں نہیں آتا۔ بلکہ یہ حکومت کی ایک مہربانی ہے کہ ممبران سے حکومت سکیمیں اور ہمیں کسی قسم کے کوئی پیسے نہیں دیئے جاتے اور یہ ساری گزارشات میں نے ریکارڈ کو درست کرنے کے لیے کی ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں نے یہ نہیں کہا کہ آئین کے تحت مجھے پیسے دیئے گئے ہیں' بلکہ میں نے یہ کہا ہے کہ آئین کے تحت اسمبلیاں بنی ہیں اور اسمبلیوں میں سے حکومتیں بنیں' حکومتوں نے بجٹ پاس کیے' حکومتوں نے علاقوں کے لیے رقوم مختص کیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اراکین اسمبلی کی صوابدید اس حد تک ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے مسائل کو حل کرنے کے لیے تجاویز دیں اور میں نے بھی یہی بات کی ہے اور کسی رکن اسمبلی کو پیسے نہیں دیئے گئے اور اس بات کو آپ بھی جانتے ہیں، سب جانتے ہیں اور لوگ بھی جانتے ہیں۔ یہ پیسہ تو حکومت کے ایک ادارے کے پاس جاتا ہے اور پھر ہماری سفارشات پر یہی پیسہ ایک ادارے سے دوسرے ادارے کو جاتا ہے۔ execution کوئی کرتا ہے اور payment کوئی اور کرتا ہے۔ آئین کے تحت پیسے نہیں دیئے گئے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں!

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جس طرح تحریک استحقاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فاضل رکن نے اس میں یہ کہا ہے کہ میرے علاقے کے مکینوں میں اس مسئلے سے شدید اضطراب اور بے چینی پھیلنے کا احتمال ہے۔ جناب والا! یہ تحریک التوائے کار تو بن سکتی تھی' لیکن تحریک استحقاق کا اس مسئلے سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ قطعاً نہیں ہے اور پھر معزز ممبر نے کہا ہے کہ اس سے میرے حلقے میں میری عوامی مقبولیت کم ہو رہی ہے۔ لوگ میرے خلاف ہو رہے ہیں۔ جناب والا! میں اس طرح کی بے ڈھنگی تحاریک استحقاق نہیں لینی چاہیں۔ ان کو مسئلہ ضرور درپیش ہے اور ان کو تکالیف درپیش ہیں اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ یہ عوام کا مسئلہ ہے' لیکن ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ تحریک استحقاق بنتی بھی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: موہل صاحب آپ کا شکریہ! ہم اس پر بحث نہیں کر رہے۔ شاہ صاحب! میرے خیال

میں یہ مسئلہ طے ہو گیا ہے۔ ہمیں اس controversy میں نہیں جانا چاہیے کہ اس میں آئین پاکستان کیا کہتا ہے اور آپ کو یہ حقوق کس نے دیئے ہیں؟ معاملہ اس طرح طے ہوا ہے کہ آپ کی اس تحریک استحقاق کو وزیر قانون صاحب کی یقین دہانی پر پینڈنگ کیا جاتا ہے۔ وزیر قانون صاحب Personal level پر اس کو take up کریں گے اور آپ کے علاقے کے لوگوں کے grievances کو حل کیا جائے گا۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: میاں محمود احمد صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ میاں صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ لہٰذا یہ lapse کر جائے گی۔ ڈاکٹر محمد شفیق صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 49 ہے۔ جسے وزیر مال کی درخواست پر pending کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب والا! وزیر مال صاحب نے فرمایا تھا کہ اس تحریک استحقاق کو ایک دو روز کے لیے pending کر دیا جائے۔ اب میرے خیال میں وزیر مال صاحب کو اس کا جواب موصول ہو گیا ہے' لہٰذا اسے take up کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: کیا آپ اس کو پریس کرتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جی ہاں' جناب سپیکر! میں اس کو پریس کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر مال صاحب آپ اس بارے میں ارشاد فرمائیے۔

وزیر مال (جناب محمد ارشد خان لودھی): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول ہو چکا ہے اور میرے پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس تحریک استحقاق کا جواب دیں گے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر (پارلیمانی سیکرٹری): جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب کی اس تحریک استحقاق کے مطابق 20 مئی 1992ء کو پنجاب کانسٹبلری کی بھرتی فیصل آباد میں ایس پی پنجاب کانسٹبلری نے کی اور انہوں نے اس میں باقاعدہ میرٹ مقرر کیا ہوا تھا' جسے انہوں نے سرعام چسپاں کیا' اس کا باقاعدہ اعلان بھی کیا اور امیدواروں کو اس میرٹ کے بارے میں بتایا گیا اور اسی میرٹ کے مطابق انہوں نے بھرتی کی۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ بھرتی کے موقع پر ہزاروں امیدوار موجود تھے اور آخری وقت تک بھرتی ہوتی رہی اور 75 فیصد لوگوں کو منتخب کر لیا گیا اور جب ان امیدواروں کی چھاتیوں کی دوبارہ پیمائش کی گئی تو 17 امیدواروں کی چھاتیوں کی پیمائش مقررہ معیار کے مطابق پوری نہ اتریں۔ ان 17 امیدواروں نے کہا کہ آپ نے چھاتی کی پیمائش کرتے وقت ہمارے ساتھ سختی کی ہے اور

ہمارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ ایس پی صاحب نے انہیں کہا کہ میں آپ سب کو ہیڈ کوارٹر refer کر دیتا ہوں' وہاں آپ کی چھاتی کی پیمائش دوبارہ ہو گی اور اگر آپ معیار پر پورے اترے تو آپ کو بھرتی کر لیا جائے گا' بصورت دیگر آپ کو بھرتی نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ان 17 آدمیوں کو ہیڈ کوارٹر فاروق آباد refer کر دیا گیا اور ہیڈ کوارٹر نے ان امیدواروں کو 27 تاریخ کو پیش ہونے کے لیے نوٹس جاری کر دیئے ہیں اور ان امیدواروں میں ڈاکٹر صاحب کا آدمی بھی شامل ہے۔ اگر ان امیدواروں کی چھاتی کی پیمائش معیار کے مطابق پوری ہوئی تو ان کو بھرتی کر لیا جائے گا اور اگر یہ معیار کے مطابق پورے نہ اتر سکے تو انہیں نہیں رکھا جا سکتا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ فاروق آباد میں پہلے ہی کوئی آدمی رکھ لیے گئے ہیں۔

چودھری محمد فاروق: پوائنٹ آف آرڈر' جناب سپیکر!

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! جب ہوم ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ وزیر بھی ایوان کے اندر موجود ہیں تو محکمہ ہوم کے پارلیمانی سیکرٹری جواب نہیں دے سکتے۔ پارلیمانی سیکرٹری وزیر صاحب کی مدد تو کر سکتے ہیں لیکن اس تحریک استحقاق کا جواب وزیر صاحب کی موجودگی میں پارلیمانی سیکرٹری نہیں دے سکتے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری جواب دے سکتا ہے اور پھر یہ محکمہ وزیر اعلیٰ کے پاس ہے اور وزیر مال کے یہ ذمے لگایا گیا ہے کہ اس محکمہ سے متعلقہ سوالات کا جواب دیں اور میں اسی محکمہ کا پارلیمانی سیکرٹری ہوں' لہٰذا میں جواب دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق صاحب!

"Provided further that a Minister or the Parliamentary Seeretary concerned shall have the right of reply...."

یعنی رولز کے مطابق وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری جواب دے سکتا ہے۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر: جناب سپیکر! میں ڈاکٹر صاحب کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ پہلے نہ بھرتی ہوئی ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔ انہی امیدواروں میں سے بھرتی کی جائے گی اور ان میں سے جو امیدوار معیار کے مطابق پورے اتریں گے' ان کو منتخب کیا جائے گا۔ پہلے 58 آدمیوں میں سے 52 کو بھرتی کیا جا چکا ہے اور ان کو نمبر الاٹ کر دیئے گئے ہیں اور ان 17 آدمیوں کی دوبارہ پیمائش کی جائے گی اگر یہ معیار پر پورے اترے تو انشاء اللہ ان کو بھی بھرتی کر لیا جائے گا' ڈاکٹر صاحب کا آدمی بھی

ان میں شامل ہے' اگر وہ معیار پر پورا اترا تو اسے بھی انشاء اللہ بھرتی کر لیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے جواب سے قطعی طور پر مطمئن نہیں ہوں' کیونکہ انہوں نے اپنے جواب کے اندر ہی اپنے گناہوں کا اعتراف کیا ہے۔ جناب والا! 30 تاریخ کو فیصل آباد میں ہزاروں کی تعداد میں بھرتی کے لیے نوجوان آئے۔ میرا پہلا دعویٰ تو یہ ہے کہ ان ہزاروں امیدواروں میں سے کم از کم سینکڑوں کی تعداد میں امیدوار fit تھے۔

میں نے ایس پی کے دفتر میں موجود خود نوٹ کیا تھا کہ تعلیم یہ ہوگی۔ قد چھاتی' فیملی کلیم' سپورٹس اور اس کے علاوہ جو بھی جسمانی استعداد ہو سکتی ہے' اس کے ریمارکس میرے پاس موجود ہیں۔ انہوں نے 75 اسامیوں کی جگہ پر 70 امیدواروں کو منتخب کیا۔ دوسرے دن انہی افراد نے جنہوں نے خود بھرتی کیا ہے' جنہوں نے خود چھاتی اور قد ناپا ہے' اس میں ثابت یہ ہو رہا ہے کہ 17 امیدواروں کی چھاتی کی پیمائش کم تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پیمائش کے دوران ہی گھپلا ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں فٹ نوجوان ہمارے پاس موجود ہیں تو پھر صرف 70 تک اکتفا کرنے کی ضرورت نہیں تھی' ان کے پاس لسٹ 240 تک کی ہونی چاہیے تھی۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی نکلے ہیں' جو غلطی سے یا ملی بھگت سے انہوں نے بھرتی کر لیے تھے تو فوری طور پر ان لوگوں کو ان کا استحقاق دیا جاتا' جن کا حق بنتا تھا کہ ان کو بھرتی کیا جائے۔ حضور والا! اب یہ گناہوں کو چھپانے والی بات ہے کہ اب انہیں 17 امیدواروں میں سے جو کہ مسترد ہوئے ہیں۔ انہی کو فاروق آباد بلایا جا رہا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو بھرتی ہوئی ہے' اس کی میرٹ لسٹ بنائی جائے اور ویٹنگ لسٹ بنائی جائے اور انہی میں سے ان لوگوں کو حق دیا جائے جو کڑی دھوپ کے اندر اور قیامت خیز گرمی کے اندر اپنے آپ کو خدمت کے لیے پیش ہوئے تھے۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ میری نشان دہی کے باوجود ایس پی صاحب نے اپنی من مانی کا اعلان کیا اور ایک دوسرے ایس پی کی موجودگی میں کہ میں اب کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنی غلطی کو تسلیم کر لیجئے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ میری تحریک استحقاق کو منظور کرتے ہوئے' استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے' تاکہ اس معاملہ کی چھان بین ہو جائے اور اگر وہ ان حقداروں کو ان کا حق دے دیتے ہیں تو کمیٹی بھی اس کو بعد میں dispose of کر سکتی ہے۔ چونکہ حقداروں کو حق نہیں ملا' اس لیے میں اس پر زور دے رہا ہوں کہ اس کو منظور کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری محکمہ امور داخلہ (ملک محمد عباس خان کھوکھر): جناب والا! جیسے ڈاکٹر صاحب نے

فرمایا ہے کہ وہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ آئے ہوئے تھے۔ میں نے پہلے تسلیم کیا ہے کہ واقعی وہاں اتنے لوگ آئے ہوئے تھے' لیکن رکھے تو اتنے ہی جانے تھے' جتنی اسامیاں تھیں۔ تمام کو تو نہیں رکھا جا سکتا۔ جتنی اسامیاں تھیں' اتنے آدمی انہوں نے منتخب کیے اور آئندہ بھی انہیں میں سے رکھا جائے گا۔ چھاتی کے متعلق تھوڑا سا شک ہوا تو انہوں نے اعتراض کیا تو ان کو ہیڈ کوارٹر میں بھیج دیا گیا اور انہوں نے ان کو بلا لیا ہے۔ 27 تاریخ کو چھاتی کی باقاعدہ دوبارہ پیمائش ہو گی۔ اگر وہ اس معیار پر پورے اترے تو وہی بھرتی ہوں گے۔ ہزاروں تو آئے تھے لیکن بھرتی تو اتنے ہی ہونے تھے' جتنی اسامیاں ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے' لیکن اس سلسلہ میں' میں ڈاکٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اگر میرٹ کو مدنظر نہیں رکھا گیا تو وہ پوائنٹ آؤٹ کریں۔ جتنا میرٹ مقرر کیا گیا ہے' اس پر انہوں نے بھرتی کیا ہے اور اتنی بھرتی ہونی ہے' جتنی سیٹیں ہیں۔ لہٰذا میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ تحریک استحقاق قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اس میں ان کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ یہ ایک انتظامی امور کا معاملہ ہے۔ انہوں نے میرٹ کے مطابق ہی تمام کام کرنا ہے۔

جناب سپیکر: وزیر مال کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔

وزیر مال: جناب والا! میں چونکہ موجود ہوں' اس لیے میں نے سمجھا کہ میں معزز رکن کو یہ یقین دہانی کراؤں کہ ان کو پریشانی ہے' انشاء اللہ اس کو رفع کیا جائے گا۔ اس میں انتظامی پہلو ہے۔ فنی طور پر یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ لیکن پھر بھی چونکہ انہوں نے یہ معاملہ اٹھایا ہے اور یہ میرا فرض ہے کہ میں اس بھرتی کو دیکھوں کہ انہوں نے میرٹ کے مطابق بھرتی کی ہے یا نہیں۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ 27 جون 1992ء انہوں نے تاریخ مقرر کی ہوئی ہے۔ سترہ آدمی جن کو مسترد کر دیا گیا تھا۔ ایس پی صاحب نے ان کو دیکھا' ان کی چھاتی کم تھی۔ انہوں نے ان کا کیس ہیڈ کوارٹر کو بھیج دیا ہے۔ 58 کو انہوں نے اہل قرار دے کر فاروق آباد بھیجا تھا' لیکن 58 میں سے پھر 6 مسترد ہو گئے۔ 23 آسامیاں فیصل آباد سیکٹر کی اسامیاں موجود ہیں۔ 17 امیدواروں کی پیمائش 27 جون کو ہو رہی ہے۔ میں اپنے دوست اور اپنے بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ان کے آدمی کی چھاتی کم نہ ہوئی' تو اس کی بھرتی ضرور ہو جائے گی۔ باقی کیسز کے متعلق اگر وہ چاہیں تو میں لسٹ اپنے دفتر میں منگوا کر ان کی تسلی کے لیے تصدیق کرا دوں گا۔ میری یہ گزارش ہے کہ میرے دوست اس پر زور نہ دیں۔ چونکہ فنی طور پر یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی' لیکن پھر بھی ان کی حق رسی کے لیے ہم حاضر ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے استحقاق کو بالکل موم

کی ناک بنا رکھا ہے۔ کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ ڈی سی ایس پی نے ہماری بات نہیں سنی یا اس نے اونچی چھینک مار دی ہے تو ہمارا استحقاق مجروح ہو گیا اور کہیں یہ ہو رہا ہے کہ بیس پچیس حقداروں کو حق نہیں مل رہا اور میں اس کی نشاندہی کر رہا ہوں' کہ میرٹ کے مطابق ان کو حق ملنا چاہیے۔ میں صرف ایک سوال کرتا ہوں کہ سترہ یا بیس جتنے بھی لوگ جن کی چھاتیاں کم نکلی ہیں' اگر وہ مسترد ہو جاتے ہیں تو کیا ویٹنگ لسٹ میں ان کے پاس لوگ موجود ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو سزا ملنی چاہیے کہ وہی ادارہ قد اور چھاتی ناپ رہا ہے تو پھر پیمائش کم کیوں نکل رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا ان کے پاس ویٹنگ لسٹ موجود ہے۔ اگر ویٹنگ لسٹ موجود نہیں ہے تو انہوں نے ان اسامیوں کو خالی چھوڑ دینا تھا۔ پھر وہ ڈی آئی جی کی صوابدید پر آ جاتا تھا یا آئی جی صاحب کی صوابدید پر آ جاتا۔ پھر شائد وہ سیٹیں گجرات چلی جاتی تھیں یا میاں چنوں جاتی تھیں' کہاں جاتی تھیں' ہمیں اس کا نہیں پتا' لیکن ہمارا استحقاق ضرور مجروح ہوتا تھا کہ ہماری سیٹیں ہمارے لوگوں کو نہیں ملتی تھیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ میرا استحقاق بنتا ہے۔ میری نشاندہی پر کہ اس امیدوار کی چھاتی پوری ہے۔ میرے سامنے اس کی پیمائش کر لیں' لیکن میرے سامنے اس کی چھاتی نہ ناپنا میرا استحقاق مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ میں یہ بات نہیں کر رہا کہ میری افسر نے بات نہیں سنی۔ میں حق تلفی کی بات کرنے گیا ہوں اور اس کے نتیجے میں 17 امیدواروں کی نشان دہی ہو رہی ہے تو اور بھی گھپلا ہوا ہے۔ جناب والا! یہ مسئلہ اتنا سادہ نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ کی طفل تسلی میں آنے والا ہوں کہ آپ کا آدمی بھرتی ہو جائے گا یا آپ کو پارلیمانی سیکرٹری بنا دیں گے یا مشیر بنا دیں گے۔ ڈاکٹر شفیق اس قسم کا آدمی نہیں ہے۔ میں اصولی بات کر رہا ہوں اور اصولوں کی بنیاد پر یہ عرض کروں گا کہ اس کو منظور کریں اور اس کے بعد جو بھی اس کا نتیجہ ہو گا' وہ سامنے آ جائے گا۔ جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب' آپ کی بات جائز ہو سکتی ہے اور آپ جو فرما رہے ہیں کہ ذاتی طور پر آپ ایک زیادتی محسوس کر رہے ہیں۔ آپ کی پریشانی جائز ہے۔ لیکن جہاں تک تحریک استحقاق کا تعلق ہے' اس میں جو معاملہ آپ نے اٹھایا ہے' اس کے بارے میں عرض کروں گا کہ آپ کو آئین نے اور رولز نے جو بطور ممبر اسمبلی جو استحقاقات دیے ہیں' اگر ان کی خلاف ورزی ہوئی ہے' تو پھر وہ معاملہ استحقاق کے مجروح ہونے کے زمرے میں آتا ہے اور اس کو عام طور پر ایڈمٹ کیا جاتا ہے۔ ورنہ جو آپ کے عمومی معاملات ہیں' ان کے بارے میں ایوان میں آپ مسئلہ اٹھاتے ہیں' تو میں اجازت دے دیتا ہوں کہ آپ کو اپنے جائز مسائل ایوان میں پیش کرنے کا موقع مل جائے۔ متعلقہ وزیر اس کا جواب دے

دیں تاکہ آپ کے مسائل ventilate ہو جائیں اور آپ کا معاملہ متعلقہ حکام تک پہنچ جائے اور اس کے حل کی کوئی سبیل نکل آئے۔ میرے خیال میں اس معاملے میں اتنی بات کافی ہے جو وزیر مال نے یا پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کی ہے کہ آپ نے جو مسئلہ تحریک استحقاق میں اٹھایا ہے' اس کو وہ مکمل طور پر حل کریں گے۔ اس کی وہ یقین دہانی کراتے ہیں۔ فنی طور پر یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ اس لیے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ اس کو پریس نہ کریں اور وزیر مال کا مشورہ آپ قبول کر لیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! آپ کے ارشادات عالیہ ٹھیک ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ممبران اسمبلی کے تین کام ہیں۔ پہلے نمبر پر حکومت سازی ہے' پھر قانون سازی ہے اور پھر محاسبہ ہے۔ حکومت سازی کے بارے میں دیکھ رہا ہوں کہ 1985ء سے ہم کچھ نہیں کر رہے۔ قانون سازی کہیں اور ہوتی ہے' ہمارا کام تو مشرقی دلہن کی طرح "ہاں" یا "ناں" کہنا ہے۔ اس کو قبول کرنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد قانون سازی ہے' اس کا بھی قوم نظارہ کر رہی ہے۔ محاسبے کا عمل ہے' جس کے لیے میں نے آواز اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے استحقاق کو کسی ڈی سی نے بات نہیں سنی' وہ تو اور ہے' میں آپ کی بات سے متفق نہیں ہوں۔ آپ اس کو خلاف ضابطہ قرار دے دیں۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے' لیکن میں اس پر زور دیتا ہوں' اب فیصلہ آپ کر دیں' جو بھی آپ کرنا چاہیں کر دیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر محمد شفیق کی یہ تحریک استحقاق It is not a subject matter of breach of privilege اور Constitution یا رولز میں معزز اراکین اسمبلی کے جو استحقاقات ہیں' ان میں کسی معیار پر بھی یہ پوری نہیں اترتی technically speaking میں اس کو rule out کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں آپ کے فیصلے کے خلاف token walk out کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں پہلے بھی کئی دفعہ آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ آپ بہت مہربانی فرماتے ہیں اور بہت زیادہ accommodation کے جذبے سے کام لیتے ہیں اور اس جذبے کو جس طریقے سے reciprocate کیا گیا ہے اس پر میں سوائے اظہار افسوس کے اور کچھ نہیں

عرض کر سکتا۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! میرے خیال میں ڈاکٹر محمد شفیق چودھری کو ایوان میں واپس لایا جانا چاہیے۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ایوان میں واپس تشریف لائے)

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب' آپ نے وزیر قانون کی بھی بات سن لی ہوگی' اگرچہ آپ دروازے میں کھڑے تھے کہ جس انداز میں' میں آپ کے استحقاقات کے معاملات کو accommodation دیتا ہوں' اگر بے ضابطہ بھی ہوں تو میں ان کو پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں' جس طریقے سے میں متعلقہ وزیر کو پریس کرتا ہوں کہ وہ آپ کے معاملات کو resolve کریں تو آپ نے اس بات کو اس spirite میں نہیں لیا۔ I am sorry to say.

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں نے اصول کی بات کی ہے' اگر میری تحریک استحقاق نہیں بنتی تو پھر کسی ممبر کی بھی نہیں بنے گی' جس انداز میں ہم یہاں کام کرتے ہیں' جناب والا! میں نے عرض کر دیا ہمارے کام تین ہیں: حکومت سازی ہم نہیں کرتے' کوئی اور کرتا ہے۔ قانون سازی ہم نہیں کرتے' محاسبہ ہم نہیں کرتے تو ہمارا کام کیا ہے' پھر ہمیں گھروں کو چلا جانا چاہیے۔

جناب سپیکر: آپ کے استحقاق کے بارے میں فیصلہ کس نے کرنا ہے کہ یہ تحریک استحقاق بنتی ہے یا نہیں بنتی یہ کس کو اختیار ہے۔ قانون نے' آئین نے کس کو اختیار دیا ہے' کیا آئین اور رولز نے اس بات کا اختیار معزز اراکین کو دیا ہے یا سپیکر کو دیا ہے اور جب سپیکر کو اختیار ہے تو پھر سپیکر نے اس کو determine کرنا ہے کہ یہ آپ کا breach of privilege ہے یا نہیں ہے اور اس فیصلے کو آپ نے ماننا ہے۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ: (پوائنٹ آف آرڈر) جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے واک اوٹ کیا ہی نہیں' نہ تو ہم نے ان کو جاتے دیکھا ہے اور نہ ہی آتے دیکھا ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! ☆☆☆

☆☆☆

چودھری مسعود احمد: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ میرا حلقہ انتخاب ضلع رحیم یار خان تحصیل لیاقت پور سے ہے' دور دراز کا علاقہ ہے' بہت سارے لوگ کاموں کے لیے یہاں ہمارے پاس آتے ہیں۔ یہاں تبادلوں وغیرہ کے تمام اختیارات وزراء صاحبان کے پاس ہیں۔ ہمارے ساتھ اسمبلی میں جو آدمی آتے ہیں' کاموں کے لیے اس میں سیکورٹی Problems create کرتی ہے اور پریشان کرتی ہے' بلکہ ہمارے ساتھ misbehave کرتی ہے۔ جناب والا! میری گزارش ہے جو لوگ ہمارے ساتھ چھوٹے موٹے کام نپٹا کر فارغ ہونے والے ہوتے ہیں' براہ مہربانی ان کو اسمبلی کے اندر آنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اسمبلی سیکرٹریٹ کے متعلقہ جو معاملات ہیں یا اس کے انتظام و انصرام کے متعلق جو معاملات ہیں یہ personal level پر take up ہو سکتے ہیں' آپ personal level پر take up کیجیے۔

چودھری مسعود احمد: ٹھیک ہے جناب والا! مہربانی۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال: جناب سپیکر! میں نے تحریک استحقاق بھیجی ہے۔

جناب سپیکر: تو ڈیمانڈ نمبر 18 کو take up کرتے ہیں۔

قرارداد مذمت

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ ایک قرارداد ہے' جس کے بارے میں کل فرید پراچہ صاحب نے فرمایا تھا' میں نے رانا صاحب سے بھی بات کر لی ہے' اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کو پیش کروں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب' آپ کی تحریک استحقاق سیکرٹریٹ میں آ چکی ہے' وہ ٹائپ ہو رہی ہے' ضروری نہیں کہ اس کو آج ہی take up کیا جائے' جی ملک صاحب آپ تشریف رکھیں۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو....

وزیر قانون: میں قرارداد پہلے پیش کر لوں۔

جناب سپیکر: وزیر قانون ایک قرارداد لانا چاہتے ہیں۔

(قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ یہ ایک متفقہ قرارداد ہے' جس پر وزیر قانون' قائد حزب اختلاف رانا اکرام ربانی اور فرید احمد پراچہ' یہ سب اس پر متفق ہیں اور اسے وزیر قانون پیش کریں گے۔

بوسنیا کے مسلمانوں کے قتل عام پر سربیا کی مذمت اور بین الاقوامی برادری اور عالم اسلام سے بوسنیائی مسلمانوں کے تحفظ اور امداد کی اپیل

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ ایوان بوسنیا ہرزے گووینا کے مسلمانوں پر سربیا کی ایک منظم سازش کے تحت حملہ ان کا قتل عام اور ان کو بے گھر کرنے کی کارروائی کی شدید مذمت کرتا ہے' اس سازش کا مقصد مسلمانوں کی یورپ میں نسل کشی کرنا ہے' پنجاب اسمبلی اس سازش کے خلاف بوسنیا ہرزے گووینا کے مسلمانوں کے ساتھ مکمل یک جہتی کا اظہار کرتے ہوئے' عالمی ضمیر اور بین الاقوامی برادری سے پرزور اپیل کرتی ہے کہ مسلمانوں کے اس اجتماعی قتل عام کو بند کرانے اور ان کے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرے' یہ ایوان' حکومت پاکستان اور عالم اسلام کی تمام حکومتوں سے بھی استدعا کرتا ہے' کہ وہ انسانی حقوق کے اس اہم مسئلہ پر فوری توجہ دیں اور بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کے لیے ہر قسم کی امداد کے لیے اپنا بھرپور اور عملی کردار ادا کریں۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ یہ ایوان بوسنیا ہرزے گووینا کے مسلمانوں پر سربیا کا ایک منظم سازش کے تحت حملہ ان کا قتل عام اور ان کو بے گھر کرنے کی کارروائی کی شدید مذمت کرتا ہے۔ اس سازش کا مقصد مسلمانوں کی یورپ میں نسل کشی کرنا ہے۔

پنجاب اسمبلی اس سازش کے خلاف بوسنیا ہرزے گووینا کے مسلمانوں کے ساتھ مکمل یک جہتی کا اظہار کرتے ہوئے عالمی ضمیر اور بین الاقوامی برادری سے پرزور اپیل کرتی ہے' کہ مسلمانوں کے اس اجتماعی قتل عام کو بند کرانے اور ان کے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرے۔

یہ ایوان حکومت پاکستان اور عالم اسلام کی تمام حکومتوں سے بھی استدعا کرتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کے اس اہم مسئلے پر فوری توجہ دیں اور بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کے لیے ہر قسم کی امداد کے لیے اپنا بھرپور اور عملی کردار ادا کریں۔

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب فرحت حسین مزاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: مزاری صاحب جس وقت سپیکر کوئی قرارداد پڑھ رہے ہوں یا کوئی موشن ٹیک اپ کر رہے ہوں یا وہ ہاؤس سے ایڈریس کر رہے ہوں تو ان کی بات میں کسی صورت میں بھی مداخلت نہیں کی جاتی۔ اب آپ فرمائیں کہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جناب فرحت حسین مزاری: جناب والا! وزیر قانون نے اپنی قرارداد میں بوسنیا کو بوسینا پڑھا ہے'

اس کی تصحیح کرلی جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسمبلی کی کارروائی میں الفاظ صحیح استعمال کیے جائیں۔

جناب سپیکر: کیا لفظ ہے؟

جناب فرحت حسین مزاری: لفظ بوشیا ہے۔

جناب سپیکر: درست ہے۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: With the permission of the Mr Speaker, can I say that the Torcher Cells in Karachi should also be considered and be condemned by this House.

جناب سپیکر: یہ معاملہ میرے خیال میں وزیر قانون سے اور دوسرے دوستوں سے مشورہ کر کے ٹیک اپ کرنا چاہیے' مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کوئی بھی معزز رکن اس کو پیش کر سکتے ہیں' لیکن اس میں بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی پارٹی سے مشورہ کر کے اس معاملے کو ٹیک اپ کریں۔ جناب سعید احمد خان۔

مالیاتی حسابات مدبندی پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ بابت سال 85-1984ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سعید احمد خان منیس: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ مالیاتی حسابات مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 85-1984ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ مالیاتی حسابات مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 85-1984ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

تجارتی حسابات پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ بابت سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سعید محمد خان منیس: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مالیاتی حسابات' مدبندی پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ بابت سال 87-1986ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سعید احمد خان منیس: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ مالیاتی حسابات' مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 87-1986ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ مالیاتی حسابات، مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 87-1986ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مالیاتی حسابات، مدبندی پر آڈیٹر جنرل پاکستان کی رپورٹ بابت سال 89-1988ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سعید احمد خان منیس: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ مالیاتی حسابات، مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 89-1988ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ مالیاتی حسابات، مدبندی اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 89-1988ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 جون 1993ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سردار عاشق حسین گوپانگ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ ناسازی طبع کی وجہ سے میں مورخہ 92-5-21 اور مورخہ 92-5-24 تا 92-5-28 تک کے اجلاس attend نہ کر سکا ہوں۔ براہ مہربانی چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر محمد شفیق چودھری رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں ایک ضروری کام کی وجہ سے 92-5-21 کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا۔ مہربانی فرما کر ایک دن کی رخصت مرحمت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں بوجہ ناسازی طبع مورخہ 92-6-24 اور 92-6-25 اجلاس میں شرکت نہ کر سکوں گا۔ اجازت عطا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

میاں محمود احمد

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں محمود احمد رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول

ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے' جس کی وجہ سے میں آج مورخہ 92-6-7 کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مہربانی فرما کر مجھے ایک یوم کی رخصت دی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

چودھری خادم حسین

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری خادم حسین رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں مورخہ 92-6-18 کو اجلاس میں حاضر تھا مگر حاضری نہ لگا سکا۔ اس لیے رخصت منظور فرمائیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ فوزیہ بہرام رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ ضروری گھریلو کام کی وجہ سے میں مورخہ 31 مئی 1992ء بروز اتوار کو اسمبلی کا اجلاس attend کرنے سے قاصر ہوں۔ براہ کرم رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

رانا اکرام ربانی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست رانا اکرام ربانی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Sir,

It is respectfully submitted that I am not feeling will. I, therefore, cannot attend the Session today. I request that leave for 7-6-1992 may please be granted to me.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔
"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

سید طاہر احمد شاہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سید طاہر احمد شاہ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Due to illness and under the advise of my physician. I could not attend the Assembly Session on 16-17 and 18th June, 1992. I, therefore, request you to please put up my request before the honourable House to grant me leave for 16th to 18th of June, 1992.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔
"کہ مطلوبہ رخصت منور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب فرید احمد پراچہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست فرید احمد پراچہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

اطلاعاً عرض ہے کہ میرے چچا حاجی عبدالقیوم پراچہ صاحب قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے۔ اس لیے 16 جون سے 17 جون تک میری رخصت منظور فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔
"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

چودھری خوش اختر سبحانی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری خوش اختر سبحانی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں حج کے لیے جا رہا ہوں۔ برائے مہربانی اسمبلی کے بقایا اجلاس کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب ایس اے حمید

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ایس اے حمید رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں کل مورخہ 6/6/92 کو بوجہ ضروری کام اسمبلی کا اجلاس attend نہیں کر سکا۔ مہربانی کر کے مجھے کل کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

میاں محمود احمد

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں محمود احمد رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میرے ایک قریبی عزیز کا انتقال ہو گیا ہے' جس کے جنازے میں مجھے شرکت کرنا ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر مجھے ایک یوم مورخہ 92-6-20 کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی۔)

جناب عبدالستار

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب عبدالستار رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں 4 جون 1992ء بروز جمعرات اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا۔ رخصت کے لیے درخواست ہے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

ڈاکٹر سید وسیم اختر

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر سید وسیم اختر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I will not be able to attend Assembly Session on 8/6/92. Leave may please be granted. Thanks.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار حاجی غلام مجتبےٰ خان دریشک

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار حاجی غلام مجتبےٰ خان دریشک رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں حج کے لیے سعودی عرب جا رہا ہوں۔ اس دوران اسمبلی میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔ براہ مہربانی ان ایام کی رخصت عطا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی۔)

جناب اعجاز احمد شیخ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب اعجاز احمد شیخ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Due to unavoidable circumstances, I could not attend the current session from 21-5-1992 to 4-6-1992. Necessary leave may please be granted and oblige.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

چودھری اختر رسول

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری اختر رسول رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I am leaving for Amsterdam (Holland) in connection with B.M.W. Hockey Tournament. I will remain abroad from 4-6-92 to 10-6-92.

It is, requested that my absence from Punjab Assembly (from 4-6-92 to 10-6-92) may kindly be excused.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ فوزیہ بہرام رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے آج میں اسمبلی اجلاس میں شریک نہ ہو سکوں گی' لہٰذا ایک یوم کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں مورخہ 1/6/92 کو بوجہ ناسازی طبع اجلاس attend نہ کر سکا ہوں۔ مہربانی فرما کر چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار طفیل احمد خان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار طفیل احمد خان رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش حسب ذیل ہے۔

یہ کہ میں اپنی ذاتی گھریلو مصروفیات کی وجہ سے مورخہ 6-7 جون کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ان 2 ایام کی چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب تاج محمد خان زادہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست تاج محمد خان زادہ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I shall be grateful if you would request the House to grant me leave for 1/6/92, 4/6/92 to 8/6/92.

thanks.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار خضر حیات

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست سردار خضر حیات رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں بوجہ ناسازی طبع مورخہ یکم جون تا 8 جون 92 اجلاس میں شرکت نہ کر سکوں گا۔

رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

ملک محمد ذاکر

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست ملک محمد ذاکر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

بندہ 28 مئی 1992ء بروز جمعرات اجلاس میں ضروری کام کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا لہٰذا مطلوبہ رخصت عنایت فرمائی جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

ملک غلام حیدر تھنڈ

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست ملک غلام حیدر تھنڈ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش یہ ہے کہ سائل کی طبیعت مورخہ 27/5/92 اور 28/5/92 کو خراب تھی' جس کی وجہ سے سائل لاہور میں ہونے کے باوجود اجلاس اسمبلی میں نہیں آ سکا۔ مہربانی فرما کر رخصت برائے 27-28/5/92 منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب علی حسن رضوی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست علی حسن رضوی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

جناب عالی!

گزارش ہے کہ میں کل سے مورخہ 2 جون سے حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہوں' اس لیے مجھے مورخہ 2 جون سے 26 جون 1992ء تک رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں ناسازی طبع کی وجہ سے مورخہ 92-6-16 تا 92-6-18 تک اجلاس attend نہ کر سکا ہوں۔ اجازت عطا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مہر محمد سلیم

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست مہر محمد سلیم رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے' میں کسی ضروری کام کے سلسلے میں 27 اور 28 مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکا۔ مہربانی فرما کر دو یوم کی رخصت عنایت فرمائیں۔ نوازش ہو گی۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر محمد شفیق چودھری رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں ایک ضروری کام کی وجہ سے 28 مئی 1992ء کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا۔
مہربانی فرما کر ایک دن کی رخصت منظور فرمائیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب شوکت محمود بھٹی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست شوکت محمود بھٹی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں مورخہ 92-6-4 بروز جمعرات ایک ضروری کام کے سلسلے میں لاہور سے باہر ہوں گا' جس کی وجہ سے میں اجلاس میں شرکت نہ فرما سکوں گا۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر محمد شفیق چودھری رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

1۔ میں ضروری کام کے باعث 92-6-16 اور 92-6-17 کو اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا۔

2۔ مہربانی فرما کر دو یوم کی رخصت منظور فرمائیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب ریاض فتیانہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ریاض فتیانہ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں مورخہ 24 مئی 92ء کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا۔ اس روز میری رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مسز سمیرا ربانی کھر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست مسز سمیرا ربانی کھر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں بوجہ ناسازی طبع مورخہ 21/5/92 تا 25/5/92 اجلاس میں شرکت نہ کر سکی تھی۔

براہ مہربانی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبات زر بابت سال 93-1992ء پر بحث اور رائے شماری (..... جاری)

جناب سپیکر: ڈیمانڈ نمبر 18 زیر غور ہے۔ اس میں ایک کٹ موشن ہے جس میں فرید احمد پراچہ اظہار خیال کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر محمد افضل اعزاز بات کرنا چاہتے ہیں۔ ارشاد فرمائیے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: شکریہ۔ جناب والا ہماری حکومت یہ تسلیم کرتی ہے کہ ہماری معیشت کا

دارومدار زراعت کی ترقی پر ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارا ملک زراعت کی ترقی کے بغیر معاشی استحکام اور اقتصادی ترقی حاصل نہیں کر سکتا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں 70 فیصد باشندے اس شعبے سے بلاواسطہ یا بلواسطہ طور پر منسلک ہیں اور ہماری صنعتی ترقی کا سارا انحصار اسی شعبے پر ہے۔ اگر ہماری زرعی ترقی ہوگی تو صنعتی ترقی ہوگی۔ اس کے بغیر صنعتی ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد آپ کا 50 فیصد زرمبادلہ صرف ایک فصل 'کپاس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم نے کپاس کی طرف توجہ دی ہے' اور سنجیدگی سے اس پر غور کیا ہے۔ اگر اسی طرح ہم باقی فصلوں کے بارے میں بھی غور و فکر کریں تو مجھے پوری توقع ہے کہ انشاء اللہ اس ملک کا زرمبادلہ بڑی حد تک بڑھ سکتا ہے اور ہم جس معاشی بحران میں مبتلا ہیں اس سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ زرعی شعبہ میں کاشت کاروں کو جن مشکلات اور مسائل کا سامنا ہے حکومت پنجاب اس کا پوری طرح احساس نہیں کرتی اور اس کے لیے میں آپ کے سامنے ریکارڈ کے طور پر اس وائٹ پیپر سے کچھ اعداد و شمار پیش کرنے کی جسارت کروں گا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف زبانی جمع خرچ کیا گیا ہے' اس کے بعد ایسے وعدے کیے گئے ہیں' حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم نے زراعت میں پہلے سے زیادہ رقوم مخصوص کی ہیں۔ لیکن جناب سپیکر حقیقت یہ ہے کہ پہلے سے زیادہ رقوم مختص نہیں کی گئیں یہ ٹیبل نمبر 31۔ SUB SECTORAL ALLOCATIONS FOR AGRICULTURE اس میں لکھا ہے کہ 122.89 کروڑ روپیہ زراعت کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں تو صفحہ نمبر 56 ٹیبل نمبر 30 یہاں پر ایگریکلچر کی جو رقم دی گئی ہے وہ 143.43 کروڑ دی گئی ہے۔ یعنی اس رقم میں اور دوسری ایگریکلچر کی رقم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ 122.89 کروڑ روپیہ ٹیبل نمبر 31 میں انہوں نے اس لیے دیا ہے کہ یہ صرف زراعت کے لیے مختص ہے۔ لیکن جہاں تک ٹیبل نمبر 30 کا تعلق ہے اس میں انہوں نے نہ صرف یہ کہ زراعت کو شامل کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ لائیوسٹاک Forestery' فشریز' کوآپریٹو اور فارم ٹو مارکیٹ روڈ بھی شامل کیے ہیں' اور فوڈ سٹوریج بھی شامل کی گئی ہے۔ یعنی زراعت میں جو ایلوکیشن بڑھی ہے یا انہوں نے اسے جو اضافے کے طور پر دکھایا ہے وہ حقیقتاً بھی نہیں ہے بلکہ 122.89 کروڑ روپے ہیں جو پچھلے سال سے کم ہیں۔ میں اس میں گزارش کروں گا کہ 122.89 کروڑ میں اگر آپ دیکھیں تو اس میں جو فارم ٹو مارکیٹ روڈ ہیں اس میں 87.89 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اگر ہم اسے bifricate

کریں تو اس میں یہ پتہ چلتا ہے کہ باقی جو مدات ہیں ان میں صرف 28.48 فیصد اور فارم ٹو مارکیٹ روڈ میں 71.52 فیصد ہے۔ یعنی اس کا میجر شیئر اور سب سے بڑی مد فارم ٹو مارکیٹ روڈ ہے اور اس میں 122.89 کروڑ میں سے 88 کروڑ روپیہ صرف فارم ٹو مارکیٹ کے لیے مختص کیا گیا ہے اور فارم ٹو مارکیٹ روڈ جو بنتی ہیں وہ سی اینڈ ڈبلیو والوں کے ماتحت یا ان کے زیر اثر بنتی ہیں اور سی اینڈ ڈبلیو میں جو گھپلا ہوتا ہے' اس میں جو خوردبرد ہوتی ہے اور اس کے بعد اس میں سے جو کمیشن اور percentage کھائی جاتی ہے۔ وزیر زراعت میرے سامنے تشریف فرما ہیں ان کو اچھی طرح پتہ ہے کہ اس میں سے چالیس سے پچاس فیصد روپیہ خوردبرد ہو جاتا ہے۔

اب آپ ایک طرف دعویٰ کر رہے ہیں کہ زراعت کی ترقی کے لیے اتنی بڑی رقم رکھ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں سے 88 کروڑ روپیہ سڑکوں کی تعمیر کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ اس میں سے بیشتر رقم' پچاس فیصد کھائی پی جائے گی۔ جناب والا! میں آپ کے سامنے حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ Agriculture' صفحہ نمبر56' ٹیبل نمبر30 وزیر خزانہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے زراعت میں پچھلے سال 92-1991ء میں 126.20 کروڑ روپیہ ہم نے مختص کیا تھا اور یہ بات بڑے فخر سے پورے ایوان کے سامنے پیش کی کہ اس مرتبہ ہم نے 143.43 کروڑ روپیہ مختص کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ اسی صفحے پر غور فرمائیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ 12.02 فیصد 92-1991ء کے لیے تھا اور 93-1992ء کے لیے 10.35 فیصد ہے۔ یعنی جب آپ نسبت نکالتے ہیں تو بجائے اس کے کہ یہ رقم بڑھی ہوئی تصور کی جائے' یہ رقم کم ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زراعت کی مد میں رقم کم کی گئی ہے بڑھائی نہیں گئی۔ جو دعویٰ کیا گیا ہے وہ غلط کیا گیا ہے۔

جناب والا! پھر Water and Power میں دیکھئے۔ 38 کروڑ روپیہ 92-1991ء کے لیے مختص کیا گیا اور 42 کروڑ اس بجٹ کے لیے مختص کیا۔ اگر آپ 38 کروڑ اور 42 کروڑ کی نسبت نکالیں تو 3.62 فیصد 92-1991ء کے لیے ہے اور 3.03 فیصد 93-1992ء کے لیے ہے۔ یہ فگرز بھی ثابت کرتی ہیں کہ ہم نے زراعت میں رقم کو کم کیا ہے بڑھایا نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں Productivity and Enhancement Programme کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس ضمن میں بجٹ تقریر میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ سو کروڑ روپیہ تھا جو مرکزی حکومت نے تمام صوبوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس سو کروڑ روپے میں یہ فارمولا طے ہوا تھا کہ ہم آبادی کے لحاظ سے یہ رقم تمام صوبوں میں تقسیم کریں گے۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آبادی کی

شرح کو نظرانداز کرتے ہوئے ہمیں صرف اڑتیس کروڑ روپیہ دیا گیا۔ اگر ہمیں آبادی کے لحاظ سے رقم ملتی تو وہ اٹھاون کروڑ روپے ہوتے۔ لیکن یہ رقم نہیں دی گئی۔ اس ضمن میں پنجاب حکومت نے کوئی مطالبہ کیا ہے اور نہ ہی مرکزی حکومت سے کوئی باقاعدہ اصرار کیا ہے کہ ہمیں ہماری آبادی کے لحاظ سے یہ سارا روپیہ ملنا چاہیے۔ اس کو پوری طرح نظرانداز کیا گیا ہے۔ آج ہم صرف اس بات پر قناعت کر رہے ہیں کہ اڑتیس فیصد دیا گیا اور پاکستان ایگریکلچرل ریسرچ کونسل نے کوئی ایسا فارمولا بنایا جس کو حکومت پنجاب نے تسلیم کیا اور اڑتیس کروڑ روپے پر مطمئن ہو گئی۔ حالانکہ اس میں بھی بیس کروڑ روپے کی کمی واقع ہوئی۔

جناب والا! یہاں ایک Punjab Land Utilization Authority ہے۔ جناب سپیکر! اگر آپ ایوان کو in order کریں تو آپ کی بڑی عنایت اور مہربانی ہوگی۔ یہاں میرے آس پاس کچھ باتیں ہو رہی ہیں اور میں پوری توجہ نہیں کر سکتا۔۔۔ Punjab Land Utilization Authority کے بنیادی مقاصد یہ ہیں کہ بنجر زمین کو زرخیز بنایا جائے اور خاص طور پر جن زمینوں کا زیر زمین پانی میٹھا ہے اس پر توجہ دیں اور توجہ دینے کے بعد اس پر کاشت کریں اور بہتر نتائج حاصل کریں تاکہ فصلوں میں اضافہ ہو۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جہاں جہاں میٹھا پانی دستیاب ہے' اس ادارے نے کوئی قابل ذکر خدمات سرانجام نہیں دیں۔ پچھلے سال پنجاب میں 193 ٹیوب ویل لگانے کا پروگرام تھا لیکن اس سال صرف بیس ٹیوب ویل اس مد میں لگائے جا رہے ہیں اور ٹیوب ویلوں کی کمی کی وجہ سے فصلوں پر برا اثر پڑے گا اور وہ پروگرام ہماری توقعات کے مطابق نہیں ہو سکے گا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق انتالیس لاکھ ایکڑ زمین ایسی پڑی ہوئی ہے جس کا زیر زمین پانی میٹھا ہے اور وہ قابل کاشت ہے۔ اگر ہم اس پر توجہ کریں تو انشاء اللہ ہم بہتر نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن اس انتالیس لاکھ ایکڑ زمین کو بالکل نظرانداز کیا جا رہا ہے اور اس پر کوئی توجہ نہیں کی جا رہی۔

جناب والا! پھر ان کا ایک اور ڈیپارٹمنٹ ہے Agriculture (Extension) اس میں بھی اچھی خاصی رقم رکھی گئی ہے۔ اس رقم کی مگر 5.62 کروڑ روپیہ agriculture extension wing کے لیے رکھا گیا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں ہزاروں آدمی ملازم ہیں اور وہ سارا دن اپنے گھروں میں بیٹھتے ہیں' گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ وہ گاڑیاں کھیتوں میں جا کر کاشتکاروں کی مدد اور مشوروں کے لیے اور تعاون کے لیے ہیں۔ لیکن عملی طور پر یہ پروگرام نہیں ہو رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ساری گاڑیاں اور وہ سارا پیسہ خوردبرد ہو رہا ہے۔ میں آج آپ کے سامنے یہ بھی کہنا

چاہتا ہوں کہ یہ پیسہ جو آپ اس مد پر خرچ کر رہے ہیں وہ ڈپٹی ڈائریکٹروں اور اسسٹنٹ ڈائریکٹروں کے لیے نہیں کر رہے' بلکہ غریب کاشتکاروں کی مدد اور ان کے تعاون کے لیے پیسہ مخصوص کیا ہے اور اس کو ہم ڈویلپمنٹ کے لیے خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے بتایا جائے کہ زرعی شعبے میں اس ڈیپارٹمنٹ کی وجہ سے کیا ترقی ہوئی ہے اور کون سے کارہائے نمایاں سرانجام دیے گئے ہیں۔ اگر اس ڈیپارٹمنٹ کو ختم کر دیا جائے اور یہ ساری رقم براہ راست کاشتکاروں کو دی جائے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کاشتکاری میں اور ان کے بچوں کی بہتری کے ضمن میں کہیں بہتر امکانات اور نتائج نکلیں گے بنسبت اس کے ہم اس غلط ڈیپارٹمنٹ کو اپنے اوپر مسلط کریں اور اس کے لیے ایک اچھی خاصی رقم مخصوص کریں۔

جناب سپیکر! ان کا ایک Genetic Engineering Department ہے جس کو tissue culture اور فیصل آباد اور راولپنڈی میں صرف دو ایسے ڈیپارٹمنٹ ہیں جہاں وہ تجرباتی بنیادوں پر کچھ کام کر رہے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ وہ صرف green houses بنا کر وہاں صرف تجرباتی بنیادوں پر کام کرتے ہیں لیکن جہاں تک کھیتوں میں اور کھلیانوں میں نکلنے کا سوال ہے اور تمام جدید تحقیقات سے استفادہ کرنے کا پروگرام ہے اس کے لیے قطعاً کوئی کام نہیں ہو رہا اور وہ صرف نمائشی طور پر رکھا گیا ہے۔ جب باہر سے کوئی ایسے لوگ آتے ہیں یہ صرف انہیں دکھانے کے لیے ہے کہ ہم نے tissue culture کا بہت بڑا کارنامہ یہاں سرانجام دیا ہے۔ انہیں دکھا دیتے ہیں لیکن آپ کہیں بھی جا کر دیکھئے' سارے پنجاب میں کوئی green house ہمیں نظر نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ فیصل آباد اور راولپنڈی میں گرین ہاؤس ہیں جن پر اچھی خاصی رقم ریسرچ کے لیے خرچ ہو رہی ہے۔ لیکن وہ تمام نتائج نہیں نکل رہے جن کی ہمیں توقع ہے۔ وزیر زراعت صاحب یہ بھی بتائیں کہ کیا یہ تلخ حقیقت نہیں ہے کہ سوائے کپاس کے جس میں ہم خود کفیل ہیں باقی کوئی ایک فصل بھی ایسی نہیں کہ جس میں پنجاب خود کفیل ہے اگر اور کوئی ایسی فصل ہے تو بتایا جائے۔ کپاس ایک ایسی فصل ہے جس پر ہم نے توجہ دی اور ہم نے بہتر نتائج حاصل کیے۔ لیکن باقی تمام فصلوں کی پیداوار پاکستان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بہت کم ہے اور ناکافی ہے۔ وہاں ہم نے نہ کاشت کاروں کو بیج فراہم کیا' نہ زرعی آلات سے انہیں پوری طرح استفادہ کرنے کا موقع دیا' نہ زرعی مشینری دی اور نہ انہیں کھاد فراہم کی اور نہ ہی ہم نے انہیں قرضے دیے۔ آج بھی میرے پاس ایک جائزہ رپورٹ ہے جو پچھلے سال یہاں شور اور ہنگامہ ہونے کے بعد پنجاب حکومت نے جائزہ کمیٹی

تشکیل دی اس کو آپ پڑھیے اور دیکھیے کہ اس میں صاف طور پر ہے کہ جو صنعتی قرضے دیے جاتے ہیں وہ واقعی زراعت کے قرضوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ انہیں روپیہ پیسہ کہیں زیادہ مقدار میں دیا جاتا ہے۔ لیکن غریب کسانوں کو اگر دیا بھی جاتا ہے تو وہ صرف اس بنیاد پر کہ جب ان کی کوئی سفارش ہو' کوئی سیاسی رشوت ہو یا کوئی اور ایسے مواقع پیدا کیے جائیں جن کی بنیاد پر انہیں یہ پیسے دیے جاتے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ خود وزیراعلیٰ نے تسلیم کیا کہ ہم پوری طرح بیج فراہم نہیں کر سکتے۔ پنجاب سیڈ کارپوریشن بیج کو خریدتی کم قیمت پر ہے' 93 روپے چالیس کلو کے لیکن وہ 145 روپے چالیس کلو کے لیے وہ لیتی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ پراسیسنگ میں جو قیمت خرچ ہوتی ہے وہ لیتے ہیں۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ انہیں No Profit, No loss بنیادوں پر تمام بیج بروقت اور وافر مقدار میں اچھی حالت میں استعمال کرنے کے لیے اجازت دی جائے اور انہیں فراہم کیا جائے۔

پھر اس کے بعد Agricultural Engineering Department ہے۔ وزیر زراعت جانتے ہیں کہ اس میں کتنی بڑی بڑی زرعی مشینیں کچھ وقت کے بعد معمولی استعمال کے بعد نیلام کر دی جاتی ہیں اور اپنے منظور نظر لوگوں کو بانٹ دی جاتی ہیں اور تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ اس سے لاکھوں روپے کا نقصان کسانوں اور کاشت کاروں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ خدشہ یہ ہے کہ اگر ہم اسی طرح یہ پالیسی جاری و ساری رکھیں گے تو اس سے مزید نقصانات ہوں گے۔ اس کے بعد میں آخری بات یہ کہنی چاہتا ہوں پنجاب ایگریکلچر ڈویلپمنٹ سپلائی کارپوریشن کے سلسلے میں وزیراعلیٰ کی انسپکشن ٹیم نے باقاعدہ اعداد و شمار اور انکوائری کرنے کے بعد یہ بتایا کہ اس کارپوریشن میں چار سو سے پانچ سو ملازمین بے کار بیٹھے ہیں۔ کوئی کام نہیں کرتے اور تنخواہیں لے رہے ہیں۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ جو وافر پیسہ اور فضول خرچی اور اس کے بعد جو پیسے کا زیاں ہے اور بجٹ کا زیاں ہے وہ کس مقصد کے لیے انہیں پالا جا رہا ہے اور انہیں تنخواہیں دی جا رہی ہیں۔ وہ فرضی ناموں سے آتے ہیں اور لاکھوں روپیہ لے کر چلے جاتے ہیں۔ وہاں پرانی ادویات اور زائد المیعاد ادویات پڑی ہیں اور ان کو نئے لیبل لگا کر کاشتکاروں کو دیا جاتا ہے۔ کہ یہ نئی ادویات آپ استعمال کیجئے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہماری فصلیں برباد ہو جاتی ہیں اور اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ پنجاب ایگریکلچر ڈویلپمنٹ کارپوریشن میں جو فالتو لوگ ہیں اور بے کار بیٹھے ہیں اور کوئی کام نہیں کرتے ان سے بھی چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ پھر جناب سپیکر میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ مارکیٹ کمیٹیاں جن کے متعلق آرڈیننس میں یہ ہے کہ وہ elected bodies ہوں گی۔ لیکن elected bodies کی بجائے

ہم اپنے چہیتوں کو ان کمیٹیوں کا ممبر بناتے ہیں' چیئرمین بناتے ہیں جو جا کر تباہی مچاتے ہیں کہ غلہ منڈیاں' آڑھتی' فروٹ اور سبزیوں والے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ وہ روز احتجاج کرتے ہیں کہ یہ لاکھوں روپیہ جو مارکیٹ کمیٹیاں کماتی ہیں اور لیتی ہیں' خوردبرد کرتی ہیں وہ روپیہ کہاں جاتا ہے اور کس مد میں خرچ ہوتا ہے؟ ہمیں یہ بتایا جائے کہ وہ مارکیٹ کمیٹیوں کی جو لاکھوں روپے کی آمدن ہے وہ کس مد میں خرچ ہوتی ہے؟ اور اس کے بعد وہ لوگوں سے جو روپیہ کھینچتے ہیں اس سے کاشتکاروں کی بہتری کے لیے کیا کیا انتظامات کیے جاتے ہیں اور فصلوں کو بہتر بنانے کے لیے اور اناج بہتر پیدا کرنے کے لیے کیا کیا انتظامات کیے جاتے ہیں۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب جو کسی وقت اناج گھر تھا اسے خزینہ خوراک کا القاب دیا جاتا تھا کہ پنجاب خزینہ خوراک ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ ہم سوائے کپاس کے کسی اور فصل میں پوری طرح خود کفیل نہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ سیم اور تھور کے لیے پانی کا بندوبست کیا جائے' جپسم کا بندوبست کیا جائے اور ارزاں قیمت پر کیا جائے اور اسے صرف زبانی جمع خرچ نہ کیا جائے بلکہ ان کو فراہم کیا جائے اور اشتمال اراضی کا موجودہ نظام ایک فرسودہ نظام ہے۔ اس میں تبدیلی کرنی چاہیے اور کسانوں کو اشتراک کے طور پر برابری کی سطح پر زمینیں تقسیم کی جائیں تاکہ ہم اپنی زراعت کو بہتر طور پر کامیاب بنا سکیں اور زرعی شعبہ میں ہم ترقی کر سکیں۔ بہت بہت مہربانی۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میں ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے دوران مداخلت کروں۔ تو میں جناب سپیکر! آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں کہ متعدد بار حزب اختلاف کے دوست یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہاؤس کو in order کیا جائے تو جناب سپیکر! کیا یہ ہاؤس کا استحقاق نہیں ہے کہ مقرر جس وقت بات کر رہا ہوتا ہے تو وہ ایسی solid اور ٹھوس باتیں کرے' ایسی مدلل باتیں کرے۔ ایسی شمع روشن کرے کہ جس سے یہ ایوان منور ہو تو پھر انہیں یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے کہ جناب سپیکر! ایوان in order نہیں ہے اور میں محترم ڈاکٹر صاحب کی خدمت اقدس میں ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ۔

شکوہ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
کہ اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

جناب سپیکر۔ یہ بھی وزیر رہے ہیں اور وزیر ٹرانسپورٹ رہے ہیں۔ اب اس سے آگے میں بات کروں گا تو آپ مداخلت کریں گے تو بہتر یہی ہے کہ میری اس رائے پر جناب سپیکر! آپ اپنی رائے

دیں۔ تاکہ ہاؤس کی دلچسپی قائم رہ سکے مہربانی۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں کوئی رولنگ نہیں دینا چاہتا کوئی اور صاحب اس پر بات کرنا چاہتے ہیں؟ جی چودھری محمد حنیف۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! اس کا مطلب کیا ہے؟

جناب سپیکر: اس کا مطلب یہی ہوتا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! آپ اللہ والوں کے لیے بڑی طرف داری کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! اللہ والوں کی طرف داری کرنی چاہیے۔ (قطع کلامیاں) جی۔ چودھری محمد حنیف صاحب!

چودھری محمد حنیف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر آج پاکستان کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہے۔ ہمارا یہ ملک زرعی ملک ہے۔ خاص کر پنجاب دو ہزار سال تک پورے برصغیر کا اناج گھر کہلاتا رہا ہے۔ لیکن کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آج ہم خود اناج کے لیے باہر کے محتاج ہو گئے ہیں۔ جناب سپیکر! وزیراعلیٰ صاحب نے اپنے خطاب میں اس دن کو کاشتکاروں کے لیے اور پھر وزیر خزانہ صاحب نے بھی زراعت کے لیے اور دیہاتیوں کے لیے کاشتکاروں کے لیے بہت اعلان کیے لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جناب سپیکر! کہنے کی باتیں کچھ اور عمل کرنے کی باتیں کچھ اور ہیں۔ یہ چیزیں بجٹ کے اعدادوشمار سے بھی ظاہر ہیں۔ میں یہ بتانا چاہوں گا کہ 92-1991ء میں پچھلے سال جو بجٹ میں زراعت کے لیے پیسے رکھے تھے وہ 12.2 فیصد تھے اور اس وقت جو رکھے گئے ہیں وہ 10.35 فیصد ہیں۔ یعنی یہ کتنا فرق ہے؟ یہ کیسا اعلان اور یہ کیسی بات ہے کہ جس میں صاف فرق ظاہر ہو رہا ہے۔ اسی طرح رورل ڈویلپمنٹ کے لیے پچھلے سال 57ء فیصد تھے اور اس سال 51ء فیصد ہیں۔ یعنی اس سال پھر کم کیے اور اس کے بعد Water and Power کے لیے جو نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ کاشتکاروں کے لیے زمینوں اور فصلوں کی فراوانی کے لیے دیکھئے کہ پچھلے سال 3.62 فیصد رکھے اور اس سال 3.03 فیصد رکھے ہیں۔ یہ ہے فرق جو ہماری گفتار اور ہمارے کردار میں ہے۔ جناب سپیکر! یہ کتنا بڑا تضاد ہے اور یہ کتنی بڑی شعبدہ بازی ہے کہ پورے اخبارات میں یہ رنگ پیدا کر دیا گیا ہے کہ دیہاتیوں اور زراعت کے لیے بہت کچھ کیا جا رہا ہے۔ لیکن عملی طور پر جو کچھ بجٹ میں ہے وہ یہ ہمارے سامنے صورت حال ہے۔ رانا صاحب نے دیہاتیوں اور شہریوں کا فرق پیدا کر دیا ہے اور کہا کہ شہری جو ہیں وہ دیہاتیوں کا خون چوستے ہیں۔ حالانکہ آج اگر کوئی دیہاتیوں

کے حقوق کی بات کرتا ہے جیسے اب ہم کر رہے ہیں۔ تو وہ ہم شہریوں میں رہنے والے کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس وقت میرے دیس کا کاشتکار پریشانی میں مبتلا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ اپنی زمینیں بیچ بیچ کر اپنے گھر کا خرچہ چلا رہا ہے۔ اس کی محنت اور اس کے خون پسینے کی کمائی اسے پوری پوری نہیں مل رہی۔ جناب سپیکر! کیا ملیں اسی لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں؟ کیا مالی نے خون سے زمین کو اسی لیے سینچا تھا کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں۔ جناب سپیکر! آج میرے دیس کا کاشتکار جس مشکل اور جس پریشانی میں مبتلا ہے اس کی رقم کو بڑے بڑے مل مالکان نے دبا رکھا ہے گنے کی کوالٹی premium پر جو کچھ subsidy انہیں ملتی ہے اس کے لیے آپ دیکھ لیجئے کہ جو ان کے حقوق ہیں ان کو مل مالکان دبا کر بیٹھے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ شامل ہیں جناب سپیکر! جو اس ملک کے برسراقتدار ہیں۔ ان کے پاس 24 کروڑ روپیہ ان غریب کاشتکاروں کا ہے۔ اس کے بعد یہ خوشی کی بات ہے کہ کاشتکاروں کے لیے قرضے کی بلاسود سکیم جاری ہوئی لیکن وہ چھ ہزار روپے سالانہ یعنی چھ ہزار روپیہ ایک کاشتکار کو ملتا ہے جس سے تو ایک سانڈ بھی نہیں خریدا جا سکتا۔

آوازیں: وہ مفت دے رہے ہیں۔

چودھری محمد حنیف: وہ آپ کے لیے ہوں گے اور اس کی بھی صورت حال یہ ہے کہ 6 ہزار روپے کے وہ کیسز بڑے بڑے لوگ جو برسراقتدار ہیں' جو رسہ گیر ہیں' جو کاشتکاروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں' وہ بیس بیس' پچیس پچیس' تیس تیس کیس جعلی طور پر بنا کر رقوم نکلوا رہے ہیں اور میرا کاشتکار غریب کاشتکار پھر بھی محروم رہتا ہے۔ اس پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ اس طرح تقریباً 70 کروڑ روپیہ گردش میں ہے۔ اس پر نام بھی بتائے جا سکتے ہیں کہ کون لوگ ہیں جو میرے غریب کاشتکار کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں۔ پھر ساری محنت کے بعد بھی اسے ہماری حکومت نے کیا دیا؟ نہ تو کھاد اچھی دی' کھاد بھی اس قسم کی کہ وہ بھی غلط اور پھر یہ 7 روپیہ جپسم کی بوری کا جو نعرہ ہے یہ صرف نعرہ ہی ہے اس پر کوئی عمل نہیں ہو رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ جو کیڑے مار ادویات ہیں وہ بھی جعلی ہیں اور ان کی چیکنگ کے لیے آپ اگر کیمسٹری کے کسی کالج میں بھی جائیں تو ان کو چیک کروایا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ یہ بھی ملی بھگت سے سارے کام چل رہے ہیں۔ اس طرح گندم کا حال ہے کہ ہماری حکومت باہر سے 206 روپے میں خریدتی ہے لیکن میرے غریب کاشتکار سے 124 روپے میں خرید رہی ہے۔ جناب سپیکر! اگر

کاشتکاروں کو باقاعدہ سہولتیں دی جائیں' انہیں ٹریکٹر دیے جائیں' ان کو بیج دیا جائے' ان کو بہتر سہولتیں فراہم کی جائیں تو یہی جو فالتو پیسہ ہے یہ بجائے باہر جانے کے میرے ملک کے اندر ہی گردش کر سکتا ہے۔ اس پر جو کروڑوں روپیہ Fereign Exchange میں ضائع ہو رہا ہے وہ کاشتکار کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں عرض کروں گا کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک بات کی ہے کہ گندم کو سمگلنگ کے لیے افغانستان میں اور ہندوستان میں بھیجا جا رہا ہے.....

راجہ محمد بشارت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر راجہ محمد بشارت۔

راجہ محمد بشارت: جناب سپیکر! میں اپنے بھائی چودھری حنیف صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ وہ کسانوں کی بات کر رہے ہیں اور انہوں نے کہا کہ میرا کسان تو ہم ان کے کسان ہیں۔ ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ وہ کسانوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ میں ان کو صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس وقت کٹوتی کی تحریک پر خطاب فرما رہے ہیں وہ ہاؤس کی اطلاع کے لیے یہ بتا دیں کہ خریف اور ربیع کی کون کون سی فصلیں ہوتی ہیں اور اس وقت زمینداروں کو اس سلسلے میں کن کن مشکلات کا سامنا ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: No cross talk please

اگر چودھری محمد حنیف کاشت کار نہ ہونے کے باوجود کاشت کار community کی بات کر رہے ہیں تو اس میں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟

جناب ارشاد حسین سیمی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی سیمی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشاد حسین سیمی: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ میرے فاضل رکن نے جس انداز میں یہ کہا ہے کہ جناب چودھری حنیف صاحب یہ بتا دیں تو میں کہوں گا کہ انتہائی شرم کی بات ہے کہ وہ لوگ جو دیہاتوں اور کاشتکاروں کے نمائندے بن کر آج اس ایوان میں موجود ہیں ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ کہ وہ ان کے حقوق کی ترجمانی نہ کریں اور یہی بات اگر ان کے پاس آئے تو وہ خود بتائیں۔ جناب سپیکر! یہ ان کی اپنی ذات کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پورے پنجاب کے کروڑوں عوام کا مسئلہ ہے۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ یا تو وہ کسی کو نمائندگی کرنے دیں اور اگر کسی کی

☆ ☆ ☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

نمائندگی وہ خود کر سکتے ہیں تو پھر ان کو دعوت نہ دی جائے کہ وہ خود اپنی بات کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ سیٹھی صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

میاں شہباز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی شہباز احمد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! سیٹھی صاحب ماشاء اللہ بڑے منجھے ہوئے پڑھے لکھے اور اچھے بولنے والے پارلیمینٹیرین ہیں لیکن انہوں نے جو الفاظ یہاں پر اسمبلی میں ادا کیے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس سے شہر والوں کا ہی نہیں بلکہ جو زمیندار ہمارے کسان بھائی ہیں ان کا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ انہوں نے جو الفاظ ادا کیے ہیں کہ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ میرا خیال ہے کہ یہ جو ابھی طاہر رشید صاحب کہہ رہے تھے کہ یہ اللہ والے لوگ ہیں اور اگر اللہ والے لوگ ہی ایسے الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیں کہ بولتی بند ہو گئی تو میرا خیال ہے کہ یہ اچھے الفاظ نہیں ہیں۔ ان کو چاہیے کہ یہ اس پر معافی چاہیں اور یہ الفاظ آج کی کارروائی سے حذف کیے جائیں۔

جناب سپیکر: ویسے میاں صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ یہ الفاظ ناشائستہ الفاظ ہیں ان کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں تو یہ عرض کروں گا.....

جناب سپیکر: شیخ صاحب میرے خیال میں اب آپ کی ترجمانی بازؔ صاحبان نے کر دی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ یہ الفاظ کارروائی سے حذف نہ کیے جائیں۔ یہ جو کچھ انہوں نے کہا اپنی جماعت کا منشور بیان کیا اور انہوں نے بالکل حق کہا ہے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ.....

ہم تو بدنام محبت ہیں سو رسوا ٹھہرے
ناصحوں کو بھی مگر خلق خدا جانتی ہے

تو ان ناصحوں نے جو کچھ کہا ہے وہ کارروائی سے خدارا حذف نہ کریں۔ اس کو آنے والے لوگوں نے پڑھا ہے۔ جناب سپیکر! ان کو سمجھنا ہے' ان کو جاننا ہے' ان کو پہچاننا ہے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ یہ ان کے الفاظ کارروائی سے حذف نہ کریں بلکہ یہ کارروائی کے لیے ایک کلنک کا ٹیکہ رہنے دیں۔

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

جناب سپیکر: تشریف رکھیئے شیخ صاحب۔

جناب ارشاد حسین سیکھی: جناب سپیکر! اگر یہ اس طرح کہتے ہیں تو پھر میں اس پر stress کرتا ہوں اور یہ حقیقت ہے جو میں نے بیان کی ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر یہ بول کر دکھائیں۔

چودھری محمد حنیف: طاہر رشید صاحب ☆☆☆ ہیں۔ انہیں ذرا کچھ تو عقل کرنی چاہیے۔ ☆☆☆ یہ بھی ایک طاہر رشید صاحب نے تنظیم بنائی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں پھر یہ عرض کروں گا کہ ☆☆☆☆۔ اگر ☆☆☆☆ یہ ہیں تو ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب بتائیں کہ ان کی جماعت کیا ہے؟

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

چودھری محمد حنیف: یہ شیخ رشید کے بیٹے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! یہ جماعت ہی جھوٹوں کی ہے.....

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ صاحب آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں گے؟

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ ہمارے ہاں جو بنجر زمینیں ہیں، سیم اور تھور والی زمینیں ہیں ان کے لیے ہماری حکومت کو بہتر طور پر اقدامات کرنے چاہئیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے جو زراعت پر کام کرنے والے لوگ ہیں انہیں بہتر طور پر معلومات دینے کے لیے، ان کی تعلیم و تربیت کے لیے، جس طرح ٹشو کلچر پر فیصل آباد اور راولپنڈی میں کام ہو رہا ہے اس کو زیادہ اور بہتر طور پر بڑھایا جائے نہ کہ ہم floral culture کے پیچھے ہی پڑے ہیں۔ دوسری بات جو ٹرانسفر کے متعلق ہے کہ جو فیلڈ میں کام کرنے والے لوگ ہیں، میں یہ دیکھتا ہوں اور یہ مثالیں موجود ہیں کہ انہیں research کے ڈیپارٹمنٹ میں بھیج دیا جاتا ہے اور جو research department میں کام کرنے والے لوگ ہیں انہیں فیلڈ کے ڈیپارٹمنٹ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ یہ جو ٹرانسفر کا سلسلہ ہے یہ بھی ختم ہونا چاہیے اور ساتھ ہی land leveling کے لیے laser technology کی بات کی گئی ہے، یہ بہت اچھی ہے لیکن اس سے چھوٹا کاشتکار مستفید نہیں ہو پائے گا۔ اس کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے لیے جو کھالے ہیں انہیں پکا کرنے پر رقوم رکھی جائیں اور ان کھالوں کو پکا کیا جائے تاکہ ان کے لیے پانی کی فراہمی کی زیادہ بہتر طور پر سہولت بھی ہو سکے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اس ڈیپارٹمنٹ میں بے شمار ایسی بھرتیاں ہیں جو ban کے دوران بھی ہوئی ہیں، پروموشنز ہوئی ہیں اور پھر بڑی بات یہ ہے کہ جو ادارہ اشتمال

☆☆☆ (بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے)

اراضی کے ڈائریکٹر جنرل ہیں وہ نا اہل ہیں اور ان کے بارے میں انہی کے محکمے کے تیرہ افراد نے' میرے پاس ثبوت موجود ہیں لکھ کر دیا ہے کہ اس فرد کو ہٹایا جائے لیکن ابھی تک اس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور اس کی وجہ سے خاصا نقصان پہنچ رہا ہے۔ میں اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ایوان زراعت کے بارے میں 50 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ سرکاری ٹولہ ہے اس کے صدر چودھری غفور صاحب وفاقی وزیر قانون ہیں اور جنرل سیکرٹری اعظم چیمہ صاحب مشیر وزیراعلیٰ ہیں۔ حالانکہ اکثر نمائندہ تنظیمیں کسان اور انجمنیں کاشتکاران ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں بہتر طور پر ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے بجائے اس کے کہ سرکاری ٹولہ یہ ساری چیزیں اپنے اندر ہی بانٹ لے اور وہ لوگ جو فیلڈ میں کام کرنے والے لوگ ہیں' جو صحیح معنوں میں محنت کرنے والے ہیں' جو کاشتکاروں کے لیے دن رات کام کرنے والے لوگ ہیں ان کو کوئی سہولتیں فراہم نہیں کی گئیں۔ اس پر میں اکتفا کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ میرے وطن کا جو کاشتکار ہے خدا کرے کہ اس کے دن بدلیں اور یہ صحیح معنوں میں ملک کی ترقی اور پیداوار میں اضافے کا باعث بنے۔ بلاشبہ میرا یہ کاشتکار اس وقت مشکل میں ہے۔ یہ پریشانی میں ہے یہ کسمپرسی کی حالت میں ہے ہماری حکومت نے سوائے وعدوں کے عملی طور پر کچھ نہیں کیا یہ میرا بھائی اس وقت پریشان ہے اس پر اکتفا کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

چودھری محمد افضل چن: جناب والا! میرے بھائی چودھری محمد حنیف صاحب نے علامہ صاحب کا شعر پڑھا ہے کہ

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو
دہقاں تو گیا مر' اب کس کو جگاؤں
اگتا نہیں خوشہ اب کس کو جلاؤں

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! اس بارے میں' میں بھی یہ عرض کروں گا کہ۔

پتھر میرے جگر کے اٹھا لے گیا کوئی
اور پھر میرے ثمر بھی اٹھا لے گیا کوئی

جناب سپیکر! وزارتیں یہ لیتے ہیں ٹرانسپورٹ کے محکمے یہ لیتے ہیں.....

جناب سپیکر: شیخ صاحب' آپ کا یہ شعر کافی ہے آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر.....

جناب سپیکر: چودھری صاحب' آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر۔ میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں.....

جناب سپیکر: کیا آپ اپنی بات زراعت پر کر چکے ہیں۔

چودھری محمد حنیف: جی جناب والا!

جناب سپیکر: شکریہ' آپ تشریف رکھیں۔ کوئی اور صاحب بات کرنا چاہیں گے۔

ملک احمد علی اولکھ: جناب والا! میں کچھ عرض کرنی چاہوں گا۔

جناب سپیکر: کیا آپ زراعت پر بات کرنا چاہیں گے۔

ملک احمد علی اولکھ: جی۔

جناب سپیکر: تو آپ کٹ موشن پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک احمد علی اولکھ: جی جناب۔

جناب سپیکر: (جماعت اسلام کے اراکین سے) کیا آپ سب صاحبان بات کر چکے ہیں۔

(آوازیں۔ جی)

جناب سپیکر: میں ملک احمد علی اولکھ کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنی بات کریں۔

ملک احمد علی اولکھ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج ہمارا ملک اور ہمارا صوبہ پنجاب بڑے بڑے مسائل کا شکار ہے۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ.....

چودھری محمد حنیف: (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب سپیکر! ہمارے یہ دوست کٹ موشن کے جواب دیں گے کیا ہماری favour میں بات کریں گے یا ہمارے خلاف بات کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ سنیں تو سہی کہ وہ کیا بات کرتے ہیں؟

میاں شہباز احمد: جناب والا! اگر کوئی معزز رکن آپ کی اجازت سے کوئی بات کرتا ہے تو کیا دوسرا ممبر آپ کو مخاطب کر کے یہ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کس موضوع پر بات کریں گے۔ یہ ذرا مجھے بتا دیجئے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب' ضروری نہیں ہے کہ ہر بات کا جواب دیا جائے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب ارشاد حسین سیٹھی: (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب والا! بالکل ڈاکٹر وسیم صاحب بھی بات کرنا

چاہتے تھے۔ آپ نے یہ رولنگ دی تھی کہ آپ اس کے محرک نہیں ہیں لہٰذا آپ اس پر بات نہیں کر سکتے اور کل اس ایوان میں جو صورت حال پیش آئی تھی اس کے جواب الجواب میں بڑی لمبی تقریریں ہوگئیں۔ تو جناب والا! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہی ماحول نہ پیدا کیا جائے اور زراعت کے بارے میں اگر وزیر زراعت خود ہی جوابات دے دیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ کسی اور محرک کا نام نہیں ہے۔ اس کارروائی کے لیے اگر کسی اور کو موقع نہ دیا جائے تو یہ بہتر ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی بات درست ہے اس میں main بات تو یہی ہے کہ کٹ موشن پر بات ہو اور محرک حضرات اس پر بات کریں اور متعلقہ وزیر اس پر جواب دے۔ لیکن اس میں ممانعت نہیں اور جو دوسرے معزز اراکین ہیں۔ اگر وہ کوئی بات کرنا چاہیں اور سپیکر اگر یہ محسوس کرے کہ اتنا وقت ہے کہ جس میں کٹ موشنز پیش کرنے والے صاحبان بھی تقریر کرسکتے ہیں اور صاحبان کو بھی entertain کیا جا سکتا تھا تو اس کی اجازت دی جا سکتی ہے کل کچھ situation ایسی تھی کہ مجھے ان کو روکنا پڑا ملک احمد علی اولکھ بجٹ پر بات کرنے کے لیے بڑے keen تھے اور ان کو پارٹی ڈسپلن کے تحت بات کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ آج یہ زراعت پر بات کرنا چاہتے ہیں لہٰذا میں انہیں چند منٹوں کے لیے اجازت دیتا ہوں کہ یہ اپنی بات کریں۔

ملک احمد علی اولکھ: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے خاص مہربانی فرماتے ہوئے مجھے بات کرنے کا موقع دیا.....

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میرے خیال میں بات کو آگے بڑھنے دیں۔ اب تو فیصلہ ہوگیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! فیصلہ ہوگیا ہے لیکن میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جناب والا! set principle ہیں اگر انہوں نے کٹ موشن کو oppose کیا ہے تو پھر تو یہ بول سکیں گے اگر انہوں نے oppose نہیں کیا ہوا ہے تو یہ ٹھیک نہیں۔

جناب سپیکر: وہ بول سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے oppose نہیں کیا ہوا ہے وہ پھر بھی بول سکتے ہیں۔ مجھے بتائیں آپ کس رول کے تحت کہتے ہیں کہ وہ نہیں بول سکتے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں یہی کہتا ہوں کہ یہ ایک set principle ہے۔ آپ مجھے دکھادیں کہ کسی بھی گورنمنٹ پارٹی کے شخص نے oppose نہ کیا ہو اس نے بات کی ہو۔ یہ اسمبلی 1940ء میں قائم ہوئی ہے اس وقت سے آج تک کسی نے کوئی بات کی ہو۔

جناب سپیکر: میں پہلی بات تو یہ کرتا ہوں کہ یہ میں نے رولنگ دی ہے کہ حزب اقتدار کے ممبران بھی کٹ موشن پر بول سکتے ہیں۔

So this is my verdict and this cannot be challenged.

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں آپ کے اس verdict پر واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر میاں منظور احمد موہل صاحب ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جناب سپیکر: اور میں آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ جو طرز عمل ہے It amounts to misconduct اور اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میاں منظور احمد موہل کا جو رویہ ہے نہایت ہی افسوس ناک لگا ہے اور خاص طور پر آپ کی رولنگ کو انہوں نے چیلنج کیا ہے اور آپ کے احکامات اور فیصلے کی روشنی میں واک آؤٹ کر کے ایک اچھے پارلیمنٹیرین ہونے کا ثبوت فراہم نہیں کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں اور میں معذرت سے عرض کروں گا کہ آپ نے انہیں اس اسمبلی کے مکتب کا خود ہی ہیڈ ماسٹر بنایا ہوا ہے۔ جب بھی کوئی اس قسم کا نکتہ اٹھاتا ہے تو آپ یہ کہتے ہیں کہ "آپ اپنی ماہرانہ رائے دیں۔" انہوں نے آج اپنے ماہر ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھا کر واک آؤٹ کیا ہے۔

(اس مرحلہ پر میاں منظور احمد موہل ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: اب میں آپ کو اپنی رولنگ کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کو اس بارے میں کوئی confusion نہ ہو یہ رول 179 ہے جس کے تحت میں نے ملک احمد علی اولکھ کو اجازت دی ہے اور یہ رول یہ ہے۔

179. After the member who makes a motion has spoken other members Speaker may call upon may speak on the motion in the order in which the them.

میں اسے ایک دفعہ پھر پڑھ دیتا ہوں۔

179. After the member who makes a motion has spoken other members may speak on the motion in the order in which the Speaker may call upon them.

اب اس میں کوئی ابہام تو نہیں ہے۔ اب میں ملک احمد علی اولکھ کو اجازت دیتا ہوں میں یہ واضح کر دوں کہ سپیکر کو اپنا conduct explain کرنے کے لیے نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی سپیکر کو اپنا conduct explain کرنے کی ضرورت ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ میری گزارش یہ ہے کہ میاں منظور احمد موہل نے جب بھی بات کی ہے ہمیشہ رولز کے تحت کی ہے اور درست بات کی ہے۔ آج انہوں نے کسی رول کا حوالہ نہیں دیا تھا بلکہ انہوں نے کہا تھا کہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے اور ان کی اس بات کو chair نے بھی تسلیم کی کہ واقعی یہ ایک مسلمہ اصول ہے لیکن ان وجوہات کی بناء پر میں اس اصول سے ہٹ کر احمد علی مولکھ کو بات کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ لیکن موہل صاحب کے باہر جانے کے بعد سید طاہر احمد شاہ نے خوشامدانہ انداز میں جو نازیبا الفاظ ان کی ذات کے متعلق کہے ہیں وہ انتہائی نامناسب ہیں اور میں آپ سے گزارش کروں گا کہ انہیں کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر: میں نہیں سمجھتا کہ سید طاہر احمد شاہ نے کوئی نازیبا الفاظ کہے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی موہل صاحب ارشاد فرمائیے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! چونکہ آج سید طاہر احمد شاہ کی تحریک استحقاق تھی۔ میں نے قانون کے اندر رہتے ہوئے اس تحریک استحقاق کی مخالفت کی تھی۔ اب شاہ صاحب نے کہا ہے کہ آپ نے ہی ہیڈ ماسٹر اس کو بنایا ہوا ہے۔ جناب والا! اگر میں یہاں پر contribute کرتا ہوں' وقت پر آتا ہوں اور رولز کا حوالہ دیتا ہوں تو اس میں ہیڈ ماسٹری کی بات نہیں ہے۔ دوسرے ارکان کی طرح میں بھی ایک رکن ہوں اس لیے میرا پورا استحقاق ہے اور یہ رول 179 جو ہے یہ cut motion کے بارے میں نہیں ہے اور اس بارے میں' میں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ 179 کیا کہتا ہے۔

> 179. "After the member who makes a motion has spoken, other members may speak on the motion in the order in which the Speaker may call uponthem, if any member, who is so called upon does not speak, he shall not be entitled, except with the permission of the Speaker to speak on the motion at any later stage of the debate."

جناب سپیکر! یہ اس طرح ہے جس طرح سے کاغذ پر نام لکھا ہوا ہے۔ یعنی جنہوں نے motion دی ہیں اور انہوں نے کاغذ پر نام لکھے ہوئے ہیں اس ترتیب سے آپ بلائیں گے کہ اب دوسرا ممبر بات کر سکتا ہے اب تیسرا کر سکتا ہے اب چوتھا ممبر بات کر سکتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ کسی نے motion شروع سے دی ہی نہیں' ہاؤس میں اس کا کوئی ایجنڈا ہی نہیں اور کوئی یہاں پر نوٹس ہی نہیں ملا اور اس کو کہہ دیا جائے کہ آپ بھی بولیں۔ یہ اس بارے میں نہیں۔ یہ ان کے لیے ہے جنہوں نے motion دی ہوئی ہیں۔ ان کو آپ اس ترتیب سے بلا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: موہل صاحب! اس بارے میں ایک بات تو یہ ہے کہ جو رولنگ دی جائے اس کو آپ

ہاؤس میں challenge نہیں کر سکتے یہ tradition ہے' یہ روایات ہیں اور یہ رولز ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ اس کی interpretation اور کرنا چاہتے ہیں میں اس کی interpretation اور کر رہا ہوں' اس میں کون سی interpretation prevail کرے گی' کس کی interpretation prevail کرے گی؟ سپیکر کی interpretation prevail کرے گی۔

رول نمبر 179 جو ہے اس میں کوئی ambiguity نہیں ہے۔

179. "After the member who makes a motion has spoken, other members may speak on the motion in the order in which the Speaker may call upon them...."

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے ممبرز جو ہیں' جو ممبرز Treasury Benches سے تعلق رکھتے ہیں یا جو ممبرز اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں' اس میں تمام ممبرز شامل ہیں۔ جنہوں نے motion move کی ہے یا جنہوں نے motion move نہیں کی۔ یہ میری interpretation ہے' اگر اس بارے میں آپ کو وضاحت چاہیے تو آپ میرے پاس چیمبر میں آ جائیں۔

(Interruptions)

Please take your seat.

اگر آپ کو مزید clarification چاہیے تو میرے پاس چیمبر میں آ جائیے۔

شاہ صاحب! اب آپ کو میرے خیال میں controversial بنانے کی ضرورت نہیں۔

SYED TAHIR AHMAD SHAH:

I have a right to explain my position. I request you kindly to let me explain my position regarding the remarks passed against me by the honourable member of this House, Rana Sana Ullah Khan.

جناب سپیکر: جی ہاں' شاہ صاحب آپ Point of personal explanation پر بات کر سکتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! مجھے اس بات پر نہایت افسوس ہوا ہے۔ جناب والا! آپ کو بھی یاد ہو گا اور اس معزز اسمبلی کے اکثر ارکان یہ جانتے ہیں کہ 1985ء کی اسمبلی کے دوران میں اپوزیشن کا رکن تھا اور اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھا تھا۔ جب میں اسمبلی میں اپوزیشن کے رکن کا کردار ادا کرتا تھا تو فی الواقع میں نے اپوزیشن کے رکن کا کردار ادا کیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے کرم سے کبھی آج تک کسی کی خوشامد نہیں کی ہے۔ اگر کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اسے appreciate کرنا چاہیے اور اگر

کوئی غلط قسم کی تنقید کرتا ہے تو میرا حق یہ کہ میں قواعد و ضوابط کے مطابق پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر سکوں۔ رانا ثناء اللہ صاحب کا ذاتی کردار یہ ہے کہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

Please take your seat. Please have your seat.

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میرے خیال میں آپ کے بارے میں حاجی افضل چن صاحب نے بہتر وضاحت کر دی ہے۔

رانا ثنا اللہ خان: جناب سپیکر! میں نقطہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ یا تو آپ کہیں کہ میری ذات کے متعلق بات نہیں کی گئی اور اگر میری ذات کے متعلق بات کی گئی ہے تو مجھے اس کی وضاحت کرنے کی اجازت دی جائے کیونکہ میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ صاحب نقطہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! محترم سید طاہر احمد شاہ نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں حکومتی بنچوں پر بیٹھے ممبران سے تعاون کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! یہ سب ہمارے بھائی ہیں۔ اس ایوان کی کارروائی کو چلانے کے لیے ہمیشہ ہم نے تعاون کیا ہے۔ یہ ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور ہم ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ جہاں تک کسی ذاتی مفاد کا تعلق ہے تو میں اس ہاؤس میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی ایک مثال شاہ صاحب اگر ڈھونڈھ کر لے آئیں تو میں اس ہاؤس کی رکنیت سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ ☆☆☆☆
☆☆☆☆

Point of personal explanation پر جو رانا ثناء اللہ کے بارے میں باتیں کی ہیں اور رانا ثناء اللہ صاحب نے Point of personal explanation پر جو سید طاہر احمد شاہ صاحب کے بارے میں باتیں کی ہیں ان تمام باتوں کو میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ: لیکن یہ اخبارات میں تو آجائے گا۔

جناب سپیکر: جو الفاظ کارروائی سے حذف ہو جائیں گے وہ اخبارت میں رپورٹ نہیں ہو سکتے.....

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ مجھے نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنے کی اجازت دیں۔ میں آپ کا حکم مانتے ہوئے بیٹھ جاتا ہوں مگر میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اور مجھے سامنا کرنا بھی آتا ہے۔ میں آپ کا ذاتی طور پر ممنون ہوں۔

جناب سپیکر: ملک احمد علی اولکھ۔

ملک احمد علی اولکھ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے زراعت کے موضوع پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ دراصل بجٹ کے دوران میری خواہش تھی کہ میں بجٹ پر بات کروں لیکن مجھے موقع نہ دیا گیا۔ آج آپ نے کرم نوازی فرماتے ہوئے مجھے موقع فراہم کیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ پاکستان کو جن مسائل کا سامنا ہے ان میں سب سے بڑا مسئلہ آبادی میں تیزی سے اضافہ ہے۔ دوسرا سب سے بڑا مسئلہ جو ہمارے ملک کو درپیش ہے وہ بے روزگاری ہے اور تیسرا بڑا مسئلہ جو ہمارے ملک کو درپیش ہے وہ ہے دیہاتوں سے شہروں کی طرف انتقال کا رجحان۔ اس کے بعد مہنگائی کا مسئلہ ہمارے صوبہ اور ملک کو درپیش ہے۔

جناب والا! ان پانچ مسائل کے حوالے سے میں یہاں عرض کروں گا کہ پاکستان میں کل اراضی جو قابل کاشت ہے اور بنجر پڑی ہے وہ 2 کروڑ 11 لاکھ ایکٹر ہے۔ صوبہ پنجاب میں جو اراضی قابل کاشت ہے لیکن بنجر پڑی ہوئی ہے وہ ہے 47 لاکھ 22 ہزار 5 سو ایکٹر۔ اتنی زیادہ اراضی جو ہمارے ملک میں یا ہمارے صوبے میں بنجر پڑی ہے اور قابل کاشت بنائی جا سکتی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے صوبہ اور ملک کی کوئی منزل متعین کریں اور صوبہ پنجاب کے عوام کو جو مسائل درپیش ہیں اور جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے ان پر فوری طور پر توجہ نہ دی تو آنے والے وقت میں ہمارے لیے بہت ہی سنگین صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ زراعت کی مد میں جو رقم رکھی گئی ہے۔ اس میں جپسم کے لیے اور موبائل پمپ کے لیے چار کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور

لیزر ٹیکنالوجی کے لیے 17 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اور 123 کروڑ روپے زراعت کی مد میں مجموعی طور پر رقم مختص کی گئی ہے۔ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ نے فرمایا کہ یہ سال ہم جنگلات کا سال منا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنگلات کا سال منانے کی بجائے ہمیں زراعت کے سبز انقلاب کا سال منانا چاہیے۔ میں اس کے لیے تجاویز دوں گا جس سے انشاء اللہ ہمارے ملک میں زرعی انقلاب آئے گا' آبادی کا شہروں کی طرف رجحان رک جائے گا' مہنگائی رک جائے گی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ملک میں خوشحالی آ جائے گی۔ جب ستر فیصد قوم خوشحال ہو گئی تو اس سے ہمارے بہت سارے مسائل کا حل سامنے آ جائے گا۔ جناب والا! میں یہاں یہ گذارش کروں گا کہ اس سال ہمارے ملک میں گندم ایک کروڑ بارہ لاکھ ٹن ہوئی ہے جو کہ منوں میں 42 کروڑ ستر لاکھ من بنتی ہے۔ اور اس کی قیمت پانچ کھرب 29 ارب 85 کروڑ روپے ہیں۔ یہ اتنی خطیر رقم ہے کہ اگر پاکستان کا کاشت کار گندم کاشت نہ کرے تو ہمیں پانچ کھرب 29 ارب 85 کروڑ روپے کی گندم درآمد کرنا پڑے گی۔ لیکن ہمارے ملک کا کاشت کار گندم کاشت کر کے اتنی خطیر رقم بچاتا ہے۔ پاکستان میں گندم کی فی ایکٹر پیداوار سولہ من ہے۔ بہت سارے ممالک جن میں چائنا' امریکہ' جاپان کے مقابلے میں پاکستان کی فی ایکٹر پیداوار سب سے کم ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری معیشت زراعت پر مبنی ہے اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کاشتکار پاکستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے لیکن عملاً جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ پینتالیس سال میں ہم نے دیکھا ہے کہ ہم مہنگائی سے دوچار ہیں اور بے روزگاری اور اس کی وجوہات یہی ہیں کہ ہم نے اپنے مسائل کو حل کرنے سے چشم پوشی کی ہے۔ جناب والا! میں ایسی تجاویز دیتا ہوں کہ جس سے ہم زرعی انقلاب لا سکتے ہیں۔ جناب سپیکر ہمارے پاس پانچ محکمے ہیں۔ ایک ہے محکمہ کو آپریٹو جو کہ کاشت کار کو قرضہ جات فراہم کرتا ہے دوسرا محکمہ آئی اینڈ پی' تیسرا محکمہ خوراک ریونیو اور پانچواں محکمہ لائیو سٹاک کا ہے۔ یہ پانچ محکمے ایسے ہیں کہ جن کا کام کاشت کاروں کے مسائل کو حل کرنا اور ان کو سہولتیں بہم پہنچانا ہے۔ جناب سپیکر! اگر آج ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم نے زرعی انقلاب لانا ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس وقت پاکستان میں فاسفورس کا کوئی کارخانہ نہیں ہے اور ہم باہر سے یہ درآمد کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب' ایک منٹ میں آپ اپنی بات ختم کر لیں۔

ملک احمد علی اولکھ: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ ہم باہر سے تمام کھادیں درآمد کر رہے ہیں۔ کھانے کا تیل درآمد کر رہے ہیں۔ دودھ ہم درآمد کر رہے ہیں۔ سویابین درآمد کر رہے ہیں۔ یہ تمام

چیزیں جو ہم درآمد کر رہے ہیں ان کی پیداوار پاکستان میں بڑھائی جا سکتی ہے۔ زرعی انقلاب ہم اس صورت میں لا سکتے ہیں کہ فی ایکٹر پیداوار ہمیں بڑھانی ہو گی' بنجر رقبہ میں کاشت بڑھانا ہو گی۔ اس طرح جن محکمہ جات کا میں نے ذکر کیا ہے' آپس میں کوارڈینیٹ کر کے ڈی سی صاحبان کو ہدف دیا جائے کہ اس سال آپ نے ہمیں بجائے سولہ من فی ایکٹر کے 40 من فی ایکٹر دینی ہے اور جو 47 لاکھ ایکٹر زمین بنجر پڑی ہوئی ہے اس کو کاشت کے قابل بنانا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ ملک صاحب!

ملک احمد علی اولکھ: بس ایک بات رہ گئی ہے۔ بلڈوزروں کے بارے میں میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ایم پی اے صاحبان اور چیئرمین صاحبان کو ڈویلپمنٹ کے لیے دیے جاتے تھے اس سے محکمہ زراعت کو 12 کروڑ روپیہ کرایہ کے طور پر وصول ہوا ہے جبکہ خرچ 7 کروڑ روپیہ ہوا ہے۔ اگر تین سو بلڈوزر ہوں تو ہماری 36 لاکھ ایکٹر زمین جو بے آباد پڑی ہے آباد ہو جائے گی۔ میری یہ تجویز ہے کہ ہم اپنے تمام جائز ناجائز فنڈ زراعت کو دے دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ دو سال میں زرعی انقلاب آ جائے گا جس سے ہمارے ملک میں خوشحالی آ جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ ملک صاحب! جناب وزیر زراعت!

جناب غلام سرور خان: جناب والا! ہماری طرف سے بھی زراعت کی ڈیمانڈ پر کٹوتی کی تحاریک ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کا خیال یہ ہے کہ پہلے ان کو ٹیک اپ کر لیا جائے۔ ان سب کا اکٹھا ہی جواب دے دیا جائے تو یہ مناسب بات ہو گی۔ یہ دوسری کٹوتی کی تحاریک رانا اکرام ربانی خان' سید چراغ اکبر شاہ' ملک اقبال احمد خان لنگڑیال' رانا ثناء اللہ خان' جناب غلام سرور خان اور نواب زادہ منصور احمد خان کی طرف سے ہیں۔ تو کون صاحب پیش کریں گے؟

جناب غلام سرور خان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ 87 کروڑ 2 لاکھ 31 ہزار 2 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد "میزان" مطالبہ نمبر 18 زراعت کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ مسئلہ جسے زیر بحث لانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے جس کے تحت محکمہ زرعی ترقی اور کسانوں کو بہتری کے حصول میں ناکام رہا ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے "کہ 87 کروڑ 2 لاکھ 31 ہزار 2 سو روپیہ کی کل رقم بسلسلہ مد میزان مطالبہ نمبر 18 زراعت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔ مسئلہ جسے زیر بحث لانا مقصود ہے وہ

یہ ہے کہ حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے جس کے تحت محکمہ زرعی ترقی اور کسانوں کی بہتری کے حصول میں ناکام رہا ہے۔

وزیر زراعت: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب غلام سرور خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر: ہمارا صوبہ ایک زرعی صوبہ ہے اور ہمارا ذریعہ معاش بھی خالصتاً زراعت پر مبنی ہے اور زراعت ہی ہماری زندگی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ زراعت پر زراعت کی حیثیت کے مطابق توجہ نہیں دی جا رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہماری اوسط پیداوار دنیا کی تمام زرعی ملکوں سی بہت کم ہے اور بالخصوص سرحد کے اس پار کے پنجاب سے بھی تقریباً نصف کم ہے یہ کیا وجہ ہے کہ ایک جیسی مٹی کے ہوتے ہوئے ایک جیسے وسائل کے ہوتے ہوئے ایک جیسے نہری نظام کی موجودگی میں ہماری اوسط پیداوار اس پنجاب سے کیوں کم ہے۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ مشرقی پنجاب کا زرعی سائنس دان جدید زرعی تحقیق کر کے جدید زرعی ٹیکنالوجی کو کسان کے دروازے تک پہنچاتا ہے۔ ایسٹ پنجاب میں بدستور کھادوں پر بیجوں پر اور زرعی آلات پر سب سڈیز دی جا رہی ہیں۔ انڈیا کا 91-1990ء کا بجٹ اٹھا کر دیکھا جائے اس میں زرعت کی ترقی کے لیے اور بالخصوص کھادوں پر subsidies دینے کے لیے 90 لاکھ ملین روپے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! ہماری بدقسمتی کہ جب سے اس صوبہ کا اقتدار غیر زراعت پیشہ لوگوں کے ہاتھوں میں آیا ہے اس دن سے زراعت پر کٹ لگا دیا گیا ہے۔ گزشتہ چھ سالوں کے بجٹ کا موازنہ کیا جائے تو ہر آنے والے سال کا بجٹ گزشتہ سال سے کم ہو گا۔ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی اعداد و شمار کے ساتھ حالات اس ہاؤس کے سامنے گوش گزار کیے۔ جناب سپیکر! کہ موجودہ regime کی وجہ سے کھاد پر تمام subsidies ختم کی جا رہی ہیں اور جو لوگ جو کارخانہ دار کھاد کی production کرتے ہیں یوریا کھادیں بناتے ہیں یا فاسفورس کھادوں کی production کرتے ہیں۔ ان سے بھی surcharge وصول کیا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ زمین داروں کی تباہی میں زیادہ عمل دخل اگر ہے تو کھادوں اور بیجوں پر subsidies ختم کرنے کی وجہ سے۔

جناب سپیکر! ہمارے صوبے کا زرعی بجٹ جس طرح میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ دن بدن کم کیا جا رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ World Bank اور Asian Development Bank کے قرضے ہیں اور وہی World Bank اور آئی ایم ایف (IMF) کی ہدایات پر ہماری subsidies ختم کر

دی جاتی ہیں۔ ہماری آمیانے بھی World Bank مقرر کرتا ہے۔ ہماری inputs کی قیمتیں بھی آئی ایم ایف (IMF) کی recommendations پر مقرر کی جاتی ہیں۔ ہماری بدقسمتی کہ غلہ تو پنجاب اگاتا ہے لیکن ہماری outputs کی قیمتیں بھی فیڈرل گورنمنٹ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے کہنے پر مقرر کرتی ہے۔

جناب سپیکر! مجھے خوشی ہوئی ہے کہ اس بجٹ میں کہا گیا ہے کہ کپاس کی پیداوار میں کسانوں نے خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ واقعی ہی صوبہ پنجاب کا کاشت کار اس مبارکباد کا مستحق ہے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ Cotton Export Corporation ہی ایک سفید ہاتھی زمین دار کے سر پر بٹھادیا گیا ہے جو کہ کاشت کار کی محنت کا صلہ براہ راست کاشتکار تک پہنچنے نہیں دیتا اور وہی رقم جو منافع کی صورت میں Cotton Export Corporation یا Rice Export Corporation کماتا ہے وہ بھی Federal Govt کے Pool میں چلا جاتا ہے اور یہ بھی ہماری بدقسمتی ہے کہ وہ ہماری حکومت وزیر اعلیٰ پنجاب کے حقوق پنجاب کا وہ منافع جو رائس اور کاٹن کی ایکسپورٹ کرتے ہیں وہ پورا منافع بھی اپنے صوبے میں نہیں لا سکتے۔ جناب سپیکر! کاٹن جو کہ سفید سونے کی حیثیت رکھتی ہے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اینٹوں کے بھٹوں میں کاٹن جلتی دیکھی ہے۔ جناب سپیکر! سفید سونے کو کس بے دردی کے ساتھ جلایا جا رہا ہے۔ ٹھیک ہے ہمارا کاشت کار مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے کاٹن کی ایک فاضل پیداوار حاصل کی لیکن موجودہ حکومت کی نااہلی کی وجہ سے کاٹن کے کاشت کار کو وہ صلہ نہیں مل سکا۔

جناب سپیکر! ہمارا ملک اس وقت deep crisis میں ہے۔ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت کے محکمہ خوراک بھی.....

چودھری واجد علی خان: پوائنٹ آف آرڈر! میں آپ کی وساطت سے صرف ایک لفظ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ECC کو انہوں نے سفید ہاتھی کہا ہے۔ میں جناب غلام سرور خان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ سفید ہاتھی کا خالق کون تھا دوسرا جناب تقریر کے جوش میں انہوں نے بہت کچھ کہا انہوں نے حقائق پر پردہ پوشی کرنے کی کوشش کی ہے۔ موجودہ حکومت نے وزیر اعظم پاکستان نے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی قیادت میں زرعی شعبہ میں جو کچھ کیا گیا ہے آج تک نہیں ہوا جن کی ایک مثال

Sprinklers Irrigation and Laser Techdnology

اور دوسری جو سہولتیں فراہم کی گئی ہیں آج تک کسی کو ایسا کرنا نصیب نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

چودھری واجد علی خان: جناب میں نے ان کی وضاحت کی ہے اور ان کا ریکارڈ درست کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی غلام سرور خان۔ شیخ صاحب تشریف رکھیے۔

Please don't interrupt the Speaker.

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میں کہہ رہا تھا کہ ہمارا ملک اس وقت deep crisis میں ہے ہماری وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت اس کے بارے میں کئی دفعہ کہہ چکی ہے کہ اس دفعہ ہم گندم خریدنے کے مطلوبہ target achieve نہیں کر سکیں گے۔ 27 لاکھ ٹن کا target دیا گیا تھا۔ محکمہ خوراک پنجاب کو جو 27 لاکھ ٹن کا ہدف دیا گیا تھا وہ آج تک 11 لاکھ ٹن کی خریداری کر سکے ہیں۔ اسی طرح سے وفاقی وزیر پیداوار کی سٹیٹمنٹ بھی موجود ہے کہ ہمیں گندم باہر سے امپورٹ کرنا پڑے گی اور اس پر ہمارا قیمتی زر مبادلہ خرچ ہو گا۔ میں اس معزز ایوان کی توجہ صرف اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبے میں اس وقت بھی فاضل پیداوار موجود ہے وہی گندم جس کی قیمت محکمے نے 124 روپے فی چالیس کلو گرام رکھی ہے اس کی بازاری قیمت 140 روپے فی چالیس کلو گرام ہے اور وہی گندم روزانہ چار سو سے لے کر پانچ سو ٹرک افغانستان سمگل کی جا رہی ہے۔ اگر سمگلنگ پر کنٹرول نہ کیا گیا تو میں یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمیں جو اب ہدف دیا گیا ہے ہم اس کا پچیس فیصد بھی ذخیرہ نہ کر سکیں گے اور اللہ نہ کرے کہ اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ کہیں ہمارے صوبہ میں قحط سالی نہ جنم لے لے۔

جناب سپیکر! میری استدعا ہو گی کہ جو پابندیاں گندم کو ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں لے جانے پر لگائی گئی ہیں اس میں ایک مہینے کی توسیع کر دی جائے تاکہ حکومت اپنے مقاصد حاصل کر سکے اسی طرح جناب سپیکر ہمارے اس بجٹ میں Agricultural Instruments on subsidised rates کی بات کی گئی ہے اور اس میں بڑا واضح اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت 300 ڈیزل ٹیوب ویل پر subsidy دے گی اور بارانی علاقوں کے لیے یا نہری علاقوں کے لیے 378 لفٹ پمپوں کے لیے بھی subsidy دی جائے گی۔ جناب سپیکر! میں اپنے ڈسٹرکٹ کی بات کرتا ہوں میں اپنے بارانی ڈویژن کی بات کرتا ہوں کہ گذشتہ سال ہمارے ڈویژن کے لیے جو رقم مختص کی گئی تھی اس سے محکمہ زراعت نے لفٹ پمپ یا ڈیزل انجن خریدے تھے وہ کوالٹی کے لحاظ سے ٹھیک نہ تھے اور ان کی قیمت بھی بازاری قیمت سے زیادہ تھی۔ وہ ڈیزل انجن اور پمپ اتفاق لمیٹڈ سے بھاری قیمت پر حزب اقتدار کے

لوگوں کو نوازنے کے لیے خریدے گئے تھے اور زمین داروں نے ان پمپوں کو کوالٹی اچھی نہ ہونے کی وجہ سے خریدنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ ہمارے ڈویژن کا تو ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ زمین داروں نے تحریری طور پر کہا ہے کہ موجودہ پمپوں کی کوالٹی بھی ٹھیک نہیں ہے اور بازاری قیمت سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا میری اس سلسلے میں استدعا ہو گی کہ مختلف محکموں سے اس سلسلے میں open bids لی جائیں۔ ان کا آپس میں مقابلہ کروایا جائے اور مقابلے کے بعد معیاری اور سستے ڈیزل انجن اور پمپ خریدے جائیں نہ کہ صرف حزب اقتدار کے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اتفاق لمیٹڈ سے خریدے جائیں۔

جناب والا! یہاں بات ہوئی ہے sprinkler system کی' میرے دوست واجد علی خان جو کہ آبی حلقے سے تعلق رکھتے ہیں اور میرا تعلق پنجاب کے بارانی ڈویژن سے ہے سطح مرتفع کے علاقے سے ہے Sprinkler System on Experimental Basis بنیادوں پر ہماری ڈویژن میں شروع کیا گیا اور یہ سسٹم مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ میں وزیر زراعت سے یہ گذارش کروں گا کہ گورنمنٹ کی 4 کروڑ روپے کی کثیر رقم کا اس طرح سے ضیاع نہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں میری یہ تجویز ہو گی کہ ہمارے بارانی علاقہ جات میں جہاں 1961ء میں واپڈا کے ہائیڈ رالوجی ڈیپارٹمنٹ نے سروے کر کے trial bore کیے تھے جن کا strata واپڈا کے پاس بھی اور ایگریکچرل انجینئرنگ کے پاس بھی موجود ہے۔ وہاں پر معقول میٹھا پانی زیر زمین موجود ہے۔ ان علاقوں میں sprinkler system کی بجائے گورنمنٹ ٹربائن لگا کر یا پھر ٹیوب ویل لگا کر دیے۔ اس سے ہم بہتر رزلٹ حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح Laser land Leveling کے لیے موجودہ حکومت نے ایک نئی ٹیکنالوجی متعارف کروائی ہے اور اس کے لیے بھی 17 کروڑ روپے کی ایک بھاری رقم مختص کی گئی ہے۔ میں بارانی علاقے کے حوالے سے بات کروں گا' میں خطہ پوٹھوہار کے حوالے سے بات کروں گا کیونکہ ہماری زمینیں کٹی پھٹی ہیں Laser Land Leveling ایک جدید ٹیکنالوجی ہے۔ ہم دوسرے علاقوں میں سے اس سے بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہمارے علاقے میں اس کی حقیقت میں کوئی افادیت نہ ہو گی۔ میری یہ گذارش ہے کہ ہمارے علاقے کی ترقی کے لیے زمینوں کی ہمواری کے لیے بلڈوزر استعمال کیے جائیں جو کہ گورنمنٹ پہلے ہی subsidy کی بنیادوں پر دے رہی ہے۔ ان میں سے کچھ فنڈز بلڈوزر ورکس کے لیے مختص کیے جائیں۔ جہاں تک حکومت کے موجودہ بلڈوزروں کا تعلق ہے' بلڈوزر کا میٹر 45 منٹ کا ہوتا ہے جب کہ زمین دار سے وصولی گھڑی کے

ٹائم کے مطابق فی گھنٹہ کے حساب سے کی جاتی ہے۔ اس پر بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے یا تو بلڈوزروں کے میٹر درست کیے جائیں یا بلڈوزروں کے میٹر کے مطابق زمین دار سے معاوضہ وصول کیا جائے۔

جناب سپیکر! زراعت سے متعلقہ یہ میری چند گزارشات تھیں۔ اس بجٹ میں اور شماریات کے لیے ایک بھاری رقم 4 کروڑ 59 لاکھ ایک ہزار اور 750 روپے مختص کی گئی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اتنی بھاری رقم رکھنے کی کیا وجہ ہے جب کہ محکمہ زراعت کے پاس اس کا Extension Department موجود ہے وہی تمام شماریات کا کام کر سکتا ہے یہی پیسہ جو Agriculture census کے لیے رکھا گیا ہے یہ پیسہ کسی اور مد میں ٹرانسفر کر کے زمین دار کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جائے۔ اسی طرح پبلسٹی کے لیے 65 لاکھ 66 ہزار 8 سو 9 روپے رکھے گئے ہیں۔ جہاں تک پبلسٹی کا تعلق ہے مجھے تو وال چاکنگ کے اور کوئی پبلسٹی نظر نہیں آتی۔ وہ بھی صرف دیواروں پر اتنا ہی لکھا ہے کہ "جتنی گوڈی اتنی ڈوڈی" اور یہ تو ہر زمین دار جانتا ہے کہ "دب کے واہ تے رج کے کھا" جناب سپیکر! یہ پیسے کا زیاں ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ یہی پیسہ بعد میں reappropriate کر کے دوسری مدوں میں خرچ کیا جائے گا اور اس طرح Agriculture Education کے لیے بھی 2 کروڑ 9 لاکھ 56 ہزار 760 روپے رکھے گئے ہیں جناب سپیکر! حکومت کی پالیسی کے مطابق ہر یونین کونسل میں ایک فیلڈ اسسٹنٹ تعینات کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں بحیثیت زمین دار یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آج تک میں نے فیلڈ اسسٹنٹ نام کی کوئی چیز نہ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور نہ ہی سنی ہے اور میں جب کبھی ان کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں حاضر ہوا ہوں تو وہاں سے بھی یہی پتا چلا ہے کہ وہ تو صرف مہینے کی پہلی تاریخوں میں تنخواہیں وصول کرنے کے لیے اپنے دفتروں میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر فیلڈ اسسٹنٹ یا وہ لوگ جو کہ زمینداروں کو educate کریں گے اور ان میں ہی احساس ذمہ داری نہ ہو گا' وہی اپنے فرائض سرانجام نہ دیں گے۔ وہی زمین دار کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں اچھے برے کا نہ بتائیں گے تو جناب سپیکر! آپ کس طرح اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کر سکیں گے۔ اس پر بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے اور اسی طرح experimental اور seed farm کے متعلق عرض کروں گا۔ اس کے لیے بھی 3 کروڑ 65 لاکھ روپے کی بھاری رقم رکھی گئی ہے جناب سپیکر! یہ بات بھی میں تجربے کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں اور اپنے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم یہ

Experimental Farm کہاں پر لگائے جاتے ہیں۔ راولپنڈی ڈسٹرکٹ میں مری روڈ پر ایک Agriculture Farm تھا جہاں پر Agriculture Farm لگتے تھے اور Experimental Farm لگتے تھے لیکن وہاں پر اب سٹیڈیم بنا دیے گئے ہیں۔ بارانی کالج بنا دیا گیا ہے زمینداروں کو جدید طریقہ سے روشناس کروانے کے لیے زمینداروں کے علاقے میں قطعاً کوئی سیڈ فارم یا Experimental فارم نہیں لگائے جاتے۔ حکومت وقت سے اس سلسلے میں میری یہ استدعا ہو گی کہ ہر دیہات میں ہر فصل کا چاہے وہ ربیع کی فصل ہو یا خریف کی فصل ہو کم از کم ایک Experimental فارم ہونا چاہیے۔ اسی طرح سیڈ فارم کم از کم یونین کونسل لیول پر ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ مرکز کی سطح پر ایک ایک سیڈ فارم ہونا چاہیے۔ تب ہی اس محکمہ کی افادیت لوگوں کے سامنے آئے گی۔ اسی طرح ایگریکلچر انجینئرنگ' Soil Conservation اور Boring operation کے لیے 27 کروڑ 19 لاکھ 30 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میرے خیال کے مطابق یہ رقم اس ڈیپارٹمنٹ کے لیے نہایت ہی کم ہے۔ ایگریکلچر انجینئرنگ اور Soil Conservation ڈیپارٹمنٹ صحیح معنوں میں زمینداروں کی خدمت کر سکتا ہے۔ ان مدوں میں زمینداروں کی فلاح و بہبود کے لیے مزید پیسہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! اس کی علاوہ Plant Protection and Control۔ اس مد میں 15 کروڑ 39 لاکھ 50 ہزار 340 روپے کی ایک بھاری رقم رکھی گئی ہے۔ محکمہ زراعت کے اس ڈیپارٹمنٹ کے اس نام سے میں ناآشنا ہوں۔ میں نے یہ نام زندگی میں پہلی مرتبہ پڑھا اور پہلی دفعہ سنا ہے اور میں نے آج تک اس ڈیپارٹمنٹ کی کوئی بھی کارکردگی نہ دیکھی ہے۔ میری یہ استدعا ہو گی کہ یا تو زمین دار کو اس محکمہ کی افادیت' اور اس محکمہ کی کارکردگی بتائی جائے یا پھر اس مد میں جو بھی بھاری رقم رکھی گئی ہیں انہیں دوسرے محکموں میں خاص کر Soil Conservation اور ایگریکلچرل انجینئرنگ کے لیے اس پیسے کو اس مد میں ٹرانسفر کیا جائے۔ جناب سپیکر! اس بجٹ میں قائد ایوان نے بارانی علاقہ جات کے لیے 175 کروڑ روپے کا ایک Package Announce کیا ہے۔ جناب سپیکر! میرا تعلق بارانی علاقہ کے ساتھ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ 1988ء میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنڈی ضلع اٹک میں تشریف لے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک اعلان کیا تھا کہ تمام بارانی علاقہ جات کے لیے ایک ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنائی جائے گی جو کہ تمام بارانی علاقہ جات اور بالخصوص جہلم' چکوال' اٹک اور راولپنڈی اضلاع کے دیہاتی علاقوں پر مشتمل ہو گی۔ اور اس ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو بارانی علاقہ کی ترقی اور فلاح و

بہبود کے لیے ایم ڈی اے' ایل ڈے اے کی طرز پر اور اس کے برابر فنڈز دیے جائیں گے۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چار سال گزرنے کے بعد آج تک وزیر اعلیٰ کے اس ڈائریکٹو یا اس اعلان پر عمل درآمد نہ ہو سکا ہے۔ یہ 175 کروڑ روپے کا Package جس کا وزیر اعلیٰ نے یہاں اعلان کیا ہے۔ میری استدعا ہو گی کہ بارانی علاقہ جات کے لیے ایک نئی ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنائی جائے اور یہ 175 کروڑ روپیہ اس اتھارٹی کے لیے مختص کیا جائے تاکہ بارانی علاقہ جات بھی باقی پنجاب کے برابر آسکیں۔

ملک امان اللہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا جیسا کہ میرے فاضل رکن نے کہا کہ ایک کروڑ 75 لاکھ روپیہ کسی اور مد میں رکھا جائے۔ کیونکہ تین چار سال سے اس پر کوئی عمل درآمد نہ ہوا ہے۔ تو میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ آج سے 12 سال پہلے جنرل سوار خان جب گورنر تھے انہوں نے راولپنڈی میں ایک محکمہ "آباد" قائم کیا تھا۔ اور وہ محکمہ آباد (ABAD) اب محکمہ برباد بن گیا ہے۔ اگر یہ رقم اس کو دے دی جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ کیونکہ وہ محکمہ تمام بارانی علاقہ جات کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ ملک صاحب۔ لیکن یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

جناب غلام سرور خان : جناب سپیکر! میں اپنے فاضل دوست کی بات کی پرزور تائید کرتا ہوں۔ اور یہ استدعا بھی کرتا ہوں کہ محکمہ آباد جو کہ بارانی علاقہ جات کے لیے صرف ایک سفید ہاتھی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یا تو اسے ختم کر دیا جائے یا پھر اگر اس سے کام لینا ہی ہے تو یہی 175 کروڑ روپے اس کی discretion پر دے دیے جائیں تو وہ بھی بہتر طریقے سے بارانی علاقہ جات کی خدمت کر سکتا ہے۔ جناب سپیکر! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارا ملک زراعت کے مقاصد کے لیے ورلڈ بنک سے جو بھی قرضے لیتا ہے' ایشین ڈویلپمنٹ بنک سے لیتا ہے' آئی ایم ایف سے لیتا اس پر تین فیصد سود دیا جاتا ہے۔ جبکہ انہیں قرضہ جات کی جب disbursment ہوتی ہے اور وہی قرضہ جات جب زمینداروں کو دیے جاتے ہیں تو زمیندار سے بارہ فیصد یا چودہ فیصد کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ جبکہ maximum سروس چارجز دو فیصدی بنتے ہیں۔ کل اخراجات بمع منافع چھ فیصد بنتے ہیں جبکہ زمینداروں سے وصولی بارہ اور چودہ فیصد کے حساب سے کی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! اس ملک اور صوبے کے کاشت کار کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ میرا ایک ذاتی مشاہدہ ہے کہ جس زمین دار نے بھی زرعی بنک سے قرضہ لیا ہے اس نے قرضہ فصل بیچ کر بمع سود واپس نہیں کیا بلکہ وہ اپنی زمین جو

کہ اس نے زرعی بنک کے پاس گروی رکھی تھی وہی زمین بیچ کر اس نے اپنا قرضہ اتارا ہے اس سلسلے میں میری اس معزز ایوان سے اور قائد ایوان سے بھی استدعا ہو گی کہ وفاقی حکومت کو یہ لکھا جائے اور اس ایوان کی پرزور سفارش کی جائی کہ زرعی ترقیاتی بنک جو قرضے تین فیصد کے حساب سے Asian Development Bank سے لیتا ہے اور زیادہ سے زیادہ زمینداروں کو چھ فیصد کے حساب سے دیے جائیں تاکہ بارہ اور چودہ فیصد کے حساب سے دیے جائیں۔ اسی طرح چھوٹے کاشتکاروں کے لیے اس سے پہلے حکومت کی یہ پالیسی تھی کہ جو کاشت کار ساڑھے بارہ ایکٹر زمین کا مالک ہے اسے بلاسود قرضے دیئے جائیں گے۔ لیکن موجودہ حکومت نے برسراقتدار آنے کے بعد وہ تمام بلاسود قرضے ختم کر دیے ہیں۔ اور اب وہی قرضے چھوٹے کاشت کار بھی شیڈول بنکوں سے بارہ اور چودہ فیصد کے حساب سے لے رہے ہیں۔ اور اسی طرح کو آپریٹو بنک بھی بارہ فیصد کے حساب سے زمینداروں کو قرضے دیتا ہے۔ جناب سپیکر! اگر آپ نے اس صوبے کو اناج کا گھر بنانا ہے' اگر آپ نے غلہ کے معاملہ میں خود کفیل ہونا ہے تو زراعت کو خصوصی توجہ دینا پڑے گی اور خصوصی توجہ کی وجہ سے ہی ہماری زراعت ترقی کر سکے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ میری ان سفارشات پر حکومت لازمی غور کرے گی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ بات کرنا چاہیں گے۔ ارشاد فرمایے۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! زراعت پر مجھ سے سے پہلے معزز دوستوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے بہت اہم Facts and Figures ایوان کی میز پر رکھے ہیں جنھیں میں دہرانا نہیں چاہتا لیکن ان دوستوں کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے میں گزارش کروں گا کہ ہمارے ملک میں' میرے صوبے میں زراعت کی ترقی اور کسانوں کے دن بدلے جانے کے متعلق جو امیدیں وابستہ کی گئی تھیں وہ اس وقت ختم ہو کر رہ گئیں جب پچھلے سال زرعی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ زرعی پالیسی کے اعلان سے پہلے اسلام آباد میں ترقی پسند کاشت کاروں کے نام سے ایک اجلاس بلایا گیا تھا۔ اس اجلاس کے بعد یہ امید کی جاتی تھی کہ زرعی پالیسی جو ہو گی وہ اس صوبے میں زرعی ترقی اور کسانوں کے محرمیوں کی تلافی کے معیار پر پورا اترتی ہو گی۔ لیکن جس زرعی پالیسی کا اعلان کیا گیا اس میں یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ سو کے قریب مسائل کی نشان دہی کی گئی۔ وہ مسائل جو ہمارے صوبے میں زراعت سے منسلک لوگوں کو درپیش ہیں۔ سو کے قریب مسائل کے نشان دہی کرنے کے بعد دلچسپ بات یہ ہے کہ کسی کا حل بھی تجویز نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی مسئلے کے حل کے لیے کوئی اقدام اٹھانے کے متعلق کہا

گیا۔ بلکہ سو کے قریب مسائل کی نشان دہی کرنے کے بعد ڈیڑھ سو کے قریب سفارشات کی گئیں۔ جناب سپیکر! اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے معزز ممبران کے علم میں ہے اور انھیں یہ بات یاد ہو گی کہ اس زرعی پالیسی کے آنے کے بعد محترم اعظم چیمہ صاحب جو کہ ایوان زراعت کی جنرل سیکرٹری بھی ہیں انھوں نے بھی اس کو مسترد کیا۔ اس کے متعلق انھوں نے تفصیلی رپورٹ تیار کی جس میں اس پر اظہار عدم اطمینان کیا گیا۔ یہاں ہاؤس میں وزیر خزانہ اور وزیر زراعت نے بھی ایک قرار داد پر اظہار کرتے ہوئے اس زرعی پالیسی کو اپنی نکتہ چینی کا نشانہ بنایا۔ دونوں صاحبان بہت تڑپے۔ اور انھوں نے حکومت وقت سے' جب کہ وہ خود بھی حکومت وقت کا ایک حصہ ہیں' بھرپور استدعائیں کیں' التجائیں کیں کہ اس زرعی پالیسی کو تبدیل کیا جائے۔

(اس مرحلے پر جناب سعید احمد خان منیس صاحب کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

لیکن پریشانی کی بات یہ ہے' بے چینی کی بات یہ ہے کہ اتنا تڑپنے کے بعد زراعت بھی اور وزیر خزانہ بھی دونوں پر سکون ہو گئے۔ بجٹ تجاویز لاتے وقت انھوں نے ان خدشات اور چیزوں کا کوئی ذکر نہیں کیا جن کے بارے میں انھوں نے ایوان میں کہا تھا کہ ان کو حل ہونا چاہیے۔ تو میں ان دونوں بھائیوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

تیری تڑپ سے نہ تڑپا تھا میرا دل لیکن
تیرے سکون سے بے چین ہو گیا ہوں میں

جناب سپیکر! دراصل اس معاملے کا جو بنیادی نکتہ ہے وہ بھی وہیں جاتا ہے۔ یہاں پر بیٹھے ممبران جو کچھ بھی کہتے رہیں لیکن اس وقت جو حکمران طبقہ ہے' جو لوگ اس وقت حکمرانی کر رہے ہیں دراصل اس کا اس پیشے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انھیں اس زراعت کے پیشے کے متعلق نہ صرف یہ کہ علم نہیں ہے' بلکہ انھیں اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ اور شاید وہ بات درست ہے کہ جو کہا جاتا ہے: "صنعت کار کی حکومت' صنعت کاروں کے ذریعے' صنعت کاروں کے لیے۔" اور ایک اور تشبیہ بھی ان حکم رانوں سے متعلق دی جاتی ہے اور جو شاید اس تشبیہ سے بھی درست ہے کہ: "قبضہ گروپ کی حکومت' سرکاری قبضہ گروپ کے ذریعے' سرکاری اراضی پر قبضہ کے لیے۔" جناب سپیکر! یہ قبضہ گروپ نہ صرف ملک کے جو بنیادی مسائل ہیں انھیں دور کرنے سے قاصر ہے اور ان پر توجہ نہیں دے رہا' بلکہ اسے صرف اور صرف اپنے قبضے کی فکر ہے۔ اور ایسے ایسے طریقے سے ملک کے وسائل لوٹنے کے لیے اور اپنی تجوریوں کے لیے نکالے جا رہے ہیں کہ اربوں اور کھربوں

روپیہ لوٹا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! یہ موٹروے جو بنایا جا رہا ہے' کہا تو یہ جا رہا ہے کہ اس سے ملک کی ترقی ہو گی اور لوگوں میں خوش حالی آئے گی اور اس موٹروے کی ہر چالیس میل بعد ایک پوائنٹ بنایا جائے گا اور اس پوائنٹ پر انڈسٹریل ایریے قائم کیے جائیں گے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی معزز ممبر موٹروے کا نقشہ لے کر تحقیق کر لے کہ وہ پوائنٹس جو ہر چالیس میل بعد آنے ہیں ان کے اردگرد ساری زمین کن لوگوں نے خرید لی ہے۔ وہ زمین کوڑیوں کے مول خریدی گئی ہے۔ جب وہاں پر موٹروے بنے گا اور وہاں پر انڈسٹریل زون بنیں گے تو وہ پھر کروڑوں میں بکے گی۔ قوم کا تو چالیس پچاس ارب روپے موٹروے پر خرچ ہو جائے گا اور ان لوگوں کو چالیس پچاس ارب روپے کی انکم ہو جائے گی۔ خرچ قوم کا ہو گا' تجوری ان کی بھرے گی۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اب پھر ایک فائل مکمل ہو رہی ہے۔ وہ فائل جس کو ٹی وی پر چھ اگست کو پڑھا گیا تھا اس میں تو صرف یہ الزامات لگائے گئے تھے کہ بے نظیر بھٹو نے اپنے ایک سپورٹر کو سوئی گیس کی ایجنسی فراہم کر کے اس ملک سے سوئی گیس کی ذخائر کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس رپورٹ میں تو یہ درج کیا گیا تھا کہ بے نظیر بھٹو نے ایک سی۔130 طیارہ استعمال کر کے بعد میں اس کے پٹرول کے پیسے نہیں دیے۔ اس لیے ملکی خزانے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اس رپورٹ میں تو اس قسم کے الزامات لگائے گئے تھے کہ بے نظیر بھٹو نے ان لوگوں کو جو اسلام آباد کی سڑکوں پر چلتے اچھے نہیں لگتے' جن کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں' انھیں پلاٹ دیے ہیں----

ملک محمد عباس کھوکھر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ جن چیزوں کا یہ ذکر کر رہے ہیں ان کا کٹوتی سے کوئی تعلق نہیں۔ ان سے یہ گذارش کریں کہ جو زراعت سے متعلقہ بات ہے وہ کریں۔

جناب چیرمین: ملک صاحب! شکریہ جی شیخ صاحب!

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! معزز ممبر غیر متعلقہ باتیں کر کے ایوان کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ تو میں ان کی خدمت اقدس میں گزارش کروں گا کہ۔

دلوں کو زخم نہ دو حرف ناملائم سے
یہ تیر وہ ہیں جو لوٹ کر بھی آتے ہیں

جناب چیرمین: شکریہ شیخ صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! اس طرح سے جو اربوں روپیہ موٹروے پر خرچ کیا جا رہا ہے اس غرض سے کہ چالیس پچاس ارب روپے کی اثاثے----

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا! تیر کبھی لوٹ کر نہیں آتے۔ تیر از کمان جستہ بازنی آید۔ (قہقہہ)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس حال میں تو اس طرح کی باتیں کہ وہ لوگ جو اسلام آباد کی سڑکوں پر چلتے اچھے نہیں لگتے جن کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ ان کو اسلام آباد میں پلاٹ دے کر بے نظیر بھٹو نے اس ملک کے بنانے کے بنیادی مقصد سے انحراف کیا ہے۔ لیکن میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ جو فائل اب تیاری ہو رہی ہے اور جو ٹیلیوژن پر پڑھی جائے گی اس میں ایسے ایسے حقائق درج ہیں کہ جس دن وہ پڑھی جائے گی شیخ صاحب اسے سننے کی ہمت گوارا نہیں کریں گے۔ یہ سن نہیں سکیں گے۔ اس کے پہلے ہی صفحے پر درج ہے کہ جس شخص نے 1981ء میں سیاست شروع کی اور اس کے اثاثے دس کروڑ کے لگ بھگ تھے اس کے اثاثے اب یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ اس ملک کے سب سے بڑے صوبے کا جو بجٹ ہے وہ اپنے moveable اثاثوں سے پیش کر سکتا ہے۔ ابھی وہ فائل مکمل ہو رہی ہے۔ شیخ صاحب! جس دن وہ ٹی وی پر پڑھی جاتی ہے اس دن آپ کو غش پڑ جانا ہے۔ لیکن ایک بات میں ضرور کہہ دوں کہ وہ پڑھی ضرور جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ دراصل----

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی شیخ صاحب۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! رانا صاحب خواہ مخواہ جذباتی ہو رہے ہیں۔ عدالتیں کھلی ہیں۔ قانون راج ہے۔ جو انہوں نے تیر اس حکومت جانے کے بعد مارنا ہے وہ تیر ابھی کیوں نہیں مار لیتے۔ اس کے پاس تو سوائے تیروں کے کچھ ہے ہی نہیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب تشریف رکھیں۔ اور انہیں کنوتی کی تحریک پر بات کرنے دیں۔ (قطع کلامیاں) شیخ صاحب تشریف رکھیں۔ جی سیٹھی صاحب!

جناب ارشاد حسین سیٹھی: جناب والا! بیمار بندے کو کیا تیر مارنا جس کے علاج کے لیے حکومت پہلے ہی بندوبست کر رہی ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تشریف رکھیے۔ جی رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرے محترم بھائی شیخ طاہر رشید صاحب مجھ سے خفا نہ ہوں۔ وہ فائل ہم تیار نہیں کر رہے۔ جو تیار کر رہے ہیں وہ عدالتیں میں جاتے نہیں ہیں اور نہ ہی وہ ہمارا حکم مانتے ہیں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب۔ اپنی کٹوتی کی تحریک پر بات کیجیے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اتنا بتا دوں کہ اس فائل میں ان لوگوں کے نام بھی جمع کیے جا رہے ہیں جو بیمار تو نہ تھے لیکن غیر ملک میں علاج کروانے کے لیے گئے۔ اور ان میں جناب سپیکر۔ ایک ایسے فرد کا نام بھی ہے جو بیمار بھی نہیں تھا اور اس نے علاج کے لیے پیسے لے لیے۔ باہر گیا بھی نہیں۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! میں اپنی بات کو اس نکتے پر لا رہا ہوں کہ دراصل اس زراعت کے پیشہ کی بدحالی کا جو سبب ہے وہ اس طرح کہ موجودہ حکمران جو اقتدار اعلیٰ پر قابض ہیں اور شاہد ان میں وزیر زراعت اور وزیر خزانہ شامل نہیں ہیں کیونکہ یہ اگر شامل ہیں تو پھر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ انہوں نے پچھلے سال زرعی پالیسی پر جو بیانات دیے تھے۔ جو قرار دادیں پاس کی تھیں ان پر یہ عمل درآمد کیوں نہیں کرا سکے۔

جناب سپیکر! اب میں موجودہ بجٹ کے حوالہ سے عرض کرتا ہوں کہ اس میں ایک انتہائی غلط تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! اس بجٹ کو پیش کرتے وقت اور اس کے بعد تقاریر میں بھی Social Action Programme کو کچھ اس انداز سے آگے بڑھایا گیا ہے۔ کچھ اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ جیسے لوگ اس بات پر یقین کر لیں کہ Social Action Programme سے اس ملک کی زراعت کی بدحالی کی صورت حال میں تبدیلی آ جائے گی۔ جبکہ میرا یہ موقف ہے اور میں اسے ثابت کروں گا کہ Social Action Programme سے زراعت کو کھیت کو جو فائدہ ہے' جو کسان کی Productivity ہے جو اس کی صلاحیت پیداوار ہے اس سے اس کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ اس وقت جو ہماری زرعی پیداوار ہے وہ ہماری آبادی کے ریٹ سے بہت کم ہے۔ ہماری آبادی کا ریٹ 3.1 ہے۔ اگر ہم زرعی پیداوار اس ریٹ سے نہیں بڑھاتے تو پھر ہم چاہے گاؤں میں سڑکیں پکی کروا دیں' نالیاں بنوا دیں' سولنگ لگوا دیں۔ پرائمری سکول بنوا دیں۔ مڈل سکولوں کی چار دیواریاں کروا دیں۔ وہاں پر نکاسی آب کی سکیمیں بنوا دیں لیکن وہ پیداوار نہیں بڑھے گی۔ پیداوار صرف دو صورتوں میں بڑھ سکتی ہے۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ technic کو غیر ممالک سے درآمد کیا جائے اور اسے استعمال کرنے کے لیے جو مطلوبہ ذرائع ہیں۔ جو مطلوبہ وسائل ہیں وہ کسان کو فراہم کیے جائیں۔ لیکن اس سلسلے میں اس سال بجٹ میں کوئی خاطر خواہ Allocation نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو رقبہ زیر کاشت ہے اسے بڑھایا جائے میں وزیر زراعت سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ ان باتوں کو نوٹ فرمائیں اور اگر ہو سکے تو اس کا جواب

دیں کیونکہ ایک بجے کے بعد گلوٹین استعمال کیا جاتا ہے۔ میں انہیں جواب دینے کے لیے انشاء اللہ پانچ سات منٹ ضرور دوں گا۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ جو زیر کاشت رقبہ ہے اسے بڑھایا جائے۔ اب میں ان دونوں پوائنٹس پر مختصراً گزارش کرتا ہوں کہ جو زیر کاشت رقبہ ہے وہ کس طرح سے بڑھایا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر! پچھلے سال محترم وزیر خزانہ نے بجٹ پر جو تقریر فرمائی تھی اس تقریر کے صفحہ 13 پر انہوں نے اس پوائنٹ کو touch کیا تھا انہوں نے یہ فرمایا کہ ان منصوبوں کی تکمیل کے بعد یعنی اوپر انہوں نے ان منصوبوں کا ذکر کیا جو یہ تھے۔ عظیم تھل نہر کا منصوبہ۔ داجل برانچ نہر کی توسیع کا منصوبہ۔ چولستان میں نہروں کے نظام کی تعمیر۔ جلال پور نہر کی تعمیر کا منصوبہ۔ راجباہوں اور نہروں کی پختہ کاری۔ تو اس منصوبوں کا ذکر کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ان منصوبوں کی تکمیل کے بعد تقریباً 25 لاکھ ایکڑ نئی زمین زیر کاشت آئے گی۔ جس پر بہت سے ایسے کاشت کار بسائے جائیں گے جو زمین سے محروم ہیں۔ اس تزئین معاہدے کا اصل فائدہ اس وقت ہو گا جب یہ بے آب گاہ زمینیں سرسبز و شاداب ہوں گی۔ آج کے فاقہ کش لوگ ان پر کھیتی باڑی کر کے مسرت و شادمانی سے ہم کنار ہوں گے۔ تو جناب سپیکر! میں نے اس وقت بھی وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔ اب جناب سپیکر! یہ مژدہ سنایا گیا ہے کہ 25 لاکھ ایکڑ اراضی کو ان منصوبوں کے تحت زیر کاشت لانے کا انتظام کیا جا رہا ہے اور اسے زیر کاشت لایا جائے گا۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس سال کی تقریر میں' اس سال کے بجٹ میں یہ بتایا جاتا کہ اس 25 لاکھ میں سے ہم 15 لاکھ' 10 لاکھ' 20 لاکھ کو زیر کاشت لے آئے ہیں----

ملک امان اللہ چھینہ: جناب سپیکر! رانا صاحب نے زلف کا ذکر کیا ہے حالانکہ زمین کی بات ہو رہی ہے۔ انہوں نے پورا مصرعہ نہیں کہا۔

خاک ہو جائیں گی ہم تم کو خبر ہونے تک

جناب چیئرمین: شکریہ چھینہ صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ ملک صاحب۔ آپ نے میرا شعر مکمل کر دیا۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔

جناب سپیکر! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ ان کی تقریر کا جو متن میں نے پڑھا ہے وہ اس سال ہمیں بتاتے کہ اس ملک کے کسانوں کو جن کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ فاقہ کش لوگ جو ہیں یہ شادمانی سے ہم کنار ہوں گے یہ کہتے کہ جناب اگر 25 لاکھ ہیں تو ساڑھے بارہ لاکھ ایکڑ زمین ہم زیر آب لے آتے ہیں اور ہم 25 لاکھ ایکڑ کر رہے ہیں لیکن اب اس سال جو انہوں نے تقریر فرمائی ہے اس میں

آپ یہ ہیڈ دیکھیں پچھلے سال بجٹ کی تقریر کے صفحہ نمبر13 کی بجائے اس سال بجٹ تقریر کا صفحہ نمبر 15 ہے اور اس پر جو فرما رہے ہیں کہ "پانی کی تقسیم کا تاریخ ساز معاہدہ کی تحت پنجاب میں مزید 21 لاکھ ایکڑ اراضی" یعنی پچھلے سال 25 لاکھ تھی اور چار لاکھ ویسے ہی کم کر دی ہے کہ "21 لاکھ ایکڑ اراضی کو نہری نظام کے ذریعہ زیر کاشت لانے کے لیے درج ذیل منصوبوں کی تیاری کا ابتدائی کام شروع کر دیا گیا ہے۔"

جناب سپیکر! یہ وہی منصوبے ہیں۔ تھل نہر ہے' داجل برانچ ہے' چولستان میں نہروں کا نظام ہے تو یہ ان کی Performance ہے کہ پچھلے سال 25 لاکھ کی بات سنا دی اور اس سال 21 لاکھ کی بات سنا دی اور پورے سال میں لاکھوں کا وعدہ کرنے والے ہزاروں میں' سینکڑوں میں بھی نہیں ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم ایک ایکڑ زمین بھی زیر آب لائے ہیں۔ بس صرف لاکھوں کی بات ہے۔ لاکھوں کے منصوبے 25 لاکھ کریں گے اور اس سال کہا کہ 21 لاکھ کریں گے۔

جناب سپیکر! اس طرح سے ان کے Social Programme کو دیکھیے یعنی اس وقت زراعت بدحالی کا شکار اس لیے ہے کہ زمینوں کو پانی نہیں مل رہا۔ نئی تکنیک کو اختیار کرنے کے لیے کسان کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ تو اس Social Action Programme میں انہوں نے کیا دیا ہے؟ کہ جناب لڑکیوں کے پرائمری سکولوں کو چار دیواری دیں گے۔ مسجد مکتب سکولوں کے پرائمری سکولوں میں تبدیلی کریں گے۔ پرائمری سکولوں میں ایک ایک کمرے کا اضافہ کریں گے۔ لڑکیوں کے سکولوں کے لیے چار دیواری کریں گے۔ بغیر عمارت کے پرائمری سکولوں کے لیے عمارت مہیا کریں گے۔ ایک دیہی آب رسانی کی سکیم بنائیں گے۔ Social Action Programme کے تحت اگلے مالی سال کے ہدف مندرجہ ذیل ہیں۔ اس میں کسی جگہ یہ درج نہیں کہ جو زمینیں زیر کاشت نہیں ہیں انہیں کیسے زیر کاشت لایا جائے گا اور جو کسان نئی تکنیک کو اختیار کرنے کے لیے وسائل میں کم یابی کا شکار ہے اسے کیسے وسائل مہیا کیے جائیں گے لیکن بہت بلند بانگ یہ دعوے کیے جا رہے ہیں اور ہر وقت یہ بات کی جاتی ہے کہ جناب ہم نے زراعت میں انقلاب لانے کے لیے ہم نے زراعت میں تبدیلیاں لانے کے لیے' ہم نے گاؤں اور دیہاتوں کی زندگی کو بہتر کرنے کے لیے' بہت منصوبے بنائے ہیں۔ Social Aciton Programme بنایا ہے لیکن Social Action Programme کی حقیقت یہ ہے۔ تو میں عرض کروں گا----

چودھری واجد علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی واجد علی خان صاحب۔

چودھری واجد علی خان: جناب سپیکر! رانا صاحب نے اتنا زور Social Action پر دیا ہے ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ Social Action پر سمندری اور شکر گڑھ سمیت سارے پنجاب کو فائدہ پہنچے گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب۔ جی رانا صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان: میرے بھائی اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ زراعت' جس پر بات ہو رہی ہے اگر اس کو فائدہ پہنچے گا تو پھر تو میں تسلیم کر لوں گا البتہ آپ کو بار بار اٹھنے سے ضرور فائدہ پہنچے گا کیونکہ قائد ایوان بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کی Performance دیکھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اس Social Action Programme کو غلط طور پر Pose کیا جا رہا ہے کہ یہ زراعت کی ترقی کے لیے ہے تو اس سلسلے میں' میں قائد ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ.....

ساقی نے جھوٹ بولا ہے فصل بہار کا
گلشن میں صرف آپ کی انگڑائیاں ملیں

جناب سپیکر! اس وقت کسان کی جو صورت حال ہے' دیہی آبادی کی جو صورت حال ہے کہ Subsidy جو کہ دراصل کسان کے ساتھ ایک زیادتی یہ بھی ہے کہ پنجاب کے کسان کی نمائندگی کرنے والا کوئی نہیں ہے یعنی پنجاب کے کسان اپنی نمائندگی نہیں کر سکتا اور جو لوگ اس کی نمائندگی کرتے ہیں ان پر کوئی اعتبار نہیں کرتا کیونکہ وہ کسان ہوتے نہیں ہیں۔ یعنی کسان کی خوش حالی سے مقصد اس کسان کی خوش حالی ہے جس کی 25 ایکڑ یا 12 ایکڑ زمین کی ملکیت ہے اور جو کھیتوں میں خود ہل جوتتا ہے جو کھیتوں میں خود پانی لگاتا ہے۔ یعنی کسان کی خوش حالی سے مقصد اس کسان کی خوش حالی ہے لیکن اس کسان کی نمائندگی صحیح نہیں۔ نہ اس کسان کی نمائندگی ایوان زراعت میں ہے' نہ اس کسان کی نمائندگی اس ایوان میں ہے اور جب وہ لوگ جو نسبتاً خوش حال زمیندار ہیں اس کے پاس بیچارو ہیں' ان کے پاس لینڈ کروزر ہیں اور ان کے پاس شاہانہ بنگلے ہیں' وہ جب ان کی بات کرتے ہیں تو پھر ہمارے تمام جو دوست ہیں' تمام طبقات ہیں وہ ان کی بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! اب رانا پھول خان صاحب ہیں' وہ ہر وقت جب بھی زراعت کی متعلق کوئی بات ہو تو وہ اس طرح اٹھ کر کرتے ہیں کہ جیسے وہ ابھی کھیت میں پانی لگا کر آئے ہیں جبکہ سب کو پتا ہے کہ وہ

چالیس سال سے پیپلز ہاؤس میں ناجائز قبضہ کر کے بیٹھے ہیں۔ وہ کبھی وہاں گئے ہی نہیں۔ تو اب ان کی بات میں پر اثر پیدا نہیں ہوتا۔ اس طرح سے کچھ دنوں کی بات ہے۔ دو تین دن کی بات ہے۔ جناب سپیکر! یہ غلط بات ہے کہ رانا پھول خان صاحب کو پیچھے سے کہا جا رہا ہے کہ آپ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی شیخ صاحب فرمایئے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! اگر تو رانا ثناء اللہ خان نے کوئی برادری کے حوالے سے بات کی ہے تو پھر میں بیٹھ جاتا ہوں اور اگر پھول کے حوالے سے بات کی ہے تو یہ تو وہ پھول ہیں کہ جس سے یہ پورا ایوان مہک رہا ہے اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ چالیس برس کیا یہ چالیس برس مزید پیپلز ہاؤس پر قبضہ رکھیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ شیخ صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ دراصل کسان کی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کی جو لوگ نمائندگی کرتے ہیں ان کے معاشی حالات اتنے بہتر ہیں کہ ان کے معاشی حال میں سے ان کسانوں کا حال دیکھا نہیں جا سکتا۔ اس کا عکس ان میں سے نظر نہیں آتا۔ جیسے میرے محترم بھائی وکیل خان صاحب نے گذشتہ دنوں تقریر کرتے ہوئے ارشاد حسین سیٹھی صاحب کو بہت رگڑا دیا کہ سیٹھی صاحب مجھے تو تحصیلدار نے اندر دے دینا ہے تو آپ شہر میں بیٹھے رہنا۔ لیکن اب جب سب کو معلوم ہے کہ 85ء سے لے کر اب تک وکیل خان صاحب نے اپنے خاندان کا کوئی آدمی چھوڑا ہی نہیں جسے تحصیلدار بھرتی نہیں کروالیا۔ تو کون تحصیلدار انہیں پکڑ کر اندر دے گا؟ تو اس بات میں پھر اثر نہیں پیدا ہوتا اور وہ کسان واقعی بدحال ہے' اور وہ کسان واقعی فاقے میں ہے' اور وہ کسان جسے subsidy کی ضرورت ہے' وہ کسان واقعی جسے واقعی قرضے کی ضرورت ہے' اس کا جو حال ہے وہ ان کے ذریعہ دیکھا نہیں جا سکتا۔

چودھری عبدالوکیل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی عبدالوکیل خان صاحب۔

چودھری عبدالوکیل خان: جناب سپیکر! رانا صاحب درست فرما رہے ہیں کیونکہ یہ ساری رات نہر کا پانی لگا کر آئے ہیں۔ اب یہ جاگ رہے ہیں۔ یہ خود تو باتیں کرتے ہیں مزدوروں کی ان کا

مزدوروں سے کوئی واسطہ بنتا ہے اگر واسطہ بنتا ہے تو پجارو گاڑی کی نشان دہی کر دیں۔ کسی کی حویلی کی نشان دہی کر دیں۔ جناب رانا صاحب کو اپنی تمام کہانی بھول گئی۔ یہ جو ہماری پارٹی ہے اس نے کوئی دلائی کیمپ نہیں بنایا ہوا۔

جناب چیئرمین: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے ہیں؟ (قہقہے)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! چودھری عبدالوکیل میرے محترم بزرگ ہیں ان کی حویلی اور ان کی پجارو کی میں نشان دہی نہیں کر سکتا۔ میں تو صرف یہ گزارش کر رہا تھا۔

شیخ محمد طاہر رشید: (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سی چودھری عبدالوکیل صاحب کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں-----

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر cross talk نہیں کر سکتے۔ آپ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: تو جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ وہ فاقہ کش کسان جیسے واقعی قرضے کی ضرورت ہے جسے واقعی subsidy کی ضرورت ہے دراصل اس کسان کو پجارو والے اور لینڈ کروزر والے کسانوں کے بیچ میں نہیں دیکھا جا سکتا اس لیے جب بھی کبھی کوئی بات ہوتی ہے کہ جناب کسانوں کے اوپر زرعی ٹیکس لگایا جائے تو اس میں حوالے یہی دیے جاتے ہیں کہ جناب ان کی حویلیاں ہیں ان کی کوٹھیاں ہیں اور یہ شہروں میں بیٹھے ہیں ان کے بنگلے ہیں لیکن جناب سپیکر بات تو اس کسان کی ہے جس کے پاس کوئی بنگلہ نہیں ہے جس کے پاس کوئی کوٹھی نہیں ہے جو واقعی فاقہ کش ہے جسے واقعی وسائل کی ضرورت ہے تو جناب سپیکر! اس حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ subsidy کھاد پر ختم کی جا رہی ہے-----

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

رانا ثناء اللہ خان: اور باقی چیزوں پر subsidy ختم کی جا چکی ہے یعنی ستم ظریفی یہ ہے کہ دیہاتی علاقوں میں جو صنعتیں قائم ہیں ان کے لیے امپورٹ کی جانے والی مشینری پر ہر طرح کا ٹیکس اور امپورٹ ڈیوٹی معاف ہے لیکن زراعت کے لیے ان ہی دیہاتوں میں انہی علاقوں میں اگر فاضل پرزے برآمد کیے جاتے ہیں ان پر جناب سپیکر! 60 فیصد ڈیوٹی ہے 5 فیصد اقرا اس کے علاوہ ہے 12.5 سیلز ٹیکس اس کے علاوہ ہے اور 10.5 برآمدی surcharge اس کے علاوہ ہے اور ان سب کے بعد سات فیصد لائسنس فیس اس کے علاوہ ہے۔ ٹریکٹر پر بھی سرچارج اقرا لائسنس فیس لاگو ہے یعنی

زراعت کے لیے ان ہی دیہاتی علاقوں میں جو مشینری درآمد کی جاتی ہے اس کے اوپر جو ٹیکس ہیں تقریباً 50 فیصد کے قریب یہ رقم بن جاتی ہے لیکن دیہاتوں میں اگر کوئی دوسری صنعت قائم کی جاتی ہے تو اس پر یہ تمام کسٹم ڈیوٹی وغیرہ وغیرہ معاف ہے۔ جناب سپیکر! یہ تفاوت ہے یہ فرق ہے جو کسانوں کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ subsidy کے متعلق یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ کیوں دی جاتی ہے اس کی ضرورت ہے؟ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ دنیا میں آپ کسی بھی ملک کی مثال لے لیں کسی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ ملک کو لے لیں۔ کسی غیر ترقی یافتہ ملک کو لے لیں۔ امریکہ نے 76ء اور 77ء میں 25 بلین ڈالر اپنے زراعت کے سیکٹر کو subsidize کیا۔ یورپی منڈی کے ممالک نے مشترکہ زرعی پالیسی کے تحت 59 بلین ڈالر subsidize کیا اور اس کے بعد آپ جاپان کی مثال لے لیں۔ دوسرے ممالک کی مثال لے لیں یہ سب کے سب اپنی Agricultural Sector کو subsidize کرتے ہیں۔ اگر جناب والا! دور کی بات نہ کی جائے آپ انڈیا کو لے لیں جن کی معاشی اور دوسرے حالات ہم سے بہت ملتے جلتے ہیں ان کی جو موجودہ حالت ہے یعنی 91-90 میں انہوں نے اپنی زرعی subsidy کے سیکٹر میں 40 ملین روپے رکھے اور اس کے علاوہ انہوں نے 91-90 کی بجٹ میں تین ہزار کروڑ روپے بجٹ میں رکھے اور ایک جنرل اعلان کے تحت جن کسانوں کی سالانہ آمدن 4800 روپے سے کم ہے اور ان کی تمام زرعی قرضے معاف کر دیئے اس کے علاوہ جن زرعی قرضوں کی Limit دس ہزار روپے تک تھی وہ بھی معاف کر دیے۔ یہ جناب سپیکر! 91-90 کی بات ہے اس کے علاوہ انہوں نے 4867 کروڑ روپے بجٹ میں قرضہ جات کی فراہمی کے لیے علیحدہ رکھے تو جناب والا! یہ ان کا Agricultural Sector کے ساتھ سلوک ہے اور ان اقدامات کا Agricultural Sector پر جو اثر ہو رہا ہے اس کے متعلق میں مختصراً طور پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں آپ سے ایک انفرمیشن چاہوں گا کہ کیا گیلوٹین ایک بجے apply ہو گا۔ یا دو بجے تاکہ مفصل بات ہو سکے۔

(آوازیں۔ آج ایک بجے ہو گا۔)

رانا ثناء اللہ خان: تو جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ اس وقت ہمارے آبادی بڑھنے کا جو ریٹ ہے اگر اس کے مطابق ہم نے اپنی زرعی پیداوار کو نہ بڑھایا تو پھر ایک مختصر سا نقشہ جو کوئی دس سال کی بات نہیں ہے----

جناب سپیکر! میں نے گیلوٹین کے apply ہونے کے وقت کے متعلق گزارش کی تھی۔

جناب سپیکر: جی رانا صاحب! میں آپ سب حضرات کو یہی بتانا چاہتا ہوں کہ رول 113 کے تحت گیلوٹین ایک بجے apply ہو گی اور اس کے بعد اس پر ووٹنگ شروع ہو جائے گی تو ایک بجے سے پہلے وزیر زراعت کو بھی دو منٹ کا وقت دینا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اپنی بات صرف دو منٹ میں ختم کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات دو منٹ میں ختم کرلیں تاکہ وزیر زراعت بھی اپنی بات کرسکیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اپنی بات دو منٹ میں ختم کرتا ہوں لیکن جناب سپیکر ویسے کل کی پریکٹس کے مطابق تو یہ چاہیے کہ ان کو بھی دو منٹ دیے جائیں۔ بہرحال میں پھر اپنی بات کو دو منٹ میں ختم کرلیتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر یہی حالات رہے اور ہم نے کسان کی پیداواری صلاحیتوں کو بڑھانے کے لیے اور زیر کاشت رقبہ کو بڑھانے کے لیے اقدامات نہ کیے تو یہ بہت دور کی بات نہیں ہے یہ آئندہ چار' پانچ سال کا نقشہ بنتا ہے کہ ہمیں پانچ ملین ٹن گندم اپنی ضروریات کے لیے باہر سے برآمد کرنا پڑے گی۔ اسی طرح چاول کی صورت حال یہ ہو گی کہ 0.5 ملین ٹن ہمیں درآمد کرنا پڑے گی چینی کی صورت حال بھی 4.25 ملین ٹن کے قریب بنتی ہے۔ حتیٰ کہ جو کپاس ہے جسے ہم export کر رہے ہیں اسے بھی درآمد کرنے کی ضرور پیش آسکتی ہے اور جناب سپیکر! اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو پھر ہماری تمام ترقی خواہ وہ صنعتی ہے یا کسی اور حوالے سے ہے وہ سب کی سب ختم ہو کر رہ جائے گی کیونکہ جناب والا! بزرگوں کا کہنا ہے کہ "پیٹ نہ پئی آں روٹیاں تے سب ای گلاں کھوٹیاں" اور ایک خوش آئندہ بات میں اپنے معزز بھائیوں کے نوٹس میں لانے کے بعد اپنی بات ختم کردوں گا کہ اگر زراعت کے سیکٹر کو subsidize کیا جائے اس مدت میں زیر کاشت رقبے کو بڑھایا جائے اور قرضے اس طرز پر بلکہ اس سے بھی بہتر طرز پر دیے جائیں جیسے کہ انڈیا فراہم کر رہا ہے۔ ہم یہ قرضے اس سے بہتر طریقے سے دے سکتے ہیں ہمارے وسائل ان سے بہتر ہیں ہمارا Standard of Life ان سے بہتر ہے۔ اگر یہ قرضے دیں تو اس کے لیے یہ دیکھیں کہ ان کی کتنی گنجائش ہے جناب والا! 1988ء کا جو World Analysis چھپا ہے اور میں اس بارے میں صرف دو مثالیں دوں گا۔ یورپ میں گندم 4586 فی ہیکٹر ہے جبکہ یہ پاکستان میں 1735 فی ہیکٹر ہے اور یہ ہم سے تین گنا بنتی ہے۔ اس بارے میں گنجائش ہے کیونکہ ہماری اراضی ان سے زیادہ اچھی ہے اور

کسان ان سے زیادہ محنتی ہے یعنی ہم تین گنا کی گنجائش رکھتے ہیں۔ آپ چاول کو لے لیں۔ یو۔ایس۔اے میں چاول 6178 ہے اور ہمارے ہاں 2380 ہے اس میں بھی تین گنا سے زیادہ کا فرق ہے۔ آپ مصر کو لے لیں مصر میں 5751 ہے اسی طرح سے کپاس کو لے لیں' کپاس میکسیکو میں 3043 اور یورپ میں 2630 ہے اور کپاس کے معاملے میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہمیں ترقی کی کوئی ضرورت نہیں اور اس میں کسی اور بہتر Performance کی ضرورت نہیں۔

اس میں بھی ہم نصف سے بھی نیچے ہیں یعنی ہماری پیداوار 1667 ہے۔ اور آخری بات جناب سپیکر! میں گنے کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ گنے میں 80591 یو ایس اے میں' مصر میں 91121 ہے لیکن ہمارے ہاں صرف 42260 ہے اگر یہ اصطلاحات ملک میں نافذ کر دی جائیں تو اس میں بہت بہتری کی گنجائش ہے۔ اور پھر آپ اس کا نقشہ دیکھیں کہ اگر اس سیکٹر کو Subsidize کیا جائے تو اس کی تکالیف کو دور کیا جائے تو پھر بہت زیادہ پیداوار بڑھ سکتی ہے اور پھر اس سے جو زرمبادلہ ملے گا اس سے ہماری صنعتی ترقی ہو گی۔ اس سے ہماری ملکی ترقی ہو گی اس سے ہماری معاشی ترقی ہو گی اور اس سے ہماری بہت سے Socil Programme بیک وقت چل سکیں گے۔ جناب سپیکر! میں آخر میں اس شعر کو حکمرانوں کی نذر کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ۔

اترنے والے دکھوں کی بارات سے پہلے
چراغ بانٹ دو بستی میں رات سے پہلے

جناب سپیکر: وزیر زراعت! آپ ارشاد فرمایئے۔

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال): جناب سپیکر! سب سے پہلے میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے زراعت کے محکمے سے متعلق ہمیں مثبت تجاویز عنایت کیں۔ ان دوستوں کی طرف سے بڑی مثبت تجاویز آئیں ہیں جس سے ہماری رہنمائی بھی ہو گی۔ لیکن جناب والا! جو نقشہ محکمہ زراعت کا یہاں پیش کیا گیا اور ہمارے دوستوں نے یہ کہا کہ یہ محکمہ بالکل بے کار ہے اس کو بند کر دیا جائے اس قسم کے حالات کم از کم صوبہ پنجاب میں نہیں پائے جاتے۔ جناب والا! میں اپنے دوستوں کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ اس وقت 70 فیصد آبادی زراعت کے پیشے سے منسلک ہے۔ اور ان کا نہ صرف یہ پیشہ ہے بلکہ یہ ان کی طرز زندگی ہے اور اس طرز زندگی کو وہ دیہات میں بسر کر رہے ہیں۔ اگر ان کی کوئی خدمت محکمہ زراعت نہ کر رہا ہوتا یا ان کی خدمت محکمہ زراعت نے نہ کی ہوتی تو حالات بڑے مختلف ہوتے۔

اگر آپ غور فرمائیں تو 3.1 کے حساب سے اس ملک اور صوبے کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ جس ملک میں 3.1 کے حساب سے آبادی بڑھ رہی ہو ملک یا صوبے کو غذائی ضروریات مہیا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں زمین کے پیداواری یونٹ سال بہ سال کم ہو رہے ہیں۔ آپ کسی ایک شہر کی مثال لے لیں جہاں پر بائی پاس بنتی ہے۔ اس بائی پاس کے قریب قریب پانچ سات میل کا علاقہ دیکھتے ہی دیکھتے آبادی سے پر ہو جاتا ہے اور جو بہت اعلیٰ قسم کی زمین ہوتی ہے اور پیداوار دے رہی ہوتی ہے وہ زیر آبادی آ جاتی ہے۔ اس چیلنج کا مقابلہ اس صوبے کے اندر صرف محکمہ زراعت کر رہا ہے اور ہمارے کاشت کار بھائی کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس ملک کا کسان اور خاص طور پر اس صوبے کا کسان بڑا محنتی ہے' بہت محنت کرتا ہے۔ اگر input اور output کے حساب سے بات کی جائے تو جس حساب سے زرعی عوامل کی قیمتیں بڑھتی ہیں اس حساب سے زرعی اجناس کی قیمتیں نہیں بڑھتیں۔ اس میں ہمارا بھی کوئی دوسرا خیال نہیں ہے یہ مشکل کاشت کاروں کو ضرور درپیش ہے کہ کاشت کار کو اس کی اجناس کی قیمتیں اس حساب سے نہیں ملتیں جس حساب سے ملنی چاہئیں۔ لیکن یہ کہنا کہ جس انداز سے ہمارا کسان کام کر رہا ہے محکمہ زراعت اس کی اس انداز سے معاونت نہیں کر رہا اس بات سے مجھے بڑا سخت اختلاف ہے۔

جناب والا! آپ سے پہلے جو سپیکر preside کر رہے تھے میں ان کو گواہ بنا کر کہوں گا کہ صرف ضلع دہاڑی کی کپاس کی پیداوار صوبہ سندھ کی کپاس کی پیداوار سے زیادہ ہے۔

(نعرہائے تحسین)

جناب والا! یہ پیداوار اللہ دین کے چراغ سے نہیں ہو رہی بلکہ محکمے کی کاوشوں اور کاشت کار بھائیوں کی کوششوں سے ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہ کہہ دینا کہ یہ محکمہ بالکل بے کار ہے یہ مناسب نہیں۔ دوسرا اگر آپ سال بہ سال data نکال کر دیکھیں تو پوزیشن واضح ہو جائے گی۔ گندم کی یہاں بات ہوئی اس سال گندم کا دو فیصد رقبہ کم ہوا اور اس کے پیداواری یونٹ دو لاکھ ایکٹر کے حساب سے کم ہو گئے۔ اور یہ کپاس کی فصل لیٹ ہونے کی وجہ سے کچھ دوسرے عوامل کی وجہ سے ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود گندم کے ہدف کو نہ صرف پورا کیا گیا بلکہ آٹھ دس لاکھ ٹن گندم زیادہ پیدا کی گئی۔ یعنی اگر سال بہ سال پیداوار بڑھتی ہو اور پھر یہ کہہ دیا جائے کہ اس میں محکمہ زراعت کی کوئی کوشش نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ مناسب نہیں اور مجھے اس پر افسوس ہوا ہے۔ لہٰذا میں اپنے دوستوں سے یہ کہوں گا کہ جو اچھی باتیں اس صوبے کے اندر ہو رہی ہیں اور محکمہ زراعت جو اچھے

کام کر رہا ہے کم از کم ان کے لیے کچھ نہ کچھ تعریفی الفاظ ضرور رکھنے چاہئیں۔

جناب سپیکر! اس صوبے کے اندر زراعت جو research کر رہی ہے اور نئے نئے بیج ایجاد کر رہی ہے' بیماریوں کا تدارک کر رہی ہے اگر یہ ریسرچ اس ملک کے اور اس صوبے کے اندر نہ ہو تو حالات بڑے دگرگوں ہوتے اور پھر آپ دیکھتے کہ کس طرح سے غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور کس طرح سے غذائی اشیاء export کی جاتی ہیں۔ میں ایک اور بات کا ذکر ضرور کروں گا کہ یہاں کہا گیا کہ کچھ کاشت کار یہاں حکم رانی میں رہے' پھر کچھ غیر کاشت کار حکمرانی میں آئے اور جو غیر کاشت کار حکم ران آئے انہوں نے زراعت کے لیے کچھ نہیں کیا۔ جناب والا! میں ان دوستوں سے جنھوں نے اس بات کا تذکرہ کیا ایک سوال عرض کرتا ہوں کہ اس دفعہ' اس سال وفاقی حکومت نے صوبائی حکومت کو زراعت کے لیے 38 کروڑ روپے دیئے ہیں۔ مجھے ذرا بتایا جائے کہ وہ کون سا کاشت کار حکم ران تھا جس نے 38 کروڑ روپے صوبہ پنجاب کو زرعی امداد کے لیے دیا تھا؟

جناب سپیکر! اس کے علاوہ package کا ابھی ابھی وزیر اعلیٰ صاحب نے یہاں ایوان میں اعلان کیا اگر اس کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ زرعی پالیسی کے ساتھ بڑا بخل ہو گا۔ اسی طرح یہاں Laser Leveling کی بات کی گئی کہ Laser Leveling بڑے زمین داروں کے لیے ہے۔ جناب والا! مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اس میں بڑے اور چھوٹے زمین داروں میں کیا فرق ہے کیونکہ یہ سہولت تو سب کے لیے ہے۔ اس میں پہلے زمین کو ہموار کیا جاتا ہے پھر ایک ایسی نئی تکنیک ہے جو نہ صرف پیداوار کو بڑھاتی ہے بلکہ پانی کو بھی محفوظ کرتی ہے۔ اور پانی کی بچت کرتی ہے یعنی اگر ہموار زمین ہو تو اس پر پانی کم خرچ آتا ہے۔ اس قسم کی اچھی سکیمیں جن کا وزیر اعلیٰ صاحب نے اس ہاؤس میں اعلان کیا ہے ان کے بارے میں اس ایوان میں ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا اور ان کی تعریف نہیں کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انصاف نہیں کیا گیا۔ یعنی زرعی پالیسی' زرعی حکمت عملی اور محکمہ زراعت کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ جناب سپیکر! میں یہ بڑے ادب کے ساتھ گزارش کروں گا کہ آج تک کسی حکم ران کو توفیق نہیں ہوئی کہ وہ مرکز لیول تک لیبارٹریز بنانے کی کوشش کرے یعنی ایسی لیبارٹریز بنائی جائیں جہاں سے یہ test کیا جائے کہ زمین دار کو کون سی کھاد کی ضرورت ہے' کتنی جپسم کی ضرورت ہے' زمین کی ضروریات کیا ہیں؟ اس بارے میں آج تک کسی حکم ران کو بھی توفیق نہیں ہوئی لیکن موجودہ وزیر اعلیٰ نے مرکز لیول تک زمین دار کے لیے اس پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے بارے میں بھی اس ایوان میں کچھ نہیں کہا گیا۔ اور اس طرح ٹیوب ویلز جو subsidy

پر دیئے جاتے ہیں ان کی تعداد کو بھی بڑھایا گیا ہے۔ اس بارے میں بھی کسی نے ذکر تک نہیں کیا۔

اسی طرح میرے ایک دوست نے بارانی علاقے کی بات کی ہے کہ بارانی علاقے میں subsidy نہیں دی جاتی۔ بارانی علاقے میں sprinkler سکیم ٹھیک نہیں ہے۔ جناب والا! ہمارا ایک محکمہ Water Management کا محکمہ ہے جو کہ کھلا جات کو پختہ کرتا ہے یہ محکمہ زمیندار کے لیے بہت مفید کام کرتا ہے۔ یہاں پر صوبے کے بہت بڑے بڑے زمیندار تشریف فرما ہیں اور یہ سب اس بارے میں جانتے ہیں۔ اب محکمہ زراعت نے اس کام میں بارانی علاقے کو بھی شامل کر لیا ہے اور بارانی علاقے میں جتنے بھی کھلا جات ہوں گے یا جن سے کاشت کار کو فائدہ پہنچے گا ان سب کھالوں کو پختہ کیا جائے گا۔ بارانی علاقے میں sprinkler irrigation کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی نئی سکیمیں وہاں پر بنائی گئی ہیں۔ بہت سارے نئے ٹیوب ویلز بارانی علاقے میں دیئے گئے ہیں لیکن ان ساری باتوں کا ذکر ہمارے دوستوں نے یہاں نہیں کیا جو کہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ جناب سپیکر! اب میں اعداد و شمار پڑھنے کی اجازت چاہوں گا۔ پورے ملک کی کپاس کی پیداوار کا 90 فیصد حصہ صوبہ پنجاب پیدا کرتا ہے۔ اور گندم کی پیداوار کا 72 فیصد صوبہ پنجاب پیدا کرتا ہے یعنی پورے ملک کی گندم کی پیداوار میں صوبہ پنجاب کا حصہ 72 فیصد ہے۔ اسی طرح 76 فیصد چنا پورے ملک کا صوبہ پنجاب پیدا کرتا ہے۔ اور 100 فیصد باسمتی اعلیٰ قسم کا چاول صوبہ پنجاب پیدا کرتا ہے۔ جو کہ اربوں روپے میں export ہوتی ہے اور اس سے ملک کی معاشی حالت بہتر ہوتی ہے۔

جناب والا! میں سال بہ سال آپ کو تھوڑا سا تجزیہ پیش کرتا ہوں کہ اس سال ایک کروڑ 14 لاکھ گانٹھ کپاس کی پیدا ہوئی ہیں۔ پچھلے سال کی 85 لاکھ گانٹھ کے مقابلے میں۔ آپ خود اندازہ فرمالیں کہ مقابلتاً کتنی زیادہ پیداوار ہوئی ہے۔ آٹھ دس لاکھ ٹن گندم پچھلے سال کی مقابلے میں زیادہ پیدا ہوئی ہے۔ گنے کی پیداوار میں پچھلے سال کے مقابلے میں 4 لاکھ ٹن کا اضافہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر! شعبہ انجنیئرنگ وہ شعبہ ہے جو کہ زمین داروں کے لیے بے حد مفید شعبہ ہے۔ لیولنگ وہ کرتا ہے' ٹیوب ویل کے لیے ٹیسٹ ڈرلنگ کرتا ہے۔ جن علاقوں میں پانی ٹھیک نکل آئے وہاں پر مفت بورنگ کر کے دیتا ہے۔ اس کی بعد شعبہ توسیع کے بارے میں کہا گیا کہ شعبہ توسیع کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے فیلڈ آفیسر نظر ہی نہیں آتے۔ جناب سپیکر! اگر آپ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ہر یونین کونسل کے اندر نمائشی پلاٹ لگائے جاتے ہیں۔ ہر یونین کونسل کے اندر نمائشی پلاٹ لگائے جاتے ہیں۔ اگر فیلڈ افسر وہاں نہیں جاتا تو وہ نمائشی پلاٹ کہاں سے لگ جاتے ہیں۔

ایک اہم بات جس کے بارے میں وزیر اعلیٰ نے بھی ارشاد فرمایا کہ سکارپ ایریا کے بارے میں لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایک دیرینہ مسئلہ ہو چکا تھا اور ساری حکومتیں اس پر سوچ بچار کرتی رہیں کسی نے اس پر عملی اقدام اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے اعلان کیا ہے کہ آدھے کیوسک کے لیے 26 ہزار روپیہ اور ایک کیوسک کے لیے 32 ہزار روپیہ زمین داروں کے لیے دیا جائے گا۔ وہ بجلی پر لگانا چاہے یا ڈیزل پر لگانا چاہے اس کو اجازت ہو گی۔ آج تک اس مسئلہ کو کسی نے چھوا تک نہیں تھا اور نہ ہی اس کے لیے کسی گرانٹ کا اعلان کیا تھا۔ اربوں روپیہ کا تیل ضائع ہوتا تھا اور کوئی ٹیوب ویل کام نہیں کر رہا تھا اور ایک سب سے اہم مسئلہ جس کے بارے میں آپ کو معلوم ہے اور اس کے بارے میں تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار بھی ایوان میں آتی رہیں کہ سارے زمینداروں سے دوھرا آبیانہ وصول کیا جا رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ دوھرا آبیانہ زمینداروں کے لیے کتنا بڑا عذاب تھا۔ وہ سارے کا سارا بیک قلم وزیر اعلیٰ کے حکم سے ختم ہو جائے گا۔ جب ٹیوب ویل ان کے اپنے ہوں گے تو دوھرے آبیانے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ان اقدامات کو سراہا نہیں جائے گا تو پھر میں سمجھتا ہوں حکومتی پالیسی کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہو گی۔ اگر حوصلہ افزائی نہیں ہو گی تو اچھے اقدامات کیسے کیے جائیں گے۔ میں گزارش کروں گا کہ محکمہ زراعت کو اس طرح نہ لتاڑا جائے کہ وہ کوئی کام کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اس کو مثبت تجاویز دی جائیں اور اس سے مثبت نتائج نکلیں گے۔ میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری محمد فاروق نے ایک پوائنٹ آف آرڈر پر میری رولنگ چاہی تھی کہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کی کتاب میں کچھ غلطیاں تھیں۔ جس کے لیے محکمہ قانون نے تصحیح نامہ جاری کر دیا ہے۔ وہ ایوان میں تقسیم ہو چکا ہے۔ اس لیے اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ میں چودھری محمد فاروق کا پوائنٹ آف آرڈر accordingly dispose of کرتا ہوں۔ اب ہم رولز 113 کے تحت گلوٹین اپلائی کرتے ہوئے اگلی کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔ گلوٹین اپلائی کرنے سے پہلے میں سوال پیش کرتا ہوں۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ 87 کروڑ 2 لاکھ 31 ہزار 2 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد "میزان۔ مطالبہ نمبر 18 کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

(تحریک نامنظور کی گئی)

اب سوال یہ ہے کہ ایک رقم جو 87 کروڑ 2 لاکھ 31 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو۔ گورنر

پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنا پڑیں گے۔

(تحریک منظور کی گئی)

اب قاعدہ 113 کے تحت گلوٹین اپلائی کی جاتی ہے اور میں ڈیمانڈز کو ایک ایک کر کے ایوان کی سامنے ووٹنگ کے لیے پیش کروں گا۔

مطالبہ زر نمبر1

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ۔

"ایک رقم جو 7 لاکھ 79 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد افیون برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر2

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 31 کروڑ 4 لاکھ 89 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر3

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 70 لاکھ 38 ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی

مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر4

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 62 لاکھ 68 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹمپ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر5

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 26 کروڑ 65 لاکھ 14 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اشٹمال" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر6

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 67 لاکھ 22 ہزار دو سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر7

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 28 لاکھ 45 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد موٹر گاڑیوں کے قوانین کے سلسلے میں اخراجات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر8

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 9 لاکھ 91 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کی دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولیات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر9

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 3 ارب 12 کروڑ 62 لاکھ 2 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر11

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 24 کروڑ 44 لاکھ 63 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عدل برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر12

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 27 کروڑ 15 لاکھ 38 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر13

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 3 ارب 28 کروڑ 71 لاکھ 2 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر14

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 68 لاکھ 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا

اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عجائب گھر برداشت کرنا پڑیں گی۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر17

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 33 کروڑ 4 لاکھ 46 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پبلک ہیلتھ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر19

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 19 لاکھ 18 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ماہی پروری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر20

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 43 کروڑ 2 لاکھ 84 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد وٹرنری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر21

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 10 کروڑ 37 لاکھ 6 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر22

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 10 کروڑ 95 لاکھ 17 ہزار 6 سو دس روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتیں برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر23

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 35 کروڑ 74 لاکھ 8 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ متفرق محکمہ جات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر24

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو ایک ارب 7 کروڑ 11 لاکھ 31 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سول ورکس برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر25

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"ایک رقم جو ایک ارب 7 کروڑ 94 لاکھ 55 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر26

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 18 کروڑ 52 لاکھ 17 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر27

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 86 لاکھ ایک ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے

قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر28

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 2 ارب روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پینشن برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر29

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 8 کروڑ 62 لاکھ 54 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سامان تحریر و طباعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر30

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 74 کروڑ 33 لاکھ 37 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کی لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سبسڈیز برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر31

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو ایک ارب 12 کروڑ 25 لاکھ 24 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر32

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 14 لاکھ 75 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری دفاع برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر33

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 9 ارب 25 کروڑ 75 لاکھ 69 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر34

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 32 کروڑ 11 لاکھ 6 سو ساٹھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے

قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر35

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 5 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری ملازمین کو قرضہ جات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر36

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 8 ارب 40 کروڑ 63 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر37

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 59 کروڑ 95 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر38

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 8 کروڑ 88 لاکھ 62 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی تحقیق و ترقی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر39

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 11 لاکھ 76 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتی ترقی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر40

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 8 کروڑ 21 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری ترقی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر41

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 2 ارب 8 کروڑ 48 لاکھ 50 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی

مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات و پل برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر42

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 2 ارب 60 کروڑ 76 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر43

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک رقم جو 62 کروڑ 46 لاکھ 31 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1993ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے بلدیات / خود مختار ادارے وغیرہ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

ملک امان اللہ: اب میں معزز وزیر قانون اور وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں چونکہ میں حکمت سے تعلق رکھتا ہوں اس لیے میں وزیر قانون سے متعلق کہوں گا کہ ان کو لابی میں بھیج دیا جائے اور فرسٹ ایڈ دی جائی۔ کیونکہ پہلے جب میں کھڑا ہوتا تھا تو یہ ہنستے تھے۔ آج میں دو دفعہ کھڑا ہوا ہوں یہ بالکل نہیں ہنسے۔ پہلے جناب والا ہنستے تھے۔ پھر جناب والا! ایک آدمی ایوان میں ایسا ہے جو کہ ہاتھ کھڑا کرتا ہے اور زور سے ہاں کہتا ہے۔ کیونکہ ان کے سینے کا زور لگتا ہے۔ ان کے چہرے کے اثرات بتا رہے ہیں کہ آج ان کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ ان کو اس وقت لابی میں بھیج دیا جائے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اور آج کی یہ کارروائی اس خوبصورت پوائنٹ آف آرڈر پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔ تو اجلاس کل صبح 00-9 تک کے لیے ایڈ جرن ہوتا ہے۔

اس مرحلے پر اجلاس مورخہ جمعرات' 25 جون 1992ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہو گیا

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس)

جمعرات 25۔جون 1992ء

(پنج شنبہ 23۔ذوالحج 1412ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 35 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ
هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ
مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ
يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا
بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾
يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ
تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ
حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾

سورة الفرقان آیت 63 تا 71

اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔ اور وہ جو دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔ اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔ اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔ اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کو مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (یعنی شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دونا عذاب ہوگا اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے اور ایسے لوگوں کے گناہوں کو خدا نیکیوں میں بدل دے گا اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو توبہ کرتا ہے اور عمل نیک کرتا ہے تو بے شک وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ ٥

پوائنٹ آف آرڈر

ٹوکن واک آؤٹ کرنے پر رکن اسمبلی کی معذرت

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر میاں منظور احمد موہل۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز ارکان اسمبلی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کل اس ہاؤس میں، میں نے ایک نکتہ اعتراض اٹھایا آپ نے اس پر رولنگ دی اور پھر یہ بھی کہا کہ یہ interpretation کا مسئلہ ہے آپ مجھے چیمبر میں ملیں۔ میں آپ کو آپ کے چیمبر میں ملا اور وہاں اس صورت حال پر آپ سے تبادلۂ خیال کیا۔ آپ نے بھی میری بات سنی اور اپنی بتائی، کیونکہ یہ مسئلہ inter-pretation کا تھا۔ واقعی میں سمجھتا ہوں، کیونکہ میں نے ہمیشہ اس اسمبلی میں دیانت داری کے ساتھ قواعد و ضوابط کے مطابق بات کی ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کی رولنگ فائنل ہوتی ہے چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا میں نے بھی کل جذبات میں آکر جو ٹوکن واک آؤٹ کیا تھا وہ بھی پارلیمانی روایات کا ایک حصہ ہے۔ واک آؤٹ کرنا بھی پارلیمانی روایات کا حصہ ہے لیکن وہ میں نے جذبات میں کیا تھا۔ اگر آپ کی یا ممبران اسمبلی کی کسی کی اس سے کوئی دل شکنی ہوئی ہے تو میں اس پر معذرت خواہ ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اس کے علاوہ مزید ایک خبر عدم اعتماد کے بارے میں ہے۔ وہ چونکہ ڈنر کے وقت بات ہوئی تھی۔ میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ میں کروں گا کیونکہ یہ بھی پارلیمانی روایات کے مطابق ہر ممبر کا ایک حق ہوتا ہے۔ اب چونکہ ملکی حالات اور باقی باتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہمیں اس وقت ہوش سے کام لینا چاہیے اور ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں کہ جس سے ہماری جمہوری روایات کو نقصان پہنچے۔ لہذا وہ بات بھی میں نے ختم کر دی۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اگر میری ان باتوں سے کسی کے احساسات مجروح ہوئے ہوں چاہیے سید طاہر احمد شاہ یا کوئی بھی دوست ہوں تو میں ان سے بھی معذرت خواہ ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی فرید احمد پراچہ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میاں منظور احمد موہل ہر دفعہ جب میں پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتا ہوں تو یہ ہر بات پر بار بار یہ کہتے ہیں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں اور اجلاس شروع ہوتے ہی یہ فرید پراچہ یا دوسرے ممبران پوائنٹ آف آرڈر شروع کر دیتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ کس رول کے تحت ان کا پوائنٹ آف آرڈر تھا؟

جناب سپیکر : جی یہ personal explanation ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! انہوں نے personal explanation نہیں کہا تھا۔ انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی ہے۔

جناب سپیکر : جناب فرید احمد پراچہ! دراصل میاں منظور احمد موہل ایک personal explanation پر بات کرنا چاہتے تھے کیونکہ ان کے حوالے سے آج اخبارات میں کچھ باتیں چھپی ہیں اور کل یہاں ہاؤس میں ایک واقعہ ہوا تھا جس کو وہ explain کرنا چاہتے تھے۔

چودھری محمد حنیف : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : چودھری محمد حنیف پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد حنیف : جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ میاں منظور احمد موہل نے میری موجودگی میں کل رات پریس والوں کو خود کہا کہ میں سپیکر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کروں گا اور یہ بات اخبارات میں بھی چھپی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہاؤس کے وقار کو بھی دھچکا لگا ہے۔ یہ کس مفاد پر آج خاموش ہو گئے ہیں؟ یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ سپیکر ہم سب کے لیے قابل احترام ہے۔

جناب سپیکر : شکریہ چودھری صاحب! لیکن اب میں چاہوں گا کہ اس پر مزید بات نہ ہو۔ میاں منظور احمد موہل نے اپنی پوزیشن کی وضاحت کر دی ہے۔ میں یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں ہاؤس میں میاں منظور احمد موہل کی بڑی زبردست contribution رہی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں وہ عین وقت پر ہاؤس میں آتے ہیں۔ تمام وقت ہاؤس میں موجود رہتے ہیں۔ رولز کی interpretation رولز کو

quote کرنا اور ہاؤس میں decorum کو قائم رکھنے کے بارے میں اور کارروائی کو قواعد و ضوابط کے مطابق چلانے کے بارے میں میاں منظور احمد موہل کی ہاؤس میں بڑی زبردست contribution ہے۔ میں ان کی اس contribution کے لیے ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے تو یہ ایک جمہوری عمل کا حصہ ہے لیکن سپیکر کی رولنگ کے بارے میں اور سپیکر کی رولنگ کو Honour کرنے کے بارے میں، ہاؤس کی dignity کے بارے میں، اور سپیکر کی رولنگ پر واک آؤٹ کرنے کے بارے میں جو روایات اور جو رولز ہیں اس سلسلے میں، میں ایک واضح رولنگ دوں گا اور شائد میں یہ اگلے سیشن میں دے سکوں کیونکہ آج مجھے لگتا ہے کہ شاید ہفتہ اور اتوار کو سیشن ہو یا نہ ہو؟ اس بارے میں بھی میں آپ سے استفسار کرنا چاہتا ہوں۔ بہر صورت میاں منظور احمد موہل نے میرے بارے میں جو اظہار خیال کیا ہے اور جس انداز میں کیا ہے میں اس سلسلے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

چودھری شوکت داؤد : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی چودھری شوکت داؤد۔

چودھری شوکت داؤد : جناب سپیکر! جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آج شاید اس سیشن کا آخری دن ہے۔ تو میں نے ایک تحریک استحقاق نمبر 58 ہاؤس کے استحقاق کے متعلق دی ہوئی ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ شاید آج کا اجلاس آخری ہو تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس کو بغیر باری کے لے کر مشکور فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی سید طاہر احمد شاہ۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! میاں منظور احمد موہل جو فاضل رکن ہیں۔ آج ان کے متعلق جو اخبارات میں ان سے منسوب کر کے بیانات چھپے ہیں انہوں نے ان کی بڑے خوبصورت انداز میں وضاحت کر دی ہے۔ اس کے لیے بلاشبہ میں ان کا ممنون ہوں مگر کہیں ایسا مسئلہ تو نہیں ہے کہ

رات کو مے پی، صبح کو توبہ کرلی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی
(قہقہے)

جناب سپیکر : شاہ صاحب! انہوں نے آپ کے بارے میں بھی نہایت اچھے جذبات کا اظہار کیا۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! میں نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔

جناب سپیکر : تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر، جناب فرید احمد پراچہ۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! تحاریک استحقاق سے پہلے نوٹس برائے طلبی توجہ ترتیب کے مطابق آنا چاہیے۔ جناب کی رولنگ کے مطابق، آج کا دن مقرر کیا گیا تھا۔ یہ ملتوی ہوتے ہوتے پھر آج کا دن مخصوص کیا گیا تھا اور پولیس کے مختلف قسم کے معاملات پر بہت ہی ضروری ہے کہ اس موقع پر نوٹس برائے طلبی توجہ لازمی طور پر رکھا جائے۔ میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جی لا منسٹر صاحب۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! رول 35 کی شق (ایچ) کے تحت اس روز سوالات کا وقفہ نہیں ہوتا جس دن اسمبلی میں فنانس بل زیر غور آتا ہو۔ تو میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ہم تو اس نوٹس برائے طلبی توجہ کو avoid نہیں کرنا چاہتے۔ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ اگر میرے فاضل بھائی اس پر مصر ہیں تو بے شک اس کو pending کر دیں۔ اگلے سیشن میں ہم اس کو ٹیک اپ کر لیں گے لیکن آج رولز کے مطابق ٹیک اپ نہیں ہو سکتا۔ شکریہ۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! یہ اس وقت بھی ان کے علم میں تھا کی 25 تاریخ کو یہ مالیاتی بل لائیں گے۔ تو یہ بات جب علم میں تھی تو اس وقت ان کی consent سے آپ نے یہ دن مقرر کیا تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا تھا اور پوچھنے کے بعد آپ نے یہ دن مقرر فرمایا تھا۔

جناب سپیکر : یہ بات درست ہے کہ جس روز فنانس بل ہو اس روز نہ سوالات آسکتے ہیں اور نہ نوٹس

برائے طلبی توجہ آسکتے ہیں۔ تو میرے خیال میں اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ اس معاملے کو ہم اگلے سیشن میں ٹیک اپ کر لیں گے یا اگر ہفتہ اتوار کو سیشن ہوتا ہے تو اس میں اتوار کو ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے۔ اتوار کو تو یہ خود ہی آجائے گا اگر اتوار کو سیشن ہوتا ہے۔ تو آج میرے خیال میں اس کو ٹیک اپ نہیں کرنا چاہیے اور رولز کے مطابق ہمیں ایوان کی کارروائی کو چلانا چاہیے تو آج Call Attention Notice کو ٹیک اپ نہیں کرتے۔

مسئلہ استحقاق

اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ ہمارے پاس جو تحاریک استحقاق ملتوی ہیں ان میں رانا اکرام ربانی کی تحریک استحقاق ہے چونکہ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ چودھری سکندر حیات ملہی کی تحریک استحقاق ہے یہ lapse کر جائے گی۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! رانا صاحب، پانچ منٹ میں تشریف لے آئیں گے۔

جناب سپیکر : جو آج تشریف نہیں رکھتے ہیں ان کی تحریک استحقاق lapse کر جائے گی۔ اس کے بعد تو ٹیک اپ ہی نہیں ہونی۔ سردار امجد حمید دستی کی تحریک استحقاق ہے وزیر مال نے اس سلسلے میں اپنی سٹیٹمنٹ دینی تھی اس کا نمبر 46 ہے اس بارے میں ہاؤس کمیٹی کی میٹنگ ہو چکی ہے منسٹری اینڈ ڈبلیو اور وزیر مال نے اس میں شرکت کرنا تھی اور اس سلسلے میں ایوان کو confidence میں لینا تھا۔ تو اس سلسلے میں کون صاحب ارشاد فرمانا پسند کریں گے۔ کیا وزیر مال صاحب۔ آپ ارشاد فرمانا پسند فرمائیں گے ؟

وزیر مال : جناب والا! افتیانہ صاحب نے اس کمیٹی کو preside کیا تھا۔ میں میٹنگ میں خود بھی گیا تھا اور کرنل صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ میرے خیال میں مناسب یہ ہوگا کہ وہ خود ہی فیصلے سے آگاہ کریں لیکن میں ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ جو جو پوائنٹس وہاں پر اٹھائے گئے تھے میں نے ان کو thrash out کیا ہے میں نے میٹنگ بھی کی ہیں اور علیحدہ بھی thrash out کیے ہیں لیکن اس میں مسئلہ یہ ہے کہ وہ جو unauthorized person وہاں پر ہے وہ کورٹ میں چلایا گیا ہے اور اس نے کورٹ سے conseal کرا کے ایک permanent injunction لے لیا ہے ہم نے اس کو رد کرنے کے لیے apply کیا ہے اس آرڈر کو جج صاحب نے suspend کر دیا ہے۔ آج اس بارے میں پیشی ہے اور جونہی اس کا کوئی فیصلہ ہوگا ہم قانون کے مطابق اس پر عمل کریں گے اور انشاء اللہ اس

زمین کو واپس حاصل کریں گے۔ مختصرا بات یہ ہے کہ آج 25 جون اس کی پیشی ہے اور ہمارا محکمہ وہاں پر اس کی پیروی کر رہا ہے انشاء اللہ اس پر حتمی فیصلہ ہوگا اور ہم اس پر عمل کریں گے۔

جناب سپیکر : یہ ٹھیک ہے۔ تو سردار امجد حمید خان دستی ایوان میں موجود نہیں ہیں تو اس تحریک استحقاق کو accordingly dispose of کر لیتے ہیں۔ اس کے محرک موجود نہیں ہیں آپ اس کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ ٹیک اپ کر رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ یہ حکومت کی زمین واپس لیں گے اور یہ ایم پی اے ہوسٹل کے ساتھ attach رہے گی۔ اس کو dispose of کرتے ہیں۔

وزیر مال : لیکن جناب والا! میں اس بارے میں گزارش کروں گا کہ یہ حکومت کی زمین ہے ہوسٹل کے لیے اس کو ٹرانسفر کرنے کے لیے ہمیں نہیں لکھا گیا اور میں نے میٹنگ میں بھی یہ کہا تھا کہ آپ ہمیں باضابطہ طور پر یہ لکھیں کہ یہ زمین ہم نے ایم پی اے ہوسٹل کے لیے reserve کی ہے اور یہ میرے پاس آئے اور ہم اس کو ٹرانسفر کرنے کے آرڈر دیں۔ مگر یہ ابھی میرے پاس نہیں آیا تو جناب والا! براہ کرم آپ یہ بھی ہدایت دے دیں کہ یہ بلیک اینڈ وائیٹ ہمارے پاس آنا چاہیے۔

جناب سپیکر : خان صاحب! یہ کون آپ کو لکھے ؟

وزیر مال : جناب والا! یہ اسمبلی سیکرٹریٹ سے آنا چاہیے۔

جناب سپیکر : جی! ہم آپ کو لکھ دیں گے۔ سید طاہر احمد شاہ کی تحریک استحقاق نمبر 53 ہے شاہ صاحب! کیا آپ اسے ٹیک اپ کرنا چاہیں گے ؟

سید طاہر احمد شاہ : جی جناب والا!

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! میں نے کل ایک تحریک استحقاق دی تھی۔

جناب سپیکر : جی ملک صاحب! اس کی باری آنے پر اسے ٹیک اپ کرتے ہیں۔

ملک احمد علی اولکھ : (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ گزشتہ تین سال سے میں اس ایوان میں حاضر ہو رہا ہوں اور میں نے کبھی بھی کوئی تحریک استحقاق پیش نہیں کی اور جب سے ہماری پارٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ٹریژری بنچز کی طرف سے تحاریک التوائے کار نہیں آنی چاہیے اس کے بعد سے میں نے کوئی تحریک التوائے کار بھی نہیں دی اس کے علاوہ میں نے کبھی cross talk میں بھی حصہ نہیں لیا جہاں پر خاص طور پر آدھا گھنٹہ لگا دیا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ نہ ہی میں

کوئی ایسا مقرر ہوں کہ مجھے ضروری بات کرنی چاہیے لیکن ہم دور سے آتے ہیں اور ہمیں اپنے علاقے کو represent کرنا ہوتا ہے۔ تو جناب والا! کل اس ایوان میں میری وجہ سے جو بدمزگی پیدا ہوئی ہے اس کے لیے میں آپ سے اور ایوان کے فاضل ارکان سے معذرت خواہ ہوں آپ نے مجھے موقع دیا تھا کہ میں زراعت کے موضوع پر بات کروں وہ بات کافی طویل تھی لیکن میں نے ابھی شروع ہی کی تھی آپ نے فرمایا کہ آپ بات کو ختم کر دیں تو میں نے اسی وقت بات کو ختم کر دیا اس لیے میاں منظور احمد موبل کی وجہ سے یہاں مسئلہ ہوا۔ اس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! آپ کا ایوان میں بڑا decent رویہ ہے اور آپ ایوان میں ہمیشہ اچھی بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ ہمیشہ اچھا موحول پیدا کرنے کی کوش کرتے ہیں اور آپ اس ایوان کے معزز اور اہم ترین رکن ہیں تو آپ کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس سے آپ کو افسوس کا اظہار کرنا پڑے۔

جناب فرید احمد پراچہ : (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب والا! صرف اتنی سی بات ہے کہ رات رات میں کیا ہوا کہ آج معافیاں ہی معافیاں چل رہی ہیں۔

چودھری محمد حنیف : جناب والا! آج آپ اچھی کارکردگی پر سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں تو میری آپ سے التجا ہے کہ آپ شیخ محمد طاہر رشید کو بھی ان کی اچھی کارکردگی پر کوئی سرٹیفکیٹ دے دیں۔

جناب شوکت داؤد : رات کا کھانا اتنا مزے دار اور اتنا پر تکلف تھا کہ کھانے کے بعد احساس ہوا کہ کھانا حرام نہیں کرنا چاہیے۔

ملک اقبال احمد خان لنگڑیال : جناب والا! یہ صرف رات کے کھانے کا اثر ہوا ہے۔

جناب سپیکر : نہیں میرے ساتھ تو معزز اراکین کا پہلے ہی بڑے احترام اور محبت کا رشتہ قائم ہے۔ یہ کھانے وغیرہ تو ایک رسمی بات ہوتی ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب والا! آپ وزیروں کے متعلق بھی کچھ آگاہ فرمائیں۔

جناب سپیکر : سید طاہر احمد شاہ صاحب! آپ اپنی تحریک استحقاق کے متعلق ارشاد فرمائیں۔

واپڈا کے حکام کا فیصل آباد کے دیہات کو بجلی کی فراہمی سے انکار

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! شکریہ۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب کی دیہات کو بجلی کی فراہمی کے منصوبے کے تحت "منتخب ارکان پارلیمنٹ کے لیے کوٹہ" کے عنوان سے ہر رکن اسمبلی کو ایک کتابچہ جاری کیا گیا جس کے صفحہ نمبر 6 پر دی گئی عبارت اور پالیسی یہ ہے :۔

"کہ حکومت کی موجودہ پالیسی کے مطابق دیہات کو بجلی کی فراہمی کے سلسلے میں سینٹ اور قومی و صوبائی اسمبلیوں میں عوام کے منتخب نمائندگان کا کوٹہ بھی مقرر کیا گیا ہے اور ان کی طرف سے جن دیہات کو بجلی فراہم کرنے کے لیے نشان دہی کی جاتی ہے، ان میں سے مقررہ معیاروں پر اترنے والے دیہات کو حکومت کی طرف سے واپڈا کو مہیا کی جانے والی منظور شدہ فہرست میں شامل کیا جاتا ہے واپڈا اس فہرست کے مطابق دیہات کو بجلی کی فراہمی کا پابند ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں 92-1991ء کے لیے ہر سینٹر،، ہر رکن قومی و صوبائی اسمبلی کا کوٹہ، جناب والا اس میں تھوڑی سی غلطی ہے کہ صوبائی اسمبلی کے ارکان کا کوٹہ صرف دو دیہات کا ہے۔ باقی قومی اسمبلی اور سینٹ کے ارکان کی غلطی کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں۔۔

جناب سپیکر! میرے حلقہ انتخاب میں چک نمبر 279 رب، 219 رب، اور 220 رب کی درج ذیل اضافی بستیوں میں ابھی تک بجلی کی فراہمی نہ کی جا سکی ہے۔

1۔ حمید پارک چک نمبر 220 رب

2۔ بابا کالونی چک نمبر 219 رب

3۔ رفیق کالونی چک نمبر 279 رب

4۔ جمیل پارک جزوی طور پر دیہات میں بجلی موجود نہ ہے۔

5۔ طارق کالونی چک نمبر 219 رب میں بھی جزوی طور پر بجلی ہے اور جزوی طور پر علاقہ محروم ہے۔ جناب والا! میں نے مذکورہ بالا آبادیوں میں بجلی کی فراہمی کے لیے چیئرمین ایریا الیکٹری سٹی بورڈ فیصل آباد اور چیئرمین واپڈا لاہور سے بذات خود رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کا علاقہ شہری حدود

میں آگیا ہے اس لیے وہاں پر واپڈا بجلی کی فراہمی سے قاصر ہے۔

جناب والا! میرے دیہات میں بسنے والے لوگوں میں بجلی کی نعمت کی ضرورت ہے وہاں شہری علاقوں میں بجلی کی فراہمی سے محروم لوگوں کو بھی اتنی ہی بجلی کی ضرورت ہے، جتنی دیہاتی آبادی کے لوگوں کو۔ اس لیے جناب سپیکر! مذکورہ بالا حکومت کی غیر منصفانہ اور امتیازی سلوک پر مبنی پالیسی کی وجہ سے نہ صرف میرا بلکہ شہری علاقوں سے منتخب ہونے والے ہر رکن صوبائی اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میری اس تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دے کر مجلس قائمہ برائے استحقاق کے سپرد کیا جائے اور اسے ہدایت کی جائے کہ معاملہ کی تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ اس معزز اور مقتدر ایوان میں پیش کرے۔

اب جناب والا! میں اس بارے میں short statement میں صرف چند الفاظ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری اس تحریک استحقاق کو پیش کرنے کے بعد میرے علم میں متعلقہ محکمے کے افسران کی طرف سے یہ بات لائی گئی ہے کہ کچھ آبادیوں میں بجلی کی تنصیب کے لیے بجلی کے پول نصب کرنے شروع کر دیئے گئے ہیں لہذا میں ایوان کا مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اور اپنی short state-ment کو اس تحریک استحقاق کے الفاظ تک یا جو کچھ میں نے بعد ازاں کہا ہے اسی حد تک محدود رکھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ شاہ صاحب! وزیر قانون آپ اس پر کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون (سردار نصر اللہ خان دریشک): جناب والا! یہ مسئلہ Federal development سے متعلقہ ہے اور وفاقی حکومت کی پالیسی سے متعلقہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتا۔ میں اپنے فاضل رکن سید طاہر احمد شاہ سے گزارش کروں گا کہ چونکہ یہ مسئلہ وفاقی حکومت سے متعلقہ ہے اور اس کا تعلق وفاقی حکومت کی پالیسی سے ہے لہذا شاہ صاحب اس معاملہ کو کسی اور انداز میں پارٹی میٹنگ میں اٹھائیں یا پھر ہم اس معاملہ کو وفاقی حکومت سے take up کر کے separately حل کروا سکتے ہیں۔ لہذا میں فاضل ممبر سے درخواست کروں گا کہ وہ اس تحریک استحقاق کو press نہ فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! یہ جو کتابچہ "دیہات کو بجلی کی فراہمی" ہر رکن اسمبلی کو دیا گیا ہے اور

اس میں جو منتخب ارکان پارلیمنٹ کا کوٹہ ہے یہ مرکزی حکومت کی پالیسی ہے۔ میں معزز وزیر قانون کی خدمت میں حکومت کی پالیسی کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ حکومت کی موجودہ پالیسی کے مطابق دیہات کو بجلی کی فراہمی کے سلسلے میں سینٹ، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے منتخب نمائندگان کا کوٹہ بھی مقرر کیا گیا ہے اور ان کی طرف سے جن دیہات کو بجلی کی فراہمی کی نشان دہی کی جاتی ہے ان میں سے مقررہ معیار پر پورے اترنے والے دیہات کو حکومت کی طرف سے واپڈا کو مہیا کی جانے والی منظور شدہ فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ واپڈا اس فہرست کے مطابق دیہات کو بجلی کی فراہمی کا پابند ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں 92-1991ء کے لیے ہر سینیٹر اور رکن قومی اسمبلی کا کوٹہ تین دیہات اور اس کے بعد جناب سپیکر! جہاں سے میرا استحقاق شروع ہوتا ہے ہر رکن صوبائی اسمبلی کا کوٹہ 2 دیہات ہیں جبکہ وزیر اعظم کا کوٹہ 100 دیہات اور وفاقی وزیر پانی و بجلی کے لیے 50 دیہات کا کوٹہ رکھا گیا ہے۔ جناب سپیکر! جو وفاقی حکومت نے ہر رکن صوبائی اسمبلی کے حلقے میں دو دو دیہات کو بجلی فراہم کرنے کے لیے کوٹہ مقرر کر دیا ہے، پالیسی مقرر کی گئی ہے اور پھر اس پالیسی پر عمل درآمد نہ کرایا جائے تو جناب والا! اس سے ہمارا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ اور پھر واپڈا کی طرف سے جو جواب پنجاب اسمبلی کو بھیجا گیا ہے اگر وہی پڑھ کر سنا دیا جاتا اور صرف اسی پر عمل درآمد ہو جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس تحریک استحقاق پر مزید زور دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن میرے خیال میں یہ جواب وزیر قانون کے پاس بھی نہیں پہنچا اور اگر وزیر قانون چاہیں تو اس جواب کی ایک نقل جو میں نے غیر سرکاری طور پر اپنے ذاتی ذرائع سے حاصل کی ہے ان کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں اور وزیر قانون اگر اسی کو ہی ایوان میں پڑھ دیں اور اس پر عمل درآمد ہو جائے تو میں قطعاً اپنی تحریک استحقاق پر زور نہیں دوں گا۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے ابھی معزز رکن سے التماس کی ہے کہ اگر پالیسی پہلے ہی موجود ہے تو میں معزز رکن اور واپڈا کے متعلقہ اہل کاران بیٹھ کر اس پر عمل درآمد کرائیں گے اور اگر پالیسی میں کوئی کمی بیشی ہے تو اس سلسلے میں بھی مرکزی حکومت کے ساتھ اس معاملے کو take up کیا جائے گا۔ جناب والا! ہوتا یہ ہے پالیسی مقرر کی جاتی ہے پھر اس میں further criteria ہوتا ہے اور اس میں categories ہوتی ہیں۔ مثلاً دیہات میں اگر تین کلومیٹر سے فاصلہ زیادہ ہو تو پھر پالیسی کے باوجود بجلی فراہم نہیں کی جاتی۔ یعنی اس میں مزید کافی ساری موشگافیاں ہوتی ہیں۔ لہذا میں فاضل

رکن کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ان کے پاس اس بارے میں جو بھی مواد ہے اس کی روشنی میں انشاء اللہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے میں ہر ممکن ان کے ساتھ تعاون کروں گا۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! وزیر قانون صاحب نے اس بارے میں کافی assurance دی ہے کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ جب وزیر قانون صاحب بول رہے تھے تو شاید ان کے مائیک میں خرابی کے باعث مجھے کچھ سمجھ نہیں آسکا کہ انہوں نے کیا فرمایا ہے اور میری دوسری گزارش یہ ہے کہ واپڈا کی طرف سے جو جواب آیا ہے اور جس کی ایک نقل میرے پاس بھی موجود ہے اس کے مطابق انہوں نے criteria وغیرہ سب کچھ چیک کر کے چند آبادیوں کو مستحق قرار دیا ہے اور میں نے یہ بات پہلے بھی عرض کی ہے کہ اس جواب کے مطابق واپڈا نے وہاں پر بجلی کے کھمبے نصب کروانے شروع کر دیے ہیں اور اب اس میں جناب سپیکر کیا امر مانع ہے کہ اگر وزیر قانون اس جواب کے مطابق فرمادیں کہ عمل درآمد ہو جائے گا اور اگر وزیر قانون اس بات کی یقین دہانی کروا دیتے ہیں تو پھر میں اس پر زور نہیں دوں گا۔ یعنی مقصد تو صرف عوام کے مسائل کو حل کرنے کا ہے۔

جناب سپیکر : وزیر قانون! شاہ صاحب کو آپ کی بات سمجھ نہیں آئی۔ ذرا اونچی آواز میں بات کریں۔

جناب فرید احمد پراچہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جناب فرید احمد پراچہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ : جناب والا! ہمیں سید طاہر احمد شاہ کی بات کی بھی سمجھ نہیں آئی انہوں نے کہا تھا کہ شائد لاء منسٹر کے مائیک میں خرابی ہے یا مائیکنڈ میں خرابی ہے۔

جناب سپیکر : انہوں نے مائیک کی بات کی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ : میں نے مائیک کی بات کی ہے۔ پراچہ صاحب! آپ کی قوت سماعت بھی میری طرح کہیں متاثر تو نہیں ہو گئی؟

جناب سپیکر : شاہ صاحب! لاء منسٹر نے کہا ہے کہ میں شاہ صاحب کو اپنے ساتھ بٹھا کر متعلقہ واپڈا افسران کو بلا کر اس مسئلہ کو حل کرا دوں گا۔ اگر پالیسی میں کوئی سقم ہے تو ہم وفاقی حکومت کو یہ پیش کریں

گے کہ پالیسی میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے۔ تاکہ ہمارے معزز اراکین اسمبلی کے دیہات میں بجلی مہیا کی جائے انہوں نے یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ آپ کے اس مسئلے کو حل کرائیں گے۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں۔ آپ کی وساطت سے اب بات مجھے پورے طریقے سے سمجھ آگئی ہے۔ میں فاضل وزیر قانون کا بھی بہت ممنون ہوں اور اس یقین دہانی کے بعد تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں اپنی تحریک پر زور دوں۔ میں اپنی تحریک استحقاق پر زور نہیں دیتا ہوں۔

جناب سپیکر : شکریہ شاہ صاحب!

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! میں آپ سے آج خصوصی طور پر گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے مجھے ایک بڑی اہم تحریک استحقاق مزید پیش کرنے دیں۔ باقی جو بھی وزیر قانون یا حکومت کہے گی وہ درست ہوگا۔ کیونکہ تمام اراکین اسمبلی کا استحقاق کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر : شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔ ملک محمد دین! تحریک استحقاق نمبر 54۔

نشان زدہ سوال نمبر 1070 کے غلط جواب کی فراہمی

ملک محمد دین : میں حال ہی میں وقوع پزیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے ایک تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کی متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں نے ایک نشان زدہ سوال نمبر 1070 محکمہ ہاؤسنگ میں تقرریوں کے متعلق دیا تھا جس کا جواب مورخہ 26-5-1992 کو ایوان کی میز پر رکھا گیا جس میں تسلیم کیا گیا کہ تقرریوں پر پابندیوں کے باوجود پابندی کے دوران لاہور ترقیاتی ادارے L D A میں صرف adhoc پر کام کرنے والے 21 ملازمین کو ریگولر کیا گیا۔ علاوہ ازیں اسی ادارہ میں 56 مختلف اسامیوں پر تقرریاں حکم وزیر اعلیٰ پنجاب قوانین میں نرمی اور ترمیم کر کے عمل میں لائی گئیں۔ جواب حقائق پر مبنی نہ ہے تقرریوں پر پابندی کے دوران دوسرے اضلاع کے اداروں میں بھی تقرریاں ہوتی ہیں۔ مورخہ 28-8-1990 چھٹی نمبری 2696/admin Wasa/90 کے ذریعے مسٹر نوید یوسف بھٹی اور مورخہ 12/12/1990 کو چھٹی نمبری 8276/admin/Wasa کے ذریعے مسٹر ذوالفقار حیدر چودھری کو adhoc پر ترقیاتی ادارہ فیصل آباد ونگ میں بھرتی کیا گیا دونوں آرڈر کی نقول لف ہیں۔ اس ترقیاتی اداروں کے اس ونگ میں 22/12/1992 کو چھٹی نمبری 8770/admin/Wasa کے ذریعے چھ اسسٹنٹ ڈائرکٹروں مسٹر

غلام علی مسٹر پرویز اقبال، فقیر محمد جبار احمد چودھری نوید یوسف بھٹی ، مسٹر ذوالفقار علی حیدر کو ریگولر بھرتی کیا گیا۔ آرڈر کی فوٹو کاپی لف ہے۔ جس میں اسمبلی سوال کا متن ادارہ ہذا F D A پہنچا تو متعلقہ آفیسر نے واسا الیف ڈی اے کی چھٹی نمبری 8770/admin/Wasa کو واپس کروا کر چھ اسسٹنٹ ڈائرکٹروں میں سے چار اسسٹنٹ ڈائرکٹروں غلام علی، فقیر محمد، نوید یوسف بھٹی اور ذوالفقار علی حیدر کو ملازمت سے نکال دیا اور مسٹر پرویز اقبال اور جبار احمد ڈیوٹی کرتے رہے۔

جب ڈائرکٹر ایڈمن اینڈ کوارڈ مسٹر وسیم محمود خان نے سوال کا جواب بھیج دیا تو پھر چھٹی نمبری 264/73/PA/dirirter Coord.PAP/92 مورخہ 24-5-92 کے ذریعہ نوکری سے نکالے گئے چار اسسٹنٹ ڈائرکٹروں میں سے مسٹر فقیر محمد، غلام علی کو دوبارہ حال کر دیا گیا آرڈر کی فوٹو کاپی لف ہے۔ مزید بر آں بذریعہ چھٹی نمبری 8170/admin/Wasa جن چھ اسسٹنٹ ڈائرکٹرز کو ریگولر بھرتی کیا گیا تھا ان میں چار غلام علی، فقیر محمد پرویز اقبال اور جبار احمد چودھری آج بھی FDA Wasa میں کام کر رہے ہیں۔

اسی ادارہ کے ارمن ڈویلپمنٹ ونگ کی انجینئرنگ ڈائرکٹوریٹ میں مسٹر شاہد محمود میاں مشتاق کو بھی 1991ء کے آخری مہینوں میں ریگولر کیا گیا۔ متعلقہ آفیسر نے میرے سوال کا جواب غلط بھیج کر حقائق کو چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس معاملہ کی چھان بین کے لیے میری تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دے کر مجلس استحقاق کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : ملک صاحب! میں آپ کی اس تحریک استحقاق کو مؤخر کرتا ہوں۔ اس کو اگلے کارروائی کے دن پر فیک اپ کریں گے اور اس پر وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ کی سٹیٹمنٹ لیں گے۔ اب میں ایوان سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ میرے پاس اسمبلی کے شیڈول میں غیر سرکاری کارروائی کے لیے دو دن ہفتہ اور اتوار رکھے گئے ہیں۔ ان میں ہمارے پاس اہم قرار دادیں ہیں اور دوسرا بہت ہی اہم کام مؤخر شدہ ہے۔ ہفتہ اور اتوار کے غیر سرکاری کارروائی کے دن کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم ہفتہ اور اتوار کو غیر سرکاری کارروائی کا دن مقرر کر لیں۔ (ایوان نے اتفاق کیا)۔ اس میں پھر آپ تشریف لائیں گے۔ یہ نہ ہو کہ کورم پورا نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ وزیر قانون معزز اراکین اسمبلی چاہتے ہیں کہ ہفتہ اور اتوار

کو غیر سرکاری کارروائی کے دن پروگرام کے مطابق کیے جائیں۔

وزیر قانون : جناب والا! آپ پوچھ لیں۔ میں تو انفرادی طور پر جس سے بھی پوچھا ہے اس نے یہی کہا ہے کہ مہینہ ہو گیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے سیشن کو ختم کرائیں۔ سوائے ان دوستوں کے جن کے اس دن کوئی قرار دادیں یا ان کے علاوہ کوئی ایک بھی معزز رکن مجھے نہیں ملا جس نے کہا ہو کہ آج کے بعد ہاؤس چلے۔ اگر اس دن کورم پورا نہ ہوا تو بہت ہی برا تاثر قائم ہو گا۔ اب تک آپ نے کتنا اچھا ایوان کو چلایا ہے اور اس دن کوئی بھی رکن نہ آئے۔

جناب سپیکر : میں آخر میں بات کروں گا لیکن پنجاب اسمبلی کے اس موجودہ سیشن میں معزز اراکین اسمبلی کا یہ بہت بڑا کریڈٹ ہے کہ سارے اجلاس کے دوران ایک مرتبہ بھی کورم نہیں ٹوٹا۔ تو ہفتے اور اتوار کو اگر سیشن کرنا ہے تو آپ کو یہ یقینی بنانا ہو گا کہ آپ سب صاحبان تشریف لائیں تاکہ کورم پورا رہے اور آپ کی دلچسپی اس میں قائم ہو اور آپ کی پرائیویٹ ممبرز ڈے کی کارروائی کو conduct کیا جائے۔ تو اس میں اب آپ کی کیا رائے ہے کہ ہفتہ اور اتوار کو پرائیویٹ ممبرز ڈے سیشن ہونا چاہیے ؟

میاں شہباز احمد : جناب سپیکر! بے شمار مسائل ہیں کم از کم ایک ہفتہ سیشن اور ہونا چاہیے اس دفعہ بجٹ پر مجھے تقریر کرنے کا بھی موقع نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر : اچھا جی جو صاحبان چاہتے ہیں کہ ہفتے اور اتوار کو پرائیویٹ ممبرز ڈے پہ اجلاس ہو تو انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے لیکن معاملہ کچھ confuse سا نظر آتا ہے جو چاہتے ہیں کہ اجلاس ہو وہ اپنی نشستوں سے کھڑے ہو جائیں۔

وزیر مال : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جناب ارشد خان لودھی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر مال: mis understanding یہ نہیں ہونی چاہیے۔ جہاں تک وزراء کا تعلق ہے وہ تو پابند ہیں اگر آپ کریں گے تو ہم حاضر ہوں گے اگر آپ نہیں کریں گے تو رائے شماری میں وزراء کو شامل نہ کریں۔

جناب سپیکر : وزرا کو رائے شماری میں شامل نہ کیا جائے تو پھر ؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس سلسلے میں زیادہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، وزیر قانون بات کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

Sheikh Sahib, take your seat please.

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس سلسلہ میں بلاوجہ اس مسئلہ کو issue بنا دیا گیا ہے میں نے تو آپ کی خدمت میں یہی عرض کیا ہے کہ اگر معزز اراکین تشریف لانا چاہتے ہیں تو ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے مجھے individually ایک بھی معزز رکن اسمبلی ایسا نہیں ملا جنہوں نے خود آکر نہ کہا ہو آپ سے بھی میں نے گزارش کی تھی تو اس سلسلہ میں، میں تو صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر اس دن کورم پورا نہ ہوا تو بلاوجہ ہمارا ایک all is well that ends well والا پہلو اس سے نہیں نکلے گا۔ ہم نے تو خود یہ پرائیویٹ ممبرز ڈے رکھا تھا۔ ایک تو یہ صورت ہے کہ ہم اسمبلی کا بزنس چلاتے ہیں ابھی تک معزز اراکین کی حاضری مکمل نہیں ہوئی آخر میں ہاؤس کی sense لے کر جو آپ فیصلہ فرمادیں گے حکومت اس کو welcome کرے گی اگر دو دن بزنس ہوتا ہے تو۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید : جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ وہ 8 ماہ بعد نہ بلوائیں کیونکہ اللہ والے پریشان ہو جاتے ہیں۔ دو یا ڈیڑھ ماہ بعد دوبارہ اجلاس بلالیں۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

چودھری محمد حنیف : (پوائنٹ آف آرڈر) جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ ابھی رانا صاحب دو افراد کو زبردستی بٹھا رہے تھے اور وزیر قانون بھی اشارے کر کے کہہ رہے تھے کہ مت کھڑے ہوں۔ تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر صرف وزراء اور پارلیمانی سیکرٹری ہی آجائیں تو کورم بھی پورا ہو جائے گا۔

جناب سپیکر : تو اس میں ایسا کرتے ہیں کہ ابھی اجلاس کی کارروائی جاری رکھتے ہیں وزیر قانون کی تجویز سے میں اتفاق کرتا ہوں ابھی ہاؤس میں مزید اراکین اسمبلی تشریف لے آئیں گے تو اس وقت ہاؤس کی sense لے کر میں فیصلہ کروں گا کہ اگر پرائیویٹ ممبرز ڈے کرنا ہے تو حکومت کو اور وزیر قانون کو کوئی اعتراض نہیں تو پھر ہم اگلی کارروائی پہ آجائیں۔

چودھری شوکت داؤد : (پوائنٹ آف آرڈر) جناب سپیکر! میری ایک تحریک استحقاق ہے اگر اجلاس نہ ہوا تو پھر تو ختم ہو جائے گی۔

جناب سپیکر : جی جناب راجہ خلیق اللہ خان۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

راجہ خلیق اللہ خان : جناب سپیکر! میں تحریک استحقاق نمبر 12 پیش کردہ جناب سید طاہر احمد شاہ ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : راجہ خلیق اللہ خان، تحریک استحقاق نمبر 12 پیش کردہ سید طاہر احمد شاہ کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتے ہیں۔

مجلس قائمہ برائے قانون وپارلیمانی امور کی رپورٹ برائے مسودہ قانون ترمیم استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب کا ایوان میں پیش کیا جانا

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میں مسودہ قانون ترمیم استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1991ء مسودہ قانون نمبر 6 1991ء پیش کردہ جناب سید طاہر احمد شاہ ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون وپارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : میاں منظور احمد موہل، مسودہ قانون ترمیم استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1991ء پیش کردہ جناب سید طاہر احمد شاہ ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون وپارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتے ہیں۔

مجلس قائمہ برائے قانون وپارلیمانی امور کی رپورٹ برائے قواعد وضوابط صوبائی اسمبلی پنجاب 1972ء پر نظر ثانی اور ترمیم، ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں قواعد وضوابط صوبائی اسمبلی پنجاب 1972ء پر نظر ثانی کرنے اور قواعد میں ترمیم کے بارے میں اپنی سفارشات مرتب کرنے کے لیے مجلس قائمہ برائے قانون وپارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنی کی میعاد میں مورخہ 31 اکتوبر

1992ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر : میاں منظور احمد موہل یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ قواعد و ضوابط صوبائی اسمبلی پنجاب کے رولز 1972ء پر نظر ثانی کرنے کے لیے اور قواعد میں ترمیم کے بارے میں اپنی سفارشات مرتب کرنے کے لیے مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنی کی میعاد میں مورخہ 31 اکتوبر 1992ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

قرارداد

سائنس اور ٹیکنالوجی پر سربراہان مملکت کے بین الاقوامی کمشن کی پہلی میٹنگ کے لیے اسمبلی ہال اور اسمبلی بلڈنگ کے استعمال کی اجازت

جناب سپیکر : جناب وزیر قانون ایک قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! یہ ایوان جناب سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب کو اختیار دیتا ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی پر فروری 1993ء میں ہونے والی سربراہان مملکت کے بین الاقوامی کمشن کی پہلی میٹنگ کے لیے اسمبلی ہال اور اسمبلی کی بلڈنگ کے استعمال کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر : یہ ایوان سربراہان مملکت کے بین الاقوامی کمشن کی پہلی میٹنگ کے لیے اسمبلی ہال اور اسمبلی بلڈنگ کے استعمال کی اجازت دے۔

(قرارداد باتفاق رائے منظور کی گئی)

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر : اب اراکین اسمبلی کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

جناب ڈاکٹر سید وسیم اختر

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب ڈاکٹر وسیم اختر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I will not be able to attend the Assembly on 25/6/92 leave may please be granted

Thanks.

جناب سپیکر :اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب فرحت عزیز مزاری

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب فرحت عزیز مزاری رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ مورخہ 6-7 جون کو اجلاس اسمبلی میں شرکت نہ کر سکا کیونکہ مجھے اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے سینٹ کے اجلاس میں حاضر ہونے کے لیے جانا پڑا۔ اس لیے استدعا ہے کہ ان دو یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر :اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب غضنفر علی خان

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب غضنفر علی خان رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں بوجہ فوتیدگی Father in law مورخہ 18 تا 21 جون اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ اس لیے استدعا ہے کہ ان یوم کی چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر :اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ظہور احمد خان

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب ظہور احمد خان رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ ہمدہ کی طبیعت ناساز تھی جس کی وجہ سے 21 مئی تا 31 مئی تک چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں منظور احمد موہل

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست میاں منظور احمد موہل رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں مورخہ 6-7 جون 1992ء کو اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ کیونکہ میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور سینٹ کے اجلاس منعقدہ 7 جون 1992ء کو شمولیت کی تھی۔ لہذا میری رخصت دو دنوں کی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب دریوس پستونجی

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست جناب دریوس پستونجی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

With deep regret I wish to inform you that I could not come to the Assembly on May 31st,1992 & on June 22nd,1992 because of illness.

Therefore, please grant leave for two days on the above mentioned dates.

Thanking you in anticipation.

جناب سپیکر :اب سوال یہ ہے۔

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹیں، گوشوارہ جات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

جناب سپیکر :وزیر قانون۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹیں بابت سال 89-1988ء اور 91-1990ء ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر :اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹیں بابت سال 89-1988ء اور 91-1990ء ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! میں منظور شدہ ضمنی اخراجات کا گوشوارہ بابت سال 92-1991ء ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر : منظور شدہ ضمنی اخراجات کا گوشوارہ بابت سال 92-1991ء ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر میں منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ بابت سال 93-1992ء ایوان کی میز پر

رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ بابت سال 93-1992ء ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

مسودہ قانون

مسودہ قانون، دی پنجاب فنانس بل، مصدرہ 1992ء

MR SPEAKER: Now we take up the Punjab Finance Bill, 1992. Minister for Law please.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I beg to move the Punjab Finance Bill, 1992 (Bill No.14 of 1992), as introduced, be taken into consideration at once.

MR SPEAKER: The motion moved is -

> "That the Punjab Finance Bill, 1992 (Bill No.14 of 1992), as introduced, be taken into consideration atonce.

It is not opposed. Since there is no amendment, the question is:-

> That the Punjab Finance Bill, 1992 (Bill No.14 of 1992), as introduced, be taken into consideration atonce.

(The motion was carried)

Clause -2

MR SPEAKER: Now we start the second reading. Now we take up the Bill clause by clause.

Clause 2 of the Bill is under consideration. One amendment has been received. It is from Minsister for Law and Parliamentary Affairs. He may move the amendment. Minister for Law please.

RANA IKRAM RABBANI: On point of order

Mr Speaker, the point of order which I have raised in this House that related to Section 85, sub-section 2 which reads as follows:

Section 85(2) If notice of a proposed amendment has not been given two clear days before the day on which the Bill, the relevant clause or the Schedule is to be considered: any member may object to the moving of the amendment and thereupon such objection shall prevail unless the Speaker suspends this sub-rule and allows the amendment to be moved.

جناب سپیکر! انہوں نے جو ترمیم پیش کی ہے یہ کل 24 تاریخ کو پیش کی ہے اس لیے فنی لحاظ سے یہ ترمیم زیر غور نہیں آسکتی۔ اس سے پہلے یہ روایت تھی اور آپ رولز میں نرمی کر کے اجازت دے دیا کرتے تھے۔ لیکن مجھے یاد ہے آپ کو بھی یاد ہوگا اور وزیر قانون کو بھی یاد ہوگا کہ ایک ہی دن انہوں نے ہماری ترمیم پر اعتراض کیا تھا اور ہم نے ان کی ترمیم پر اعتراض کیا تھا لہٰذا اس دن یہ بات طے پا گئی تھی کہ آئندہ رولز میں قطعی طور پر نرمی نہیں کی جائے گی۔ اس فیصلے کے حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ ان کو یہ ترمیم پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔

جناب سپیکر: سیکرٹری صاحب یہ ترمیم 24 تاریخ کو وصول ہوئی ہے؟

وزیر قانون: جناب والا! ہم نے یہ ترمیم 20 تاریخ کو پیش کی تھی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میں نے معلوم کیا ہے وزیر قانون نے یہ ترمیم کل نہیں دی بلکہ میرے ذاتی

علم میں بھی ہے کہ یہ اس سے پہلے پیش ہو چکی تھی اور وقت پر موصول ہو گئی تھی۔ اس میں دو دن کے نوٹس کی جو قانونی ضرورت ہے وہ بھی پوری ہوتی ہے۔

رانا اکرام ربانی : جناب والا! ہمیں جو اس کی کاپی ملی ہے اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ ترمیم کل دی ہے۔

جناب سپیکر : یہ ترمیم پہلے پیش ہوئی ہے لیکن circulate کل کی ہے۔

MR SPEAKER: So Minister for Law & Parliamentary Affairs to move the amendment.

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker Sir, I beg to move -

> That in sub-clause (ii) of Clause 2 of the Bill, for the word "transaction" wherever occurring, the word "property" be substituted.

MR SPEAKER: The amendment moved is -

> That in sub-clause (ii) of Clause 2 of the Bill, for the word "transaction" wherever occurring, the word "property" be substituted.
>
> Since no body is going to oppose, the amendment moved and the question is:-
>
> That in sub-clause (ii) of Clause 2 of the Bill, for the word "transaction" wherever occurring, the word "property" be substituted.

Now the question is:-

> "That Clause 2 of the Bill as amended do stand part of the Bill. "

(The motion was carried)

Clause -3

MR SPEAKER: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from Minister for Law & Parlimantary Affairs. He may move the amendment. Minister for Law please.

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker Sir, I beg to move.

> That in Sub-Clause (iii) of Clause 3 of the Bill, in the proposed Section 3-A of the Principal Act, Serial Nos. 2 and 4 alongwith the entries against them be omitted and subsequent serial Nos. re-numbered accordingly.

MR SPEAKER: The amendment moved is -

> That in Sub-Clause (iii) of Clause 3 of the Bill, in the proposed Section 3-A of the Principal Act, Serial Nos. 2 and 4 alongwith the entries against them be omitted and subsequent serial Nos. re-numbered accordingly.

MR FARID AHMED PIRACHA: I oppose it.

MR SPEAKER: Mr Farid Ahmed Piracha is opposing the amendment.

جناب فرید احمد پراچہ : جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ترمیم ایکٹ نمبر 10 میں لائی گئی ہے اور اب اس میں ایک اور ترمیم کے ذریعے سے اس میں سے ایک کلاز حذف کی جا رہی ہے اس سلسلے

میں میری گزارش یہ ہے کہ یہ ساری ترمیم لاکر جو ایک متوسط طبقے کی تفریح تھی اس کے ٹیکس میں اضافہ کیا گیا وہ تو واپس نہیں لایا گیا۔

ایک نمبر میں کہا گیا ہے کہ پارکس پر، فن لینڈ پر اور تفریحی مقامات پر، اس میں کہا گیا ہے کہ ایسی تفریحات کے آغاز کی تاریخ سے پہلے دو سال تک کوئی محصول نہیں لیا جائے گا۔ اگلے دو سال کے دوران داخلہ ٹکٹ کا دس فیصد اس کے بعد، داخلہ ٹکٹ کا پچیس فیصد یعنی جو پارک ایل۔ڈی۔اے نے عام آدمی کی سہولت کے لیے قائم کیے ہیں اور جو مختلف قسم کے تفریح پارک پرائیویٹ لوگوں نے قائم کیے ہیں ان کے داخلہ ٹکٹ میں تو اضافہ کر دیا گیا۔ حالانکہ غریب لوگوں کے لیے، متوسط طبقہ کے لوگوں کے لیے یہی ایک تفریح ہے وہ اپنے بچوں کے لیے اتنی مہنگی ٹکٹیں نہیں خرید سکتے۔ وہ تھیٹر نہیں جا سکتے وہ الحمراہال نہیں جا سکتے وہ اپنے بچوں کو انہی پارکوں کے اندر لے جا کر ان کے لیے کوئی تفریح کا بندوبست کرتے ہیں۔ لیکن اسے واپس نہیں لیا گیا وہ اسی طرح موجود ہے۔ اس میں 25 فیصد کا اضافہ ہے۔ دراصل جس کو چار سال سے زیادہ کی مدت گزر جائے تو اس میں 25 فیصد کا اضافہ ہے۔ لیکن دوسری طرف وہ ساری چیزیں کہ جن میں سرکس بھی ہے۔ جن میں تھیٹر اور موسیقی کے پروگرام بھی ہیں ان کو بھی واپس لے لیا گیا ہے اور اسی طرح سے حکومت کے تعاون سے چلنے والے آرٹ کونسلوں میں ہونے والے اسٹیج ڈرامے اور ثقافتی شو ہیں ان کو بھی واپس لے لیا گیا ہے یعنی حکومت کی سرپرستی میں حکومت میں غلط کام ہوتے رہیں تو ان پر کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ اس پر داخلہ فیس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا اور ان کو تو یہ کھلی چھٹی ہے کہ وہ جس طرح سے چاہیں کریں۔ لیکن ایک عام آدمی کے لیے اس ملک کے ایک متوسط طبقے کے لیے غریب طبقے کے لیے جو تفریح کا موقعہ ہے اسلام بھی اس کی اجازت دیتا ہے خود نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زندگیوں میں جو واقعات آتے ہیں ان میں باغوں کی سیر اور اسی طرح کی تفریحات کا ذکر مکمل طور پر اسلام میں موجود ہے اور اسلام اس کی قطعاً ممانعت نہیں کرتا۔ لیکن جن چیزوں کی اسلام ممانعت کرتا ہے یہ رقص و سرور کے پروگرام، یہ موسیقی کے پروگرام، یہ غلط قسم کے پروگرام جن کی اسلام ممانعت کرتا ہے ان کے اوپر تو ترمیم کر کے اس کے اضافے کو واپس لے لیا گیا ہے اور جس کی اس ملک کے غریب لوگوں کو ضرورت ہے، جس کی تحفظ ماحول کے تحت ضرورت ہے اس پر جناب والا! وہ کلاز موجود ہے، اس کو واپس نہیں لیا گیا میں اس کی

مخالفت کرتے ہوئے یہ بات عرض کروں گا کہ ان دونوں کو جس ترمیم کے ذریعے حذف کیا جارہا ہے ان کو برقرار رکھا جائے اور ایک نمبر کو حذف کیا جائے جو کہ عام آدمی کی تفریح سے متعلق ہے تبھی اس کے صحیح طور پر تقاضے پورے ہو سکیں گے۔

جناب سپیکر : لاء منسٹر کچھ فرمانا چاہیں گے۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! موجودہ قانون کے تحت آرٹس کونسلوں میں ہونے والے ڈراموں وغیرہ پر ٹیکس لگانے کی تجویز تھی اور اس سلسلے میں اگر ٹیکس لگا دیا جائے تو گورنمنٹ کو بہت تھوڑے پیسے آتے ہیں۔ لیکن عام آدمی کی تفریح پر اس کا بہت ہی منفی اثر پڑے گا اور ان کی تفریح کے مواقع پہلے ہی بہت کم ہیں پھر تو اور زیادہ کم ہو جائیں گے اور یہ تفریح بہت مہنگی ہو جائے گی۔ اس وجہ سے میں نے یہ ترمیم پیش کی ہے۔ اس کو منظور کیا جائے۔ قائد حزب اختلاف نے اور حزب اختلاف کے معزز اراکین نے خود اس پر اظہار خیال فرمایا تھا کہ عوام کو زیادہ سے زیادہ تفریح کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ تو اس کی اس روح کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ ترمیم پیش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کو منظور کیا جانا چاہیے۔ شکریہ۔

MR SPEAKER: The amendment moved and the question is -

> That in Sub-Clause (iii) of Clause 3 of the Bill, in the proposed Section 3-A of the Principal Act, Serial Nos. 2 and 4 alongwith the entries against them be omitted and subsequent Serial Nos. re-numbered accordingly.

I think Noes have it.

MINISTER FOR LAW: Ayes have it.

MR SPEAKER: Minister for Law says "Ayes" have it. Those in favour of Ayes, will please stand in their seats.

(At this stage, the Secretary Assembly

counted the Hon'ble Members).

Please have your seats.

Those against, will please stand in their seats.

(At this stage, the Secretary Assembly also counted the Hon'ble Members)

Please have your seats.

(The motion was carried)

Now the question is:-

That Clause 3 of the Bill as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried).

Clause -4

MR SPEAKER: Now Clause 4 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from Minister for Law & Parliamentary Affairs. He may move the amendment.

MINISTER FOR LAW & PARLIAMENTARY AFFFAIRS: Mr Speaker Sir, I beg to move.

That for sub-clause (1) of Clause 4 of the Bill, the followng be substituted:-

"(1) Section 4 shall be omitted;".

MR SPEAKER: The amendment moved is -

That for sub-clause (1) of Clause 4 of the Bill, the followng be substituted:-

"(1) Section 4 shall be omitted;".

Now the amendment moved and the question is-

That for sub-clause (1) of Clause 4 of the Bill, the followng be substituted:-

"(1) Section 4 shall be omitted;".

(The motion was carried)

The question is:-

That Clause 4 of the Bill as amended do stand part of the Bill,

(The motion was carried)

Clause -1

MR SPEAKER: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried).

Preamble

MR SPEAKER: Now the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment, the question is:-

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Long Title

MR SPEAKER: Now the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment , it becomes part of the

Bill.

Now we complete the second reading. Third reading starts. Minister for Law please.

MINISTER FOR LAW & PARLIAMENTARY ARFAIRS: I beg to move.-

That Punjab Finance Bill, 1992, may be passed.

MR SPEAKER: The motion moved is.

That Punjab Finance Bill, 1992, be passed.

Have you opposed this, Mr Piracha.

Do you like to say something?

آپ کے بارے میں تو کسی نے کوئی بات نہیں کی۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! میں تو قاعدہ 178 کے تحت بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی بات زیر غور نہ بھی ہو تو اس وقت بھی کوئی ممبر ذاتی وضاحت کر سکتا ہے۔ کل میں نے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ باوجود اس کے کہ آپ نے وہ الفاظ جو یہاں پر کہے گئے تھے انہیں حذف کر دیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ کل یہ اخبارات کی زینت بن جائیں گے۔ تو آپ نے اپنی حد تک بالکل یہ یقین دہانی کروائی تھی اور آپ کو یہ یقین تھا کہ نہیں چھپے گا مگر یہ اخبارات میں چھپا ہے۔ میرے پاس تراشے ہیں قومی اخبارات میں largely circulated ہیں۔ اس میں ایک بات تو حاجی افضل چن کی طرف سے میرے خلاف یہ لکھی گئی ہے اور آپ کی طرف بار بار کہا گیا کہ ایوان کے ماحول کو ٹھیک کریں۔ دوسروں پر کیچڑ اچھالنا مناسب نہیں۔

اس ایوان میں بڑے بڑے باضمیر لوگ موجود ہیں۔ طاہر احمد شاہ اگر اتنے باضمیر ہیں تو ایوان میں جب سود پر ووٹنگ ہوئی تو انہوں نے قرآن پاک کی نفی کرتے ہوئے سود کے حق میں ووٹ دیا۔

جناب سپیکر! میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ جب سود کے مسئلے پر ووٹنگ ہوئی تو اتفاق سے میں ایوان میں موجود نہ تھا۔ ایک تو یہ بات جو مجھ سے منسوب کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ دوسری بات جو رانا ثناء اللہ خان نے کہی ہے وہ یہ ہے۔ اور میں یہ پڑھ کر سناتا ہوں:

جہاں تک ان کے ذاتی کردار کی بات ہے تھانہ کوتوالی فیصل آباد کا ریکارڈ گواہ ہے کہ طاہر احمد شاہ کے جوئے کے مقدمات میں چالان ہوتے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں صرف وضاحت کر رہا ہوں۔ ویسے تو میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ تھانہ ایک ایسی چیز ہے جس کا ریکارڈ موجود رہتا ہے۔ اور میں اس ایوان میں یہ وضاحت کر رہا ہوں کہ تھانہ کوتوالی میں میرے خلاف سیاسی کارکن کی حیثیت سے، سیاسی agitation کے سلسلے میں اگر فوج داری کے مقدمات کئی اوقات میں درج ہوتے رہے ہوں تو اس کی نفی میں نہیں کرتا، کیونکہ وہ سیاسی بنیاد پر ہوئے تھے۔ مگر آج تک نہ صرف تھانہ کوتوالی فیصل آباد میں، بلکہ پاکستان بھر کے کسی بھی تھانے میں کبھی کسی جوا کھیلنے کا کوئی مقدمہ میرے خلاف درج نہیں ہوا۔ اس کے آگے انہوں نے یہ فرمایا ہے، جو اخبار میں میرے ساتھ منسوب کیا گیا ہے کہ میں نے پلاٹوں پر قبضہ کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں نے کبھی کسی پلاٹ پر قبضہ نہیں کیا۔ اگر میں نے کسی پلاٹ پر قبضہ کیا ہے اور وہ فاضل رکن ثابت کر دیں تو وہ پلاٹ انہیں دے دیا جائے۔ میں آپ کو Power of Attorny دیتا ہوں۔

جناب سپیکر! ایک بات ہوتی ہے اخلاقی۔ ایک بات ہوتی ہے ذاتی۔ میں اس ایوان کے وقار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ حالات ہمارے ملک کے اس قسم کے ہیں کہ اس ایوان سے باہر بیٹھنے والے ان ایوانوں کے وجود کے مخالف لوگ اس پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور ہماری ان حرکات و سکنات اور ایک دوسرے کے خلاف کلمات اور الزامات کو وجہ بناتے ہوئے ان اداروں کو خدانخواستہ خطرے میں ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے میں آج اخلاقی طور پر مزید کوئی بات اس پر نہیں کرنا چاہتا۔ مگر میں اپنا یہ حق اس ایوان کے ریکارڈ کے ذریعے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر مجھ پر کسی نے غلط منسوب کردہ

الزام لگایا تو میں اللہ کے کرم سے آج بھی اس پوزیشن میں ہوں اور کل بھی اس پوزیشن میں ہوں گا کہ شاید الزام لگانے والے شخص کے خلاف میں اتنے سنگین الزامات لگا دوں کہ اگر اس کی جوڈیشری کے ذریعے تحقیقات کی جائے تو بھی اس کی نفی نہیں ہو سکے گی۔ اگر پھر بھی میری بات سے کسی کو اختلاف ہو تو میں اپنے آپ کو جوڈیشل انکوائری کے لئے ہر الزامات کے لئے اس ایوان کے ذریعے پیش کرتا ہوں۔ شکریہ۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر! جناب کوریجہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ: جناب سپیکر! کل کے اجلاس میں جس وقت ڈاکٹر شفیق صاحب نے واک آؤٹ کیا تو انہوں نے اتنی جلدی میں واک آؤٹ کیا جسے میں سمجھتا ہوں کہ پندرہ سیکنڈ نہیں ہوئے ہوں گے کہ وہ واپس آ گئے۔ اس پر میں نے یہ کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے واک آؤٹ نہیں کیا، کیونکہ نہ ہم نے انہیں جاتے دیکھا ہے اور نہ ہم نے انہیں آتے دیکھا ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ میں نے ان کی ذات پر تنقید کی ہو۔ مگر جواباً ڈاکٹر شفیق صاحب نے مجھ پر الزامات لگائے اور اس کے متعلق جناب والا نے یہ فرمایا کہ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیے گئے ہیں۔ لیکن آج کا اخبار "جنگ" میرے پاس ہے۔ اس کے سرورق پر ایک بہت بڑی خبر آویزاں ہے جس میں کہا گیا ہے:

"کوریجہ جیسے لوگ چور دروازے سے اسمبلی میں آتے ہیں اور ایسے لوگ لوٹ مار کی کارروائیاں کرتے ہیں۔"

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں جو شخص اس ایوان میں چار مرتبہ منتخب ہو کر آیا ہو اور جو ممبر دو دفعہ پارلیمانی سیکرٹری رہا ہو اور اب بھی وہ ایڈوائزر ہو تو میں یہ نہیں سمجھتا کہ ہم چار دفعہ جیت کر آنے والے چور دروازے سے گھس کر آتے ہیں۔ دوسرے انہوں نے کہا ہے کہ یہ لوٹ مار کی سیاست کرتے ہیں۔ میں اس پر احتجاج کرتا ہوں کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس کے بدلے میں وہ میرے خلاف ایسے ریمارکس پاس کریں جس سے میرا استحقاق مجروح ہو۔ میں آپ کی خدمت میں استدعا کرتا ہوں کہ جناب اس کی حقیقت سمجھتے ہیں۔ کم از کم ڈاکٹر صاحب کو یہ الفاظ واپس لینے ہوں گے۔ ورنہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا استحقاق زبردست مجروح ہوا ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! چونکہ انہوں نے آپ کے بارے میں بات کی یہ اس لئے آپ پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن پر بات کر سکتے ہیں، پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب، مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن نہیں ہے۔ پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن پر آپ نے اپنی پوزیشن واضح کرنی ہوتی ہے دوسرے پر الزام نہیں لگانے ہوتے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب والا! میں نے جو کچھ کہا ہے وہ میں اپنی صفائی کے طور پر عرض کر رہا ہوں۔۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! یہ پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن پر کوریجہ صاحب کے بارے میں جو بات کی ہے میں اس کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

کارروائی سے الفاظ کو حذف کیے جانے کے بارے میں، میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ جو الفاظ، یا مکالمہ یا بات ایوان کے اندر کارروائی سے حذف کی جاتی ہے اس کو اخبارات میں رپورٹ نہیں کیا جاتا۔ شروع سے لے کر یہ پارلیمانی پریکٹس رہی ہے اور یہ پارلیمانی رپورٹنگ کا ایک اہم ترین حصہ ہے اور اخلاقی طور پر بھی، قانونی طور پر بھی اور پارلیمانی رپورٹنگ کے آداب کے لحاظ سے بھی جو الفاظ یہاں حذف کیے جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہاؤس میں کہے نہیں گئے۔ جو کارروائی سے حذف ہو جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کارروائی میں موجود نہیں۔ اور جو الفاظ کارروائی میں موجود نہیں ان کی رپورٹنگ کرنا کسی

☆☆☆☆ (حکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

بھی لحاظ سے مناسب اور مستحسن بات نہیں۔ اور یہ بات ہاؤس کے استحقاق کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ میں پارلیمانی رپورٹنگ کرنے والے صحافی حضرات اور قومی اخبارات سے امید کرتا ہوں کہ وہ آئندہ ہرگز ہرگز حذف کیے جانے والے الفاظ کی رپورٹنگ نہیں کریں گے۔ جی، جناب پراچہ صاحب۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان سے بھی کہا جائے کہ وہ اس کی تردید بھی کر دیں۔

جناب سپیکر! جناب کوریجہ! میں نے اس بارے میں عرض کر دیا ہے۔ جی پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! ایک تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذاتی وضاحت کا نکتہ اس وقت اٹھایا جا سکتا ہے کہ جب ایوان میں کوئی کارروائی نہ ہو رہی ہو۔ آپ مجھے تقریر کے لئے حکم دے چکے تھے اور میں نے اپنی گفتگو کا آغاز بھی کر دیا تھا اس کے بعد آپ نے ذاتی وضاحت کی اجازت بھی نہیں دی اور اس کے باوجود ذاتی وضاحت کا طویل سلسلہ ہوا ہے۔ جناب سپیکر! میں اس وقت پارلیمانی مسودہ قانون کے بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مالیاتی قوانین میں تین ترامیم پیش کی گئی ہیں ان میں سے پہلی ترمیم سٹمپ ایکٹ 1899ء (II of 1899) میں ہے۔ اور اس کے سیکشن 29 کلاز سی میں خریدار اور فروخت کنندہ میں دونوں کو شامل کیا گیا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سید طاہر احمد شاہ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

SYEDTAHIR AHMAD SHAH: Sir,

would like to draw your attention to Rule 178, and I would also like through you to draw the attenion of my honourable friend Mr Frarid Piracha to the Rule which says:-

A member may,with the permission

of the Speaker, make a personal explanation although there is no question before the Assembly, but no debate shall be allowed on it.

تو میرا رول کا حوالہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ جب میں ذاتی وضاحت کے نکتہ پر اٹھا تو میں بالکل قواعد کے مطابق اٹھا تھا اور آپ نے مجھے قواعد کے مطابق ہی اجازت فرمائی تھی۔

جناب سپیکر! یہ درست بات ہے کہ آپ نے قواعد کے مطابق بات کی اور میں نے آپ کو قواعد کے مطابق اجازت دی۔ جی جناب پراچہ صاحب!

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ یہ سٹمپ ایکٹ 1899ء ایکٹ نمبر 2 اس کی سیکشن 29 کلاز سی کے اندر ایک ترمیم کی گئی اور اس میں خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو شامل کیا گیا۔ اس طرح شیڈول نمبر 1 آرٹیکل 23 کلاز (B) کے اندر جو ترمیم کی گئی کہ سٹمپ ڈیوٹی میں اضافہ کیا گیا ہے جو ساڑھے آٹھ فیصد سے بڑھا کر دس فیصد کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! اس اضافے کی تاریخ 1977ء سے پہلے یہ موجود نہیں تھا اور 1977ء میں ساڑھے پانچ فیصد سٹمپ ڈیوٹی عائد کی گئی تھی۔ 1986ء میں اس کو ساڑھے آٹھ فیصد کر دیا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ gain tax کو ہم اس کے اندر ہی شامل کر رہے ہیں اور یہ اس کا ایک حصہ بن جائے گا۔ اور اس کا جواز یہی پیش کیا گیا کہ اس کو بڑھایا اس لئے جا رہا ہے کہ اس میں gain tax بڑھ جائے گا۔ اس کے بعد 1992ء کے اندر اس میں دس فیصد کر دیا گیا ہے اور اس طرح سے یہ ایک بلاوجہ اور بلاجواز اضافہ ہے جس کے اغراض اور وجوہ یہ بیان کی گئی ہیں کہ چونکہ 1986ء سے اضافہ نہیں ہوا اور خاصا وقت گزر چکا ہے۔ حتیٰ کہ یہ ایک انتہائی غیر منطقی بات ہے کہ جب فیصلہ موجود ہے تو چاہے قیمتوں میں اضافہ ہوتا رہے چاہے نرخوں میں اضافہ ہوتا رہے فیصد کے اندر تو خود بخود اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر پراپرٹی کی قیمت بڑھتی ہے تو فیصد کے حساب سے سٹمپ ڈیوٹی کی قیمت بھی اتنی ہی یا اس کی مالیت بھی اتنی ہی بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے صرف اس بات پر کہ اتنا عرصہ گزر گیا ہے اور کوئی اضافہ نہیں کیا گیا یہ بلاجواز ہے اور اس کے ساتھ پورے صوبے کے شہریوں کے مسائل ہیں رہائشی مسائل ہیں ان کے ساتھ بہت زیادہ زیادتی کی گئی ہے۔ جناب سپیکر!

وفاقی بجٹ میں rented residential houses پر اس سال ویلتھ ٹیکس کا پہلے ہی اضافہ کیا گیا اور اس کو per square yard ویلتھ ٹیکس کا اضافہ وفاقی بجٹ میں کیا گیا۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب! میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ رول 87(4) یہ واضح کرتا ہے کہ

> "When a motion that the Bill be passed has been the general provisions of the Bill may be discussed but only with refrence to the motion if any, and in the Bill."

تو آپ صرف اس ترمیم کے حوالے سے بات کر سکتے ہیں جو اس بل میں آئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ اس پر بات نہیں کر سکتے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! بالکل اس کے دائرے میں رہ کر میں بات کر رہا ہوں۔ مجھے اس کا احساس ہے۔ اور اس کے مطابق ہی میں دلیل کے طور پر یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ اس میں یہ اضافہ بلا جواز ہے۔ یہ ترمیم کے ذریعے دس فیصد بلا جواز ہے اس لئے کہ اس سے پہلے کئی اضافے ہو چکے ہیں اور اس میں وفاقی بجٹ کے اندر ویلتھ ٹیکس پر بھی اضافہ ہوا۔ پنجاب میں بیس سے پچیس فیصد پراپرٹی ٹیکس پہلے ہی وصول کیا جاتا ہے۔ انکم ٹیکس اس کے علاوہ ہے۔ کارپوریشن اپنی ایک فیس لیتی ہے جو اڑھائی فیصد سے لے کر پانچ فیصد ہے۔ اس طرح سے پراپرٹی یا مختلف قسم کے واجبات پر سٹیمپ ڈیوٹی اس وقت 18 فیصد ہو چکی ہے۔ اس لحاظ سے یہ انتہائی بلا جواز اور ایک بہت زیادہ بوجھ ڈال کر رہائشی مسئلے کے سلسلے میں لوگوں کو پریشان کیا گیا ہے۔ اور اس میں ایک نئی پالیسی کے تحت لوگوں پر ایک زائد ٹیکس اور نارلوا ٹیکس کا بوجھ لادا گیا ہے۔ اس کے ذریعے سے جناب سپیکر! ایک تو خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو شامل کیا گیا جبکہ فروخت کنندہ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات انتہائی مجبوری کے تحت اپنے مکانات فروخت کرتے ہیں۔ ان میں بعض بیوہ خواتین اور ایسے افراد شامل ہوتے ہیں جو کسمپرسی کے عالم میں مکانات فروخت کرتے ہیں۔ اس سے پہلے خرید کرنے والے پر سٹیمپ سٹیمپ عائد تھی لیکن اب دونوں اطراف بوجھ ڈال دیا گیا ہے اس طرح جناب سپیکر! اس میں مرکزی حکومت کی طرف سے Leasing Com-panies کو اس سے پہلے پابند کیا گیا کہ وہ مکانات اور اراضی کے بارے میں کوئی لیزنگ نہیں کر

سکتیں۔ اس کے ساتھ پرائیویٹ ہاؤسنگ کا نام پہلے ہی خاصا متاثر ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے جو اضافہ اب کیا گیا پراپرٹی کا کاروبار جو بہر حال ایک جائز کاروبار ہے اس کو ایک نقصان پہلے ہی پہنچ چکا تھا اس اضافے کے ساتھ اس میں مزید نقصان میں ایک اور اضافہ ہوا اور اس کے ساتھ ایک ہی ایونیو یعنی سرمایہ کے ایک ایونیو کو کھولا اور رکھے جانے کی پالیسی سامنے آرہی ہے کہ سرمایہ کاری کا کوئی اور ایونیو نہ ہو۔ اور لوگ مجبور ہوں کہ وہ صنعت کاروں سے حصے خریدیں۔ اور لوگ کسی اور کاروبار کی طرف توجہ نہ کر سکیں۔ اس میں جناب سپیکر مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ سٹمپ ڈیوٹی میں اضافے کے مقاصد ہوتے ہیں۔ مہذب معاشروں کے اندر جب حکومتیں ٹیکس لیتی ہیں تو ٹیکسوں کے بدلے لوگوں کو کچھ سہولیات دیتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ پراپرٹی عائید سٹمپ ڈیوٹی کے ساتھ ایک سہولت دی جانی چاہئے تاکہ لوگوں کی پراپرٹی کا تحفظ ہو۔ یہاں رجسٹریوں پر رجسٹریاں ہوتی ہیں۔ کسی آدمی کی جائیداد محفوظ نہیں اور ناجائز طور پر کاروبار ہوتے ہیں۔ اس کے تدارک کا کوئی بندوبست نہیں امریکہ میں پرائیویٹ کمپنیاں پراپرٹی کا صرف ڈیڑھ فیصد لیتی ہیں۔ جو ٹائٹل کا تحفظ کرتی ہیں اور اس کے مطابق کسی طرح بھی اس ٹائٹل کو مجروح نہیں ہونے دیتیں۔ یہاں 18 فیصد مختلف ادارے لے لیتے ہیں لیکن پھر بھی پراپرٹی کا کوئی تحفظ نہیں اس کی جائیداد وہ فروخت کر رہا ہے۔ اس کی جائیداد یہ فروخت کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی قانون کوئی ضابطہ کوئی طریقہ قطعاً" موجود نہیں اس میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں لیکن میں اختصار کے ساتھ صرف اتنی بات عرض کرتا ہوں کہ خود حکومت کی اپنی پراپرٹی فروخت ہوتی رہتی ہے اور اس میں تحفظ کا کوئی بندوبست ابتدا سے ہی موجود نہیں۔

جناب والا! دوسری ترمیم ایکٹ نمبر 10 میں لائی گئی ہے یعنی (entertain-ment) اس ایکٹ کو نمبر 10 صحیح دیا گیا ہے۔ اور یہ 1958ء کا ایکٹ ہے۔ اور اس میں ایک تو horse racing جو 1981ء میں اس کے اندر شامل کیا گیا جو ایک غیر شرعی کام تھا جوئے کا کاروبار ہوتا تھا اور اس جوئے کے کاروبار کو پھر ایک قانونی تحفظ دیا گیا اور سال 1981ء میں اس horse racing کو پھر نکال لیا گیا۔ اب پھر اس horse racing کو دوبارہ شامل کر کے اس کو ایک قانونی تحفظ دیا جا رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ

آج بھی وہاں پر جوئے کا کاروبار اس طرح ہو رہا ہے چاہے حکومت اس کا ایک حصہ وصول نہیں کرتی۔ لیکن جوئے کا کاروبار اس طرح سے ہو رہا ہے۔ اور اس کاروبار کو ایک قانونی شکل دینے کے لیے ایک ترمیم لا کر اس کو اس کے اندر دوبارہ شامل کر دیا گیا ہے۔ میں اس پر اپنا احتجاج یا اپنا یہ اضطراب ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اس سے horse racing کو جو ایک ناجائز جوئے کا اور قمار بازی کا کاروبار ہے اسے ایک قانونی تحفظ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس طرح جناب سپیکر! سیکشن نمبر 3 میں سینماؤں پر ڈیوٹی میں کمی کی گئی۔ یہ 1983ء میں 120 سے کم کر کے 100 فیصد کی گئی تھی۔ پھر اب 100 فیصد سے کم کر کے 65 فیصد کی جا رہی ہے۔ اور اس حکومت کو اس کا کوئی خیال نہیں کہ اچھی اور بامقصد فلمیں بنیں بلکہ یہ اس طرح کے اقدامات کر کے اس طرف اس کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے کہ سینما گھروں کے اندر بلیو پرنٹ دکھائے جائیں اور دکھائے جا رہے ہیں یہ انتظامیہ کے علم میں ہے۔ لاہور کے اندر کتنے ہی ایسے سینما ہیں اور اس بارے میں علم ہونے کے باوجود اس میں کمی کر کے اس کی مزید حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اس کو تحفظ دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی پھر تیسری بات جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ متوسط طبقے کی تفریح گاہوں پر بھی ایک پابندی لگائی گئی ہے اور اس کے ساتھ جو تیسری امنڈمنٹ لائی گئی وہ 1973ء کا ایکٹ نمبر 14 ہے۔ اس ایکٹ نمبر 14 کے مطابق ڈرائیونگ کی competency کے بارے میں پہلے 20 روپے ٹیسٹ فیس تھی اب اس میں اضافے کر کے اس کو 140 روپے تک کر دیا گیا ہے۔ اس طرح ڈرائیونگ لائسنس کی 40 روپے فیس تھی اور یہ یکساں تھی اب 140 روپے تک کیا گیا ہے۔ اس میں اضافہ اتنا زیادہ ہے۔ اس طرح پہلے لرنر لائسنس کی تجدید پر کوئی فیس نہیں تھی۔ اب لرنر لائسنس کی تجدید پر بھی 20 روپے فیس عائد کی گئی ہے۔ یہ موٹر سائیکل سواروں پر جن کی حیثیت اب سائیکل کی سی رہ گئی ہے۔ موٹر سائیکل ایک بالکل غریب آدمی کی یا ضرورت مند آدمی کی سواری ہے۔ اس پر بھی ایک ناروا قسم کا اضافہ کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنے ان دلائل کی روشنی میں اس مالیاتی مسودہ قانون کی مخالفت کرتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک ناروا بوجھ لوگوں پر لادا جا رہا ہے اور پنجاب کے

لوگوں کے ساتھ ایک زیادتی کی جارہی ہے (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب، آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں گے؟ آپ تشریف رکھیں گے؟

ملک امان اللہ چھینہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! ذرا تشریف رکھیں۔ جی لا منسٹر صاحب کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوست نے میری امنڈمنٹس کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ دو امنڈمنٹس تو بالکل فارمل قسم کی ہیں مثلاً" سٹمپ ڈیوٹی میں پہلے ہر جگہ پر پراپرٹی کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا تو غلطی سے Transaction کا لفظ استعمال کیا گیا تھا تو اس کو بالکل شقوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے یہ ایک تبدیلی کی ہے اور Transaction کی جائے پراپرٹی کا لفظ substi-tute کیا ہے۔ یہ میری ایک فارمل امنڈمنٹ تھی۔ اس کے علاوہ آرٹ کونسلوں پر ٹیکس واپس کیا ہے اس کی تفصیل میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔ اس کے بعد بھی ایک اور میری امنڈمنٹ تھی جس میں repeal کی جائے omit کا لفظ لکھا ہے وہ بھی ایک فارمل قسم کی typographical mistake تھی۔

جناب والا! میرے فاضل بھائی نے اپنی تقریر میں دو نکات پر بات کی ہے ایک تو یہ جو سٹمپ ڈیوٹی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ 1986ء میں ساڑھے آٹھ فیصد لی جاتی تھی اور چھ سال کے بعد صرف ڈیڑھ فیصد ڈیوٹی بڑھائی ہے۔ اس کو بھی buyer اور seller کے درمیان equitable کیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ کا ایک مستحسن اقدام ہے۔ اس طریقے سے horse racing پر جو ٹکٹ ہوتی تھی، ہاؤس پر یہ جو جوئے کا انہوں نے لفظ استعمال کیا ہے تو horse racing کی betting پر اب بھی سختی سے پابندی ہے اور اس پر ٹکٹ کو ہم نے ڈبل کر دیا ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی غیر شرعی کام نہیں ہوا۔ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس بل کو فوری طور پر پاس کیا جائے۔

MR SPEAKER:The motion moved and the question is:-

That the Punjab Finance Bill, 1992, be passed.

(The motion was carried).

وزیر مال: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی منسٹر ریونیو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر مال: جناب سپیکر! میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ سوال نمبر414 اور سوال نمبر 583 کے ضمنی جوابات کے بارے میں آپ نے حکم کیا تھا تو وہ میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی ان متعلقہ سوالوں کے جوابات منسٹر ریونیو نے ایوان کی میز پر رکھ دیئے ہیں۔

ملک امان اللہ چھینہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی ملک امان اللہ چھینہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا! رات جب جناب کی دعوت پر ہم گئے تو آپ بھی وزیر اعلیٰ کے ساتھ تھے تو وزیر اعلیٰ نے مجھے بلبل اسمبلی کا خطاب دیا۔ (قہقہے) اور یہ خطاب انگریزوں کے وقت بھی ملتے رہے ہیں، یعنی سر کا خطاب خان بہادر کا خطاب، لیکن اس سے بیشتر یہ لٹریری رحمٰن کو بھی خطاب مل چکا ہے۔ آج میں لٹریری رحمٰن ہوں (قہقہے) اور اخباری حضرات کے لیے یہ عرض کر دوں کہ شاعری کر رہا ہوں۔ آپ میری بات سمجھ گئے ہیں۔ ایوان کو سمجھانے کے لیے کہ میں شاعری کر رہا ہوں۔ لٹریری رحمٰن اپنی جگہ ہے، میں اپنی جگہ ہوں، (قہقہے) تو جناب سپیکر! آپ نے بھی ریمارکس دیے تھے کہ امان اللہ چھینہ ایک اچھے پارلیمنٹیرین کی حیثیت سے اس اجلاس میں ابھر رہے ہیں (قہقہے) تو میں جناب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں تمام معزز ایوان کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے

اپنے حلقہ کے ساتھ انصاف کیا اور بہت کار آمد کام کیے اور اس کے ساتھ ہی وزراء کرام جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان میں وزراء کرام کی اکثریت بہت competent ہے۔ وزیر اعلیٰ کو اچھی کابینہ ملی ہوئی ہے۔ میں ان کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس کافی لمبے اجلاس میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایا ہے۔ تو ان گزارشات کے ساتھ ہی میں ایک شعر پیش کرتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ ملک صاحب۔

آوازیں: شعر سن لیں۔

ملک امان اللہ چھینہ:

گو ہاتھ میں جنبش آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغرو مینا میرے آگے

(قہقہے)

میاں شہباز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر میاں شہباز احمد۔

میاں شہباز احمد: جناب سپیکر! آج سے کچھ دن قبل چھینہ صاحب نے پولیس کے حق میں تقریر کی اور پھر بعد میں ان کا ضمیر زندہ ہو گیا تو یہ اس سے مکر گئے۔ جب انہوں نے وہ تقریر کی تھی تو تب 12 بجے ہوئے تھے۔ اب سوا گیارہ کا ٹائم ہے اور مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ 25 یا 30 منٹ پہلے کیسے اٹھ کر بولنا شروع ہو گئے۔ اس کی ذرا وضاحت فرما دیں۔

چودھری محمد حنیف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی چودھری محمد حنیف صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا۔

امان اللہ چھینہ صاحب نے کہا ہے کہ میں لمبڑی رحمٰن ہوں۔۔۔۔

ملک امان اللہ چھینہ: جناب والا! میں نے شہباز صاحب کو شہباز خطامت نہیں کہا۔ میں نے قائد ایوان کو شہباز خطامت بھی کہا ہے اور میں ان کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ جس موضوع پر بھی بولتے ہیں بڑے مدلل طریقے سے بولتے ہیں اور ایوان کو اور

عوام کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتے ہیں۔ میں قائد ایوان کو پھر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔۔۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر میں یہ کہنا چاہ رہا تھا۔۔۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر مجھے آپ کی طرف سے بولنے کی اجازت مل چکی ہے۔۔۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب سپیکر! جھینہ صاحب نے اس دن بھی پولیس پر بڑی اچھی تقریر کی تھی اور بعد میں ان کا ضمیر زندہ ہو گیا تھا۔ ہمارے وزراء صاحبان اتنی خوش فہمی میں نہ رہیں کیونکہ ان کے ضمیر کو زندہ ہوتے کچھ ہی لمحے لگتے ہیں۔ (قہقہے)

تو اس پر مجھے بھی ایک شعر یاد آیا ہے کہ۔۔

پھر نہ کیجیے گا میری گستاخ نگاہی کا گلہ
آپ نے پیار سے پھر ایک بار دیکھا مجھ کو

آوازیں: واہ واہ

جناب سپیکر: میرے پاس کچھ معاملات پر فیصلے pending ہیں ایک تو تحریک استحقاق پر فیصلہ pending ہے اور کچھ دوسرے معاملات پر فیصلے pending ہیں۔ ان پر میں اپنی رولنگ دینا چاہتا ہوں لہذا ایوان in order ہونا چاہیے۔

ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے کی تقرری کے بارے میں جناب سپیکر کی رولنگ

MR SPEAKER: On 22nd June, 1992 Rana Ikram Rabbani Khan, the Leader of the Opposition raised a question of privilege stating that the Prime Minister of Pakistan had appointed Mr Hafeez ullah Ishaque as Director General LDA after selecting him out of the Panel of 4 officers recommnded for the post. He further stated that the LDA had been established under the Lahore Development Authority Act, 1975, and as per Section 8 in Chapter-III

of that Act, it is laid down that the Director General shall be appointed by the Government on such terms and conditions as may be determined by the Government of the Punjab. He alleged that the appointment of the Director General LDA by the Prime Minister was clear intervention in the affairs of the Province of the Punjab as the Chief Minitster of Punjab was the competent authority to make the apointment of the Director General LDA. The parliamentary Scretary Law while clarifying the postion informed the House that in fact four names of the Officers were made were under consideration by the Punjab Government for appointment as Director General LDA and finally the name of Mr Hafee-zul lah Ishaque was approved and a notification to this effect was issued by the Punjab Government on 22nd February, 1992, therefore he maintained that there had been no violation of the rules or intervention from any quarter whatsoever. While availing his right of reply the Law Minister stated that the appointment of the Director General LDA was regularly made strictly in accordance with the rules and-Procedure by the competent authority and there had been no violation of any rules. After going through the statment of the mover, the statement of the Par-

liamentary Secretary Law and the Law Minister, I have come to the conclusion that there had been no violation of the rules any law or the constitution the appointment appears to have been made in accordance with the rules witout any out-side intervention,so the notification was issued by the Punjab Government which is a sufficient evidence to show that the appointment was made by the Punjab Government legally and avidly. I, therefore, ruled out the motion being misconceived.

آرڈی نینسز کے بارے میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر پر کہا تھا کہ اس سلسلے میں میں اپنی رولنگ دوں گا یہاں یہ پوائنٹ اٹھایا گیا تھا اور یہ فرید احمد پراچہ کی طرف سے اٹھایا گیا تھا کہ جب پنجاب اسمبلی کا سیشن ہونے والا ہو تو کیا آرڈی نینسز جاری ہو سکتے ہیں تو اس بارے میں میں نے ان کو کہا تھا کہ میں اس سلسلے میں اپنی findings دوں گا لہذا اس سلسلے میں میں اپنی observations آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اسمبلی کے متوقع اجلاس سے قبل ہنگامی قانون کے اطلاق پر جناب سپیکر کی رولنگ

MR.SPEAKER: On 21st of May, 1992,Mr Farid Ahmad Piracha raised a point of order that the Punjab Undesirable Cooperative Societies Dissolution Ordinance, 1992 laid on the table of the House on 21st May, 1992 was promulgated on the 16th of May, 1992. He further stated that the Governor of the Punjab had summon the session of the Assem

bly to be held from 21st May, 1992. by virtue of his orders dated 17th May , 1992. He was of the view that the promulgation of the Ordinance by the Governor of couple of days prior to the commencement of the session of the Assembly was ultra vires of the spirit of this Constituion. The Law Minister while replying to the point of order stated that the Governor was empowered under Article 128 of the Constitution to promulgate the Ordinance as and when deemed expedient. The intention of the Constitution is that the Ordinance shall not be issued while the Assembly is in session. The Ordinance in question had been issued before the commencement of the Assembly session and as such the Governor had acted in accordance with Article 128 of the Constitution: I have come across of the past rulings of the Speakers of Indian Lok Sabah on this point where by on Nov 22nd 1971 a similar ruling was issued. The issue was agitated in the Lok Sabah and the Speaker ruled.

All I can say is that I do not approve of an Ordinance just at the time when the House is al most to meet.

Again on Nov 13,1973 the Speaker Lok Sabah observed Ordinance by themselves are not very

well welcomed specially so when the date for summoning of the House is very clear. It is not only clear but is also near in such cases unless there are very special reasons Ordinances shall be avoided. Article 128 of the Constitution authorises the Governor to promulgate the ordinances except when the Assembly is in session. If he is satisfied that the circumstances exist rendering it necessary to make immediate action, question of satisfaction of Governor cannot be questioned. The Governor may legitimately find it necessary to promulgate or repromulgate any Ordinance in the certain given situtation. Issuances of said ordinance is technically correct and so breach of privilege is involved, but it would be highly appreciated if recourse of the legislature for the purpose of the legislation is made a normal practice and promulgation of Ordinance is resorted to sparingly in situtation requiring immediate action and the Assembly is not expected to meet at early date or cannot be summoned at short notice, the point of order is ruled out.

پنجاب اسمبلی کے ملازمین کے لیے رہائشی کالونی کے حصول کے ضمن میں ایوان کے تاثرات

جناب سپیکر: تو اب ہمارے پاس ڈسکشن باقی ہے اور وہ رول 52 کے تحت ہے رانا اکرام

ربانی نے یہ move کیا تھا کہ یہ بڑا اہم issue ہے اور اس کو اسمبلی میں ڈسکس کیا جائے انہوں نے رول 52 کے تحت move کیا تھا۔ اور آج کا دن ہم نے اس کے لیے fix کیا تھا۔ تو کیا وزیر قانون اس بارے میں کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

شیخ محمد طاہر رشید: (پوائنٹ آف آرڈر) مالیاتی مسودہ جات قانون مکمل ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد میرے دل میں یہ بات تشنہ رہ گئی جس کے لیے میں جناب کی اور وزیر خزانہ کی توجہ چاہوں گا ☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جناب سپیکر: sorry شیخ صاحب، This is not a point of order اور یہ چونکہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں اور یہ نہایت ہی irrelevant بات کی گئی ہے اس لیے اسے میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری گزارش ہے میں نے قائد حزب اختلاف کی خدمت میں بھی یہ گزارش کی تھی کہ technically ہم رول 52 کے تحت آج اس پر بحث نہیں کر سکتے لیکن جناب وہ چیز اپنی جگہ پر ہے۔ اصل صورت حال یہ ہے اس سلسلے میں میں نے قائد ایوان کے ساتھ بات کی ہے اور اس سلسلے میں جناب کی بھی قائد ایوان کے ساتھ بات ہوئی ہے۔۔۔۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: (پوائنٹ آف آرڈر) جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ جناب امان اللہ جھینہ نے کہا ہے کہ انہیں بلبل ہاؤس کا خطاب ملا ہے۔ آپ نے ان کو یہ خطاب دیا ہے۔ جناب والا پچھلی روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں یہ گزارش کروں گا کہ

☆☆☆(حکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

آپ شیخ طاہر رشید کو بھی کوئی ٹائٹل دے دیں تاکہ اسمبلی میں ان کی خدمات کو سراہا جا سکے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: سہیل ضیاء بٹ صاحب کی بات کے سلسلے میں ایک چیز کی میں یہاں cor-rection کر دوں کہ جناب وزیر اعلیٰ نے ملک امان اللہ جھینہ کو اسمبلی کے باہر خطاب دیا ہے اسمبلی کے اندر خطاب نہیں دیا۔

جی وزیر قانون صاحب آپ ارشاد فرمایئے۔

وزیر قانون (سردار نصر اللہ خان دریشک): جناب والا! اس issue سے پنجاب گورنمنٹ congnizant ہے۔ اور میں آپ کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہوں کہ اس کو یہاں ہاؤس میں dis-cuss کرنے کی بجائے out side the House اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے حکومت اقدامات کرے گی لہذا اسے یہاں زیر بحث لائیں۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجاویز ہیں تو ان پر عمل درآمد کر کے ہم اس مسئلے کو take up کر لیں گے اور اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

یہ بات قائد حزب اختلاف کی توجہ کے لیے ہے کہ آپ نے رول 52 کے تحت جو نوٹس دیا تھا اور جس کے محرکین میں چودھری محمد فاروق اور فرید احمد پراچہ بھی شامل ہیں اور اس نوٹس میں اسمبلی سیکرٹریٹ کے ملازمین کے لیے ہاؤسنگ کالونی بنانے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس معاملے کو پورے ایوان نے متفقہ طور پر پاس کیا تھا۔ اس معاملہ کو اہمیت دیتے ہوئے آپ نے رول 52 کے تحت نوٹس دیا تھا کہ ہاؤس میں اس معاملے کو discuss کیا جائے۔ اس بارے میں وزیر قانون کا یہ خیال ہے کہ آج یہ رولز کے تحت diseuss نہیں ہو سکتا۔ اور اسی سلسلہ میں انہوں نے دوسری بات یہ کی ہے کہ چونکہ میرے علم میں اس معاملہ کے بارے میں کچھ باتیں ہیں لہذا میں ان باتوں سے اس معزز ایوان کو اور معزز قائد حزب اختلاف کو بھی آگاہ کروں پھر اس کے بعد جو مناسب ہو اس پر cognizance لی جائے۔ تو میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں میری اور وزیر قانون کی کل ہی جناب وزیر اعلیٰ سے بات ہوئی اور اس بارے میں ہم نے ایک طریق کار طے کیا جیسا کہ وزیر قانون نے کہا کہ اس معاملے کو discuss کرنے کی ضرورت

نہیں ہے اور رولز کے مطابق بھی اس کو آج discuss نہیں کیا جانا چاہیے۔ اور اس معاملے کو discuss کرنے کی بجائے اس کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔ اور میرے خیال میں اگر اس پر عملی اقدامات ہو سکتے ہیں اور discuss کیے بغیر ہی عملی اقدامات ہو سکتے ہیں تو پھر اسے discuss نہیں کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ discuss کرنے سے بھی عملی اقدامات کی ہی راہ نکلے گی اور اگر عملی اقدامات ویسے ہی ہو سکتے ہیں تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس پر discuss نہ کی جائے۔ میرے ذہن میں ایک عملی اقدام ہے اگر آپ اتفاق کریں تو پھر اس سے میں آپ کو آگاہ کر دوں گا۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میں نے پہلے جناب قائد حزب اختلاف سے دریافت کیا ہے کہ ان کی اس بارے میں کیا رائے ہے کیونکہ وہ اس کے محرک ہیں۔

رانا اکرام ربانی (قائد حزب اختلاف): جناب سپیکر! یہ issue اتنا پرانا ہے کہ 1988ء میں اسمبلی نے اس بارے میں باقاعدہ قرارداد پاس کی۔ اس بارے میں تحاریک استحقاق آئیں۔ اور جناب وزیر قانون نے پارلیمانی روایات کے مطابق نہیں بلکہ اپنی روایات کے مطابق کئی دفعہ اس معاملے پر اس معزز ہاؤس کو assurances دیں لیکن پھر حسب عادت وہ اسے بھول جاتے رہے ہیں کہ انہوں نے اس معاملہ پر اس معزز ایوان کو کوئی یقین دہانی کرائی تھی۔ لیکن جناب سپیکر! چونکہ اب آپ نے اپنی obser-vations دی ہیں اور آپ کے خیال کے مطابق اب ایک ایسی stage آگئی ہے جس پر کچھ عملی قدم کی صورت بنتی نظر آ رہی ہے تو اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی بات سے اتفاق کر لیا جائے کیونکہ آپ کی بات سے اتفاق نہ کرنا بھی پارلیمانی روایات کے خلاف ہو گا۔ لیکن آپ کے علم میں جو باتیں اس سلسلہ میں ہیں ان باتوں سے اس ہاؤس کو آگاہ کرنے کے بعد اس ہاؤس کو اعتماد میں لیا جائے اور پھر اس پر کوئی فیصلہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر محمد افضل اعزاز صاحب اب آپ ارشاد فرمایئے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میری گزارش صرف یہ ہے کہ اگر کوئی عملی اقدامات کرنے کا ارادہ ہے تو یہاں ایوان میں وزیر قانون بھی تشریف فرما ہیں اور وزیر اعلیٰ

صاحب بھی تشریف فرما ہیں لہذا اس ہاؤس میں یہ assurance دے دی جائے اور ہمیں بتا دیا جائے کہ کب تک اس پر عملی اقدامات کیے جائیں گے ؟ اور کب تک ان کو یہ کالونی دے دی جائے گی ؟

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ جی فرید احمد پراچہ صاحب آپ کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں ؟

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں بھی یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں اس سے پہلے جو کچھ بھی سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ عملی طور پر اس کو مؤخر کرنے اور تاخیری حربے اختیار کرنے کے مختلف واقعات سامنے آئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بات ہم آپ کے اعتماد پر قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اور آپ کے ارشاد کی روشنی میں تو ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ معاملہ اس طرح حل ہو سکے۔ جہاں تک وزیر قانون صاحب کا تعلق ہے یا وزرائے کرام کا تعلق ہے ان کے سلسلے میں تو ایک مسلسل تاریخ کے مطابق جب بھی یہ معاملہ اسمبلی میں پیش ہوتا ہے تو محض اس کو ملتوی کرنے کے لیے وہ کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جناب وزیر اعلیٰ صاحب آپ ارشاد فرمایے۔

وزیر اعلیٰ (غلام حیدر وائیں): شکریہ، جناب سپیکر!

جناب سپیکر! یہ معاملہ وزیر قانون صاحب میرے نوٹس میں لائے تھے اور مجھے اسمبلی کے تمام اراکین کے جذبات کا بہت احترام ہے۔ اور اس اسمبلی کے تقدس کا بھی کہ یہ ایک خود مختار ادارہ ہے۔ اس کا مجھے نہ صرف شدت سے خیال ہے بلکہ اس کو autonomous قرار دینے والے کارکنوں میں، میں بھی شریک ہوں۔ لیکن ایک بات میں جناب سپیکر آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے تمام اراکین کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ جب آپ کسی ایک بات کا فیصلہ فرماتے ہیں تو اس کی مثال اور اس کی prece-dent تمام صوبے پر محیط ہوتی ہے۔ گھر فراہم کرنا، کالونی فراہم کرنا یقینی طور پر حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے لیکن میں نے یہ بات جناب سپیکر صاحب سے بھی علیحدہ طور پر عرض کی تھی اور جناب وزیر قانون صاحب سے بھی گذارش کی تھی کہ ایک ایسی prece-

dent کو قائم کر کے اس کو تمام صوبے پر محیط کرنے کے جو اثرات اور محرکات ہیں ان کو بھی ہمیں سنجیدگی سے دیکھنا ہوگا۔ لہذا میری استدعا ہوگی کہ جناب سپیکر صاحب سے اور ان کی وساطت سے جناب قائد حزب اختلاف سے، ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب سے اور تمام معزز اراکین سے کہ اس معاملہ کو ہم انشاء اللہ اس کے سارے perspectives میں دیکھیں گے اور صحیح merits کی روشنی میں اس کا کوئی فیصلہ کریں گے۔ لہذا جب تک اس کے تمام عوامل کو نہ دیکھ لیا جائے اس وقت تک اس پر کوئی حتمی رائے قائم کرنا میرے خیال میں قرین انصاف نہ ہوگا اور اس طرح یہ آپ کو مزید بہت سی مشکلات میں داخل کرنے کا ذریعہ بن جائے گا چنانچہ اس معاملے کو اس منظر اور پس منظر میں دیکھنے کے بعد ہی کوئی بات کی جا سکے گی۔ شکریہ۔

جناب فرید احمد پراچہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب فرید احمد پراچہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کی prec-edent پہلے قائم کی جا چکی ہے۔ اگر یہ precedent پہلے قائم نہ کی گئی ہوتی تو پھر وزیر اعلیٰ صاحب کی قاید ایوان کی یہ بات جا تھی لیکن وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے ملازمین کو پلاٹ دیے گئے اور اسی کے ساتھ ہی ایک مثال قائم کر دی گئی۔ اب اسی مثال کی روشنی میں مختلف اداروں کی طرف سے یہ مطالبات بالکل جا ہیں کہ اگر وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے ملازمین کو پلاٹ مل سکتے ہیں اور ایل ڈی کے مختلف پلاٹ مختلف لوگوں کو دیے جا سکتے ہیں تو پھر اسمبلی سیکرٹریٹ کے ملازمین کو بھی اسی طرح سے پلاٹ دینا قرین انصاف ہے اور قرین مصلحت ہے اور یہ ان کو ملنے چاہئیں۔ چونکہ یہ precedent پہلے سے موجود ہے لہذا اسی کی روشنی میں یہ بات یہاں ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر چودھری محمد شفیق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے precedent تقریباً تمام بڑے شہروں میں آفیسرز کالونی کے نام سے موجود

ہیں۔ میں کسی اور جگہ کی بات نہیں کر رہا فیصل آباد کی بات کرتا ہوں کہ فیصل آباد کے مرکزی علاقے مدینہ ٹاؤن چک نمبر 214 دب کے اندر آفیسرز کالونی بنائی گئی وہاں افسران نے من مانیاں کیں اور اپنے دوست احباب کے اندر 2`2 لاکھ میں یا کم ترین سرکاری قیمت پر پلاٹ تقسیم کیے اور بعد میں ان پلاٹوں کو 20,20 لاکھ روپے میں بیچا گیا اگر ان لوگوں کو یہ مراعات دی جا سکتی ہیں تو پھر ان مظلوم اور غریب کارکنان کو بھی حق تقدم ملنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ تمام سرکاری ملازمین کو ریٹائرڈ ہونے پر گھر ملنے چاہئیں اس کے لیے کوئی منصوبہ بندی ہونی چاہیے اور اس کام کا آغاز ہمیں اسمبلی کے ملازمین سے کرنا چاہیے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ میرے خیال میں اس پر مزید بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب سپیکر! اسمبلی کے ملازمین میں کچھ بااثر لوگوں کو پلاٹ دیے گئے ہیں اور جو چھوٹے اور دوسرے ملازمین ہیں ان کے حقوق پر کیوں ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے اور انہیں ان کا حق کیوں نہیں دیا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر: رول 52 کے بارے میں ہاؤس کی یہ رائے مجھے معلوم ہوتی ہے اور وزیر قانون صاحب نے بھی یہ کہا ہے کہ اس معاملے پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ قاعدہ 52 کے تحت اس مسئلہ کو زیر بحث لا کر جو مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر اس کو زیر بحث لائے بغیر حاصل ہو سکتے ہوں اور اس کے لیے کوئی طریق کار موجود ہو تو ہمیں اس طریق کار کو اپنانا چاہیے اور میری جو جناب وزیر اعلیٰ صاحب اور دوسرے متعلقہ حضرات سے بات ہوئی ہے تو اس کی اور اس ایوان میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب کے ارشادات کی روشنی میں بھی دیکھا جائے تو اس معاملہ کی اہمیت اس لحاظ سے بڑھ جاتی ہے اور یہ معاملہ دوسرے سرکاری ملازمین کو پلاٹ یا رہائشی کالونیاں مہیا کرنے کی نسبت زیادہ اہمیت اور افضلیت کا حامل ہے۔ اس کے پیچھے ایک بہت بڑی بات یہ بھی ہے کہ پنجاب اسمبلی کے اس ایوان نے متفقہ قرارداد کے ذریعے یہ پاس کیا کہ پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ کے ملازمین کے لیے رہائشی کالونی قائم کی جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی اگر متفقہ

طور پر ایک چیز کا فیصلہ کرتی ہے اور وہ پنجاب حکومت کے بس میں ہے تو اخلاقی اور قانونی طور پر بھی اس بات کا بہت بڑا جواز بن جاتا ہے اور اس چیز کو دوسرے معاملات کے ساتھ اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے یہ معاملہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جس سے جناب وزیر اعلیٰ بھی پوری طرح آگاہ ہیں۔ اور اس کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں میری جو لاء منسٹر صاحب سے بات ہوئی ہے اس سلسلہ میں آج ہم ایک کمیٹی تشکیل دیتے ہیں جو اس مسئلہ کی چھان بین کرے گی اور اس کی تہہ تک پہنچے گی۔ اور اس مسئلہ کو کس طریقے سے حل کیا جا سکتا ہے اس کی رپورٹ اگلے اجلاس تک ایوان میں پیش کرے گی۔ اس کمیٹی میں جناب وزیر قانون، وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ، وزیر مال، جناب قائد حزب اختلاف، فرید احمد پراچہ اور چودھری محمد فاروق کو شامل کرتا ہوں کیونکہ وہ اس تحریک استحقاق کے محرک ہیں۔ تو ان چھ صاحبان پر مشتمل کمیٹی اس کے pros and cons کو دیکھ کے اس پر فیصلہ کرے گی اور اگلے اجلاس میں ایوان میں اس کی رپورٹ پیش کرے گی۔ کمیٹی کی سربراہی کے لیے میں وزیر قانون کو تجویز کرتا ہوں۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میرے خیال میں میں نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ شاید میں آپ تک وہ پوری طرح پہنچا نہیں سکا۔ گزارش یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی کے معزز اہل کاران بڑے محترم ہیں۔ ان کو مناسب سہولتیں فراہم کرنا آپ کا بھی اور ہمارا بھی فرض ہے اور ہمارے دائرہ کار میں آتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی میرے فاضل رکن ڈاکٹر صاحب نے اور اس طرف سے ایک صاحب نے فرمائی ہے کہ اس سے پہلے بھی روایات موجود ہیں۔ میں نے یہی بات کی تھی کہ میں ان تمام حالات کو دیکھ کر اور اس معاملہ کے تمام پہلوؤں کو دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ میرے خیال میں میری اس گزارش کے بعد میں اس ہاؤس کی کوئی نئی کمیٹی تشکیل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اور اگر یہ معاملہ پہلے ہی ایوان سفارش کر چکا ہے تو میرے خیال میں وہی بات اس کا فیصلہ کرتے ہوئے کافی ہو گی۔ لہذا اس ایوان سے میری گزارش ہے اور جناب سپیکر آپ سے بھی یہ گزارش ہے کہ مہربانی کر کے اس معاملہ کو دوبارہ اس ایوان میں نہیں لانا چاہیے۔ یہ معاملہ صرف پنجاب اسمبلی کے اہلکاران کا نہیں ہے۔ اس میں سارے پنجاب کے ملازمین کا معاملہ زیر بحث آئے گا اور ہم یقینی طور پر اس بات کو دیکھیں گے کہ اگر یہ بات ہو سکتی ہے تو کس انداز سے ہو سکتی ہے اگر

اس میں مشکلات ہیں تو وہ کیا ہیں اور میرے لیے سارے پنجاب کے اہل کاران برابر کے محترم ہیں۔ ان تمام کو سامنے رکھ کر ان کی سہولتیں اور آسانیاں فراہم کرنا بحیثیت قائد ایوان اور وزیر اعلیٰ پنجاب میرے فرائض میں شامل ہے لہذا مہربانی کر کے اس کو اس طریقے سے pick and choose کرنے کا انداز اختیار نہ کیا جائے اور کوئی کمیٹی تشکیل نہ دی جائے تو میرے ان جذبات جو نیک نیتی پر مبنی ہیں ان سے متصادم ہو۔ لہذا میں یہ کہوں گا کہ کوئی ایسی کمیٹی تشکیل نہ دی جائے اور ایوان اس کا فیصلہ کرے۔

جناب سپیکر: یہ جو کمیٹی تشکیل دینے والی بات ہے یہ میں نے وزیر قانون کے مشورے سے کی ہے اور جناب وزیر قانون یقیناً یہاں ایوان میں حکومت کا نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں اور چیف منسٹر صاحب کی عدم موجودگی میں وہ قائد ایوان کی حیثیت سے یہاں بیٹھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جب یہ بات ہوئی کہ قاعدہ 52 کے تحت ہاؤس میں اس پر بحث نہ کی جائے تو اس سلسلہ میں وزیر قانون سے میری بات ہوئی اور انہوں نے اس بات پہ اتفاق کیا کہ ایک کمیٹی بنا دی جائے جس میں وزراء صاحبان ہوں، قائد حزب اختلاف ہوں اور دو معزز اراکین ہوں اور وہ اس بات کی چھان بین کریں، اس کی تہہ تک پہنچیں اور اس کا فیصلہ کریں۔ جیسے جناب وزیر اعلیٰ کی رائے ہے، جیسے وہ اس کو سمجھتے ہیں، اس کے مطابق، اس رپورٹ میں اس کو ٹھیک اپ کریں اور اس کا فیصلہ کریں۔ یہ کمیٹی کی بات میں نے وزیر قانون کے مشورے سے اور ان کے کہنے سے میں نے بات کی ہے۔ ان کے کہے بغیر میں نے کمیٹی کی بات نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون چیف منسٹر کی عدم موجودگی میں یہاں ہاؤس میں ان کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اب جناب وزیر اعلیٰ اور جناب وزیر قانون آپس میں بات کر کے فیصلہ کریں کہ اس کا کیا کرنا چاہیے؟

سید چراغ اکبر شاہ: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے سپیکر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وزیر قانون اور قائد ایوان کی مرضی کے خلاف کمیٹی تشکیل دیں۔ جناب سپیکر، آپ نے یہ فرمایا ہے کہ آپ نے یہ کمیٹی وزیر قانون کے مشورے سے تشکیل دی ہے جناب والا، آپ کمیٹی تشکیل دے چکے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد آپ کی اس رولنگ کو چیلنج نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ پارلیمانی روایات کے خلاف ہے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ اس موضوع پر ایک دفعہ نہیں

متعدد بار آپ کی میری اور قائد ایوان کی گفتگو ہوئی ہے۔ پرسوں رات بھی ہم نے آپس میں گفتگو کی جب قائد ایوان نے معزز اراکین کے اعزاز میں ڈنر دیا تھا۔ کل رات بھی اس موضوع پر ہماری بات ہوئی۔ آج صبح میں نے جناب والا سے اس سلسلہ میں بات کی اور جس طرح جناب والا نے فرمایا ہے کہ آپ کے اور میرے درمیان یہ معاملہ اس طریقے سے طے پایا تھا۔ میں قاعدہ 52 کے تحت جناب قائد حزب اختلاف سے اس پر بحث کے لیے بھی بات کر چکا ہوں۔ قاعدہ کے مطابق یہ بحث آج ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن ہم اس مسئلہ پر eva-sive policy اختیار نہیں کرنا چاہتے۔ آپ نے واقعی یہ فرمایا تھا کہ آپ اس پر ایک کمیٹی بنا دیں گے کہ وہ اس کی چھان بین کرے گی۔ جناب والا! اس وقت ایک نئی صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ قائد ایوان ہاؤس میں تشریف رکھتے ہیں اور انہوں نے خود کھڑے ہو کر اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے broader perspec-tive میں یقین دہانی کرائی ہے۔ جب قائد ایوان ہاؤس میں موجود نہیں ہوتے تو میں قائد ایوان کی حیثیت سے نمائندگی کرتا ہوں۔ انہوں نے واضح طور پر اور categori-cally اس مسئلہ کو اپنے لیول پر حل کرنے کی بات کی ہے۔ اس کمیٹی نے بھی سفارشات مرتب کر کے ان کی خدمت میں پیش کرنی تھی اب انہوں نے یہ ذمہ داری خود اپنے ذمہ لے لی ہے تو اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کمیٹی کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ مہربانی فرما کر انہوں نے جو ہاؤس میں فرمایا ہے اس پر پورا اعتماد کرنا چاہیے اور ہمیں یہ معاملہ ان کے سپرد کر دینا چاہیے۔ اور میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ جب قائد ایوان نے categorical یہ بات کی ہے تو زیادہ مناسب ہو گا کہ کمیٹی والی تجویز واپس لے لی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ، آرڈر پلیز۔ میں سمجھتا ہوں کہ رات وزیر قانون کی موجودگی میں جناب وزیر اعلیٰ سے میری بات ہوئی تھی اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ مسئلہ وزیر اعلیٰ کی مہربانی اور ان کی blessings کے ساتھ ہی حل ہو سکتا ہے کیونکہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ہی اس مسئلہ کو حل کرنا ہے تو کمیٹی کی سفارشات بھی بالآخر وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس جانی ہیں تو مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے رات کو ان سے یہ ذکر کیا تھا کہ کل ایک کمیٹی تشکیل دے دیتے ہیں اور پھر finally آپ سے یہ بات کر کے اس مسئلے کو ہم resolve کریں تو

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اس پہ اتفاق فرمایا تھا کہ ٹھیک ہے بے شک آپ کمیٹی تشکیل دیں لیکن finally اس مسئلے کو میرے ساتھ مل کر resolve کیا جائے تو اب اس سلسلے میں کچھ confusion ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وزیر قانون کی understanding سے ہاؤس میں کمیٹی announce کر چکا ہوں اور اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی misunderstanding نہیں ہونی چاہیے۔ یہ کمیٹی کی تشکیل یہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب کی اشیر باد سے ان سے بات کر کے اور وزیر قانون کی understanding سے اس کمیٹی کے بارے میں، میں نے بات کی ہے اور کمیٹی کے اراکین کے نام بھی میں نے تجویز کیے ہیں میرے خیال میں in the fitness of things اس وقت یہ ہو گی اور میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے کہوں گا کہ یہ کمیٹی finally اپنی رپورٹ وزیر اعلیٰ صاحب کو پیش کرے اور ان سے بات کرے کیونکہ وزیر اعلیٰ صاحب ہی اس مسئلے کو resolve کرنے کے لیے final authority ہیں۔ تو میرے خیال میں وزیر اعلیٰ صاحب بھی اس پر اتفاق کریں میں personally ان کو یہ کہوں گا چونکہ کمیٹی کی بات ہو چکی ہے اور میں نے یہ بات کی ہے اس لیے وزیر اعلیٰ صاحب ازراہ مہربانی اس بات پر اتفاق فرمائیں اور یہ کمیٹی اپنی سفارشات وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس لے کر جائے اور وزیر اعلیٰ صاحب ہی اس پر finally فیصلہ کریں جو بھی وہ کرنا چاہیں اس بات کو ہم طے کر لیتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میرے خیال میں رات کو بھی نہیں بلکہ ایک رات پیشتر بھی میری آپ سے بات ہوئی تھی اور میں نے اس سلسلے میں واضح بات کی تھی اور رات کو بھی میری یہی بات ہوئی تھی کہ آپ اور میں مل کر اس مسئلے کو out of the House اس کے larger perspective دیکھ کر اس پر کوئی فیصلہ کریں گے۔ اس صورت حال کے پیش نظر میں یہ بالکل خیال نہیں کرتا کہ اس معاملے کو کسی کمیٹی کی تشکیل کی ضرورت ہے میں نہیں خیال کرتا کہ اس مسئلے کو کمیٹی میں بحث کے بعد میرے پاس لایا جائے جیسے رات طے ہوا تھا کہ یہ مسئلہ آپ اور میں مل کر ہم اس کو larger perspective میں دیکھیں گے اور due merits پر اس کو دیکھتے ہوئے اس کا کوئی حل نکالنے کی کوشش کریں گے کہ اس کا کیسا حل نکل سکتا ہے اور نکل سکتا ہے یا نہیں نکل سکتا لہذا کمیٹی کی تشکیل کی جو صورت حال ہے وزیر قانون نے بھی اپنی رائے کا اظہار فرما دیا ہے اور میں نے ایک سے زائد بار آپ

سے بھی گزارش کی ہے اور پھر میں اس ہاؤس سے عرض کر رہا ہوں اور میں یہ move کر رہا ہوں کہ اس کمیٹی کی نہ کوئی ضرورت ہے نہ یہ ہونی چاہیے لہذا اس معاملے کو آپ اور میں بیٹھ کر اس کے منظر اور پس منظر میں دیکھ لیں گے اور اسے طے کریں گے اور اگر ultimately آپ نے اس کمیٹی کی تشکیل کی تجویز کی ہے تو میں یہ بات تو نہیں کہنا چاہتا تھا پھر آپ ہاؤس سے اس کی منظوری حاصل کر لیں۔ لیکن میرے خیال میں ہمیں یہاں تک نہیں جانا چاہیے۔ اور میں تجویز کرتا ہوں کہ اب مہربانی فرما کر اس کمیٹی کو واپس لیں آپ اور میں مل بیٹھ کر کوشش کریں گے کہ کس طرح ہم اسے حل کرنے کی پوزیشن میں ہیں یا نہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: مہربانی جناب سپیکر! میں محسوس کرتا ہوں کہ گزشتہ رات ہماری پارلیمانی تاریخ میں بڑی اہم تاریخی نوعیت کی رات تھی جس میں سب سے پہلے اس رات کا جو ذکر آیا اور اس کے بعد یہاں موحل صاحب نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ میں وہ تمام کلمات واپس لیتا ہوں جو کل رات سپیکر صاحب کے خلاف استعمال کیے ہیں اور بڑے ادب سے ان کا احترام کرتا ہوں اور ان کی interpretation کو مانتا ہوں اور وہ final ہے۔ اس کے بعد گزشتہ رات ہی کو چھینہ صاحب کو ایک خطاب دیا گیا ہے اور مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ بشریٰ رحمٰن کو اس ہاؤس کا اس ایوان کا بلبل قرار دیا گیا اور چھینہ صاحب کو بلبلے کہا گیا کہ آپ اس ایوان کے بلبلے ہیں اس پر سخت اعتراض کرتا ہوں اور تیسرا معاملہ یہ ہوا کہ رات یہاں کوئی آپ میں پلاننگ ہوئی اور اس پلاننگ کے تحت یہ کہا گیا کہ ہم ایک کمیٹی تشکیل دیں گے لیکن اس کمیٹی کو تشکیل دینے کے بعد آپ نے اعلان کر دیا اور باقاعدہ ان تمام ممبران کا اعلان کیا میری گزارش یہ ہے کہ اس ہاؤس میں آپ کا فیصلہ supreme ہے اگر آپ اس ہاؤس کے باہر کوئی فیصلہ تسلیم کرتے ہیں یا مانتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف پورے اختیارات رکھتے ہیں کہ وہ تمام فیصلے بدلیں یا change کریں یا اس کے بعد ان میں تبدیلی لائیں لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ اس معزز ایوان میں سپیکر کے فیصلے کا بائیکاٹ کیا جائے یا اس کے by pass کیا جائے یا اس کو تبدیلی لانے کی کوشش کی جائے۔ اس میں قباحت کیا ہے اگر ایک کمیٹی بنتی ہے جو ان

تمام معزز ارکان پر اور وزراء پر مشتمل ہے وہ اس غریب عملے کے لیے ایک کالونی کا بندوبست کرتی ہے اس کا جائزہ لیتی ہے اور اس کے بعد وہ finally رپورٹ وزیراعلیٰ صاحب کی خدمت میں پیش کرتی ہے تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ جس طرح قائد حزب اختلاف نے کہا کہ 1988ء سے لے کر اب تک اس مسئلے کو طے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ اگر کسی امیر کو یا کسی بڑے بااثر انسان کو کوئی پلاٹ دینا چاہتے ہیں تو وہ فوراً دے دیا جاتا ہے اور فوراً راتوں رات دستخط کرنے کے بعد ہم پلاٹ الاٹ کر دیتے ہیں لیکن وہ عملہ جو دن رات ہماری خدمت کرتا ہے اور وہ بے چارے کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ وہ اس مہنگائی کے دور میں اپنا مکان بنا سکیں ان کی صورت میں اگر آپ اس قدر کم ظرفی سے کام لیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی زیادتی ہے اور آپ یہ فیصلہ دے چکے ہیں اور اس فیصلے پر پوری طرح عمل درآمد ہونا چاہیے اور اس کے بعد اس کمیٹی کو تشکیل دینا چاہیے اور اس کے لیے میں ایک اور تجویز پیش کروں گا کہ آپ مہربانی فرما کر وقت مقرر کیجیے کہ یہ کمیٹی کب تک اپنی تجاویز وزیراعلیٰ کو پیش کرے گی (قطع کلامیاں)

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میں نے آپ سے اجازت لی ہے اور مجھے موقع ملنا چاہیے کہ میں بات مکمل کر سکوں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! میری اس میں گزارش یہ ہے کہ اس کمیٹی کی تشکیل کے بعد وقت مقرر کیا جائے کہ کتنے وقت کے اندر اندر یہ کمیٹی اپنا جائزہ لینے کے بعد رپورٹ پیش کرے گی اور اس پر عملی اقدامات کیے جائیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ پراچہ صاحب میرے خیال میں اس پر کافی بات ہو چکی ہے (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر مجھے۔۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز Sheikh Sahib, will you please take your seat. شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ڈاکٹر محمد افضل اعزاز نے کم ظرفی کا لفظ استعمال کیا ہے اس کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔ (قطع کلامیاں) (شور و غل)

جناب سپیکر: شیخ صاحب آپ اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز آرڈر پلیز۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا پہلے ڈاکٹر افضل اعزاز اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ طاہر رشید صاحب آپ اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔

Sheikh Tahir Rashid, Take your seat plase.

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ ہاؤس کے تقدس کا خیال نہیں کیا جب تک یہ اپنے الفاظ واپس نہیں لیں گے ہم ایوان کی کارروائی چلنے نہیں دیں گے۔ (قطع کلامیاں) (شور و غل)

آوازیں: ہش ہش۔ ہش ہش۔ (قطع کلامیاں) (شور و غل)

جناب سپیکر: شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

Sheikh Sahib take your seat please. take your seat please.Please have your seat.

چودھری محمد حنیف: جناب والا ہم جب بھی کوئی حق کی بات کرتے ہیں شیخ طاہر رشید صاحب شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: انہوں نے کبھی حق کی بات نہیں کی۔

چودھری محمد حنیف: ہمارا منشور ہی حق کی بات کرنے پر ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب تشریف رکھیں چودھری صاحب تشریف رکھیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر اگر اجازت ہو تو میں بھی اپنی بات کروں۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب آپ اس پر کافی بات کر چکے ہیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا جب ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب اپنے الفاظ واپس نہیں لیں گے ہم کارروائی نہیں چلنے دیں گے۔ ہم اس ایوان میں کوئی ایسی بات نہیں کرنے دیں گے جو اس ایوان کے وقار کے منافی ہو۔۔۔۔۔۔

شیخ روحیل اصغر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر! آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ روحیل اصغر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ روحیل اصغر: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر میں نے چند روز پیشتر بھی اپنی تقریر کے دوران اپنے معزز ممبران سے گزارش کی تھی، اور اب بھی وہاں سے ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب تقریر فرما رہے ہیں اور یہاں سے طاہر رشید صاحب تقریر فرما رہے ہیں لیکن اگر یہ صاحبان آنکھ اٹھا کر گلیوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہرے کی طرف دیکھیں تو شاید انہیں اپنے الفاظ پر شرم محسوس ہو گی۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بہتر انداز میں نمائندگی کر رہے ہیں لیکن میں نے اس دن بھی اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ ہم وہ حق ادا نہیں کر رہے جس کے لیے ہم یہاں موجود ہیں یہاں ہر چیز کو انا کا مسئلہ بنا لیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! آپ نے ایک رولنگ دی جناب قائد ایوان نے اس رولنگ سے اختلاف کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملازمین کا مسئلہ میں خود حل کروں گا۔ کیونکہ میں قائد ایوان بھی ہوں اور وزیر اعلیٰ بھی ہوں اور میرے لیے ملازمین سب ایک جیسے ہیں۔ اور اس سلسلے میں میں بھی عرض کروں گا اور میں یہ خوشامد کی بات نہیں کر رہا، لیکن میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ قائد ایوان جس طبقے سے قائد ایوان بنے ہیں اور اس وقت وزیر اعلیٰ ہیں لامحالہ وہ اس طبقے کا لحاظ اور ان کی مراعات کا خیال رکھنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میں اس بات کا خود شاہد ہوں کہ آپ ان کے پاس کسی غریب کے لیے دو مرلے کا پلاٹ لینے کے لیے چلے جائیں تو یہ بڑے خوش ہو کر اس پر دستخط کرتے ہیں اگر کوئی دو کنال یا دس مرلے کا پلاٹ لینے چلا جائے تو پھر وزیر اعلیٰ صاحب صاف کہتے ہیں کہ میرے پاس ایسا کوئی اختیار نہیں اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جتنا ان کے دل میں درد ہے اتنا درد شاید یہاں بیٹھے

ہوئے کسی اور معزز رکن کو ہو، کیونکہ یہ اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور میں خوشامد بھی نہیں کر رہا جو لوگ یہاں تشریف رکھتے ہیں وہ میری عادت کو سمجھتے ہیں میں آخری آدمی ہوں گا جو خوشامد کرے گا حقیقت بتانا میرا فرض تھا اور میں جناب ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا اور وہ ہمارے بڑے معزز اور پرانے ساتھی ہیں کم از کم اپنے جذبات پر قابو رکھا کریں، شیخ صاحب بھی نوجوان دوست ہیں شاید ہو سکتا ہے کسی زمانے میں آپ کے ساتھ رہے ہوں، کیونکہ میری اور آپ کی داڑھی کی تراش سے نظر آتا ہے کہ ہم جماعت اسلامی کے ہیں اور جماعت اسلامی کی ہمیشہ سے روایات یہ رہی ہے کہ اچھا کام ہو یا بُرا کام ہو اس پر تنقید کرنی ہے۔ یہی میری گزارشات تھیں آئندہ ذرا احتیاط کیجیے گا۔

شیخ محمد طاہر رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب تشریف رکھیں۔ شیخ طاہر رشید صاحب آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا آپ نے شیخ روحیل اصغر صاحب کو تو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت کیوں نہیں؟

جناب سپیکر: شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں) میں آپ سے یہ کہوں گا کہ ہاؤس کے ماحول کو خراب نہ کیا کریں۔۔۔۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! ہاؤس کے ماحول کو ہم نہیں خراب کرتے جماعت اسلامی والے کرتے ہیں۔ کم ظرفی کا لفظ انہوں نے استعمال کیا ہے۔ (قطع کلامیاں) (شور و غل)

جناب سپیکر: میں وزیر قانون صاحب کو اس پر اظہار خیال کی دعوت دیتا ہوں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! انہوں نے قائد ایوان کا احترام نہیں کیا۔ جماعت اسلامی کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ (قطع کلامیاں) (شور و غل)

چودھری محمد حنیف: جناب والا! یہ احترام کی بات کرتے ہیں۔ ان کے باپ جب الیکشن میں جماعت اسلامی کے کارکنوں سے ہار گئے تو اسمبلی کی لابی کے اندر مجھے طاہر رشید نے کہا میرے باپ کو وائیں صاحب نے گالی دے کر کہا اس نے ہرایا ہے۔ جماعت کے کارکنوں نے نہیں ہرایا ہے۔ یہ آج احترام کی بات کرتے ہیں یہ دوغلی پالیسی ہے، منافقت ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

چودھری محمد حنیف: یہ منافقت ہے صرف نمبر بنانے کے لئے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب والا! انہیں تو آداب محفل کا بھی خیال نہیں۔

چودھری محمد حنیف: جناب والا یہ مجھے آداب محفل کیا سکھاتے ہیں یہ تو خود قصائی ہیں۔ قصائی ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: تم یہودی ہو، یہودیوں کے ایجنٹ ہو۔ (قطع کلامیاں) (شور و غل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ صاحب تشریف رکھیں چودھری صاحب تشریف رکھیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھیں۔ میں وزیر قانون صاحب کو فلور دے چکا ہوں لیکن یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ strictly technical ہے اور اس پر strictly رولز کے مطابق چلنا چاہیے۔ وزیر قانون صاحب اس پر اظہار خیال کر لیں تو پھر اس پر میں اپنا فیصلہ دیتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں پہلے ہی جناب والا کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا تھا اور جناب کے توسط سے ڈاکٹر افضل اعزاز کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا تھا رول 160 جو سپیشل کمیٹی بنانے کے متعلق ہے۔

> Rule 160: (1) The Assembly may, by motion, appoint a Special Committee which shall have such composition and functions as may be specified in the motion.

جناب سپیکر! یہ سپیشل کمیٹی اسمبلی مقرر کر سکتی ہے۔ جناب سپیکر آج دو مختلف situation پیدا ہو گئی ہیں۔ آپ کے میرے اور قائد حزب اختلاف کے ساتھ متفقہ طور پر ایک بات طے ہو جاتی ہے اس پر یہ presume کر لیا جاتا ہے ہاؤس کی رائے اس میں automatically شامل ہے اور اس پر عمل درآمد ہو جاتا ہے۔ لیکن اب ایک نئی صورت حال پیدا ہوئی ہے جس میں قائد حزب اقتدار نے بڑا categorically اور واضح طور پر یہ فرمایا ہے کہ آپ اور قائد حزب اقتدار بیٹھ کر اس مسئلے کو طے کر لیں گے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ شاید اس سیشن کا آخری روز ہو، اس سلسلے میں آپ نے معزز اراکین کی رائے بھی لینی ہے اور ممکن ہو سکتا ہے کہ آج ہمارے موجودہ بجٹ سیشن کا آخری دن ہو۔ جناب سپیکر! اتنے اچھے طریقے سے ہمارا یہ ہاؤس، بجٹ سیشن میں چلتا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس ماحول کو مزید پراگندہ کرنے کی بجائے زیادہ بہتر ہو گا کہ آپ اور قائد ایوان اس مسئلے کو حل کر لیں۔ اسمبلی کے معاملے کے اور ہاؤس کے معاملات کے اور اسمبلی کے ملازمین کے معاملات کے آپ custodian ہیں۔ بطور سپیکر آپ اسمبلی اور اسمبلی کے ملازمین کے معاملات کے custodian ہیں۔ وزیر اعلیٰ بطور لیڈر آف دی ہاؤس overall معاملات پر بھی اور خاص طور پر ملازمین کے معاملات کے بھی custodian ہیں۔ میں یہ بھی موو کرتا ہوں کہ یہ سارا ہاؤس جناب قائد ایوان کو اور آپ کو اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ آپ اس معاملے کو جس انداز میں نمٹانا چاہیں آپ نمٹائیں اور اس پر مزید بحث و تمحیص کی ہرگز اجازت نہ دیں مہربانی اور شکریہ۔

جناب سپیکر: اس میں بات یہی ہے کہ یہ جو میں نے کمیٹی تشکیل دینے کی اس ہاؤس میں بات کی ہے۔ یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کی۔۔۔۔۔

وزیر اعلیٰ: میری استدعا ہو گی کہ آپ کوئی حتمی رولنگ دینے سے پہلے مہربانی کر کے میری بات کو اچھی طرح سے سماعت فرمالیں۔ کیونکہ ہمیں اس معاملے کو الجھانا نہیں چاہیے بلکہ سلجھانا چاہیے۔ اور احسن انداز سے سلجھانا ہے۔ میں نے پہلے بھی جناب سپیکر آپ سے اور اس ہاؤس سے عرض کیا ہے کہ اس اسمبلی کے اہلکاران ہمارے لیے بڑے قابل احترام ہیں۔ اور ان کی جائز مشکلات کو دور کرنا آپ کا اور میرا فرض ہے۔ لیکن جیسا کہ اس سے پہلے اصغر صاحب نے ارشاد فرمایا، میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ

اجتماعی معاملات میں انصاف کے تقاضوں کو زیر نگاہ رکھا جائے۔ اور اس سلسلے میں میری سوچ آج ہی کے زیر بحث مسئلے کے حوالے سے یہ ہے کہ:

وہ فقط اپنے لیے کر رہے ہیں جام طلب
میں ہر ایک کو پلانے کی بات کر تا ہوں
(نعرہ ہائے تحسین)

اور جناب سپیکر انشاء اللہ میں اس ایوان کو اور جناب کو بھی یہ یقین دلاتا ہوں اور آپ کی وساطت سے تمام پنجاب کے باسیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس ذمہ داری کو خواہ یہ خوشگوار ہو یا تلخ میں سرانجام دیتا رہوں گا۔ میرے بھائی محترم ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب نے اپنے ارشادات فرماتے ہوئے کم ظرفی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ شیم شیم اور عرض یہ کرنی چاہتا ہوں کہ میں نے بہت سے تقدس مآب احباب کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اور ان کو دیکھنے کے بعد جناب سپیکر میرے ایماندارانہ احساسات ہیں کہ:

ہم لوگ گنہگار و خطاکار ہیں لیکن
جو لوگ مقدس ہیں یہاں کیا نہیں کرتے
(نعرہ ہائے تحسین)

پلاٹوں کی بات ہوئی، میں اس ہاؤس کے طور پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے منتخب قائد ایوان کی حیثیت سے پہلے دن سے لے کر آج تک ماسوائے کسی غریب کو تین مرلے کے پلاٹ سے زیادہ، یا کسی کو جس کا تعلق تحریک پاکستان یا اس کی اولاد سے رہا ہو شائد ان کی تعداد ایک یا دو فیصد سے زائد نہ ہو پانچ مرلے کے پلاٹ بھی شاید ہی کسی کو دیے ہوں۔ لیکن جناب سپیکر! میرے ایک رفیق کی حیثیت سے آپ کو یہ علم ہے کہ میں نے جس وقت بطور وزیر اعلیٰ اپنی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں اور پہلے دن جس وقت میں نے کیبنٹ کا ابتدائی اجلاس منعقد کیا تھا۔ تو میں نے اس میں اپنی کیبنٹ سے صلاح مشورے کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ پریویلج کلاس کو پلاٹس دینے کی سیاست کو میں ختم کر رہا ہوں۔ اور میں نے اسے ختم کیا ہے۔ اور جب تک یہ ہاؤس مجھے یہ اعزاز دیے رکھے گا میں اس سیاست کو ختم کیے رکھوں گا۔ میں نے اس روز یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ اے ایس آئی، نائب تحصیلدار، فوڈ انسپکٹرز اور ایکسائز انسپکٹرز کی پروبیشن پوسٹیں ایڈہاک بنیادوں پر دینے کا سلسلہ میں ختم کر رہا ہوں، اور میں نے اسے ختم کیا ہے۔ اور جب تک یہ ایوان

مجھے یہ اعزاز دیے رکھے گا میں اس پالیسی پر قائم رہوں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) میری استدعا ہے کہ اس مسئلے کو جو کہ میری نظر میں محض پنجاب اسمبلی کے محترم اہل کاران کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ سارے پنجاب کے بے گھر اہل کاران کو گھر فراہم کرنے کا مسئلہ ہے۔ یہ میرا دکھ ہے اس دکھ کی گہرائیوں کے ساتھ اگر میں یہ جسارت کروں کہ میں اسے سب سے زیادہ گہرائی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دے دیجئے اور میری اس بات کو قبول فرمالیجیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ان حالات میں آپ سے میری یہ گزارش ہو گی اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری ان گزارشات کے بعد یہ ہاؤس کسی کمیٹی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ آپ اور میں دونوں مل کر اس معاملے کے سارے پہلوؤں پر غور کریں گے۔ اور خدانخواستہ آپ نے یہ دیکھا ہو گا اور اس بات کے گواہ میرے حکومتی بنچز کے بھائی ہی نہیں اپوزیشن کے اراکین بھی ہوں گے۔ کہ میں نے کبھی بھی کسی بات کو ذاتیات کی نگاہ سے نہیں دیکھا، اجتماعی نقطۂ نگاہ سے اور ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے کسی معاملے کو دیکھنا میری کمزوری ہے۔ اور میں اجتماعی نقطۂ نگاہ سے معاملات کو دیکھنے کی اس غلطی سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ کیونکہ میرے خیال میں یہ فلاح کی بات ہے اور یہی وہ بات ہے جس نے ہماری سیاسی تاریخ میں شعوری یا لاشعوری طور پر بہت سی کوتاہیوں اور غلطیوں کو جنم دیا تھا۔ لہذا جناب سپیکر آپ کی وساطت سے پہلے تو آپ سے اور آپ کے بعد پھر اس معزز ایوان سے اور حزب اختلاف اور ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب سے اور ان کے محترم بھائیوں سے میری گزارش ہے کہ اس مسئلے کو یہیں پہ ختم کیا جائے۔ اور ہاؤس کی رائے جو میں نے ان کی خدمت میں نہایت خلوص کے ساتھ پیش کی ہے اس میں میری کوئی reservation نہیں ہے میں نے اس میں صاف ذہن کے ساتھ بات کی ہے۔ اور آپ اس کو آئیر باد بخشیے۔ ہمیں اس بات کو کسی انا کا مسئلہ بنانے کی طرف نہیں لے جانا چاہیے۔ لہذا میں انہیں گزارشات کے ساتھ اپنی بات کو پھر دہراتے ہوئے کہ جناب سپیکر آپ اور میں بیٹھ کر اس مسئلے کے larger پس منظر میں دیکھ کر، انشاء اللہ ہم اپنی حتی المقدور کوشش کے مطابق اسے منصفانہ طور پر طے کرنے کی کوشش کریں گے۔ لہذا میرے خیال میں اسے مزید آگے بڑھانے کی بجائے اسی بات پر طے کر لیا جائے، شکریہ۔

جناب سپیکر: میں اس بارے میں بات کو مزید آگے بڑھانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اب جواب الجواب کا سلسلہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں صرف ڈاکٹر افضل صاحب کو نکتہ وضاحت پر بات کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! مجھے نکتہ وضاحت پر بات کرنے کا حق ہے۔ اور آپ کی مہربانی ہے۔ میں سب سے پہلے آپ کو واضح طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم تمام معزز اراکین کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں، وزراء کا احترام کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جناب وزیر اعلیٰ کی شرافت کی وجہ سے ان کا جتنا احترام اور عزت میرے دل میں ہے میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔ میں آپ کو پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ میں نے لفظ "کم ظرفی" استعمال کیا ہے "کم ظرف" استعمال نہیں کیا۔ اور یہ رکارڈ گواہ ہے۔ آپ اس ٹیپ کو پھیر لیجیے میں نے یہ کہا ہے کہ یہ پالیسی یہ طرز عمل کم ظرفی کی علامت ہے۔ اور میں نے کسی شخص کے بارے میں کسی کی ذات پر حملہ نہیں کیا۔ اور یہ بات میں اب بھی کہتا ہوں کہ یہ پالیسی۔ جب ہم غریبوں کے بارے میں لیتے ہیں یا کرتے ہیں تو اس میں ہم تھوڑی سی کنجوسی کرتے ہیں یا سوچ سمجھ لیتے ہیں اور اس کے بعد ہم وقت طلب کرتے ہیں۔ لیکن جب معاملہ کسی بااثر اور بڑے آدمی کے بارے میں آتا ہے تو ہم فوراً آرڈر استعمال کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب میرے خیال میں آپ کی طرف سے وضاحت ہو گئی۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: اس کے باوجود اگر جناب محترم وزیر اعلیٰ صاحب کے جذبات یا احساسات کو میرے الفاظ سے کوئی ٹھیس پہنچی ہے تو میں وہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: رانا صاحب! براہ کرم تشریف رکھیں۔ پراچہ صاحب! مہربانی سے تشریف رکھیں۔ ملک صاحب، پلیز تشریف رکھیں۔

میں نے پہلے یہ بات کی تھی کہ یہ مسئلہ خالصتاً ٹیکنیکل نوعیت کا ہے۔ جب کبھی ایوان میں کوئی سپیشل کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے تو سپیکر اس کو تشکیل کرتا ہے۔ نارمل حالت میں وہ کمیٹی لاء منسٹر، قائد حزب اختلاف سے بات کر کے ان کی مشاورت سے تشکیل ہوتی ہے اور وہ تصور کی جاتی ہے کہ قائد حزب اختلاف، حزب اختلاف کی نمائندگی کرتے ہیں اور لاء منسٹر صاحب ایوان میں موجود ہیں تو وہ حزب اقتدار کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کمیٹی جو سپیکر تشکیل دیتا ہے اس کو سارے ہاؤس کی تائید حاصل ہو۔ کیونکہ سپیشل کمیٹی technically speaking قواعد کے مطابق صرف ایوان کا

استحقاق ہے کہ وہ اس کو تشکیل دے۔ صرف اور صرف ہاؤس سپیشل کمیٹی کو تشکیل دے سکتا ہے۔ جس کمیٹی کا میں نے یہاں ذکر کیا تھا اور اس کمیٹی کو تشکیل دینے کی میں نے بات کی تھی وہ میں نے اس لیے بات کی تھی کہ اس میں لاء منسٹر صاحب کی اشیر باد حاصل تھی اور لیڈر آف دی اپوزیشن سے میں نے اس بات کی اشیر باد لے لی تھی۔ اس لیے میں سمجھتا تھا کہ اس میں سارے ہاؤس کی consensus شامل ہے۔ اور میں نے وہ کمیٹی تشکیل دینے کی بات کی تھی۔ اب سوال یہ آجاتا ہے کہ لاء منسٹر صاحب جناب چیف منسٹر کی عدم موجودگی میں تو لیڈر آف دی ہاؤس کے فرائض سرانجام دیتے ہیں لیکن قائد ایوان کی موجودگی میں لاء منسٹر صاحب قائد ایوان کے فرائض سرانجام نہیں دیتے۔ تو ان کی اپنی موجودگی میں جس وقت چیف منسٹر صاحب کی یہ رائے ہے کہ یہ کمیٹی تشکیل نہ دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاؤس میں اس بات پر consensus موجود نہیں ہے کہ کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اس لیے یہ کمیٹی جو سپیکر تشکیل دے رہا تھا وہ سارے ہاؤس کی consensus سے تشکیل دینی تھی۔ جب ہاؤس میں کمیٹی تشکیل دینے پر consensus نہیں ہے تو پھر وہ کمیٹی سپیکر تشکیل نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ہاؤس ہی کمیٹی تشکیل دے سکتا ہے۔ یہ صاف اور واضح قواعد کی بات ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) تو اب جو دوسری تجویز آئی ہے کہ اس سلسلے میں وہ کمیٹی تشکیل نہ دی جائے جو قائد ایوان نے بذات خود یہ تجویز دی ہے کہ وہ کمیٹی تشکیل نہ دی جائے اور اس معاملے کو قائد ایوان اور سپیکر اسمبلی دونوں مل کر بیٹھ کر طے کریں تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کو اتفاق ہے؟

(ایوان نے اس رائے سے اتفاق کیا)

میرے خیال میں اس بات پر ہاؤس کا اتفاق ہے اور اس میں کوئی controversy نہیں ہونی چاہیے اور یہی فیصلہ ہوتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا اکرام ربانی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا اکرام ربانی خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر ایک نہایت ہی اہم مسئلے پر بات کرنے کی اجازت دی ہے۔

جناب سپیکر! اسمبلی سیکرٹریٹ کے ملازمین کے لیے پلاٹ دینے کے بارے میں میں

نے سیکشن 52 کے تحت ایک نوٹس دیا جس پر آج کے لیے تاریخ مقرر ہو گئی۔ آپ نے وزیر قانون کے اعتراض کے حوالے سے اس مسئلے کو اس ایوان میں زیر بحث لانے کی بجائے اس کو حل کرنے کے لیے ایک طریقہ نکالا۔ میں اس ایوان کی خدمت میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس ایوان کو ایک بڑا واضح فرق ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ وہ ایگزیکٹو اور مقننہ میں ایک فرق ہے، اس کی ورکنگ میں فرق ہے، ان کو چلانے میں فرق ہے۔ جمہوریت و پارلیمانی روایات کا احترام بیان دینے سے نہیں آتا۔ یہ ایک attitude کی بات ہوتی ہے جس کے بارے میں اس ایوان میں کھلے دل سے میں کہنا چاہتا ہوں کہ We lack that attitude. جناب سپیکر! میں آپ کو اور اس ایوان کو ماضی میں لے جانا چاہتا ہوں کہ جس دن ایک اے ایس آئی اور اس ایوان کے ایک معزز رکن کے درمیان۔۔۔۔ جناب والا! میں بعض الفاظ کو دانستہ طور پر اپنی بات سے روک رہا ہوں۔ ہمیں پہلے ثابت کرنا ہو گا کہ ہم اس کے لیے مستحق ہیں۔ اس دن یہاں پر ہاؤس کی privileges کے بارے میں بات ہوئی۔ میں نہایت معذرت کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قائد ایوان نے اپنا شوق پورا کرتے ہوئے اس ایوان کو اور اس ایوان کی وساطت سے عوام الناس کو عمومی طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ ایوان اور آج کی حکومت پارلیمانی روایات کا بہت احترام کرتی ہے۔ انہوں نے خود تجویز دی۔ اب اتفاق کی بات ہے کہ ان کی اور میری سیٹیں آمنے سامنے ہیں۔ انہوں نے خود یہ تجویز دی کہ میں چاہوں گا کہ اس کمیٹی میں قائد حزب اختلاف کا نام بھی ڈال دیا جائے۔ چنانچہ میرا نام بھی اس کمیٹی میں آ گیا۔ اس کے بعد معزز وزراء کے نام پر dictations جانی شروع ہوئی اور اس ایک بے ضرر تجویز کو اس انداز سے لیا گیا کہ شاید میرا اس کمیٹی کا چیئرمین بن جانا اس ایوان کے لیے، ان کی حکومت کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ جناب سپیکر! وزراء نے تجاویز پیش کیں۔ گیلری نے بھی دیکھا اور اس کے بعد میں نے آپ کی پوزیشن کا احترام کرتے ہوئے، آپ کی اس سیٹ کا جو احترام کسی پارلیمان میں ہونا چاہیے اس کو بچانے کے لیے، مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے رضاکارانہ طور پر خود اپنا نام اس سے واپس لیا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے بعد آج پھر ایک بات ہوئی۔ میں بڑے ادب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بڑی بے ضرر تجویز تھی اور میں نے خود اس کو تسلیم کرتے ہوئے کہ شاید اس معزز ایوان میں بحث کرنے سے مسئلہ حل

کرنے میں تاخیر ہو جائے۔ اگر وزراء صاحبان یا وزیر اعلیٰ صاحب شارٹ طریقے سے یہ مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جس بات پر میں یہ بات کر رہا ہوں وہ کوئی پلاٹوں کا مسئلہ نہیں، ان پارلیمانی روایات کا مسئلہ ہے۔ جناب والا! پہلی خلاف ورزی یہ کی گئی کہ جب آپ نے اس کمیٹی کا اعلان کر دیا تو اس کے بعد اس کمیٹی پر اعتراض ہوا جس کی روایت کسی منتخب ایوان میں نہیں ملتی۔ مجھے افسوس ہے کہ قائد ایوان کی طرف سے اس کو violate کیا گیا۔ اس کے بعد ہم عام طور پر یہاں سنتے ہیں، آپ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جس وقت سپیکر بات کر رہا ہو تو اس کے درمیان میں نہیں ٹوکتے۔ یہ عام ممبران کے لیے بات ہے۔ آپ نے بات شروع کی، لیڈر آف دی ہاؤس، جسے اردو میں قائد ایوان کہتے ہیں، انہوں نے آپ کو ٹوکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ dictations کے ذریعے، ایگزیکٹو کے سٹائل پر اسمبلیوں کو چلانا ہماری پارلیمانی روایات کے لیے بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ میں حکومتی ارکان اور خاص طور پر قائد ایوان کے اس انداز کے خلاف واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلے پر فاضل اراکین حزب اختلاف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اصولی بات ہے۔ ہم بھی پارلیمانی روایات کو قائم رکھنے اور مستحکم کرنے کے لیے ان کا ساتھ دیں گے اور واک آؤٹ کریں گے۔

(اس مرحلے پر فاضل اراکین جماعت اسلامی ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! مجھے اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی آپ ارشاد فرمایے۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے زیر بحث مسئلے کو خوش اسلوبی سے طے فرمایا ہے۔ آپ کے فیصلے کے بعد معزز قائد حزب اختلاف نے اظہار خیال فرمایا ہے اور انہوں نے جمہوری روایات کی بات کی ہے۔ قائد حزب اختلاف نے اپوزیشن کے ساتھ اچھی روایات کی بات کی ہے۔ اور محترم قائد حزب اختلاف حزب اقتدار کی طرف سے قائد ایوان کے میرے خیالات کے مطابق حسن سلوک کی بات کی ہے۔ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں جناب سپیکر! کہ پاکستان مسلم لیگ اور اسلامی جمہوری اتحاد اور

اس سے وابستہ معزز اراکین پاکستان میں جمہوری روایات کی روشن قدریں بڑھانے کے لیے انشاء اللہ اپنی بھرپور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے رہے ہیں۔ اور بروئے کار لاتے رہیں گے۔ میرے قائد ایوان کے انتخاب کے دن سے لے کر آج تک کا جتنا بھی عرصہ گذرا ہے اس پر ایک انسان کی حیثیت سے لغزشوں اور کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے جو ایک انسان کی حیثیت سے اس سے سرزد ہوتی ہیں میں یہ بات جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے حزب اختلاف کے قائد کو اور جماعت اسلامی کے معزز اراکین کو واضح طور پر عرض کرنی چاہتا ہوں کہ پاکستان کی چوالیس سالہ جمہوری تاریخ میں اور خاص طور پر پاکستان کی تاریخ کو پیپلز پارٹی کے دونوں ادوار سے مقابلہ کرتے ہوئے میں نے حیثیت قائد ایوان کے اور میرے مسلم لیگ اور اسلامی جمہوری اتحاد کے رفقاء نے قائد حزب اختلاف کو قائد حزب اختلاف سے وابستہ ان کے رفقاء کو اور اسلامی جمہوری اتحاد کے قافلے سے حال ہی میں نصف جدا ہونے والے احباب کو جنہیں آج بھی میں مکمل فیصلے کے لیے گزارش کر رہا ہوں کہ یہ واپس آجائیں یا اپنے ادھورے فیصلے کو مکمل فرمائیں۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سیاسی تاریخ کی جمہوری روایات میں اس اسمبلی نے جو شاندار روایات قائم کی ہیں پیپلز پارٹی کی حزب اختلاف کو اس کو دیکھ کر اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی تاریخ اور اپنے اقتدار کو سامنے رکھ کر شرم اور ندامت محسوس کرنی چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں حزب اختلاف کے قائد کو پیپلز پارٹی کے حوالے سے یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے جبر کے دور میں ایک جماعت کی آمریت کو مسلط کرنے کے لئے معزز اراکین اسمبلی کی زبانوں پر تالے لگانے کے لیے یہ بات بھی پاکستان کی جمہوری تاریخ میں پیپلز پارٹی ہی کے نامہ اعمال میں لکھی ہوئی ہے۔ کہ پارلیمنٹ سے حزب اختلاف کے اراکین کو حق کی آواز بلند کرنے پر ٹانگوں سے اٹھا کر پارلیمنٹ سے باہر پھینک دیا گیا تھا۔ یہ بات بھی جمہوری تاریخ کا حصہ ہے کہ پیپلز پارٹی جو آج عوام کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھے ہوئے جمہوریت کی دعوے دار ہونے کی بات کر رہی ہے۔ انہوں نے دونوں بار اپنے دور اقتدار میں جمہوریت کی روایات کے ساتھ جو ظلم کیا ہے، جو تشدد کیا ہے، جمہوریت سے وابستہ سیاسی کارکنوں کے ساتھ، رہ نماؤں کے ساتھ، اپوزیشن کی جماعتوں، ان کے رہ نماؤں اور کارکنوں کے ساتھ جس قسم کا سلوک انہوں نے روا رکھا ہے یہ پاکستان کی جمہوری تاریخ کا

سیاہ باب ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور ہم بڑے صبر کے ساتھ، بڑے تحمل اور بردباری کے ساتھ حزب اختلاف کی جمہوریت نوازی کی باتیں بڑے حوصلوں کے ساتھ سنتے ہیں۔ لیکن جب ان کے ان دعوؤں کو ان کے دور اقتدار کے عمل کے ساتھ ان کا موازنہ کرتے ہیں تو صداقت خود شرم سار ہو جاتی ہے۔ سچ کو ندامت ہونے لگی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے پیپلز پارٹی کے دونوں بار کے ادوار کی طرح تلخ روایات کو غیر جمہوری روایات سے روشنی حاصل نہیں کرنی ہے۔ بلکہ ان کو رد کرتے ہوئے ہم نے اچھی اور جمہوری روایات قائم کرنی ہیں۔ اس بات کا فخر جناب سپیکر! آپ ہی کی قیادت میں اس معزز ایوان کو حاصل ہوا ہے۔ کہ قائد حزب اختلاف کی طرف سے کوئی مطالبہ کیے بغیر میں نے اپنے ان معزز اراکین حزب اقتدار مسلم لیگ اور آئی جے آئی کے اراکین کے بھرپور اعتماد پر قائد حزب اختلاف کو ایک وزیر کے برابر وہ مراعات دے دی ہیں کہ جن کا خواب بھی کبھی پیپلز پارٹی نے اپنے دور میں نہیں دیکھا ہوگا۔ جناب سپیکر! اس ایوان کی فضا اس بات کی گواہ ہے کہ پیپلز پارٹی نے اپنے دور اقتدار میں پیپلز ورکس پروگرام کے تحت سو کروڑ روپیہ سالانہ ترقیاتی فنڈ کو جس بے رحمی کے ساتھ اپنے جیالوں پر قربان کیا نچھاور کیا-mis use کیا اور imbazzle کیا اس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ میں اپنے علاقے میں بھی پیپلز ورکس پروگرام کے چیئرمین میاں اسلم بودلہ صاحب کو جو کہ میرے ہاتھوں سے شکست خوردہ تھے اسے ضلع خانیوال کا پیپلز پروگرام کا ایڈمنسٹریٹر بنایا گیا اور جمہوری روایات کا بھی خیال نہ کیا گیا کہ اسلم بودلہ صاحب جس کے ہاتھوں سے قومی اسمبلی میں شکست خوردہ شخص اس وقت اسلامی جمہوری اتحاد اور مسلم لیگ کی طرف سے نیشنل اسمبلی میں حزب اختلاف کے قائد کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ وہ اس بات کا ہی خیال کرتے۔ اس کا ہی احترام کرتے اور جس وقت اسمبلیاں desolve ہوئیں پیپلز ورکس پروگرام کے تحت اس تین سو کروڑ روپے کے ساتھ قوم کے اس سرمائے کے ساتھ کیا کچھ ہوا۔ میرے ضلع خانیوال میں پیپلز ورکس پروگرام کے ایڈمنسٹریٹر کے ذمے پچاس لاکھ روپے سے اوپر کا غبن محکمے نے نکالا۔ غالباً وہ ساٹھ لاکھ تھا۔ اور انہوں نے مجھ سے بطور وزیر اعلیٰ پنجاب ان کے خلاف، قانونی کارروائی کے لیے اجازت مانگی۔ میں نے اپنی انتظامیہ سے یہ کہا کہ اگرچہ یہ بات قانون کے ہاتھ میں دی جا سکتی ہے لیکن میں ایک کارکن کی حیثیت سے اس معاملے کو

اس صورت حال کو قانونی طور پر نہیں بلکہ سیاسی طور پر عوام کے حضور میں پیش کر کے ان سے فیصلہ چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں رانا پھول محمد خاں صاحب اور راجہ محمد خالد خان صاحب سے کہوں گا کہ وہ اپوزیشن کو ہاؤس میں آنے کے لیے کہیں۔

وزیر اعلیٰ: اور ہم نے ایسی روایات قائم کیں کہ اس میں یہ بات نہ آئے کہ بودلہ صاحب سے یہ میری ذاتی بات ہے۔ وہ میرے خلاف الیکشن لڑ رہے ہیں۔ ہم نے ہر مرحلے پر یہ ایوان گواہ ہے کہ اپوزیشن کے ساتھ اور اپوزیشن میں حال ہی میں شامل ہونے والے جماعت اسلامی کے ان احباب کے ساتھ جن کے متعلق میں یہ گزارش کر سکتا ہوں کہ:

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں
جب بولنے لگے تو ہم ہی پر برس پڑے
(نعرہ ہائے تحسین)

میں یہ بات آج جماعت اسلامی کے احباب سے اور ان کی قیادت سے گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ جمہوری روایات کا تقاضا یہ تھا کہ اگر ان کو اسلامی جمہوری اتحاد سے اختلاف ہو گیا تھا تو وہ اسلامی جمہوری اتحاد سے تو نکلنے کا فیصلہ خود کرتے لیکن اپنے پارلیمانی اراکین صوبائی اور قومی اسمبلی کو اخلاقی اور جمہوری تقاضوں کے تحت یہ ہدایت کرتے کہ اسمبلی میں اور پارلیمنٹ میں وہ آئی جے آئی کے ساتھ ان کا ساتھ دیا کریں کیونکہ وہ ہمارے اجتماعی ووٹوں کی تخلیق ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس بات کا فیصلہ وقت کرے گا اور میں یہ بات پھر جماعت اسلامی کے ان احباب کی خدمت میں، ان کے حضور میں یہ گزارش کرتے ہوئے عرض کرنی چاہتا ہوں کہ:

دیکھیں گے اور کون ہے سجدہ و راز شوق
لو سر اٹھا رہے ہیں تیرے آستاں سے ہم
(نعرہ ہائے تحسین)

ہمیں جمہوری روایات کے متعلق باتیں کرنی آتی ہیں لیکن ان پر عمل کرنا نہیں آتا۔ پیپلز پارٹی کے احباب جنہوں نے آج قائد ایوان کے ساتھ غیر جمہوری باتوں کے ماحول کے

انداز میں واک آؤٹ کیا ہے۔ میں ان سے احترام کے ساتھ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ انہوں نے تو وہ فنڈز بھی جو اپوزیشن کو چاہییں تھے وہ چھین لیے تھے۔ انہوں نے تو ترقیاتی فنڈز ان دو صوبوں سے بھی چھین لیے تھے جن کے عوام نے پیپلز پارٹی کو ووٹ نہیں دیا تھا اور وہ دو صوبے پاکستان کا سب سے زیادہ آبادی والا صوبہ اور پاکستان کا سب سے زیادہ رقبے والا صوبہ، پنجاب اور بلوچستان کی بات کرتا ہوں جو پاکستان کا 72 فیصد بنتا ہے انہوں نے تو ان صوبوں کو بھی unconstitutionally اس سے debar کر دیا۔ میں نے تو ان کو وہ بھی حق نہیں دیا بلکہ چیف منسٹر کو ڈویلپمنٹ گرانٹ جو کہ میری صوابدید کا مسئلہ ہے، میں نے تو وہ بھی ان کے حضور میں اس لیے پیش کیا کہ ہم جمہوری روایات کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں موجود نہیں تھا میں نے سنا تھا کہ جس وقت میں نے یہ بات کی تھی کہ اگر بجٹ پر عام بحث شروع ہونے سے پہلے اپوزیشن کے معزز اراکین قائد ایوان کو اپنی Discretionary Development Grant کے پیکج کے بارے میں سننا نہیں چاہتے تو پھر میں repeat کرتا ہوں کہ میں نے یہ کہا تھا کہ:

This is the discretion of the Chief Minister to distribute the Discretionary Development Funds according to his own choice and if the Opposition do not want to listen to the Leader of the House , on the issue before the budget debate is opened then I am very sadly giving my mind that I will then exercise my own right to distribute the Discretionary Development Funds according to my own choice . The Opposition and Members should know. The Assembly has passed the budget and they have placed at the disposal of the Chief Minister a Discretionary Development Grant of about Rs. 1 Billion, thousand it is the right of the Chief Minister to utilise it according to his own choice.

جناب سپیکر! میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری اس بات پر جو کہ میں نے شاید اس

وقت انگریزی میں کر دی تھی اپوزیشن کے ایک محترم رکن رانا ثناء اللہ صاحب نے اس کو جس انداز سے اس ہاؤس میں پیش کیا یہ اس کے لیے شرمناک ہے اور جو بات میں نے سب سے زیادہ ان کے فائدے کی کی اس کا انہوں نے مذاق اور تضحیک اختیار کیا میں یہ بات کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اس کو کس طرح سے یہاں پر قبول کیا گیا۔ ہمیں اچھی روایات کا دامن کسی صورت میں ہاتھ سے نہیں چھوڑنا ہے۔

And whatever I have declared on the Floor of the House with regard to the Discretionary Development Funds I will stand by it, but , at the same time, I would request the Leader of the Opposition, members of the Opposition, and Ho'ble Members of Jamat-e-Isalami kindly to behave properly otherwise:

(نعرہ ہائے تحسین)

مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ میری یہ باتیں اپوزیشن کے اراکین کے پہلو میں خوب اچھی طرح سے پہنچیں گی اور وہ اس پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔ اس معاملے میں اگر کوئی انہیں غلط فہمی ہے تو اس کی تلافی کے لیے میں حاضر ہوں گا اور ہر وقت حاضر ہوں گا۔ ہاؤس کے اندر بھی حاضر ہوں گا، ہاؤس کے باہر بھی حاضر ہوں گا۔ شکریہ جناب سپیکر۔ (نعرہ ہائے تحسین)

SH MUHAMMAD TAHIR RASHID: Point of personal explanation Sir,

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

Sheikh Sahib, take your seat please, Please take your seat.

Please have your seat

حاجی محمد نواز خان کلیار: جناب سپیکر! میری ایک عرض ہے۔۔۔

MR SPEAKER: ORDER PLEASE, ORDER PLEASE. PLEASE HAVE YOUR SEAT

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں ضابطے کے مطابق کھڑا ہوا ہوں۔ میرے متعلق اس ہاؤس میں بات ہوئی ہے۔ مجھے وضاحت کا موقع دیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

میں چاہتا ہوں کہ رانا پھول محمد خان صاحب اور راجہ محمد خالد صاحب اپوزیشن کو دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے تھے کہ وہ اندر تشریف لے آئیں تو اس بارے میں سردار اللہ یار ہراج صاحب آپ ذرا اس کی پروگریس کا پتا کر لیں آپ ذرا جلد آکر بتائیں کہ کیا صورت ہے؟

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں نے ذاتی نکتہ وضاحت پر اجازت طلب کی تھی۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔ پلیز آپ تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! وہ میرے شہیدوں اور بزرگوں کے متعلق بات کر جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ شیخ روحیل اصغر صاحب آپ ان کے ساتھ بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز اراکین حزب اختلاف ہاؤس میں تشریف لے آئے) (نعرہ ہائے تحسین)

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! آپ ضابطے کے مطابق بات نہیں کرنے دیتے۔

MR SPEAKER:Sh. Tahir Rashid will you please take your seat.

شیخ روحیل اصغر: جناب سپیکر! میری یہاں سے سیٹ بدل دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، اگلے اجلاس میں تبدیل کر دیں گے۔ آپ تشریف رکھیں۔

شیخ روحیل اصغر: یا پھر آپ نام لے کر پکارا کریں۔

جناب سپیکر: جی، صحیح بات ہے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں جو بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر: پراچہ صاحب! میرے خیال میں اب اس کی ضرورت نہیں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! یہاں پر بات کی گئی ہے اس لیے یہ بات بڑی ضروری ہے۔ آپ نے ان کو پوری تفصیل سے موقع دیا ہے۔ جناب سپیکر یہ رویہ مند کروایئے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں ضابطے کے مطابق بولنا چاہتا ہوں۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! یہ رویہ بالکل غلط ہے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شیخ طاہر رشید صاحب میں آپ کو نہایت معذرت کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ آپ اس ہاؤس کے ڈیکورم کو مسلسل خراب کرنے کی

کوشش کر رہے ہیں۔ میں آپ سے یہ کہوں گا کہ میں آپ کو اس رویہ کی قطعاً اجازت نہیں دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ اور پراچہ صاحب میں آپ سے یہ کہوں گا۔۔۔۔۔۔

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں آپ کے ان الفاظ کے خلاف واک آؤٹ کرتا ہوں

(اس مرحلہ پر شیخ محمد طاہر رشید صاحب ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جناب فرید احمد پراچہ: جناب سپیکر! میں ایک دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں جو بہت ہی ضروری ہیں۔ (قطع کلامیاں)

رانا اکرام ربانی: جناب والا! ہمارے خلاف جو کچھ اس ایوان میں ہماری عدم موجودگی میں کہا گیا ہے اس بارے میں ہمارا کہنا نہایت ہی ضروری ہے۔

جناب سپیکر: یہ معاملہ resolve ہو چکا ہے۔

رانا اکرام ربانی: جناب سپیکر! ان معاملات کا قائد ایوان نے آغاز کیا ہے۔ جناب سپیکر! آپ کا یہ فرمانا جا ہے کہ معاملات resolve ہو چکے ہیں۔ اب جناب والا معاملات کا آغاز ہو گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا آغاز کر کے دکھائیں گے۔

جناب فرید احمد پراچہ: جناب والا! انہوں نے ہمارے خلاف بہت کچھ کہا ہے لہذا ہمیں بھی اجازت ہونی چاہیے تاکہ ہم بھی اس بارے میں اپنی پوزیشن واضح کر سکیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ بات یہ ہے کہ اس ایوان میں آپ نے ایک situa-tion کے بارے میں محسوس کیا کہ آپ کو واک آؤٹ کرنا چاہیے آپ نے واک آؤٹ کیا اور لیڈر آف دی اپوزیشن نے واک آؤٹ کرتے وقت جو باتیں کیں ان کا جواب لیڈر آف دی ہاؤس نے دیا اب اس سلسلے کو کس حد تک آگے بڑھانا ہے کہ آپ ان کی باتوں کا جواب دیں اور پھر آپ کی باتوں کا جواب ٹریژری بنچز کی طرف سے آئے پھر ان کی باتوں کا جواب آپ دیں لہذا اس سلسلے کو لامتناہی طور پر بڑھانے کی میں اجازت نہیں دے سکتا۔۔۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! ہمیں بھی تو اپنی بات کرنے کی اجازت دیں۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب، آپ میری بات سنیں۔۔۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب والا! انہوں نے جماعت اسلامی کے خلاف بڑی لمبی چوڑی تقریر کی اور اس کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ اب آپ ہی بتایئے کہ جب میں نے لفظ "کم

ظرفی" کا استعمال کیا تھا تو میں نے پورے اطمینان کے ساتھ، خوشی دلی کے ساتھ اور احتراما" سارے ایوان سے یہ کہا کہ میں اسے واپس لیتا ہوں لیکن اس کے باوجود وزیراعلیٰ صاحب نے یہاں جو اتنی لمبی تقریر کی ہے کیا اس کا کوئی جواب تھا کیا اس کا کوئی موقع تھا انہوں نے پیپلزپارٹی کے خلاف بھی بہت کچھ کہا۔ خیر پیپلزپارٹی تو خود اپنا جانے لیکن اس ایوان میں جو باتیں جماعت اسلامی کے خلاف کہی گئی ہیں میں ان کا جواز دینے کی آپ سے اجازت چاہوں گا اور میں چاہوں گا کہ یہ تمام ریکارڈ درست کیا جائے۔ جناب والا! اگر آپ یہ کارروائی یک طرفہ رکھنا چاہتے ہیں اور یہ سب کچھ ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں---

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب، کیا آپ اس سے پہلے بات نہیں کر چکے۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: نہیں میں بات نہیں کر سکا۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہ ساری کارروائی ریکارڈ میں درج ہو رہی ہے کل اس کی کتابیں شائع ہوں گی اور اس کے بعد ہمیشہ یہ تاریخ کا حصہ بنے گی اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس کی وضاحت کریں اور اس کے بعد اس کا جواب لیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میں ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب کو آپ کے گروپ کے لیڈر کی حیثیت سے اجازت دیتا ہوں اور وہ چند منٹوں میں اپنی بات کریں۔

ڈاکٹر محمد افضل اعزاز: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے یہ اجازت منشی ہے مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں پر ایک مسئلہ زیر بحث تھا اور اس پر ہم نے احتجاجا" واک آؤٹ کیا وہ سب کے سامنے ہے اور ہمیں اس کو دھرانے کی ضرورت نہیں لیکن واک آؤٹ کرنے کے بعد اس میں کون سی ایسی مصلحت تھی اور کون سا جواز تھا اور یہ کون سا ایسا موقع تھا کہ پیپلزپارٹی اور جماعت اسلامی کے خلاف اپنے تمام جذبات اور وہ کدورت جو ان کے دل میں تھی اس کا اظہار کیا جاتا مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جماعت اسلامی کے بارے میں یہ کہا گیا کہ ہم نے انہیں یہ سیٹیں دلائیں لیکن یہ کیا حقیقت نہیں ہے کہ آج اگر مرکز میں مسلم لیگ برسر اقتدار ہے اور تمام صوبوں میں وہ حکومت کر رہی ہے وہ ہمارے کندھوں پر سوار ہو کر آئے ہیں ہم آپ کو یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ 1988ء کا آپ الیکشن دیکھ لیجیے۔ آپ 1985 کا الیکشن دیکھ لیجیے۔ اور میں آج برملا یہ کہہ

دینا چاہتا ہوں کہ کسی صورت میں بھی مسلم لیگ اکیلے، تنہا اس ملک میں برسر اقتدار نہیں آ سکتی۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج جو یہ ضمنی انتخابات ہوئے ہیں اس کا رزلٹ آپ کے سامنے ہے ہم نے جھنگ میں سیٹیں ضائع کیں ہم نے صوبہ سرحد کی ساری کی ساری سیٹیں ہاریں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہماری نااتفاقی تھی اور ہم آپس میں لڑتے رہے اور اس کے بعد one to one fight نہیں ہوئی اور ہم نے وہاں پر اپنی اپنی سیٹوں کا مقابلہ کیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم ہارے اور بری طرح سے ہارے اسی طرح جناب سپیکر! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر مسلم لیگ میں کوئی اتفاق ہے اس میں اتحاد ہے وہ تین چار ڈویژن بنے ہوئے ہیں تین چار سیکشنز بنے ہوئے ہیں سارے مسلم لیگی کسی مذہب میں نہیں۔ (قطع کلامیاں)

ڈاکٹر افضل اعزاز: جناب والا! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں اور میں وزیر اعلیٰ سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ کون سا مسلم لیگی ہے جو خود اپنے سر پر، اپنے بل بوتے پر اور اپنا تمام اثر و رسوخ استعمال کرنے کے بعد وہ ایم۔ پی۔ اے یا ایم۔ این۔ اے بنتا ہے یہ مسلم لیگ کے بل بوتے پر قطعاً نہیں بنتے یہ سارے سرمایہ دار جاگیر دار اور کھاتے پیتے لوگ ہیں اور وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہیں اس کے بعد جب یہ بن جاتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ مسلم لیگ میں شامل ہو جاتے ہیں اور مجھے یہ بھی کہنے کی اجازت دیجئے کہ یہ فیصلہ کالونی کا فیصلہ نہیں اور جس طرح سے جناب دریشک صاحب نے کہا ہے کہ یہ irrevo-cable اور irreplaceable ہے اور اس کے بعد ہم اسے irrepairable کہیں گے اور ہم اس فیصلے پر انشاء اللہ قائم رہیں گے اور آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ انشاء اللہ مسلم لیگ ہمارے بغیر اس ملک میں برسر اقتدار نہیں آ سکے گی۔

جناب سپیکر: اب میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ پرائیویٹ ممبرز ڈے کے لیے دو دن مخصوص کیے گئے تھے۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سہیل ضیاء بٹ صاحب، آپ تشریف رکھیں۔

جناب سہیل ضیاء بٹ: جناب سپیکر! مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر: بٹ صاحب، آپ تشریف رکھیں Please try to obey the Chair.

شیخ محمد طاہر رشید: جناب سپیکر! میں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب تشریف رکھیں۔

شیخ محمد طاہر رشید: آپ میری بات سنیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب، میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں۔

پرائیویٹ ممبرز ڈے کے لیے دو دن مخصوص کیے گئے تھے۔ بجٹ پاس ہونے کے بعد آج فنانس بل بھی پاس ہو گیا ہے اب کیا آپ ہفتے اور اتوار کو چاہتے ہیں کہ پرائیویٹ ممبر ڈے کا سیشن ہو۔

(آوازیں: نہیں۔ نہیں)

جناب سپیکر: تو آپ نہیں چاہتے۔ مجھے سمجھ آگئی تو

In exercise of the power conferred by Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973, I, Justice M.Mhaboob Ahmad, Acting Governor of the Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with effect on and from Thursday, the 25th June, 1992 after the completion of the business on that day.

Dated Lahore, JUSTICE M.MAHBOOB AHMAD

the 23rd June, 1992. ACTINE GOVERNOR OF THE PUNJAB

(اس مرحلے پر اجلاس غیر معینہ مدت تک کے لیے ملتوی ہو گیا)